امام النحو

علامہ سید غلام جیلانی

صدر العلماء محدث میرٹھی

حیات و خدمات

دوم

ترتیب و اہتمام

محمد ادیب اشرفی شمسی

ناشر

ادارہ ترویج و اشاعت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم بنام

مدظلہ

بقیۃ السلف علامہ اقبال احمد فاروقی

مدیر جہانِ رضا — لاہور

منجانب: علامہ محمد ایوب شرقی مدظلہ

بدست: محمد منشا تابش قصوری

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ

۲۵ شوال المکرم ۱۴۳۱ھ

۵ ستمبر ۲۰۱۰ء

فخر المتکلمین، عمدۃ المحققین، شیخ العلماء والمدرسین

امام النحو

علامہ سید غلام جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صدر العلماء محدث میرٹھی
حیات و خدمات

(اول)

ترتیب و اہتمام

محمد ایوب اشرفی شمسی

(خطیب مسجد نور الاسلام، بولٹن (یو کے)

ادارہ ترویج و اشاعت

مسجد نور الاسلام، بولٹن (یو کے)

نامِ فقیہٖ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطٰنِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ

۱۳۹۸ھ

فخر المتکلمین، عمدۃ المحققین، شیخ العلما، والمدرسین

امام النحو

علامہ سید غلام جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صدر العلما محدث میرٹھی

حیات و خدمات

(اول)

ترتیب و اہتمام

محمد ایوب اشرفی شمسی

خطیب مسجد نور الاسلام، بولٹن (یوکے)

ادارہ ترویج و اشاعت

مسجد نور الاسلام، بولٹن (یوکے)

نام کتاب

صدر العلماء، علامہ سید غلام جیلانی محدث میرٹھی حیات و خدمات

مرتب کتاب ———— محمد ایوب اشرفی شمسی

نظر ثانی

حضرت علامہ محمد حنیف خاں رضوی بریلوی (انڈیا)

حضرت علامہ محمد منشا تابش قصوری (پاکستان)

حضرت علامہ عبدالسلام صاحب رضوی بریلی شریف

پروف ریڈنگ

محمد ایوب اشرفی، علامہ محمد حنیف خاں صاحب، علامہ منشا تابش قصوری
مولانا عبدالسلام صاحب رضوی

کمپوزنگ و سیٹنگ

محمد عمر لاہور، مولانا محمد کلیم قادری بولٹن، حافظ محمد منیف رضا بریلی، محمد نظام اشرف بولٹن

سن اشاعت ———— ۱۴۳۱ھ ۲۰۱۰ء

تعداد ———— ۱۱۰۰

ملنے کے پتے

- مسجد نور الاسلام بولٹن (یو۔ کے)
- مکتبہ قادریہ بولٹن (یو۔ کے)
- مکتبہ اعظم مشن بلیک برن (یو۔ کے)
- امام احمد رضا اکیڈمی، صالح نگر، بریلی شریف
- کتب خانہ امجدیہ، ۴۲۵ مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی۔ ۶
- مکتبہ اشرفیہ مرید کے لاہور (پاکستان)

شرفِ انتساب

بنام

زبدۃ الکاملین قدوۃ العارفین، عارف اسرار قاب قوسین، امام النحو، استاذ المشائخ حضرت علامہ

حکیم سید سخاوت حسین قدس سرہ العزیز (متوفی ۱۲۹۹ھ)

و

شیخ العرب والعجم، الامام الافخم، مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام

احمد رضا خان صاحب محدث بریلوی قدس سرہ القوی (متوفی ۱۳۴۰ھ)

و

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین، اشرف المشائخ، اعلیٰ حضرت سید شاہ

علی حسین صاحب اشرفی میاں کچھوچھوی قدس سرہ القوی (متوفی ۱۳۵۵ھ)

و

غواص بحر معرفت، آقائے نعمت، فقیر کامل، عارف واصل، حامل اخلاق نبوی، کاشف اسرار لم یزلی، حضرت

سید شاہ حافظ محمد ابراہیم صاحب قادری قدس سرہ القوی سراوی میرٹھی (متوفی ۱۳۷۱ھ)

گر قبول افتد زہے عزوشرف

نیازمند: محمد ایوب اشرفی شمسی سنبھلی نورالاسلام۔ بولٹن (یو۔کے)

فہرستِ مضامین (جلد اول)

صدر العلماء محدث میرٹھی حیات و خدمات

(۲۲) مبلغ اسلام علامہ سید شاہ تراب الحق صاحب کراچی (پاکستان)
(۲۳) جامع معقول ومنقول علامہ عاشق الرحمن صاحب حبیبی الہ آبادی
(۲۴) استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد حسن حقانی صاحب اشرفی (پاکستان)
(۲۵) صاحبزادہ علامہ مولانا سید محمد یزدانی میاں صاحب نوری (امریکہ)
(۲۶) صاحبزادہ پیر سید شاہد حسین صاحب زیدی خیر آبادی مارہروی
(۲۷) عمدۃ المحققین حضرت علامہ مولانا محمد احمد صاحب مصباحی (مبارکپور)
(۲۸) حضرت علامہ مفتی اشرف القادری نیک آبادی (پاکستان)
(۲۹) خطیب البراہین حضرت علامہ صوفی نظام الدین صاحب لہرولوی
(۳۰) نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا محمد توصیف رضا خاں صاحب رضوی بریلوی
(۳۱) مبلغ عالم اسلام، پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب (پاکستان)
(۳۲) ماہر لسانیات علامہ افتخار احمد صاحب قادری (ساؤتھ افریقہ)
(۳۳) لسان العصر حضرت علامہ قمر الزماں خاں صاحب اعظمی (مانچسٹر۔ یو۔ کے)
(۳۴) مدیر اسلام صاحبزادہ، علامہ سید حامد سعید کاظمی صاحب (پاکستان)
(۳۵) استاذ العلماء مفتی محمد ایوب صاحب نعیمی مرادآبادی
(۳۶) رئیس القلم علامہ یسین اختر صاحب مصباحی اعظمی (دہلی)
(۳۷) صاحبزادہ علامہ مفتی حافظ عبد الستار صاحب ہزاروی (پاکستان)
(۳۸) فاضل جلیل علامہ مولانا محمد حنیف خاں صاحب رضوی بریلوی
(۳۹) ادیب شہیر علامہ مولانا محمد منشا تابش قصوری صاحب (پاکستان)
(۴۰) بدیع المثال، علامہ پیرزادہ امداد حسین صاحب (نوٹنگھم برطانیہ)
(۴۱) پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری (پاکستان)
(۴۲) صاحبزادہ مولانا مفتی محمود احمد صاحب قادری، رفاقتی (مظفرپور)
(۴۳) حضرت مفتی محمد شفیق احمد صاحب شریفی
(۴۴) قمر العلماء علامہ مولانا قمر الحسن صاحب قمر بستوی (امریکہ)
(۴۵) پیر طریقت، علامہ سید رکن الدین اصدق صاحب (نالندہ)
(۴۶) مصنف بے نظیر علامہ مولانا بدر القادری صاحب (ہالینڈ)
(۴۷) شاہی امام علامہ مفتی محمد مکرم صاحب مجددی دہلوی
(۴۸) محقق رضویات مولانا پیرزادہ اقبال احمد صاحب فاروقی (پاکستان)
(۴۹) پاسبان مسلک رضا مولانا سید وجاہت رسول صاحب قادری (کراچی)
(۵۰) رئیس الاساتذہ علامہ مولانا عبد المبین صاحب نعمانی (مبارکپور)
(۵۱) فاضل جلیل علامہ مولانا شمیم اشرف صاحب ازہری (ماریشش)
(۵۲) فاضل جلیل، علامہ مفتی یار محمد خاں صاحب قادری (نور۔ ٹی۔ وی۔ برطانیہ)
(۵۳) عالمی نعت خواں حضرت پیر سید فصیح الدین سہروردی (پاکستان)

از: محمد ایوب اشرفی مشی

باب سوم ——— (۲۱۴) ——— مشائخ و اساتذہ

باب چہارم ——— (۲۸۶) ——— سیرت و سوانح

(ترتیب باعتبار حروف تہجی)

فہرستِ مضامین (جلد دوم)

صدر العلماء محدث میرٹھی
حیات وخدمات

باب پنجم (۷) علم حدیث

باب ششم (۱۵۳) فقہیات

باب ہفتم — نحویات (۲۵۹)

باب ہشتم — تحقیقات علمیہ (۳۹۸)

پیغامات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقوشِ منازل

نقشِ اول

آفتاب ہند، امام النحو، صدر العلماء، حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان ان جلیل القدر افراد میں سے ایک ہیں کہ جنکا کچھ نہ کچھ تعارف اپنے یہاں کے طلبائے اسلام کو زمانہ طالب علمی سے ہی ہو جاتا ہے چنانچہ ہم لوگوں کو بھی جیسے ہی ''شرح مأۃ'' شروع ہوئی ساتھ ہی ساتھ ''البشیر الکامل بحل شرح مأۃ عامل'' مصنفہ حضرت صدر العلما میرٹھی سے بھی استفادہ شروع ہو گیا۔ اگرچہ استاذ گرامی کی طرف سے ترکیب کے علاوہ اس کے حواشی کی تفصیلات کو پڑھنے کی اس وقت اس لئے اجازت نہیں تھی کہ کہیں ابتدا میں ذہن انتشار کا شکار نہ ہو جائے اور اصل مقصد میں رکاوٹ نہ بن جائے۔ ہاں البتہ اس کے ص ۳۰/ پر ھدایات برائے اساتذہ کا جو بیان ہے کہ عبارت کا تجزیہ کرکے ہر ہر کلمہ کے متعلق سوال کریں کہ یہ اسم ہے یا فعل یا حرف، اگر اسم ہے تو اس کی علامتوں میں سے کون سی علامت پائی جاتی ہے اور اگر فعل ہے تو.............. الخ (البشیر الکامل ص ر۳۰)

اس کو ضرور زبانی یاد کر کے اس پر عمل پیرا ہونے کی تحت ہدایات تھیں (زمانہ طالب علمی میں اتنا شعور کہاں بیدار ہوتا ہے کہ طالب علم مفید و مضر کو پہچان سکے ہاں اگر استاذ مشفق و مخلص ہو تو یہ منزل بھی آسانی سے طے ہو جاتی ہے چنانچہ اس وقت استاذ جو حکم دیتے اگرچہ بہت سے طلبہ کی طبیعتوں پر شاق گزرتا مگر بعد میں اس کی افادیت بھی ظاہر ہوتی) اور پھر جب کافیہ کا دور آیا تو ''بشیر الناجیہ بشرح کافیہ'' (مصنفہ حضور صدر العلماء میرٹھی) کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ اس دوران اسکو بارہا دیکھا ہوگا مگر وقت نظر اور گہرائی و گیرائی سے دیکھنے کی طرف دھیان ہی نہ گیا۔ اور پھر شرح جامی شروع ہوگئی، اگرچہ بشیر الناجیہ وہ کتاب ہے کہ درس شرح جامی میں بھی معاون و مددگار ثابت ہوتی ہے۔ مگر پھر بھی اس وقت اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہ ہو سکی اب اس کو یا تو طالب العلمانہ بے شعوری کا نام دیدیا جائے یا پھر یوں کہ بفضل خدا ہمارا درس یوں بھی حل مشکلات اور بڑا تحقیقی اور نپا تلا ہوتا تھا کہ بہت سارے ممکنہ سوالات کے جوابات اس میں حل ہو جایا کرتے۔ درس شرح جامی کے ایک درس کی جھلک آپ کو بھی ضرور دکھاتا اگر میرے پاس یہاں وہ نوٹ بک ہوتی کہ جس پر میں نے اپنی یادداشت کے لئے بعض دروس کو نوٹ کیا تھا۔

شدِّ رحال

خیر! ابھی شرح جامی کا درس چلتا ہی تھا کہ اچانک حضرت شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں صاحب قبلہ اشرفی جیلانی کے فرمانے اور حضرت صوفی ملت سید محمد تنویر میاں صاحب اشرفی جیلانی کی خواہش پر استاذ مکرم کو مدھیہ پردیش کی مشہور و معروف درسگاہ دار العلوم اہلسنت جبل پور میں بحیثیت شیخ الحدیث و مفتی مقرر کر دیا گیا۔ استاذ گرامی کے ساتھ

جانے والے دس پندرہ طلبہ جن میں سے بعض تو ماشاء اللہ اس وقت مسند افتاء کی زینت بنے ہوئے ہیں اور بعض مشہور ومعروف مدارس میں مشغول بدرس وتدریس ہیں اور بعض شعلہ بار خطیب ہیں انہیں میں یہ فقیر راقم الحروف بھی شامل تھا۔ ہم لوگوں کا قیام یہاں تقریباً دو سال رہا۔ اور الحمد للہ شرح عقائد مع خیالی، میر زاہد امور عامہ، ملا حسن، تفسیر بیضاوی، بخاری شریف، مسلم شریف وغیرہا درس نظامی کی منتہی کتب مرجحہ کا بقدر معتد بہ درس لیا۔ جس میں درس مسلم شریف خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے کہ اس کا درس رات کو تین بجے ہی سے بعد تہجد شروع ہو جاتا اور اس طرح سے ایک سال میں الحمد للہ مسلم شریف کی ایک ایک حدیث پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔

پہلی دستار بندی

۵ مئی ۱۹۸۵ء کو مدار ٹیکری جبل پور کے وسیع وعریض میدان میں دار العلوم اہل سنت کی طرف سے حضرت شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں صاحب قبلہ اور حضرت غازی ملت علامہ سید محمد ہاشمی میاں صاحب قبلہ ودیگر مشائخ وعلما کے مبارک ہاتھوں سے کی گئی نیز سند فراغت سے بھی نوازا گیا۔

دوسری دستار بندی

۲ سال کے بعد استاذ گرامی جب واپس سنبھل آئے تو تقریباً ۵ سال تک انہیں کتابوں کو پڑھا کہ جن کا درس نا مکمل رہ گیا تھا اور پھر ۱۹۹۰ء میں استاذ گرامی کی کوششوں سے ایک عظیم الشان کانفرنس بعنوان ''جشن امام اعظم'' منعقد ہوئی جس میں حضرت شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی، غازی ملت حضرت علامہ سید محمد ہاشمی میاں اشرفی جیلانی، صوفی ملت حضرت پیر طریقت سید تنویر اشرف صاحب اشرفی جیلانی اور سنبھل نیز گرد و نواح کے تقریباً سو سے زائد علمائے کرام نے شرکت فرمائی۔ حضرت مولانا خلیل اطہر اشرفی رامپوری (سابق چیرمین آف مدرسہ بورڈ یوپی) فرائض نظامت انجام دے رہے تھے، بڑا عظیم الشان اجتماع تھا جیسا کہ ان بلند پایہ شخصیات کی آمد پر عموماً ہوا کرتا ہے، اسی مبارک موقع پر ذکر کردہ مشائخ کرام نے راقم الحروف کو بھی الحمد للہ ۲۳ رسال کی عمر میں دوسری مرتبہ دستار فضیلت سے نوازا۔ محترم ناظم اسٹیج صاحب کے اچانک اعلان پر اس فقیر سراپا تقصیر نے آدھا گھنٹہ سے زائد فضیلت علم وعمل پر عربی میں تقریر کی۔ استاذ گرامی قدر کی دعائیں ساتھ تھیں علما ومشائخ نے عربی خطاب کو بڑا پسند فرمایا، بالخصوص حضرت شیخ الاسلام نے بڑی دعاؤں سے نوازا، اور پھر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ یہی خطاب مادر علمی دار العلوم اہل سنت میں تدریسی خدمات انجام دینے کا پیش خیمہ ثابت ہوا، وہ اس طرح کہ ایک سال بعد حضرت پیر طریقت صوفی ملت سید تنویر میاں صاحب اشرفی جیلانی کے ایک فرستادہ سنبھل استاذ گرامی کے پاس حاضر ہوئے اور پیغام دیا کہ حضرت بابا صاحب نے فرمایا کہ جس طالب علم نے سنبھل میں جلسہ دستار بندی کے موقع پر عربی میں تقریر کی تھی اس کو تدریسی خدمات انجام دینے کے لئے جبل پور بھیج دیا جائے جیسا کہ بابا صاحب نے خود مجھ سے بعد میں ذکر کیا۔ اس پر استاذ محترم نے جواب دیا کہ میں آئندہ ہفتہ اس کو خود لے کر

حاضر ہوجاؤں گا۔ چنانچہ ۶/ جولائی ۱۹۹۱ء بروز ہفتہ کو ٹھیک دوپہر کے وقت جھلساتی ہوئی دھوپ میں جب دارالعلوم اہلسنت جبل پور حاضری ہوئی تو وہاں کے ایک پرانے صاحب قدر مدرس نے آہستہ سے مجھے اپنے پاس بلایا اور غالباً میری ۲۵/ سالہ طالبانہ صورت کو دیکھ کر خود مجھ سے پوچھا کہ حضرت بابا صاحب نے اتنی دور سے آدمی بھیج کر جن مولانا صاحب کو بلوایا ہے وہ کب آئیں گے؟ اس کا جواب میں نے صرف اپنی گردن جھکا کر دیا اور بس، اس سوال کی قوت کا اثر مجھے اس وقت زیادہ محسوس ہوا جب شام ہوتے ہوتے یہ پتہ چلا کہ جن بزرگ نے مجھ سے مذکورہ بالا سوال کیا تھا ان سے اوپر والی کتابوں کا درس میرے ذمہ کیا گیا ہے، جو بیضاوی شریف، مشکوٰۃ شریف، کافیہ، ہدایۃ الحکمۃ، اور منثورات وغیرہ کل آٹھ کتابوں پر مشتمل ہے، ان میں اگرچہ کوئی کتاب ایسی نہ تھی کہ جس کو ہمارے استاذ نے ہمیں پڑھا نہ دیا ہو اور الحمد للہ ذہن میں اس وقت پڑھا ہوا حاضر بھی تھا مگر ابتدائے کار تھا اس لئے فکر دامنگیر تھی مزید برآں استاذ گرامی نے فرمایا تھا کہ "جب تم پڑھاؤ گے تو دروازے کے باہر کرسی ڈالے میں خود سنوں گا کہ پڑھاتے کیسا ہو؟ پھر حضرت بابا صاحب قبلہ کی طرف سے اطلاع ملی کہ فرماتے ہیں: "ہم درسگاہ میں آکر خود سنیں گے کہ درس کیسا ہوتا ہے؟" "سردی میں بھی پسینہ آجائے" غالباً ایسے ہی وقت کے لئے کہا گیا ہے۔

نقشِ دوم

وہ رات میری زندگی کی ایک یادگار رات بن گئی، صبح کو ایک امتحان سے گزرنا تھا تو نیند کیسی؟ مطالعہ کتب میں ساری رات بسر ہوگئی، کیسی تکان اور کیسا کسلان؟ بیضاوی شریف کا درس تو ہونا نہیں تھا۔[1] اور مشکوٰۃ شریف؟ تو اس کو جہاں سے ہونا تھا وہاں کی تقریر بفضل خدا استاذ کی بتائی ہوئی تر و تازہ تھی، لہٰذا اب مجھے خاص طور سے مطالعہ فقط کافیہ کا کرنا تھا، جس کا کچھ حصہ طلبۂ کرام حضرت شیخ الحدیث صاحب سے پڑھ چکے تھے اور اس کے بعد سے مجھے پڑھانا تھا، اسی لئے مجھ کو شروع سے لے کر اب تک سب ہی دیکھنا تھا، رات کے تقریباً دو ڈھائی بجے ہوں گے کہ میں نے "بشیر الناجیہ شرح کافیہ مصنفہ حضور صدر العلما میرٹھی" اٹھائی اور کھولنے سے پہلے بڑی عقیدت سے تمام بزرگوں اور خاص طور سے حضور صدر العلما میرٹھی علیہ الرحمہ کے حضور بے مثائی کے فاتحہ پڑھی اور ایصال ثواب کیا اور خدا کے نیک بندوں کا وسیلہ لے کر اپنے رب سے انشراح صدر اور کشادگی ذہن و فکر کی دعا مانگی، اور یہ کہہ کر کتاب کھولی کہ اے میرے رب اپنے اس نیک بندے کے طفیل اس کتاب کے نکات اور اس کی باریکیوں کو میرے ذہن و فکر میں بٹھا دے، اور پھر مطلوبہ مقامات سے پڑھنا شروع

[1] کیونکہ دورہ کی جماعت کے طلباء جن کے سربرآوردہ ھندوستان کے ایک عظیم خانوادہ (زادھا اللہ شرفاً و تکریماً) کے مخدوم زادہ تھے ان کو شرم دامن گیر ہوئی کہ چلتے چلتے درمیان سال میں ایک نوعمر کو ہم استاذ کیوں بنائیں، حالانکہ مخدوم، مخدوم ہی ہوتا ہے کہیں بھی بیٹھے اور خادم، خادم ہی رہتا ہے کہیں بھی پہنچے، خیر! مگر بعد میں وہ فقیر کے پاس کبھی کبھی استفاضہ کے لئے آیا کرتے تھے، اسی لئے آج بھی وہ اس رشتہ کا بڑا لحاظ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اور زیادہ ترقیوں سے ہمکنار فرمائے۔

کر دیا۔ کچھ ہی دیر میں ان کی محقق تشریحات اور جامع ترکیبات نے دل ودماغ پر ان کی تبحر علمی کا سکہ بٹھانا شروع کر دیا، دل گواہی دینے لگا کہ علوم وفنون کی جامعیت اسی کا نام ہے، مجھے کچھ ایسا لگا کہ گویا میرے رب نے رات کی ان آخری ساعات میں مانگی ہوئی دعا کو قبول کر لیا ہو، پڑھا ہوا ذہن نشین ہونے لگا، افکار کی لذتوں نے دل ودماغ کو وہ سرور دیا کہ مست بنا ڈالا، بس یہی کچھ بابرکت ساعات تھیں کہ جن میں مجھے ان کی شخصیت سے کچھ عقیدت سی ہونے لگی ان کی ذات کی طرف ایک انجذاب سا محسوس ہوا، خیر صبح ہوئی اوقات درس شروع ہوئے پہلی گھنٹی ۴۵ رمنٹ کی مشکوۃ شریف کی تھی، حسب پروگرام استاذ گرامی باہر مگر دروازہ سے قریب تر کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور حضرت بابا صاحب قبلہ میرے قریب مسند پر ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ اختتام درس پر حضرت بابا صاحب قبلہ اظہار خوشی کرتے ہوئے یہ دعائیہ جملہ کہہ کر تشریف لے گئے۔ شاباش بیٹا! باب العلم کا فیض رہے گا تم خوب پڑھا لو گے، ان کا یہ جملہ اور استاذ گرامی کا اطمینان میرے عزم وحوصلوں کی تقویت کو کافی تھا۔

اسی دن سے دیگر کتب کے ساتھ بشیر الناجیہ کا دیر گئے رات تک مطالعہ کرنا میرا وظیفہ بن گیا اور جب ان کی ذات سے ایک لگاؤ سا ہوا تو آپ کی دیگر تصانیف کو بھی بغور پڑھنا شروع کیا، ایک دن حضرت شیخ الحدیث مفتی محمد قمر عالم صاحب فرمانے لگے، بشیر الناجیہ بڑی عمدہ اور تحقیقی کتاب ہے، اور اس میں اصطلاحی الفاظ کی تعریفات جس خوبی کے ساتھ بیان کی گئی ہیں وہ تو بے مثال ہیں مگر طلباء کے لئے ذرا کتاب ادق پڑ جاتی ہے اسی لئے دل میں کبھی آتا ہے کہ خدا مہلت دے تو میں اس کی تسہیل کر دوں (خدا تعالیٰ حضرت کو یہ مہلت نصیب فرمائے۔ آمین) اشرفی

پھر بشیر الناجیہ اور بشیر القاری شرح بخاری میں مرقوم حضرت صدر صاحب کے حالات بقلم خود بھی پڑھے، کچھ اپنے علمائے کرام کی زبانی ان کی جلالت علم کی داستانیں، علماء کے درمیان ان کی عظمت ووقار کے واقعات اور ان کے کچھ بے تکلفانہ انداز کی چند حکایات یہ سب کچھ بھی سن رکھا تھا، مگر ان کی تصنیفات کو پڑھ کر ایک قاری کے دل ودماغ پر ان کی جلالت وعظمت کا جو تصور پیدا ہوتا ہے اس کے مقابلہ میں یہ بالکل ناکافی تھا، مجھے تعجب ہوا کہ اسلام کی ایسی عبقری شخصیت پر لوگوں نے کیوں نہیں لکھا، کچھ لوگ تو اپنے لوگوں پر لکھ لکھ کر اپنی تاریخی کتابوں کا بوجھ بڑھانے میں لگے ہیں مگر یہ اپنے لوگ ہیں کہ ایسے قیمتی لوگوں سے بھی بے اعتنائی برت رہے ہیں کہ تاریخ جن سے زندگی پاتی ہے اور جن کے نقوش قدم کو دیکھ کر آگے بڑھنے کے عزم وحوصلے پیدا ہوتے ہیں، ذرا غور کیا تو بڑی شدت سے اس بات کا احساس ہوا کہ اپنوں کا یہ انداز فقط میرٹھی صاحب علیہ الرحمہ ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے زمانہ کے بعد بھی اپنے کتنے عظیم علما ہیں کہ جنھوں نے اپنے خون جگر سے اس چمن کی آبیاری کی ہے اور وہ دوایک نہیں درجنوں ہیں مگر قوم نے یا تو ان کو بالکل بھلا دیا ہے یا پھر ان کے متعلق معلومات بس نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر اس وقت ایک خیال آیا تھا کہ رب ذو القوۃ المتین نے ہمت ومہلت عطا فرمائی تو گزشتہ صدی کے اواخر میں دین کی بے لوث خدمات انجام دینے والے وہ حضرات کرام کہ لوگ جن کے کارناموں سے نا آشنا ہیں ان میں بعض حضرات کا ذکر جمیل بنام (تذکرہ بعض علمائے ربانیین) مرتب کروں گا، جس میں حضرت صدر العلماء میرٹھی کا اسم گرامی بھی شامل تھا، سیکڑوں نیک خیالوں کی طرح یہ بھی ایک ایسا خیال تھا کہ

جس کے بارے میں اس وقت یہ خیال بھی نہ گزرتا تھا کہ اس سلسلہ کی ایک کڑی بھی اس انداز سے بھی قوم کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوگی ۔ؔ

بہر حال جبل پور فقیر کا قیام تقریباً چھ سال رہا جن میں تین مرتبہ درسِ کافیہ بھی رہا حتی کہ جلالین و مسلم کے ساتھ بھی کافیہ کو شامل رکھا، گویا میں جب تک دار العلوم اہلسنت کی درسگاہ سے متعلق رہا اس وقت تک نہ صرف یہ کہ "بشیر الناجیہ" کو دو تین دفعہ دیکھنے کا شرف حاصل ہوا بلکہ آپ کی دیگر تصانیف سے بھی بھرپور استفادہ حاصل کرنے کے مواقع ملے، ہاں مگر وہاں سے چلے آنے کے بعد زمانہ کی بوقلمونیوں نے کچھ ایسا سرگرداں رکھا اور ایسی ہل چل مچائی کہ بس کیا بتائے کوئی ؟؟ اگرچہ یہ ہل چل سودمند ثابت ہوئی مگر پھر بھی اپنے بزرگوں پر لکھنے کا جو خیال نیک آیا تھا وہ تو نو دس سال کے لئے طاق نسیاں بن گیا، کیونکہ اس مدت مدیدہ میں جو حالات اپنے سے متعلق رہے ان میں لکھنے لکھانے کی فرصتیں ہم جیسوں کے خیالوں میں تو آسکتی ہیں وجود میں نہیں، یعنی تدریس و تقریر وغیرہ کی تھوڑی بہت ذمہ داریاں اور ان کو حتی الامکان نبھانے کی کوششیں ۱۹۹۵ء میں حیات نو کے نشیب و فراز، رک رک کر قدم بڑھاتی ہوئی زندگی کے پیچ و خم، پھر ۱۹۹۶ء میں دار العلوم اہلسنت جبل پور کی تدریسی خدمات سے استعفاء...........اور پھر اسی سال برادر گرامی قدر حضرت مولانا حافظ و قاری سید محمد عرفانی میاں صاحب اشرفی راجشاہی۔ نیز جناب محترم مولانا محمد محسن صاحب رضوی دیادروی اور جناب عالی الحاج علی ماسٹر صاحب اشرفی دیادروی وغیرہ کی مشترکہ کوششوں اور خواہشوں پر صوبہ گجرات کے ضلع بھروچ میں واقع ایک خوبصورت عالیشان دار العلوم نور محمدی دیادرہ میں بحیثیت صدر المدرسین تقرری، اور پھر وہاں ڈیڑھ دو سال خدمات انجام دینے کے بعد برادر بڑی مرتبت حضرت سید عرفانی میاں صاحب ہی کی دعوت پر بولٹن، یو کے چلے آنا اور پھر یہاں کی پرشکوہ جامع مسجد نور الاسلام میں بحیثیت مدرس و خطیب مقرر ہونا، اور یہاں کے نئے انوکھے انداز پر الجھائے ہوئے حالات سے مڈ بھیڑ اور ان الجھی گتھیوں کو سلجھانے کے چکر میں خود بھی بار بار الجھنوں کا شکار ہو جانا، یہ کل ملا کر ۱۹۹۲ء سے ۲۰۰۱ء تک نو، دس سال کا ایک مختصر سا چٹھا تھا جو پیش کیا گیا اب ایسے ناسازگار حالات میں بھلا مجھ جیسے کم ہمت کی کیا مجال تھی کہ کسی امر اہم کی طرف اقدام کرتا، مزید برآں جب یہاں آیا تو یہاں کی پڑھی لکھی فضائے خاموش، یہاں کی صاف سرد ہوائیں، یہاں کا ظاہری سکون و آرام واقعۃً ابتداء میں یہ اطمینان دلانے لگا کہ ایک پڑھنے لکھنے سے شغف رکھنے والے کو یہ حالات بڑے کار آمد ثابت ہوں گے، مگر وہ تو گہرائی سے حالات کا جائزہ لینے کے بعد پتہ چلا کہ برف کی کوکھ سے پیدا یہاں کی یہ مسلح ہوائیں کس طرح سے ایک اچھے بھلے انسان کو معطل و بے اثر بنا ڈالتی ہیں، اور راحت و سکون کے اس خوشنما غلاف کے پیچھے چھپی ڈکی یہاں کی یہ

ؔ خیال رہے کہ ابھی تک اس رشتہ کا دور دور تک وجود نہیں تھا جو بعد میں حضرت قبلہ ہشام میاں صاحب جو نپوری و حضرت قبلہ استاذ گرامی و حضرت قبلہ یزدانی میاں صاحب و قبلہ والد گرامی کی باہمی مشاورت سے عمل میں آیا جس کا کچھ تذکرہ حضرت قبلہ ہشام میاں صاحب نے اپنے تاثرات میں کر دیا ہے۔

مہمل مصروفیات وتفکرات، فکر ونظر کی عظیم تر صلاحیتوں کو کس طرح سے جکڑ لیا کرتی ہیں، اکثر ایسا بھی لگا کہ اس سر زمین کی رنگینیاں ہزار ہا علمی آسانیاں دینے کے باوجود بھی ایک علمی زندگی کی تیز گامی اور سخت کوشی کی لو کو بکمال پھرتی مدہم کروا تی ہیں، گفتگو میری چونکہ علوم دینیہ کے حوالہ سے ہے اور بس۔ ورنہ تو علوم دنیویہ اور تحقیقات وایجادات عصریہ کو کوئی اگر اپنے عروج پر دیکھنا چاہے تو اس کا مشاہدہ یہاں بخوبی ہوسکتا ہے، لیکن جہاں تک بات ہے اپنے اسلاف کے دئے ہوئے گرانقدر علمی عطیات کی۔ یا دین ومذہب کے بیش بہا باطنی وروحانی خزانہ جات کی تو گردو پیش کے حالات سے ہر جگہ تو نہیں مگر پھر بھی کئی جگہ ایسا اندازہ ہوا (خدا کرے کہ مرا اندازہ غلط ثابت ہو) کہ یہاں کے اس ناموافق ماحول نے نامعلوم کتنے ایسے سینے جو بھی علوم وفنونِ اسلامیہ کے خزینہ رہے ہوں گے ان کو بڑی صفائی سے ایک حد تک صاف کر دیا ہے، اندر جھانک کر دیکھئے تو یہ صورت حال بڑی خطرناک ہے مگر ترقی زمانہ پہ نثار ! کہ اس نے اس خطرہ کو بھی خوبی بنا ڈالا اور وہ یوں کہ ایسے صاحبانِ علم وہنر پر دیدہ زیب عمامے اور زرق برق جبے وقبے پہلے سے کہیں زیادہ عمدگی کے ساتھ سجا دئے کہ صاحب کو اطمینان رہے، چلو اندر سے کچھ کھویا تو باہر تو کچھ پایا، والحمد علی ذلک۔ اللہ تعالیٰ ہمارے احوال پر کرم فرمائے، اور اس دیارِ غیر میں ہماری اور ہمارے بچوں کی حفاظت فرمائے۔ اللھم انی اسئلك خیرھا واعوذبك من شرھا ، اللھم اعذنی من مضلات الفتن برحمتك یا ارحم الراحمین.

بہر حال میں سوچنے لگا کہ اگر یہ بات درست ہے کہ زندگی حرکت وانقلاب اور محرک وفعال رہنے ہی کا دوسرا نام ہے تو پھر اس کے لئے تو سخت کوشی اور جگر کاوی، عمل پیہم اور جہد مسلسل لازمی ولابدی ٹھہرے گا۔ چنانچہ علمی حیات کی رمق اگر برقرار رکھنی ہے تو پھر آرام کو سلام کرنا پڑے گا اور بکوشش تمام اس کو وہ خوراک دینی ہی پڑے گی جس کی یہ خوگر تھی ورنہ تو آج نہیں کل یہ دم توڑ دے گی، یا پھر اس رخ وہ چلنا ہی چھوڑ دیگی کہ جس میں زندگی کا راز مضمر ہے۔ اس کے لئے ابتداءً درس نظامی کی تعلیم دینی شروع کی، الحمد للہ یہ لگایا ہوا درخت بار آور ثابت ہوا اور آج اس کے پھلوں سے یہاں کے لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

نقشِ سوئم (آغازکار)

ادھر حضرت صدر العلما میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان پر لکھنے کا وہ سابقہ خیال دل ہی دل میں بار بار چٹکیاں لیتا رہتا، اور کبھی کبھی تو دل ودماغ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتا۔ چنانچہ اب آکر اس کی ہمت کی اور قدم آگے بڑھایا مگر پہلے استخارہ کیا حالانکہ کہا گیا ہے: "لا استخارۃ فی الخیر" کسی نیک کام میں استخارہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ مگر تھیں کچھ ایسی وجوہات کہ جن کی بناپر میں نے استخارہ کرنے کو مناسب جانا اور اشارات کی زبانی جو مجھے جواب ملا اس کو میں نے اجازت سمجھا اور پھر خانہ دل میں ایک مضمون تیار کیا کہ علماو دانشوران کو ارسال کیا جاسکے اور ساتھ ہی ساتھ برادر خورد محمد خورشید خاں سلمہ کو دہلی فون کر کے وہاں سے حضرت صدر صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کی پانچوں مشہور زمانہ

تصنیفات کے تقریباً ۱۰۰ ارسیٹ یکے بعد دیگرے پارسلز کے ذریعہ منگانے شروع کر دیے، اتفاق سے انہیں ایام میں رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری صاحب علیہ الرحمہ کا بولٹن تشریف لانا ہوا۔ یہ غالباً ان کے انتقال کے ایک ڈیڑھ سال پہلے کی بات ہے۔ ان کی قیام گاہ پر ملاقات کے دوران میں نے اپنے اس خیال کا اظہار کیا کہ "میں حضور صدر العلماء میرٹھی" علیہ الرحمہ کی حیات مبارکہ پر ایک کتاب ترتیب دینے کا ارادہ رکھتا ہوں تو انہوں نے یہ ہمت افزا جملہ ارشاد فرما کر میرے حوصلوں کو تقویت دی کہ ان کی حیات مبارکہ اور خدمات جلیلہ کا صحیح تعارف قوم و ملت پر ایک قرض ہے جو ابھی تک ادا نہ ہو پایا، خدا آپ کو اس میں کامیابی عطا فرمائے، یہ کہہ کر خود بھی اس شرط کے ساتھ لکھنے کا بھرپور وعدہ فرمایا کہ اگر تم جامعہ حضرت نظام الدین دہلی میں میرے پاس حضرت کی تصانیف پہنچا دو تو میرا بھی مضمون مل جائے گا۔ ۳

حضرت رئیس القلم کے ان جملوں نے یقیناً میرے ارادوں کو قوت بخشی اور پھر غالباً اسی ہفتہ میں نے اپنے لیٹر ہیڈ پر ایک مختصر مضمون لکھا اور ہندوستان و پاکستان، امریکہ و انگلینڈ، ساؤتھ افریقہ و ہالینڈ وغیرہ میں رہنے والے علماء و مدبرین، دانشوران و محققین کی خدمات میں ارسال کر دیا، مضمون کچھ اسطرح تھا۔

عزت مآب عالی جناب.........................سلام مسنون باخلاص مقرون

بعد از سلام عرض یہ ہے کہ آپ کی ذات عظیم المرتبت سے ہمیں یقین ہے کہ آپ کو صدر العلماء امام النحو حضرت علامہ سید غلام جیلانی محدث میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان کی دینی خدمات سے متعلق ضرور علم ہوگا کہ آپ نے تادم حیات تبلیغ سنیت بالخصوص درس نظامی سے وابستہ جو خدمات انجام دی ہیں وہ ناقابل فراموش ہیں، کیونکہ آج بھی ان کی بے نظیر تصانیف یعنی۔ (۱) بشیر القاری بشرح صحیح البخاری (۲) بشیر الناجیہ بشرح کافیہ (۳) البشیر الکامل بکل شرح مأۃ عامل (۴) البشیر شرح نحو میر (۵) نظام شریعت وغیرھا کتب دینیہ نیز

---

۳ نوٹ: خیال رہے کہ راقم السطور نے حضرت علامہ صاحب کے دہلی پہنچنے پر دو دو مرتبہ برادر عزیز محمد خورشید خاں کے ذریعہ جامعہ نظام الدین دہلی میں حضرت صدر العلماء کی جملہ تصانیف بھجوائیں، جن کو جامعہ کے ایک مقبول مدرس صاحب نے دونوں دفعہ اپنی تحویل میں لیا اور وعدہ کیا کہ آپ کا پیغام اور کتب حضرت تک پہنچ جائیں گی، میں نے یہاں سے فیکس بھی کیا اور جب اسی سال انڈیا گیا تو جامعہ بھی حاضر ہوا مگر حضرت سے ملاقات نہ ہو سکی بلکل ملاکر نتیجہ یہ کہ میں ان مقبول مدرس صاحب کی مہربانیوں کے طفیل حضرت سے مضمون لینے میں ناکام رہا۔ بلکہ انہوں نے اس تعلق سے قولاً وعملاً جس ناشائستہ طور طریقہ کا مظاہرہ کیا وہ انتہائی اخلاص سوز اور قابل افسوس ہے۔ کاش ان کی باتوں کا علم حضرت کو ہو جاتا۔ اور بالکل اسی طرح میں حضرت تاج الشریعہ علامہ ازہری میاں صاحب قبلہ رضوی بریلوی مدظلہ العالی کا تاثر لینے سے محروم رہا۔ حالانکہ حضرت نے فقیر کا مکتوب پڑھ کر ارشاد فرمایا تھا کہ میں اپنا مختصر تاثر لکھوا کر بھجوا دوں گا اور پھر تالیف و تحریر سے وابستہ حضرت کے ایک خادم خاص نے اقرار کیا بھی کہ حضرت نے تاثر لکھوا دیا ہے جو میرے پاس محفوظ ہے مگر وہ ہزار کوششوں کے باوجود بھی ابھی انہیں کے پاس ہے۔

ہندوستان اور بنگلہ دیش وافغانستان کی عظیم درسگاہوں کی عظیم مسندوں پر تشریف فرماان کے بے شمار تلامذہ اور تلامذۃ التلامذہ ان کی دینی وملی مساعی جلیلہ کی منھ بولتی تصویریں ہیں، حضرت علیہ الرحمہ نے اگرچہ اپنا مختصر سا تعارف بقلم خود اپنی تصانیف کے ذریعہ کرادیا ہے، مگر وہ مدارس دینیہ کی حدود اربعہ تک ہی محدود۔ افسوس صد افسوس کہ عالم اسلام کے ایسے بطل جلیل کی حیات وخدمات پر بالتفصیل معلومات پیش کرنے سے ہم قاصر رہے، مگر اب رب ذوالقوۃ المتین کے کرم پر نظر رکھتے ہوئے عزم مصمم کرلیا ہے کہ حضرت کے خانقاہی ودرسگاہی نکات، نیز تقریری وتحریری اور دینی وملی خدمات سے عوام وخواص کو روشناس کرانے کے لئے عظیم الشان کتاب ''صدر العلما، محدث میرٹھی حیات وخدمات'' منصۂ شہود پر لائی جائے، جس کے لئے آپ کی خدمت میں یہ جانتے ہوئے کہ تصنیف وتالیف درس وتدریس وغیرہ کی گوناگوں مصروفیات ہرگز کسی امر غیر متعلق کی طرف توجہ کرنے کی اجازت نہ دیتی ہوں گی، مؤدبانہ عرض ہے کہ اپنا قیمتی وقت نکال کر حضور صدر العلما، میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان کے حوالہ سے ایک وقیع اور جامع مضمون عطا فرمادیں تو نوازش بھی ہوگی اور ہماری حوصلہ افزائی بھی۔

فقط والسلام مع الاکرام محمد ایوب اشرفی مشن

مندرجہ بالا مکتوب کی عمومی تقسیم سے میں نے حتی الامکان پرہیز کیا اور صرف انہیں حضرات کے پاس ارسال کیا کہ جن کے مضامین مجھے درکار تھے، دو وجہ سے۔

(۱) پہلی تو یہ کہ ادھر اُدھر ہر کس وناکس سے مضامین کو حاصل کرکے کتاب کے صفحات کو بڑھانے کا میرا کوئی ارادہ نہیں تھا جیسا کہ بعض جگہوں پر دیکھا گیا بلکہ میری توجہ کتاب کی اہمیت ووقعت بڑھانے کی طرف تھی، اور یہ جب ہی ہوسکتا تھا کہ صاحب بصیرت اور جامع شخصیات ہی کو اس امر کی تکلیف دی جائے، کیونکہ تحریر کی عظمت و برتری خود محرر کی عظمتوں پر موقوف ہوا کرتی ہے۔

(۲) دوسری وجہ یہ تھی کہ برطانیہ سے انٹرنیشنل پوسٹ کرنا یہ خود امتحان سے کم نہیں ہے، بیش قیمت ڈاک خرچ کے علاوہ صرف اوقات بڑا اہم مسئلہ تھا اور یہاں کے کثیر مشاغل کی اوٹ میں چھپا ہوا تھوڑا سا وقت بھلا کہاں اجازت دیتا کہ مزید بار برداشت کیا جائے، کیونکہ جو بھی کرنا تھا اور جب بھی کرنا تھا اور جیسے بھی کرنا تھا صرف مجھی کو کرنا تھا، دوسرا اور کون تھا کہ معاونت کرتا، بایں ہمہ جہاں جہاں ضرورت محسوس ہوئی وہاں میں نے مکتوب کے ساتھ پانچوں کتابوں کا سیٹ بھی روانہ کیا، چنانچہ جناب الحاج ڈاکٹر شبیر اشرفی صاحب جب زیارات کے لئے عراق گئے تو جناب عالی وقار، محترم المقام مولانا سید محمد حسن عسکری صاحب اشرفی جیلانی (جو اس وقت صدام یونیورسٹی میں غالبًا کسی اہم موضوع پر ریسرچ کر رہے تھے) کے لئے اور پھر ان کے توسط سے صدام یونیورسٹی عراق کے لئے کتابوں کا ایک ایک سیٹ بھیج دیا، اسی طرح محب عزیز محمد ادریس موسیٰ چشتی جب قاہرہ مصر گئے تو ان کے ذریعہ عالی جناب مولانا منظر الاسلام ازہری (مقیم حال امریکہ) (اس وقت وہ بھی جامعہ ازہر ہی میں تھے) کو اور پھر ان کے توسط سے ازہر یونیورسٹی کی لائبریری کے لئے ایک ایک سیٹ روانہ کردیا، اور عزیز القدر مولانا محمد حسین قادری سلمہ نیز

عزیزم مولانا محمد خالد شفیق سلمہ جب یکے بعد دیگرے دوبار امریکہ پروگرام پر گئے تو ان کے ہاتھ دونوں مرتبہ ایک ایک سیٹ حضرت علامہ و مولانا محمد قمر الحسن صاحب بستوی (ہیوسٹن امریکہ) کے لئے بھیج دیا اور حضرت علامہ و مولانا بدر القادری صاحب کے پاس ہالینڈ خود اس فقیر نے کتابوں کا پارسل بنا کر بذریعہ ڈاک روانہ کیا۔ اور حضرت علامہ و مولانا محمد منشاء تابش قصوری صاحب (لاہور پاکستان) کو تو کئی مرتبہ پارسل بھیجنے کی سعادت نصیب ہوئی، اس کے علاوہ برطانیہ میں رہائش پذیر اپنے جلیل القدر علمائے کرام میں سے جب بھی کوئی بولٹن تشریف لاتا تو عند الملاقاۃ میں خود ہی مذکورہ بالا کتابوں کو پیش کر دیتا یا پھر میں کبھی پروگرام پر جاتا یا کسی مہمان سے ملاقات کے لیے تو کتابیں ساتھ لے جاتا، چنانچہ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری، شرف ملت علامہ عبد الحکیم شرف قادری صاحب علیہ الرحمہ، عالمی مبلغ اسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب (پاکستان) استاذ الاساتذہ مفتی محمد اشرف القادری صاحب (پاکستان) مبلغ اسلام مفتی محمد عباس رضوی صاحب (دبئی) وغیرہم کو اسی طور پر کتابیں پیش کیں۔ کتب مذکورہ کو پیش کرنے میں مضمون لکھنے کی کوئی شرط نہیں تھی بلکہ اس کا مقصد صرف علوم اسلامیہ کی ترویج تھی اور حضرت کی روحانیت کو خوش کرنا۔

نقش چہارم

کام تو میں شروع کر ہی چکا تھا مگر آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟ یہ احساس تو غریب کو پہلے ہی سے دامن گیر تھا کہ عوام سے متعلق میری یہ مصروفیات اور خلوت طلب لکھنے پڑھنے کا یہ کام! اس بعد المشرقین کے درمیان ربط کی کونسی صورت اختیار کی جائے ادھر نہ میں اس راستہ کی پیچیدگیوں سے واقف تھا اور نہ ہی کبھی اس منزل کا مسافر رہا، چنانچہ اس نادیدہ راہ میں جب قدم رکھ چکا اور خطوط ارسال کر دیے تو جو جوابات مجھے سب سے پہلے دستیاب ہوئے ان میں قابل ذکر مضمون میرے انتہائی کرم فرما مشہور عالم دین، ادیب شہیر، مصنف بے نظیر حضرت علامہ و مولانا محمد منشاء تابش قصوری صاحب (مدرس جامعہ نظامیہ لاہور پاکستان و مترجم موطا امام محمد وغیرہ) کا سجا سجایا اور کمپوز شدہ مضمون جو میرے لئے بفضل خدا فال نیک ثابت ہوا، مگر پھر اچانک آمد موقوف ہوگئی، اور جوابات کا انتظار مجھ پر سخت سے سخت تر گزرنے لگا میں اگر چہ بھرپور توجہ اس پر نہیں دے پا رہا تھا اور یہ میری مجبوری تھی مگر پھر بھی حصول مضامین کے لئے کدو کاوش کئی طور پر جاری تھی، لیکن اب اس کے نتیجہ میں مجھے لوگوں کی طرف سے دل کو بہلانے والے فقط شیریں جملے سننے کو ملنے لگے کہ جن کی تہہ میں انتظار کی شدید تلخیاں بالکل صاف محسوس ہوا کرتیں، ادھر یار لوگوں کی اس طرح گفتگو بھی کانوں تک پہنچی، کوئی بولتا جناب! جس سرزمین پر رہ کر آپ نے یہ کام کیا ہے وہ ہرگز اس کے لئے موزوں نہیں، ہندو پاک کی سرزمین ہوتی تو کامیابی کی بڑی امید تھی، کوئی یوں گویا ہوتا کہ یہ کام جب ۲۴/۲۵ سال میں نہ ہوسکا تو اب آپ کس طرح کر پائیں گے،؟ اس کا ٹھیک وقت تو حضرت کا قرب وصال ہی تھا۔ کبھی کسی تجربہ کار کا یہ مجرب و آزمودہ فارمولا سامنے آتا کہ اگر اس کام کا آغاز اہلسنت و جماعت کے کسی مشہور رسالہ کا "صدر العلماء محدث

میرٹھی نمبر" بنا کر کیا جاتا تو کام آسان تھا کہ شہرت یافتہ جرائد ورسائل سے لکھنے والوں کو اور صاحبانِ جرائد ورسائل کو لکھنے والوں سے کسی نہ کسی طور تعلق خاطر رکھنا ہی پڑتا ہے، وغیرہ وغیرہ، یہ سب ایسی حقیقتیں تھیں کہ جن کا انکار بھی نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ اس صورت حال نے ایک بار پھر مجھے فکر وغم کے ایک نئے دوراہے پر لا کر کھڑا کر دیا۔ مجھے تو اندازہ تک نہیں تھا کہ ایک "نمبر" نکالنے یا کسی کے احوال وکوائف پر کتاب نکالنے میں کتنی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور کتنے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں، اتفاق سے اسی دوران پیر طریقت حضرت مولانا سید محمد جیلانی میاں صاحب اشرفی جیلانی بولٹن تشریف لائے (یہ بات فیوژک کا مسئلہ چھڑنے سے پہلے کی ہے) تو میں نے جہاں ان سے کچھ لکھنے کو کہا وہیں یہ بھی پوچھ لیا کہ" حضرت آپ نے "المیزان کا امام احمد رضا نمبر" نکالا اور بہت خوب نکالا کہ لوگ آج تک اس کو بطور حوالہ پیش کرتے ہیں، اگرچہ اس کے اشتہار وغیرہ میں آپ نے بڑی جد وجہد فرمائی تھی، جس کا اندازہ اس دور کے "المیزان" رسائل سے بخوبی ہو جاتا ہے، مگر آپ خود بھی ایک صاحب اثر ورسوخ شخصیت کے مالک تھے مزید برآں بڑے بڑے حضرات کا ہر ہر قدم پر تعاون آپ کے ساتھ تھا، باوجود اس کے کیا آپ کو بھی حصولِ مضامین کے لئے دقتوں کا سامنا کرنا پڑا تھا، اس پر جو انہوں نے تفصیل سنائی تو بلا شک اس کے سامنے میری اپنی دقتیں اور پریشانیاں ہیچ نظر آئیں، کیونکہ میں تو یہ سوچ کر پریشان تھا کہ اصحاب دانش کا یہ صرف نظر اوران کی یہ بے توجہی فقط مجھ حقیر بے توقیر ہی کے ساتھ خاص ہے مگر جب ان کی گفتگو کو سنا تو قدرے اطمینان ہو گیا کہ نہیں! جب ایسے ایسے عالمی پیمانہ پر مشہور ومعروف شخصیات کو بھی مجدد زمانہ، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان جیسی عظیم ہستی سے متعلق معیاری مضامین کے حصول کے لئے پریشانیاں پڑ سکتی ہیں اوران کو بھی بعض اہل قلم کی آنکھ مچولیاں دیکھنے کا سابقہ پڑ سکتا ہے تو بھلا ان کے سامنے مجھ جیسے غریب کی حیثیت ہی کیا ہے؟ اور جو بچا کچا اضطراب تھا وہ نباضِ قوم عالی جناب پروفیسر شاہد اختر صاحب حبیبی کی تحریر کے اس ٹکڑے سے دور ہو گیا جو انہوں نے "نوائے حبیب کلکتہ کے" مجاہد ملت نمبر" کے اداریہ میں زمانہ کی ستم ظریفیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھی ہے، فرماتے ہیں"

"اس بات پر ہمیں تسکین دینے اور حوصلہ افزائی کرنے کی جگہ پھبتیاں کسی گئیں اور گالیاں دی گئیں مگر ہم بھی نہ جانے کس مٹی کے بنے ہوئے ہیں کہ حوصلے کی پرواز کم نہ کر سکے گالیاں سنتے رہے، اور عظیم الشان "مجاہد ملت نمبر" کا نہ صرف اعلان کیا بلکہ تیاریوں میں لگ گئے۔ ایک زر کثیر نمبر کی اشاعت کے لئے ضروری اور ہم کہ بے سروسامان، جھولیاں پھیلائے گھر گھر گھومے مگر کون سنتا ہے، فغان درویش" اہل ثروت نے نظر چرائی، علما نے دامن چھڑا لیا، اور حضرت مجاہد ملت کے انتہائی قریبی لوگوں نے چھری چلائی، شرافت کا تقاضہ تھا کہ بیٹھ جاتے مگر ہم نے حالات سے گھبرا کر سپر ڈالنا سیکھا ہی نہیں تھا، ہم نے زنداں کی دیواروں میں در بنانا سیکھا تھا چلتے رہے حوصلہ کے استقلال نے سخت دلوں کو نرم کیا کچھ پذیرائی ہوئی کہیں ڈانٹ پلا کر کچھ دے دیا گیا۔ نمبر کے لئے قلمی تعاون بھی خاص اہمیت کا حامل ہے۔

تمام خوش عقیدہ صاحبانِ قلم سے رابطہ قائم کیا گیا، بار بار خطوط دے گئے کسی نے مصروفیات کی دہائی دی اور کسی نے اس کی بھی ضرورت محسوس نہیں کی، شاگردوں اور مریدوں نے بھی بے اعتنائی برتی، قلم کے جادوگروں کی

جادوگری ہم سے روٹھی رہی پھر بھی ہم نے ہمت نہیں ہاری "نمبر" نکال کر ہی رہے۔ (مجاہد ملت نمبر)

میں نے اس کو پڑھا تو سر پکڑ بیٹھا، کہ اللہ اللہ! نمبر نکالنے کے لئے کیسے کیسے پہاڑوں کو کھودنا پڑتا ہے۔ خدا ئے تعالیٰ پروفیسر صاحب کا بھلا کرے کہ انہوں نے یہ لکھ کر ہم جیسوں کی جدوجہد، کدوکاوش اور ہمت واستقلال کو کامیابیوں کی نئی راہ دکھائی۔ یہ بیان ان کا تھا کہ جن کے ساتھ مدبرین، اور دوراندیش تجربہ کاروں کی ایک پوری جماعت تھی، اور ادھر تنہا میں! اور میرے ساتھ میرے ہچکولے کھاتے عزائم، نہ میرے ساتھ کوئی جماعت نہ کوئی ٹیم، مجھے تو اپنوں میں از اول تادم تحریر قرینہ سے کوئی پیٹھ تھپتھپانے والا ابھی نہ ملا، ہمت توڑنے والے تو ضرور ملے مگر جوڑنے والا نہ ملا، مگر میں قربان اپنے رب کریم کے بے پایاں کرم پر کہ جس نے ہر آڑے موڑ پر اپنے حبیب کے صدقے مجھے اپنی عنایتوں سے نوازا کہ انتظار واضطراب کے بعد جب جوابات شروع ہوئے تو وہ خوشیوں کے ایسے پیغام لائے کہ جو میری ٹوٹی ہمتوں کو باندھتے چلے گئے، میرے بزرگوں نے جس طرح سے اس کی پزیرائی فرمائی اور جس طور پر اپنے کریمانہ جملوں سے فقیر کی ہمت افزائی کی اس سے مجھے ایسا لگا کہ جیسے کسی کے روحانی فیض نے میری دستگیری کردی ہو اور پس پردہ جیسے کوئی میرے ڈگمگاتے عزائم کو سہارا دے رہا ہو، نئی راہیں کھلیں، نئے لوگ ملے سب کچھ میرے لئے نیا ہی نیا تھا۔

مگر میں یہاں اس بات کا اظہار کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ان فرحت بخش مواقع کے حصول میں پاکستان کی سرزمین سے تو میرے کرم فرما مشہور مصنف وادیب حضرت علامہ محمد منشا تابش قصوری اشرفی صاحب اور ہندوستان کی سرزمین سے میرے انتہائی کرم فرما مشہور مصنف ومدرس حضرت علامہ محمد حنیف خاں صاحب رضوی بریلوی (مرتب جامع الحدیث) کی کدوکاوش، مشاورت ومعاونت سے خاصے قیمتی مضامین ہندوپاک کی سرزمین سے موصول ہو گئے، جس کا اندازہ آپ حضرات کو کتاب کے بعض مندرجات سے ہو جائے گا، یہ مضامین انہی حضرات کے یہاں پہنچے اور بحفاظت تام مجھ تک پہنچ گئے، اس طرح کتنے اہل قلم حضرات یہاں بھیجنے کی مشقت سے محفوظ رہے، ورنہ تو وہ بات جو مجھ سے کسی نے کہی تھی اپنی جگہ درست ہے کہ "ہندوپاک کے اصحاب تحریر کا لکھ دینا واقعۃً یہ اہم مسئلہ ہے مگر لکھ کر برطانیہ بھیج دینا یہ بھی اس سے کچھ کم نہیں۔ فقیر ان دونوں حضرات کا بار بار تہ دل سے شکر گزار ہے۔

نقشِ پنجم

ابتدائے امر میں کمپوزنگ کا کام بھی فقیر نے پاکستان ہی میں شروع کرایا تھا اور تقریباً اچھا خاصا کام ہو بھی چکا تھا مگر وہ کئی وجوہ سے میرے لئے پریشان کن ثابت ہوا اسی لئے اس کو کالعدم قرار دے کر ازسرنو بریلی شریف میں حضرت علامہ محمد حنیف خاں صاحب کے زیر نگرانی شروع کرا دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہاں کام پہنچا تو دل کو بڑا آرام ملا اور اپنا بوجھ بڑا ہلکا محسوس ہوا، مضامین کی کمپوزنگ جب تقریباً مکمل ہو چکی تو ترتیب کا مرحلہ آیا، سو وہ بھی

جب انڈیا گیا اور بریلی شریف حاضری ہوئی تو دو تین دن ٹھہر کر اس کو بھی انجام دیدیا گیا۔
ہونی کو آخر کون ٹال سکتا ہے؟ کیا خبر تھی کہ طباعت سے پہلے بھی ایک اور امتحان گاہ سے گزرنا ہے۔ مجھے اس کا تو کوئی گلا نہیں کہ اس حوالہ سے مرے اپنوں نے مجھے کوئی سہارا نہ دیا کیونکہ جن کے فیضان کرم پر بھروسہ کر کے میں نے کام شروع کیا تھا اس کی چھاپ تو مجھے ہر گام پر روشن نظر آئی۔ اسی لئے قدم بڑھاتا گیا۔ مگر آگے بڑھنے کے لئے آخر کسی نہ کسی امتحان سے بھی تو گزرنا پڑتا ہے، شاید اسی لئے قریب لب بام پہنچ کر کئی طرفہ جھٹکے بھی اپنے نصیب میں لکھے ملے وہ تو شکرِ خدا کہ کمند ٹوٹی نہیں ورنہ تو گئے تھے کام سے۔ ہاں جھٹکوں کے صدمے سے کمند کمزور ضرور پڑ گئی۔ اب نہ میں بام پر چڑھنے کی ہمت کر پا رہا تھا اور نہ ہی نیچے اترنے کو جی چاہتا تھا، کیونکہ نیچے اترنے میں مجھے اُن دعاؤں کی عظمت کا بھی خیال تھا جو میرے بزرگوں نے بخیر و عافیت عروج بام پر پہنچنے کی دی تھیں، اور پھر نیچے آنے میں میں خود بھی تو اپنی نظر میں کمزور ہو جاتا کہ فقط دو ایک صدموں سے یہاں پہنچنے کی اتنی جد و جہد کو منٹوں میں اکارت کر ڈالا یہ تو کوئی ہمت نہ کہلائی، پھر بھی کسی ٹوٹے ہوئے دل کو مندمل ہوتے ہوتے بھی تو ایک عرصہ لگ جاتا ہے۔
خیر مختصراً کچھ کھلے کچھ چھپے الفاظ میں یہ صورتِ حال بھی کتاب کی اشاعت سے متعلق کئی سال تک بے حس و بے حرکت پڑے رہنے کی وجہ رہی۔ اس عرصہ میں میرے دوستوں نے میرے بزرگوں نے ہر طرح اس غفلت سے جگانے کی کوششیں کیں، بار بار ذمہ داری کا احساس دلایا حتی کہ شرف ملت حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری صاحب علیہ الرحمہ نے کہ جو اس فقیر پر بڑا کرم فرمایا کرتے تھے جب سند حدیث سے نوازا تو دعا دیتے ہوئے اس کام کو مکمل کر دینے کی ہدایت بھی فرمائی۔ اسی دوران ماہنامہ "ماہ نور" دہلی میں حضرت مولانا عبد المبین نعمانی صاحب کا ایک مکالمہ شائع ہوا جس میں سوالات کرتے ہوئے عالی جناب محترم ڈاکٹر نوشاد عالم چشتی صاحب نے یہ بھی پوچھ لیا کہ "حضرت مولانا مفتی نذیر الاکرم صاحب مرادآبادی، حضرت مولانا علامہ سید غلام جیلانی صاحب میرٹھی حضرت مولانا سلیمان اشرف صاحب بھاگلپوری وغیرہم علمائے کرام کی شخصیت اور کارناموں سے اکثر ہمارے عوام واقف نہیں ہیں براہ کرم ان حضرات پر خصوصی معلومات فراہم کریں؟ اس پر نعمانی صاحب نے حضرت صدر العلما میرٹھی علیہ الرحمہ کے متعلق یوں تأثر دیا۔ حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان بڑے زبردست عالم تھے ان کو واقعی علم کا پہاڑ کہا جا سکتا ہے۔ صرف و نحو کے تو آپ امام تھے ہی حدیث میں بھی آپ کو ید طولی حاصل تھا جس کی منھ بولتی تصویر آپ کی شرح بخاری موسوم بہ "بشیر القاری بشرح صحیح البخاری" ہے۔ افسوس کہ آپ کے احوالِ زندگی بھی پردۂ خفا میں ہیں، سنا ہے جناب مولانا محمد ایوب اشرفی صاحب آپ سے متعلق مقالات و تأثرات کا مجموعہ شائع کر رہے ہیں خدا کرے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچے اور یہ مقالات کا مجموعہ سامنے آئے، ضرورت اس کی بھی ہے کہ آپ کے جو مسودات شائع ہونے سے رہ گئے ہیں ان کے صاحبزادوں سے لے کر ان کو بھی منظر عام پر لایا جائے، ہر مصنف کے متروکات ہوتے ہیں، حضرت میرٹھی صاحب علیہ الرحمہ تو زبردست محقق اور مصنف تھے ان کے قلمی ورثے ضرور ہوں گے اور ان کے صاحبزادگان کے پاس محفوظ بھی ہوں گے۔ (از ماہنامہ ماہ نور اپریل ۲۰۰۷ء)

اس طرح کے اور بھی تحریری وزبانی محرکات کے علاوہ حضرت مولانا محمد حنیف خاں صاحب، حضرت مولانا محمد منشا تابش قصوری صاحب جیسے بعض حضرات نے زبانی وہ مہمیزیں لگائیں کہ سامنے کوئی مردہ بھی ہوتا تو اٹھ بیٹھ کر کام پر لگ جاتا تو بھلا مجھ پر کیسے نہ اثر ہوتا، آخرکار قوم کی ایک امانت سمجھ کر میں نے اس کی اشاعت کا پختہ ارادہ کر لیا اسکو منظر عام پر لانے سے فقیر کی نہ کوئی تجارتی منفعت وابستہ ہے نہ ہی کوئی غرضِ باطل، اس کو میں اپنا فرض سمجھتا تھا ،سو جیسے بن سکا ادا کر دیا، اگر میرے بزرگوں میں سے کوئی بھی اس کے کسی حصہ سے خوش ہو کر حسنۂ دنیا و آخرت بالخصوص صحت وامن و عافیت کی دعا دیدیں تو میں سمجھوں گا کہ محنت میری ٹھکانے لگی اور اگر اس کی غلطیوں پر متنبہ فرما دیں تو اس پر بھی ان کا بڑا شکر گزار رہوں گا۔

اس کتاب کے پریس میں جانے سے پہلے قمر العلماء حضرت علامہ قمر الحسن صاحب قمر بستوی (مقیم حال ہیوسٹن امریکہ) سے فون پر بات ہوئی تو فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا تھا کہ ''صدر العلماء میرٹھی سے متعلق آپ کی یہ مرتبہ کتاب بڑے عمدہ، خوبصورت اور دیدہ زیب انداز میں منصۂ شہود پر آئی ہے۔ خدا کرے کہ یہ کتاب ان کے خواب کی حسین تعبیر بن کر منظر عام پر آئے (آمین)

اخیر میں میں انتہائی ممنون ومشکور ہوں اپنے جملہ معاونین کا کہ جنہوں نے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں فقیر کا بھرپور تعاون فرمایا۔ بالخصوص مذکورہ بالا دونوں حضرات کرام کے علاوہ برادر گرامی قدر حضرت مولانا سید محمد عرفانی میاں صاحب قبلہ، حضرت مولانا محمد اقبال صاحب قادری، اپنی مسجد نور الاسلام کے خیر خواہ اور محبت فرمانے والے مصلیان کا، نیز اپنے دیگر بعض جذبۂ دینی رکھنے والے بھائیوں کا کہ ان سب نے کتاب کی اشاعت میں بھرپور حصہ لیا۔ دعا ہے اللہ رب العزت ان کی جان مال، آل اولاد کو اپنے حفظ وامان میں رکھے، اور ان کے جملہ مرحومین کو انکا ثواب جزیل عطا فرمائے اور خود انکو بھی دنیا وآخرت میں اجرِ عظیم سے مالا مال فرمائے۔ اور عزیز القدر مولانا محمد کلیم قادری سلمہ نیز نور نظر محمد نظام اشرف اشرفی سلمہ کا بھی کہ جنہوں نے اس چھوٹی سی عمر میں وقتاً فوقتاً کمپوزنگ کرنے، (جبکہ اس انگلش ماحول میں عموماً افراد اردو کمپوزنگ سے نا آشنا ہوتے ہیں) اسکان کرکے بوقتِ ضرورت ای میل کرنے، سیٹنگ کرنے، پروگرام کی سی۔ ڈی بنانے وغیرہ میں حتی المقدور تعاون کیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو بھی ہمیشہ امن وعافیت میں رکھے، اور علم نافع عطا فرمائے۔ آمین، آمین یا رب العالمین! بجاہ حبیبک سید المرسلین ۔حسبنا اللہ ونعم الوکیل نعم المولی ونعم النصیر ۔وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد ﷺ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

فقیر محمد ایوب اشرفی شمسی غفرلہ

باسمہ تعالیٰ

مجموعہ "حیات وخدمات" منزل بمنزل

محمد حنیف خاں رضوی

صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف

اسلاف کرام کی سیرت وسوانح اور ان کے علمی ودینی کارناموں کو صفحۂ قرطاس پر لانے کے سلسلہ میں زمانہ قدیم سے معمول چلا آرہا ہے تاکہ ہم اپنے ان پیش رو بزرگوں کی حیات کے مختلف گوشوں کو اپنے لیے مشعل راہ بنائیں اور دنیا میں کامیاب زندگی گذاریں۔

اس سلسلہ میں ہندو پاک کی مقتدر شخصیات پر بھی بہت کچھ لکھا گیا اور لکھا جارہا ہے حتیٰ کہ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے احباء واصدقاء، خلفاء وتلامذہ، اور پھر ان کے بعد آنے والے جلیل القدر علماء ومشائخ پر مستقل ضخیم کتابیں، ماہناموں اور سالناموں کے خصوصی شمارے اور نمبر بھی شائع ہوئے اور ہورہے ہیں، بلکہ اب تو حیات ہی میں ضخیم کتابیں شائع ہونے کا سلسلہ شروع ہوچکا ہے جو کسی حد تک زیادہ لائق اطمینان سمجھا جاتا ہے۔

البتہ اسی کثیر اشاعتی دور میں کچھ ہستیاں ایسی بھی ہیں جن پر بہت کچھ لکھا جانا تھا لیکن کچھ بھی نہ لکھا جاسکا، یا جو کچھ معرض تحریر میں آیا بھی تو وہ اقل قلیل ہے۔

انہیں شخصیات میں ایک ایسی ہستی بھی ہے جس نے نصف صدی تک علم وعرفان کے دریا بہائے اور سیکڑوں عظیم المرتبت علماء ومشائخ قوم کو عطا فرمائے جیسا کہ آپ ان کے علمی ودینی اور قومی وملی کارناموں کو کتاب میں پڑھیں گے، اور اب آپ کے وصال کے ۳۳ رسال بعد انتہائی نامساعد حالات میں یہ مجموعہ قارئین کی ضیافت طبع کا سامان بن سکا۔

یہ مجموعہ کن منازل سے دوچار ہوا؟ اس کی پوری داستان محب محترم حضرت مولانا محمد ایوب صاحب اشرفی شمسی نے سنادی ہے، مجھے صرف یہ بتانا ہے کہ ہر منزل سے گذرتے ہوئے اس کو خاصا وقت کیوں کرلگا۔

مجھے یاد آتا ہے کہ ۱۴۲۳ھ کے کسی ماہ میں ایک مرتبہ میں فتاویٰ اجملیہ کی ترتیب وغیرہ کے سلسلہ میں ہدایات لینے کے لیے حضرت مفتی اعظم راجستھان قبلہ دامت برکاتہم کی خدمت میں سنبھل حاضر ہوا تو اتفاق سے حضرت مولانا محمد ایوب صاحب اشرفی بھی برطانیہ سے آئے ہوئے تھے، ملاقات ہوئی، میں نے حضرت صدر العلماء کی "حیات وخدمات" پر مجموعہ کی بابت معلوم کیا کہ کس منزل میں ہے؟ تو موصوف نے فرمایا اب اسکی کمپوزنگ وغیرہ کا کام لاہور پاکستان کے بجائے انڈیا میں ہوگا اور آپ کے ذمہ رہے گا۔ میں نے واضح الفاظ میں اپنا ردعمل تو ظاہر نہیں کیا لیکن اندر سے غیر اطمینانی کیفیت رہی کہ اگر یہ ذمہ داری

آ گئی تو پھر فتاویٰ امجدیہ اور فتاویٰ بحر العلوم کی ذمہ داریوں کے ساتھ مزید اس بوجھ کو کیسے اٹھایا جا سکے گا۔

خیر اس وقت تو ملاقات وگفتگو کی حد تک بات رہی اور میں گھر آ گیا، لیکن چند دن بعد ہی حضرت مولانا موصوف جب مضامین کی فائلیں لے کر غریب خانہ پر تشریف لائے تو میں سمجھا کہ اب یہ کام کرنا ہی ہوگا۔ میں نے بھی اپنے لیے اس کو باعث سعادت سمجھا اور ہمت کر کے کام کا آغاز کرا دیا، مضامین کی تعداد اگرچہ کافی تھی لیکن پھر بھی بہت سے موضوعات پر مزید ضرورت تھی، لہذا ان موضوعات کا تعین کر کے کچھ حضرات سے میں نے اور بہت سے ارباب علم ودانش سے مولانا موصوف نے مضامین لکھوائے جس میں کافی عرصہ گذرا، اس کے بعد برطانیہ سے آ کر آپ نے چند ایام میرے پاس رہ کر ترتیب کا کام انجام دیا لیکن مضامین ابھی بھی آتے رہے اور ابواب میں شامل کیے جاتے رہے۔

اس درمیان بہت سے کمپوزرس بدلے، ان میں بعض نہایت ناقص تھے جن کے ذریعہ کمپوز شدہ مضامین کی تین اور چار مرتبہ تصحیح کرنا پڑی جب کہیں جا کر کمپوز شدہ گیارہ سو صفحات کا مجموعہ مکمل کر کے میں نے اس کو برطانیہ بھیج دیا اور لکھا کہ ایک مرتبہ از سر نو آپ بھی اس کو دیکھ لیں۔ ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا کہ خاندانی حالات پر تفصیلی تحریر ضروری ہے، لہذا آپ نے اس موضوع پر کافی محنت کے بعد تفصیل سے لکھا، بعض چیزوں کی تحقیق بھی فرمائی جو نہایت خوب ہے، اور بعنوان نقوش منازل ایک ابتدائیہ بھی لکھا جس میں کتاب کا پس منظر اور بعض اہم باتیں بیان کیں۔ پوری کتاب کی اور بالخصوص عربی مقالاجات کی بڑی جانفشانی سے خود ہی پروف ریڈنگ کی۔

اس درمیان بہت سے مضمون نگار حضرات کے ساتھ احباب کا مطالبہ رہا کہ جلد کتاب منظر عام پر لائی جائے لیکن

ع اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے

آج چھ سات سال کا عرصہ گذر جانے کے بعد یہ تحقیقی اور معلوماتی دستاویز قارئین کی ضیافت طبع کا سامان فراہم کر رہی ہے، اور یہ حسن اتفاق ہے کہ ہم یہ کام اس ماہ میں مکمل کر رہے ہیں جس میں حضور صدر العلماء محدث میرٹھی علیہ الرحمہ اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف تشریف لے گئے تھے۔

مولیٰ تعالیٰ سے دعا ہے کہ

ع ابر رحمت ان کی مرقد پر گہر باری کرے

آج ۲۳ رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ ہے اور حضرت کے عرس پاک کے صرف چھ دن باقی ہیں، اس طرح آپ کی حیات وخدمات پر یہ مجموعہ قمری ماہ وسال کے اعتبار سے ٹھیک ۳۳ رسال بعد منظر عام پر آ رہا ہے۔

محب گرامی حضرت مولانا محمد ایوب صاحب اشرفی شمسی قابل ستائش اور لائق صد مبارکباد ہیں کہ ان کی مساعی جمیلہ، انتھک کوششوں کے بعد یہ ایک تاریخی کام منظر عام پر آیا۔ ہمارے اس سفر میں محب گرامی قدر حضرت مولانا عبد السلام صاحب استاذ جامعہ نوریہ رضویہ برابر شریک رہے، لہذا ہم ان کے نہایت شکر گذار ہیں۔

مولیٰ تعالیٰ ہم سب کو حضور صدر العلماء محدث میرٹھی علیہ الرحمہ کے علمی وروحانی فیضان سے وافر حصہ عطا فرمائے اور دارین کی سعادتوں سے نوازے، آمین بجاہ النبي الكريم عليه التحية والتسليم۔



تأثراتِ علماء و مشائخ

صدر العلما حضرت علامہ مولانا مفتی شاہ



تحسین رضا خاں

(نبیرۂ استاذ زمن حضرت مولانا حسن رضا خاں بریلوی، صدر المدرسین جامعہ نوریہ بریلی شریف)

امام النحو، صدر العلما علامہ شاہ سید غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دنیائے علم وفضل کی ایک بڑی قد آور اور عظیم المرتبت شخصیت تھے، آپ کا علمی تبحر، دقت نظر، وسعت معلومات آپ کی عظیم القدر تصنیفات سے ظاہر وباہر ہے۔ جملہ متداول علوم وفنون میں رسوخ اور مہارت تامہ رکھتے تھے، اور علم نحو میں تو آپ کا مقام اس قدر بلند و بالا تھا کہ علماء فضلا کے درمیان ''امام النحو'' کے عظیم الشان لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔

آپ کی پوری حیات مبارکہ درس وتدریس کے لئے وقف رہی، مرکز اہلسنت دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف سے ۱۳۵۲ھ میں فراغت کے بعد مسند تدریس کو زینت بخشی، اور آخر عمر تک اس مسند پر متمکن رہ کر علم ودانش کے گوہر لٹاتے رہے۔

آپ کو جدنا الکریم مجدد دین وملت، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز سے بڑی عقیدت ومحبت تھی۔ آپ کی تعلیمات ونظریات کی اشاعت میں مخلصانہ ساعی تھے، اپنے مکتبہ ''کتب خانہ سمنانی میرٹھ'' سے اعلیٰ حضرت کی متعدد کتابیں بڑے اہتمام سے چھپوا کر شائع فرمائیں۔ اور ان کتابوں کی اشاعت محض تجارتی غرض سے نہ تھی بلکہ اس میں تعلیمات اعلیٰ حضرت کی اشاعت کا جذبہ غالب تھا۔ کیونکہ ان میں بعض کتب ایسی بھی ہیں جن کی فروخت بہت محدود رہی ہوگی جیسے۔ '' الکلمۃ الملہمہ''

عرس رضوی شریف میں ہر سال پابندی کے ساتھ شرکت فرماتے تھے، مجھے عرس رضوی ہی کے مواقع پر متعدد بار آپ کی زیارت حاصل ہوئی، بہت باوقار اور وجیہ شخصیت کے مالک تھے۔

استاذ الاساتذہ بحر العلوم حضرت علامہ مولانا

مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ اعظمی

مبارکپور، یوپی

آپ کی سندوں پر نظر ڈالنے سے ظاہر ہوجاتا ہے کہ معقولات و منقولات کے وہ عظیم مراکز جو ہندستان میں درجہ اول پر شمار ہوتے تھے۔ ان سب سے آپ کا سلسلہ تلمذ قائم رہا ہے۔ جیسے خیر آباد کا علمی گھرانا، کہ معقولات میں ان کے علم و فضل کا پرچم پورے ہندوستان پر لہرا رہا تھا۔ منقولات میں دہلی میں شاہ ولی اللہ صاحب کا خاندان پورے ہندستان میں سرآمد روزگار تھا، بریلی شریف میں امام احمد رضا کا دائرہ علمیہ تھا جن کی فقہی مہارت کا ستارۂ اقبال بغض و عناد کے تمام پردوں کو پارہ پارہ کرکے آج بھی اوج ثریا پر جگمگا رہا ہے۔ معرفت و تصوف میں حضرت شیخ المشائخ اشرفی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت میں عرب و عجم کے ممتاز بزرگوں میں سے تھے۔

اس پر حضرت صدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خلقی اور کسبی صلاحیتیں مستزاد ہیں، تو اس موقع پر چاہے یہ مشہور مثل دہرایئے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے، یا اس حقیقت کا اعتراف کیجئے کہ بازار میں باغ اور درخت کے نام سے پھل بیچے اور خریدے جاتے ہیں۔

شرکائے درس

آپ نے اپنے شرکائے درس میں سے دس افراد کا نام لیا ہے، جن میں سے اکثر اپنے عہد اور علاقہ میں اہلسنت و جماعت کے عمائد اور اساطین ملت میں شمار ہوتے تھے۔ پس حضرت صدر العلما کو ذاتی حیثیت سے دیکھا جائے۔ مشائخ و اساتذہ کی نسبت سے دیکھا جائے یا شرکائے درس اور ہم جلیسوں کے لحاظ سے، بے اختیار یہ کہنا پڑتا ہے:

ایں سلسلہ طلائے ناب است   ایں خانہ ہمہ آفتاب است

لگ بھگ ۲۶ / ۲۷ رسال تک کی عمر تک حضرت صدر العلما نے اپنی تعلیم میں صرف کیا، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے بزرگوں نے حصول علم کی راہ میں کبھی بھی وقت کی پرواہ نہیں کی۔ اور اب ہمارا یہ حال ہے کہ وقت بچانے کے لئے تعلیم سے بالکل بے نیاز ہوگئے ہیں۔ تعلیم گاہوں میں داخلہ اور کتابوں کی رونمائی کے بعد ہی سے مارکشیٹ اور سند کا چکر شروع ہوجاتا ہے۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

شارح بخاری فقیہ النفس

حضرت علامہ و مولانا

مفتی شریف الحق

صاحب قبلہ امجدی (علیہ الرحمہ)

(سابق صدر مفتی الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، یوپی)

"بشیر القاری" استاذی صدر العلما علامہ غلام جیلانی صاحب میرٹھی قدس سرہ کی مایہ ناز شرح ہے۔ عربی، فارسی، اردو کسی زبان میں بخاری کی اب تک کوئی شرح اتنی تحقیق اور تفصیل سے نہیں لکھی گئی۔ اس میں حضرت نے تحقیق و تدقیق کا حق ادا کردیا ہے۔ الفاظ احادیث کی صرفی، لغوی تحقیق، جملوں کی نحوی ترکیب اور معانی و بیان و بدیع کی تکنیت کے ساتھ ساتھ معانی حدیث کے ہر ہر پہلو پر ایسی جامع، کامل بحث ہے کہ جسے دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ "کم ترك الاولون للاخرين"۔ ساتھ ہی ساتھ ہمہ دانی کا، خصوصا علم حدیث میں دعوی کرنے والوں کی غلطیوں پر ایسی مضبوط گرفت فرمائی ہے جس کا کسی کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ کوئی بھی عناد اور تعصب سے ہٹ کر اگر اس شرح کا مطالعہ کرے گا تو اسے کہنا پڑے گا کہ حضرت مصنف دیگر علوم کی طرح حدیث کے بھی اپنے وقت کے امام تھے۔

افسوس یہ ہے کہ یہ شرح صرف "باب بدء الوحی" تک ہو سکی، اس کے بعد حضرت دوسری تصانیف میں مشغول ہوگئے، حضرت دوسری تصانیف میں مشغول نہ ہوتے اور شرح بخاری ہی کو مکمل فرما دیتے تو امت پر احسان عظیم ہوتا

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

(مقدمہ نزہۃ القاری بشرح صحیح البخاری ص ۸۶/۸۷)

شیخ الاسلام حضرت علامہ مولانا مفتی سید شاہ

محمد مدنی میاں

صاحب قبلہ اشرفی جیلانی
کچھوچھوی مدظلہ العالی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضور محدث اعظم ہند کچھوچھہ مقدسہ

صدر العلما کی شخصیت کا اندازہ کچھ اس سے بھی ہوسکتا ہے کہ اس زمانہ کے بڑے بڑے متبحر علما نے ان کو بالاتفاق صدر العلما کہا اور صرف کہا ہی نہیں بلکہ جانا اور مانا بھی۔ ان کا لقب صدر العلما آج کے موجودہ زمانے کے مروجہ القابات کی طرح کوئی لقب نہیں ہے۔ حضرت صدر العلما کی تصانیف کو دیکھ کر آپ کو بخوبی یہ اندازہ ہوجائے گا کہ ان کو صدر العلما کہنے والے اور ماننے والے حق بجانب تھے اور ان کو صدر العلما کہنے والے کوئی چھوٹے موٹے لوگ بھی نہیں تھے۔ آپ لوگ جانتے ہوں گے کہ حضرت علامہ شمس الدین جونپوری شمس العلما یعنی مصنف قانون شریعت کو وہ مرے استاذ ہیں۔ جب میں ان سے پڑھتا تو کتنا ہی طویل اور دقیق سبق ہوتا ان کو سمجھانے میں پندرہ منٹ سے زیادہ نہیں لگتے تھے اور اکثر ایسا ہوتا کہ سب کچھ میں خود ہی پڑھتا اور سناتا اور آپ سنتے رہتے اگر کوئی غلطی ہوتی تو بتادیا کرتے بلکہ کبھی تو مطلب بھی مجھی سے پوچھا کرتے۔ ان سے کتابی و درسی معلومات کے علاوہ اور بھی بہت ساری معلومات کا خزانہ ہاتھ لگتا۔ میں رمضان کی چھٹیاں بھی انہیں کے پاس گذارا کرتا۔ میں اچھی طرح سے جانتا ہوں کہ وہ بس یوں ہی کسی سے مرعوب ہونے والے لوگوں میں سے نہیں تھے۔ جب وہ بولنے پر آتے تو اپنے سامنے کسی کی کوئی حیثیت نہیں سمجھتے تھے۔ کیونکہ وہ خود بھی ایک عظیم محقق و مدقق تھے۔ اب ایسا شخص اگر کسی کی عظمت کو تسلیم کرے اور اس کے علم و فضل کا اقرار کرے تو وہ واقعی ایک باوزن بات ہوگی یہ قاضی شمس الدین جونپوری بھی صدر العلما کو اپنا صدر ہی مانتے تھے۔

آپ ذرا غور کیجئے کہ ایک مرتبہ کسی لفظ کی حرکت کے بارے میں کچھ بات تھی اب وہ لفظ کیا تھا وہ تو میرے ذہن میں فی الحال نہیں مگر اتنا ضرور ہے کہ وہ لفظ فتح کے ساتھ مشہور ہے اور قاضی صاحب نے اس کو کسر کے ساتھ پڑھایا، تو کسی نے پوچھا کہ حضور اس لفظ کا تلفظ آپ اس طرح کررہے ہیں؟ تو آپ نے برجستہ جواب دیا کہ میں نے اس لفظ کو اسی طرح سے ایک ''فاضل'' اجل کی زبانی سنا ہے فرمایا کہ فاضل اجل سے مراد حضرت صدر العلما میرٹھی تھے۔ دیکھا آپ نے کتنا بھروسہ اور اعتماد تھا ان کو ان پر کہ ان کے تلفظ کو بھی اپنے لئے سند بنارہے ہیں۔



شیخ اعظم حضرت مولانا پیر سید شاہ

اظہار اشرف صاحب

اشرفی جیلانی کچھوچھوی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ سرکار کلاں، کچھوچھہ شریف

حضرت علامہ غلام جیلانی میرٹھی ایک با اصول باشرع و بارعب عالم دین تھے۔ ان کے چہرے سے علمی وجاہت کا اثر ظاہر ہوتا تھا۔ وہ مطالعہ کے بہت زیادہ عادی تھے۔ پابندی کے ساتھ دیر رات تک مطالعہ میں مصروف رہا کرتے تھے۔ اپنی زندگی کے ایام خدمت علم دین میں گزارے۔ تدریس کے لئے جس مدرسہ میں گئے اپنے علم و فضل کی بنیاد پر قابل تقلید، مثالی صدر المدرسین رہے۔ گروہ علماء پر جب صدر العلماء کا لفظ بولا جاتا ہے تو بلا کسی توقف کے آپ ہی کی ذات کی طرف ذہن سبقت کرتا ہے۔

بایں ہمہ فضل و کمال آپ کی طبیعت پندار علم سے مبرا تھی۔ اپنے اکابر کا احترام کرتے اور اپنے معاصرین بلکہ شاگردوں کے ساتھ بھی گھل مل کر رہتے تھے۔ حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ (مخدوم المشائخ سرکار کلاں) سے بہت زیادہ قلبی لگاؤ رکھتے تھے۔ حضرت والد ماجد آپ کے پیر زادے بھی تھے اور برادر طریقت بھی، اس لئے ان سے محبت بھی تھی اور ان کا احترام بھی فرماتے تھے۔ جب کچھوچھہ شریف تشریف لاتے حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ سے ملاقات ضرور کرتے۔ والد صاحب بھی آپ کا بہت زیادہ اکرام و عزت کرتے تھے۔ اپنی مجلسوں میں مختلف موضوعات پر آپ کے ساتھ تبادلۂ خیال بھی کرتے تھے۔ مجلس میں خانوادۂ اشرفیہ کے دوسرے بزرگ بھی حاضر ہوتے تھے۔ ان بزرگوں میں اگرچہ میں جو نیز ہوتا تھا لیکن یہ حضرات میرا خیال فرماتے تھے اور اپنے مذاکرات میں مجھے بھی اظہار رائے کا موقع دیتے تھے۔ کبھی کبھی مجلس میں پُر لطف مزاح کا رنگ بھی آجاتا تھا اور کبھی حضرات خوب لطف اندوز ہوتے تھے۔

امینِ ملت حضرت پروفیسر ڈاکٹر سید شاہ

محمد امین میاں صاحب قادری برکاتی مارہروی

(سجادہ نشین آستانہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ شریف)

حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی صاحب علیہ الرحمہ اپنے دور کے امام النحو، جامعہ کے شیخ الحدیث، سینکڑوں تلامذہ کے استاذ اور صاحب تحقیق مصنف تھے۔ مختلف فنون میں مہارت رکھتے تھے، لیکن فن نحو میں خصوصی شہرت حاصل تھی۔ کئی اہم کتابیں تصنیف کیں۔ بشیر القاری میں صرف چھ احادیث کی شرح لکھی جو کئی سو صفحات پر پھیل گئی۔ ایسے جلیل القدر علامہ کے دینی کارناموں کا تعارف ان قیمتی مضامین کے ذریعہ ہونے جا رہا ہے جو جید علمائے کرام ومفتیان عظام کے علم نواز اور ہمہ داں قلم سے نکلے ہیں۔ یہ کارنامہ یقیناً لائق ستائش ہے جس کا سہرا سید صاحب کے فیض یافتہ مفتی محمد ایوب اشرفی صاحب کے سر جاتا ہے۔ یہ فقیر برکاتی صمیم قلب سے مفتی صاحب کو ان کے اس کارنامے پر ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہے اور ان سبھی قلم کار حضرات کو بھی مبارک باد دیتا ہے جن کی نگارشات اس مجموعے میں شامل ہیں۔ اکابر واخیار کی یاد ہماری دیرینہ روایت رہی ہے۔ زبان سے بھی اور قلم سے بھی۔ اعراس طیبہ اور دینی جلسے زبانی سطح پر دلوں میں بزرگوں کی یاد تازہ رکھتے ہیں اور قرطاس وقلم ان یادوں کو محفوظ صورت میں دائمی زندگی عطا کرتے ہیں، اس لئے یہ کارنامہ بہر صورت لائق ستائش اور قابل تقلید ہے۔ یہ فقیر قادری برکاتی دعا کرتا ہے کہ حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات کے تعارف پر مشتمل مضامین کا یہ مجموعہ قبول عام حاصل کرے اور عوام وخواص اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے محرک، مرتب اور قلم کاروں کو بہترین جزا عطا فرمائے اور اس مجموعے کو حضرت والا کی مبسوط سوانح کا پیش خیمہ بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین علیہ اکرم الصلوٰۃ وافضل التسلیم

عظیم مبلغ عالم اسلام حضرت علامہ مولانا شاہ

احمد نورانی صدیقی میرٹھی

(صدر ورلڈ اسلامک مشن یو کے) کراچی پاکستان

"حضرت صدر الشریعہ کے ایک بہت محبوب شاگرد ہیں حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی صاحب۔ جو میرٹھ شہر میں شیخ الحدیث تھے۔ ان سے چھ سات سال تک میں نے پڑھا اور ان کے بھی بے شمار شاگرد ہیں۔ یہ مولانا قاری رضا المصطفےٰ صاحب خطیب نیو میمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی بھی ہمارے استاد بھائی ہیں۔ انہوں نے بھی کئی سال تک مولانا سید غلام جیلانی صاحب سے پڑھا ہے الخ"

(حضرات کرام!) جب میں مدرسہ اسلامیہ عربیہ میرٹھ سے فارغ ہوا تو میرے استاذ گرامی امام النحو حضرت قبلہ علامہ صدر العلماء مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ نے مجھے فتویٰ نویسی پر مقرر فرمایا۔ اس دوران فتاویٰ رضویہ دیکھنے کا موقع ملا۔ فتاویٰ رضویہ کی عبارات کو سمجھنے کے لیے کئی بار استاذ گرامی کی خدمت میں جانا پڑتا ایک دن حضرت امام النحو مجھے فرمانے لگے فتاویٰ رضویہ کو سمجھنے کے لیے تو دوبارہ درسِ نظامی پڑھو الخ

ماخوذ از: یادوں کے نقوش

ص ۷۰۶۔ خطبات نورانی ص ۳۰۴

غازی ملت، شہنشاہِ خطابت حضرت مولانا پیر سید شاہ

محمد ہاشمی میاں صاحب اشرفی جیلانی کچھوچھوی

(شہزادہ حضور محدث اعظم ہند کچھوچھوی)

حضور صدر العلماء سے کئی بار میری ملاقات رہی مگر دیدار سے آگے کبھی بات نہیں بڑھی ، جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں پڑھتے وقت ، بریلی شریف میں عرس رضوی کے موقع پر ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ والد گرامی وقار حضور محدث اعظم ہند کے عرس چالیسویں کے موقعہ پر دیدار کے ساتھ خدمت کا بھی موقعہ ملا۔

مگر تفصیلی ملاقات ، دید وشنید اور تبادلۂ خیال کا موقعہ اس وقت نصیب ہوا جب میں درس نظامی سے فارغ ہو کر سنی جلسوں میں دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دینے لگا۔ اور ایک دینی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے مجھے صدر العلما نے یاد فرمایا۔ ہوا یوں کہ شہر میرٹھ میں ملت دیابنہ کی ریشہ دوانیوں اور اسیران توہب کی کھلی گمراہیوں سے ملت اسلامیہ کو بچانے کے لئے حضرت نے مجھے یاد فرمایا۔ اور ایک عظیم الشان جلسہ بعنوان ''شہید اعظم کانفرنس'' منعقد فرمایا۔ صدر العلما سے میری یہ ملاقات میری زندگی کا زبردست سرمایہ ہے۔

صدر العلما کا علم وفضل اور تقوی وطہارت کے ساتھ ساتھ ان کی سادہ زندگی دیکھنے کو ملی اور ان کا ایک ارشاد جس نے میری زندگی بدل کے رکھ دی، وہ یہ تھا:

''سید صاحب! جس بندہ نے قلت، علت، اور ذلت کا مزا نہ چکھا ہو وہ مردود ہے۔''

اسی ایک جملہ نے میری کایا پلٹ دی، کوئی کمی، بیماری، بے عزتی اور ملامت سے متاثر ہو کر ہتھیار ڈال دینا میرے مزاج سے باہر ہو گیا۔ دکھ اور سکھ میں یکساں مزا آنے لگا۔ بس ایک نظر کیمیا اثر سے میں کیا تھا کیا ہو گیا۔ ان کی یہ عطا میرے لئے اس دنیا میں طاقت ہے اور مرنے کے بعد توشہ آخرت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میرے خلاف چلائی جانے والی منصوبہ بند تحریکیں، میرے آبا واجداد کی توہین وکردار کشی، میرے خلاف جھوٹے اور بے بنیاد الزامات مجھے مشتعل نہ کر سکے۔ میں اعتدال اور سلامت روی کی راہ پر چلتا رہا۔ اور بحمدہ تعالی اسی پر قائم ہوں۔

نبیرۂ اعلیٰ حضرت پیر طریقت حضرت مولانا

سبحان رضا خان سبحانی رضوی بریلوی

(سجادہ نشین آستانۂ عالیہ بریلی شریف)

حضور صدر العلماء امام النحو شارح بخاری حضرت علامہ الحاج الشاہ سید غلام جیلانی میرٹھی قدس سرہ العزیز اپنے عہد میں اور اپنے ہم عصر علماء میں ایک ممتاز حیثیت کے مالک تھے، بڑے بڑے علماء کرام و مفتیان عظام کو آپ کی شاگردی کا شرف حاصل ہے، میرے والد ماجد حضور ریحان ملت علامہ الحاج الشاہ محمد ریحان رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان بھی انہیں خوش نصیب تلامذہ میں ہیں کہ جنہوں نے حضور صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمۃ کی درسگاہ میں زانوئے تلمذ تہ کیا ہے۔ حضور صدر العلماء میرے والد ماجد سے نبیرہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہونے کے سبب بے انتہا محبت فرماتے تھے بلکہ حق یہ ہے کہ اولاد اعلیٰ حضرت کی محبت کو اعلیٰ حضرت ہی کی محبت سمجھتے تھے، میرے والد ماجد بھی حضور صدر العلماء سے بے پناہ محبت اور حد درجہ ادب و احترام فرماتے تھے۔ حضور صدر العلماء کی محبت کا یہ عالم کہ ایک مرتبہ حضور والد ماجد بیمار ہوئے یہاں تک کہ بریلی ڈسٹرکٹ ہسپتال میں داخل ہو گئے۔ حضور صدر العلماء کو جب معلوم ہوا تو میرٹھ سے محض عیادت کے لئے بریلی تشریف لائے اور خانقاہ شریف پر حاضری دے کر سیدھے ہسپتال تشریف لے گئے۔ حضور والد ماجد کی مزاج پرسی کر کے دعائے صحت فرمائی۔ اور بہت دیر ہسپتال میں تشریف فرما رہے۔ اس کے بعد میرٹھ مراجعت فرمائی۔ میرے والد ماجد نے کہا اب انشاء اللہ مرض کافور ہو گیا اور توانائی بھی آجائے گی۔ اس لئے کہ میرے استاد میرے مربی حضور صدر العلماء نے دعائے صحت فرما دی ہے۔ اور مجھ پر چشم کرم ڈال دی ہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضور والد ماجد صدر العلماء کے تشریف لانے کے دوسرے دن ہی صبح کو ہسپتال سے گھر آگئے اور بہت جلد نقاہت دور ہو کر توانائی آگئی۔

شاعرِ ہفت زباں، پیرِ طریقت، حضرت پیر سید شاہ

نصیر الدین نصیر قادری چشتی

(گدی نشین آستانۂ عالیہ گولڑہ شریف، اسلام آباد، پاکستان)

اس وقت بشیر القاری شرح بخاری کہ جو
حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کی ہی تصنیفِ لطیف ہے میرے پیشِ نظر ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے حضرت مصنف کے تبحر علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔ مشکل الفاظ کی تشریح، علماء و محدثین کی توضیحات، صرفی و نحوی ابحاث کے علاوہ جس مہارت سے حضرت علامہ موصوف بات سمجھاتے ہیں یہ انہیں کا حصہ ہے۔ رواۃ پر بحث، انکا تعارف، اور اکابر کے حوالا جات سے زیرِ بحث موضوع پر سیر حاصل علمی تبصرہ آپ کی تحریر کا طرۂ امتیاز ہے۔ چونکہ میرا تعلق بھی بحمد اللہ اسی علمی دنیا سے رہا اور ہے۔ میری نظر سے اس انداز کی شرح ابھی تک نہیں گزری، جس میں اتنی خوبیاں ایک ساتھ جمع ہوں۔ میرے خیال کے مطابق آپ کی یہ تصنیف منتہی لوگوں کے لئے بہت زیادہ نافع ہے۔ اور دراصل یہی طبقہ اس بیش قیمت ذخیرۂ علمیہ سے کماحقہ مستفید ہوسکتا ہے۔ البتہ علم حدیث سے محبت و شغف رکھنے والے ہر قاری کو اس عظیم تصنیف کے مطالعہ کا حق حاصل ہے۔ میرے پاس وقت کم ہے، پابرکاب ہوں ورنہ میں حضرت علامہ کی اس مقدس کاوش پر تفصیلاً لکھنے کا شرف حاصل کرتا۔ اللہ کریم آپ کی اس تصنیف کو قبولِ عام اور شہرتِ دوام عطا فرمائے اور آپ کے درجات میں مزید بلندیاں پیدا فرمائے۔ (آمین)

خادم العلماء الراسخین سید نصیر الدین نصیر

گولڑہ شریف (اسلام آباد۔ پاکستان)
نزیل حال برمنگھم یو۔ کے

شیخ طریقت حضرت علامہ و مولانا سید شاہ

کمیل اشرف صاحب

قبلہ اشرفی جیلانی (مدظلہ العالی)

جب وہ بولتے تھے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ نرم و نازک پھول جھڑ رہے ہیں، ظاہر ہے ایسی عظیم شخصیت کو دیکھ کر انتہائی خلوص وعقیدت سے میرا دل لبریز ہو گیا تھا لیکن مجھ کو ایک نصیحت آموز واقعہ نے ایسا متاثر کیا کہ طویل مدت گزر جانے کے باوجود دل کی گہرائیوں میں ایسا گھر کر گیا کہ میں اس کو فراموش نہیں کر پایا۔ واقعہ یہ ہے کہ مراد آباد کے قرب وجوار کے ایک عالم دین اپنے معاصر صاحب فضل وکمال کی شخصیت کا نہ صرف تنقیدی واصلاحی جائزہ لے رہے تھے بلکہ ان کی اہانت وہجو کے ایسے جملے استعمال کر رہے تھے جو ایک عالم دین کی شایان شان نہیں تھے۔ حضرت صدر العلماء رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی گفتگو کو کسی طرح سماعت فرمانے کی زحمت گوارہ فرمائی حالانکہ ان کی خاطر اقدس پر یہ طرز گفتگو اور اہانت آمیز جملے کافی بارگزر رہے تھے۔ لیکن آپ ایک اعلیٰ درجہ کے متحمل حلیم الطبع انسان تھے اس لئے ان کے اہانت آمیز جملوں کو سن کر ان کو ایسی خوش اسلوبی سے ساکت ولاجواب کیا کہ ان کی پیشانی پر خجالت وندامت کے پسینے دیکھے جا سکتے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ایک عالم دین کے متعلق جن خیالات کو الفاظ کا جامہ جناب نے پہنایا ہے وہ میرے نزدیک زیادہ مناسب نہیں تھے، وہ ایک ایسے عالم دین ہیں جو دین وسنیت کی خدمت کے لئے سرگرداں رہتے ہیں اور ہمیشہ فرق باطلہ کے رد وقدح میں اپنے اوقات کو صرف کرتے ہیں، وہ فرقے جو اسلام کے بنیادی عقائد ونظریات کو کمزور کرنے کے درپے نظر آتے ہیں، ان کے ساتھ محاذ آرائی میں کبھی بھی وہ نرمی وکمزوری کا مظاہرہ نہیں کرتے ہیں۔ بھلا بتلایئے ایسے عالم دین کو فرق باطلہ کے ہرزہ سرائی کرنے والے لوگ کب بخش سکتے ہیں؟ وہ تو ان کی مذمت وتوہین میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے، وہ ان کے در پے آزار ہو گئے ہیں، وہ ان کو انتشار ذہنی میں مبتلا کر کے پریشان کرنے کی مکمل کوشش کرتے ہیں لیکن وہ نہایت خندہ پیشانی واستقلال کے ساتھ ان کے مقابلہ میں تن تنہا ایسے ڈٹے ہوئے ہیں کہ کوئی انہیں ان کے موقف سے ہٹا نہیں سکتا اس لئے کہ ان کو یقین کامل ہے کہ عصر جدید میں جو گمراہ کن فرقے بنام اسلام پیدا ہو گئے ہیں وہ اسلام کے دشمنوں سے سازش کرتے ہیں اور ان سے خفیہ رابطہ وتعلق رکھ کر اسلام کو مٹانے کا منصوبہ تیار کرتے ہیں وہ ایسے پرفتن دور میں کیسے خاموش رہ سکتے ہیں؟ اور آپ سنی عالم دین ہو کر بھی ان کی اہانت کے جملے استعمال کر رہے ہیں اور تنقید وتبصرہ کر رہے ہیں وہ بے چارے اب کدھر جائیں؟ نہ اپنے ان کو بخش رہے ہیں اور نہ پرائے ان کا پیچھا چھوڑ رہے ہیں۔ آپ غور فرمایئے کہ وہ عالم دین جو اسلام کی عظیم الشان خدمت کر رہے ہیں، کتنے قابل رحم ہیں کہ ان کو کسی طرح چین وسکون نصیب نہیں۔

شہزادہ عالی وقار حضرت سید شاہ

محمد اشرف میاں

صاحب قادری برکاتی مارہروی

(خانقاہ عالیہ مارہرہ شریف، یوپی)

مکتب امجدی کے فیض یافتہ بزرگ حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کی علمی عبقریت کا اعتراف معاصرین نے بھی کیا ہے اور اخلاف نے بھی۔ انہیں جملہ علوم عقلیہ ونقلیہ میں مکمل رسوخ حاصل تھا لیکن فن نحو میں انہیں فی زمانہ درجۂ امامت حاصل تھا اور اسی شاخ علم نے انہیں شہرت دوام عطا کی۔ ابتدائے شعور کے زمانے میں راقم الحروف نے ان کے شیریں تذکرے خاندانی بزرگوں سے سنے تھے بالخصوص بڑے ابا حضور سید العلما سید شاہ آل مصطفی قادری برکاتی مارہروی علیہ الرحمہ سید صاحب کا والہانہ انداز میں تذکرہ فرماتے۔

علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی صاحب علیہ الرحمہ محقق بزرگ تھے۔ بزرگوں سے سنا ہے کہ آپ کی تحریریں خالص محققانہ انداز کی ہوتیں جو اپنے موضوع کے سارے ممتاز گوشوں پر حاوی ہوتیں۔ آپ کا خاص میدان تدریس تھا۔ پوری زندگی کتاب وسنت اور ان سے متعلق فنون کی تدریس میں گذری۔ تصنیف سے بھی شغف تھا۔ نصف درجن کتابیں آپ سے یادگار ہیں۔ آپ کی شہرت کا آوازہ آپ کے معاصرین میں گونجتا رہا اور اخلاف بھی آپ کی قدر ومنزلت کے تذکرے سے سماعت آشنا ہے

شرفِ ملت حضرت علامہ و مولانا

محمد عبد الحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ

(جامعہ نظامیہ لاہور، پاکستان)

غالباً ۱۹۷ء میں حضرت علامہ مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی لاہور تشریف لائے۔ اس وقت راقم جامعہ اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور میں مدرس تھا، اتفاقاً لاہور آیا تو مکتبہ نبویہ میں حضرت کی زیارت ہوئی۔ سیادت ونجابت، علم وفضل اور متانت وشائستگی کے پیکر کو اپنے سامنے پایا تو خوشی کی انتہا نہ رہی

حضرت نے مجھے ہری پور کے پتے پر ایک مکتوب (پوسٹ کارڈ) بھی ارسال کیا تھا، افسوس کہ وہ محفوظ نہیں رہ سکا۔

البشیر الکامل طلبہ اور اساتذہ کے لئے بے حد مفید ہے، ایک صفحے پر عبارت اس کے حاشیہ کی لکھی گئی ہے دوسرے صفحے پر اس عبارت کی تفصیلی ترکیب ہے، مقدمہ میں شرح مأتہ عامل کے دیوبندی شارحین کی فاش غلطیوں کی نشاندہی کی گئی ہے، مقدمہ طلبا تو طلبا اساتذہ کے لئے بھی بے حد بصیرت افروز ہے۔ اساتذہ کو چاہئے کہ وہ پابندی سے طلبا کو اس کا مطالعہ کرائیں۔

نحومیر کی شرح البشیر میں بھی حضرت نے علم وفضل کے دریا بہادئے ہیں راقم نے نحومیر کا حاشیہ لکھتے وقت اس سے خاصا استفادہ کیا۔ بشیر الناجیہ میں کافیہ کا عربی متن جلی حروف میں لکھا ہوا ہے، اس کے نیچے اردو ترجمہ درج ہے، شرح بھی ہے اور نحوی ترکیب بھی، افسوس کے اسے مکمل نہ کر سکے، مجرورات تک ہی لکھ سکے، تاہم جو کچھ لکھا وہ اپنی مثال آپ ہے، آخر میں حضرت فخر الاماثل میر سید عبد الواحد بلگرامی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرح کافیہ بزبان فارسی بھی شامل کی گئی ہے اس شرح کی انفرادیت یہ ہے کہ کافیہ کو تصوف کا متن قرار دے کر اس کی صوفیانہ شرح کی گئی ہے۔ یہ شرح بحث غیر منصرف تک ہے۔

حضرت صدر العلماء کا نحو کے ساتھ خصوصی لگاؤ تھا، زمانہ طالب علمی میں نحو کی مشہور کتاب "کافیہ" زبانی یاد کی تھی، اگر مذکورہ بالا کتاب پر اکتفا کرتے تو عام قاری یہ تاثر لیتا کہ انہیں محض نحو پر دسترس تھی، لیکن آپ نے بشیر القاری کے نام سے بخاری شریف کی چھ احادیث کی شرح بڑے سائز کے ۲۲۸ صفحات پر لکھ کر واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ کو دیگر علوم کی طرح علم حدیث میں بھی اعلیٰ درجے کی مہارت حاصل ہے، بڑے بڑے دیوبندی شارحین حدیث پر جس وقت صدر العلماء گرفت فرماتے ہیں تو وہ ان کے سامنے طفل مکتب دکھائی دیتے ہیں۔

صاحبِ تصانیفِ کثیرہ بقیۃ السلف حضرت علامہ مفتی

محمد فیض احمد اویسی

صاحب قبلہ قادری رضوی
محدث بہاولپوری (پاکستان)

سید العلماء و الفضلاء، حضرت علامہ
مفتی سید غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
ہمارے اکابرین میں سے تھے۔ فقیر غائبانہ انکی علمی خدمات کا
بیحد مداح رہا۔ مصروفیات کی وجہ سے زیارت سے مشرف نہ ہوسکا
۔ آپکی علمی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ بالخصوص آپ نے جو درسی
کتابوں کی شروح لکھیں وہ آپ کا نہایت ہی اعلیٰ کارنامہ ہے۔ خدائے
تعالیٰ انہیں جنۃ الفردوس میں اعلیٰ مقام بخشے۔

فقط:
مدینہ کا بھکاری۔ الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی
رضوی غفرلہ (بہاولپور، پاکستان)

محدثِ کبیر حضرت علامہ و مولانا مفتی

محمد ضیاء المصطفیٰ قادری صاحب قبلہ

(صاحبزادہ حضور صدر الشریعہ، و بانی و مہتمم جامعہ امجدیہ گھوسی، یوپی)

اگرچہ میں حضرت صدر العلماء کو اسی زمانے سے جانتا تھا جبکہ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ العزیز مدرسہ حافظیہ سعیدیہ ریاست دادوں ضلع علی گڑھ میں منصب صدر المدرسین پر فائز تھے اور ہم بچے بھی انہیں کے زیر سایہ وہیں قیام پذیر تھے۔ اکثر و بیشتر حضرت صدر العلماء کے گھر ہماری آمد و رفت رہتی۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ اپنی علمی مصروفیات کے سبب کسی دوسرے شہر میں ہوتے تھے اور شاید و باید ہی ان کی زیارت نصیب ہوتی تھی۔

مگر جب میں نے درس نظامیہ کی تحصیل شروع کی تو اس کے بعد سے میری طالب علمی کا بیشتر حصہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی کفش برداری میں گزرا اور انہیں کی نظر عنایت سے مجھ میں علمی بصیرت اور علماء شناسی کی استعداد پیدا ہوئی۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ جب اپنے عہد تحصیل کا تذکرہ چھیڑتے تو اس ضمن میں حضرت صدر العلماء اور محدث اعظم پاکستان علیہما الرحمہ کا ذکر جمیل بھی بڑی شان سے کیا کرتے۔ اسی دور سے حضرت صدر العلماء کی جلالت علمی دل پر نقش ہو چکی تھی، مگر مبارک پور اور میرٹھ کے درمیان کی بعد مسافت اور تعلیمی مصروفیات کے سبب شاذ و نادر ہی حضرت صدر العلماء سے شرف نیاز حاصل ہوتا اور وہ بھی ان کے کسی سفر کے دوران۔ لیکن جب بھی آپ کی زیارت نصیب ہوئی آپ کی وجاہت علمی اور ہیبت تقوی سے میرا دل مرعوب ہی رہا۔

حضور صدر العلماء کے بشرہ سے ہی آپ کی جلالت علمی اور وقار تقوی، خلوص و للہیت اور جذبۂ اتباع سنت کا پیکر نمایاں ہوتا۔ چند ہی بزرگوں میں مجھے اتنے پرشکوہ شخص کی دید کا موقع میسر ہوا تھا۔ جب کبھی میں نے آپ کی چہرے کی زیارت کی مجھے آپ کی آنکھوں سے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا رعب علمی، جلوۂ خدا ترسی اور آثار مروت چھلکتے ہوئے محسوس ہوتے اور آپ کی خدمت میں دیر تک حاضری کی تڑپ جاگ اٹھتی۔ میں آپ کی بارگاہ میں حاضر رہ کر ایمان میں تازگی اور علم میں بالیدگی محسوس کرتا تھا۔

حضرت صدر العلما خود تو بہت ہی کم سخن تھے مگر دوسروں کی باتیں توجہ سے سماعت فرماتے، جہاں اصلاح کی ضرورت ہوتی یا جواب ضروری سمجھتے لب کشائی فرماتے مگر بات بہت مختصر، جامع، پر مغز اور سلیقہ کی فرماتے۔

مفکرِ اسلام، شیخ اعظم حضرت علامہ پیر سید شاہ

عَبدُ القَادِر جیلانی صاحب

(بانی دار العلوم والتعلیم ستو لندن۔ وصدر جماعت اہلسنت یو کے)

فهذه سطور قصيرة وهدايا حقيرة في حظيرة خطيرة لفضيلة الشيخ السيد غلام الجيلانى الحسنى و الحسينى بمناسبة مصنفاته العليا ومسطوراته القصوى، فى الحقيقة هو رئيس المحدثين و جهبذ المفسرين و مجدد الصرفيين و دئلى النحويين هو امام فى العلوم اللسانية و له يد طولى فى انواع العلوم البيانية والمعانى والفلالوجية۔ قد طالعت بعض مصنفاته اقتباسا و استنباطا فوجدته البحر الطمطام والصمصام الحسام رأيت كتابه "البشير شرح نحو مير..........

سيد السادات وعديم المساوات السيد غلام الجيلانى خلد الله سيادته فى الامة وادام الى المعالى ارتقائه فى الجنة وضح الكافية الى المنصوبات توضيحا بليغا و شرحها تشريحا منيعا و كشفها كشفا منيفا ....

حاصل انى اضعف من ان استوعب الكمالات العلمية والتشخصات الشخصية من فضيلة الشيخ السيد غلام الجيلانى الحسنى والحسينى واتوسل به لمغفرة ذنوبى جزاه الله احسن الجزا "ذالك فضل الله يعطيه من يشاء" والحمد لله رب العلى والصلاة والسلام على سيد الانبياء و على اله العليا واصحابه الفضلا وعلى جميع امته القدسى الى يوم الجزا و بعد يوم الجزا

رئیس الاساتذہ شیخ القرآن حضرت علامہ مولانا

محمد عبد اللہ خان صاحب عزیزی

شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیۃ روناہی (یوپی)

چنانچہ اپنی جماعت کے شارح بخاری حضرت مولانا مفتی شریف الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کی بارگاہ بلند میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

''بشیر القاری شرح بخاری'' استاذی صدر العلماء علامہ غلام جیلانی میرٹھی قدس سرہ کی مایہ ناز شرح ہے، عربی، فارسی، اردو کسی بھی زبان میں بخاری کی اب تک کوئی شرح اتنی تحقیق و تفصیل سے نہیں لکھی گئی، اس میں حضرت نے تحقیق و تدقیق کا حق ادا کر دیا ہے، الفاظ حدیث کی صرفی لغوی تحقیق جملوں کی نحوی ترکیب اور معانی و بیان اور بدیع تکلفیت کے ساتھ ساتھ معانی حدیث کے ہر ہر پہلو پر ایسی جامع کامل بحث ہے جسے دیکھ کر کہنا پڑتا ہے ''کم ترك الاولون للآخرين'' ساتھ ہی ہمہ دانی کا خصوصاً علم حدیث پر دعوی کرنے والوں کی غلطیوں پر ایسی مضبوط گرفت فرمائی ہے جس کا کسی کے پاس کوئی جواب نہیں، کوئی بھی عناد و تعصب سے ہٹ کر اگر اس شرح کا مطالعہ کرے تو اسے کہنا پڑے گا کہ حضرت مصنف دیگر علوم کی طرح حدیث کے بھی اپنے وقت کے امام ہیں۔

حضرت مفتی شریف الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حقائق پر مبنی ان چند جملوں کو میں ایک ''مختصر المعانی'' متن تصور کرتا ہوں اگر اس کی شرح کی جائے، یا اس اجمال کی تفصیل بیان کی جائے تو اس حقیر پر تقصیر کے نزدیک یہ شرح و تفسیر پچاسوں صفحات پر مشتمل ہو سکتی ہے جس کے لئے اچھی خاصی مہارت درکار ہے، اس لئے میں ''بشیر القاری'' کی روشنی میں ان حقائق و خصوصیات کو بیان کرنا چاہتا ہوں جن کے باعث حضرت صدر العلماء رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب مستطاب اتنی بلند پایہ ہے کہ اس عہد جدید میں علم حدیث و شرح حدیث میں اس کے ہم رتبہ کوئی دوسری کتاب نہیں ہے، اور مصنف علام اسی کتاب کی تصنیف کے باعث اپنے معاصرین کے گروہ میں امتیازی شان کے ساتھ جلوہ گر ہوئے اور اکابر علماء اسلام کے نزدیک ان کی بلند پایہ شخصیت ایک نادر روزگار ہستی کے روپ میں نمایاں ہوئی۔

مفتی راجستھان حضرت علامہ مفتی

محمد اشفاق صاحب نعیمی اشرفی سنبھلی

(صدر دار العلوم اسحاقیہ، جودھپور، راجستھان)

یوں تو اللہ عزوجل نے آپ کو بے شمار محاسن وکمالات سے متصف فرمایا تھا، خواہ وہ محاسن علمیہ ہوں یا عملیہ ایک عالم ربانی اور مرشد کامل کیلئے جن خصائص وامتیازات اور کمالات کی ضرورت ہوتی ہے ان سارے اوصاف وآداب سے آپ بدرجۂ اتم متصف تھے، تعلیم وتدریس ہو یا تالیف وتصنیف، قرآن و حدیث کا علم ہو یا فقہ وافتا، تاریخ گوئی ہو یا سیرت نگاری، نقد ونظر ہو یا حق گوئی وبے باکی، طنز ومزاح ہو یا وعظ ونصیحت، تقریر وخطابت ہو یا جدل ومناظرہ، ارشاد وہدایت ہو یا زہد وتقویٰ، عبادت وریاضت ہو یا تعویذات وعملیات ہوں یا اوراد ووظائف۔ غرض خدمت دین اور خدمت خلق کا کوئی بھی زریں طریقہ ہو یا مبارک میدان آپ اس کے مرد میدان ہی نہیں بلکہ شہسوار اور یکتائے روزگار تھے۔

جہاں پر آپ کے خرمن علم وفن سے خوشہ چینی کر کے ایک سے ایک عبقری شخصیتیں پیدا ہوئیں وہیں پر تعلیم وتدریس کی اہم ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ آپ کے قلم سیال سے مختلف دینی وفقہی اور علمی وفنی موضوعات پر متعدد کتب معرض وجود میں آئیں جو آپ کے اشہب قلم کا نتیجہ ہیں، آپ کے قلم حق رقم سے درج ذیل علمی وفنی ومذہبی، فقہی وشرعی کتابیں قید تحریر میں آئیں:

ا۔ بشیر القاری شرح بخاری؛ ۲۔ بشیر الناجیہ شرح کافیہ؛ ۳۔ البشیر الکامل، ۴: نظام شریعت وغیرہا

مگر ان سب میں اول الذکر بشیر القاری بشرح صحیح البخاری آپ کی تحریری صلاحیت کی ایک عظیم شاہکار ہے، جو بخاری شریف جلد اول کی صرف سات ابتدائی احادیث کریمہ کے ترجمہ وتشریح پر مشتمل ہے۔ یہ بشیر القاری علمائے اہل سنت کے ذوق تحقیق اور ان کی ژرف نگاہی، کمال ادب واحترام کا ایک بیش قیمت نمونہ ہے۔ ارباب لوح وقلم اصحاب فقہ وافتا اور اہل علم وفن کا تقریباً اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ بشیر القاری حضرت علامہ میر تھی علیہ الرحمہ والرضوان کی ایسی مایہ ناز شرح ہے کہ عربی وفارسی اردو یا کسی اور زبان میں بخاری شریف کی اب تک کوئی شرح اتنی تحقیق وتفصیل سے نہیں لکھی گئی، اس میں حضرت نے تحقیق وتدقیق کا حق ادا کر دیا ہے، الفاظ حدیث کی صرفی، لغوی تحقیق، جملوں کی نحوی ترکیب اور معانی و بیان وبدیع کی تکمیت کے ساتھ ساتھ معانی حدیث کے ہر ہر پہلو پر ایسی جامع کامل بحث ہے جسے دیکھ کر بے ساختہ کہنا پڑتا ہے: کم ترك الاولون للاخرين

حضرت شیخ طریقت، پروفیسر ڈاکٹر

محمد مسعود احمد صاحب

نقشبندی مجددی (کراچی، پاکستان)

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

صدر العلماء حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ اکابر علمائے اہلسنت میں تھے۔ بارہ ربیع الاول شریف کی محفل میلاد النبی ﷺ میں حضرت والد ماجد مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ آپ کو یاد فرماتے تھے۔ ۱۹۴۰ء اور ۱۹۴۶ء کے درمیان نو عمری میں فقیر نے کئی بار ان کی زیارت کی ہے۔ چھریرہ بدن، گندمی رنگ، سر پر عمامہ، بہت وجیہ اور شکیل معلوم ہوتے تھے۔ ان کے علمی فیض سے نہ معلوم کتنے طالبان علم مستفید ہوئے ہوں گے۔ وہ علم و دانش کا ایک سرچشمہ تھے، بقول مفتی محمود اختر القادری وہ بہت ذہین و فطین، طباع و حاضر جواب، خوش خلق، خوش آواز، اور خوش پوشاک تھے۔ حق بات کہنے میں کسی کی پرواہ نہ کرتے، وہ اس شعر کا مصداق تھے،

آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

تعلیم و تدریس میں حضرت علامہ علیہ الرحمہ وقت کی پابندی کا خاص خیال رکھتے، اور طلبہ کو ذوق و شوق سے پڑھاتے۔ ان حقائق کا علم حضرت شاہ احمد نورانی زید عنایہ کی گفتگو سے ہوا جو ان کے تلمیذ رشید ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

★ (۱) حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ میرٹھ میں تقریباً چالیس سال رہے۔

★ (۲) وقت کے بہت پابند تھے، مدرسہ میں وقت پر تشریف لاتے۔

★ (۳) پڑھانے میں بہت ہی مستعد تھے، حتی کہ غیر نصابی کتابیں اپنے شوق سے پڑھاتے اور طلبہ کو پڑھنے کی ترغیب دیتے۔

★ (۴) صبح سے دوپہر تک پڑھاتے پھر عصر سے مغرب تک پھر مغرب سے رات گئے تک۔

کبھی کبھی کتابیں خریدنے دہلی تشریف لے جاتے حضرت شاہ احمد نورانی بھی ساتھ ہوتے جو جمعہ کو مسجد فتح پوری دہلی میں حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ کی محفل میں شریک ہوتے کہ آپ کے والد ماجد حضرت علامہ محمد عبد العلیم صدیقی علیہ الرحمہ کی یہی ہدایت تھی۔

شیخ اعظم حضرت شاہ پیر

محمد علاء الدین صاحب صدیقی نقشبندی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ نیریاں شریف، آزاد کشمیر پاکستان (چیئرمین آف نور ٹی وی)

دنیا میں روزانہ کروڑوں انسانوں کا اضافہ ہوجاتا ہے۔ جو اپنی زندگی گزار کر چلے جاتے ہیں۔ لیکن دنیا کو انکے آنے جانے سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ مگر اسی دنیا میں کچھ لوگ اپنی خداداد صلاحیتوں سے اپنے لئے کچھ ایسا مقام بنالیتے ہیں کہ انکے چلے جانے کے بعد ایک دنیا ان کا غم مناتی ہے۔ محفلوں میں انکے تذکرے مسلسل ہوتے رہتے ہیں۔

یہ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کا احسانِ عظیم ہے کہ اسنے امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ السلام کو کسی بھی دور میں ایسی عظیم تر شخصیات سے بانجھ نہیں رکھا۔ یہی وہ شخصیات ہیں کہ سالہاسال بلکہ صدیاں گذر جانے کے باوجود ان کی یادیں ان کے تذکرے اور ان کی خدمات کاغذوں کے سفینوں میں رہتے ہوئے انسانیت کے سینوں کو بھی مسلسل حرارتِ ایمانی دیکر اپنی عظمت منواتی رہتی ہیں۔ ان ہی عظیم رہنماؤں کے سلسلۂ عالیہ میں ایک روشن نام حضرت فقیہ الامت، امام النحو، صدر العلماء، شیخ الحدیث والتفسیر فخر المدرسین والمحققین حضرت سید شاہ غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ الرضوان کا بھی ہے جو اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ اور جنہوں نے ماضی قریب میں ایک عرصۂ دراز تک دینی وملی رہنمائی کے ساتھ اپنی طویل متاعِ گراں لٹا کر اصلاحِ امت کی زبردست خدمت سرانجام دی۔ آپ نے مسندِ درس وتدریس پر جلوہ گر ہوکر جو انمول ہیرے تراشے وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ جو کتابیں تصنیفات فرمائیں وہ لاجواب ہیں۔ آپ کی کوششوں کی لڑی کا ہر دانہ دیدۂ بینا کے لئے ایک درۂ آبدار ہے۔ مری اس بات کی صداقت کا اندازہ آپکو آپکی تصنیفات کے علاوہ آپکی آغوشِ تربیت کے پروردہ عظیم مبلغ عالمِ اسلام، قائدِ اہلسنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی میرٹھی اور آپ جیسے دیگر مشہور زمانہ شاگردوں سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ انشاء اللہ یہ کرۂ ارض رہتی دنیا تک آپ کی تنویرِ عالم گیر سے علمی وروحانی روشنی حاصل کرتا رہیگا

اُستاذُ العُلماء، شیخُ الحدیث، حضرت علامہ

نصرُ اللہ خان صاحب افغانی

سابق جیورسٹ، سپریم کورٹ آف افغانستان (گلشن اقبال کراچی، پاکستان)

عرصۂ دراز سے میرے دل میں فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت از بر طور پر پڑھنے یاد کرنے کا ارمان باقی رہا، شوق موجزن تھا چاہتا یہ تھا کہ اسے کما حقہ پڑھ لوں۔ اس کے لئے جناب سیدی مولانا شمس العلماء محمد نظام الدین قدس سرہ نے علامہ فہامہ ہندوستان کے اشہر مشاہیر، عالم مفتی، شاہ ملک العلماء مولانا ظفر الدین صاحب الافغانی اصلاً والبہاری وصلاً قدس سرہ السامی کو خط لکھا جس میں جامع کلمات الدالۃ علی استعدادی الکامل درج تھے، جواباً خط بھیجا مضمون یہ تھا میں جسمانی طور پر کمزور ہوں، اس طالب علم کو میں اس وقت نہیں پڑھا سکتا، دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اس کے لئے اسباب پیدا فرمائے۔ اس کے بعد میں کانپور گیا مشہور عالم رئیس المناظرین حضرت مولانا رفاقت حسین قدس سرہ السامی سے ملاقات ہوئی، آپ مدرسہ حبیبیہ کے جلسۂ دستار بندی میں بھی تشریف فرما ہوئے تھے، آپ سے اس بارے میں میں نے ذکر کیا، آپ نے مجھ سے فرمایا اس وقت آپ کو فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت پڑھانے والے صرف دو عالم موجود ہیں، ایک ہیں ہند میں اور وہ ہیں مولانا سید غلام جیلانی صاحب جو میرٹھ میں ہیں، اور دوسرے مولانا سردار احمد جو پاکستان میں ہیں، میں نے پاکستان جانے سے انکار کیا تو فرمایا میں مولانا سید غلام جیلانی صاحب کو خط لکھتا ہوں، پر آپ یہ یاد رکھئے کہ جس طرح وہ نسب کے لحاظ سے بادشاہ ہیں اسی طرح ان کا مزاج بھی ہے خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا:

جناب مولانا نظام الدین کے شاگرد رشید ہیں آپ سے فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت پڑھنا چاہتے ہیں۔ آپ چاہیں تو یہ مدرسہ کے طلبہ کو بھی پڑھا سکتے ہیں، آپ جو وقت دینا چاہیں اس میں ان کو فواتح الرحموت پڑھا دیا کریں۔

مُبلغ عالم اسلام حضرت علامہ پیر سید شاہ

تراب الحق صاحب

(کراچی، پاکستان)

۱۹۶۹ء میں جب یہ فقیر بریلی شریف حاضر ہوا تو حضرت کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، عرس اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے موقع پر کتابوں کا ایک عظیم ذخیرہ لیکر آپ تشریف لائے تھے۔ اور شرکاء عرس کے لئے ان کتابوں کا اسٹال لگایا گیا تھا۔ آپ ذرا غور تو فرمائیں کہ علوم دینیہ کی ترویج واشاعت ان حضرات کے نزدیک کتنی اہم ترین تھی کہ ہر ایک کام میں یہی ایک مقصد پیش نظر رہتا اور اس طرح وہ اپنے ہر کام کو عبادت بنالیا کرتے، پڑھاتے تو اپنے کو صرف دین کا ایک خدمت گزار تصور کرتے، چنانچہ گھنٹوں اور منٹوں کی قیود سے آزاد ہو کر دن کے علاوہ رات کے اوقات میں بھی طلباء کو درس دیا کرتے۔ کتابوں کی اشاعت کراتے تو منفعت دنیویہ سے بے پرواہ ہو کر صرف علوم دینیہ کی اشاعت پیش نظر ہوتی۔ غرضیکہ بلا شک ان حضرات کے پاکیزہ نظریات اپنے بعد میں آنے والوں کے لئے نہایت عمدہ شاہراہ عمل ہیں۔

آپ کے علم کا عز و وقار آپ کے حلیہ سے بھی بالکل نمایاں تھا۔ کشادہ پیشانی، بھری ہوئی داڑھی، ماشاءاللہ بڑے لحیم و شحیم آنکھوں میں چمک اور چہرہ نہایت نورانی تھا۔ جب فقیر نے گفتگو کی تو نہایت علمی انداز میں دلائل سے بھرپور جواب عنایت فرمائے۔ اور اپنی ایک تازہ تصنیف "صحیح النظر فی صعود القمر" اپنے دستخط کے ساتھ عنایت فرمائی اور بے شمار دعاؤں سے فقیر کو نوازا۔

۲۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ مطابق ۸/ مئی ۱۹۷۸ء کو حضور صدر العلما امام النحو حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی کا وصال ہو گیا۔ میرٹھ میں آپ کا مزار مبارک ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرمائے اور بے پناہ اجر عظیم سے نوازے، اور آپ کے مزار پر انوار پر رحمت ورضوان کی بارش نازل فرمائے۔

عالم ہفت زبان، جامع معقول و منقول حضرت علامہ

عاشق الرحمٰن صاحب حبیبی الٰہ آبادی

صدر المدرسین جامعہ حبیبیہ الٰہ آباد، یوپی

اس سے پہلے حضرت صدر العلماء قدس سرہ کے بخاری شریف کا درس دینے کی کیفیت ظاہر کی جا چکی ہے۔ آپ نے صحیح البخاری کے باب اول کی شرح فرمائی ہے جس کا نام ''بشیر القاری'' ہے، یہ شرح علماء اور باصلاحیت طلبہ کے لئے بہت مفید ہے۔ علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح صحیح البخاری، ''عمدۃ القاری'' کا انداز ملحوظ ہے، لیکن حضرت صدر العلماء کی تحقیقات ایسی عرائس دلربا ہیں کہ ان سے ہر ذہن ثاقب محظوظ ہے۔ دقائق تصوف کی جابجا وضاحت کی گئی ہے۔ ان امور کے علاوہ دیوبندیہ کی خصوصاً انور شاہ صاحب کشمیری کی لغزشوں کے انبار کو ظاہر کر کے احقاق و تحقیق کی نوازشوں کے انوار سے قلوب کو منور کیا گیا ہے۔ مفہم کتاب و سنت علم نحو کے سمندر میں غوطے لگا کر ایسے ایسے درر غرر کو لا کر پیش کیا گیا ہے کہ حق شناش کے لئے دانتوں تلے انگلی دبانے کے سوا کوئی دوسرا چارہ نہیں رہ جاتا۔

علم نحو کی اسی خصوصیت یعنی اس کے مفہم کتاب و سنت ہونے کے پیش نظر نیز زلل اقدام سے دیوبندیوں کے محفوظ ہو سکنے سے مایوس ہو کر کہ بارگاہ شیخ میں گستاخی کی وجہ سے ان پر راہ حق مسدود کر دی گئی ہے۔ آپ نے شرح مأۃ عامل کی شرح ''البشیر الکامل'' کافیہ کی شرح ''بشیر الناجیہ'' اور نحو میر کی شرح ''البشیر'' تالیف فرمائی۔ اذہان صافیہ رکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ ان شروح کا مرتبہ کیا ہے۔ جہاں جہاں قلم صدر العلماء نحوی عقدوں کو سلجھاتا ہوا نظر آتا ہے۔ وہیں وہیں دیوبند کا باغیچہ علم مرجھاتا ہوا نظر آتا ہے۔

ایک بار حضرت صدر العلماء قدس سرہ نے فرمایا، آج کل کے مدرسین کا حال یہ ہے کہ اگر درس دیتے وقت کوئی بات ذہن میں نہ آئی تو آئیں بائیں شائیں بک دیتے ہیں، کوئی یہ نہیں کہتا ہے کہ میں اس وقت یہ بات نہ بتا سکوں گا۔ اس وقت یہ بات میرے ذہن میں نہیں آ رہی ہے۔ میں نے عرض کیا، میں تو ایسا ہی کرتا ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا، تو پھر تم تیسرے شخص ہو، ایک میں ہوں، دوسرے ایک صاحب ہیں تیسرے تم ہو، یہ تھا، حضرت صدر العلماء قدس سرہ کا عالم کہ کبھی اپنے تلامذہ کو غلط بات بتا کر خاموش نہیں کرتے تھے۔

صاحبزادہ مفتی آگرہ، استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مفتی

محمد حسن حقانی صاحب

ناظم اعلیٰ جامعہ انوار القرآن گلشن اقبال کراچی، پاکستان

میرے ساتھ براہ راست تو نہیں البتہ میرے
شاگرد مولانا محمد اسماعیل ایم اے پروفیسر p.e,c.h.s گرلز کالج
جس زمانہ میں شرح جامی مجھ سے پڑھتے تو اتفاقاً انہیں ایام میں ایک دن (صدر
العلماء علامہ سید غلام جیلانی صاحب) دار العلوم امجدیہ تشریف لاکر اپنے استاد زادے
ازہری صاحب کے کمرے میں تشریف فرما ہوئے اچانک معلوم ہوا کہ کسی طالب علم کو بلایا ہے اور
کتاب پڑھائی اور مطلب دریافت کیا ہے اور بعد میں پوچھا ہے کہ کون پڑھاتا ہے تو انھوں نے میرا نام
لے لیا، مجھ سے غالباً واقف تھے یا ہو گئے ہونگے، فرمایا: بالکل صحیح آدمی سے پڑھتے ہو وہ مفتی آگرہ کے
صاحبزادہ ہیں۔ یہ غالباً 68ء کا زمانہ تھا یہ ان کی کرامت! کہ چالیس سالہ مدت تدریس میں، میں نے شرح
جامی ضرور پڑھائی ہے اور آنکھوں کے آپریشن کے دوران بغیر دیکھے بھی پڑھائی ہے اور اب تک پڑھا رہا ہو
ں میرے نزدیک علامہ جیلانی میرٹھی کی یہ زندہ کرامت ہے کیونکہ وہ میرے والد صاحب کے علم و فضل
سے خوب واقف تھے اور میں نے تمام کتب متداولہ والد صاحب سے ہی پڑھی ہیں ماسواء چند کتب
کے جو قیام ملتان سن 57 کے زمانہ میں علامہ سید احمد شاہ کاظمی سے اصول حدیث مفتی حمید
خان سے مطول دوبارہ اور مولانا عبدالحکیم صاحب ڈیرہ غازی خاں والوں سے مسلم
اور شمس بازغہ (دوبارہ) مولانا محمد جعفر صاحب سے دیوان متنبی اور دیوان
حماسہ دوبارہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔

صاحبزادہ حضور صدر العلما، حضرت علامہ مولانا حافظ و قاری

سید محمد یزدانی میاں صاحب نوری

(بانی و مہتمم جامعہ قادریہ جیلانی عربک کالج سنبھل و مقیم حال امریکہ)

آپ بخاری شریف کا درس دینے میں بھی ہمیشہ کیف کا لحاظ فرماتے تھے "کم" کے کم ہونے کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے جس انداز پر بخاری شریف کی شرح فرمائی ہے اسی انداز پر بخاری شریف کا درس ہوتا تھا کہ ایک ایک حدیث شریف کا درس ہفتہ ہفتہ بھر دس دس روز جاری رہتا تھا۔ کسی روز صرف ونحو پر گفتگو ہو رہی ہے تو کسی روز صرف بلاغت پر، کسی روز صرف مسائل فقہیہ پر گفتگو ہو رہی ہے تو کسی روز صرف تصوف پر، کسی روز اس حدیث سے مذہب اہل سنت کے احقاق پر کلام ہو رہا ہے۔ تو کسی روز اس حدیث شریف سے متعلق بدمذہبوں کی تقریر کا رد ہو رہا ہے۔

درسی کتب کے مطالعہ کے دوران میں طلبہ کے ذہن میں مختلف شبہات پیدا ہوتے ہیں مطالعہ کے وقت شروح وحواشی دیکھنے سے جہاں معلومات میں اضافہ ہوتا ہے، بہت سے اشکالات دفع ہو جاتے ہیں وہاں بہت سے نئے اشکالات پیدا بھی ہو جاتے ہیں، ایسے شبہات اور اشکالات کے بار سے بوجھل ذہن صبح جب حضور صدر العلماء کی بارگاہ میں حاضر ہوتا تھا اور درس جاری ہو جاتا تھا تو یہ محسوس ہونے لگتا تھا کہ دھوپ میں طویل سفر سے تھکا ہوا مسافر ایک عظیم سایہ دار درخت کے ٹھنڈے سایہ میں آکر سکون وراحت کی سانس لے رہا ہے۔ مطالعہ میں آئے ہوئے تمام امور ایک ایک کر کے اسکے سامنے آرہے ہیں ذہن کو بوجھل کر دینے والے تمام عقدے ایک ایک کر کے حل ہوتے جا رہے ہیں اور ایسے ایسے نئے انکشافات سامنے آرہے جن کی طرف اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا پڑ رہا ہے جیسے وہ اشارہ حسیہ کو قبول کرنے والے امور ہوں، یہاں نہ حدیث کی تخصیص ہے نہ فقہ کی، نہ نحو کی قید نہ بلاغت کی، نہ منطق کی شرط ہے نہ فلسفہ کی۔ یہ تھا آپ کے تبحر علم کا عالم۔

پیرزادہ حضرت مولانا پیر سید

محمد شاہد حسین زیدی

کارہروی ثم خیرآبادی (مقیم حال کلکتہ)

ہزار افسوس کہ بتاریخ ۲۹ جمادی الاولی ۱۳۹۸ھ مطابق ۸ مئی ۱۹۷۸ء بروز دوشنبہ سہ پہر ۴ بجکر دس منٹ پر علم وحکمت کا وہ آفتاب سرّ ومعرفت کا وہ مہر عالمتاب تبحر وفضیلت کا وہ شاہ خاور، رحمت ومحبت کا وہ طشت زر، تقوی وطہارت کا وہ شمس السماء اور صداقت ودیانت کا وہ خورشید جہاں نما ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔ جو نصف صدی سے زائد تک انظارِ تحقیق واذکار تدقیق کو اپنے کشف حقائق اور ابراز دقائق سے جھنجوڑتا رہا، جس کا جواب الآفاق علمی ودینی فیض ملک وبیرون ملک تک پھیلا رہا اور جس نے محافظتِ دین اور احیاءِ علم کے لئے اپنے کثیر تلامذہ وشروح بشیر القاری شرح صحیح البخاری، بشیر الناجیہ شرح کافیہ، البشیر الکامل شرح شرح مأۃ عامل اور البشیر شرح نحو میر ایسے عظیم مصنفات کو چھوڑا ہے۔

ایسی فقید المثال ہستی عظمت مآب اور علم وحکمت کے گوہر آبدار کی بارگاہِ عالی میں فقیر سید شاہد حسین زیدی مارہروی ثم خیرآبادی وارد حال ومقیم حال کلکتہ کو بھی شاگردی کا شرف حاصل ہے۔ مجھے اس خبر سے نہایت مسرت وشادمانی ہے کہ عزیز گرامی قدر حضرت مولانا محمد ایوب اشرفی صاحب قبلہ حضور صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمۃ کی حیات وخدمات جلیلہ پر ایک عظیم اور شاہکار کتاب شائع فرمارہے ہیں۔

فقیر دل کی گہرائیوں سے حضرت مولانا موصوف اور ان کے رفقاء کو اس مستحسن اقدام پر مبارکباد پیش کرتا ہے اور بصد خلوص دعاگو ہے کہ مولی تبارک وتعالی بطفیل پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم وبوسیلہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ وبزرگانِ مارہرہ شریف مولانا موصوف کی اس بیش بہا خدمت کو قبول فرمائے اور انہیں ان کے تمام مقاصد دینی ودنیاوی میں بہتر کامیابی عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔

پیرزادہ سید شاہد حسین زیدی مارہروی ثم خیرآبادی

[حال مقیم کلکتہ]

عمدة المحققین حضرت علامہ ومولانا مفتی

محمد احمد صاحب مصباحی اعظمی

(صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور)

(۲) حضرت ممدوح نے جو کتابیں لکھی ہیں وہ آپ کے علمی تبحر کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں۔ بخاری شریف کی شرح صرف باب بدء الوحی کی شائع ہوئی ہے۔ اور تقریباً ڈھائی سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں مختلف علوم وفنون کے جواہر زواہر ہیں۔ ساتھ ہی عربی زبان میں فیض الباری کا زبردست علمی تعاقب بھی ہے۔ فن نحو میں آپ کو امامت کا درجہ حاصل تھا۔ البشیر الکامل، بشیر الناجیہ اور "البشیر" کے ذریعہ آپ نے اس فن کی بیش بہا خدمت انجام دی ہے اور ایسی نادر تحقیقات پیش کی ہیں جو عام متداول کتابوں میں نظر نہیں آتیں، ساتھ ہی مدرسہ دیوبند کے بلند بانگ مسند نشینوں کی جو خبر گیری کی ہے وہ ان مسند نشینوں کے علمی افلاس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

عوام کے لئے لکھی ہوئی کتاب "نظام شریعت" بھی اپنا ایک خاص رنگ رکھتی ہے۔ مسائل کی تفہیم کے ساتھ واعظانہ اور ناصحانہ اسلوب بھی دل چسپ ہے۔

(۳) سمنانی کتب خانہ کے ذریعہ آپ نے بیش قیمت اشاعتی کام انجام دیا ہے۔ فلسفۂ قدیمہ کے رد میں امام احمد رضا قدس سرہ کا رسالہ "الکلمۃ الملھمۃ فی الحکمۃ المحکمۃ لوھاء فلسفۃ المشئمۃ" (۱۳۳۸ھ) پہلی بار اسی کتب خانے سے شائع ہوا۔ اس کتاب نے فلسفہ کی دھجیاں بکھیر دی ہیں۔ زبردست محقق اور ماہر علوم علامہ شبیر احمد خاں غوری نے اسے عہد حاضر کا "تہافت الفلاسفہ" قرار دیا ہے۔ مگر اس میں بے شمار تحقیقات وہ بھی ہیں جو رد فلسفہ کی قدیم کتابوں میں دستیاب نہیں۔ ابطال جزء لا یتجزی پر فلاسفہ کی بیشتر دلیلوں سے قدیم کتابیں خاموش نظر آتی ہیں۔ خاص طور پر ان کے براہین ہندسیہ کا کوئی جواب نہ دیا گیا۔ لیکن "الکلمۃ الملھمۃ" نے ہندسی، غیر ہندسی کوئی دلیل سلامت نہ رکھی اور ایک ایک کر کے ساری دلیلوں کو باطل کر دیا۔

اُستاذ الاساتذہ حضرت علامہ مفتی
محمد اشرف القادری نیک آبادی (گجرات پاکستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد از حمدو صلوۃ وسلام : آج سے دو سال قبل جنوبی امریکہ و یورپ کا تبلیغی دورہ کرتے ہوئے بندہ بولٹن (برطانیہ) پہنچا تو حضرت صدر العلماء امام النحو علامہ الشاہ سید غلام جیلانی میرٹھی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کے داماد محبِ محترم علامہ مولانا محمد ایوب اشرفی سنبھلی حفظہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوئی۔ علامہ زید مجدہ نے اپنے دولت کدہ پر بھی بلایا۔

دورانِ گفتگو آپ نے بتایا کہ آپ حضرت صدر العلماء قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کی سوانح پر کام کر رہے ہیں، اور عنقریب اس پر ایک مفصل و ضخیم کتاب کی اشاعت کا ارادہ رکھتے ہیں۔ مجھے کتاب کے بعض مسودات بھی دکھائے۔ اور مجھ سے بھی اس سلسلے میں کوئی مضمون لکھنے کو کہا۔ لیکن بندہ اپنی گوناگوں مصروفیات اور حالات کی بنا پر مضمون نہ لکھ سکا۔ اور پھر چند ماہ بعد یہ خیال گزر گیا کہ آپ کی سوانح منظر عام پر آ بھی گئی ہوگی۔ مگر اب جب بندہ دوبارہ برطانیہ کے دورہ کے موقع پر بولٹن پہنچا تو محبِ محترم موصوف کے ذریعہ علم ہوا کہ ابھی نہیں! بلکہ وہ قریب الاشاعت ہے۔ تو بندہ نے سوچا کہ چند کلمات ہی صاحبِ سوانح قدس سرہ کے بارے میں لکھ کر کسی طور تو شرکت کر لوں۔

لہٰذا انتہائی مختصر الفاظ میں بندہ کی رائے درج ذیل ہے:

حضورِ صدر العلماء قبلہ کی حیاتِ ظاہرہ میں آپکی زیارت کا شرف تو نہ حاصل ہو سکا، تاہم آپکی بلند پایہ علمی تحقیقی تحریریں بندہ کی نظر سے گزری ہیں انکی روشنی میں اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نہ صرف علوم صرف و نحو اور فنون بلاغت میں درجۂ امامت پر پہنچے ہوئے تھے، بلکہ لغت، تصوف، کلام، تاریخ و اسماء الرجال، معقول، مناظرہ، فقہ، اصول فقہ، حدیث، اصول حدیث، تفسیر اور علوم باطنی میں بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ آپکے قلم و بیان میں بلا کی روانی اور قوت نظر آتی ہے۔ بیشک آپ مسند تدریس کے عالی مرتبت صدر نشین تھے۔ بلاشبہ آپ نہ صرف زبردست محقق و مدقق تھے، بلکہ بلا مبالغہ آپ نابغۃ العصر اور علامۃ الدہر تھے۔

اللہ تعالیٰ جنات الفردوس میں آپکے درجات بلند فرمائے، اور انکی عظیم علمی و دینی خدمات کی جزاء موفور عطا فرمائے۔ اور آپکے فیوض و برکات تاقیامت جاری رکھے۔ (آمین بحرمت طٰہٰ و یٰسین۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد)

اللھم صل و سلم و بارک علیہ و علی آلہ و اصحابہ و علماء ملتہ و اولیاء امتہ اجمعین کما تحب و ترضی

مفتی محمد اشرف القادری عفا اللہ تعالیٰ عنہ نیک آبادی

سجادہ نشین مرکزی خانقاہ قادریہ عالیہ نیک آباد و بانی و مہتمم اعلی الجامعۃ الاشرفیہ (گجرات پاکستان)

(نزیل بولٹن۔ برطانیہ۔)

خطیب البراہین حضرت علامہ پیر

صوفی نظام الدین صاحب قبلہ نوری لہرولوی

شیخ الحدیث دارالعلوم اہلسنت تنویر الاسلام امرڈوبھا یوپی انڈیا

استاذنا المکرم صاحب الفضیلۃ، صدر العلماء، خیر الاذکیاء، امام النحو حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی قدس سرہ القوی کی عظیم شخصیت، اور ان کی علمی عبقریت، بے مثل فقاہت، ملی شعور، سیاسی بصیرت محتاج تعارف نہیں۔ جملہ علوم متداولہ وفنون مروجہ پر احتوا آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ آپ کی درسگاہ تشنگان علوم اسلامیہ کے لئے چشمۂ آب حیات تھی۔ آپ جب مسند تدریس پر جلوہ بار ہو کر طالبان علوم نبوت کے سامنے اپنی زبان گہر بار سے تقریر فرماتے تو تشنہ کامان علم ہر جام کے بعد سراپا اشتیاق بن جاتے۔ فقیر گدائے نوری (راقم الحروف) بھی اس دانشگاہ علم وفن کا شہرہ سن کر اپنے چند مخلص احباب کے ساتھ اس چشمۂ آب حیات پر اپنی علمی تشنگی بجھانے کی خاطر میرٹھ حاضر ہوا تھا۔ اور آپ کی درسگاہ فیض سے فکروفن، علم ودانش کا خزانہ لیکر واپس ہوا۔ آپ کی شہکار تصانیف کے مطالعہ سے آپ کی ذہنی وفکری صلاحیتوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ ژرف نگاہی، دقیقہ سنجی، لاینحل مسائل کی ناخن تدبیر سے عقدہ کشائی یہ سب کچھ آپ کی تصنیفات جلیلہ کی امتیازی شان ہے۔ یہ انمول جواہر پارے اس لائق ہیں کہ انہیں مطالعہ کی میز پر رکھیں اور لائبریریوں کی زینت بنائیں۔ اور آنکھوں میں نور اور قلب وجگر میں سرور پیدا کریں۔

آپ کی درخشاں جبین عقیدت پر نیاز بندگی کا نور جھلکتا تھا۔ جس پر تقدس وپاکیزگی کی لکیریں ہویدا تھیں۔ رخ زیبا سے آل رسول کی ضیاء پاشیاں ایسی جنہیں دیکھ کر خدا یاد آجائے۔ اتباع سنت گرامی وقار ﷺ جس کا شیوۂ حیات تھا۔ جو مرجع تھا اہل علم ودانش کا، جو سراپا تھا عشق امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کا، جو علم شریعت وطریقت کا مجمع البحرین تھا۔ بزرگان دین، اولیائے کاملین کا نیاز مند اور علمائے اہلسنت کا قدرداں تھا۔ جو اپنے اساتذہ کا تلمیذ ارشد تھا اور احباب درس کا لائق ووفادار تھا اور علمائے ذوی الاحترام کے لئے مشعل راہ تھا۔

مولائے قادر وقیوم انکی تربت انور پر رحمت ونور کی بارش فرمائے۔ (آمین)

ایسا کہاں سے لائیں کہ تجھ سا کہیں جسے

فقیر گدائے نوری

محمد نظام الدین قادری برکاتی نوری رضوی عفی عنہ

(بانی جامعہ برکاتیہ۔ لہرولی۔ سنت کبیر نگر۔ یو۔ پی)

حضور صدر العلماء میرے والد گرامی قدر
ریحان ملت حضرت علامہ مولانا محمد ریحان رضا خان صاحب نور
اللہ مرقدہ کے بھی استاذ تھے۔ انہوں نے مجھے اور میرے ایک بڑے بھائی
میاں محمد توقیر رضا خان کو ۱۹۷۱ء میں مدرسہ عربیہ اسلامیہ اندر کوٹ، میرٹھ میں داخل کرایا
اور حضرت صدر العلماء کی سپردگی میں دے دیا۔

میں نے حضور استاذ گرامی مرتبت امام النحو صدر العلماء علیہ الرحمۃ سے نحو میر، میزان، منشعب، وغیرہ پڑھیں۔ یوں تو حضرت قبلہ صدر العلماء میرے استاذ بھی تھے، اور دادا استاذ بھی، اور اسی مناسبت سے وہ استاذ اور دادا استاذ اور دادا ہی کی طرح شفقت بھی فرماتے تھے، البتہ پڑھائی کے معاملہ میں بہت سختی کرتے تھے، ہر روز سبق سنتے تھے، اور کسی بھی طرح کی کوتاہی پر سرزنش بھی کرتے۔

ان کے پڑھانے کا انداز بہت ہی اچھا تھا، اللہ نے انہیں صحت کے ساتھ ساتھ پاٹ دار آواز اور بے پایاں علم وفضل بھی عطا کیا تھا، ان کے زمانے کے پڑھے ہوئے قواعد آج بھی فقیر کو زبانی یاد ہیں۔

حضور صدر العلماء کے صاحب زادگان سے بھی راقم کے دوستانہ اور قریبی تعلقات تھے، حضرت اس فقیر سے سیدنا اعلیٰ حضرت اور حضور والد گرامی ریحان ملت کی نسبت سے از حد پیار کرتے تھے، کھانے پینے اور ہر ضرورت کا پورا خیال رکھتے تھے۔

ماہرِ لسانیات حضرت علامہ مفتی

افتخار احمد صاحب قادری اعظمی

صدر المدرسین دارالعلوم معینیہ، لیڈی سمتھ ساؤتھ افریقہ

قبل مدة مديدة كان صدر العلماء شرّف "غوسى" وطن شيخه والامام صدر الشريعة بقدومه الميمون لمناسبة ذكرى يوم وفاة شيخه المذكور و فى هذه المناسبة هناك تعقد الحفلة السنوية لايقاء المحاضرات فى اولى ثانى يوم من شهر ذى القعده ، فدعى صدر العلماء لايقاء محاضرة بهذه المناسبة، فألقى الشيخ محاضرة وجيزة لم تمتد الى نصف الساعة و انا كنت سامعاً محاضرته وقال اثناء المحاضرة يتكلم على قول الله (لقدجاء كم رسول من انفسكم عزيز عليه ما عنتم حريص عليكم بالمؤمنين رؤف رحيم) (سورة توبة : ١٢٩)

وأبان عن الفرق بين الرؤف والرحيم فقال: الرؤف: الذى يدفع ويذب البلاء عن أحد والرحيم : الذى يعطف على أحد ويجلب الخير اليه، فنبينا ﷺ دافع الوباء والبلاء عن المؤمنين و جالب الخير اليهم على حدّ سواء.

أنا شخصيا اعجبت بهذه النكتة العلمية التفسيرية الادبية اعجابا بالغا وايقنت بانه عالم متبحر و مفسر جليل ولغوى كبير و علقت هذه النكتة فى ذاكرتي منذ اكثر من ثلاثين سنة لأجل روعتها وجودتها—فسبحان الله العظيم.

مفکرِ اسلام لسانُ العصر حضرت علامہ

محمد قمر الزماں خاں صاحب اعظمی

(جنرل سکریٹری ورلڈ اسلامک مشن یو کے)

بیسوی صدی میں جن عظیم شخصیات نے علم وفضل، تحقیق وتفتیش، تصنیف وتالیف کے میدانوں میں نمایاں مقام حاصل کیا اور صفحات تاریخ پر انمٹ نقوش ثبت فرمائے ان میں نابغۂ عصر حضرت صدر العلماء علیہ الرحمہ کی شخصیت بہت نمایاں ہے۔ حضرت صدر العلماء علیہ الرحمہ بیسوی صدی کے اوائل میں ہندوستان کے ایک ایسے خانوادے میں پیدا ہوئے جو صدیوں سے اسلام اور علوم اسلامیہ کی خدمت کرتا چلا آرہا تھا۔ آپ نے جب شعور کی آنکھ کھولی تو آپ کے جد امجد زبدۃ العارفین حضرت علامہ مولانا حکیم سید سخاوت حسین علیہ الرحمۃ والرضوان کے علم وفضل کا تذکرہ بارگاہ امام احمد رضا سے لے کر عوام تک زبان زد تھا۔ علمائے کرام آپ کے خانوادے اور خاص طور سے آپ کے جد امجد علیہ الرحمہ کا نام بڑے ہی احترام سے لیتے تھے آپ کے جد امجد کے علاوہ ان کے دیگر برادران جنہیں اسلامی غیرت وحمیت اور فتاوی جہاد کی تائید وحمایت کی بناء پر انگریزوں نے گرفتار کر کے شہید کر دیا تھا، ان کی جرأت وشجاعت اور جہاد آزادی میں ان کی شرکت مسلمانان ہند کے لئے باعث فخر تھی۔

آپ کے جد امجد کے ارشد تلامذہ میں جناب نواب احمد سعید خاں صاحب شیروانی والی ریاست داروں علی گڑھ کافی مشہور ہوئے۔ یہ نواب احمد خاں صاحب ہی ہیں جنہوں نے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی تدریسی خدمات داروں کے لئے حاصل کی تھیں اور ان کی تدریس کے بارے میں وہ کہا کرتے تھے کہ موجودہ زمانے میں صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی جیسا مدرس ہندوستان میں ناپید ہے۔

شہزادۂ غزالیٔ دوراں حضرت علامہ

سید حامد سعید کاظمی صاحب

(وفاقی وزیر مذہبی امور پاکستان)

ایسی صورت میں یقیناً امام النحو، فخر المحدثین، شیخ المدرسین صدر العلماء حضرت سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان کے حالات وواقعات کو ضبط تحریر میں لانا اور ان کی نشر واشاعت کرنا بہت سے بجھے ہوئے دلوں کے اجالے کا سبب بنے گا۔

علم کی عظمت کسی دلیل کی محتاج نہیں، شرف انسانیت ہو، مقام ولایت ہو یا عظمت نبوت، سبھی معرفت الٰہی کے درجات ہیں، معرفت کو علم کا مترادف گردانا شاید بہت زیادہ غلط بھی نہیں ہے، جب علم کو عمل کا سہارا ملتا ہے تو بلندی کا سفر آسان ہو جاتا ہے، لیکن اس سب کچھ کے لئے جہاں جوہر قابل درکار ہے وہاں اس کٹھن راستہ پر چلنے کے لئے امنگ، ہمک اور آمادگی بھی شرط ہے، قابل ترین اساتذہ سے شرف تلمذ ہو مگر عقل وفہم کی نارسائی ہو، یا طبیعت میں اغماض واحتراز ہو اور محنت کے لئے اکراہ وامتناع کی کیفیت ہو تو کسب فیض ممکن نہیں ہوتا، حضرت صدر العلماء کی تحقیق ہو یا تدقیق، تصانیف ہوں یا تلامذہ سبھی ان کی شان ومرتبے پر بلند آہنگ میں گواہی دے رہے ہیں۔

میں سوچتا ہوں کہ حضرت علامہ نظام الدین بلیاوی، ریحان ملت حضرت قبلہ ریحان رضا خاں بریلوی، حضرت مفتی شریف الحق امجدی شارح بخاری، قائد اہلسنت شاہ احمد نورانی صدیقی ،خطیب مشرق حضرت مولانا مشتاق احمد نظامی اور مبلغ اسلام حضرت علامہ عارف اللہ شاہ قادری جیسے متبحر، معروف اور مستند علماء نے جو علم وفضل کی آبرو تصور ہوتے ہوں، جس کے دسترخوان علم سے خوشہ چینی کی ہو، ان شہیر علماء نے جس کا شاگرد ہونے پر ناز کیا ہو، ان اکابر نے جس ہستی سے تعلق کو اپنا حوالہ اور شناخت بنایا ہو اس ہستی کا اپنا مقام کیا ہوگا؟۔

بارہا دل نے کہا مجھ سے کہ "اے شعبدہ گر،،
تو کہ الفاظ سے اصنام گری کرتا ہے

بارہا دل کی یہ بات سنی اور چاہا
مان لوں مجھ سے جو وجدان میرا کہتا ہے

کبھی اس حسن دل آرام کی تصویر بنا
جو تری سوچ کے خاکوں میں لہو بھرتا ہے

لیکن اس عجز سے ہارا میرے فن کا جادو
چاند کو چاند سے بڑھکر کوئی کیا کہتا ہے

استاذ العلما، حضرت علامہ مفتی

محمد ایوب صاحب نعیمی

(شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ مراد آباد یوپی)

صدر العلماء علامہ مولانا الشاہ سید غلام جیلانی میرٹھی صاحب قدس سرہ العزیز ان نفوس قدسیہ میں سے ایک ہیں جن کو مولی تبارک وتعالی نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ مبارکہ سے علم ومعرفت کا سمندر بنایا تھا تحقیق میں نیر تاباں اور تفہیم میں مہر درخشاں تھے۔ مرکزی دار العلوم جامعہ نعیمیہ مراد آباد یوپی میں ۱۹۶۱ء سے ۱۹۷۶ء تک ہر سال مسلسل طلبہ کے امتحان کے لئے تشریف فرما ہوتے جس کا ثبوت جامعہ کے رجسٹر میں دستخط مبارک، ثبت اور یادگار ہے، فقیر کو بارہا مسائل سے متعلق گفتگو کا شرف حاصل ہوتا، بیان سے ایسا ظاہر ہوتا کہ مشائخ وفقہاء کی کتابیں ذہن مبارک میں مکتوب ہیں جن کے حوالے اور عبارتیں بلا تامل سنا رہے ہیں۔ ذوق مطالعہ کا عالم یہ تھا کہ جب بھی تشریف لاتے تو ضروری مصروفیتوں سے فارغ ہونے کے بعد اسلاف کی کتابیں طلب فرماتے اور ان سے اسرار وحکم کا اظہار فرماتے، اور باتوں ہی باتوں میں بعض مقامات پر ہونے والے تعارض کا ازالہ فرما دیتے مجھے یاد ہے کہ ایک موقعہ پر حضرت استاذ محترم عمدۃ المحققین مولانا محمد حبیب اللہ صاحب علیہ الرحمہ نے طحطاوی کی عبارتوں میں تعارض کا اظہار فرمایا تو برجستہ آپ نے جواب دیا کہ مولانا میں نے تاریخ دیکھی ہے کہ حضرت علامہ سید احمد طحطاوی کی وہ پہلی تحقیق تھی جس سے انہوں نے رجوع فرما لیا ہے، پھر اس کو ثابت فرمایا، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز اور آقائے نعمت حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ سے والہانہ عقیدت تھی فرماتے تھے اپنی تحقیقات میں اگر ان بزرگوں کی تحقیق بھی مل جائے تو اس پر حق وصداقت کی مہر ثبت ہو جاتی ہے، اسی طرح حضرت صدر العلماء بے شمار خوبیوں اور کمالات کے حامل تھے جن کا احاطہ آسان نہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ان کے فیوض و برکات سے ہمیں اور جملہ ارباب عقیدت کو محفوظ فرمائے اور ان کی تالیفات کو جو تحقیق ملت کا بہترین سرمایہ ہیں مقبول خاص وعام فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ الکریم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

رئیس القلم حضرت علامہ ومولانا

یٰسین اختر صاحب مصباحی اعظمی

(بانی دارالقلم، ذاکر نگر، دہلی)

بشیر القاری بشرح صحیح البخاری حضرت صدر العلما میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ایک شاہکار دینی وعلمی خدمت ہے جو اس وقت میرے پیش نظر ہے۔ صحیح بخاری جلد اول کی صرف سات ابتدائی احادیث کریمہ کے ترجمہ و تشریح پر مشتمل یہ بشیر القاری علمائے اہل سنت کے ذوق تحقیق اور ان کی ژرف نگاہی وکمال ادب واحترام کا ایک بیش قیمت نمونہ ہے۔ زیر بحث احادیث کریمہ یہ ہیں۔

(۱) حدیث "انما الاعمال بالنیات"	از ص ۲۲ / تا ص ۶۵
(۲) حدیث اقسام وحی	از ص ۶۶ / تا ص ۸۸
(۳) حدیث غار حراء	از ص ۸۸ / تا ص ۱۳۷
(۴) حدیث فترت وحی	از ص ۱۳۷ / تا ص ۱۵۵
(۵) حدیث مسلسل بالشفتین	از ص ۱۵۵ / تا ص ۱۶۷
(۶) حدیث دورۂ قرآن	از ص ۱۶۸ / تا ص ۱۷۳
(۷) حدیث ہرقل	از ص ۱۷۳ / تا ص ۲۲۹

پھر ترجمۃ الباب اور احادیث کے درمیان تطبیق از: (ص ۲۳۰ / تا ص ۲۴۸) جب کہ آغاز کتاب میں ص ۱ / تا ص ۴۰ / میں دیباچہ بشیر القاری ہے اور اس کے بعد دوبارہ ص ایک سے ۲۴۸ / تک پوری کتاب ہے۔ اس طرح تین صفحات کی فہرست قبل دیباچہ، چالیس صفحات کا دیباچہ قبل کتاب ہے اور بڑے سائز پر مکتبہ الجیلانی سنبھل ضلع مراد آباد یوپی نے اسے شائع کیا ہے۔ طابع وناشر کی جانب سے کتاب پر نہ کوئی تعارف و تبصرہ و پیش لفظ ہے اور نہ ہی اس پر کہیں سال طباعت کا اندراج ہے۔

یوں تو پوری کتاب ہی صدر العلما میرٹھی کی تحقیق وتفحص کے اعلیٰ معیار کا نمونہ ہے مگر حدیث تسمیہ و تحمید میں دفع تعارض، بارگاہ رسالت میں درود وسلام کی پیشی اور اس کے طریقے۔ وحی انبیاء کے اقسام اور اس کی صورتیں۔ حدیث "انما الاعمال بالنیات" میں نیت وعزم اعمال وافعال کی تحقیق۔ ما انا بقارئ کا تحقیقی معنی ومفہوم۔ سجدۂ عبادت وتعظیم کا حکم اور فرق جیسی بحثیں قابل مطالعہ ہیں جن سے صدر العلما کے وفور علم اور وسعت مطالعہ کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔ جگہ جگہ بعض دیوبندی محدثین کی بھی خبر گیری کی گئی ہے اور ان کی حدیث دانی کا انہیں آئینہ دکھایا گیا ہے۔

استاذ المدرسین

حضرت علامہ مولینا مفتی، حافظ

محمد عبد الستار صاحب سعیدی

شیخ الحدیث ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور پاکستان

صدر العلماء، مرجع الفضلاء، امام النحو، عمدۃ المحققین، زبدۃ المدققین، فخر المتکلمین، بحر العلوم سیاحِ بادیہ شریعت، سباحِ بحرِ طریقت، سباقِ میدانِ معرفت و حقیقت، شیخ الحدیث والتفسیر، شارحِ بخاری حضرت علامہ مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی رحمہ اللہ تعالیٰ و نور مرقدہ، رب کریم جلّ مجدہ کی نشانیوں میں سے ایک عظیم نشانی تھے۔ جن کی زیارت کرنے سے خدا یاد آجاتا۔ آپ کو پروردگار عالم نے متعدد و متنوع کمالات و اوصاف اور فضائل و مناقب سے مالا مال فرمایا۔ تبلیغ و اشاعتِ دین کے طرق ثلثہ یعنی تدریس، تصنیف، اور تقریر میں سے اول الذکر دونوں وصف آپ کی ذاتِ والا صفات میں علیٰ وجہ الکمال موجود تھے۔ اور بعض اوقات تقریر بھی فرماتے تو وہ بھی دلائل و براہین سے مزین و مجلّی ہوتی۔ علوم دینیہ، فوائد تفسیریہ و حدیثیہ اور مسائل فقہیہ و کلامیہ میں مہارت تامہ رکھنے کے ساتھ ساتھ علومِ عقلیہ میں بھی آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ علاوہ ازیں علمِ بلاغت و نحو میں کوئی معاصر ان کے ہم پلہ نہیں ہوا۔ چنانچہ آپ کی علمِ نحو میں تحریر کردہ تصانیف جلیلہ "بشیر الناجیہ شرح کافیہ، البشیر الکامل شرح شرح مأۃ عامل، اور البشیر شرح نحو میر اس پر شاہد ہیں۔ اور بشیر القاری بشرح صحیح البخاری کو دیکھ کر علمِ حدیث، اصولِ حدیث، اسماء الرجال، اور جرح و تعدیل میں آپ کی تبحرِ علمی اور تعمقِ نظری کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ نے اپنی تمام تصانیف میں جہاں تحقیقات و تدقیقات کے دریا بہاتے ہوئے علمی و فکری ذخائر و خزائن لٹائے ہیں وہیں مصنف، محشی، اور شارح بننے کے شوقین جھوٹے مدعیانِ علم و فن کی فنی، فکری، ادبی، اور اعتقادی خطاؤں پر انتہائی مضبوط، مدلّل اور دیانتدارانہ گرفت بھی فرمائی ہے۔ اسی اسلوب نے ان تصانیف کی افادیت کو مزید بڑھا دیا ہے۔ آپ کے تلامذہ میں ہزارہا جید علماء، کامل محققین، اور شیوخ حدیث و تفسیر کا موجود ہونا آپ کے متبحر عالم دین ہونے کی بیّن دلیل ہے۔

عالم شہیر، فاضل جلیل حضرت علامہ

محمد حنیف خاں صاحب رضوی بریلوی

(صدر المدرسین جامعہ نوریہ بریلی شریف)

اللہ رب العزت جل مجدہ اپنے فضل خاص سے ہر دور میں علماء ربانیین کا نورانی قافلہ بھیجتا ہے۔ جو حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے سچے جانشین اور وارث ہوتے ہیں۔ ان کے شب و روز علوم نبویہ کی اشاعت اور دین متین کے احیاء میں گذرتے ہیں۔ احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ انجام دینا انکا محبوب مشغلہ ہوتا ہے۔ غلط روی اور گمراہی کی دلدل سے لوگوں کو نکال کر حق وصداقت کی راہ پر گامزن کرنا ان کا شعار کہلاتا ہے۔

امام النحو والادب، وارث علوم محبوب رب۔ صدر العلماء، بدر الفضلاء۔ شارح بخاری، مصنف بشیر القاری۔ بشارت غوث صمدانی، حضرت علامہ مفتی شاہ غلام جیلانی نور اللہ مرقدہ و برد مضجعہ بھی انہیں علماء ربانیین میں سے ایک تھے جنھوں نے مدۃ العمر اپنے علم وفضل سے امت مسلمہ کے قلوب کو مجلی ومصفی فرمایا۔ طلبہ واساتذہ کو اپنے علوم ومعارف سے شعور وآگہی بخشی۔ نصف صدی تک فنون وادب کا درس دیا۔ اور ان مدعیان علم ودانش کے چہروں سے نقاب کشائی بھی کی جو رہبری کے بھیس میں رہزنی کر رہے تھے۔ آپ کی ہر تصنیف ہمارے اس دعوی کی واضح دلیل اور بین ثبوت ہے۔

راقم الحروف نے اپنے دور طالب علمی میں ان کا متعدد بار دیدار کیا لیکن کبھی ان سے گفتگو کرنے کی ہمت نہیں ہوئی چہرۂ اقدس بارعب اور جلال وجمال کا آئینہ تھا جس سے علم ودانش کا نور ٹپکتا اور فضل وکمال کے آثار نمایاں رہتے۔

آپ کی تحریر مشہور مقولہ "خیر الکلام ما قل و دل ولم یمل" کی سچی تصویر ہوتی تھی جسکی سطر سطر سے علم وعرفان کے سوتے پھوٹتے نظر آتے ہیں۔ یوں تو آپ نے اہل علم کے لئے اپنی متعدد یادگار تصانیف چھوڑی ہیں لیکن ان میں "بشیر القاری بشرح صحیح البخاری" نہایت معرکۃ الآراء تصنیف ہے۔ اس کتاب میں آپ نے اگرچہ بخاری شریف کی ابتدائی چند احادیث ہی کی شرح فرمائی ہے لیکن اردو شروح میں اتنی شرح و بسط کے ساتھ لکھی جانے والی یہ پہلی کتاب ہے جو اپنی تحقیقات عالیہ اور تدقیقات رائقہ کے اعتبار سے سب پر فائق ہے۔ اگر آپ کی عمر وفا کرتی اور پوری کتاب کی شرح فرمادیتے تو پھر اس سے بڑی شرح شاید ہی ذخیرۂ حدیث میں دوسری ہوتی۔

مصنف جلیل، ادیب شہیر حضرت علامہ مولانا

محمد منشا تابش قصوری صاحب

(استاد جامعہ نظامیہ لاہور پاکستان)

اظہار علم اور خدمت دینیہ کا تیسرا بڑا شعبہ قلم سے متعلق ہے یہ ایک ایسا شعبہ ہے جو اپنی آفاقی حیثیت اور ہمہ گیری کے باعث بڑا امتیاز ہے۔ قلم کی طاقت زمانے کے ساتھ محدود نہیں۔ پہلے دونوں شعبے زندگی سے وابستہ ہیں۔ انسان زندہ ہے تو میدان خطابت کا شہسوار بھی ہے اور مسند تدریس کی زینت بھی مگر فانی سے راہی بقا ہوا تو محراب و منبر اور مسند درس و تدریس وارشاد خالی کسی اور کی راہ تکتی ہے، لیکن قلم کو زوال نہیں، مرنے کے بعد بھی اس کی زندگی کے شواہد قلم اور قرطاس ہوتے ہیں، نہ صرف موجودہ لوگ قلم کے فیضان سے بہرہ مند ہوتے ہیں بلکہ نسلاً بعد نسل اس کی قلمی تبلیغ اپنا اثر دکھاتی اور پھیلاتی رہتی ہے، قرآن کریم نے بڑے عمدہ پیرائے میں قلم کی تحسین فرمائی اور اس کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ ﴿ن ۞ والقلم وما یسطرون﴾ اس پر شاہد عادل ہے کسی نے کیا خوب کہا۔

یہ حقیقت افروز بات اس خوبصورتی سے ادا کی گئی ہے کہ اسے اہل قلم کے دل کی آواز کہا جا سکتا ہے اور پھر اس مترنم لے میں قلم کے ساز ہی عیاں ہیں! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدات و مکتوبات سے بھی قلم کے تقدس کو بام عروج عطا فرمایا۔

ماضی حال مستقبل قلم سے ہی مربوط ہیں، قلم نے ماضی کے افسانے سنائے قلم نے حال کو بحال رکھا اور قلم ہی وہ واحد ذریعہ ہے جس نے مستقبل کی خبریں نوک زبان سے بیان کیں۔ قرآن کریم کتب سماویہ کتب احادیث و تفاسیر تاریخ و سوانح، ادب و فلسفہ، طب اور سائنس نیز صرف و نحو اور جملہ علوم و فنون کے جلووں میں قلم ہی کی طاقت کارفرما ہے۔

ہر صاحب علم و ادب قلم کی ان گنت خوبیوں کا معترف ہے اور یہی قلم ہے جسے صدر العلماء، امام النحو حضرت علامہ مولانا سید غلام جیلانی اشرفی میرٹھی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بڑی مستعدی سے چلایا، دوران تدریس فنی علوم پر شب و روز علمی جواہرات سے قرطاس ابیض کو آراستہ پیراستہ کیا اور علم نحو کی شہرہ آفاق کتابیں نحو میر شرح مائۃ عامل اور کافیہ کی ایسی کامیاب شرحیں لکھیں جن کی مثال نہیں ملتی، اسی طرح شرعی اور روزمرہ پیش آنے والے مسائل پر نظام شریعت تصنیف فرما کر عوام مسلمین کی ضروریات شرعیہ کو بڑی حد تک خود کفیل بنانے کی طرح ڈالی نیز بشیر القاری کے نام سے بخاری شریف کی عدیم النظیر شرح قلم بند فرمائی جس سے زمانہ ہمیشہ مستفیض ہوتا رہے گا۔

بدیع المثال حضرت علامہ پیرزادہ

امداد حسین صاحب (ناٹنگھم انگلینڈ)

(بانی ومہتمم، جامعۃ الکرم، ناٹنگھم انگلینڈ)

صدر العلماء حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ گیارہ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ کو علیگڑھ انڈیا میں پیدا ہوئے۔ اوراسّی سال عمر گزار کر ۱۳۹۸ھ میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

(تعلیم): زیادہ تر تعلیم جامعہ نعیمیہ انڈیا میں حاصل کی، جہاں حضور صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ العزیز کی شاگردی کا شرف بھی حاصل ہوا۔ میرے استاذ گرامی وقار اور مرشد کامل حضور ضیاء الامت حضرت پیر کرم شاہ صاحب الازہری رحمۃ اللہ علیہ (صاحب تفسیر ضیاء القرآن اور مصنف ضیاء النبی) نے بھی جامعہ نعیمیہ میں دورۂ حدیث کیا۔ اس طرح حضرت صدر العلماء اور حضرت ضیاء الامت دونوں آپس میں استاذ بھائی ٹھہرے۔

حضرت صدر العلماء کو شروع سے علم نحو کے ساتھ خصوصی لگاؤ تھا اور زمانہ طالبعلمی میں نحو کی مشہور کتاب 'کافیہ' مکمل زبانی یاد کرلی تھی۔ آپ نے حضور صدر الشریعہ حضرت مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ (مصنف بہار شریعت) سے بھی اکتساب فیض کیا۔

(محسنین کی قدر دانی): اہل علم وعرفان اپنے محسنین کو ہمیشہ یاد رکھتے ہیں۔ اسی لئے حضرت صدر العلماء نے شرح نحو میر لکھکر اپنے استاذ شاہ عبد العزیز خانصاحب فتحپوری کی خدمت میں پیش کی۔ اور کافیہ کی شرح اپنے روحانی سلسلہ کے تاجدار حضرت مولانا سید شاہ محمد مختار اشرف جیلانی کچھوچھوی کی طرف منسوب کی۔ اور البشیر الکامل کوشہزادہ اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خانصاحب رضوی بریلوی کی طرف منسوب کیا۔

(کسر نفسی): بے شمار علمائے کرام کے استاذ، اہم ترین کتب کے مصنف اور بالخصوص علم نحو میں امامت کا درجہ رکھنے کے باوجود کسر نفسی کا یہ عالم ہے کہ اپنے آپ کو "فقیر" کے نام سے متعارف کراتے ہیں۔ لیکن دنیا انہیں "صدر العلماء" کے لقب سے یاد کرتی ہے۔

(عشق رسول): موضوع سخن کچھ بھی ہو، سوال کا تعلق کسی چیز سے ہو جہاں کہیں عظمت رسول کا پہلو نکلتا ہو اس سے بھرپور فائدہ اٹھاتے، اور رسول اکرم کی عظمتوں کا ذکر کرکے اپنے دل کی تسکین کا سامان پیدا فرماتے ہیں۔

عالم جلیل حضرت علامہ ڈاکٹر

جلال الدین احمد نوری صاحب

(استاد شعبہ علوم اسلامی جامعہ کراچی پاکستان)

امین شریعت مفتی کانپور حضرت علامہ رفاقت حسین صاحب، شیخ الحدیث حضرت علامہ سردار احمد صاحب مجاہد ملت حضرت علامہ حبیب الرحمٰن صاحب جلالۃ العلم شیخ الحدیث حضرت علامہ عبد العزیز صاحب دار العلوم اشرفیہ مبارک پور رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کے خصوصی رفقائے درس رہے تھے اگرچہ آخر الذکر حضرت جلالۃ العلم علامہ عبد العزیز صاحب نے حضرت استاذی علامہ مولانا غلام جیلانی میرٹھی سے کافیہ کا درس بھی لیا ہے

آپ نے تدریس کی ابتداء مدرسہ محمدیہ جائس سے کی (وہیں آپ کے ایک صاحبزادے مدفون ہیں) ایک سال کے بعد علامہ مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی کی دعوت پر دار العلوم عظمت نشان کرنال کے صدر مدرس ہوکر تشریف لے گئے۔ سوا سال کے بعد کانپور کی مرکزی سنی درسگاہ احسن المدارس قدیم میں صدر مدرس ہوکر آئے۔ شوال ۱۹۳۵ء میں خان بہادر الحاج بھیا بشیر الدین رئیس اعظم لال کرتی میرٹھ کی دعوت پر ان کے مدرسہ اسلامی اندرکوٹ میرٹھ کے منصب صدارت مدرسین کو رونق بخشی۔

آپ کو حضرت قطب وقت حافظ سید محمد ابراہیم ساکن سراوہ شریف سے غایت عقیدت تھی۔ جبکہ آپ کو بیعت وخلافت کا شرف شیخ المشائخ حضرت مولانا سید شاہ علی حسین اشرفی میاں سرکار کچھوچھہ مقدسہ سے حاصل تھا۔ ۱۳۸۹ء میں حج وزیارت سے بہرور ہوئے۔ راقم السطور نے ۱۹۷۰ء میں دار العلوم امجدیہ کراچی میں جب آپ تین ماہ کے لئے تشریف لائے تھے تو نحو ومنطق کی کتابوں کا آپ سے درس لیا۔ آپ درس نظامی کے جملہ فنون میں مکمل مہارت تامہ رکھتے تھے۔ فقط

(صد سالہ منظر اسلام نمبر ص ۱۷۹)

حضرت علامہ مولانا مفتی

محمود احمد صاحب قادری رفاقتی

(صاحبزادہ حضرت امینِ شریعت، مظفر پور، بہار)

۱۹۶۳ء میں علامہ اجل، آفتابِ ہند حضرت صدر العلماء والمدرسین مولانا الحاج سید شاہ غلام جیلانی اشرفی محدث میرٹھی شارح بخاری علیہ الرحمہ کی خدمت بابرکت میں تحصیل علوم وفنون کے لئے حاضر ہوا۔ حضرت صدر العلماء بھی حضور پرنور مخدوم الاولیاء (اعلیٰحضرت، اشرفی میاں) قدس سرہ کے وابستگان دامن تھے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اپنے پیرومرشد کی عقیدت ومحبت میں غرق تھے، ذکر پاک ان کی مبارک زبان سے بھی کثرت سے ہوتا تھا مگر ان کے حضور میں گزارش کا دھیان نہیں آیا۔ تفصیلی انہماک حد درجہ تھا۔ عظیم البرکۃ، رفیع الدرجہ، سیدی الاستاذ صدر العلماء، سلطان المحققین قدس سرہ راقم الحروف کے سیدی الوالد قدس سرہ کے رفیقِ درس، برادرِ طریقت اور نہایت درجہ مخلص دوست تھے اور دونوں ایک دوسرے کے حد درجہ مداح ومعترف بھی۔ اس تعلق سے بھی حضرت صدر العلماء کی خاص الخاص عنایت شامل تھی۔ جس قدر پڑھنے میں متوجہ تھا، خدمت گزاری میں بھی اسی حد تک تھا، بلکہ زیادہ تھا۔ راقم الحروف کے دور میں حضرت سیدی الاستاذ الکریم صدر العلماء، سلطان المحققین قدس سرہ کی زبان مبارک پر جس قدر راقم الحروف کا نام آتا تھا اس میں کسی دوسرے کا حصہ نہ تھا۔ حضرت سیدی الاستاذ الکریم، صدر العلماء سلطان المحققین قدس سرہ نے بشیر القاری بشرح صحیح البخاری کے دیباچہ میں حضور پرنور اعلیٰ حضرت قدسی منزلت مخدوم الاولیاء محبوب ربانی قدس سرہ کا ذکر پاک تحریر فرمایا ہے، اور "اسلامی میتھے" کے نام سے مجوزہ تصنیف میں تفصیل سے لکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا، مگر مشیتِ الٰہی، اس کا موقع حضرت نہ پاسکے۔

سیدی استاذی الکریم مولانا سید غلام جیلانی محدث میرٹھی قدس سرہ نے فرمایا۔ حضور (اشرفی میاں قدس سرہ) نے ایک عارفانہ کلام موزوں فرمایا جس کا قافیہ "ہو بہو" تھا۔ قیام اس وقت لاہور میں تھا، سید حبیب صاحب ایڈیٹر نے اپنے اخبار "روزنامہ سیاست لاہور" میں چھاپا۔ اس میں حضور کی طرف سے یہ اعلان بھی چھاپا کہ اساتذۂ فن شعر، قافیہ کہیں! علامہ جو حضور کے خاص نیازمند اور مرید تھے انہوں نے بھی کوشش کی مگر قافیہ ہاتھ نہیں آیا۔ سیاست لاہور کا وہ شمارہ حضرت محدث میرٹھی علیہ الرحمہ کے پاس محفوظ تھا۔ (حیاتِ مخدوم الاولیاء ص ۲۱۲،۲۰)

رئیس الاساتذہ حضرت علامہ مفتی

محمد شفیق صاحب شریفی

(صدر المدرسین دارالعلوم غریب نواز الہ آباد)

قدوۃ السالکین ، زبدۃ العارفین ، اشرف المشائخ

حضرت شاہ سید علی حسین صاحب کچھوچھوی کے دست حق پر بریلی شریف میں بموقع عرس رضوی ۱۹۲۲ء میں شرف بیعت حاصل کیا اور دار الخیر اجمیر شریف میں بتاریخ ۱۲ رذی الحجہ ۱۳۵۰ھ میں خلافت سے نوازے گئے۔ ایک کلاہ اور استعمالی جبہ بھی عطا فرمایا، سلاسل اربعہ مشہورہ کے ساتھ ساتھ سلسلہ منوریہ کی بھی اجازت عطا فرمائی جس میں وسائط قلیل ہیں حضور غوث پاک رضی اللہ تعالی عنہ تک صرف پانچ واسطے پڑتے ہیں۔

حضرت صدر العلماء امام النحو حضرت علامہ سید غلام جیلانی علیہ الرحمہ کے علم وفضل اور تبحر علمی پر ان کے ارشد تلامذہ اور ان کی وقیع تصنیفات سے کامل روشنی ملتی ہے۔ انہیں سید المتکلمین، رئیس المحققین، اخفش عصر، امام النحو، رأس الفقہاء والمحدثین کے باوقار خطابوں سے یاد کیا جائے تو کم ہے۔ یقیناً وہ عصر حاضر کے بوعلی سینا اور فارابی تھے۔ بزم ارشاد و تبلیغ کے شبلی وجنید تھے۔ میدان تصنیف کے فاتح شہسوار تھے۔

قمر العلماء حضرت علامہ مولانا

قمر الحسن صاحب قادری قمر بستوی

(صدر بزم حسان، ہیوسٹن، امریکہ)

حضرت صدر العلماء کی عملی زندگی میں تصوف کی حرارت محسوس ہوتی ہے، اور بشیر القاری شرح بخاری کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ کی فکر تصوف کے ادراکات میں غوطہ زن ہے۔ بلکہ سچ بات تو یہ ہے کہ بشیر القاری میں احادیث کی توضیحات میں تصوف کے مسائل جس نازک فکری سے مستدل کیے گئے ہیں اس سے عصر حاضر میں منکرین تصوف کے لئے لمحہ فکریہ ہوگیا ہے۔ جو تصوف کی عظمتوں سے آنکھ چرا کر اس کے دامن تقدیس کو داغدار کرنے کی ناپاک کوشش کر رہے ہیں۔ وہ اگر بشیر القاری کو غیر جانبدار ہوکر نظر اعتدال سے مطالعہ کریں تو ان کو اپنے ذہن کی کجی اور فکری بے راہ روی کا احساس ہوگا۔ ”اللھم اھدھم الی الصراط السوی اعتی التصوف“ آمین۔

علمی جولانیت کے ساتھ روح کی پاکیزگی کا ایسا حسین امتزاج جس سے صدر العلماء کو ایک گداز دل، سوختہ روح، گریاں چشم، اور بے تاب جگر عطا کر دیا تھا، کہ ”قال اللہ و قال الرسول ﷺ“ کی گہرائیوں میں اتر کر وہ تصوف کے در یکتا کو چن لیا کرتے تھے اور شب کی خلوتوں میں وہ ایک لرزیدہ بدن، بے قرار دل اور مرتعش ہاتھ کے ساتھ اپنے مولیٰ کی بارگاہ میں جھک کر جب اس کو راضی کرنے کا جتن کر رہے ہوتے وہ لمحے کتنے قیمتی تھے۔

رئیس المحررین حضرت علامہ پیر سید

رُکنُ الدِّین صابا اصدق مصباحی

(گدی نشین آستانۂ عالیہ چشتیہ، نالندہ، بہار)

میانہ قد، گداز بدن، کتابی چہرہ، کشادہ پیشانی، روشن آنکھیں، چوڑا سینہ، گھنی داڑھی دراز مگر گولائی لئے ہوئے۔ اور دونوں شانوں کو چھوتی ہوئی۔ آواز نہایت رعب دار اور شخصیت بے حد پر کشش۔ یہ تھے سواد اعظم اہل سنت کے صدر العلماء حضرت مولانا سید غلام جیلانی صاحب میرٹھی نور اللہ مرقدہ۔

میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی صاحب اعظمی علیہ الرحمہ اپنی آخری عمر میں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "میں دنیا سے مطمئن جاؤں گا کہ اپنے بعد سید غلام جیلانی میرٹھی کو عالم چھوڑ کر جارہا ہوں"۔ سبحان اللہ! یہ وہ بول رہا ہے جس کے شاگردوں کی صف کی مثال یہ ہے کہ

ایں خانہ ہمہ آفتاب است اس ارشاد کی روشنی میں حضور صدر الشریعہ کے شاگردوں کی صف میں آپ کی صدارت علمی مسلم ہے تعصب اور تنگ نظری سے بالاتر ہو کر اس جملے کا بغائر مطالعہ کیا جائے تو اس میں آپ کے معاصرین اور ہم درسوں کی کوئی تحقیر نہیں ہے۔ اس سے اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ استاذ محترم کو اپنے شاگرد کی علمی گہرائی و گیرائی پر پورا پورا اعتماد تھا۔ ہاں استاذ کا اپنے شاگرد پر فخر و اعتماد، شاگرد کے لئے وجہ افتخار ضرور بن سکتا ہے، مگر سعادتمند لوگ خود کو اس کا مستحق نہ گردان کر حضرت استاذ کی نوازش پر اسے محمول کرتے ہیں۔ اور ان کے ساز دل سے ہر دم یہی آواز آتی ہے ۔

جب تک بکے نہ تھے تو کوئی پوچھتا نہ تھا
تم نے خرید کر مجھے انمول کر دیا

مصنف بے نظیر حضرت علامہ مولانا

بدر القادری صاحب

(بانی اسلامک اکیڈمی، ڈین ہاگ، ہالینڈ)

حضرت صدر العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان ان مردان جلیل کے زمرے میں آتے ہیں جنہوں نے خدمات دینیہ اور اہل سنت کی تبلیغ کے کام اس انہماک اور توجہ سے سرانجام دیئے کہ اپنے مشن میں گردو پیش کی تمام دنیا سے بے پرواہ ہوگئے۔ حضرت کے دور طالب علمی سے لے کر اخیر دور حیات پر نگاہ دوڑایئے تو ایک سیماب صفت، بیقرار روح سے تعارف ہوتا ہے۔ حضرت صدر العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کی سوانح ہماری ملت کا سرمایہ ہے۔ ضرورت ہے کہ اسے قلم بند کیا جائے ان کی حفاظت کی جائے اور ان کی پر مشقت اور قابل تقلید زندگی آنے والی نسلوں کے لئے باوقار انداز میں پیش کی جائے۔ ورنہ امتداد زمانہ کے ساتھ وہ قیمتی افراد جن کے سینے ایسے بزرگوں کے کارناموں کے امین ہوتے ہیں رفتہ رفتہ رخصت ہوجاتے ہیں اور پھر روایات کا جمع کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ یقیناً میں ذاتی طور پر بارگاہ صدر العلماء میں حاضری سے شرمسار ہوں کہ مختلف جہتوں سے یاد دہانیوں کے باوجود میں اپنی فضول مشغولیات سے اس کام کے لئے وقت نکال کر کچھ نہ کر سکا۔

حضرت صدر العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان ہمارے عہد زریں کی ایک ناقابل فراموش شخصیت ہیں جو حسب ونسب اور اخلاق و کردار ہر لحاظ سے قابل فخر اور قابل تقلید ہیں۔

خطیب اسلام حضرت علامہ مفتی

محمد مکرم صاحب نقشبندی مجددی

(شاہی امام جامع مسجد فتحپوری دہلی)

حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اسلاف کی یادگار تھی، علمی استعداد میں وہ امام النحو اور استاذ الاساتذہ کے جلیل القدر منصب پر فائز ہوئے، مدرسہ انجمن اہل سنت بازار دیوان مرادآباد سے ان کے تعلیمی سفر کا آغاز ہوا۔ یوں کہنا چاہیے کہ ہوش سنبھالتے ہی انہیں جلیل القدر علمائے اہل سنت کی زیارت وصحبت نصیب ہوئی تھی جس کا اثر ان کے مزاج پر تا زندگی قائم رہا۔ شروع سے ہی آپ کو تعلیم کا ذوق تھا، بہت ذہین تھے، اسباق میں پابندی سے شرکت کرتے تھے، اساتذہ کا احترام حد درجہ فرماتے تھے، صرف ونحو میں تو آپ کو بہت ملکہ تھا، گاہے گاہے ان کے اساتذہ بھی دوران اسباق ان سے نحوی مسائل پر استفسار فرمالیا کرتے تھے، اور ان کے جوابات سن کر فرحت کا اظہار فرماتے تھے۔ (صفحہ،۹۔ دیباچہ بشیر القاری)

اساتذہ کی نظر میں کسی شاگرد کو یہ مقام حاصل ہونا سند کی حیثیت رکھتا ہے۔

علامہ غلام جیلانی کو علوم منقولہ اور علوم معقولہ میں مہارت حاصل تھی، امام النحو ہونے کے ساتھ ساتھ وہ بہترین فقیہ، تجربہ کار مفتی، مفسر قرآن کریم، محدث اور منطق وفلسفہ کے ماہر عالم تھے، علم حدیث میں ان کی مہارت ''بشیر القاری شرح بخاری شریف'' سے ظاہر و باہر ہوتی ہے۔ کتاب کے آغاز میں دیباچہ کا اضافہ کر کے انہوں نے فن حدیث اور اصول حدیث کے متعلق مفید معلومات کا اضافہ فرمایا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات وسوانح کو مستند انداز میں اس طرح پیش کیا ہے کہ طلبہ کی نظر میں فنی عقیدت اور شوق کا اضافہ ہوتا ہی چلا جاتا ہے۔ مصنف نے اپنے حالات، اپنے بچپن اور اپنے تعلیمی سفر کو بھی ''حالات خود بقلم خود'' عنوان کے تحت ذکر کیا ہے۔ جس کو پڑھنے سے بہت سی تاریخی حقیقتوں سے واقفیت حاصل ہوتی ہے۔

استاذ المدرسین، حضرت علامہ مفتی

عبد المبین نعمانی صاحب

(صدر مدرس دار العلوم چریاکوٹ، یوپی)

صدر العلماء بدر الفضلاء امام النحو حضرت علامہ سید غلام جیلانی سہسوانی ثم میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان (متوفی ۱۳۹۸ھ) اپنے عہد میں علم وفضل کے جس بلند مقام پر فائز تھے، اس کی مثال ان کے ہم عصروں میں نہیں ملتی، علم نحو کے امام تو تھے ہی حدیث وفقہ اور منطق وفلسفہ میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے، نحو اور حدیث آپ کا خاص فن تھا، آپ کی تمام کتابیں خالص علمی رنگ لئے ہوئے ہیں، ہر ایک میں آپ تحقیقات کا دریا بہاتے چلے جاتے ہیں، البتہ آپ کی ایک کتاب ''مدنی تاجدار کے لیل ونہار'' معروف بہ ''نظام شریعت'' نہایت عام فہم اور عوام الناس کے لئے مفید ترین کتاب ہے، یہ کتاب پہلے قسط وار مضامین کی شکل میں ''مدنی تاجدار کے لیل ونہار'' کے عنوان سے ماہنامہ ''پاسبان'' الہ آباد میں چھپتی رہی، پھر بعد میں ''نظام شریعت'' کے عرفی نام سے کتابی شکل میں منظر عام پر آئی، غالبا اسی وجہ سے اس کی زبان نہایت آسان ہے، بظاہر پوری کتاب نماز ومتعلقات نماز کے مسائل واحکام پر مشتمل ہے، مگر ضمنی طور پر بہت سے دیگر مسائل وقواعد بھی اس میں شامل ہیں، یہ صحیح ہے کہ مسائل واحکام کا موضوع نہایت خشک شمار کیا جاتا ہے، عام طور سے لوگ مسائل واحکام کی کتابوں کو پڑھنے میں اکتاہٹ اور گھبراہٹ محسوس کرتے ہیں اور ان کتابوں کی زبان بھی بہت شیریں نہیں ہو پاتی کہ مقصد بیان مسائل ہوتا ہے نہ کہ عبارت آرائی۔ ''نظام شریعت'' کتب احکام میں اس حیثیت سے نمایاں مقام کی حامل ہے کہ اس میں دینی مسائل نہایت حسین اور دلچسپ پیرائے میں بیان کیے گئے ہیں، یہی وجہ ہے کہ قاری اس کو پڑھتے ہوئے اکتاہٹ نہیں محسوس کرتا بلکہ شروع کرنے کے بعد چاہتا ہے کہ پوری کتاب ختم کر کے ہی دم لے۔

حضرت علامہ مولانا

محمد شمیم اشرف صاحب ازہری حبیبی

(ماریشش)

فقیر (راقم السطور) مجاہد ملت کا خویدم اور خویدم زادہ ہے۔ فقیر کو مجاہد ملت "الہ آباد یو۔ پی" سے بریلی شریف، دار العلوم منظر اسلام میں فاضل ادب کی تیاری کرنے لئے خود لائے، جامعہ ازہر مصر سے منظر اسلام بریلی شریف میں "مبعوث الازہر فی الھند" کی حیثیت سے ایک مصری استاذ آئے ہوئے تھے ان کے پاس "البیان والتبیان ومغنی اللبیب" پڑھتا رہا اور مفسر اعظم علیہ الرحمہ کے حکم پر دورۂ حدیث کے طلباء کے ساتھ بخاری شریف کے درس میں بھی شامل ہو گیا۔ بخاری شریف مفسر اعظم ہی پڑھاتے تھے اور خوب پڑھاتے تھے، آپ اکثر فرماتے تھے کہ ہم کو بخاری آتی ہے بخار نہیں آتا۔ الحمد للہ سالانہ امتحان کا وقت آیا، حسنِ اتفاق سے ممتحن کی حیثیت سے ہمارے ممدوح مکرم (حضرت صدر العلماء) علیہ الرحمہ تشریف لائے، امتحان سے پہلے حضرت مفسر اعظم علیہ الرحمہ نے فقیر کا تعارف حضرت سے اس طرح فرمایا کہ یہ طالب علم "مجاہد ملت" علیہ الرحمہ کا لایا ہوا ہے۔ یہ مصری استاذ سے فاضل ادب کی تیاری کر رہا ہے، اور میں نے اسکو درسِ بخاری میں بھی شامل کر لیا ہے۔ حضرت نے فرمایا "عند الامتحان یکرم الرجل او یھان" پھر ہم سب شرکائے بخاری کا یکے بعد دیگرے امتحان ہوا۔ جب فقیر کا نمبر آیا تو حضرت نے فرمایا کہ آپ سے عربی ادب کے تعلق سے سوالات ہونگے اور مصری صاحب کو بھی طلب فرمایا اور سوالات عربی میں فرمانے لگے، مصری استاذ بہت متاثر ہوئے، اور کہنے لگے "عندک بسطۃ فی العلم والجسم" پھر جو کہا اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ علم حدیث اور عربی بولنے میں ید طولیٰ رکھتے ہیں، آپ ایسی اچھی فصیح عربی بولتے ہیں۔ عام علماء تو نہیں بولتے۔ امتحان ختم ہوا، اب اسناد پر حضرت دستخط کرنے لگے اور مختلف عبارتیں تحریر فرمائیں اور فقیر کی سند پر حضرت نے لکھا "حق بحقدار رسید" پھر دستخط فرمائے۔ یہ "حق" حضرت ممدوح اور حضرت مجاہد ملت کا فیضان و روحانی تصرف ہے۔ الحمد للہ۔ یہ حضرت کی پہلی زیارت تھی دل پر آج تک اس کا اثر ہے اور انشاء اللہ رہیگا۔

عالم شہیر، حضرت علامہ مفتی

یار محمد خان صاحب قادری

(صدر المدرسین دار العلوم سلطان باہو، برمنگھم یو کے)

ڈھونڈو گے ہمیں ملکوں ملکوں   ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم
تعبیر ہے جس کی حسرت و غم   اے ہم نفسو وہ خواب ہیں ہم

امام المحدثین، عمدۃ المحققین، جبل الاستقامۃ، الجامع بین الشریعۃ والطریقۃ، والفائق علی جمیع الاقران فی العلوم النقلیۃ والعقلیۃ، شیخ العرب والعجم حضرت سید غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظیر آپ کے دور میں دنیا بھر میں نہیں تھی، اگر اسلام نام ہے اتباع سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور عشق ومحبت رسول کریم ﷺ میں اپنی ہستی کو گم کر دینے کا، تو بلاشبہ اس دور نامسعود میں صرف ایک شخصیت ایسی تھی جس کے قد موزوں پر ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ کی قبائے شوخ راست آسکتی تھی، میری مراد عرب وعجم کے شیخ مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی ہے جن کی رنگا رنگ اور بوقلموں شخصیت کا اندازہ اس امر سے لگائیں کہ وہ زبردست عالم، مجاہد، مدرس، محقق، مفکر، زاہد شب زندہ دار، مفسر اور محدث تھے۔

میں نے جب بھی ان کے حالات زندگی کو دیکھا تو میرے ذہن میں بے اختیار وہ فقرہ آجاتا ہے جو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ ﴿كُنَيْفٌ مُلِئَ عِلْمًا﴾ یعنی ایک گٹھری ہیں علم سے بھری ہوئی۔

عالمی شہرت یافتہ نعت خواں، پیر

سید فصیح الدین سہروردی

کراچی پاکستان

تذکرۂ حیات امام النحو صدر العلماء حضرت علامہ مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اہلسنت وجماعت کے عظیم دینی سرمایہ تھے۔ ان کی زندگی اشاعت اسلام، ترویج علوم وفنون اور عشق رسول کے لئے وقف تھی۔ رضا اکیڈمی لاہور، پاکستان نے آپ کی حیات مبارکہ پر جو مختصر مگر بڑا عمدہ کتابچہ شائع کیا ہے وہ ایک مستحسن قدم ہے۔ اس کتابچہ کو عوام اہلسنت تک پہنچانے کی ضرورت ہے تاکہ حضرت سید غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات زندگی سے نئی نسل متعارف ہو سکے۔ محب مکرم حضرت مولانا محمد ایوب اشرفی صاحب زید مجدہ (خطیب جامع مسجد نور الاسلام، بولٹن، یو۔ کے) نے بھی اس سلسلہ میں ایک بڑا تاریخی کام انجام دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے بھی عوام وخواص میں مقبول تر بنائے۔ میں ان شاء اللہ تعالیٰ حضرت سید غلام جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے متعلق منقبت کو اپنی کسی کیسٹ میں ریکارڈ کراؤں گا تاکہ بزرگان دین اور علمائے کرام سے جو میری قلبی وابستگی ہے اس میں مزید اضافہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہمیں ایسے بزرگان دین کی تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

منقبت حضرت صدر العلما مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ

از: بحر العلوم حضرت مولانا مفتی عبد المنان صاحب اعظمی، شیخ الحدیث شمس العلوم گھوسی، ۸ر نومبر ۲۰۰۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وہ صدر تھے، وہ شاہ تھے، بلند پایہ گاہ تھے　　فراز چرخ فضل پر، وہ فخر مہر و ماہ تھے
وہ اپنے فقر زہد میں اعلیٰ کی جلوہ گاہ تھے　　وہ اپنے دم سے علم وفن کی جنت نگاہ تھے
خدا کی قدرتوں کے ایک معتبر گواہ تھے

گدائے بوریہ نشیں کچھ ایسے کج کلاہ تھے　　ہزار کاروانِ علم جن کی گرد راہ تھے
وہ سید رہ صفا وہ شمع نور مصطفیٰ　　وہ بندگان خاص میں قبول بارگاہ تھے
وہ کاروان شوق کے امیر و سر براہ تھے

امام صرف و نحو تھے ادب میں غرق و محو تھے　　فقیہ شہر و دہر تھے محدث انام تھے
علوم عقلیہ میں ان کا مرتبہ بلند تھا　　مفسروں کے شیخ تھے کلام کے امام تھے
وہ اپنی خوبیوں میں بے نظیر و بے پناہ تھے

مخالفوں کے شہر میں وہ ایک مرد فرد تھے　　کوئی نہ لب ہلا سکا وہ ایسے شیر مرد تھے
معاندان راہ حق کے حال گرد بروا تھے　　وہ صاحب جہاد تھے، وہ ماہر نبرد تھے
وہ حامیان حق کے میر لشکر و سپاہ تھے

وہ صاحب قلم بھی تھے وہ مالک سخن بھی تھے　　وہ اپنی درسگاہ میں حکیم علم وفن بھی تھے
غریب طالبان دیں پر فضل ذو المنن بھی تھے　　وہ عارفوں کی انجمن کی شمع انجمن بھی تھے
فقیروں کے فقیر اور شہوں کے بادشاہ تھے

وہ منعم نعیم ؒ تھے وہ صدر ؒ کے فطیم تھے　　وہ شیخ اشرفی ؒ کے دائرے کے اک زعیم تھے
وہ حافظ سراوا ؒ کے مصاحب و ندیم تھے　　وہ اپنے ہمسروں میں اک گوہر یتیم تھے
وہ رہ روان حق کی اک عظیم شاہ راہ تھے

میں ان کی بارگاہ کا فقیر بے نوا سہی　　وہ اپنی عظمتوں کے ساتھ میرے خیر خواہ تھے
میں ان کی بارگاہ میں یہ نظم نذر لایا ہوں　　اگرچہ میرے سارے شعر مثل برگ کاہ تھے
میں ان کا عبد خاص ہوں وہ میرے بادشاہ تھے

باب دوم

خاندانی حالات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضور صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان

اور انکا خاندان

آفتاب ہند، شیخ العلماء الراسخین، رئیس الاساتذۃ والمدرسین، امام النحو

حضرت صدر العلماء محدث میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان کا

سلسلۂ نسب: علامہ سید غلام جیلانی بن مولانا سید فخر الدین بن حضرت استاذ المشائخ، امام النحو حکیم سید سخاوت حسین حافظی، سلیمانی، فخری سہوانی

والد گرامی!

حضرت صدر العلماء میرٹھی کے والد گرامی حضرت مولانا الحاج سید غلام فخر الدین علیہ الرحمۃ والرضوان انتہائی سادہ مزاج اور نیک طبیعت انسان تھے۔ ریاست دادون ضلع علیگڑھ کے والی، عالیجاہ نواب احمد سعید خان صاحب شیروانی نے آپ کو استاذ زادہ ہونے کی وجہ سے تیس (۳۰) بیگھہ زمین ہدیۃً پیش فرمائی تھی اور ساتھ ہی ساتھ اپنی حدود ریاست کا قاضی بنا کر جامع مسجد اندرون گڈھی کی امامت اور خطابت پر بھی مامور فرما دیا تھا (۱)۔ ۱۳/اگست ۲۰۰۳ء کو راقم الحروف جب دادوں حاضر ہوا تو ان کے ایک رفیق خاص سے ملاقات ہوگئی۔ ان کی عمر اس وقت اٹھتر (۷۸) سال تھی۔ دادوں کے بااثر لوگوں میں سے ایک تھے اور جامع مسجد کے متولی بھی۔ جب میں نے ان سے نام پوچھا تو بولے! شبیر احمد پھر میں نے ان سے ایک مختصر سا انٹرویو کیا جس کا کچھ حصہ یہ ہے۔

راقم الحروف! آپ حضرت فخر الدین صاحب کے ساتھ کتنا عرصہ رہے؟

شبیر احمد صاحب! ایسے ہی کوئی ۱۸/یا ۲۰ سال

راقم الحروف! اور کچھ ان کے بارے میں معلومات؟

شبیر احمد! ہمارے سید صاحب مولانا ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے خوش گلو قاری قرآن بھی تھے۔ قرآن پڑھتے پڑھتے رونے لگتے۔ بستی کے لوگ ان کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ وہ آتے تو چھوٹے بڑے سب اٹھ کھڑے ہو جاتے۔ پورے "دادوں" میں "سیدوں" کا اس وقت صرف یہی ایک گھرانہ تھا۔ بستی کے لوگ ان کو "شاہ صاحب" اور کبھی "سید صاحب" کہہ کر پکارتے۔ ہاں جو ذرا ان سے بے تکلف تھے وہ ان کو "جی مولوی صاحب" بھی کہا کرتے۔ کیونکہ جامع مسجد میں جمعہ کی امامت وخطابت انہی کے ذمہ تھی۔ بڑے تندرست و

توانا تھے۔ بڑھاپے میں بھی کسی کڑیل نوجوان کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیتے تو کیا مجال تھی کہ چھڑا لے جائے معمر ہونے کی وجہ سے آخر عمر میں گردن اور پلکوں کی کھال لٹک گئی تھی۔(۱)

حضرت کے حج پر جانے کا واقعہ بھی بڑا عجیب ہے جس کو تفصیلاً حضرت صدر العلماء نے بشیر القاری ص۱۲/۱۳ پر تحریر فرمایا ہے۔آپ کے ہاں یکے بعد دیگرے چار لڑکیاں پیدا ہوئیں اور پھر کسی بزرگ کی بشارت پر ''صدر العلماء علامہ سید غلام جیلانی'' تولد ہوئے پھر سیدہ امین فاطمہ اور پھر سید غلام ربانی۔ آپ کا وصال شب ۱۸/ ماہ رمضان المبارک ۱۳۷۴ھ کو بمقام ریاست دادوں ضلع علیگڑھ نوے (۹۰) سال سے زیادہ کی عمر میں ہوا۔ نماز جنازہ میں بے شمار لوگ تھے۔ کثرت اژدحام کی وجہ سے بہت سے لوگ کاندھا دینے سے بھی محروم رہے۔ دادوں کے قبرستان ہی میں مدفون ہیں۔ حضرت مولانا حکیم سید محمد ربانی میاں علیہ الرحمۃ ابن حضرت صدر العلماء میرٹھی کی نشاندہی پر فقیر نے ان کی قبر پر حاضری دی اور فاتحہ پڑھی۔ حضرت مولانا سید محمد عرفانی میاں صاحب و دیگر حضرات بھی موجود تھے۔

---

(۱)انٹرویو جناب شبیر احمد (قصبہ دادوں)

(۲)بشیر القاری ص ۱۳

عم مکرم

نام: سید غلام قطب الدین

لقب: برہمچاری

تخلص: سہیل، پردیسی

جائے ولادت: قصبہ سہوان ضلع بدایوں۔ (انڈیا)

اساتذہ: والد گرامی حضرت فخر العلماء حکیم سید سخاوت حسین صاحب سہوانی علیہ الرحمۃ والرضوان و استاذ الکل حضرت علامہ مولانا لطف اللہ علیگڑھی علیہ الرحمۃ والرضوان

بیعت وارادت: حضرت شیخ المشائخ سید شاہ محمد اسلم خیر آبادی (سجادہ نشین قدوۃ الاولیاء حضور حافظ سید محمد علی شاہ صاحب خیر آبادی) علیہما الرحمۃ والرضوان

خلافت واجازت: شیخ المشائخ اعلیٰ حضرت سید محمد علی حسین اشرفی جیلانی (حضور اشرفی میاں کچھوچھوی)

(بشیر القاری وتذکرہ علماء اہلسنت)

حضرت سہیل ہند اپنے زمانے کے مشہور ومعروف عظیم ترین مبلغ ومروج اسلام، انتہائی پاک باز مرد خدا اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ طبیعت میں فطری ظرافت اور حاضر جوابی تھی۔ تبلیغ اسلام کا جذبہ کوٹ کوٹ کر آپ کے اندر بھرا ہوا تھا۔ کیسے کیسے نئے نرالے اور انوکھے طریقوں سے آپ نے ہزاروں غیر مسلموں کو مسلمان بنایا۔ ان کے ایمان افروز کارناموں پر اگر کوئی مستقل کتاب ترتیب دی جائے تو بلاشک وہ کئی سو صفحات پر حاوی ہو۔ تبلیغ اسلام ہی کا جذبہ تھا جو ان کو بنارس کے مندر میں لے گیا اور ہندوانی روپ اختیار کرا کے تقریباً ۱۷ رسال تک وہیں پر قیام پذیر رکھا۔ یہیں رہ کر آپ نے ہندوؤں کی مذہبی زبان، سنسکرت میں، مہارت تامہ حاصل کی اور اس کے اسرار ورموز سیکھے۔ یہی جذبۂ صادقہ آپ کو یہاں کے بعد کلکتہ کے مشہور قوال "پیارو" کے پاس لے گیا اور وہاں پر "راگ الاپنے" کے تمام تر فنون کو صرف ایک ہفتہ میں حاصل کیا۔ کلکتہ سے واپس آکر متھرا اور ہری دوار جیسے خالص ہندوانی علاقوں میں تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کا کام شروع کر دیا۔ پہلے بھجن گاتے پھر جب لوگ جمع ہو جاتے تو آپ حقانیت اسلام پر ہندوؤں کی کتابوں کی روشنی میں تقریر فرماتے اس طرح بے شمار لوگوں کو جن کی تعداد سینکڑوں سے گزر کر ہزاروں تک پہنچتی ہے آپ نے مسلمان کیا۔ (۱)

---

(۱) تذکرہ علمائے اہلسنت ص ۲۰۲ از مفتی محمود قادری صاحب

علامہ عبدالعلیم میرٹھی کا تعلق خاطر

مشہور و معروف عالمی مبلغ اسلام خلیفہ اعلیٰ حضرت بریلوی، وخلیفہ اعلحضرت اشرفی میاں کچھوچھوی حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (والد گرامی حضرت شاہ احمد نورانی قدس سرہما النورانی) کو حضرت سہیل ہند قطب الدین برہمچاری سے بڑا گہرا تعلق خاطر تھا۔ جس وقت حضرت سہیل ہند بنارس کے مندر میں تھے تو سال میں کئی کئی بار علامہ صدیقی میرٹھی خاص کر آپ کو دیکھنے بنارس تشریف لے جاتے اور ساتھ ہی اپنے اس قریبی عزیز دوست کے لئے پراٹھے اور گائے کے گوشت سے بنے ہوئے کباب بریاں بھی لے جاتے۔ ظاہر بات ہے کہ ان کا یہی حلیہ عالمانہ اور ساتھ میں کباب بریاں سے پھوٹتی ہوئی خوشبو ان کو ان کی رہائش گاہ پر کس طرح ملنے دیتی کہ راز نہاں عیاں ہونے کا اندیشہ تھا چنانچہ علیک سلیک دور ہی سے ہوتی اور پراٹھے مع کباب ایک کپڑے میں لپیٹ کر مندر سے باہر بنے ہوئے پل پر کھڑے ہو کر آپ کی طرف پھینک دیتے اور آپ چپکے سے کمرے میں لے جا کر اسے تناول فرماتے (۲) (مفہوماً)

شدھی تحریک اور اس کا انسداد

ہندوستان کی تاریخ سے واقفیت رکھنے والے جانتے ہوں گے کہ ۱۳۴۱ھ مطابق ۱۹۲۳ء سے لے کر تقریباً ۱۳۴۳ھ ۱۳۴۵ھ تک کا دور بھی اسلام اور مسلمانوں کے لیے کتنا نازک اور اندوہناک ثابت ہوا تھا۔ جس کی دکھ بھری داستانیں کہیں کہیں تاریخی کتابوں میں ملتی ہیں ۱۳۴۱ھ میں لکھے گئے حضرت سہیل ہند کے ٹریٹ نمبر ۴۴ سے پتہ چلتا ہے کہ آریہ سماجیوں اور شدھی تحریک کے کارندوں نے ملکانہ، راجستھان، وغیرہ کے ساڑھے چار لاکھ (۴۵۰۰۰۰) مسلمانوں کو مرتد بنانے کا اعلان کر دیا تھا۔ اسی لرزہ خیز صورت حال نے بڑے بڑے جلیل القدر تنہائی پسند علماء کو بھی مجبور کر دیا تھا کہ وہ مدرسہ کی چہار دیواری سے نکل کر میدان میں آئیں حتی کہ خانقاہوں میں خلوت نشیں مشائخ کرام بھی اس صورت حال سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور وہ اپنی اپنی خانقاہوں سے نکل کر عوام کی رشد و ہدایت کے لئے جلوہ گاہ عوام میں قدم رنجہ ہوئے۔ ان ہوش ربا، لرزہ خیز، افسوسناک اور اندوہناک حالات میں حضرت سہیل ہند نے انسداد فتنہ ارتداد میں کارہائے نمایاں انجام دئے۔ اپنے شاگردوں کی پوری جماعت یعنی "مجلس اشاعت الحق حنفی" کے کارکنوں کو لے کر میدان میں کود پڑے (۳) اور پھر جب دیکھا کہ جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی شریف اس فتنہ ارتداد کی سرکوبی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی ہے تو آپ بھی اس جماعت کے ایک انتہائی سرگرم رکن بن گئے۔ جو بعد میں اس کے مقرر خصوصی اور مناظر ثابت ہوئے۔ (۴)

---

(۲) تذکرہ علمائے اہلسنت ص ۲۰۳ از مفتی محمود قادری صاحب

(۳) حیات مخدوم الاولیاء ص ۳۸۷ از مفتی محمود قادری صاحب

(۴) تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ ص ۲۸۵ از مولانا شہاب الدین رضوی

طریقہ ہائے تبلیغ:

اسلام کے بے حدو بے شمار مبلغین اپنے اپنے دور میں اپنے اپنے انداز سے خدمت اسلام کرتے چلے آئے ہیں ان میں سے ایک حضرت سبیل ہند بھی تھے۔آپ نے تبلیغ دین کے لیے جو جو رائج اختیار فرمائے ان میں سے کچھ تو وہی تھے جن سے اپنے اور غیر بھی آشنا ہیں۔مگر کچھ طریقے وہ بھی تھے جن کو انہوں نے ہندوستانی مزاج کے مطابق اپنی تشخیص اور جودت طبع کے نتیجہ میں ازخود ایجاد کرلیا تھا۔اگرچہ ان خود ساختہ طریقہ ہائے تبلیغ کی پاداش میں بعض اوقات اپنے (ا) احباب کی برہمی کا بھی سامنا کرنا پڑا مگر ان کا جو بھی اقدام تھا وہ صرف اور صرف حمایت دین متین اور ترویج اسلام کے لئے تھا اس لئے وہ نہ تو اپنے کام سے باز آئے اور نہ ہی ان احباب کو صفائی دینے کی ضرورت محسوس کی۔ہاں مگر شریعت مطہرہ کے ہر حکم کی پاسداری وہ دل وجان سے کرتے رہے جیسا کہ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ایک مکتوب گرامی کے اس مختصر اقتباس سے پتہ چلتا ہے۔

"یہ غلام قطب الدین ان (حضرت سید سخاوت حسین) کے صاحبزادے ہیں جب کبھی یہاں تشریف لائے فقیر سے بہت خلوص سے پیش آئے۔سر پر بال بہت لمبے مثل نساء تھے فقیر نے عرض کی کہ یہ حرام ہے اسی جلسہ میں کتروا ڈالے۔(۱)

حضرت سبیل ہند نے بلاشک اپنا تن من دھن سب کچھ تبلیغ دین کے لیے وقف کر رکھا تھا۔اور ہر ممکن طریقہ سے اسلام کی اشاعت وہ اپنا حق سمجھتے تھے۔وہ اہل سنت کے ایک باثر مشہور خطیب بھی تھے اور ایک کامیاب مناظر بھی۔وہ ایک بہترین مصنف بھی تھے اور ایک عمدہ شاعر بھی۔مگر ان تمام تر خداداد صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ ان کی زبان سنسکرت کی مہارت نے ان کی تبلیغی سرگرمیوں میں نہایت پر اثر اور نمایاں کام انجام دیا

(ا) تفصیل کے لیے دیکھیں: حیات مخدوم الاولیاء ص ۳۸۷ اور مکتوبات امام احمد رضا جو کہ حضرت مولانا علامہ عبدالسلام رضوی جبل پوری علیہ الرحمۃ نے آپ کی طرف منسوب چند امور سے متعلق امام احمد رضا فاضل بریلوی سے استفتاء فرمایا تھا۔میری ان ذکر کردہ باتوں کا ثبوت مندرجہ ذیل حوالوں سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

(۱) اس وفد میں وفد اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کے عظیم مبلغ اور مناظر مولانا غلام قطب الدین برہمچاری اور مولانا قاضی محمد احسان الحق نعیمی بھی شامل تھے۔(۱)

(۲) مولانا قاضی احسان الحق صاحب نعیمی اشرفی کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت قبلہ (اشرفی میاں کچھوچھوی) شیخ المشائخ اور ہم لوگ جب اناوہ اسٹیشن پہنچے تو مسلمانوں کا ایک جم غفیر استقبال کو موجود تھا وہ شان وشوکت اسلامی کے مظاہرہ کے ساتھ قیام گاہ تک لے گیا اسی شب کو (یعنی ۲/ جولائی ۱۹۲۳ء) جامع مسجد میں جلسہ ہوا اور مولانا برہمچاری صاحب اور میری تقریر ہوئی (۲)

---

(۱) تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ ص: ۱۲۷ از مولانا شہاب الدین رضوی بحوالہ دبدبہ سکندری ہفت روزہ

(۳) ۱۳/ جولائی ۱۹۲۳ء کی شب میں امام باڑہ شہر اٹاوہ کے وسیع احاطہ میں دوسرا جلسہ ہوا تقریباً ۶۰۰۰ چھ ہزار لوگوں نے شرکت کی۔ قرب وجوار کے بہت سے لوگ دیہات سے جلسہ میں مبلغین وفد اسلام کی تقریریں سننے کے لئے آئے تھے مولانا (قطب الدین صاحب) برہمچاری کی خصوصیت سے تقریر ہوئی۔ مولانا نے آریوں کے مذہب کا نہایت عمدہ فوٹو کھینچا۔ اور ضمناً ان اعتراضات کا جو آریہ عموماً کیا کرتے ہیں جواب دیا اور آریوں سے وید کے الہامی کتاب ہونے کا ثبوت طلب کیا (۳)

ایک بڑی غلطی کا ازالہ

جناب مولانا محمد شہاب الدین رضوی (مرتب تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ) نے اپنی مذکورہ کتاب میں حضرت غلام قطب الدین صاحب برہمچاری کا اچھا خاصا ذکر کیا ہے مگر جہاں انہوں نے ان کے اوصاف حسنہ کا ذکر کیا ہے اور ان کی مساعی جمیلہ کو سراہا ہے وہیں انہوں نے حضرت کو ''نومسلم'' بھی لکھ دیا ہے۔ اس کے بعد مفتی محمد محمود قادری صاحب نے اپنی کتاب ''مخدوم الاولیاء'' میں اس غلطی کی بصراحت نشاندہی بھی کر دی تھی مگر باوجود اس کے مولانا موصوف نے اپنی تازہ ترین کتاب ''تحریک شدھی اور علمائے اہل سنت'' مطبوعہ مارچ ۲۰۰۷ء میں حضرت برہمچاری صاحب کا ذکر تو کیا ہے مگر اس غلطی کی تردید نہیں کی۔ بلکہ اشارہ اور کنایہ کی زبان میں اپنی اس سابقہ غلطی کو برقرار رکھنا چاہا ہے کیونکہ یہ بڑی غلطی ہے اور غلطی پر غلطی ہے اسی لیے اس کا قدرے تفصیل سے ذکر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

پہلے ملاحظہ فرمائیں تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ مرتبہ مولانا شہاب الدین رضوی کا ایک اقتباس۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''مولانا ابوالمعانی آزاد برہمچاری کا جماعت رضائے مصطفیٰ کے اہم مبلغین اور مناظرین میں شمار ہوتا ہے ''یہ خود نومسلم تھے'' عام طور پر مولانا برہمچاری یا مولانا پردیسی سے آپ کو خطاب کیا جاتا تھا جماعت رضائے مصطفیٰ کی مساعی جمیلہ کو دیکھ کر اس میں شامل ہو گئے اور انہوں نے اسلام کی نشر واشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا الخ (مذکورہ ص ۲۸۵)

اس کے بعد حضرت مفتی محمد محمود قادری صاحب نے حضرت شیخ المشائخ سید محمد علی حسین اشرفی جیلانی کچھوچھوی کے حالات میں ایک انتہائی معلوماتی اور ضخیم کتاب لکھی ''حیات مخدوم الاولیاء'' اس کے ص ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸ پر قدرے تفصیل سے حضرت قطب الدین برہمچاری صاحب کا ذکر کیا اور آخری صفحہ پر ایک نوٹ لکھا (جماعت رضائے مصطفیٰ کی تاریخ ''مطبوعہ'' رضا اکیڈمی بمبئی میں حضرت مولانا برہمچاری کیمل ہند کو نومسلم لکھا ہے یہ سراسر غلط اور باطل ہے۔ اب اس کے بعد ۲۰۰۷ء میں مولانا شہاب الدین صاحب کی ایک نئی کتاب آئی ہے ''تحریک شدھی اور علمائے اہل سنت'' اس پر کوئی تنقیدی مطالعہ پیش کرنے کا تو میرا ارادہ نہیں ہے مجھے تو صرف اپنے مدعا سے غرض ہے،

---

(۳) تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ ص ۱۷۲ از مولانا شہاب الدین رضوی

مولانا موصوف نے حضرت برہچاری صاحب کے بعض رسائل کا ذکر کیا ہے ص ۱۴۲ پر یعنی صرف ان دو رسالوں کا جو مراد آباد سے شائع ہوئے ہیں اس پر یہ فقیر صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہے کہ حضرت سہیل حضور غلام قطب الدین برہمچاری علیہ الرحمہ کے تقریباً (ایک اندازہ کے مطابق) سو (۱۰۰) کی تعداد میں ٹریکٹ ا (رسائل) مختلف مطابع اور مختلف تنظیموں کی طرف سے منظر عام پر آئے تھے۔ میں مانتا ہوں بلا شک ان میں سے بعض کو حضرت مولانا اختصاص الدین صاحب نعیمی اشرفی نے مکتبہ نعیمیہ بازار دیوان مراد آباد سے شائع کیا تھا مگر بعض تو وہ بھی تھے جو خود جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی شریف کے خاص صرفہ سے اسی کی طرف سے شائع ہوئے اور فی سبیل اللہ تقسیم کئے گئے۔ مجھے تعجب ہے کہ مولانا موصوف کو مراد آباد سے شائع ہونے والے رسائل کا تو بالکلیہ علم ہے کہ کس نے شائع کئے! اور کون سے مطبع سے شائع ہوئے! اور اس پر مصنف کا نام کس انداز سے لکھا ہوا ہے۔ مگر خود بریلی سے بلکہ خود جماعت رضائے مصطفیٰ (جس کی وہ تاریخ مرتب کر رہے ہیں) کی طرف سے شائع ہونے والے رسائل کا ان کے پاس کوئی ریکارڈ نہیں؟ ہونا چاہئے ضرور ہونا چاہئے کیونکہ میں جو پیش کرنے جا رہا ہوں وہ مجھے بریلی شریف ہی سے ملا ہے اور اگر ریکارڈ نہیں ہے تو پھر ان کا یہ دعویٰ کہاں تک درست قرار دیا جا سکتا ہے کہ "اسلاف واخلاف" کے گم نام گوشوں کی تلاش وجستجو اور تحقیق و تفتیش راقم کا مزاج رہا ہے الخ (۱)

(۱) ٹریکٹ! انگلش (TRACT) کسی خاص موضوع پر کوئی مختصر رسالہ (انگلش اردو ڈکشنری)

لیجیے! ملاحظہ فرمائیں حضرت برہمچاری صاحب کے ایک ٹریکٹ (رسالہ) کے سرورق کا فوٹو جس کو جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی شریف نے اپنے صرفہ سے مطبع عزیزی آگرہ سے چھپوا کر شائع کیا تھا۔

---

(۱) تحریک شدھی اور علمائے اہل سنت ص ۱۱۹ از مولانا شہاب الدین رضوی

از سلسلہ تبلیغ [illegible] نمبر

ٹریکٹ نمبر

ساڑھے چار لاکھ مسلمانوں کا [illegible]

مصنفہ

جناب مولانا مولوی سید غلام قطب الدین صاحب

سہوانی عرف مولوی برہمچاری جی ناظم اعلیٰ ملقہ

اشاعت الحق [illegible]

جماعت مبارکہ رضائے مصطفیٰ [illegible]

در مطبع عزیزی آگرہ باہتمام [illegible]

[illegible]

آپ حضرات انصاف سے بتائیں کہ سرورق پر لکھے ہوئے نام کے اس انداز سے کیا حضرت برہمچاری صاحب علیہ الرحمۃ کا سلسلۂ اسلام زمانہ مصطفیٰ ﷺ تک ثابت نہیں ہوتا۔ اور پھر مولانا موصوف نے اپنی اس تازہ ترین کتاب میں حوالہ دیا ہے تذکرہ اہل سنت کا اور اس میں تو حضرت برہمچاری کا ذکر ہی اس طرح شروع ہوتا ہے "حضرت غلام قطب الدین برہمچاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فخر العلماء حضرت مولانا حکیم سخاوت حسین صاحب چشتی سہسوانی کے فرزند ارجمند تھے۔ اب کیا ایسے بیانات کے بعد بھی ان کو نومسلم کہنے کی گنجائش باقی رہتی ہے۔ دراصل مولانا موصوف کو اپنی اس نئی کتاب کے اندر اس غلطی کا ازالہ کر دینا چاہئے تھا اور بس۔

بہر حال حضرت سہیل ہند حضرت مولانا سید غلام قطب الدین برہمچاری علیہ الرحمۃ والرضوان کسی نومسلم کا نام نہیں بلکہ امام النحو حضرت سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ کے حقیقی عم مکرم کا اسم گرامی ہے

یہ وہی برہمچاری صاحب ہیں کہ جن کا ذکر امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنے بعض مکاتیب میں کئی جگہ فرمایا ہے۔ حتیٰ کہ ایک جگہ فرماتے ہیں

مولانا مولوی سید سخاوت حسین صاحب سہسوانی مرحوم ومغفور یہاں کے ایک مستقل متیم سنی عالم تھے۔ زمانہ حضرت والد ماجد قدس سرہ میں میرے یہاں کے مدرس اول بھی رہے .... یہ غلام قطب الدین صاحب ان کے صاحبزادے ہیں جب کبھی یہاں تشریف لائے فقیر کے ساتھ بہت خلوص سے پیش آئے۔ (۱)

یہ وہی حضرت برہمچاری صاحب ہیں کہ جو حضرت شیخ المشائخ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی کے مرید و خلیفہ تھے اور حضور اشرفی میاں نے ان کے حق میں ایک جگہ یہ بھی تحریر فرمایا ہے۔

"جمیع مریدان ومحبان خاندان اشرفیہ کو واضح ہو کہ حاجی غلام حسین جو ہمارے خلیفہ برہمچاری قطب الدین سہیل ہند کے مرید ہیں اگر ان سے اور آپ لوگوں سے کسی مسئلہ میں اختلاف ظاہری پیدا ہو تو لازم ہے کہ اس فقیر کے پاس لکھ کر تسکین کر لو (۲)

اپنے اکابرین کی ایسی ایسی صراحتوں کے باوجود بھی کیا ان کو نومسلم کہنے کا جواز ابھی باقی رہ جاتا ہے؟

یہ پتہ نہ چل سکا کہ مولانا شہاب الدین صاحب کو یہ غلط فہمی ہوئی کہاں سے؟ اور وہ بھی اتنی پختہ کہ کاٹے سے نہ کٹے۔ میرے خیال سے یہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے حضرت برہمچاری صاحب علیہ الرحمۃ کے تعلق سے جب یہ پڑھا اور سنا ہوگا کہ وہ تقریباً سترہ (۱۷) سال تک مندر میں رہے ان کے سر پر شل نساء بال تھے اور وہ سادھوؤں کا بھیس بنا کر بھجن بھی گا لیا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ

تو بلاشک ان حالات پر بڑے اہم اہم سوالات سر اٹھاتے ہیں کہ جن کے تسلی بخش جوابات ان کو ایک عظیم مبلغ اسلام مانتے ہوئے جلدی سمجھ میں نہیں آتے۔ مثلاً وہ مندر میں رہے تو ضرور بعض شعار کفار کو اپنایا ہوگا ان ممکنہ سوالات کا خیال مجھے اس لیے اور زیادہ آرہا ہے کہ ابھی گزشتہ سال (۲۰۰۳ء) جب میں ہندوستان حاضر ہوا تو وہاں کے ایک اچھے عالم دین اور مدرس کی طرف سے اپنے ایک دوسرے مستند اور معتمد عالم دین نے نقل کر کے یہ بات سنائی کہ "جب

برہمچاری صاحب اتنے زمانہ مندر میں رہے تو نماز وغیرہ کس طرح ادا کرتے رہے ہونگے؟ مجھے لگا کہ جیسے یہ سوال کا ایک ایسا حصہ ہے کہ جس کی اوٹ سے جھانک کر اگر دیکھا جائے تو سوالات کی پوری صورت وہی نظر آئے گی جو اوپر بیان ہوئی۔

جواب کی صورت!

اگر بات واقعۃً میرے اس خیال مذکور کے مطابق ہے تو پھر شاید اس کا آسان ترین جواب تو وہی ہوگا کہ جو مولانا شہاب الدین صاحب رضوی اپنی جدت فکر کے مطابق دے چکے ہیں کہ پہلے ان کو "نومسلم" کہہ دیا جائے اور پھر یہ کہ وہ اچانک مسلمان ہو کر اسلام کے عظیم مبلغ اسلام بنے اور دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے بے شمار لوگوں کو کلمہ پڑھا کر آغوش اسلام میں داخل کر دیا۔ لیجئے صاحب! تمام تر ہو سکنے والے سوالات کا بالکل جڑ سے صفایا۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری! گویا اب انہوں نے جو اگر قشقہ کھینچا ہو یا زنار باندھا ہو (بالفرض! کہ بیان سے بصراحت ثابت نہیں) تو وہ سب معاذ اللہ انہوں نے حالت کفر میں کیا اور کافر سے فقط اسلام کا مطالبہ ہوتا ہے نہ کہ احکام اسلام کا چنانچہ وہ ہر الزام سے بری الذمہ ٹھہرے۔

میں عرض کروں کہ اگر کسی عظیم مبلغ اسلام کو کسی الزام سے بری الذمہ کرنے کا صرف یہی طریقہ ہے کہ اس کو "نومسلم" کہہ دیا جائے تو ہم پناہ مانگتے ہیں خدا کی، اس خود ساختہ طریقہ سے اور پوچھتے ہیں کہ کیا کوئی ایسا راستہ نہیں ہے کہ ان پر اٹھائے جانے والے سوالات کا جواب بھی ہو جائے اور ان کے اسلام و ایمان اور مذہبی تشخص پر آنچ بھی نہ آئے۔ ہوگا ضرور ہوگا۔ اگر ہمارے عظیم المرتبت مفتیان کرام سے اس سلسلہ میں رابطہ کیا جاتا تو یقیناً وہ اپنے محققانہ اور فقیہانہ انداز میں تاریخ اسلام اور فقہی جزئیات کے بہت سارے پوشیدہ گوشوں کو اجاگر فرماتے۔ میں اس کا تو ہرگز اہل نہیں کہ دار الافتاء کی زبان بولوں۔ یا کوئی بڑی تحقیق آپ کے سامنے پیش کر سکوں۔ تاہم عدم تدبر و تعمق کی کوکھ سے پیدا شدہ ان غلط فہمیوں کا کچھ نہ کچھ جواب دینا میں اپنی ذمہ داری سمجھتا ہوں اسی لیے سر دست یہاں پر جو ہاتھ آیا عرض کرتا ہوں۔ کہ اگر واقعی حضرت برہمچاری صاحب علیہ الرحمۃ کو مندر میں جا کر وضع کفار اپنانے (بالفرض) یا ان کے مندر میں رہنے کی وجہ سے مورد الزام ٹھہرایا جا سکتا ہے تو پھر کیا جواب دیا جائے گا ان صحابہ و تابعین یا اپنے بعض اسلاف کی طرف سے کہ جنہوں نے اسلام کی نصرت وحمایت اور ترویج و اشاعت کی خاطر بعض مواقع پر شعار کفار کو اپنایا۔ کافروں جیسا بھیس بدلا۔ کفار اشرار کے درمیان جا کر رہے اور اس ترکیب سے باذن اللہ غلبہ و فتح یابی کو پایا جو جواب وہاں دیا جائے گا کچھ اس طرح کا جواب حضرت برہمچاری علیہ الرحمۃ کے لیے بھی تجویز فرمالیں۔ ملاحظہ فرمائیں دار الافتاء کی زبان سے:

اگر وضع شعار کفار ہو۔ اور لیکن اگر دینی ضروری مصلحت درپیش ہو اور وضع کی شناعت پر غرض کی ضرورت غالب ہو تو

---

(۱) کلیات مکاتیب رضا دوم ص ۱۳۹ از ڈاکٹر جابر شمس مصباحی

(۲) حیات مخدوم الاولیاء ص: ۱۴۸ ۷ از مفتی محمود احمد قادری صاحب

وضع کفار کا اختیار کرنا کفر تو کجا ممنوع بھی نہ ہوگا۔ فقیہ فقید المثال امام احمد رضا قدس سرہٗ فرماتے ہیں:
(کسی قوم کے طرز و وضع خاص) کسی غرض مقبول کی ضرورت سے اختیار کرے، وہاں اس وضع کی شناعت اور اس غرض کی ضرورت کا موازنہ ہوگا۔ اگر ضرورت غالب ہو تو بقدر ضرورت کا، وقت ضرورت یہ تشبہ کفر کیا معنی، ممنوع بھی نہ ہوگا۔ جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین سے مروی کہ بعض فتوحات میں منقول رومیوں کے لباس پہن کر بھیس بدل کر کام فرمایا اور اس ذریعہ کفار سے کفار اشرار کی بھاری جماعتوں پر باذن اللہ غلبہ پایا۔ اس طرح سلطان مرحوم صلاح الدین یوسف انار اللہ تعالیٰ برھانہ کے زمانہ میں جب کہ تمام کفار یورپ نے سخت شورش مچائی تھی۔ دو عالموں نے پادریوں کی وضع بنا کر دورہ کیا اور اس آتش تعصب کو بجھایا (فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ ص ۹۱)
صحابہ کرام نے کفار اشرار کی جماعتوں پر غلبہ پانے کے لیے جو ایک دینی ضروری مصلحت ہے۔ وضع کفار سے اجتناب کی مصلحت کو نظر انداز فرمایا۔ اس سے دینی ضروری مصلحت کی تحصیل کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔
مجھے وثوق کامل ہے کہ حضرت قطب الدین برہمچاری نے مندر میں رہنے اور وضع کفار کو اپنانے کی شناعت اور اپنی دینی ضروری مصلحت اور غرض کی ضرورت کا موازنہ ضرور کیا ہوگا۔ اور ان کے نزدیک ان کے غرض کی ضرورت اسکی شناعت پر ضرور غالب ٹھہری ہوگی جبھی تو انہوں نے اس طریقہ کو اپنایا اور اس طور سے اسلام کی بے مثال خدمت انجام دی۔
مزید توضیح مطلب کے لیے خاص طور پر زنار باندھنے سے متعلق بھی فتاویٰ رضویہ طبع جدید جلد ۲۲ صفحہ ۵۳۱ ہی سے ایک عربی حوالہ اور پیش کیا جاتا ہے۔ اسی جگہ فرماتے ہیں امام اہلسنت اعلیٰحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ خلاصۃ الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۸۷ کے حوالہ سے۔"لو شد الزنار علی وسطه ودخل دار الحرب لتخليص الاساری لایکفر ولو دخل لاجل التجارة يكفر ہ" اگر کوئی شخص اپنی کمر میں زنار باندھکر قیدیوں کو چھڑانے کے لیے دار الحرب میں داخل ہو تو وہ کافر نہیں ہوگا اور اگر تجارت کی غرض سے جائے تو کافر ہو جائیگا۔
اس سے کم از کم اتنا تو ثابت ہوا کہ زنار جیسی واضح علامت کفر کا بھی حکم غرض وغایت کے بدلنے سے بدل جاتا ہے۔ اور ادھر ہمیں یہ حکم ہے کہ: اِنَّ فعل المسلم يجب حمله علیٰ احسن الوجوه ما امكن "یعنی مسلمان کے کام کو جہاں تک ممکن ہو احسن وجوہ پر محمول کرنا واجب ہے۔ اور یہ کہ" حمل احوال المسلمين علیٰ الصلاح واجب "یعنی مسلمانوں کے احوال کو درستگی پر محمول کرنا واجب ہے۔ اب اس تناظر میں جب ہم حضرت برہمچاری علیہ الرحمۃ پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ بات بالکل واضح تر نظر آتی ہے کہ آپ نہ صرف ایک مسلمان تھے بلکہ اس کے ساتھ اپنے زمانہ کے عظیم عالم دین استاذ الکل حضرت علامہ لطف اللہ علیگڈھی کے شاگرد رشید بھی تھے اور ساتھ ہی ساتھ استاذ المشائخ امام النحو حضرت سید سخاوت حسین صاحب سہوانی قدس سرہٗ النورانی کے صاحبزادہ اور پروردہ بھی تھے اب اس صورت میں ان کے معاملہ کو احسن وجوہ پر محمول کرنا ہمارے لیے اور ضروری ہو جاتا ہے نہ یہ کہ ان کی ذات سے حد درجہ بدگمانی کی جائے اور ان کو غیر مسلم ہی بنا دیا جائے۔ اور پھر جس زمانہ میں انہوں نے یہ قدم اٹھایا اس وقت آریہ مذہب کے پرچارکوں

کا جال ملک میں پھیلایا جا رہا تھا۔ اور سیدھے سادے مسلمانوں کے دین و مذہب کو لوٹنے کی اسکیمیں بنائی جا رہی تھیں اور یہ بات بالکل سچ ہے کہ "من عرف لسان قوم حفظ من شرہ" کہ جس نے جس قوم کی زبان کو سیکھ لیا وہ اس کی شرارت وفریب کاری سے محفوظ ہو گیا۔ اب اس نازک صورت حال میں مرے خیال سے ان کا مندر جانا اور وہاں رہکر ان کی زبان ان کے کلچر ان کے مذہب اور ان کے اندرونی حالات سے واقفیت حاصل کرنا ان کے نزدیک ایک دینی ضرورت بن گیا تھا۔ گویا کہ انہوں نے اس موقع پر بعض مشہور صوفیائے کرام کے وقتی اور ہنگامی طریقہ کار کو اپنا لیا جیسے کہ کبھی سلطان الاولیاء حضرت شیخ بایزید بسطامی قدس سرہ السامی نے ایک مندر میں جا کر اسلام کی تبلیغ فرمائی تھی اور ایک قشقہ کھینچ کر کتنے ہنت لوگوں کو بے شمار قشقوں سے نجات دلائی تھی۔ اور ایک زنار باندھ کر کتنے سادھوں کے زناروں کو توڑ پھکوایا اور انہیں اسلام کا شیدائی بنا دیا۔ (۱)

یہ ایک مثال تھی تقریب فہم کے لیے ورنہ کہاں حضرت بایزید بسطامی اور کہاں حضرت سبیل بر ہمچاری، کوئی موازنہ کی بابت سوچ بھی نہیں سکتا۔ یا پھر جسطرح کبھی زبدۂ عالم حضرت شیخ شرف الدین سعدی شیرازی علیہ الرحمہ ہندوستان جونا گڑھ گجرات کے مشہور مندر "سومنات" میں گئے۔ نہ صرف گئے بلکہ اچھے خاصے دن وہاں رہے۔ پنڈتوں اور برہمنوں کا سا لباس پہنا۔ انہیں کے ساتھ رہے بے حتیٰ کہ سومنات کے لائق اعتبار امین اور پنڈتوں کے معتمد خاص بن گئے بلکہ یہاں تک فرما گئے۔

بتقلید کافر شدم روز چند برہمن شدم در مقالات ژند (۲)

(۲) تفصیل کے لئے دیکھیں "بوستاں" باب ہشتم حکایات سفر ہندوستان وضلالت بت پرستاں۔ حضرت شیخ سعدی نے اس ضمن میں "اٹھانویں" (۹۸) اشعار تحریر فرمائے ہیں جن میں سے مزید دو یہ ہیں" بتے دیدم از عاج در سومنات :: مرصع چو در جاہلیت منات ۔۔ چوں دیدم کہ در دیر عشتم امیں :: نگنجیدم از خرمی در زمیں

حالانکہ حضرت شیخ سعدی اہل اسلام کے ایک مسلمہ صوفی بزرگ ہیں۔ مگر ان حضرات نے یہ سب سیم وزر کے حصول کے لیے نہیں بلکہ صرف اور صرف اسلام اور ترویج اسلام کے لیے کیا۔ لیکن یہ بات یہاں بطور خاص ملحوظ خاطر رکھی جائے کہ

"طعمۂ ہر مرغکے انجیر نیست"

صوفیائے کرام کے اس طرح کے افعال واحوال کو ہر کوئی اپنے لیے نشانِ منزل بنانے کا سزاوار نہیں۔ اس کے لیے جہاں اشخاص مخصوص ہوتے ہیں وہیں احوال وکیفیات بھی مخصوص ہوا کرتی ہیں میرا دل کہتا ہے کہ حضرت برہمچاری صاحب نے اپنے اندر وہ کیفیات محسوس کر لی تھیں جو اس خوفناک وادی میں داخل ہونے سے پہلے شرط تھی جاتی ہیں۔ چنانچہ بعونہ تبارک وتعالیٰ وہ اپنے مقصد حسن میں کامیاب ہوئے اور اس پر خطر وادی کو بخیر وعافیت پار کر

(۱) ۔۔ تفصیلی واقعہ "سچی حکایات" (مرتبہ علامہ ابو انور محمد بشیر) ص ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، پر ملاحظہ فرمائیں۔

گئے۔ اگرچہ انہوں نے اپنے اس سفر کو جس میں ان کی جان کو بھی خطرہ تھا بڑے پوشیدہ اور رازدارانہ طور پر طے کیا تھا۔ مگر پھر بھی بعض مخصوص حضرات کو ان کی اصلی حالت کا پتہ تھا۔ اور انہیں میں سے ایک خلیفہ حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی، حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی بھی تھے کہ جو ایک طرف اس وقت کے ہندوستان پر عوامی تبلیغ کے طور طریقوں، اس کی نزاکتوں اور ضرورتوں سے واقف تھے تو دوسری طرف حضرت برہمچاری صاحب کے حسن نیت سے بھی آشنا تھے۔ چنانچہ اس اقدام میں انہوں نے بھرپور ان کا ساتھ دیا۔ اور وہ بھی اس تعلق خاطر کے ساتھ کہ بنارس کے مندر میں زمانہ قیام کے دوران حضرت صدیقی میرٹھی صاحب دور دراز کے سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے رازدارانہ طور پر دورہی سے حضرت برہمچاری صاحب سے ملاقات کرتے۔ اور کسی ترکیب سے ان کو کباب بریاں اور پراٹھے پہنچا دیا کرتے۔ کیا یہ اس بات کی واضح دلیل نہیں کہ حضرت برہمچاری صاحب اپنے اس اقدام میں کچھ ظاہری شناعتوں کے باوجود حق بجانب تھے۔

رہی بات یہ کہ نماز وغیرہ کی ادائیگی کس صورت سے انجام دیتے اسکا جواب دیتے ہوئے مفتی محمود قادری صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"فجر کے بعد سے عصر تک مطالعہ میں منہمک رہتے تھے اور عصر کے وقت اپنے کمرے میں جا کر اندر سے کمرہ بند کر لیتے اور فوت شدہ نماز (ظہر) کی قضا پڑھتے الخ (یعنی بقیہ نمازوں کو اپنے کمرے میں اپنے وقت پر ہی ادا کیا کرتے) (تذکرہ علمائے اہلسنت ص ۲۰۲)

جہاں تک میں نے حضرت کبیل ھند علیہ الرحمۃ کی زندگی کا تھوڑا بہت مطالعہ کیا تو وہ مجھے ایک انتہائی کامیاب نباض قوم، مشخصِ امراضِ باطنی، نفسیات و فطریات کو اول نظر میں تاڑ جانے والے انسان محسوس ہوئے۔ وہ بنارس کے مندر میں رہ کر اس ہندوستانی قدیم قوم کی نفسیات کو اچھی طرح پہچان چکے تھے ان کو اپنی تشخیص پر ازحد اعتماد بھی تھا اور وثوق کامل بھی۔ چنانچہ بنارس سے واپسی پر انہوں نے جن طریقوں سے سخت تر لوگوں کو اسلام کے قریب کیا وہ انتہائی حیرت انگیز بھی ہیں اور خطرناک بھی۔

متھرا میں تبلیغ اسلام

شہر متھرا جو کہ زمانہ دراز سے اہل ھنود کے لیے ایک مرکز کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایسے مقامات پر خاص اہل ہنود کے درمیان جا کر تن تنہا یا کبھی اپنے چند شاگردوں کو لیجا کر اسلام کی تبلیغ کرنا کیسی دلیری اور جوان مردی کا کام ہوگا۔ اتر پردیش کے ایک مولانا صاحب جو متھرا میں کچھ ایام گزار چکے تھے انہوں نے حضرت کے تعلق سے کچھ معلومات پیش کیں۔ لہٰذا انہوں نے جہاں حضرت کے بعض رسائل کا سراغ بتایا وہیں یہ واقعہ بھی سنایا کہ ایک مرتبہ حضرت برہمچاری صاحب سادھوؤں کے لباس میں اہل ہنود کے بالکل گڑھ میں کسی عام گزرگاہ پر پہنچے اور کافی دیر تک ان کے کسی دیوتا کی نقل کرتے ہوئے صرف ایک پاؤں پر کھڑے رہے (اور شاید بانسری بھی بجاتے رہے) جو بھی ادھر سے گذرتا متعجب ہو کر دیکھنے لگتا۔ کتنوں نے یہ سمجھا کہ بھگوان کا کوئی اوتار ہمیں درشن دینے از خود یہاں چلا آیا ہے اور جب آپ نے دیکھا

کہ مجمع کثیر اکٹھا ہو گیا ہے تو سنسکرت کے کچھ اشلوک اپنی دلگیر آواز کے ساتھ سادھوں کے انداز میں پڑھنے لگے اور پھر اسلام کی حقانیت پر ایک جامع اور مدلل بیان شروع کر دیا۔ کچھ دیر بعد لوگوں کو احساس ہوا کہ ارے یہ تو کوئی محمدی ہے۔ تو انہوں نے پتھروں کی بارش شروع کر دی اور وہاں سے جانے پر مجبور کر دیا مگر پھر بھی بعض لوگوں کے دلوں پر ان کا کلام اثر تو کر چکا تھا خود مولانا شہاب الدین صاحب اپنے بتائے ہوئے ان نو مسلم کے بارے میں تحریر کرتے ہیں۔

قصبہ جسونت نگر میں آریوں نے کافی شور مچار کھا تھا۔ مولانا برہمچاری اس وفد کی قیادت کر رہے تھے۔ قصبہ جسونت نگر اور دیگر قرب وجوار کے لوگوں کو خبر ملی کہ وفد اسلام آ گیا ہے۔ تو صرف مولانا کے دیدار اور وفد اسلام کی کیفیت دیکھنے کے لیے سینکڑوں افراد نے گھیر لیا...... شب کو عظیم الشان جلسہ رکھا گیا جس میں مولانا نے مذہب اسلام کی خوبی۔ اور آریہ دھرم کے بطلان پر تقریر فرمائی۔ انہوں نے علاقائی زبان سے ہر بات اچھی طرح ذہن نشین کرائی۔ پابندی نماز کے لیے عہد لیے گئے۔ نوجوان مسلمانوں نے داڑھی منڈوانے سے سچے دل سے مضبوط توبہ کی......

(تاریخ جماعت رضائے مصطفےٰ ص ۲۷۳)

بہر حال ہمیں ان کے بعض احوال ظاہری پر نظر ڈالنے کی بجائے ان کی خدمت اسلام کو دیکھنا چاہیے کہ انہوں نے ان خود ساختہ اچھوتے طریقوں سے دیکھتے ہی دیکھتے ہندو دھرم جیسی معاند قوم کے سینکڑوں نہیں ہزاروں افراد کو اسلام کا گرویدہ بنا دیا۔ ملاحظہ فرمائیں شیخ الشیوخ حضرت مولانا خواجہ سید مصباح الحسن صاحب مودودی چشتی پھپھوندوی قدس سرہٗ القوی ان کی اس تبلیغ کا نتیجہ کیا بیان فرماتے ہیں۔

"مولانا (حضرت سہیل ہند) کے پاس دو بڑے بورے (Gunny Bag) ان ہندوؤں کی چوٹیوں کے تھے جو ان کی تبلیغی جدوجہد سے مسلمان ہوئے تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ ہماری نجات کا ذریعہ ہے اسکو میری قبر میں تختہ کے اوپر رکھدیا جائے الخ

حضرت صدر العلماء میرٹھی فرماتے ہیں:

ہندو دھرم سے مکمل واقفیت حاصل کرنے کے بعد میدان تبلیغ میں اتر آئے آریہ مذہب کا رد کیا کرتے تھے۔ سینکڑوں مشرکین کو مشرف باسلام کیا۔ ایک سوٹ کیس میں ان کو چوٹیاں محفوظ تھیں الخ

مفتی محمد محمود قادری رفاقتی فرماتے ہیں:

پہلے دیر تک بھجن گاتے جب لوگ جمع ہو جاتے تو آپ حقانیت اسلام پر ہندو کتابوں کی روشنی میں تقریر فرماتے اس طرح بکثرت افراد کو آپ نے مسلمان کیا الخ

شعر وسخن

حضرت سہیل ہند برجستہ اشعار کہنے والے ایک اچھے خاصے شاعر بھی تھے۔ سہیل اور پردیسی تخلص تھا۔ انہوں نے اپنی شاعری کو بھی دل بہلانے کا سامان نہیں بلکہ تبلیغ دین کا ایک ذریعہ بنایا۔ کبھی کبھی مشاعروں میں بھی تشریف لے جاتے مگر مقصود ہی تبلیغ دین اور اشاعت اسلام ہوتا۔ ملاحظہ فرمائیں:

"بزمانہ ارتداد آگرہ میں ایک مشاعرہ ہوا جس کا مصرع "طرح" یہ تھا" جائز نہیں ہے دوستوں مولود و فاتحہ"
آپ اس بحر میں غزل لکھ کر لے گئے اور جس وقت اس "طرح" پر ضم کردہ مصرع پڑھا، مجلس مشاعرہ میں تحسین وآفریں کی دھوم مچ گئی۔ وہ مصرعہ "طرح" یہ تھا

کنجوس ، سود خور وہابی کے مال پر
جائز نہیں ہے دوستو مولود و فاتحہ

آپ کے رسائل سے بعض اشعار یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔

تجھے قرآن! جو فرمان خدا مان گئے
امر حق جان گئے حق کو بھی پہچان گئے
مشرکوں کو کیا مسلم تیری سورت نے قرآں
تیرے دشمن بھی تو طاقت کو تیری مان گئے
تیری آیت میں ہدایت تری سورت میں نجات
جو مرے تجھ پہ وہ دنیا سے مسلمان گئے
حسن ازلی کے ہیں تجھ میں پوشیدہ جلوے
ہم تیرے حسن پہ جی جان سے قربان گئے
سب سے اچھے رہے اللہ کے بندے وہ سہیل
کہ جو دنیا سے سلامت لیے ایمان گئے

شدھی کی پھلجھڑی از حضرت برہمچاری صاحب، ص ۲

پڑھی نماز مگر قلب سے اکڑ نہ گئی
ہمارے زہد کو مکر و ریا نے لوٹ لیا
رہا خیال یہی دل میں ہاں ہم بھی کچھ ہیں
متاع دین و عمل اس خطا نے لوٹ لیا
سہیل ٹھگ لیا دنیا نے ہمکو دھوکے سے
متاع دین اسی پارسا نے لوٹ لیا

(شدھی کی پھلجھڑی ص ۳)

کسی کو بیٹے کی الفت کسی کو ناتی کی
ہمیں ہے فکر بس شوربے چپاتی کی
وفاتی نام ہے پھر بھی مرتے ہیں جینے پر
یہ بے وفائی تو دیکھو میاں وفاتی کی

روانی کہتی ہے ہر سانس کی یہ پردیسی
دلیل ہے یہی دنیا کی بے ثباتی کی

آریہ (جگدیش پرشاد تواری)

اورنگ زیب راج میں اس دیش کا کیا حال تھا
لکھتے قلم تھرّا رہی بس ہندوؤں کا کال تھا
لاکھوں مسلمان کر لئے تھے ہندوؤں کے نارنر
وے قتل کر ڈالے گئے آئے نہ جو اسلام پر

مسلمان (پردیسی برہمچاری صاحب)

اورنگ زیبی سلطنت میں ہند مالا مال تھا
لیکن تواری جی تمہارے دل میں جو جنجال تھا
دیتے تھے عالمگیر کو بیٹھے دعائیں اپنے گھر
لاکھوں خوشی سے لائے تھے ایمان خود اسلام پر
اک دن بھی رنجیدہ نہ رہتا تھا کبھی کوئی نگر
پڑھتے نمازیں مسجدوں میں اور وظیفہ اپنے گھر

ٹریکٹ نمبر ۷ (پرانا بھوت) ص ۳
(از حضرت برہمچاری صاحب)

حضرت آمنہ جو ماں ہیں رسول اللہ کی
نام پر جن کے فدا جاتیں ہیں خلق اللہ کی
کیسی گستاخی یہ نجدی نے معاذ اللہ کی
روح تڑپا دی ہے مردود نے بیت اللہ کی
حضرت آمنہ کی قبر کو مسمار کیا
رتبۂ احمد مختار سے انکار کیا
عرش والو! تمہیں اللہ کی عزت کی قسم
حور و غلماں تمہیں روز قیامت کی قسم
اے فرشتو! تمہیں خالق کی اطاعت کی قسم
فرش والو! تمہیں آسائش و راحت کی قسم
سچ کہو نجدی کا یہ ظلم غضب ہے کہ نہیں؟

ایسے بیدین سے ناراض بھی رب ہے کہ نہیں؟

ٹریکٹ نمبر ۸ / ۷ (نمک حرام غلام ص ۶)

(از حضرت برہمچاری صاحب)

آریہ مذہب کے پرچارک "منتری جی" (جن کا نام کتاب بوسیدہ ہونے کی وجہ سے پڑھنے میں نہ آسکا) راجپوت مسلمانوں کو بہکانے کے لئے ان سے خطاب کرتے ہیں۔

منتری جی!

تم پارسی، عیسائی نہ مغل نہ پٹھان ہو
جاپانی یہودی نہ اہل قرآن ہو
تم آریوں کی نسل ہو رشیوں کی کان ہو
بھارت کے تم چراغ ہو عالم کی جان ہو
ہاں ایک بزرگ قوم کے تم استخوان ہو
تم دہر میں مٹے ہوئے قومی نشان ہو

حضرت برہمچاری صاحب

معلوم ہوتا ہے کہ ان اشعار کو ڈورے سے بھی نہیں ناپا گیا ہے ورنہ بے جوڑ تو نہ ہوتے اب جوڑ کا توڑ دیکھئے۔

تم پارسی یہودی نہ مشرک نشان ہو
ہندو نہ آریہ ہو نہ جاہل کسان ہو
تم راجپوت مرد ہو بانکے جوان ہو
تم سورما ہو خادم دین و قرآن ہو
ہاں ایک بزرگ قوم کے دل اور جان ہو
تم دہر میں چمکتے ہوئے نور و نشان ہو
تم اپنے باپ دادا کے زندہ نشان ہو
جو دین پر مٹے رہے تم ان کی جان ہو
تم مومنوں کے خون ہو اور استخوان ہو
تم آریہ نیوگی نہ مورکھ سمان ہو
بے شک شریف قوم کے تم عز و شان ہو
جو دین پر فدا ہوئے ان کے نشان ہو

منتری جی ناراض نہ ہونا ہم نے آپ کے اشعار درست کردیے ہیں الخ
ٹریکٹ نمبر ۴۴ (از حضرت قطب الدین برہمچاری)

سنسکرت اور اس کی مہارت!

ذرائع تبلیغ میں سے آپ کی یہ زبان سنسکرت بھی تھی۔ آپ نے اس زبان کے اندر جس مقصد حسن کے تحت مہارت حاصل کی تھی زندگی بھر اسی مقصد کے تحت وہ اس کو استعمال بھی کرتے رہے یعنی اشاعت دین اور ترویج اسلام میں۔ قوت حافظہ اور ذہانت وفطانت تو خدا کا ان پر انعام تھا ہی مگر اس کے ساتھ جب وہ اس زبان کو اس کے مخصوص لب ولہجے میں پڑھا کرتے تو ان کا یہ طرز خواندگی اور اس پر انوکھا انداز استدلال بڑے بڑے اچھے انگریزی اور سنسکرت داں حضرات کے دلوں کو بھی موہ لیا کرتا تھا۔ قوم برہمن جو اپنی مذہبیت میں بڑی سخت بھی جاتی ہے اس قوم کے ایک باشعور اور بااثر فرد کے مسلمان ہونے کا ایک سبق آموز واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔ ہاں وہ نہ صرف اکیلے بلکہ اپنے پورے خاندان کے ساتھ مسلمان ہوئے۔

جماعت رضائے مصطفیٰ کی اطلاع کے مطابق کچھ عرصہ سے ایک برہمن صاحب۔ مولنا برہمچاری صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ یہ صاحب انگریزی میں اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ اپنی مذہبی معلومات بھی بہت وسیع رکھتے ہیں۔ مولانا کے بیانات نے ان کو گرویدہ بنالیا ہے۔ آپ اپنے شکوک رفع کرنے کے لئے اکثر مذہبی معلومات میں گفتگو کیا کرتے ہیں۔ یکم دسمبر ۱۹۲۳ء کے ایک خاص جلسہ میں نجات اور تقدیر کے مسائل پر دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ مولانا برہمچاری نے ان مسائل پر نہایت پر لطف اور مدلل تقریر فرمائی۔ وید اور ہندوؤں کی دیگر کتابوں کی عبارات پڑھ کر ان کو سمجھایا الحمد للہ کہ ان کو کافی تسلی ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ مولانا آپ تو سنسکرت کی عبارت ایسے انداز سے پڑھتے ہیں کہ پنڈت بھی نہ پڑھ پائیں گے۔" اور انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور کہا کہ ہم ۱۶ دسمبر کے بعد اپنے اہل وعیال کے ساتھ اسلام کا اعلان کریں گے۔ چونکہ وہ خود صاحب جائداد ہیں پہلے سے ان کا اعلان واظہار پریشانی میں ڈال سکتا ہے۔ الخ

(تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ ص ۲۸۵، ۲۸۶ بحوالہ الفقیہ روزنامہ دبدبہ سکندری رامپور)

تحریری خدمات!

حضرت سہیل ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے چھوٹے چھوٹے رسائل جن کو وہ ٹریکٹ نمبر ۱ نمبر ۲ وغیرہ کی سرخی دے کر سلسلہ وار شائع کیا کرتے تھے ان کی تعداد ایک اندازہ کے مطابق تقریباً ۱۰۰ ہوگی۔ جن میں اکثر آریہ مذہب کے رد میں ہونگے اور کچھ نجدی وہابی کے رد میں۔ چند رسائل نظر سے گزرے ان میں ٹریکٹ نمبر ۴۴، نمبر ۵۹، نمبر ۷ وغیرہ شدھی تحریک اور آریہ مذہب کے رد میں ہیں اور ٹریکٹ نمبر ۸۷ وہابیوں، نجدیوں کے رد میں ہے۔ کیونکہ آپ کی ابتدائی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز "متھرا" وغیرہ رہا ہے اسی لئے اس علاقہ میں آپ کے بعض رسائل کا پتہ بتایا گیا ہے۔ اگر راقم یہ تحریر ہندوستان کی سرزمین پر رہ کر رقم کررہا ہوتا تو امید تھی کہ اس تعلق سے اور بھی کچھ مفید معلومات پیش کرنے کا شرف حاصل کرتا۔

رشتۂ ازدواج اور اولاد!

حضرت کی بلند کا رشتۂ ازدواج سادات سہسوان کے مورث اعلیٰ اور ابو الآباء حضرت خواجہ سید قاضی عبد الشکور سنبھلی سہسوانی قدس سرہ النورانی (۱) کے خاندان کے ایک شاہزادہ حضرت خواجہ سید امیر حسن راجہ بن حضرت خواجہ مخدوم بخش کی صاحبزادی حضرت سیدہ اتحاد النساء سے طے پایا (خزینۃ الانساب ص ۱۵۸ از سید ابو العلاء ظفر احمد مودودی نقشی سہسوانی) آپ سے اولاد بھی ہوئی مگر تلاش بسیار کے بعد بھی سوائے ایک صاحبزادے کے کسی اور کے بارے میں علم حاصل نہ ہو سکا اور یہ صاحبزادے یعنی حضرت مولانا سید غلام زین العابدین صاحب، حضرت صدر العلماء میرٹھی کے ساتھ جامعہ نعیمیہ میں زیر تعلیم تھے اور جب یہ قافلہ ۱۹۲۳ء میں مراد آباد سے اجمیر شریف کی طرف رحلت پذیر ہوا تو وہ بھی ساتھ ساتھ رہے اور وہاں جا کر حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی سے تلمذ کا شرف حاصل کیا۔ حضرت صدر العلماء میرٹھی کا ان کو بشیر القاری ص ۸ پر "مرحوم" لکھنا یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ بشیر القاری کے زمانہ تالیف سے پہلے ہی وصال فرما چکے تھے۔ اس

---

(۱) حضرت قاضی سید عبد الشکور شہید مودودی سہسوانی، آپ قطب زمانہ حضرت سید خواجہ قطب الدین مودود حق چشتی علیہ الرحمۃ والرضوان کی اولاد سے ہیں۔ حضرت مودود حق چشتی کی جو سر حلقہ مشائخ کبار اور پیشوائے اولیائے روزگار ہیں اور سرداران خواجگان چشت میں سے ایک ہیں آپ کے آباء و اجداد سرزمین عرب سے آ کر مقام "چشت" ترکستان میں آباد ہو گئے تھے (نوٹ! چشت آجکل کے جغرافیہ کے مطابق افغانستان میں شامل ہے اور ایران اور افغانستان کی سرحد پر ہرات کے مضافات میں واقع ہے ۱۲ مرات الاسرار حاشیہ ص ۳۶۵) حضرت مودود حق چشتی کی اولاد میں سے ایک مشہور نام حضرت خواجہ سید محمود خطیر اول کا بھی ہے۔ آپ کے آباء و اجداد چشت ترکستان سے منتقل ہو کر نخشب ترکستان میں سکونت پذیر ہوئے۔ اسی لئے ان کو "نخشبی" بھی کہا جانے لگا۔ پھر چنگیز خانی دور میں یہ بزرگ ہستیاں اپنے وطن مالوف کو خیرآباد کہ کر سلطان ہندوستان محمد غیاث الدین بلبن کے زمانہ میں دار الحکومت دہلی چلے آئے اور سلطنت کے مختلف عہدوں پر رہ کر وزارت عظمیٰ پر فائز ہوئے۔ اور یہ سلسلہ وزارت شہنشاہ ہندوستان غیاث الدین تغلق کے عہد حکومت تک برقرار رہا (نوٹ! شہنشاہ بلبن متوفی ۶۸۵ھ اور شہنشاہ تغلق متوفی ۷۲۵ھ کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہے ۱۲ فقیر اشرفی) اس کے بعد حضرت خطیر اول نے ترک مشاغل کر کے اس وقت کی ریاست امروہہ (آج کے ضلع جے پی نگر) کو اپنا وطن مالوف بنایا آپ کی اولاد نے جس جگہ مکانات بنے وہ محلہ "نخشبی" کے ساتھ موسوم ہوا۔ حضرت خواجہ سید محمود خطیر اول ہی کی اولاد میں سے ایک مشہور نام حضرت سید محمد اسمٰعیل کا ہے جو بادشاہ ہندوستان سکندر خاں بن بہلول لودھی کے عہد سلطنت میں (جو ۸۹۴ھ سے لے کر ۹۲۳ھ تک ہے ۱۲ اشرفی) عہدۂ قضا پر مامور ہو کر "سہسوان" تشریف لائے اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے عظیم ترین شہزادے حضرت خواجہ سید عبد الشکور شہید عہدۂ قضا پر مامور ہوئے۔ مشاہرہ کے علاوہ چوراسی (۸۴) گاؤں بھی بادشاہ وقت کی طرف سے بطور عطیہ دئے گئے۔ یہی قاضی عبد الشکور شہید سادات سہسوان کے مورث اعلیٰ اور ابو الآباء ہیں (خزینۃ الانساب ملخصاً) قاضی محلہ چوک والی مسجد سہسوان میں آپ کا مزار مبارک ہے۔ وہاں یہ فقیر راقم الحروف حاضر ہو چکا ہے۔ آپ کے مزار مبارک کی تختی پر اس طرح مرقوم ہے۔ "حضرت قاضی القضاۃ سید عبد الشکور سنبھلی شہید نماز تہجد ۹۵۶ھ یا ۹۳۶ھ" نوٹ! آپ کے سنبھلی کہلانے کا تاریخی پس منظر سہسوان کے ایک ڈاکٹر صاحب نے راقم الحروف سے بیان کیا تھا مگر وہ

امر کی تصدیق "تذکرہ علمائے اہلسنت ص ۲۰۳ کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت مولانا غلام زین العابدین آپ کے فرزند ارجمند تھے انہوں نے جواں عمری میں تقریباً ۱۳۴۹ھ میں دادوں ضلع علیگڑھ میں وفات پائی ۱۲

وصال!

حضرت سہیل ہند کا وصال رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ میں بمقام سہوان ضلع بدایوں ہوا۔ مرض الموت میں اپنے برادر گرامی قدر آفتاب شریعت ماہتاب طریقت حضرت خواجہ سید شاہ مصباح الحسن صاحب قبلہ مودودی چشتی علیہ الرحمۃ ابن حضور حافظ بخاری شیخ المشائخ حضرت خواجہ سید شاہ عبدالصمد صاحب مودودی چشتی کے بارے میں فرمایا کہ میری نماز جنازہ بھائی مصباح الحسن پڑھائیں۔ اور وہ پھپھوند شریف ضلع اٹاوہ (اوریا) میں تشریف رکھتے تھے۔ خدا کی قدرت کہ بغیر کسی ضرورت کے یونہی ان کے دل میں خود بخود سہوان جانے کا ارادہ پیدا ہوا حالانکہ آپ کو ان کے بیمار ہونے کی کسی نے اطلاع بھی نہیں دی تھی۔ چنانچہ آپ ٹھیک اسی رات کو مغرب کے بعد سہوان تشریف لے آئے، جس رات کو حضرت سہیل ہند کا وصال ہوا تھا لہٰذا حسب خواہش انہوں نے ہی نماز جنازہ پڑھائی۔

سہوان ہی میں آپ کا مزار شریف بھی ہے۔ فقیر راقم الحروف ۲۳ / اگست ۲۰۰۳ء کو وہاں حاضر ہوا۔ ساتھ میں یہ حضرات بھی تشریف فرما تھے۔

(۱) حضرت مولانا حافظ وقاری حکیم سید محمد ربانی میاں صاحب راجشاہی علیہ الرحمۃ (ابن حضور صدر العلماء میرٹھی)

(۲) حضرت مولانا قاری سید محمد نورانی میاں صاحب اشرفی راجشاہی (ابن حضور صدر العلماء میرٹھی)

(۳) حضرت مولانا حافظ وقاری سید محمد عرفانی میاں صاحب اشرفی راجشاہی (ابن حضور صدر العلماء میرٹھی)

(۴) حضرت مولانا حافظ وقاری مجتبیٰ حسن صاحب اشرفی (داماد حضور صدر العلماء میرٹھی وابن حضرت علامہ قاری احمد حسن صاحب سنبھلی)

مزار بڑا سادہ اور پرانے ڈھب سے بنے ہوئے ایک چھوٹے سے کمرے میں ہے۔ باہر کچھ کیلے کے درخت کھڑے تھے اور آس پاس کچھ پرانی قبریں بھی پختہ بنی ہوئی تھیں۔ مزار کے آس پاس بستی کے اکثر لوگوں کو صواحب دیوبند کا حامی وتبع پایا۔ بالکل قریب میں واقع شاہی جامع مسجد کا امام بھی دیوبندی ہی نظر آیا۔ مگر میں نے امام سے لے کر مقتدیوں تک سب کو حضرت سہیل ہند کا مداح پایا۔ پتہ چلا کہ بستی کے ایک شخص محمد اسلم نامی جن کا تعلق غالباً میراثی قوم سے تھا حضرت کا ہر سال عرس کرواتے ہیں۔ ان سے تو نہیں نگران کے بیٹے سے ملاقات ہوگئی۔ میں نے پوچھا تم لوگوں کو ان کے بارے میں کیا علم ہے کہ اتنی عقیدت رکھتے ہو؟ بولا! ہم نے اپنے باپ دادا سے سنا ہے کہ یہ بہت بڑے بزرگ تھے اور انہوں نے بہت سارے لوگوں کو مسلمان کیا تھا اور مسلمان ہونے والوں کی چوٹیاں بھی ان کے ساتھ قبر

میں تختہ کے اوپر دفن کی گئیں تھیں۔اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں ان کی بزرگی کی یہاں مشہور ہیں۔اس کی ان باتوں کو سن کر مجھے قدرے خوشی ہوئی کہ وہ لوگ جن کو ان سے کوئی نسبی تعلق نہیں وہ حضرت کے نام کو کم از کم سہسوانی کی حد تک تو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔مگر جب میں نے عرس کی تفصیل سنی تو قدرے افسوس بھی ہوا بس وہی بے ڈھنگی پرانی چال کہ امور جائزہ کے ساتھ کچھ منہیات شرعیہ کا وجود بھی۔مگر اس بلا میں محمد اسلم جیسا کم پڑھا لکھا یا بے پڑھا لکھا انسان ہی کیا آج کے بڑے بڑے پڑھے لکھے کہے جانے والے لوگ بھی مبتلاء ہیں۔مزید برآں کتنے مشہور مزارات پر مجاوروں اور خادموں کا تشدد اور زبردستیاں! اللہ کی پناہ۔سفیت بدنام ہوجائے ہوجانے دیجئے ان کی بلا سے ان کو تو فقط اپنے تقمہ تر سے غرض ہے۔عرس وفاتحہ، مزارات پر حاضری بلاشک بڑی پاکیزہ اشیاء ہیں مگر ان کے ساتھ ایسی نازیبا اور بے ہودہ حرکات! ان سے بھلا صاحب مزار تو کیا کوئی دین دار بھی خوش نہیں ہوسکتا۔اللہ تعالیٰ ممنوعات شرعیہ سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے(آمین)

کرامات!

(۱) حضرت سہیل ہند صاحب کرامت بزرگ تھے۔حضرت صدر العلماء میرٹھی فرماتے ہیں رمضان میں آپ کا انتقال ہوا اور عید کے بعد سہسوان کے علاقہ کے ایک صوبہ دار صاحب زیارت حرمین شریفین کے لئے حاضر ہوئے۔مدینہ منورہ پہنچ کر روضۂ اطہر کے سامنے دیکھا کہ حضرت (سہیل ہند) برہمچاری صاحب ہیں۔سراپا حیرت بن گئے کہ ان کا تو سہسوان میں انتقال ہوچکا ہے پھر یہاں کیسے موجود ہیں۔بعد کر بعد سلام دریافت کیا کہ آپ یہاں کیسے؟ لب پر انگشت رکھ کر خاموش رہنے کے لئے اشارہ فرمایا اور نظروں سے غائب ہوگئے

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما

نور اللہ مرقدہٗ (بشیر القاری ص ۱۳، ۱۴)

(۲) مفتی محمد محمود قادری صاحب تحریر فرماتے ہیں

''حضرت مولانا برہمچاری صاحب کے وطن میں مودودی سادات کا خاصہ حصہ وہابی ہوگیا تھا (جس کا مشاہدہ ۲۰۰۳ء میں راقم الحروف نے بھی سہسوان میں اچھی طرح سے کیا۔اشرفی غفرلہٗ) آئے دن مولانا کا ان سے مباحثہ جاری رہتا تھا کبھی کبھی ڈنڈوں سے بھی ان کی خبر لیتے تھے فرماتے تھے کہ میں مرجاؤں گا پھر بھی وہابیوں کو پنپنے نہیں چھوڑونگا حضرت مولانا خواجہ سید مصباح الحسن صاحب پھپھوندوی فرمایا کرتے تھے کہ ان کی قبر کی طرف سے جو وہابی گزرا اسے ٹھوکر ضرور لگی اس کی وجہ سے وہابیوں نے اس طرف سے آمد ورفت چھوڑ دی۔الخ

(حیات مخدوم الاولیاء ص ۳۸۸)

قطعات

نتیجۂ افکار۔ استاذ الشعراء عالی جناب منشی یعقوب علی صاحب قانون گو سہوانی متخلص بہ ضیا دایونی

بر تاریخ انتقال پر ملال

حضرت مولانا مولوی سید غلام قطب الدین پردیسی جی، برہمچاری، سہیل ہند، واعظ مناظر اسلام چشتی مودودی سہوانی

مجلس وعظ کا وہ صدر نشیں
ہو گیا حیف آج خلد مکیں

ناظم حلقۂ اشاعت حق
صاحب جاہ و صاحب تمکیں

مرد میدان مناظر اسلام
واعظ خوش حامیٔ دیں

اہل سنت کا نامور عالم
حیف صد حیف آج ہم میں نہیں

اس اکی ہے ایک جہاں کو موت
اس کے ماتم میں ہے جہاں غمگیں

ظلمتیں درد وغم کی چھائی ہیں
تیرگی ہے فلک سے تا بہ زمیں

اس سے تھا فیضیاب ملم ہند
ذات اس کی تھی بحر صدق و یقیں

خدمت خلق میں گزاری عمر
کی رہ حق میں نذر جان حزیں

مغفرت اسکی ہے خدا فرما
کر عطا اس کو قصر خلد بریں

بے بہا کہیے سال وصل ضیا
آہ سید غلام قطب الدین
(۱۳۵۰ھ)

مرثیہ

بروصال حضرت سید شاہ قطب الدین برہمچاری مودودی چشتی سہسوانی

نتیجہ فکر:۔ تاج الشعراء عالی جناب یعقوب علی صاحب قانون گو سہسوانی متخلص بہ ضیا بدایونی

ہائے اے سید غلام قطب الدین
جاں نثار ملت خیر الوریٰ

عالم دیں واعظ شیریں زباں
زاہد و صوفی فقیر با خدا

حامی سنت مناظر نامور
صاف گو خلق مجسم بے ریا

رہبر بزم مسلمانان ہند
یادگار مجلس اہل صفا

نور چشم خواجۂ مودود چشت
شہزادۂ شہید کربلا

ابن حیدر گل باغ بتول
ثمر شاخ ریاض مصطفیٰ

دیکھے دنیا کو غم داغ فراغ
ہائے دنیا سے یکا یک چل بسا

گفتگو میں تھا دل الٰہی جلال
کانپتے تھے غیر مسلم آریا

ہو گئیں مجالس وعظ کی
لطف محفل ہائے سب جاتا رہا

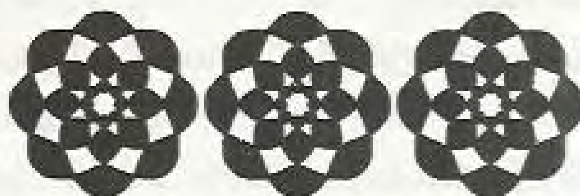
تیری شہرت کی جہاں میں دھوم تھی
سہسواں کا تیرے دم سے نام تھا

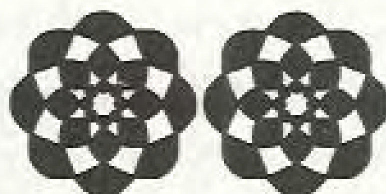
ہائے جاں دادۂ ماہ صیام
عید سے پہلے تیرا ماتم ہوا

تیری میت ہائے اب ہے سامنے
حشر تک تو ہوا ہم سے جدا

مغفرت اللہ فرما دے تیری
مرنے والے تم کو جنت ہو عطا

سال رحلت اے ضیاء کیوں کر لکھوں
واعظ نامی گرامی چل بسا
(۱۳۵۰ھ)





جدّ امجد

اسم گرامی! سید شاہ سخاوت حسین

تاریخ ولادت! ۱۲۳۰ھ

تاریخی نام! فضل الرحمٰن/ ۱۲۳۰

جائے ولادت! قصبہ سہسوان ضلع بدایوں۔ یوپی

قصبہ سہسوان!

سہسوان ایک تاریخی جگہ ہے جس کی وجہ تسمیہ اور اس کے کچھ تاریخی حالات جناب سید ابو العلاء نظر احمد مودودی نقشی سہسوانی نے اپنی کتاب "خزینۃ الانساب" میں تحریر کئے ہیں۔ ان میں سے کچھ یہاں بڑے اختصار سے نقل کئے جاتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

"سہسوان" (نوٹ! یہ خیال رہے کہ سہسوان کی جو خوبیاں مذکورہ بالا کتاب میں ذکر کی گئی ہیں وہ اب سے تقریباً ۸۰/۹۰ سال پہلے کی تحریر کردہ ہیں۔ راقم السطور نے خود اس بستی کو دیکھا ہے اور بعض بستی والوں کو بھی۔ موجودہ صورت حال اس سے بڑی مختلف نظر آئی۔ شاید بقلوبی وقت اور گردش ایام نے اس کو بھی آج کی سینکڑوں غیر ترقی یافتہ مسلم بستیوں میں سے ایک بنا دیا ہے۔ مرتب) یہ تقریباً پچیس ہزار کی آبادی کا ایک شہر ہے۔ جو روہیلکھنڈ کے جنوب وغرب گوشہ میں گنگا سے سات (۷) میل بہ طرف شمال مابین اضلاع بریلی وبلند شہر ومراد آباد وعلیگڑھ واقع ہے۔ اور ہر چہار طرف سے ہموار وبلند وشاداب زمین پر آباد ہے۔ یہاں اور اس کے مضافات کے کنوؤں کا پانی بالعموم سرد ولذیذ اور شیریں ہے۔ اور منظر پر فضا ودلکش ہے اور آب وہوا معتدل ہے۔ یہاں کے باشندے عموماً تندرست، صحیح دماغ، معتدل مزاج ولطیف الخیال ہیں۔ جو اپنی جودت طبع وذہانت کی وجہ سے تمام علوم وفنون لطیفہ سے پوری مناسبت رکھتے ہیں۔ یہ شہر بزمانہ قدیم بعض راجگان ہنود کا پایہ تخت تھا..........

سلاطین اسلام کے زمانہ میں مسلمان قوموں میں سے سب سے اول شیوخ زبیری اور لنگاہ پٹھان زبان آکر آباد ہوئے جو دولتمند اور مالدار بھی تھے ان کی حکومت تمام شہر پر قائم تھی ان کے بعد شیوخ قریشی اور بھٹی پٹھان فروکش ہوئے اور بعض مغل گھرانے بھی...... اس کے بعد بعہد سلطنت سکندر بن بہلول ۸۹۷ہجری میں سادات سہسوان کے جدامجد مورث اعلیٰ بہ سلسلہ ملازمت عہدہ قضاء یہاں آکر سکونت پذیر ہوگئے۔ غرضیکہ یہاں مسلمانوں میں سادات بنی فاطمہ وشیوخ صدیقی وفاروقی وعباسی وانصاری وزبیری وقریشی وپٹھان آباد ہیں...... باقی یہاں کے علماء وفضلاء کے حالات کتاب "حیاۃ العلماء" مولفہ مکرم مولوی سید عبد الباقی مرحوم میں درج ہیں جو چھپ چکی ہے اس میں دیکھئے۔

(خزینۃ الانساب ص ۳،۴،۵،۶ ملخصاً)

خاندان

حضرت علامہ سید شاہ سخاوت حسین صاحب فخری، سلیمانی، حافظی، سہسوانی قدس سرۃ النورانی کا خاندانی تعارف صاحبزادۂ حضرت امین شریعت، حضرت مفتی محمد محمود صاحب قادر رفاقتی نے اپنی کتاب "حیات مخدوم اولیاء ص ۳۸۶ پر اس طرح کرایا ہے۔

"سلطان چشت اہل بہشت سیدنا مودود حق چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کا خاندان ضلع بدایوں کے معروف قصبہ "سہسوان شریف" میں صدیوں سے آباد ہے۔ اسی خانوادہ شرافت ونجابت کے ایک خاص فرد فرید حضرت مولانا شاہ سخاوت حسین قدس سرہٗ تھے۔"

تعلیم

آپ نے حصول تعلیم کے لیے ابتدا مرادآباد اور رامپور کا سفر فرمایا اور اس وقت کے مشہور اساتذۂ فن سے علوم درسیہ کی تحصیل فرمائی۔ پھر بعد میں لکھنؤ اور بریلی بھی گئے اور وہاں عربیت وفقہ واصول فقہ میں درجہ کمال حاصل کیا بالخصوص علم نحو وصرف میں آپ اپنے وقت کے امام ہوئے۔ آپ کے اساتذہ کرام میں سب سے زیادہ مشہور نام وحید عصر، استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی علیہ الرحمۃ (مصنف علم الصیغہ متوفی ۱۲۷۹ھ) کا ہے۔ کہ بزمانہ قیام بریلی آپ سے علم حاصل کیا۔

بیعت وخلافت

آپ کو قدوۃ الاولیاء، زبدۃ الاصفیاء، حضرت حافظ سید محمد علی شاہ صاحب خیر آبادی قدس سرۃ القوی کے دست حق پرست شرف بیعت حاصل تھا۔ اور انہیں سے اجازت وخلافت بھی حاصل تھی۔ (بشیر القاری ص ۱۲ از صدر العلماء میرٹھی)

فخری، سلیمانی، حافظی، کہلانے کی وجہ

اس طرح کی نسبتیں، کئی تاریخ نگاروں نے حضرت استاذ المشائخ سید شاہ سخاوت حسین علیہ الرحمہ کے نام کے ساتھ تحریر کی ہیں۔ اس پر اپنے ایک بڑے قریبی اور اسی خاندان کے ایک ذی عقل فرد خاص نے چونکتے ہوئے خود مجھ سے اس کی وجہ پوچھی۔ چونکنے کا سبب شاید یہ رہا ہو کہ ہندوستان میں ایک خاص طبقہ کے لوگ اپنے آپ کو سلیمانی کہلاتے ہیں۔ راقم السطور نے اپنے علم کے مطابق اسکا جواب دیا۔ افادۂ عام کے پیش نظر ذرا تفصیل سے اسکو یہاں بھی بیان کیا جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں اگر حضرت استاذ المشائخ سہسوانی قدس سرۃ النورانی کا شجرۂ طریقت اور سلسلہ بیعت وخلافت صرف جد رابع تک پیش نظر رکھا جائے تو ان نسبتوں کی وجہ خود بخود سمجھ میں آسکتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) استاذ المشائخ حضرت سید شاہ سخاوت حسین فاضل سہسوانی قدس سرۃ النورانی

(ولادت ۱۲۳۰ھ وفات ۱۲۹۹ھ)

مرید وخلیفہ

(۲) زبدۃ الاصفیاء، قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سید شاہ حافظ محمد علی خیر آبادی قدس سرہٗ النورانی

(ولادت ۱۷۷۸ء/۱۱۹۲ھ　　وفات ۱۸۴۹ء/۱۲۶۶ھ)

(شیخ المشائخ حضرت سید حافظ محمد علی صاحب خیر آبادی کہ جن کی بارگاہ میں حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی جیسا صاحب فضل وکمال اور یگانۂ عصر بھی فصوص الحکم کا درس لینے کے لیے حاضر ہوا ہو۔۱۲ (تاریخ مشائخ چشت از پروفیسر خلیق احمد نظامی)

مرید وخلیفہ

(۳)　سراج السالکین قدوۃ العارفین حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی۔ قدس سرہٗ النورانی

(ولادت ۱۷۷۰ء/۱۱۸۴ھ　　وفات ۱۸۵۰ء/۱۲۶۷ھ)

(حضرت شاہ سلیمان تونسوی کہ جن کے لیے شاعر مشرق علامہ اقبال نے کہا تھا کہ جس قوم سے خواجہ سلیمان تونسوی، شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی، اور خواجہ فرید چاچڑاں شریف والے اب اس زمانہ میں بھی پیدا ہو سکتے ہیں اسکی روحانیت کا خزانہ ابھی ختم نہیں ہوا ہے۔ (تاریخ مشائخ چشت)

مرید وخلیفہ

(۴)　رہنمائے کامل، مقتدائے واصل حضرت شاہ خواجہ نور محمد مہاروی قدس سرہٗ النورانی

(ولادت ۱۷۳۰ء/۱۱۴۲ھ　　وفات ۱۷۹۰ء/۱۲۰۵ھ)

مرید وخلیفہ

(۵) شمس العارفین، سراج السالکین حضرت خواجہ شاہ فخر الدین اورنگ آبادی ثم دہلوی قدس سرہٗ النورانی

(ولادت ۱۷۱۷ء/۱۱۲۶ھ　　وفات ۱۷۸۴ء/۱۱۹۹ھ)

(حضرت شاہ فخر الدین دہلوی کہ جن کے ارادت مندوں کی صف میں شہنشاہ ہند، بہادر شاہ ظفر کا نام بھی بڑا نمایاں نظر آتا ہے، بلکہ خود عالیجاہ بہادر شاہ ظفر اپنے دیوان میں جگہ جگہ ان کی ارادت و کفش برداری پر فخر کرتے ملتے ہیں۔ مثلا

مرید قطب دیں ہوں، خاکپائے
فخر دیں ہوں میں
اگرچہ شاہ ہوں، ان کا
غلام کمتریں ہوں میں
بہادر شاہ میرا نام ہے
مشہور عالم میں
ولیکن اے ظفر ان کا
گدائے رہ نشیں ہوں میں

اس تفصیل کی روشنی میں حضرت سید شاہ سخاوت حسین سہسوانی اپنے پیرومرشد کی طرف منسوب ہوکر

''حافظی'' اور اپنے دادا پیر کی طرف منسوب ہو کر ''سلیمانی'' اور شجرہ طریقت میں اپنے جد رابع کی طرف منسوب ہو کر ''فخری'' کہلاتے ہیں (واللہ تعالیٰ اعلم)

سلسلہ چشتیہ کی اس شاخ میں نسبتوں کا ذکر بعض اور جگہوں پر بھی اسی طرح دیکھنے میں آیا مثلاً حضرت حافظ بخاری سید شاہ عبد الصمد چشتی نظامی، فخری، سلیمانی حافظی اسلمی پھپھوندوی علیہ الرحمہ وغیرہ چنانچہ اب ترتیب یوں ہونی چاہئے۔ حضرت سید شاہ سخاوت حسین حافظی، سلیمانی، فخری، سہوانی یا پھر یوں! فخری، سلیمانی، حافظی سہوانی بعض مقامات پر جو حافظی، فخری سلیمانی لکھا ہے۔ یہ تقدیم وتاخیر شاید سہو کتابت ہو۔ اسطرح بعض حضرات، حضرت صدر العلماء محدث میرٹھی کی ذات سے بھی ان نسبتوں کو متعلق سمجھ لیتے ہیں جبکہ فی الواقع ایسا نہیں ہے بلکہ حضرت صدر العلماء میرٹھی مشرباً اشرفی، چشتی، قادری تھے۔

ادب مرشد!

باوجود ان تمام تر اوصاف کے اور ان تمام تر شرائط کے جو ایک مرشد کامل میں ہونی چاہئیں حضرت استاذ المشائخ اپنے مرشد کی وفات کے بعد بھی کسی کو ادباً اس لیے مرید نہیں فرماتے تھے کہ پیر و مرشد کے سجادہ نشین۔ سردار عارفین، حضرت سید محمد مسلم شاہ صاحب خیر آبادی (علیہ الرحمۃ والرضوان) باحیات تھے اگر کوئی خواہش بیعت کرتا تو انہیں کی طرف رجوع کرنے کی تلقین فرمادیا کرتے۔ اپنے مرشد کے عرس کے واسطے اپنے گھر میں تھوڑا تھوڑا گھی جمع فرماتے رہتے جب کنستر مکمل ہو جاتا اس زمانہ میں سیتاپور تک ریلوے لائن تھی۔ وہاں سے خیر آباد شریف تک یکوں وغیرہ سواری سے سفر طے کرنا ہوتا تھا یا پھر پیدال۔ مگر آپ سیتاپور سے خیر آباد شریف تک گھی کا کنستر سر پر رکھ کر پاپیادہ حاضر ہوتے۔ اور جب تک وہاں قیام رہتا ادباً برہنہ سر اور برہنہ پا رہتے۔ اور کبھی مرشد کے حلاق سے خط بنوانے کا اتفاق ہوتا تو ادباً اسکو سرہانے بٹھاتے اور خود پائنتی کی جانب بیٹھتے۔ (بشیر القاری ص ۱۴)

۱۸۵۷ء کا غدر اور ضبط جائداد

۱۸۵۷ء میں جو غدر کے نام سے مشہور ہے دیگر مقامات کی طرح قصبہ سہوان بھی جو کہ استاذ المشائخ حضرت علامہ سخاوت حسین صاحب کا جائے پیدائش ورہائش تھا ہلاکت آفرینیوں اور تباہ کاریوں کا شکار ہو چکا تھا اور انگریزی افواج کے مظالم کی آماجگاہ بن چکا تھا جس کی خونچکاں داستانوں سے بدن لرز اٹھتے ہیں۔ یہاں کے بہت سے لوگ حکومت اودھ کی ملازمت کرنے اور نوابی خاندان سے گونہ تعلق رکھنے کی پاداش میں گرفتار کر کے گولی کا نشانہ بنا دیے گئے اور کچھ کو قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرنے کے لیے کالا پانی بھیج دیا گیا۔ انگریزی تسلط قائم ہو جانے کے بعد عام طور پر دارو گیر کا سلسلہ جب جاری ہوا تو اکثر لوگوں کو باغی قرار دیکر ان کی املاک وجائداد کو ضبط کر لیا گیا اور ان کے مکانات کو بارود اور توپوں سے اڑا دیا گیا۔ چنانچہ کلکٹر سید محمد حسین خاں اور کپتان سید فدا حسین خان کے مکانات (واقع قاضی محلہ سہوان) کے ساتھ اسی طرح کے حوادثات پیش آئے۔ استاذ المشائخ حضرت علامہ سید سخاوت حسین صاحب کا نام بھی

فہرست میں مندرج افراد کی گرفتاری کے لیے انگریز فوج جب سہوان پہنچی تو اس وقت حضرت استاذ المشائخ اس قاضی محلہ سہوان کی مسجد میں تشریف فرما تھے فوج کے انگریز افسر کی نظر جوں ہی آپ کے پروقار چہرہ پر پڑی تو خدا جانے اس پر کیا اثر ہوا کہ بجائے گرفتار کرنے کے اپنی فوج کو کہتا ہے کہ اس شخص کو گرفتار مت کرنا یہ پادری ہے خدا جانے اسے آپ میں کیا نظر آیا کہ بدوں گرفتاری ہی واپس چلا گیا۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت خدا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

حیرتی ہوں میں تیری تصویر کے اعجاز کا
رخ بدل ڈالا ہے جس نے وقت کی پرواز کا

ہاں مگر آپ کے بھائی اور دیگر اعزا کو گرفتار کر کے شہید کر دیا گیا۔ کتاب خزینۃ الانساب کی تحریر کے مطابق اس موقع پر کل ۱۱۹ اشخاص کو گرفتار کر کے سہوان کے مشہور مقام "املیوں کے نیچے" گولیوں سے اڑا دیا گیا (ماخوذ از بشیر القاری وخزینۃ الانساب) بعد میں شہید ہونے والوں میں سے محدث وقت حافظ بخاری حضرت سید شاہ عبد الصمد صاحب چشتی سہوانی کے والد گرامی حامی شریعت وطریقت حضرت سید شاہ غالب حسین علیہ الرحمہ بھی تھے۔ حضرت کی بھی کل جائیداد ضبط کرلی گئی حتی کہ رہائش کا مکان بھی۔ (مصابیح القلوب)

درس وتدریس

حضور استاذ المشائخ کا سلسلہ درس وتدریس ابتداء قصبہ سہوان سے جاری ہوا۔ رامپور وغیرہ دو ایک مشہور شہروں میں بھی تشریف فرما رہے۔ بعد ازیں آپ بریلی کے مشہور ومعروف مدرسہ "مصباح التہذیب" کی مسند صدارت پر جلوہ گر ہوئے۔ اور پھر وہاں سے مستعفی ہو کر مدرسہ اہل سنت بریلی میں مدرس اول مقرر ہوئے۔ جسکا تفصیلی تذکرہ انشاء اللہ آئندہ سطور میں کیا جائیگا۔ اور پھر آخر زمانہ میں بالخصوص روٗسائے خاندان شروانی کی تعلیم وتربیت کے لیے ریاست دادوں ضلع علیگڑھ میں قیام رہا۔ آپ کی درسگاہ کی ایک امتیازی شان یہ بھی تھی کہ بسا اوقات سفر وحضر دونوں حالتوں میں تدریس جاری رہتی بحالت سفر طلباء کی جماعت ساتھ ہوتی اور درس جاری رہتا۔ ملاحظہ فرمائیں آپ کے شاگرد رشید حافظ بخاری حضرت سید شاہ عبد الصمد چشتی سہوانی پھپھوندوی کا بیان حضرت صدر میرٹھی کے قلم سے۔

"آپ (حضرت سید شاہ سخاوت حسین علیہ الرحمہ) کی عادت کریمہ یہ تھی کہ بزرگان دین کے آستانوں کی حاضری کے لیے پاپیادہ سفر فرماتے۔ جس زمانے میں دار الخیر اجمیر شریف تک ریلوے لائن نہ تھی آپ نے پیدل سفر فرمایا۔ تلامذہ کی جماعت ہمراہ تھی راستے میں سلسلہ تدریس بھی جاری تھا۔ ان تلامذہ میں آپ کے حقیقی خالہ زاد بھائی فخر العلماء سند الفضلاء، واقف اسرار حقیقت، دانائے رموز طریقت، حافظ کلام الہی وحافظ صحیح البخاری جد امجد حضرت مولانا شاہ عبد الصمد صاحب چشتی پھپھوندوی قدس سرہ القوی بھی تھے آپ نے اس سفر کے حالات ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ جب چلتے چلتے ریاست کشن گڈھ کے علاقے میں پہنچے تو استاذ معظم کو ٹھوکر لگی جس سے پیر کا انگوٹھا پھٹ گیا

اور آپ عالم کیف ومستی میں آ گئے۔ رقص فرماتے تھے اور زبان پر یہ شعر تھا۔

آرزو یہ ہے کہ تیری راہ میں

ٹھوکریں کھاتا ہوا یہ سر چلے

حکماء اور صوفیاء کے درمیان ایک مسئلہ میں اختلاف ہے وہ یہ کہ زخم لگنے سے راحت حاصل ہو سکتی ہے یا نہیں۔ حکما نفی کی جانب گئے ہیں اور صوفیاء نے اثبات فرمایا ہے۔ استاذ معظم پر اسوقت عالم کیف طاری ہونے سے صوفیائے کرام کے اس ارشاد کا مشاہدہ ہو گیا کہ زخم لگنے سے بھی راحت حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ عالم کیف ومستی میں رقص اسی وقت ہوتا ہے جبکہ فرط سرور اور ازدیاد راحت سے قلب مملو ہو جائے۔ الخ (بشیر القاری ص ۱۴)

مدرسہ "مصباح التہذیب" بریلی میں تدریسی خدمات

حضرت استاذ المشائخ سید سخاوت حسین سہوانی قدس سرہ النورانی اس وقت بریلی کے مشہور ومعروف مدرسہ "مصباح التہذیب" میں مدرس اول کی مسند عالی پر بھی جلوہ گر رہے۔ مدرسہ مذکورہ کے داخلی وخارجی امور انتظامیہ کے اندر بنیادی حیثیت کے طور پر جہاں ایک نام فخر المتکلمین، خیر الاولیاء حضرت علامہ نقی علی خاں فاضل بریلوی (والد گرامی اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی) علیہما الرحمۃ کا آتا ہے کہ آپ اس کے سرپرست اعلیٰ ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں درس بھی دیا کرتے تھے۔ وہیں ایک نام جناب مولوی محمد احسن نانوتوی صاحب کا بھی آتا ہے۔ بلکہ بقول مولانا شہاب الدین رضوی کے یہی مدرسہ میں سب سے سینئر تھے..... بسا اوقات یہ خود بھی مدرسہ میں درس دیا کرتے۔ نیز اس کے نظم ونسق اور نظام تعلیم کی دیکھ ریکھ کے لیے اپنے آپ کو پیش پیش رکھا کرتے تھے۔ قبل اس کے کہ میں حضرت استاذ المشائخ کے متعلق سلسلۂ کلام کو آگے بڑھاؤں چند وجوہ کی بنا پر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ مدرسہ مذکورہ کے متعلق کچھ ضروری امور کو پیش کر دیا جائے۔ خاص طور پر "بانی مدرسہ ھذا کون؟ اور مہتمم مدرسہ حضرت مولانا مرزا غلام قادر بیگ کو لیکر کچھ لوگوں نے جو چھیڑ چھاڑ کی ہے اسکا قدرے تفصیلی جائزہ قارئین کی نذر کر دیا جائے۔

"مصباح التہذیب"

اس مدرسہ کا سنگ بنیاد ۱۲۹۱ھ مطابق ۱۸۷۲ء کو رکھا گیا جیسا کہ اسکے تاریخی نام "مصباح التہذیب" سے بھی یہی ظاہر ہے۔ مدرسہ کے بانی کون تھے اور کس کی کوششوں سے یہ عالم وجود میں آیا؟ اس حوالہ سے دو نام ہمارے سامنے آتے ہیں:

(۱) بحر العلوم خیر الاذکیاء حضرت علامہ مفتی نقی علی خاں صاحب فاضل بریلوی (والد گرامی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا) علیہما الرحمۃ

(۲) جناب مولوی محمد احسن نانوتوی صاحب (مصنف مفید الطالبین)

اول الذکر کو: حیات اعلیٰحضرت جلد اول، طبع قدیم میں ذکر کیا گیا ہے۔ نیز جناب مولانا محمد شہاب الدین رضوی نے اپنی کتاب مولانا نقی علی بریلوی ص ۳۷ پر بھی یہی لکھا اس کو صحیح بتایا اور بطور دلیل اپنے ہی دو حضرات کے قول کو پیش کیا ہے۔ اس کے علاوہ بعض دیگر حضرات نے بھی اس کی مطابقت میں اسی طرح لکھا ہے۔

آخر الذکر کے نام کو دیوبندی مکتب فکر کے ایک مشہور نمائندہ اور مصنف مولوی محمد حنیف گنگوہی نے اپنی کتاب "ظفر المحصلین" ص ۲۹۵ میں ذکر کیا ہے اور نہ صرف ذکر کیا ہے بلکہ اول الذکر کی بصراحت تردید کی ہے۔ چنانچہ وہ مولوی محمد احسن نانوتوی کا نام لیکر اس سے متعلقہ حاشیہ میں لکھتے ہیں: مولانا ملک ظفر الدین بہاری نے "حیات اعلیٰحضرت" جلد اول ص ۲۶۱ میں مدرسہ مصباح التہذیب بریلی کا بانی مولوی احمد رضا خاں بریلوی کے والد مولوی نقی علی خاں کو لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ تفصیل حبیب الجہال میں موجود ہے۔ (ظفر المحصلین)

فقیر راقم السطور (محمد ایوب اشرفی) نے جب یہ متضاد اقوال پڑھے تو ذرا اندر تک جھانکنے کا شوق بیدار ہوا۔ مختلف کتب دیکھیں خود بریلی حاضر ہوا تو اس سلسلہ میں بعض علماء سے راہنمائی چاہی۔ جائے وقوع پر پہنچ کر کچھ اندازہ لگانے کی کوشش کی مگر مدرسہ کا کچھ اتا پتہ ہی نہ مل سکا۔ تقریباً ایکسو سینتیس سال پہلے کی شائع شدہ کتاب "مسمیٰ باسم تاریخ حبیب الجہال بالہام الباسط المتعال" (مصنفہ علامہ مفتی حافظ بخش آنولوی تلمیذ رشید تاج الفحول عبد القادر بدایونی) جو غالباً ایک ہی بار منظر عام پر آئی اور غائب ہوگئی کی تلاش وجستجو رہی۔ بالآخر بسیار دو کے بعد محب مکرم جناب ڈاکٹر نوشاد عالم صاحب چشتی کی وساطت سے اسکی فوٹو کاپی حاصل کرنے میں کامیابی مل سکی۔ قصہ مختصر یہ کہ کئی مہینہ کی کوشش کے باوجود میں بانی کا صحیح پتہ لگانے میں ناکام رہا اس سلسلہ میں مجھے سب سے زیادہ تعجب مولوی محمد حنیف گنگوہی کی جرأت پر ہوا۔ کس بیباکی کے ساتھ فقط اپنی بات کو باوزن کرانے کے خیال میں لکھدیا "تفصیل حبیب الجہال میں موجود ہے۔ راقم السطور نے حبیب الجہال کو اول تا آخر ایک دفعہ نہیں دو دفعہ دیکھا بلکہ اسکے بعض متعلقہ مندرجات کو تو بار بار دیکھا مجھے تو اس میں مولوی محمد احسن نانوتوی صاحب کے بانی ہونے کا ذکر تو کیا اشارہ تک نہ ملا آخر کار ایک بار پھر مولوی حنیف گنگوہی صاحب نے غلط حوالہ دیکر اپنے اکابر کی یاد کو تازہ کردیا۔ چنانچہ مدرسہ کے مہتمم کون؟ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب کیونکہ حبیب الجہال کے مضامین بھی اسکا فیصلہ کرنے میں خاموش ہیں۔

مدرسہ مصباح التہذیب کے مہتمم!

مدرسہ مذکورہ کے مہتمم اول حضرت مولانا مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمۃ تھے (حضرت مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ یہ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے ابتدائی کتب مثلاً میزان، منشعب وغیرہ کے استاذ تھے۔ احسان الٰہی ظہیر نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب "البریلویہ" میں ۱۹ پہ ان کو مرزا غلام احمد قادیانی کذاب دجال کا بھائی بتادیا ہے۔ حالانکہ یہ سراسر باطل اور سفید جھوٹ ہے۔ دراصل مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی کا نام بھی "مرزا غلام قادر بیگ" ہی تھا تو احسان الٰہی ظہیر نے اس کے ہم نام ہونے کا غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک سچے پکے سنی مسلمان اور اہلسنت وجماعت کے ایک دیندار عالم دین کا مرزائے قادیانی سے رشتہ اخوت جوڑ دیا تاکہ وہ اپنا باطل مقصد پورا کرنے میں جھوٹی کامیابی حاصل کرسکے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مرزا قادیانی کا بڑا بھائی۔ دنیا بھر کا معزول تھا نیدار تھا اور وہ پچپن سال کی عمر پا کر ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۳ء میں فوت ہوچکا تھا اور حضرت مرزا غلام قادر بیگ ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۳ء میں "مُلکۃ امرتسر" میں بقید حیات تھے کہ اسی سن ہجری میں آپ نے اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کے پاس نماز سے متعلق ایک استفسار ارسال کیا تھا جو فتاویٰ رضویہ جلد سوم مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی انڈیا کے ص ۸۰ پر موجود ہے۔ یہ مرزا غلام قادر بیگ کہ جن کے بارے حضرت علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ نے یوں تحریر کیا۔ "میں نے مرزا صاحب مرحوم ومغفور کو دیکھا تھا۔ گورا چٹا رنگ۔ عمر تقریباً اسی سال داڑھی اور سر کے بال ایک ایک کرکے سفید، عمامہ باندھے مدرسے آتے" انہیں مرزا غلام قادر بیگ کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ

حضرت نے رسالہ مبارکہ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین۔ تحریر فرمایا۔ بہر حال وہ مرزا غلام قادر بیگ اور ہے جو مرد ود زمانہ مرزائے قادیانی کا بڑا بھائی تھا اور حضرت مرزا غلام قادر بیگ اور ہیں جو امام احمد رضا فاضل بریلوی کے ابتدائی استاذ تھے (ماخوذ از حیات اعلیٰحضرت واز کتاب "بریلویہ" کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ)

فقیر راقم السطور عرض کرتا ہے کہ کسی کو کسی کا ہمنام ہونے سے دھوکا دینا یہ پرانی دھوکہ بازشیعہ قوم کی تاریخ میں جابجا ملتا ہے اسی روش کو احسان الٰہی ظہیر نے بھی پسند کیا۔ مثلاً اہلسنت وجماعت کے ایک عظیم بزرگ "حضرت ابن قتیبہ کہ جنہوں نے "کتاب المعارف" لکھی ہے۔ اور شیعہ قوم کا لیڈر ابن قتیبہ کہ اس نے بھی کتاب المعارف لکھی دونوں ابن قتیبہ ہیں اور دونوں صاحب کتاب المعارف ہیں مگر پھر بھی دونوں ایک نہیں کہ اول کا مکمل نام عبداللہ بن مسلم قتیبہ ہے جو اہلسنت کے بزرگ ہیں اور ثانی کا پورا نام ابراہیم ابن قتیبہ ہے جو کٹر شیعہ کذاب اور دھوکہ باز ہے۔ اب کوئی شیعہ اپنے باطل مذہب کی تائید میں حوالہ تو پیش کرتا ہے اپنے ابن قتیبہ کا اور صاحب کتاب المعارف کا اور ظاہر کرتا ہے کہ یہ ابن قتیبہ سنیوں کے مسلم بزرگ ہیں۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس گہری دسیسہ کاری اور دھوکہ بازی کی حقیقت تک پہنچنا کتنا مشکل امر ہے وہ تو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی نظر عمیق تھی (اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر ہزاروں رحمتوں کا نزول فرمائے) کہ جنہوں نے تحفۂ اثنا عشریہ میں اس جیسی دسیوں فریب کاریوں کا سینہ چاک کر دیا۔ دنیا جانتی ہے کہ قوم بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر رسول تھے اور اسی قوم بنی اسرائیل میں ایک اور "موسیٰ" نامی مشہور شخص تھا کہ جو سامری سے پہچانا جاتا ہے مگر یہ (سامری) موسیٰ منافق اور کافر تھا اور وہ موسیٰ اللہ تعالیٰ کے خاص پیغمبر و رسول۔ کسی نے کیا خوب ہے۔

اذ المرء لم یخلق
سعیداً من الازل
قد خاب من ربی و
خاب المومل
فموسیٰ الذی رباه
جبرئیل کافر
وموسیٰ الذی رباه
فرعون مرسل

(صاوی شریف ج، ص ۳۲)

تو کیا احسان الٰہی ظہیر یا اس کے ہمنوا فقط ہم نام ہونے کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام یا ان کے خاندان کو بدنام کرنے کی جرأت کر سکتے ہیں۔

آمدم بر سر مطلب!

قارئین کرام! کم از کم مجھے اسی بہانے "سفینۃ البحال" دیکھنے کی سعادت تو نصیب ہوئی اور اس طرح اس زمانہ کا بڑا تاریخی مواد دیکھنے کو مل گیا۔ خاص طور پر اپنے موضوع کی مناسبت سے بڑی مفید معلومات ہاتھ لگ گئیں۔ جن میں سے کچھ پیش خدمت ہیں۔

یہ ۱۲۸۰ھ سے لیکر تقریباً ۱۲۹۱ھ کے درمیان کی بات ہے ابھی تک اہل سنت وجماعت کو "بریلوی جماعت" کے نام سے اور بد مذہبوں کی ایک مخصوص جماعت کو "دیوبندی جماعت" کے نام سے نہیں پکارا گیا تھا۔ ابھی تک اس

طرح کے یہ سارے لوگ سنی، حنفی، اہلسنت و جماعت ہی کے جھنڈے تلے موجود تھے۔ البتہ وہابیت اور غیر مقلدیت کا وجود پہلے قائم ہو چکا تھا۔

۱۲۸۹ھ کے آس پاس مدرسہ مصباح التہذیب بریلی پر ایک وقت ایسا بھی گذرا کہ چھ مہینے تک مدرس اول کی مسند خالی رہی۔ اگرچہ قدوۃ الاذکیاء حضرت علامہ نقی علی خاں فاضل بریلوی، حضرت مولانا مرزا غلام قادر بیگ، جناب مولانا محمد احسن نانوتوی کے علاوہ مندرجہ ذیل دیگر حضرات بھی مدرسہ میں تعلیم دے رہے تھے۔

(۱) جناب مولانا سید کلب علی شاہ صاحب (۲) جناب مولانا شجاعت علی صاحب

(۳) جناب حافظ حسین صاحب (۴) جناب حافظ حبیب الحسن صاحب

ظاہر بات ہے کہ جہاں ایسے ایسے لوگ درس دیتے ہوں وہاں کی مسند صدارت کے لیے آدمی بھی بھاری بھرکم چاہئے تھا۔ چنانچہ اس کے لیے اشتہار چھاپا گیا۔ جابجا خطوط بھیجے گئے۔ مسلسل تلاش و جستجو کے بعد منتظم مدرسہ جناب مولوی محمد احسن نانوتوی صاحب نے استاذ المشائخ حضرت علامہ حکیم سید شاہ سخاوت حسین صاحب سہسوانی کو سہسوان سے بلاکر "مصباح التہذیب" کی مسندِ صدارت کے لیے منتخب کرلیا۔ اور دس روپیہ یا تیس روپیہ ماہانہ تنخواہ بھی مقرر کردی گئی۔ مدرس اول کی خوبیوں اور صلاحیتوں سے بذریعہ اشتہار لوگوں کو متعارف کرایا گیا۔

ناظرین کرام! دیکھتے جایئے گا کہ ابھی تک جنکی صلاحیتوں کے گیت گائے جا رہے ہیں اور جس کی خوبیوں کو منوانے کا اہتمام کیا جا رہا ہے اسی کے بارے میں جب پتہ چلے گا کہ یہ تو عقائد کے باب میں یعنی بالخصوص مسئلہ امتناع النظیر کے سلسلے میں مولوی نقی علی خاں کا حمایتی ہے تو اپنے اس مہمان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائیگا اسکو بھی ذرا ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت مفتی حافظ بخش آنولوی بدایونی "تنبیہ الجہال" میں رقم طراز ہیں:

نانوتوی صاحب نے مدرس اول کو خود بلایا...... پیام رساں بنے، خود بلانا اور خود تفضیح چاہنا اور ایسے بے اصل امور کی شہرت دینا کس مذہب و ملت میں روا ہے۔ الخ ص ۱۳۷ اس اجمال کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ اس زمانہ میں اثر ابن عباس یعنی ان اللہ خلق سبع ارضین۔ الی آخر الحدیث کو مستدل بنا کر بلا ضرورت شرعی ایک غیر ضروری درسگاہی بحث کا عوام و خواص کے درمیان آغاز کیا گیا۔ بالفاظ دیگر امت مسلمہ میں ایک نئے فتنہ کا بیج بویا گیا۔ ان فتنہ انگیزیوں اور ہنگامہ آرائیوں کا سامان مولوی امیر احمد سہسوانی اور پھر مولوی محمد نذیر احمد سہسوانی کی طرف سے مہیا کیا گیا کہ ان حضرات نے اپنی علمی دھاک کو دوسروں سے منوانے کے لیے اثر ابن عباس کا حوالہ دیکر شش امثال کا ایک نیا فتنہ کھڑا کردیا۔ کہ جنکی رو سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا جو نص قطعی سے ثابت ہے اور جسکا مفہوم عوام و خواص پر ظاہر ہے ایسے بنیادی عقیدۂ اسلام پر خفیہ طریقہ سے نقب لگانے کی کوشش کی گئی۔ اور پھر تماشا یہ کہ جو ان کے اس موقف کو نہ مانتے وہ کافر و بے ایمان ٹھہرے (مناظرہ احمدیہ ص ۲۷)

اس امکان النظیر اور امتناع النظیر کے مسئلہ پر ۱۲۸۸ھ میں حضرت تاج الفحول، علامہ عبد القادر بدایونی

اور امیر احمد سہوانی کے درمیان مناظرہ بھی ہوا۔ جس میں امیر احمد سہوانی کو شکست بھی اٹھانی پڑی۔ مذکورہ بحث کے نتیجہ میں ہنگامہ آرائیوں کا ماحول پیدا ہوا۔ مناظروں بلکہ مجادلوں کی راہیں ہموار ہوئیں اس موقع پر اگر مولانا احسن نانوتوی صاحب چاہتے تو وہ اپنے رفیق وقریب مولوی امیر احمد سہوانی اور ان کے ہمنواؤں کو سمجھا بجھا کر موجودہ شورش کو ختم کر سکتے تھے اور شاید اس طرح امت مسلمہ آپسی انتشار وافتراق بلکہ تکفیر وتضلیل کی لعنت سے محفوظ ہو جاتی۔ مگر افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا بلکہ خود نانوتوی صاحب کو بھی مولوی نذیر احمد سہوانی نے اپنی مرتبہ کتاب "مناظرہ احمدیہ" میں اثر ابن عباس اور اسکے اپنے بتائے ہوئے مطالب کا معتقد ومؤید بنا کر پیش کردیا۔ اور جناب نے اس کی تردید نہ کر کے بلکہ خود بھی اپنی طرف سے ایک سوالی اشتہار شائع کر کے اسکی بھرپور تائید کردی۔ اور اپنے اس اشتہار کے ذریعے..... گویا اب بریلی کے لوگوں کو بھی اس میں شریک ہونے کی دعوت دیدی۔ حالانکہ ابھی تک علامہ نقی علی خاں بریلوی اور مولانا محمد احسن نانوتوی ایک ہی مدرسہ سے متعلق تھے مگر بات اب عقائد کی تھی۔ ناموسِ رسالت کی تھی اور خیال رہے کہ نقی علی خاں بریلوی پشتہا پشت سے دینی ودنیوی شان وشوکت کے حامل افغانی پٹھانوں کے اس خاندان کے ایک فرزندِ جلیل کا نام تھا کہ جس نے عزت اسلام اور ناموسِ رسالت پر اپنے تن من، دھن کو قربان کرنا سیکھا تھا۔ خاندانی وجاہت کے علاوہ وقت انظار، وحدت افکار میں اپنی مثال آپ تھے۔ علم وفضل کے ساتھ ساتھ سینہ سپر ہو کر حق بات کہنے کی جرأت وہمت آبائی وراثت میں ملا تھا۔ چنانچہ انہوں نے بمقتضی حال دین حق کی حمایت کے لیے قدم جما دیے۔ اور بلا کسی مداہنت کے مولانا محمد احسن نانوتوی اور ان کے ہمراہیوں کی سخت مزاحمت کی تحریر کا جواب تحریر سے اور تقریر کا جواب تقریر سے دیا مگر جن کے ذہن وفکر میں غرور انانیت اور سخن پروری کا سودا سمایا تھا بھلا وہ تسلیم حق کے لیے کیسے جھکتے۔ چنانچہ بات بڑھتی گئی۔ جانبین سے استفتے شروع ہو گئے اور معاملہ الجھتا ہی چلا گیا اور وہ بھی ایسا کہ آج تک نہیں سلجھا۔ (مقدمہ ص ۲۸)

نوٹ: قارئین کرام مذکورہ بالا حالات کے تناظر میں بطور نتیجہ بعض لوگوں نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ بریلوی مکتب فکر اور دیوبندی مکتب فکر کی ابتداء بریلی سے ہوئی اور وہ بھی ذکر کردہ بحث کے بعد۔ چنانچہ مولوی محمد حنیف صاحب گنگوہی ان حالات کا مختصراً ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں "یہی بریلی اور دیوبندی مخالفت کا نقطۂ آغاز تھا جو بعد کو ایک بڑی وسیع خلیج کی شکل اختیار کر گیا۔ (ظفر المحصلین ص ۲۹۶)

اور افسوس کہ جناب مولانا محمد شہاب الدین رضوی نے بھی انجانے میں دوسروں کی اس فکر کو اپنے الفاظ میں تبدیل کر کے یوں لکھ دیا۔ اثر ابن عباس اور مولانا احسن نانوتوی کی تائید ومخالفت میں جو دھڑے بندی ہوئی ان میں ایک کا تعلق دیوبند سے تھا اور دوسرے کا بریلی سے۔ یہ مقامات کے نام ہیں جو اثر ابن عباس کی بحث کے بعد مگر متنازع مسائل کی وجہ سے آپسی تکفیر وتضلیل کی وجہ سے دو مکاتب فکر کے نام بن گئے (مولانا نقی علی بریلوی ص ۷)

ان دونوں تاریخ نگاروں کی یہ بات محل نظر ہے۔ راقم السطور کو صحیح بات وہی لگتی ہے کہ جو "عمدۃ المحققین حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب مدظلہ العالی نے تحریر فرمائی" آپ فرماتے ہیں:

"آج مسلسل پروپیگنڈے کے زور سے یہ باور کرانے کی کوشش کی جارہی ہے کہ سنی، دیوبندی اختلاف کی ابتداء بریلی سے ہوئی جب کہ انوار ساطعہ بتاتی ہے کہ اس اختلاف کی شروعات سہارن پور میں ہوئی۔ الخ (تقریب انوار ساطعہ ص ۵)

ایسے نازک موقع پر حضرت استاذ المشائخ جیسے صاحب بصیرت اور صاحب فراست کے لیے یہ سمجھنا مشکل نہیں تھا کہ حق کس طرف ہے۔ جس کے دل میں پیر ومرشد کا احترام اس درجہ ہو کہ ان کے شہر میں جوتے پہننے کو بھی اپنے حق میں خلاف ادب سمجھتا ہو وہ بھلا حضور خاتم الانبیاء کی ادب گاہ میں اس طرح کی بیباکیاں کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ چنانچہ نتیجہ سے بے پرواہ ہوکر "حق کے علمبردار حضرت علامہ نقی علی خاں فاضل بریلوی کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ حالانکہ اس وقت تک آپس میں کوئی تعارف بھی نہ تھا۔ لیکن آپ نے خود اپنے بلانے والے اور بلاکر تعریف وتوصیف کرنے والے سے اظہار برأت کر دیا۔ شاید کوئی کہے یہ کہاں کا انصاف ٹھہرا کہ اپنے ہی محسن سے منہ موڑ لیا جائے اور جس سے شناسائی بھی نہ ہو اسکی حمایت کا دم بھرا جائے۔ میں عرض کروں کہ یہی تو آقا سے محبت کی پہچان ہے عشق کا امتحان ہے کہ دیکھیں ہماری خاطر کس کس کو کیسے کیسے کو چھوڑ کر آتا ہے اور رہی بات شناسائی کی تو عاشق رسول کے لیے دراصل عشق رسول ہی بذات خود ایسا بنیادی معیار تعارف ہے کہ یہ جہاں ہو اس سے محبت والفت اور یہ جہاں سے نکل جائے اس سے بیزاری ونفرت۔

ان کے دشمن کا جو دشمن نہیں سچ کہتا ہوں
دعویٰ بے اصل ہے جھوٹی ہے محبت تیری
بلکہ ایمان کی پوچھے تو ہے ایمان یہی
ان سے عشق، ان کے عدو سے ہو عداوت تیری

انہوں نے حضرت خیر الاذکیاء فاضل بریلوی کا اس امر حق میں ساتھ کیا دیا کہ وہ ساری صلاحیتیں جنکا چرچا کیا جارہا تھا یکلخت کالعدم قرار پائیں۔ ساری تعریفیں نقائص میں بدل گئیں۔ جس کو انتظار شدید کے بعد بڑی عزت سے بلایا تھا اسکی ساری خوبیاں اب کمیاں نظر آنے لگیں جسکو کبھی فخر سے مسند صدارت پر بٹھایا تھا اب اسکی برطرفی کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ بلکہ حکم موقوفی سنانے کی کوششیں اپنی انتہاء کو جا پہنچیں۔ حضرت علامہ نقی علی خاں صاحب نے جب دیکھا کہ مولوی سخاوت حسین صاحب کو صرف بجرم عقیدہ حکم موقوف سنایا جارہا ہے تو آپسی تعارف نہ ہوتے ہوئے بھی آپ کی حمیت اسلامی اور غیرت ایمانی کو یہ امر گوارہ نہ ہوا کہ ایک قابل ترین شخص کو مدرسہ سے موقوف کیا جائے۔ آپ نے اسکی مخالفت کی۔ مگر اکثریت وغلبہ مدرسہ میں انہیں لوگوں کو حاصل تھا چنانچہ بقول مفتی محمود قادری صاحب نتیجہ میں مدرسہ اور اس کے املاک پر وہابیوں کا قبضہ ہو گیا۔ مولانا شاہ سخاوت حسین صاحب علیہ الرحمہ بھی مستعفی ہوئے۔ اس موقع پر مولانا نقی علی خاں صاحب بریلوی نے اپنے اعوان ومعتقدین کو ساتھ لیکر "مدرسہ اہل سنت قائم کیا، مولانا شاہ سخاوت حسین صاحب اس میں مدرس اول مقرر ہوئے۔ (مخدوم الاولیاء ص ۳۸۶)

اسی طرف اشارہ فرمایا ہے اعلیٰحضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنے اس مکتوب گرامی میں کہ جو آپ نے "جامع الفضائل حضرت علامہ عبد السلام صاحب جبل پوری علیہ الرحمۃ کے نام ارسال فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں: مولانا مولوی سید سخاوت حسین صاحب۔ سہوانی مرحوم ومغفور یہاں کے ایک مستقل مستقیم سنی عالم تھے

زمانہ حضرت والد ماجد قدس سرہٗ میں میرے یہاں کے مدرس اول بھی رہے تھے الخ

(کلیات مکاتیب رضا" دوم" ص ۲۹)

ماقبل کے بیان کی مزید تائید وتوثیق کے لیے میں حضرت علامہ مفتی حافظ بخش آنولوی بدایونی علیہ الرحمہ کی انتہائی جامع کتاب "تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال" سے بڑے اختصار کے ساتھ چیدہ چیدہ اقتباسات یہاں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ صاحب تنبیہ الجہال نے سترہ (۱۷) ایرادات مدرسہ سے متعلق مولانا نانوتوی صاحب پر قائم کئے تھے جن میں ایک یہ تھا۔ چھ مہینہ مدرس اول کی تلاش رہی اشتہار چھپا خطوط جابجا گئے جب مدرس ہاتھ آئے تو یہ ٹھہری کہ وہ انہیں موقوف کر کے کوشش کیجاوے گی واہ کیا تجویز ہے اور کیا کوشش ہے:

ع　　آفریں باد بریں ہمت مردانہ تو

ایک اور جگہ فرماتے ہیں: لیکن درباب تقرر مولوی سخاوت حسین صاحب پچھلا عہد بھی کان لم یکن ہو گیا اور یہاں تک نزاع کو طول دیا کہ ان کے علماء نے بھی بخاطر انکی۔ اپنی رائے منسوخ کردی اور بلاوجہ حکم موقوفی مدرس صاحب صادر فرمایا۔۔۔۔۔لیکن آخر کار وہی گفتگو پیش ہوئی کہ مولوی سخاوت حسین صاحب کی موقوفی منظور کرواؤ فاضل بریلوی (علامہ نقی علی خاں صاحب) کو مولوی سخاوت حسین صاحب سے کچھ علاقہ بلکہ تعارف بھی نہ تھا مگر بے قصور صرف بجرم عقیدہ موقوف ہوتے تھے یہ امر گوارانہ ہوا۔

(تنبیہ الجہال)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

نانوتوی صاحب نے مدرس (مولوی سخاوت حسین صاحب) کو خود بلایا۔ پھر مضمون اشتہار کے جسکی تحریر صرف مولوی محمد یعقوب علی خانصاحب کی طرف نسبت کی پیام رساں بنے۔ خود بلانا اور خود تفضیح چاہنا اور ایسے بے اصل امور کی شہرت دینا کس مذہب وملت میں روا ہے۔ سبحان اللہ مسافر نوازی اور اپنے مددگاروں کے ساتھ وفاداری اسی کو کہتے ہیں۔

ع　　ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند (ایضاً)

ایک اور ایراد میں فرماتے ہیں:

مدرسہ بغرض تعلیم کتب درسیہ جاری ہوا تھا۔ مدرس اول (مولوی سخاوت حسین صاحب) کو موقوف کیا اور انکی جگہ آج تک دوسرا شخص مقرر نہ ہوا اور طلبہ درجہ اول کے مدرس صاحب کے پاس جمع ہوتے تھے منتشر ہو گئے ایسی کارروائی مدرسہ دیوبند، آگرہ وکانپور وغیرہا مدارس میں بھی ہوتی ہے یا نانوتوی صاحب ہی کے حصہ میں آئی (ایضاً)

اور جب نانوتوی صاحب سے پوچھا گیا کہ آپ نے خود اپنے ہی بلائے ہوئے مدرس اول کو بکوشش تمام برطرف کرایا آخر اس کی وجہ کیا ہے اس پر جو جواب جناب نے لکھ کر دیا وہ ملاحظہ فرمائیں۔

لوگ مدرس صاحب کو متعصب وصاحب تالیف کہتے ہیں۔ مدرس صاحب نے ہوشنگ آباد میں درباب عقیدہ

عبداللہ خاں صاحب سے مباحثہ کیا۔ مدرس صاحب ہم لوگوں کے عقیدہ کی نسبت یہ الفاظ کہتے ہیں الخ

اس پر مفتی حافظ بخش آنولوی نے تحریر فرمایا کہ

نانوتوی صاحب کو اسبات کا صاف صاف اقرار ہے کہ علت موقوفی مدرس یعنی مولوی سخاوت حسین صاحب فی الحال وبالمآل اختلاف عقیدہ ہے (ایضاً)

گمراہوں، بددینوں سے نفرت!

حضرت استاذ المشائخ کے احوال زندگی سے پتہ چلتا ہے کہ آپ صوفی صفت اور درویشانہ طبیعت کے مالک تھے۔ باوجود اس کے جب بات آتی فرقہائے ضالہ مضلہ اور بالخصوص فرقۂ وھابیہ کی تو اپنے عالمانہ طمطراق کے ساتھ ان سے حد درجہ اظہار نفرت وبیزاری فرماتے اور وہ ایسا کیوں نہ کرتے جب کہ ہر محب صادق کے لیے لازم وضروری ہے کہ اپنے محبوب آقا کی بارگاہ کے بدخواہوں، گستاخوں، بے ادبوں سے نفرت کرے۔

سید المحدثین حضرت امام قاضی عیاض مالکی یحصبی علیہ الرحمہ نے اپنی نادر المثال کتاب ''شفاء شریف جلد دوم میں محبوب دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم سے صدق محبت کی دس نشانیاں تحریر فرمائی ہیں جن میں سے ساتویں یہ ہے۔ ومنہا بغض من ابغض اللہ و رسولہ معاداۃ من عاداہ و مجانبۃ من خالف سنتہ وابتدع فی دینہ واستثقالہ کل امر یخالف شریعتہ الخ (شفاء شریف ج ۲ ص ۲۷) یعنی صدق محبت کی ایک نشانی یہ ہے کہ اس سے دشمنی و عداوت رکھے جو اللہ اور اس کے رسول کا دشمن ہو اور جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا مخالف ہو اس سے کنارہ کشی اختیار کرے اور ہر اس شخص کی صحبت سے بھی احتراز کرے جو دین میں ایسی باتیں ایجاد کرے جو فتنہ وفساد کا سبب بنیں اور خلاف شرع باتوں کو گوارہ نہ کرے۔

دنیا جانتی ہے کہ اعلیٰحضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ، رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ کے گستاخوں سے کس درجہ نفرت رکھتے اب اگر وہ خود کسی کو اس امر میں نفور کہیں تو اسی سے اس کی شدت بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ''مولانا مولوی سید سخاوت حسین صاحب سہوانی مرحوم ومغفور وہابیہ سے سخت نفور تھے فرمایا کرتے تھے وہابی اگر سامنے سے گزر جاتا ہے دل پر تاریکی آجاتی ہے الخ (کلیات مکاتیب رضا دوم ص ۲۹)

کچھ ایسا ہی اثر ان کے صاحبزادہ سہیل ہند حضرت سید قطب الدین برہمچاری کے اندر بھی پایا جاتا ہے جسکا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں حضرت مفتی محمود قادری رفاقتی صاحب (حضرت مولانا سید قطب الدین صاحب) کے وطن میں مودودی سادات کا خاصہ حصہ وہابی ہوگیا تھا آئے دن مولانا کا ان سے مباحثہ جاری رہتا تھا کبھی کبھی ڈنڈوں سے بھی ان کی خبر لیتے تھے فرماتے تھے کہ مر بھی جاؤنگا پھر بھی وہابیوں کو پٹختا نہیں چھوڑونگا...... حضرت مولانا سید مصباح الحسن صاحب فرماتے تھے کہ ان کی قبر کی طرف سے جو وہابی گذرا اسے ٹھوکر ضرور لگی اس کی وجہ سے وہابیوں نے اس طرف سے آمد ورفت چھوڑ دی۔ (تذکرہ اولیاء ص ۳۸۸)

وقت کے یا کچھ بعد کے بعض جانبدار اور متعصب فکر ونظر کے حامل تاریخ نگاروں نے عمداً ان کے ذکر کو ہاتھ نہ لگایا ہو۔ ورنہ کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ ان کے کچھ شاگردوں کا ذکر تو ہو اور ان کو اصلاً بھلا دیا جائے۔ مثلاً مولانا عبدالحی لکھنوی صاحب نے نزھۃ الخواطر جلد ہشتم ص ۲۸۲ پر حضرت حافظ بخاری سید شاہ عبدالصمد چشتی مودودی سہسوانی علیہ الرحمۃ کا ذکر تو کیا ہے اگرچہ اس طرح سے وکان علی مسلک شیخه فی الخلافیات شدید العصب علی مخالفیه ولکنه قلیل البذاءۃ علیهم حسن المعاشرۃ ذا بشاشۃ للناس، لین الکنف، رأیته غیر مرۃ ببلدۃ فتحپور باتی علیٰ مسیر شدیه الخ مگر پوری کتاب میں حضرت استاذ المشائخ کے ذکر سے قلم بالکل خاموش ہے۔ اسی طرح جماعت وہابیہ سے مسلک ایک اور سہوانی، بھوپالی صاحب نے اپنی ایک کتاب میں دیگر سہوانیوں کے ساتھ حضرت کا ذکر تو کیا ہے۔ گو علوم وفنون وغیرہ کے حوالہ سے ان کے فضل وکمال کا اعتراف بھی کیا ہے۔) مگر محاسن کی اوٹ میں دو ایک غلط فہمیوں کو بھی جنم دیا ہے۔ ویسے بھی وہ کتاب بچند وجوہ پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔ بالخصوص علمائے اہلسنت وجماعت کے حق میں اور زیادہ غیر معتبر! جسے دیکھ کر یہ احساس شدید تر ہوگیا کہ اپنے لوگوں کو بھی علمائے ربانیین اور بزرگانِ دین کے حالات مرتب کرنے کی طرف اور زیادہ توجہ دینی چاہئے۔ میری التجا ہے رب قادر وقیوم کی بارگاہ لم یزل میں کہ اپنے حبیب کے طفیل اس گنہگار سیاہ کار کو صحت کے ساتھ یہ طاقت وقوت بھی دے کہ اپنے بعض جلیل القدر علماء ومشائخ سے متعلق اور خاص طور پر "علمائے سنبھل" کے عنوان سے جو تاریخی خاکہ ذہن میں موجود ہے وہ بھی صفحۂ قرطاس پر بھی آجائے (آمین بجاہ حبیبک سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم)

فن طبابت میں مہارت

کہا گیا ہے العلم علمان، علم الابدان وعلم الادیان۔ علم دو طرح کے ہیں۔ ایک علم ابدان، دوسرا علم ادیان۔ حضرت استاذ المشائخ علیہ الرحمۃ دونوں طرح کے علوم میں مہارت رکھتے تھے۔ علم ادیان سے متعلق تو آپ نے پڑھا۔ اور علم ابدان کے بارے میں رقمطراز ہیں حضرت صدر العلماء میرٹھی۔ (علیہ الرحمۃ)

(آپ کو) فن طبابت میں بھی خاص درک تھا۔ آدمی کا چہرہ دیکھ کر صحیح کیفیت منکشف ہوجاتی تھی۔ ایکمرتبہ مطب میں تشریف فرما تھے۔ سامنے سے ایک شخص سر پر بوری رکھے ہوئے گذرا۔ حاضرین سے فرمایا۔ دیکھو مردہ جارہا ہے۔ تھوڑی دور چلکر وہ گرا اور مر گیا۔

فضل وکمال

استاذ المشائخ، عارف اسرار قاب قوسین حضرت علامہ سید شاہ سخاوت حسین قدس سرہ العزیز ان علمائے شریعت میں سے تھے جنکی زیارت کو حدیث میں عبادت قرار دیا ہے۔ اسی واسطے مجدد مأۃ حاضرۃ اعلیٰحضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں جب آپ کا ذکر ہوتا تو نام مبارک سنکر تعظیماً سینہ پر ہاتھ رکھ لیا کرتے تھے۔ اپنے عصر میں علم صرف ونحو کے امام تھے۔ ان علوم کو جزئیات مسائل نوک زبان پر رہتے۔ ائمہ نحو کی تصانیف مستحضر

فرمالیا کرتے تھے۔ خدائے جواد و کریم کے فضل عمیم سے آپ اسم با مسمّٰی تھے۔ داد و دہش، جود و سخا آپ کا وصف خاص تھا۔ مہمان نوازی اور سیر چشمی کا یہ عالم کہ دو ایک مہمان کے لیے اپنے گھر کی بکری اور کچھ زیادہ ہوتے تو گائے تک ذبح کر دیا کرتے۔

ذوقِ سخن

بعض شواہد ایسے بھی ملتے ہیں کہ جن سے آپ کے ذوق شعر و سخن کا پتہ چلتا تھا۔ اگر چہ اس حوالہ سے راقم السطور کو کوئی زیادہ مواد فراہم نہ ہو سکا۔ تاہم خود حضرت صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمۃ کے دستِ مبارک سے لکھے ہوئے کچھ اشعار آپ کی مستعمل ایک بوسیدہ بیاض سے یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔ نقل میں اگر چہ بڑی احتیاط سے کام لیا ہے پھر بھی کوئی کمی نظر آئے تو ناقل کی طرف منسوب کی جائے اشعار کے اوپر پیشانی ورق پر لکھا ہوا ہے۔

تضمینِ جدِّ امجد قدس سرہٗ

باعثِ ایجادِ عالم گوہر اصل الاصول
بحر رحمت آبروئے گوہر حسن قبول
مختصر فرمایئے گو قصۂ عاجز ہے طول
السلام علیک منی والصلاۃ یا رسول
لیس لی حسن العمل کیف النجاۃ یا رسول
ذات حق میں جلوہ گر یوں آپ ہیں یا مصطفٰے
جس طرح بطن معنی میں ہو پنہاں مدعٰی
پھول میں جس طرح بوئے خوش ہو یا خیر الورٰی
کنت کنزاً مخفیاً فی کنت کنزاً مخفیا
اختفاء النخل فی عین النواۃ یا رسول
آپ ہیں مانند ماہی بحر رحمت میں مقیم
آپ ہی ہیں آبروئے گوہر ذات قدیم
ناخدائے کشتیٔ عالم باخلاق عظیم
انت موج اول الامواج فی بحر القدیم
لیس مثلک ممکنا فی الکائنات یا رسول
لشکر حضرت کا ہے جبریل اک ادنیٰ سا پیک

بھاگتا ہے پرتوئے عالی سے شیطان مثلِ کیک
شوق میں کہتی ہے روحِ انبیاء قلبی لدیک
ما اقول کیف حالی حیث لا تخفی علیک
انت تعلم ما مضی وما سیاتی یارسول
بس کہ ہے نظارۂ اقدس کا دل کو اشتیاق
لحظہ لحظہ ذبح کرتی ہے مجھے تیغ فراق
زندگی ہے مجھ کو سوزِ آتشِ ہجراں سے شاق
ان فی ہجرک عذابا فی العذاب لایطاق
ان فی وصلک حیاۃ فی الحیاۃ یارسول
مظہر ذات الٰہی مصدر ہر جزو و کل
مثل گلشن ذاتِ حق اور آپ ہیں مانند گل
عندلیب جاں، بجائے کیوں نہ شادی سے وہل
انت خیر الخلق خیر الانبیاء خیر الرسل
مجمع الخیرات، محمود الصفات یا رسول
ہم گدا آئے ہیں دل میں دیکھکر اپنا شگون
مانگتے ہیں روضۂ پُر نور کا پکڑے ستون
زرد چہرہ، جسم کاہیدہ، رواں آنکھوں سے خون
انت جواد کریم نحن قوم سائلون
من نصاب الفضل شیئا فی الزکوۃ یارسول
شرم سے عصیاں کے ہے مجھ روسیاہ کو انتشار
روز و شب ہوں صدمۂ رنج والم سے دلفگار
جنس اپنی بیچنے لایا ہوں میں شوریدہ زار
اشتر ذنبی بعفوک لیس لی فیہ الخیار
بعت منک فی الازل بیع البیات یا رسول
اے نبی ہاشمی سلطانِ جملہ اولیاء
مظہر نورِ الٰہی مصدرِ نورِ خدا
آپ کی خاک قدم پہ دل سخاوت کا فدا

سلّم اللہ علی روحک وصلی دائما
کل ساعاتِ النہار واللیاتِ یا رسول

مشہور تلامذہ

جن مشہور ومعروف مدارس میں آپ نے درس دیا ان کی شہرت وعظمت کے پیش نظر تو آپ کے تلامذہ کی فہرست بڑی طویل ہونی چاہئے۔ مگر افسوس کہ ہماری رسائی وہاں تک نہ ہوسکی۔ پھر بھی چند اسمائے گرامی نظر سے گزرے انہیں دیکھ کر بلا ریب یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی فہرست تلامذہ میں جلیل القدر علماء ومشائخ اور مشہور زمانہ شخصیات شامل ہیں۔ اور بقول حضرت مفتی محمود احمد صاحب رفاقتی، کہ اگر تحقیق کی جائے تو چودھویں صدی کی ایک انتہائی باعظمت اور شہرت یافتہ شخصیت کے ابتدائی اساتذہ کی فہرست میں آپ کا نام ہونا چاہئے (واللہ تعالیٰ اعلم) چند مشہور تلامذہ کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

(۱) سند المحدثین، فخر المتکلمین، حافظ کلام الٰہی وحافظ صحیح البخاری حضرت سید شاہ عبد الصمد چشتی، نظامی، فخری، سلیمانی، حافظی، اسلمی پھپھوندوی علیہ الرحمۃ والرضوان آپ حضرت استاذ المشائخ سید شاہ سخاوت حسین علیہ الرحمہ الرضوان کے حقیقی خالہ زاد بھائی بھی ہوتے ہیں اور شاگرد رشید بھی۔ ۱۸۵۷ء مطابق ۱۲۷۳ھ میں جب حضرت حافظ بخاری کی عمر شریف ۱۲ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ حضرت مخدومہ سیدہ بی بی عظمۃ النساء نے آپ کو تسمیہ خوانی کے بعد اپنے حقیقی بھانجے حضرت استاذ المشائخ ہی کے حوالہ کیا۔ چنانچہ حضرت حافظ بخاری نے متوسطات تک علم صرف ونحو ودیگر علوم شرعیہ نیز منطق وفلسفہ ومناظرہ وغیرہ کا علم حضرت استاذ المشائخ ہی کے پاس رہ کر حاصل کیا۔ نیز حضرت استاذ المشائخ ہی آپ کو اپنے ساتھ حضور قبلہ عالم، شیخ المشائخ حافظ سید محمد اسلم صاحب خیر آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمت میں لیکر خیر آباد شریف حاضر ہوئے اور داخل سلسلہ کرایا۔ اور پھر حضرت استاذ المشائخ ہی نے آپ کے اس کے بعد بدایوں لاکر اعلم علمائے زمانہ، حضرت سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی علیہ الرحمہ والرضوان کی خدمت عالیہ میں تکمیل علوم کے لیے پیش فرمادیا۔ (ماخوذ از مصابیح القلوب)

حضرت صدر العلماء میرٹھی، حضرت حافظ بخاری علیہ الرحمۃ کی ایک کرامت بعنوان ”ہمارے جدامجد کی خداداد طاقت“ یوں بیان فرماتے ہیں۔

”فقیر کاتب الحروف کے جدامجد (یعنی حقیقی جدامجد کے حقیقی خالہ زاد بھائی) سید المفسرین سند المحدثین حافظ کلام باری وصحیح البخاری حضرت الحاج مولانا شاہ سید عبد الصمد صاحب۔ مودودی چشتی نظامی، فخری، سلیمانی قدس سرہ النورانی کا ایک واقعہ اسی قبیل سے ہے کہ آپ نے سلب کردہ مرض کو اپنی خداداد قدرت سے واپس کرالیا تھا جسکو سفر وحضر میں ہمراہ رہنے والے آپکے شاگرد رشید حضرت مولانا حافظ محمد اسمٰعیل صاحب محمود آبادی علیہ الرحمۃ الباری نے بایں طور بیان کیا کہ حضرت کوٹھی عثمان پور تشریف لیجارہے تھے۔ لکھنؤ سے، بچھ کر رودولی کرے شیریں خربوزے خریدے کہ خود کھائیگے

اور احباب کو تقسیم بھی فرمائیں گے [illegible]

صاحب کا مزار ہے اور ایک وسیع چبوترہ بنا ہوا ہے۔ جس پر اکثر مسافر آرام کرتے ہیں حضرت نے سامان وہیں رکھوا دیا اور خود استنجے کے واسطے تشریف لیگئے۔ مولانا حافظ محمد اسمٰعیل صاحب مذکورہ پر مذاق انسان تھے۔ انہوں نے وہ توکرے مزار کے قریب کر کے کہا کہ لیجئے حضرت سید آپکی نذر ہیں۔ آپنے استنجا کر کے وضو فرمایا پھر نماز سے فارغ ہو کر کھانا طلب کیا جو ہمراہ تھا۔ اس سے فراغت کے بعد خربوزے طلب فرمائے۔ اب جو خربوزہ کاٹا جاتا پھیکا نکلتا۔ حتی کہ جو خربوزے کاٹ کر چکھ لیے گئے تھے وہ بھی پھیکے ہو گئے۔ آپ نے تعجب کے ساتھ دریافت کیا کہ اسکا کیا سبب؟ حافظ صاحب مذکورہ نے بے تکلف کہہ دیا کہ یہ حرکت تو مجھ سے ہوئی تھی۔ آپ فوراً کھڑے ہوئے اور فاتحہ پڑھی پھر ان شہید صاحب کو مخاطب کر کے بلند آواز سے فرمایا کہ حضرت یہ نذر کرنے والا ان خربوزوں کا مالک نہیں تھا۔ ان کا مالک میں ہوں۔ میں نے نذر نہیں کیے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اب تو کھا کر دیکھو۔ چنانچہ پھر جو خربوزہ کھایا گیا شیریں نکلا جو پھیکے ہو گئے تھے شیریں ہو گئے۔ (بشیر القاری ص ۷۸)

(۲) مخدوم و معظم حضرت مولانا شاہ والتفات احمد صاحب سجادہ نشین خانقاہ خیر آباد شریف۔ ضلع سیتاپور۔ (یو۔ پی)۔

(۳) مخدوم و معظم حضرت مولانا شاہ امتیاز احمد صاحب سجادہ نشین خانقاہ عالیہ خیر آباد شریف۔ ضلع سیتاپور (یو۔ پی)۔

(۴) مخدوم و معظم حضرت مولانا حکیم سید امجد علی صاحب شاہ آباد۔ ہردوئی

(۵) مخدوم و معظم عالی جناب نواب احمد سعید خانصاحب والی ریاست دادوں علیگڑھ

(۶) مخدوم و معظم عالی جناب نواب عبدالروف خانصاحب والی ریاست دادوں علیگڑھ

(۷) مخدوم و معظم عالی جناب مولانا نواب محمد جان خانصاحب والی ریاست دادوں علیگڑھ (علیہم الرحمۃ والرضوان)

اور ان کے علاوہ بکثرت تلامذہ نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا:

وصال مبارک!

آپ کی وفات ۵۹ سال کی عمر میں ۱۹ ذی قعدہ ۱۲۹۹ھ کو بمقام خیر آباد شریف اس طرح واقع ہوئی کہ بروقت قل شریف فرمایا کہ میری چارپائی درگاہ شریف میں لیجا کر مرشد برحق کے مواجہ میں بچھا دو۔ اور بموجب ارشاد امیر خسرو علیہ الرحمۃ۔

ہر قوم راست ملت ہر ملتے پنا ہے
من قبلہ راست کردم برست کج کلا ہے

وہاں پہنچ کر مزار شریف کی طرف رخ کر کے لیٹے اُدھر قل ختم ہوا ادھر آپ داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے واصل بحق ہو گئے۔ اور یہ تمنا پوری ہو گئی۔

آرزو یہ ہے کہ نکلے دم تمہارے سامنے
تم ہمارے سامنے ہو ہم تمہارے سامنے

(بشیر القادری)

حضور صدر العلماء محدث میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان

قارئین کرام! یوں تو حضور صدر العلماء میرٹھی کے تعلق سے یہ پوری کتاب آپ کے روبرو ہے جس میں حضرت کی حیات مبارکہ کے زیادہ تر پہلوؤں پر گفتگو ہو چکی ہے۔ اور ماشاء اللہ اکثر لکھنے والوں نے دل کھول کر لکھا بھی ہے۔ اور میرے خیال سے یہ تو ابھی بہت کم ہے۔ فقیر غفرلہ القدیر نے اس عرصۂ ترتیب میں حضرت کے عالمانہ فضل و کمال اور ان کے محققانہ رعب وجلال، نیز علوم وفنون اسلامیہ پر ان کی خدمات نادر المثال سے علم دوست حضرات کے سینوں کو بڑا متاثر پایا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی تجربہ کار قلمکار، اور درسگاہی عظمتوں کا مزاج شناسا لکھاری ان پر لکھنے کو آئے تو لکھتا ہی چلا جائے۔ اور اگر صرف ہندو پاک کے درسگاہی علماء کا ہی تاثر لکھتا جائے تو بھی کئی سو صفحات پر حاوی ہو جائے۔ اگر چہ یہ بات صحیح ہے اور صد ہا افسوس کے ساتھ ایک بار پھر نوک قلم پر آئی کہ اپنی ہی جماعت کے بہت سارے قلم وقرطاس کے اجارہ داروں کے قلموں کی روشنائی حضرت میرٹھی کے حصہ میں نہیں آئی۔ اگر آئی بھی تو انتہائی کوتاہ قلمی کے ساتھ۔ حالانکہ مجھے اندازہ ہے کہ انہیں حضرت کی عظمتوں کا بخوبی علم رہا مگر کھل کر اسکا اظہار نہ ہوا۔ اسکی وجہ اگر چہ ظاہر نہیں مگر کوئی ہے ضرور! شکر خدا کہ اب آکر ایک نئے جذبہ کے ساتھ ہندو پاک کے نئے صاحبان قلم اور دیدہ وران قوم نے بڑے احسن طریقہ سے اپنی ذمہ داریوں کو نبھایا جس سے ماقبل کی فروگذاشت کی کافی حد تک مکافات ہوئی۔ اس امر کا اندازہ آپ خود بھی زیر نظر کتاب سے لگا سکتے ہیں۔ رب ذوالعطا اپنے مصطفےٰ کے طفیل سب کو دارین کی بہتر جزا سے نوازے۔ آپ کو یہ پڑھ کر شاید تعجب ہو کہ مجھے سرزمین پاکستان پر حضور صدالعلماء میرٹھی کی عظمتوں کا چرچا اور ان کی جملہ تصانیف کی پذیرائی یک گونہ اپنے یہاں سے زیادہ نظر آئی۔ ان کی جملہ کتب کی اشاعت وہ بھی دیدہ زیب طباعت کے ساتھ کثیر تعداد میں اور مختلف مطابع سے، یہ یقیناً ہم کو بھی کچھ دعوت فکر دیتی ہے۔ ! ب

خیر! میرا یہاں ارادہ کچھ بہت زیادہ لکھنے کا نہیں۔ اور نہ ہی کتاب کے مندرجات کو آپ کی خدمات میں دوبارہ پیش کرنے کا ہے۔ بلکہ میرا مقصد یہاں صرف قارئین کی آسانی کے لیے کہیں کہیں سے بعض تفصیلات کا نچوڑ، تو کہیں سے کسی اجمال کی کچھ تفصیل اور کہیں کہیں پر کچھ ایسے گوشوں کو اجاگر کرنا ہے جو کسی وجہ سے تاہنوز کتاب میں آنے سے رہ گئے ہیں۔

نام: سید غلام جیلانی بن سید غلام فخر الدین بن سید سخاوت حسین علیہم الرحمۃ والرضوان

جائے پیدائش: ریاست دادوں ضلع علیگڑھ۔ یو۔ پی (بھارت)

تاریخ پیدائش: آپ کی ولادت کے ماہ ویوم میں تو کسی کا اختلاف نہیں سبھی کا اتفاق ہے کہ ۱۱ رمضان المبارک ہے۔ البتہ سن پیدائش میں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے وجہ اختلاف ظاہر ہے کہ بشیر القاری میں خود حضرت نے اپنے قلم سے مذکورہ تاریخ تو لکھی ہے مگر سن کا تعین نہیں فرمایا۔ ایسی صورت میں اختلاف، ہو جانا کوئی قابل تعجب بات نہیں۔ حضرت نے ایسا کیوں فرمایا؟ آپ نے کسی احتیاط کے پیش نظر یا بس اتفاقیہ وہاں لکھنے سے رہ گیا اسکا کچھ علم

نہیں۔ ممکن ہے کاتب سے رہ گیا ہو۔ اس حوالہ سے جو اختلافی اقوال نظر سے گزرے ان میں سے صرف چند وہ بھی ان حضرات کے کہ جن کی تحریریں مرجع و ماخذ کی حیثیت سے شمار کی جاتی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) ۱۱ رمضان ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۹۰۰ء: از فقیہ النفس حضرت مفتی شریف الحق امجدی (نزھۃ القاری جلد ا ص ۸۷)

(۲) ۱۱ رمضان ۱۳۱۷ھ یا ۱۳۱۸ھ از حضرت قاری محمد یوسف صاحب قادری غازی آبادی۔

آپ حضرت صدر العلماء میرٹھی کی خدمت میں تقریباً ۱۲ سے ۱۵ سال تک رہے۔ نیز آپ سید محمد عرفانی میاں صاحب کے خسر بھی ہیں (زیر نظر کتاب)

(۳) ۱۱ رمضان ۱۳۱۸ھ از حضرت مفتی محمود اختر القادری (صدر الشریعہ حیات وخدمات ص ۴۲۸)

(۴) ۱۱ رمضان ۱۳۱۹ھ انٹرویو حضرت صدر العلماء میرٹھی (استقامت ڈائجسٹ کانپور فروری ص ۶ ۱۹۷)

(۵) ۱۱ رمضان ۱۳۱۹ھ مطابق ۲۳ دسمبر ۱۹۰۰ء (حضرت کی ایک یادداشت ڈائری یعنی ۱۹۶۸ء کا ''روزنامچہ'' جو فقیر کے پاس بطور تبرک موجود ہے)۔ مگر یہ تاریخ حضرت کے قلم سے نہیں بلکہ کسی اور کے قلم سے ہے۔ حضرت کی تحریر کو فقیر کئی جگہ دیکھ چکا ہے آپ کی تحریر اور مذکورہ تحریر میں بہت فرق ہے۔ پھر اس میں حضرت کی تاریخ ولادت اور تاریخ وصال دونوں ایک ساتھ ایک ہی قلم سے لکھی ہوئی ہیں۔ جبکہ ڈائری کی مندرجات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ حضرت کے وصال کے بعد دو تین صاحبان کی مشق تحریر کا بوجھ برداشت کر چکی ہے۔

(۶) ۱۱ رمضان ۱۹۰۰ء حضرت مفتی محمود قادری رفاقتی (تذکرہ علمائے اہلسنت ص ۲۰۳)

(۷) ۱۱ رمضان ۱۹۰۰ء ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری (صد سالہ منظر اسلام نمبر ص ۴۰۸)

(۸) ۱۱ رمضان ۱۹۰۵ء کے آس پاس ہوگی۔ بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان اعظمی (زیر نظر کتاب)

(۹) ۱۱ رمضان ۱۹۰۵ء اور ۱۹۰۶ء کے درمیان ہونی چاہئے (ڈاکٹر نوشاد عالم چشتی) (زیر نظر کتاب)

ان میں سے آخر الذکر دو حضرات نے اپنے اپنے منطقی طریقہ استدلال سے سن عیسوی کا استخراج فرمایا ہے جو نتیجہ کے اعتبار سے ایک دوسرے سے قریب تر ہے۔ اگرچہ یہ آخری دونوں تاریخیں کسی غیر یقینی وجہ کے سبب حقیقت حال سے بڑی دور نظر آتی ہیں تاہم جو انداز استدلال ہے وہ قابل تعریف ہے۔ بالخصوص بقیۃ السلف، جامع العلوم والفنون، بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب قبلہ اعظمی لا زالت شموس فیوضہ مشرقۃ علینا وعلیٰ اھل الاسلام آپ نے جس محققانہ اور منطقیانہ طرز استدلال سے سن ولادت کا استخراج فرمایا ہے وہ یقیناً قابل دید بھی ہے اور لائق مطالعہ بھی۔ موضوع کا تعلق صرف تاریخ کے ایک خشک پہلو سے ہے مگر اس ضمن میں آپ نے فرہنگ آصفیہ، ملفوظات اعلیٰحضرت، بہار شریعت، فتاویٰ رضویہ، شامی جلد اول، مراقی الفلاح، احیاء العلوم وغیرہ کے ذریعے جس انوکھی جدت فکر اور نئے طریقہ استدلال کی طرف راہنمائی فرمائی ہے وہ انہیں کا حصہ ہے۔

فقیر راقم الحروف کا اس سلسلہ میں گفتگو کو طول دینے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ مگر خدا بھلا کرے ہمارے محب گرامی قدر عالی جناب ڈاکٹر نوشاد عالم چشتی صاحب کا کہ انہوں نے اس حوالہ سے ماشاء اللہ خود بھی خاصی تحقیق وجستجو کی اور

بعد میں ایک جملہ یہ بھی لکھ دیا کہ "اہل تحقیق کو اس پر کام کرنے کی ضرورت ہے" میں اگرچہ اپنے کو اہل تحقیق کے زمرہ میں قطعاً شمار نہیں کرتا مگر جب دیکھا کہ کسی اور نے اسے ہاتھ نہ لگایا تو فقط خانہ پری کیلئے تھوڑا بہت لکھنے کا خیال آیا۔

مندرجہ بالا تاریخوں میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ سوائے آخری دونوں تاریخوں کے (کہ وہ یہاں زیر بحث نہیں) وہ تمام تر حضرات کہ جنھوں نے سن عیسوی کو تحریر کیا ہے وہ سب ۱۹۰۰ء پر متفق نظر آتے ہیں۔ مگر سن ہجری ایک نہیں بلکہ تین نظر آتے ہیں ۱۳۱۷ھ، ۱۳۱۸ھ، ۱۳۱۹ھ اور یہی امر قابل تشویش ہے۔ اور اگر ۱۹۶۸ء کی مذکورہ سالانہ ڈائری (کہ جس میں حضرت نے اپنے سفر حج وغیرہ کی ضروری یادداشتیں نوٹ فرمائی ہیں) کی انگریزی تاریخ کو تسلیم کرلیا جائے یعنی ۲۳ دسمبر ۱۹۰۰ء تو مسئلہ اور زیادہ پریشان کن بن جاتا ہے کیونکہ ۱۳۱۷ھ کی ابتداء ۱۱ مئی ۱۸۹۹ء سے ہوتی ہے اور اسکی انتہاء ۳۰ اپریل ۱۹۰۰ء پر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ عربی اور انگلش کلنڈر کے حساب سے اس سال رمضان المبارک ۳ جنوری ۱۹۰۰ء کو شروع ہو کر غالباً یکم فروری کو اختتام پذیر ہوا۔ چنانچہ ۱۳۱۷ھ کے رمضان کی مطابقت دسمبر ۱۹۰۰ء کو سرے سے ہے ہی نہیں، رہی بات ۱۳۱۸ھ کے رمضان کی تو اس میں بھی ایک الجھاؤ باقی ہے وہ یہ کہ اگرچہ اتفاق سے ۱۹۰۰ء میں ماہ رمضان دو دفعہ شروع ہوا ایک ۳ جنوری کو جیسا کہ ذکر ہوا اور دوسرا ۲۳ دسمبر بروز اتوار کو (جس طرح کہ ۲۰۰۶ء ابھی قریب ہی ایسا سال گذرا کہ اس میں حج کی ادائیگی دوبار وقوع پذیر ہوئی ایک مرتبہ ۹ جنوری ۲۰۰۶ء کو اور دوسری مرتبہ ۲۹ دسمبر ۲۰۰۶ء کو) مگر اس صورت میں دقت یہ ہے کہ مذکورہ ڈائری میں ۱۱ رمضان کو ۲۳ دسمبر کے مطابق بتایا گیا ہے۔ جبکہ ۲۳ دسمبر کو رمضان کی گیارہ نہیں بلکہ پہلی تاریخ حساب میں آتی ہے کیونکہ ۱۳۱۸ھ کے محرم کی پہلی تاریخ یکم مئی ۱۹۰۰ء سے شروع ہوتی ہے اور ذوالحجہ کی آخری تاریخ ۱۹ اپریل ۱۹۰۱ء پر آتی ہے اس اعتبار سے ۲۳ دسمبر بروز اتوار کو یکم رمضان آئی نہ کہ گیارہ کو چنانچہ یہاں بھی مکمل مطابقت ندارد۔

اور رہی بات ۱۳۱۹ھ کے گیارہ رمضان مطابق ۲۳ر دسمبر ۱۹۰۰ء کی تو یہ بھی پریشانی سے خالی نہیں کیونکہ ۱۳۱۹ھ کے کسی دن نے ۱۹۰۰ء کے کسی دن کو چھوا تک نہیں۔ اس وجہ سے کہ ۱۳۱۹ھ کا سال ۲۰ر اپریل ۱۹۰۱ء سے شروع ہوتا ہے۔ جب وہ ۱۹۰۰ء کے چار مہینے بعد شروع ہو رہا ہے تو بھلا اس کے مطابق کیسے ہو سکتا ہے؟

آپ سوچتے ہونگے کہ جب سب تاریخیں غلط ٹھہریں تو پھر صحیح کیا ہے؟ میں عرض کروں کہ اگر ہلکی سی کتابت کی غلطی مان لی جائے تو میرے نزدیک سب سے زیادہ صحیح مذکورہ نوٹ بک میں تحریر کردہ تاریخ ہی ہے۔ اور وہ یوں کہ بجائے ۱۹۰۰ء کے ۱۹۰۱ء تسلیم کرلیا جائے تو پھر اسلامی ماہ وسال اور انگریزی ماہ وسال سب ایک دوسرے کے مطابق ہو جاتے ہیں اور اس حساب سے تاریخ پیدائش ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۱۹ھ مطابق ۲۳ر دسمبر ۱۹۰۱ء بروز پیر نکلتی ہے۔

کیونکہ ۱۳۱۹ھ کا رمضان ۱۲ اور ۱۳ر دسمبر یعنی جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات میں شروع ہوا مطلب یہ کہ جمعہ کو پہلا روزہ ہوا اس اعتبار سے ۱۱ رمضان المبارک ۲۳ دسمبر ۱۹۰۱ء بروز شنبہ کو آیا۔ گویا کہ حضرت کا وصال بھی دوشنبہ کو ہوا جبکہ آپکی ولادت کا دن بھی دوشنبہ ہے۔ یہ ایک حسین اتفاق ہے کہ جو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقے میں انہیں نصیب ہوا۔

خیال رہے کہ تاریخ ولادت کے حوالہ سے جہاں یقین کے بعد راقم السطور کے نزدیک جو راجح ٹھہرا وہ بیان کردیا ہاں مگر اسکو حتمی اور یقینی بتانے کے لیے میرے پاس کوئی دلیل نہیں۔ اس جگہ ایک اور امر خاص طور پر قابل ذکر ہے وہ یہ کہ جن حضرات نے ۱۳۱۸ھ سن ولادت تحریر فرمائی اُسی کو درست قرار دیا جائے۔ ہاں مگر اسکو ۱۹۰۰ء کے مطابق قرار دینا اگرچہ باعتبار حقیقت صحیح نہیں لیکن اسکی درستگی کی بھی ایک توجیہ سمجھ میں آتی ہے ممکن ہے کہ اہل علم اسے قبول فرمالیں۔

حضرت کی ولادت اور بیسویں صدی عیسوی کا آغاز

ابھی کچھ پہلے ذکر کیا گیا کہ ۱۳۱۸ھ[1] کے رمضان المبارک کا آغاز ۲۳ نومبر ۱۹۰۰ء بروز اتوار ہوا۔ تو اگر حضرت کی ولادت ۱۱ رمضان المبارک سہ شنبہ کو بعد مغرب تسلیم کی جائے جبکہ اسلامی حساب سے چہارشنبہ شروع ہوچکا تھا اور انگریزی حساب سے ابھی سہ شنبہ ہی تھا تو اس صورت میں حضرت کی تاریخ ولادت اور بیسویں صدی عیسوی کا آغاز دونوں یک گونہ ہم آہنگ نظر آتے ہیں۔ یعنی اس صورت میں آپ کی۔

تاریخ پیدائش

۱۱ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۰۱ء بروز بدھ نکلتی ہے۔ اب یہاں بطور توجیہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس قلیل کا خیال نہ کرتے ہوئے بعض حضرات کرام نے بجائے ۱۹۰۱ء لکھنے کے ۱۹۰۰ء ہی تحریر فرمایا۔ اور یہ کوئی غلط بھی نہیں کہ باب اسماء الرجال میں اس طرح بلکہ اس سے کہیں بہت زیادہ شروع ہی سے ہوتا چلا آیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (۲)

یہاں میں ضمناً اپنے موقر مضمون نگاروں، تاریخ نویسوں، اور نشرواشاعت کے ذمہ دار حضرات سے انتہائی باادب ہوکر یہ عرض کردینا اپنا فریضہ سمجھتا ہوں کہ تذکرہ جات وسوانحیات کے باب میں وفات، ولادت اور دیگر اہم امور کی تاریخ لکھتے وقت نیز پروف ریڈنگ کے دوران اگر تحقیق واحتیاط سے کام لیا جائے تو آئندہ نسل پر، بالخصوص ان میں جو تحقیقی ذوق کے حامل ہیں ان پر بڑا کرم ہوگا۔ اس راہ کا مسافر کبھی کبھی انہیں غلطیوں کے باعث عجیب کش مکش میں

---

(۱) نوٹ: یہاں پر یہ اہم تاریخی بات بھی بطور خاص یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء ہی میں ضلع پٹنہ (بہار۔ انڈیا) میں ایک انتہائی عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں پاک وہند (یعنی غیر منقسم ہندوستان) کے سیکڑوں علماء ومشائخ نے شرکت فرمائی اور اسی جلسہ میں امام اہلسنت اعلیٰحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کو ان بزرگ علماء ومشائخ کے فیصلہ سے "مجدد مأۃ حاضرۃ" کے لقب سے یاد کیا گیا۔ (اشرفی)

(۲) (نوٹ) مندرجہ بالا بیان میں عربی وانگریزی تواریخ کے سلسلہ میں جہاں سے استفادہ کیا گیا وہ مندرجہ ذیل ہے۔

1- htt//wikipedia.org/wiki/14-century-AH

2- htt//timeond.date.com

3- Calendar for year(1900-1901)unitedkingom

جتلا ہو جاتا ہے حالانکہ مقابلۃً زمانۂ گذشتہ کے فی زمانہ کتابت وطباعت کی ہزار ہا سہولتیں موجود ہیں۔ مگر ان سہولتوں کو اگر بے احتیاطی سے استعمال کیا جائے تو پھر یہی اپنے بطن سے ہزاروں دقتوں کو جنم دیتی ہیں۔ بے توجہی کی بنا پر لکھنے والے کے لیے جو چیزیں پریشانی کا سبب بن جاتی ہیں ان کی بے شمار مثالوں میں سے صرف ایک مثال ملاحظہ فرمائیں کہ ایک صاحب جو کئی تاریخی کتابوں کے مصنف ہیں انہوں نے اپنی ایک کتاب میں لکھا کہ ۱۲۲۸ھ میں قصبہ شیخو پورہ ضلع بدایوں میں مسئلہ امکان وامتناع النظیر پر مولانا عبدالقادر بدایونی اور مولانا امیر احمد سہوانی کے درمیان ایک مناظرہ ہوا۔ پھر حاشیہ میں لکھتے ہیں امیر احمد بن مولوی امیر حسن، سہوان ضلع بدایوں میں ۱۲۶۲ھ میں پیدا ہوئے۔ اب اس کا ظاہری مطلب تو یہی نکلتا ہے کہ انہوں نے اپنی ولادت سے ۳۴ سال پہلے ہی مناظرہ فرمالیا۔ پھر غلطی در غلطی یہ کہ ان صاحب نے اپنی دوسری تصنیف میں جو اسکے بعد کی ہے ہو بہو یہی تاریخ تحریر فرمائی ہے۔ حالانکہ ظاہر ہے کہ یہاں کتابت کی غلطی ہوگی مگر آخر اس طرح اصل تاریخ تو معرض خفا میں رہی۔ ایسی غلطیوں کے اندفاع کی سب سے بہتر صورت وہی ہے جو عموماً قدیم عربی کتب اسماء الرجال میں دیکھنے کو ملتی ہے کہ وہاں یا تو فقط الفاظ کے ذریعہ اعداد کو بیان کیا جاتا ہے یا پھر الفاظ اور ہندسوں دونوں کے ذریعہ۔ بہر حال اگر صرف ہندسوں ہی کے ذریعے تاریخ لکھی جائے مگر احتیاط کے ساتھ۔ پھر بھی بہت ساری پریشانیوں کا مداوا ہو سکتا ہے۔ آج کل علماء ومشائخ سے متعلق تذکرہ جات کی جو کتب بزبان اردو دستیاب ہیں ان میں اکثر کے اندر ولادت ووصال ودیگر اہم واقعات کی تاریخیں بیان کرنے میں کثیر تعداد میں اغلاط موجود ہیں چنانچہ بنا بر تحقیق صرف ایک ہی کتاب کے حوالہ سے کسی تاریخ کو جزم کے ساتھ بیان کر دینا میرے خیال سے احتیاط کے خلاف ہوگا۔

مدت تعلیم

حضرت صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمۃ نے مدارس اسلامیہ میں رہ کر جو تعلیم حاصل کی۔ میرے حساب سے اس کی مدت تقریباً ۱۵ سال بنتی ہے۔ جس میں چھ سال۔ ''جامعہ نعیمیہ مراد آباد'' میں اور ۹ سال دار الخیر اجمیر شریف اور شہر رضا بریلی شریف میں۔ پھر اگر تعلیم سن شعور اور پرائمری سکول کو بھی جوڑ لیا جائے تو تقریباً ۲۱، ۲۲ سال بنتے ہیں۔ ماضی قریب میں یہ عرصۂ تعلیم آج کی دوڑتی، بھاگتی، اور چاروں طرف ہاتھ پاؤں مارتی دنیا میں رہنے والے طلباء کے لیے عظیم لمحۂ فکریہ ہے۔ جو اپنے اسلاف کے طریقۂ تعلیم پر غور کرنے کی دعوت عام دیتا ہے۔ حضرت امام شافعی نے فرمایا:

اخی لن تنال العلم الا بستۃ ۔۔۔ سأنبئک عن تفصیلھا ببیان

ذکاء و حرص و اجتھادٍ و بلغۃ ۔۔۔ وارشادِ استاذ و طولِ زمان

آپ اگر غور فرمائیں گے تو مندرجہ بالا امور ستہ حضرت صدر العلماء میرٹھی کے عرصۂ تعلیم میں بدرجۂ اتم پائیں گے۔

احترام اساتذہ!

یوں تو ہر بڑے کا ادب واحترام اور چھوٹے پر شفقت وکرم شریعت اسلامیہ کی تعلیم ہے خود معلم کائنات علیہ التحیۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں۔ لیس من أمتی من لم یبجل کبیرنا و یرحم صغیرنا و یعرف لعالمنا حقہ وہ میری اُمت

سے نہیں جو مسلمانوں کے بڑے کی تعظیم نہ کرے اور چھوٹے پر رحم نہ کرے اور عالم کا حق نہ پہچانے۔

(مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۳۲۵۔ مشکل الآثار للطحاوی ج ۲ ص ۱۳۲)

اپنے بزرگوں کا ادب زینت ہے، خوبصورتی ہے۔ کسی عربی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

لکل شئی زینۃ فی الوریٰ

و زینۃ المرء تمام الادب

مگر خاص طور سے اپنے مربی اور استاذ کا ادب واحترام ہر علم کے فیض حاصل کرنے والے کے لیے انتہائی لازم وضروری ہے۔ اور بلاشک ایک متعلم ومتادب کے لیے اپنے معلم ومأدب کا ادب اپنے باپ کے ادب واحترام سے بڑھ کر ہے۔ اسکندر رومی سے پوچھا گیا کہ آپ اپنے استاذ کی تعظیم اپنے باپ کی تعظیم سے بھی زیادہ کرتے ہیں۔ آخر ایسا کیوں؟ کہا! اس لیے کہ میرا باپ مری حیات فانیہ کا سبب ہے اور میرا استاذ میری حیات باقیہ کا (مجانی الادب)

آپ کو اس کتاب کے بعض مندرجات سے پتہ چلیگا کہ صدر العلماء میرٹھی کسطرح سے اپنے اساتذہ کا ادب واحترام کیا کرتے اور کتنی عقیدت سے ان کے نام لیا کرتے تھے۔ اور نہ صرف اساتذہ کی عظمتوں کا لحاظ بلکہ ان کی نسبتوں کا خیال کر کے ان کے صاحبزادگان یعنی اپنے استاذ زادگان سے بھی بڑی محبت وشفقت کا اظہار فرمایا کرتے۔ مذکورہ بات کی تصدیق آپ کو اس کتاب میں جابجا اور خاص طور پر حضرت محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفےٰ قادری مدظلہ العالی اور پیر طریقت حضرت سید محمد مہدی میاں صاحب مفتی اجمیری کے مقالات سے ہوسکتی ہے۔

شفقتِ اساتذہ

یہ فطری بات ہے کہ جب شاگرد کی طرف سے سچی لگن، اور ادب واحترام نظر آتا ہے تو پھر خود بخود استاذ کی طرف سے بھی شفقت وکرم کا انعام ہوہی جاتا ہے۔ رب قادر وقیوم نے حضرت صدر العلماء کو اس اعتبار سے بھی بڑا خوش بخت بنایا تھا کہ آپ کو ابتداء ہی سے جو بھی استاذ ملا وہ کامل واکمل ملا اور ایک سے ایک بڑھ کر ملا۔ جن میں سے ہر ایک نے بڑی مہارت اور خصوصی توجہ سے اس ہیرے کو بڑی عمدگی سے تراشا۔ آپ نے "تیسیر القاری" میں اپنے کل بارہ جلیل القدر اساتذہ کرام کا تذکرہ فرمایا ہے جن میں سے اپنے ابتدائی استاذ گرامی کا ذکر کچھ یوں کرتے ہیں۔ ابتداء ہی سے میلان طبع صرف ونحو کی جانب زیادہ تھا۔ خوش قسمتی سے استاذ بھی ملے تو ایسے جو مسائل صرف ونحو کے حافظ تھے۔ یعنی استاذ معظم حضرت مولانا عبد العزیز خاں صاحب فتحپوری (علیہ الرحمۃ) قوت حافظہ اتنی زبردست کہ اپنے زمانہ کا بوعلی سینا کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا الخ (مختصرا) حضور صدر الافاضل مرادآبادی، اور حضور صدر الشریعہ اعظمی علیہما الرحمۃ والرضوان کا قدرے تفصیلی اور عقیدت بھرا تذکرہ چھیڑا ہے۔ جسکو آپ زیر نظر کتاب میں مفصل دیکھیں گے۔

اپنے ایک اور گوشہ نشین استاذ عظیم الشان امام النحاۃ حضرت علامہ سید امیر صاحب پنجابی علیہ الرحمۃ کا ذکر کرتے کرتے یوں فرماتے ہیں۔ شرح جامی پڑھانے میں آپ کا نظیر دیکھنے میں نہیں آیا۔ آپ لوجہ اللہ پڑھایا کرتے تھے درگاہ اجمیر شریف اولیاء مسجد کے قریب ان کا قیام تھا ایک دن مجھے دار الاقامہ کے انتقال مکانی اور رہائش گاہ کی صفائی کرنے کی وجہ سے تھکان زیادہ ہوئی تو مطالعہ نہ کرسکا اور یہی درس میں نہ جانے کی وجہ بن گئی۔ دوسرے ساتھی جب

حضرت کی قیامگاہ پر حاضر ہوئے تو پوچھا کہ جیلانی کہاں ہے؟ انہوں نے وجہ مذکور بتادی۔ (خفگی کا اظہار کرتے ہوئے) فرمایاتم بھی جاؤ طالب نہیں ہے۔ اور پھر کئی دن تک درس بند رہا۔ بالآخر ایک دوسرے استاذ گرامی کی سفارش سے دوبارہ باریابی حاصل ہونے لگی الخ (تلخیصاً تسہیلاً) راقم السطور نے جب یہ واقعہ پڑھا تو حضرت خواجہ حسن بصری علیہ الرحمۃ کا وہ واقعہ یاد آگیا کہ "آپ ہفتہ میں صرف ایک بار مجلس وعظ قائم فرمایا کرتے۔ منبر پر چڑھ کر دیکھتے کہ رابعہ بصریہ ہیں یا نہیں۔ اگر وہ موجود ہوتیں تو وعظ فرماتے ورنہ نیچے اتر آتے۔ ایک دن کسی نے عرض کیا حضور اتنے عالی قدر بزرگ موجود ہیں اگر ایک ضعیفہ نہ ہوئی تو کیا ہوا۔ فرمایا کہ وہ غذا جو ہم نے ہاتھیوں کے لیے تیار کی ہوتی ہے وہ کس طرح چیونٹیوں کے منہ میں ڈال سکتے ہیں۔ (مراۃ الاسرار ص ۲۳۱)

انہیں حضرت سید امیر شاہ صاحب پنجابی علیہ الرحمہ کا ایک بہت عمدہ اور نادر الوجود مختصر رسالہ جو کلمہ توحید "لا الہ اللہ محمد رسول اللہ" کی ترکیب نحوی پر مشتمل ہے۔ حضرت صدر العلماء میرٹھی نے اپنی کتاب "تبشیر الناجیہ" کے ص ۱۲۷ر پر نقل فرمایا ہے۔ نیز حضرت علامہ شرف قادری صاحب نے اپنی کتاب "تذکرہ اکابر علمائے پاکستان" میں حضرت شاہ صاحب مذکور کے قابل ترین تلامذہ میں سے صرف دو ہی کا ذکر فرمایا ہے۔ جن میں سے ایک حضرت صدر العلماء میرٹھی ہیں اور دوسرے محدث اعظم پاکستان۔

مدتِ تدریس

یوں تو آپ نے زمانہ طالبعلمی ہی سے درس وتدریس کا سلسلہ شروع فرمادیا تھا۔ لیکن باضابطہ طور پر جب سے آپ نے سلسلۂ تدریس شروع فرمایا اس وقت سے لیکر آخری ایام تدریس تک تقریباً سینتالیس سال کی مدت بنتی ہے۔ جسکی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) تاج المدارس قصبہ جائس ضلع رائے بریلی۔ یو۔ پی

یہیں سے آپ کے سلسلۂ تدریس کی باضابطہ ابتداء ہوتی ہے۔ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں درس وتدریس کا سلسلہ تو زمانہ طالبعلمی سے ہی جاری ہوگیا تھا۔ لیکن باضابطہ خدمات تدریس کی انجام دہی بعد فراغت سب سے پہلے تاج المدارس قصبہ جائس میں ہوئی (انٹرویو ماہنامہ استقامت ۱۹۷۶ء) مگر کتنی مدت؟ اسکی کوئی صراحت وہاں نہیں۔ ہاں آپ کے جائسی شاگردوں میں سے ایک یعنی پیر طریقت حضرت مولانا سید محمد نعیم اشرف صاحب قبلہ جائسی (والد گرامی حضرت علامہ سید محمد کلیم اشرف صاحب جائسی) کے مقالہ سے اسکا جواب بصراحت مل جاتا ہے یعنی تقریباً ایک سال۔ جو میرے حساب سے ۱۹۳۱ء سے لیکر ۱۹۳۲ء کی درمیانی مدت ہونی چاہئے۔

(۲) دار العلوم جامع عظمت نشان کرنال

یہاں پر آپ حضرت علامہ نواب صدر یار جنگ حبیب الرحمن خانصاحب شیروانی کی دعوت پر تشریف لائے اور تقریباً ڈیڑھ سال تشریف فرما رہے یعنی ۱۹۳۲ء سے لیکر تقریباً ۱۹۳۳ء کے نصف تک۔

(۳) دار العلوم احسن المدارس نئی سڑک کانپور۔ یو۔ پی

سرزمین کرنال میں تو حب کے غلبہ کی وجہ سے جی نہ لگا اور درمیان سال سے ہی آپ وہاں سے دار العلوم احسن المدارس کانپور تشریف لے آئے تھے۔ چنانچہ یہاں آئے ہوئے ابھی ۲،۳ ماہ ہی ہوئے تھے کہ عید الفطر کی تعطیلات ہوگئیں۔ اور آپ اپنے وطن مالوف ریاست دادوں ضلع علیگڑھ تشریف لے گئے۔ اور پھر وہاں سے اپنے استاذ گرامی قدر استاذ العلماء، حضور صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی کے بارگاہ میں بغرض حصول زیارت مرادآباد حاضر ہوئے تو صدر الافاضل نے وہیں پر اپنے شاگرد رشید سید غلام جیلانی علیگڑھی کو

(۴) مدرسہ اسلامیہ عربیہ اندر کوٹ میرٹھ۔ یو۔ پی

کے لیے منتخب فرمالیا۔ اور انتخاب بھی ہوا تو اتنا پختہ اور پائدار کہ جس نے ایک علیگڑھی کو ہمیشہ کے لیے "میرٹھی" بنادیا۔ وہ بھی اس طرح کہ میرٹھی اب ان کے نام کا حصہ بن چکا ہے۔ یہ انتخاب ۱۹۳۵ء کے اوائل میں ہوا۔ اسوقت سے لیکر وقت وصال یعنی ۱۹۷۸ء تک تقریباً آپ ۴۳ سال مدرسہ عربیہ میرٹھ ہی میں مسند صدارت پر جلوہ گر رہے۔ اور وقت وصال سے صرف ۲،۳ دن پہلے تک درس حدیث دیتے رہے۔ اب اگر کل مدت تدریس کو جوڑا جائے تو سینتالیس سال بنتے ہیں۔ اور اگر تعلیم وتعلم دونوں کو جوڑ دیا جائے تو انہتر سال ہوئے ہیں۔ گویا آپ نے اپنی اسی سالہ زندگی کے تقریباً انہتر سال حصول دین اور خدمت دین میں گزارے۔ (سبحان اللہ)۔

ابر رحمت ان کے مرقد پہ گہر باری کرے
حشر میں شان کریمی ناز برداری کرے
کیسے کیسے ہیں یہ اللہ کے پیارے نکلے
اے فلک دیکھو زمیں پر بھی ستارے نکلے

اندازِ تعلیم

آپ کا بڑا تحقیقی، معیاری اور بلند وبالا تھا۔ ہاں تھا مگر دیر طلب، کیونکہ جس طرح خود انہوں نے حصول علم کے لیے اپنے طول زمان کو قربان کیا تھا بکھاسی طرح کے امتحان سے وہ اپنے تلامذہ کو بھی گزار کر انہیں کامیاب وکامران بنانا چاہتے تھے۔ دیگر مشہور ومعروف مدارس کے منتہی طلباء بھی اگر ان کی خدمت میں بغرض تعلیم حاضر ہوتے تو ان سے بھی، پہلے نحو میر کے مسائل ہی سنتے! اسی لیے لوگ ان کے پاس جانے سے گھبرایا کرتے تھے۔ جب راقم السطور ایک مرتبہ عالم ہفت زباں حضرت علامہ عاشق الرحمٰن صاحب حبیبی کی خدمت میں الہ آباد حاضر ہوا تو انہوں نے دوران گفتگو یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "حضرت صدر صاحب علیہ الرحمۃ درس دیتے وقت ہمیشہ "کیف" کا لحاظ فرمایا کرتے تھے "کم" (مقدار) کے کم ہونے کی پرواہ نہیں کیا کرتے تھے۔ وہ اپنے طلباء کو باصلاحیت بنانے کے لیے مکمل کوشش فرمایا کرتے الخ اسکی اگر تفصیل درکار ہو تو زیر نظر کتاب میں حضرت علامہ سید محمد یزدانی میاں صاحب قبلہ اور حضرت علامہ عاشق الرحمٰن صاحب قبلہ حبیبی

الہ آبادی کے مضامین بطور خاص ملاحظہ فرمائے جائیں۔

اگر بات ہوتی تلامذہ کو سند فراغت دینے یا ان کی دستار بندی کی تو اس میں حد درجہ احتیاط فرماتے۔ میرے علم کے مطابق حضرت نے کبھی بھی جلسۂ دستار بندی کا انعقاد میرٹھ میں تو نہیں فرمایا۔ بلکہ اسطرح کے موقع پر آپ اپنے تلامذہ کو مشہور و معروف مدارس اہلسنت و جماعت کی طرف رجوع کرنے کے لیے فرمادیا کرتے۔ اسی سلسلہ میں آپ کے ایک مشہور شاگرد جناب حضرت مولانا محمد وارث جمال صاحب۔ مقیم حال بمبئی اپنے مقالہ میں تحریر کرتے ہیں دستار فضیلت کے لیے بریلی شریف جامعہ نعیمیہ مرادآباد یا پھر دار العلوم اشرفیہ مبارکپور بھیج دیا کرتے اور جب متعلقہ اداروں کو یہ حقیقت معلوم ہوتی کہ یہ حضرت صدر العلماء کی بارگاہ سے آیا ہے تو خوش ہو کر اس انداز سے پذیرائی کرتے کہ گویا

بیا بیا عراقی کہ تو زخاصانِ مائی الخ (زیر نظر کتاب)

اور اگر کوئی لائق و فائق ہو کر بھی آپ سے سند کی درخواست کرتا تو اکثر فرمادیا کرتے۔ مولانا خود سند بنو سند لیکر کیا کروگے۔ یا کبھی یوں فرمادیا کرتے۔ مولانا تمہارا علم خود تمہاری سند ہے۔ جہاں جاؤ گے سند تمہاری تمہارے ساتھ ہے۔

چنانچہ میری معلومات کے مطابق آپ نے اپنی وہ خصوصی سند معقول و منقول کہ جس کا ذکر "بشیر القاری" میں فرمایا ہے وہ سوائے دو ایک حضرات کے کسی اور کو نہیں عطا فرمائی اور وہ بھی ان حضرات کے انداز سے طلب کرنے پر کہ جس کے پیش نظر حضرت نے منع کرنا مناسب نہ جانا اور سند عطا فرمادی۔ جبکہ یہ بھی حق ہے کہ سند حاصل نہ کرنے والوں میں سند حاصل کرنے والوں سے زیادہ افضل واعلم موجود ہیں۔

لقب صدر العلماء

جہاں تک مجھے علم ہے وہ یہی کہ سب سے پہلے صدر الشریعہ کا لقب جنکو دیا گیا وہ حضرت امام شمس الدین احمد بن جمال الدین المحبوبی الحنفی متوفی ۶۳۰ھ ہیں مگر اسلام میں سب سے پہلے صدر العلماء کسے کہا گیا۔ اسکا مجھے علم نہیں۔ ہاں اتنا ضرور علم ہے کہ امام احمد رضا اعلیٰحضرت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے تلامذہ و خلفاء میں جس مایۂ ناز ہستی کو "صدر صاحب" کے لقب سے پہچانا جاتا تھا وہ حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ کی ذات والا صفات ہے۔ اور حضور صدر الشریعہ کے تلامذہ میں سے جس ذات کو صدر صاحب کے نام سے شہرت ملی وہ حضرت صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمۃ ہیں بلکہ سرزمین ہند پر لقب صدر العلماء آپ سے پہلے کسی اور کے لیے نظر سے نہیں گذرا۔ حضرت علامہ عاشق الرحمٰن صاحب قبلہ کا تمی مدظلہ العالی اپنے مضمون میں کچھ اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔ "میں جب بھی حضور مجاہد ملت سے کوئی بات حضرت صدر العلماء سے نقل کر کے عرض کرتا تھا اور کہتا کہ صدر صاحب نے ایسا فرمایا ہے۔ آپ مسکراتے ہوئے فوراً دریافت فرماتے کہ ہمارے صدر صاحب (یعنی صدر الشریعہ) یا تمہارے صدر صاحب؟ جواب میں عرض کرتا ہمارے صدر صاحب۔" (زیر نظر کتاب)

حضور صدر الشریعہ کے تلامذہ میں سے یہی ذات ایسی ہے کہ جو صدر العلماء یا صدر صاحب کے لقب سے اتنے مشہور ہوئے کہ ادھر صدر العلماء یا صدر صاحب کہیے اور ادھر ذہن بلا شرکت غیرے فوراً انہیں کی طرف جاتا۔ اور یہ

شہرت صرف انکے مدرسہ، یا تلامذہ یا اہل خاندان ہی تک محدود نہیں تھی بلکہ اس زمانے کے قابل ترین علماء اور بزرگ ترین مشائخ کے درمیان بھی وہ اسی طرح اسی لقب سے مشہور تھے۔ حضرت شیخ الاسلام مدظلہٗ العالی بیان فرماتے ہیں۔" اُس زمانہ کے بڑے بڑے متبحر علماء نے ان کو بالاتفاق صدر العلماء کہا اور صرف کہا ہی نہیں بلکہ جانا اور مانا بھی" (زیر نظر کتاب)۔ جناب محترم مولانا مفتی محمد فاروق صاحب بریلوی لکھتے ہیں۔ میں جب بھی (مدرسۂ اسلامیہ میرٹھ سے) اپنے غریب خانہ بریلی شریف حاضر آیا اور حضور صدر العلماء کا سلام، حضور مفتی اعظم ہند کی خدمت میں پیش کیا تو حضور مرشد برحق مفتی اعظم نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ کون صدر صاحب؟ کہاں کے صدر صاحب؟ بلکہ فوراً سلام کا جواب عطا فرمایا اور ساتھ ہی فوراً دریافت فرمایا کہ صدر صاحب خیریت سے ہیں؟ جب آپ جائیں تو میرا سلام بھی صدر صاحب کی خدمت میں پیش کر دیں۔ (زیر نظر کتاب)

بہر حال یہ لقب حضور محدث اعظم ہند کا عطیہ ہو یا کسی اور بزرگ کا وہ ان کے علم وفضل کے ساتھ ان کی صوری ومعنوی خوبیوں پر بالکل چپتا تھا۔ اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب قبلہ اعظمی مدظلہ العالی یوں تحریر کرتے ہیں" الغرض خلقی محاسن میں بھی آپ خوب محبوب تھے۔ صدر العلماء کا لقب آپ پر خوب پھبتا تھا۔

میں اگرچہ یہ مانتا ہوں کہ حضرت سید شاہ غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ کے علاوہ اگر دیگر حقداروں کو بھی "صدر العلماء" کہہ دیا جائے تو اس میں نہ کوئی شرعی قباحت، نہ کوئی علمی وعرفی استحالہ۔ قباحت تو اس صورت میں آتی ہے کہ کوئی کسی کے لیے بیجا استعمال کرے۔ اور یہ اعتراف صرف لقب صدر العلماء ہی کے لیے نہیں بلکہ اسکی طرح ہمارے درمیان دیگر مروجہ ومستعملہ القابات کے لیے بھی یہی خیال ہے۔ باوجود اس امر مسلم کے یہ حقیقت پیش کرنے سے بھی کوئی جھجک نہیں کہ آج حضرت امام النحو علامہ سید شاہ غلام جیلانی کے وصال کے ۳۰،۳۲ سال بعد بھی انکے ساتھ انکا یہ لقب صدر العلماء کچھ اس طرح منسلک ہے کہ اس عرف واصطلاح سے واقف کار حضرات کرام اپنا ذہن ادھر سے ہٹا کر کسی اور طرف لیجانے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں...... اس سلسلہ میں بطور اختصار صرف ایک مثال جناب محترم مولانا سید محمد سیف الدین صاحب۔ اصدق (خطیب رضا جامع مسجد ممبئی) کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں۔ موصوف سے کوئی تعارف تو نہیں البتہ اتنا پتہ ہے کہ خاندانِ آستانہ عالیہ پیر بیگھہ شریف نالندہ بہار کے صاحبزادگان سے ہیں۔ وہ اپنے ہمعصر ہی کے ایک نوجوان فاضل ڈاکٹر اور صاحب قلم کو خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "صدر العلماء قدیم اسلاف کے حقیقی وارث" پر نظر پڑی تو مچل گیا کہ ملک العلماء کے بعد صدر العلماء کڑیوں سے کڑیاں مل رہی ہیں، بھولی بسری شخصیتوں کے جلوے منعکس ہو رہے ہیں۔ ہم اور ہمارے ذی شعور احباب علماء کی تصوراتی نگاہ امام النحو حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ پر ٹھہر گئی ان کی ممتاز، معروف اور مقبول "بشیری شروحات" کیے بعد دیگرے نظروں سے گزرنے لگیں۔ مگر مطالعہ پر پتہ چلا کہ یہاں صدر العلماء سے مراد حضرت میرٹھی صاحب نہیں کسی اور کی ذات گرامی ہے۔ تعجب ہوا! عوامی اعتبار سے لکھ اور بول دینا الگ بات ہے مگر جام نور جیسے مستند رسالے میں باضابطہ عنوان بنانا

حضرت ڈاکٹر صاحب جیسے معتبر نام کی مناسبت سے نامناسب ہے۔ کیا ہم مفتی اعظم ہند، محدث اعظم ہند، صدر الشریعہ، حافظ ملت اور مجاہد ملت وغیرہ جیسے القابات فی زمانہ کسی اور کو دینے کی پوزیشن میں ہیں؟ نہیں؟ تو پھر صدر العلماء کیوں؟ اس لیے کہ ان کی کوئی خانقاہ نہیں، مریدوں کی قطار نہیں۔ فیلڈ ورک شاگردوں کی جماعت ساتھ نہیں۔ اہل نظر تو نام سے نہیں کام سے متاثر ہوتے ہیں۔ الخ ملخصاً۔ (جام نور دہلی اکتوبر ۲۰۰۸ء)

دعوت مباہلہ!

ایک موقع ایسا بھی آیا کہ حضرت صدر العلماء میرٹھی نے جب دیکھا کہ دلائل و براہین اہل دیوبند کے لیے بے سود ثابت ہو رہے ہیں اور بالخصوص میرٹھ کی عوام کو یہ لوگ بدستور ورغلاتے میں لگے ہیں تو آپ نے ان کی ہٹ دھرمیوں اور فتنہ سامانیوں کی بیخ کنی کے لیے آخر کار دار العلوم دیوبند کے مہتمم اعلیٰ مولانا قاری طیب صاحب کو دعوت مباہلہ پیش کی۔ جو اس وقت میرٹھ میں کسی رئیس کے یہاں قیام پذیر تھے۔ اس مباہلہ کا مختصر تذکرہ حضرت مفتی شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمۃ کی زبانی مقالات شارح بخاری ج ۲ ص ۲۲۲ پر یوں کیا گیا ہے۔

”دیوبندیو! شرماؤ! آج سے چندرہ بیس سال پہلے سید العلماء حضرت علامہ سید غلام جیلانی صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قاری طیب صاحب آنجہانی کو چیلنج کیا تھا کہ مباہلہ کرے۔ اور یہ چیلنج مباہلہ قاری طیب کے پاس بذریعہ رجسٹری بھیجا بھی گیا۔ قاری طیب مر کر مٹی میں مل گئے، مباہلے کے لیے تیار ہوتا تو بڑی بات ہے، اسکا جواب تک نہیں دیا۔ ان کے بڑے بڑے مباہلے کا نام سن کر مٹی میں مل گئے الخ......

اگر چہ حضرت مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ نے اسکی تفصیل نہیں بیان فرمائی تاہم آپ اسکی تفصیل اسی کتاب میں حضرت مولانا وارث جمال صاحب قادری کے مضمون میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ حضرت قادری صاحب کے بیان اور حضرت سید محمد یزدانی میاں صاحب کے بیان میں جو انہوں نے فقیر کو زبانی بتایا اگر چہ قلیل سا فرق ہے مگر مآل دونوں کا ایک ہی ہے۔ نیز حضرت صدر العلماء میرٹھی کے دیگر بعض اہل خانہ نے فقیر کو بتایا کہ اس وقت ہم لوگ چھوٹے چھوٹے بچے تھے جب یہ پتہ چلا کہ ابا حضور تو میرٹھ کی کئی منزلہ اونچی عمارت گھنٹہ گھر سے کودنے کی بات کرتے ہیں بلکہ لکھ کر بھی بھیج دیا ہے تو ہم سب بچے زور زور سے رونے لگے۔ فقیر عرض کرتا ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کے ہوتے ہوئے بھی جوانمردی و بلند ہمتی سے اتنا بڑا فیصلہ یقیناً ان کے توکل علی اللہ ان کی قوت ایمانی کی عظمت اور صرف اپنی ہی نہیں بلکہ پوری جماعت اہلسنت کی حقانیت وصداقت کی روشن دلیل ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر یہ مباہلہ ہو گیا ہوتا تو ان کا رب قادر و قیوم ان کی جان و آل کو ضرور محفوظ رکھتا۔

آج بھی جو ہو ابراہیم سا ایمان پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

قید و بند

صدر العلماء میرٹھی کو اپنی زندگی میں اپنے بعض جلیل القدر بزرگوں کی اس سنت کے ادا کرنے (یعنی جیل میں

قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنے) کا بھی موقع آیا۔ چنانچہ جب بدعقیدگی، دنیاداری، اور مصلحت وقت کے نتیجہ میں پیدا شدہ بعض مفتی کہے جانے والوں نے دنیوی مصلحتوں کے پیش نظر اور حکومتِ وقت کی خوشنودی کی خاطر "گاؤ کشی" کو ناجائز قرار دیا۔ اور پھر پورے ہندوستان میں ان غلط فتاویٰ کی تشہیر کی گئی ایسے نازک موقع پر کہ جب مدرسہ میں بیٹھکر بھی گاؤ کشی کے جواز کو بیان کرنے میں لوگ خوف کھاتے تھے۔ حضرت صدر العلماء میرٹھی نے اپنے نام سے ایک فتویٰ پوسٹر کی شکل میں شائع کیا اور جگہ جگہ اسے بھیجا نیز اخبار میں بھی یہ بیان شائع کیا گیا جس میں دلائل کے ساتھ یہ بتایا گیا تھا کہ گاؤ کشی بالکل جائز و درست ہے۔ مذہب اسلام دنیادارانہ مصلحتوں اور حکومت وقت کے دباؤ میں آکر اپنے احکام کو بدلنے کا قائل نہیں ہے۔ نتیجہ بالکل سامنے تھا کہ جیل میں بند کر دیا گیا۔ بعد میں کسی وکیل نے آپ کو مشورہ دیا کہ بیان بدل دیجئے ابھی رہائی مل جائیگی۔ فرمایا میں ان ضمیر فروشوں میں نہیں جو دین کو اپنے لیے بدل دیتے ہیں۔ مجھے جو کرنا تھا وہ کر چکا اب انہیں جو کرنا ہے وہ کر گزریں فقیر اس کے لیے تیار ہے۔ شاید اسی موقع کے لیے کسی نے کہا ہے۔

آئین جوانمرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

حضرت اپنے اسی بیان پر ڈٹے رہے بالآخر کچھ بااثر حضرات مثلاً حضرت قبلہ بھیا بشیر الدین علیہ الرحمہ وغیرہ حضرات کے اثر ورسوخ سے چند ماہ بعد جو بعض لوگوں نے چھ ماہ بتائے آپ کو رہا کر دیا گیا۔

حلیہ وسراپا

اس ضمن میں تحریر فرماتے ہیں حضرت بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب قبلہ اعظمی "چھ فٹ سے ابھرتا ہوا قد، اسی کی مناسبت سے بھاری بھرکم جسم، رنگت سرخ وسفید، ہاتھ پیر اور جسم کے اعضاء مضبوط، سر بڑا، نہ بالکل گول نہ لانبا، چاند کے بال غائب، اور کنارے کنارے کے بال موجود تھے۔ ٹوپی پہن لیتے یا پگڑی باندھ لیتے تو معلوم ہوتا سارے بال موجود ہیں۔ لباس صاف اور ستھرا پہنتے تھے، یوں بھی جامہ زیب تھے، اور جب کہیں جانا ہوتا اور پورا لباس پہن کر نکلتے تو آپ کی شخصیت بارعب قابل توجہ اور متاثر کن ہوتی۔ آنکھیں بڑی اور فراخ، ڈھیلے کا سفید حصہ بالکل سفید اور سیاہ حلقہ بالکل سیاہ۔ سفید حصہ میں باریک سرخ ڈورے خوب بہار دیتے۔ ان میں سرمہ لگانے کی سنت پر بھی عمل تھا۔ رخسار بھرے ہوئے، ناک ستواں، دہانہ فراخ اور چہرہ بھرپور داڑھی۔ الغرض اپنے خلقی محاسن میں بھی آپ خوب محبوب تھے۔ صدر العلماء کا لقب آپ پر خوب پھبتا تھا۔۔۔۔(زیر نظر کتاب)

دسترخوان

بتایا جاتا ہے کہ ان دس ہم سبقوں میں حضرت صدر العلماء میرٹھی اور خیر الاذکیاء حضرت سلیمان صاحب اشرفی بھاگلپوری خورد ونوش کے معاملہ میں رئیسانہ مزاج رکھتے تھے۔ خاص طور پر حضرت صدر العلماء میرٹھی کے دسترخوان کی شان نرالی تھی۔ اس حوالے سے آپ نے میرے خیال سے اپنے جدامجد استاذ المشائخ حضور سید سخاوت حسین صاحب علیہ

اور حضور صدر الشریعہ کی صحبتوں کا اثر بھی جھلکتا دکھائی دیتا۔ حضرت بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب قبلہ فرماتے ہیں:

آپ کے دستر خوان کے بارے میں تو میں یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ اس پر کس کا پر تو تھا۔ لیکن میں حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا شاہ امجد علی صاحب علیہ الرحمۃ مصنف بہار شریف کی بارگاہ میں آٹھ دس روز مہمان رہا اور اس کے بہت دنوں کے بعد حضرت صدر العلماء علیہ الرحمۃ کے ہاں حاضری کا اتفاق پڑا۔ اور ان کے دستر خوان نعمت کو بھی میں نے دیکھا بلکہ برتا۔ مجھ کو تو دونوں جگہ یکساں اہتمام وانتظام نظر آیا۔ بقول کسی شاعر۔

وہی عظمت وہی شوکت، وہی شان دلآویزی

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے دستر خوان پر مختلف قسم کے کھانے ہوتے گوشت، مچھلی سبزی وغیرہ روٹی، چاول، دال، سلاد، چٹنی وغیرہ بھی کچھ عمدہ اور لذیذ بنایا ہوا ہوتا...... حضرت صدر العلماء کے دستر خوان کا بھی حال تھا۔ دونوں وقت نہایت عمدہ، بکرے کا گوشت، غالباً اصلی گھی میں بنا ہوا، کبھی اس کے ساتھ پچھمی علاقہ کی دال بھریری، اور اس علاقہ کے لوگ سادہ چاول نہیں کھاتے اس لیے دستر خوان پر جب بھی چاول آتا تو نمکین پلاؤ یا میٹھا زردہ۔ سالن سامنے آتے ہی انگاروں پر خوب سینکی ہوئی روٹیاں اتنے ہی مقدار میں جتنے لوگ دستر خوان پر ہوں ایک ایک سب کے سامنے رکھ دی جاتی اور ان روٹیوں کے ختم ہوتے ہی ویسی ہی تازہ دم روٹیاں پھر آتیں۔ جب تک کھاتے رہتے بچوں کی دوڑ لگی رہتی۔ اس پر حضرت مولانا علیہ الرحمۃ کا یہ حال کہ جب لقمہ اٹھا کر منہ کے قریب لیجاتے تو زبان پر الحمد للہ، سبحان اللہ کا نعرہ ہوتا تب منہ میں رکھتے اور ہم حیران کہ خود کھا کر اتنا خوش ہو رہے ہیں۔ یا ہم کو کھلا کر اور حق یہ کہ دونوں ہی باتیں تھیں...... (زیر نظر کتاب)

علاوہ ازیں کئی مختلف الانواع اچار بھی دستر خوان پر ہوا کرتے۔ کبھی کبھی گھی کوار کی روٹیاں بھی بنواتے بازار میں جو بھی نیا پھل آتا اسے ضرور منگاتے وہ بھی اچھی خاصی تعداد میں۔ آموں کا شوق تو؟ سبحان اللہ! ٹوکرے کے ٹوکرے آیا کرتے۔ صرف اہل دعیال کے لیے نہیں بلکہ مدرسہ کے طلباء بھی اس میں حصہ پاتے۔

حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کیونکہ ایک بہترین حکیم بھی تھے۔ اپنے دادا کے کچھ خاص نسخے وراثت میں پائے تھے۔ اپنی آنکھوں کے لیے سرمہ خود تیار کراتے۔ بفضل خدا آنکھوں کی روشنی آخر عمر تک بالکل صحیح تھی۔ کبھی چشمہ کا استعمال نہ فرمایا۔ سر اور داڑھی میں لگانے کے لیے آنولہ اور پیلی سرسوں کے تیل کی آمیزش سے آنولہ کا اصلی تیل خود تیار کرا کے سر کی مالش کراتے۔ اور اسی دوران اپنے وظیفہ مقررہ کا ورد کیا کرتے۔ آخر یعنی اسی سال کی عمر تک سر کے بال جتنے بھی تھے سب کالے تھے۔ البتہ داڑھی کے کچھ بال سفید ہو گئے تھے۔ آخری عمر تک سارے دانت محفوظ تھے۔ دانتوں کی حفاظت کے لیے آپ وہی طریقہ استعمال فرماتے جسکو آپ نے "نظام شریعت ص ۳۱۶ پر بیان فرمایا ہے۔ اپنی پوری حیات میں کبھی بھی ڈاکٹر کو نبض دکھایا نہ کبھی انگریزی دوا استعمال فرمائی اگر کبھی ضرورت پڑی تو اپنا علاج خود ہی اپنی تیار کردہ ادویہ سے کیا...... گھی کوار کا طاقتور حلوہ و دیگر بعض مقویات بھی بڑی محنت کے بعد خود اپنی نگرانی میں تیار کراتے اور استعمال بھی فرماتے۔ اپنے پرانے ساتھیوں کی مجلس ہوتی تو مزاح بھی خوب فرماتے اور یہ عادت زمانہ طالبعلمی ہی سے تھی۔

آپ کی خاص عادت تھی۔

زمانہ قریب کے ایک بڑے مشہور و معروف عالم دین، جو بڑی پر بہار طبیعت کے مالک تھے یعنی سلطان الخطباء، شیخ الحدیث حضرت علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ نے بعض خشک مزاج زاہدین کو تقوی و تقدس کے قطب مینار اور تاج محل جیسے الفاظ سے یاد فرمایا ہے۔ کہ جو اپنے دامن سنجیدگی و وقار پر خوش طبعی کا ہلکا سا دھبا بھی نہیں لگنے دیتے ہیں۔ان کا خیال ہوتا ہے کہ کسی اپنے چھوٹے کے سامنے ذرا سا مسکرا کر بولنے ہی سے ان کی شان بزرگی کی آبرو نکل جائے گی۔اس طرح سے کچھ لوگ خیال فرماتے ہیں کہ عمدہ یا مقوی دل و دماغ غذاؤں کا استعمال تقوی و طہارت اور علم و فضل کے خلاف کوئی کام ہے۔بذات خود کوئی ایسا نہ کرے ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں مگر اس کو تقوی و طہارت یا پارسائی و بزرگی کے خلاف سمجھ لینا یہ خود تقوی و طہارت کے خلاف ہے۔اسلاف و اخلاف میں سے کہ جن میں سے بعض مشائخ و عرفاء اور محدثین و فقہا بھی شامل ہیں، بہت سے محدثین کے حالات میں ملتا ہے کہ گھر پر مرغ پالتے اور روزانہ ایک مرغ تناول فرماتے۔وغیرہ وغیرہ۔قربان ان اولوالمرتبت حضرات کی عظمتوں کے کہ جنہوں نے اپنے کھانے پینے کو بھی تبلیغ و ترویج دین اور اشاعت علوم اسلامیہ کا ذریعہ بنا کر اس کا ایک صحیح مقصد لوگوں تک پہنچایا۔

حضرت صدر العلماء نماز فجر کے لیے طلباء کو رہائش گاہ سے نیچے اتر کر خود اٹھاتے۔نیز ان سے بڑی شفقت محبت سے پیش آتے۔ہاں اگر قوانین کی خلاف ورزی ہوتی یا نماز پڑھنے میں کاہلی و سستی کی بات ہوتی تو ان کا بیت (ڈنڈا، تنبیہ الغافلین) سب کے لیے یکساں جلال دکھاتا۔اپنے اور غیر اس کے لیے برابر تھے۔اس کی دھمک اچھے اچھوں کے دل و دماغ پر چھائی رہتی۔احکام شرع کی پاسداری کا خیال، لحاظ و پاس صرف باہر ہی نہیں گھر کے اندر بھی اس طرح تھا۔خاص طور پر پردہ وغیرہ سے متعلق احکام کہ جن پر عمل کرنا بڑے بڑے لوگ بھی گھر کے اندر مشکل ترین یا کچھ آج کے دور میں ناممکن سا خیال فرماتے ہیں۔حضرت نے ان پر بھی سختی سے عمل کیا بھی اور کرایا بھی۔اگرچہ اس صورت میں بعض اوقات کچھ اپنوں کی ناگواری کا بھی سامنا کرنا پڑ جاتا ہے۔مگر حضرت نے کبھی بھی احکام شرع کے بالمقابل لوگوں کی عدم خوشنودگی کی پرواہ نہیں کی۔حقہ نوشی کی عادت تھی۔سفر و حضر میں ہمیشہ رفیق سفر رہتا۔محض یہ ان کا شوق نہیں بلکہ طبابت کی رو سے ان کی ایک ضرورت تھی۔سنا ہے کہ حضرت علیہ الرحمۃ کیمیا سازی کا مجرب طریقہ بھی جانتے تھے۔دار العلوم اہلسنت جبل پور میں دوران تدریس ایک مرتبہ استاذ العلماء، شیخ الحدیث علامہ مفتی عبد الجلیل صاحب نعیمی اشرفی مدظلہ العالی نے راقم السطور سے بعد عصر ایک نشست میں دریافت کیا کہ آپ کو حضرت صدر العلماء کے نسخہ کیمیا کا بھی کچھ سراغ ملا یا نہیں؟ میں نے چونکتے ہوئے کہا کیا وہ جانتے تھے؟ فرمایا جی ہاں! اور مجھے علم ہے کہ انہوں نے اپنی آخری عمر میں ایک دفعہ اسکا تجربہ بھی کیا تھا۔جس میں کامیابی بھی ملی مگر بار دگر پھر کبھی بھی آپ نے اسکی طرف توجہ نہیں دی۔

ان کے علم و فضل کے علاوہ اور بھی چند اوصاف ایسے ہیں کہ جو صرف ہم جیسوں کے لیے ہی نہیں بلکہ اور بہت دوسروں کے لیے بھی ان سے عقیدت و انجذاب کا سبب بن سکتے ہیں۔مثلاً

☆ ان کی عاجزی و انکساری اور مزاج کی سادگی

☆ ان کا توکل اور صفت درویشی

☆ ان کا قیام الیل اور ان کا نالۂ نیم شبی و آہ سحر گاہی

عاجزی وسادگی سے متعلق تو آپ حضرات نے عارف واصل، ولی کامل، سرکار سراوہ حضرت سید شاہ ابراہیم راجشاہی علیہ الرحمۃ الرضوان کے حالات میں

پڑھ لیا ہوگا۔ کہ ان کے سامنے صدر العلماء کیسی عاجزی انکساری کا مظاہرہ فرماتے۔ آپ جوش عقیدت میں مریر برف کی سل اٹھا کر گرمی کے موسم میں پیدل دور دراز سے ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے۔ عرس رضوی کے موقع پر ہر سال بلاناغہ اپنے مکتبہ سنائی و دیگر مطابع کی مطبوعات کو میرٹھ سے لاتے اور کتب خانہ لگا کر بنفس نفیس خود ہی وہاں بیٹھتے۔ اور ذرہ برابر بھی عار محسوس نہیں فرماتے۔ اس مکتبہ پر طلباء وعلماء کا جمگھٹا سا لگا رہتا۔ کچھ کتابیں خریدنے آتے کچھ انہیں صرف دیکھنے آتے۔ عرس رضوی جیسے کثیر ازدحامی حالات میں بھی حضرت صاحب سجادہ آستانہ عالیہ رضویہ بریلی شریف کی طرف سے مکتبہ سے متصل ایک بڑا سا کمرہ حضرت کے قیام کے لیے دیا جاتا۔ وہ کمرہ اس وقت کے مایہ ناز علمائے کرام کی آماجگاہ بنا رہتا۔ درسگاہی وغیر درسگاہی طرح طرح کے الجھے مسائل کا حل بیان کیا جاتا۔ اور اس طرح وہ اپنی تجارت کو بھی ترویج علوم، اشاعت دین، اور تبلیغ احکام کا ذریعہ بنا دیتے۔

بات ان کے توکل اور صفت درویشی کی

وہ میری نظر میں یہ ہے کہ آپ نے کبھی مال و دولت کو اکٹھا کرنے کی طرف توجہ ہی نہیں دی۔ وقت انتقال اولاد کے لئے ورثہ میں صرف ایک کتب خانہ چھوڑا، جس کی تقسیم پر شاید ہر ایک مستحق کو چند ہزار کی کتابیں ہی ملی ہوں۔ جو غالبًا اشارہ تھا کہ میرے بعد بھی کتابوں سے لگے رہنا تمہارے حق میں مفید ہوگا۔ روپیہ، زمین، جائیداد کی خریداری تو کیا حضرت نے اپنے یا اپنی اولاد کے لئے دو کمروں پر مشتمل کوئی گھر تک نہیں بنایا۔ بعض محبین و مخلصین گزارش کرتے کہ حضرت مستقبل میں کم از کم اپنے بچوں کے کھانے پینے، رہنے سہنے، کا کچھ تو انتظام کر دیجیے۔ فرماتے! انشاء اللہ غلام جیلانی کی اولاد کبھی بھوکے نہیں رہے گی۔ وہ اپنا انتظام اپنے بل بوتے پر خود کر لیگی۔ آخر عمر تک مدرسہ کے مکان ہی میں رہے۔ جو بعد وصال ان کے اہل وعیال کے لئے تنگ تر ثابت کیا گیا۔ جس پر بچوں کے نانا جان حضرت علامہ ومولانا حافظ وقاری حامد حسن صاحب اشرفی علیہ الرحمۃ سنبھلی (علیہ الرحمۃ) سارے بچوں کو اپنے گھر سنبھل لے آئے۔ کاش اس وقت "فخر قوم وملت" رئیس اعظم لال کرتی میرٹھ حضرت شیخ بھیا بشیر الدین صاحب علیہ الرحمۃ (کہ جنہوں نے صدر العلماء کو حضرت صدر الافاضل سے جس اخلاص ومحبت، عظمت وتوقیر سے مانگا تھا۔ اور وہ تا دم حیات اس کو باحسن الوجوہ نبھاتے بھی رہے)۔ باحیات ہوتے تو حضرت کی ان نشانیوں کو میرٹھ سے جدا نہ ہونے دیتے۔ خیر! آج واقف کار جانتے ہیں کہ صدر العلماء کی اولاد کے پاس ان کے رب کا دیا سب کچھ ہے۔ ان میں سے جس جس نے اپنے بل بوتے کا استعمال جس معیار سے کیا ہے۔ اس کو کامیابی بھی اسی حساب سے ملی ہے۔ جسکی تفصیل انشاء اللہ اولاد کی ضمن میں آئندہ ذکر کی جائے گی۔

قیام اللیل اوران کا نالۂ نیم شبی وآہِ سحر گاہی۔

حضرت نے اپنے اس امر کو اتنا پوشیدہ رکھا کہ شاید اس تعلق سے سوائے ان کے اہل خانہ کوئی نہیں جانتا۔ حضرت یزدانی میاں صاحب قبلہ فرماتے ہیں۔ میں بارہا حضرت کے ساتھ سفر میں رہا۔ دوران سفر میں نے کبھی ٹرین میں بھی آپ کی نماز تہجد کو قضا ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ٹرین چل رہی ہے لوگ سورہے ہیں۔ اور حضرت نماز تہجد چلتی ٹرین میں ادا فرمارہے (۱) اور گھر کے اندر نماز تہجد سے متعلق ان کے بعض معتمد اہل خانہ اور عینی شاہدین نے بتایا کہ ہم لوگ اس وقت بچے تھے۔ اکثر رات میں کسی کے رونے اور گڑگڑانے سے اچانک آنکھ کھل جاتی۔ فوراً پتہ چل جاتا کہ یہ آواز تو ابا حضور کی ہے۔ اپنے کچھ قریب ہی آرام فرما والدہ ماجدہ سے پوچھتے کہ ابا حضور کیوں رورہے ہیں؟

اور والدہ ماجدہ اس کے جواب میں بڑی آہستہ سے، خاموش رہ کر سوجانے کو فرمادیا کرتیں۔ اور کبھی کبھی تو رات کے سناٹے میں زیادہ گڑگڑا کر روتے سے ڈر سا لگنے لگتا۔ اس وقت تو ہمیں پتہ نہ چل سکا مگر اب معلوم ہوا کہ خدا کی بارگاہ میں خوف وخشیت رکھنے والوں کا کچھ یہی انداز ہوتا ہے۔ حضرت صدر العلماء علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب نظام شریعت کے صفحہ 49 پر لکھا ہے کہ شب میں بیدار ہوکر عبادت میں مشغول ہونا بہت دشوار ہے مگر جو لوگ مندرجہ ذیل شرائط کے پابند ہوتے ہیں ان کو ہر شب یہ دولت حاصل ہوتی ہے۔ اور پھر اس کے بعد اس کی چار باطنی شرطیں اور چار ظاہری شرطیں ذکر فرمائی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ حضرت ضرور خود بھی ان شرائط کے جامع رہے ہونگے تبھی آپ کو یہ دولت ہر شب میسر آتی۔

معاملات

حضرت صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمۃ لین، دین، حساب، کتاب میں بڑے صاف گو تھے۔ اس طرح کے معاملات میں کسی رورعایت کے قائل نہیں تھے۔ کوئی مہمان بن کر آئے تو اسکی خاطر ومدارات میں جتنا خرچ ہوجائے کوئی حساب نہیں مگر لین دین میں پائی پائی کا حساب، "حساب جو جو، بخشش سوسو" والا محاورہ یہاں بالکل سچا دکھائی دیتا۔ مشہور ہے کہ اگر کسی پر کتابوں کے حساب میں ۲۰/۲۵ پیسے بھی باقی رہ جاتے تو اس کے لئے پندرہ پیسہ کا پوسٹ کارڈ لکھا کر ارسال فرماتے۔ اور جب وہ پیسے موصول ہوجاتے تو وصولیابی کا خط دوبارہ لکھتے۔ ایسے موقع پر وہ عموماً یوں ارشاد فرمایا کرتے۔ "تعاشروا کالاخوان وتعاملوا کالاجانب"۔ معاملات میں ان امور کا اندازہ آپ حضرت بحر العلوم مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ اعظمی اور حضرت مولانا محمد یامین صاحب اشرفی نعیمی سنبھلی (مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد)

---

(۱) نوٹ: خیال رہے کہ سنت فجر کے علاوہ جملہ سنن ونوافل کو چلتی ٹرین میں ادا کرنا جائز ودرست ہے مگر فرض و واجب اور سنت فجر کو چلتی ٹرین میں ادا کرنا اکثر اکابر علمائے اہلسنت کے نزدیک درست نہیں۔ جبکہ بعض مفتیان کرام نے اس کے جواز کا بھی فتویٰ دیا ہے۔ انہیں بعض مجوزین میں سے ایک نام مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ ومولانا مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ [illegible]

کے بیان سے لگا سکتے ہیں۔ حضرت کی عادت تھی کہ وہ طلباء کو اپنے مخصوص انداز میں ''مولنا'' کہہ کر پکارتے۔ اور صرف طلباء ہی کو نہیں بلکہ اپنے بال بچوں میں سے ہر ایک کو بھی مولانا کہہ کر ہی یاد فرماتے۔

(۱) اس بات کو یوں تو حضرت کی عادت کہہ کر بیان کیا گیا ہے۔ مگر لفظ ''مولنا'' کا تجزیہ کر کے اگر اس پر تحقیقی نظر ڈالی جائے تو واقعۃً اس میں بڑی وسعت نظر آتی ہے۔ جس جس کے لیے وہ استعمال کرتے تھے ہر ایک کے لئے الگ الگ معنی کا لحاظ کر کے معنوی اعتبار سے بھی بالکل درست نظر آتا ہے۔ لفظ مولیٰ کے سولہ (۱۶) معانی تو حضرت امام نووی قدس سرہ نے اپنے حاشیہ مسلم میں ذکر فرمائے ہیں۔ جبکہ حضرت سید محمد مرتضیٰ زبیدی قدس سرہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب ''تاج العروس'' بیسویں جلد صفحہ ۳۱۱ پر اکیس معانی بیان فرمائے ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔ (۱) مالک و آقا (۲) غلام (۳) آزاد کرنے والا (۴) آزاد کیا ہوا (۵) ساتھی (۶) قریبی رشتہ دار جیسے چچازاد بھائی (۷) پڑوسی (۸) حلیف (۹) بیٹا (۱۰) چچا (۱۱) بھانجا (۱۲) ولی (۱۳) رب، پروردگار جل وعلا (۱۴) مددگار (۱۵) انعام کرنیوالا (۱۶) جس پر انعام کیا گیا ہو (۱۷) محب کرنے والا (۱۸) شریک (۱۹) تابعدار (شاگرد) (۲۰) داماد (۲۱) مہمان

مصرعہ مستزاد

جہاں تک مجھے علم ہے وہ یہی کہ حضرت علیہ الرحمۃ کو شعر وشاعری کی طرف توجہ نہیں تھی۔ البتہ اپنے بزرگوں و دیگر معتبر حضرات کے کہے ہوئے نعت ومنقبت کے اشعار جب تنہا بیٹھے ہوتے تو اکثر گنگنایا کرتے۔ مگر بعض شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ زمانہ طالبعلمی میں فقط تفریح خاطر کے لیے کبھی کبھار بزم شعر وسخن میں بھی شرکت کرلیا کرتے تھے۔ اس حوالہ سے ایک پر لطف واقعہ، خطیب مشرق حضرت علامہ محمد مشتاق احمد نظامی صاحب علیہ الرحمۃ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

''پرشدے پور (ضلع رائے بریلی) کی کسی نشست میں حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب نے اپنا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ہم لوگ طالب علمی کے زمانہ میں خود بزم مشاعرہ منعقد کرتے اور دوسرے مشاعروں میں بھی شریک ہوتے۔ سید العلماء مولنا سید غلام جیلانی میرٹھی بھی نعت وغزل پر طبع آزمائی فرماتے مگر ایک ہی شعر کا کوئی مصرع چھوٹا ہوتا کوئی بڑا۔ جب لوگ مولنا سے عرض کرتے کہ فلاں مصرع بڑھ گیا ہے تو مولنا بڑی بے تکلفی سے جواب دیتے کیا مضائقہ ہے بڑھ گیا ہے چھوٹا تو نہیں ہے۔ یہ حضرت سید العلماء (سید غلام جیلانی میرٹھی) میرے سلسلہ اساتذہ میں ہیں۔ قیاس کن زگلستان من بہار مرا'' (ماہنامہ پاسبان مارچ ۱۹۵۵)

علالت ووصال

مرنے سے اپنے پہلے مر کر ہوا جو واصل ☆ حاصل ہوا اسی کو پیارے وصال تیرا

حضور صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمۃ الرضوان کے صاحبزادہ حضرت سید محمد یزدانی میاں صاحب کا بیان ہے کہ اپریل ۱۹۷۸ء کے آخری ایام تھے کہ حضرت والد ماجد قدس سرہ النورانی عرس حامدی بریلی شریف سے واپس میرٹھ

تشریف لائے۔ رات کا وقت تھا تقریباً رات کے دس بجے ہو گئے کہ مجھے آواز دی، یزدانی! میں دوڑا ہوا حضرت کی نشست گاہ میں حاضر ہوا۔ تو اپنے خاص بکس (صندوق) کی چابی نکال کر مجھے دی اور فرمایا کہ اسے کھولو۔ جب کھولا تو اس میں سے ایک کلاہ اور مخملی جبہ بھی نکلا۔ ان کو لیکر پہلے اپنے سر پر رکھا اور اسے چومتے رہے۔ پھر فرمایا مولنا۔ انہیں اچھی طرح سے پہچان لو! عرض کیا حضور یہ کیا ہے؟ جواباً فرمایا جب میرے پیر و مرشد حضور اشرفی میاں کچھوچھوی قدس سرہ القوی نے فقیر کو خلافت دی تھی۔ تو خلافت نامہ کے ساتھ یہ کلاہ اور استعمالی جبہ بھی عطا فرمایا تھا۔ کیونکہ بزرگان دین کے ملبوسات کو شامل کفن کرنا مستون ہے۔ چنانچہ یاد رکھنا کہ جب ہمارا انتقال ہو جائے اور غسل و کفن دے دیا جائے تو اوپر سے اس جبہ کو پہنا دینا اور کلاہ بھی ساتھ رکھ دینا۔ جب ابا حضور نے یہ کہا تو میں رونے لگا تو ڈانٹا۔ ہٹ روتا ہے۔ اس میں رونے کی کیا بات ہے؟ انہوں نے ڈانٹا تو اور رونا آیا یہاں تک کہ ہڑکی بندھ گئی۔ ''اوہ'' کر کے فرمایا کہ تجھے پتہ نہیں کہ اس جہاں فانی میں کسی کو ہمیشگی نہیں۔ پھر فرمایا اچھا مولنا! جاؤ اور لڑکوں سے کہو کہ سب وضو کریں نماز عشاء کا وقت ہو چکا ہے۔ اس وقت حضرت نماز عشاء ۱۱ بجے ادا کیا کرتے تھے۔

حضرت والد گرامی کا معمول تھا کہ عموماً مدرسے میں سے ۱۲ بجے شب کو اوپر زنان خانہ میں تشریف لے جایا کرتے۔ گرمی کا موسم ہوتا تو گھر کے اوپر والی چھت پر آرام فرماتے۔ ان کا اپنا ایک کافی بڑا سا لوٹا تھا والدہ ماجدہ اس میں پانی بھر کر رکھدیا کرتیں جو تہجد کے لئے وضو وغیرہ کے کام آتا۔ میں اور سید محمد نورانی بڑے ہو گئے تھے۔ تو حکم تھا کہ نیچے مدرسہ ہی میں سویا کرو۔ حضرت فجر کے وقت تشریف لاتے اور سنتیں پڑھا کر درسگاہ میں بیٹھ جاتے اور وہیں سے آواز لگاتے یزدانی، نورانی، اٹو، اطہر، فلاں، فلاں تو لڑکے اٹھ کر ضروریات اور وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر جماعت خانہ میں جایا کرتے۔ ابھی اس بچہ نکال کر دکھانے والے واقعہ کو ۱۵ دن بھی نہ ہوئے تھے کہ اچانک ایک دن ایسا ہوا کہ حضرت خلاف معمول نماز فجر کے لئے نیچے تشریف نہیں لائے اور سورج بھی نکل آیا۔ اتنے ہی میں میں نے دیکھا کہ عرفانی جو اس وقت ۸/۹ سال کا چھوٹا سا بچہ تھا دوڑتا ہوا میرے پاس آیا اور کہا اماں آپ کو بلاتی ہیں۔ میں حاضر ہوا تو والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ آج جب تمہارے ابا نیچے نہیں اترے تو میں نے اوپر جا کر دیکھا تو بس لیٹے ہوئے ہیں۔ میں نے ان سے کچھ پوچھنا چاہا مگر زبان میں لکنت بہت تھی کچھ سمجھ میں نہ آسکا۔ میں فوراً دوڑتا ہوا گھبراہٹ کا مارا سانس پھولا اوپر پہنچا تو دیکھا تو واقعی حالت خیر ہے۔ اشارہ تو کرتے ہیں مگر زبان سے کچھ صاف الفاظ نہیں ادا ہوتے۔ پہچان گیا کہ میرے ابا حضور پر تو فالج کا شدید حملہ ہو چکا ہے۔ لوٹے میں پانی کا نہ ہونا صاف بتا رہا تھا کہ بعد تہجد ہی یہ واقعہ پیش آیا ہوگا۔ ہانپتا کانپتا نیچے اترا۔ طلباء کو بتایا فوراً لال کرتی کے نواب خاندان کو اطلاع پہنچائی گئی۔ بمشکل تمام کرسی پر بٹھا کر حضرت کو نیچے اتارا گیا۔ اتنے ہی میں خاندان لال کرتی، بھیاجی والوں سے میں کچھ حضرات آچکے تھے۔ انہوں نے کہا حکیمی علاج دیر طلب ہے اسی لئے ہم لوگ ڈاکٹروں کا علاج کرائیںگے۔ میں نے کہا بات آپ کی صحیح ہے مگر اس وقت ہم کو ہمارے حساب سے کر لینے دو۔ اور پھر وہ لوگ اپنی گاڑی میں بٹھا کر لے گئے۔ نواب لال کرتی والوں کا اپنا ایک پرائیویٹ اسپتال تھا۔ وہاں لیجا کر داخل کر دیا۔ یہ جمعہ کا دن تھا۔ اس کے بعد ہفتہ اتوار کو حالت یہی رہ کہ مرض بڑھتا ہی گیا۔ جوں جوں دوا کی۔

بخار اتنا شدید تھا کہ ہم لوگ کپڑا گیلا کر کے ماتھے پر پھیرتے تو ایک بھاپ سی نکلتی۔ حضرت پر ایک غنودگی کا سا عالم تھا۔ اور آنکھیں بند تھیں۔ ڈاکٹر نے آ کر چیک کیا تو کہا کہ ہمارے خیال میں اب امید زیست بالکل نہیں لگتی۔ سنتے ہی پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ دوپہر ہی میں دنیا تاریک نظر آنے لگی۔ دل ودماغ پر سناٹا چھا گیا۔ ادھر حضرت حافظ ملہن صاحب میرٹھی سجادہ نشین آستانہ عالیہ حافظیہ راجشاہیہ سراوہ شریف بھی تشریف لا چکے تھے۔ مجھ سے بولے آخری لمحات لگتے ہیں سورہ یسین شریف کی تلاوت کیجئے۔ میں نے بھرائی ہوئی سی آواز میں سورہ یٰسین کی تلاوت شروع کر دی۔ پڑھتے پڑھتے چہرے پر نظر تھی۔ اور دل میں تڑپ! کہ کاش کسی طور ہمیں اک نظر دیکھ لیں۔ عارف واصل، ولی کامل حضور سرکار سراوہ حافظ سید شاہ ابراہیم راجشاہی سراوہ شریف (معروف بہ حافظ صاحب) سے جو آپ کو والہانہ عقیدت ومحبت تھی اس کا علم ایک زمانہ کو ہے۔ میں یسین شریف کی آخری آیتوں پر تھا۔ اور حضرت اس طرح حالت غنودگی میں تھے کہ برادر اصغر سید محمد نورانی کے ذہن میں ایک بات آئی اور باآواز بلند کہا لیجئے حافظ صاحب تشریف لے آئے۔ اور حافظ ملہن صاحب بھی حافظ صاحب کہے جاتے تھے۔ لفظ حافظ صاحب! سنا تو دفعۃً چند لمحات کے لیے آنکھیں کھولیں سامنے کی طرف دیکھا اور پھر ہمیشہ کے لئے بند فرمالیں۔ گویا اشارے سے بتادیا کہ اس مرض نے کہ جو بہانہ ہے رب سے ملنے کا اس نے صرف میرے ظاہری اعضاء پر پہرہ بٹھایا ہے۔ حتی کہ قوت گویائی پر بھی مگر میرے باطن پر نہیں۔ تم جو پڑھتے ہو، بولتے ہو اسے میں سمجھتا ہوں۔ زبان تو میری خاموش ہے مگر دل میرا ذاکر ہے۔

چپکے ہی چپکے اشاروں میں کہیں پہنچا دل ☆ جسکو خاموش دیا اس نے لیا بھی خاموش

(سید کچھوچھوی)

ادھر میں سورہ یسین شریف کی آخری آیت فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ۔ پر پہنچا اور ادھر ایک ہلکی سی ہچکی آئی اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اس طرح علم وفضل کا یہ آفتاب دوپہر ڈھلتے ہی ہم سب کو روتا بلکتا چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

موت التقی حیاۃ لا نفاذ لھا ☆ قد مات قوم وھم فی الناس احیاء

موت کے ہاتھوں سے گر مٹ سکتا نقش حیات ☆ عام یوں اسکو نہ کر دیتا نظام کائنات

دردوغم حیات کا درماں چلا گیا ☆ وہ خضر عصر عارف دوراں چلا گیا

انتقال کی خبر سنتے ہی مدرسہ اور ارد گرد کے علاقہ میں کہرام سا مچ گیا۔ عموماً ہوتا یہ ہے کہ جب کسی مشہور شخصیت کا انتقال ہوتا ہے تو ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ دور دراز تک اطلاع پہنچائی جاتی ہے۔ مگر یہاں صاحبزادگان کا حال کچھ ایسا تھا کہ بروقت کوئی انتظام نہ کر سکے۔ بلکہ لوگوں نے اپنے اپنے طور پر قرب وجوار میں جس کو چاہا مطلع کیا۔ بنا کسی خاص اعلان کے مدرسہ عربیہ میں اژدہام کثیر ہو گیا۔ دوسرے دن بروز سہ شنبہ تقریباً ساڑھے گیارہ بجے دن نماز جنازہ ادا کی گئی۔ اگر چہ صاحبزادگان میں سے کوئی چاہتا تو حق تھا کہ مصلی امامت پر بڑھے مگر سارے حضرات نے باتفاق رائے

جماعت علماء میں سے اس کے لئے حضرت علامہ ومولنا مفتی طریق اللہ صاحب اشرفی نعیمی علیہ الرحمۃ کو آگے بڑھایا۔ ابھی نماز جنازہ سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ اچانک میرٹھ کے مشہور ومعروف ایک بڑے مدرسہ کے اساتذہ وطلباء کثیر تعداد میں وہاں آپہنچے۔ یہ اگرچہ سارے کے سارے دیوبندی مکتب فکر سے متعلق تھے مگر باوجود نظریاتی اختلاف کے حضرت کے علم وفضل سے بڑے متاثر تھے۔ بلکہ ان کے بعض مدرسین بعض اوقات حضرت کی خدمت میں آکر اپنے علمی و فنی الجھے ہوئے مسائل کو حل کیا کرتے تھے۔ پتہ چلا کہ حضرت کے وصال کی خبر سن کر ان لوگوں نے بھی اپنے مدرسہ کی تعطیل کا اعلان کیا ہے۔ اور اب نماز جنازہ ادا کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ نماز تو ہو چکی تھی اسی لئے حضرت علامہ مفتی طریق اللہ صاحب نے انہیں یہ کہہ کر روک دیا کہ نماز جنازہ میں "دور" نہیں لہذا اب دوبارہ پڑھنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ یہ اطلاع دیتے ہی نہ معلوم اتنے لوگ کہاں سے آگئے کہ کندھا دینے والوں کی سہولت کے لئے سریر جنازہ پر ۴۰/۵۰ فٹ لمبے لمبے بانس باندھے گئے پھر بھی بہت سے لوگوں کو یہ موقع نصیب نہ ہوسکا۔ بالآخر نماز ظہر کے وقت رئساء خاندان لاکرتی (عرف بھیاجی والوں) کے اپنے خاص قبرستان میں اور حضرت ولی کامل، عالم ربانی، شیخ العلماء حضرت شاہ عبدالسمیع بیدل سہارنپوری (صاحب انوار ساطعہ) قدس سرۃ النورانی کے جوار میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔

تاریخ وصال ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ بمطابق ۸ مئی ۱۹۷۸ء بروز دوشنبہ بوقت ۴ بجکر ۱۰ منٹ

آسماں تری لحد پہ شبنم افشانی کرے　　سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

مت سہل انہیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں　　تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

سوم اور بالخصوص فاتحہ چہلم کے موقع پر دور دراز علاقوں سے بھی بڑے علمائے کرام تشریف لائے تھے۔ جن میں مجاہد ملت حضرت علامہ حبیب الرحمٰن، اڑیسوی حضرت علامہ ریحان رضا خاں صاحب بریلوی، مفتی اعظم کانپور حضرت علامہ رفاقت حسین صاحب، حضرت شمس العلماء علامہ نظام الدین صاحب الہٰ آبادی بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ نیز بموقع چہلم حضرت کی خدمات پر سب سے زیادہ تفصیلی خطاب حضرت علامہ عاشق الرحمٰن الہٰ آبادی کا ہوا۔ وصال کی تاریخوں میں ہر سال حضرت نورانی میاں صاحب قبلہ نوری اشرفی کے زیر نگرانی بحسن وخوبی ۲ یا ۳ روزہ تقریبات عرس میرٹھ ہی کی سرزمین پر مدرسہ اسلامیہ عربیہ میں اور احاطہ مزار شریف پر منعقد کی جاتی ہیں۔ جبکہ دوسرے ایام میں حضرت یزدانی میاں صاحب قبلہ نوری کے زیر سرپرستی سنبھل میں جیلانی عربک کالج کے اندر بھی بڑے عمدہ طریقے سے عرس منایا جاتا ہے۔

عجیب واقعہ

عرس صدر العلماء میرٹھی جیلانی عربک کالج سنبھل کی ایک تقریب میں علماء کی موجودگی میں (یہ فقیر راقم السطور بھی اس مجلس میں موجود تھا) حضرت مولنا مفتی محمد اختصاص الدین صاحب اجملی سنبھلی ناظم اعلیٰ مدرسہ اجمل العلوم سنبھل نے یہ عجیب واقعہ بیان فرمایا کہ اس وقت ہم لوگوں کو تو خبر ہی نہیں تھی کہ حضرت صدر العلماء کا وصال ہو گیا ہے۔ اور ہم اپنے ہی علاقہ میں اپنے شناسا کے گھر ایک ایسے شخص کے پاس بیٹھے ہوئے تھے بلکہ اس کے علاج کے لئے گئے

تھے۔ کہ جس کے اوپر جن کا اثر تھا۔ جن اس وقت اس کے اوپر حاضر تھا اور ہم سے عجیب وغریب باتیں کرتا تھا۔ کہا تے ہی میں بولا تم لوگ یہیں ٹھہرنا۔ میں واپس ابھی آتا ہوں۔ اس کے بعد ہم نے دیکھا کہ وہ شخص اپنی اصلی حالت NOR پر ہو گیا۔ بالکل صحیح ہوش وحواس والا۔ مگر کچھ دیر کے بعد اسکی حالت پھر بدل گئی اس کے انداز، آواز اور گفتگو بھی تبدیل ہو گئی۔ جس سے پتہ چلا کہ وہ جن دوبارہ حاضر ہو چکا ہے۔ جب ہم نے اس سے اس متعلق پوچھا تو بولا کہ میں ایک مسلمان جن ہوں اور آج مسلمانوں کے ایک بہت بڑے عالم دین کا میرٹھ میں انتقال ہوا ہے۔ ان کا نام سید غلام جیلانی ہے۔ انہیں کے جنازے میں شرکت کے لیے گیا تھا۔ جب بعد میں پتہ نکالا تو بات اسکی صحیح نکلی۔ چنانچہ ہم کو حضرت کے وصال کی خبر ایک مسلمان جن کے ذریعہ ملی۔ وہاں اس وقت حضرت علامہ ومولنا چراغ عالم صاحب اجملی سنبھلی سابق شیخ الحدیث اجمل العلوم سنبھل بھی تشریف فرما تھے۔ جنھوں نے اس واقعہ کی بھرپور تائید فرمائی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

ویسے اتنا تو مجھے بھی علم ہے کہ حضرت صدر العلماء میرٹھی اپنے پیر ومرشد کی عطا سے میدان عملیات میں بھی ماہر وکامل تھے۔ پریشان حال لوگ آتے اور بعض اوقات اثر جنات سے متاثر لوگ بھی آیا کرتے اور رب عزوجل کے کرم سے شفاء وصحت، امن وعافیت پاتے۔ نیم کے پیڑ کے نیچے کھڑے ہو کر آپ اپنے ہیبت سے خطرناک سے خطرناک جن کے اثرات کو بھی کچھ ہی دیر میں ختم فرما دیا کرتے حضرت سے بعض بڑے قریبی حضرات نے خود راقم السطور کو بتایا کہ ماہ رمضان میں جبکہ مدرسہ کے طلباء کی چھٹیاں رہتی تھیں ایک مرتبہ ہم اچانک حضرت کے پاس حاضر ہو گئے۔ تو دیکھا کہ آپ کے ارد گرد کچھ عجیب وغریب شکل وصورت قد وقامت کے اشخاص موجود ہیں اور گفتگو جاری ہے جسے دیکھ کر اپنی حالت غیر ہونے لگی۔ جب حضرت نے ملاحظہ فرمایا تو ایک ہنکاری نکالی اور وہ سب چشم زدن میں غائب ہو گئے (واللہ تعالیٰ اعلم)

تاریخی مادّے

یوں تو زیر نظر کتاب میں کئی حضرات نے وصال مبارک پر تاریخی مادوں کا استخراج فرمایا ہے۔ راقم السطور نے اپنی کوشش کے مطابق جو مادے نکالے، ان میں سے چند یہ ہیں۔

وَکان عالمًا آتاه اللهُ الحکمة فهو یقضي بها وَ یَعلّمُهَا (۱)	۱۹۷۸ء
نام مطیع آتاه الله الکحمة فهو یقضي بهاوَ یَعلّمُها	۱۹۷۸ء
ہاں! عرش پر دھوم مچی جب وہ مومن صالح ملا (۲)	۱۳۹۸ھ
قال البشیر الطیب من ورخ مئومنا فکانما اَحیاه (۳)	۱۹۷۸ء
لقد قال الحبیب رسول الله من و رّخ مومنًا فکا نما احیاء	۱۹۷۸ء
عن سید البشر . من ورّخ مومنا فکانما احیاه	۱۹۷۸ء

(۱) یہ اشارہ ہے اس حدیث کی طرف کہ جسکو بخاری شریف صفحہ ۱۷ پر بیان فرمایا گیا۔ لاحسد الا فی اثنین رَجُلُ آتـاه الـلـه مـالاً فسـلّطهٗ علیٰ هلکته فی الحق ورجل اتاة الله الحکمة فهو یقضي

بھا و یعلمھا۔ تاریخی مادہ میں یقفش سے پہلے کان مقدر مانا جائے۔

(۲) اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ایک شعر سے ماخوذ ہے۔

(۳) علامہ کاتب چلپی نے کشف الظنون صفحہ ۲۶ پر یوں رقم فرمایا۔ وقد وَرَدَ فی الاثر عن سید البشر ﷺ. من ورّخ مومنا فکانما احیاہ ۔اس کی نسبت علامہ چلپی نے بلا شک حضور ﷺ کی طرف فرمائی ان کا بیان کرنا خود ایک سند ہے مگر راقم السطور نے احادیث کی مختلف معاجم و کتب دیکھیں۔ مگر تا ہنوز کسی کتاب میں اس تک رسائی حاصل نہ ہو سکی۔ البتہ بعض کتابوں میں بلا صراحت اس طرح کے مضمون کو الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ بیان تو کیا گیا۔ مثلاً تحقیق الصفا لمحب الدین الطبری وغیرہ میں کہیں پر الفاظ یوں ہیں ۔من ورخ احدً من اھل الفضل والکمال وفھو فی شفاعته.

شاعر اسلام حضرت منشی آفتاب میرٹھی صاحب مرحوم نے فاتحہ چہلم کے موقع پر جو تاریخی منقبس پیش کی تھیں ۔اور تاریخی مادے بھی ۔ان میں سے چند درج ہیں۔

(۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم وحدہٗ لاشریک وحدہٗ (۱۳۹۸)

(۲) میرٹھ اہل بہشت

(۳) سیرت ابو حنیفہ ثانی

(۴) امام عالم غلام جیلانی

(۵) " واعفو عنا واغفرلنا وارحمنا الٰھی "

(۶) موؤب سوگوار ابن الشمس آفتاب میرٹھی

کرد رحلت غلام جیلانی　　رخت بستہ زعالم فانی
حشر ساحشر ہر طرف برپا　　چل بسا آہ قطب ربانی
ھادی دیں مبلغ اسلام　　مشعل راہ روح ایمان
چھپ گیا آفتاب فضل و کمال　　بجھ گئی شمع بزم عرفانی
عالم علم پھر عمل محکم　　رونق مجلس سلمانی
ذات پاکت حکیم امت را　　فیض بخشائے گنج عرفانی
کاشف رمز ہائے فقہ و حدیث　　واقف سر نص قرآنی
فخر رازی و نازش رومی　　آں معلم کی بوعلی ثانی
درس و تدریس ہمہ اوقات　　بمقصد مدرسہ زیب دانی
فتاوی رقم مطابق شرع　　و حدیث نصوص قرآنی

سلسلۂ ازدواج و اولاد

آپ کی پہلی اہلیہ کا نام مخدومہ اکرام فاطمہ علیہا الرحمۃ تھا۔ آپ گورکھپور کی رہنے والی تھیں۔ آپ کا انتقال سرزمیں میرٹھ پر ۱۹۶۵ء یا ۱۹۶۶ء میں ہوا۔ میرٹھ کے مشہور قبرستان مائیکہ تکیہ نزد گھنٹہ گھر میں آپ مدفون ہیں۔ آپ کے بطن سے مندرجہ ذیل اولاد متولد ہوئیں۔

(۱) سید غلام سمنانی (۲) سیدہ شمیم فاطمہ (۳) سیدہ تسیم فاطمہ (۴) سید غلام سبحانی

(۱) حضرت مولنا حکیم سید غلام سمنانی صاحب علیہ الرحمۃ۔

خیال رہے کہ سید غلام سمنانی نام کے حضرت کے دو صاحبزادے ہیں۔ ایک تو وہ کہ جنکی ولادت سرزمیں جائس ضلع رائے بریلی میں دوران قیام ہوئی۔ اور جنکی پیدائش کی خوشی میں حضور صدر الافاضل علیہ الرحمۃ نے دس روپیہ کی مٹھائی منگائی تھی۔ جس کا پورا واقعہ آپ پہلے پڑھ چکے۔ مگر ان کا انتقال غالباً ایام شیر خوارگی ہی میں جائس میں ہوگیا تھا۔ اور ان کو قاضی منصور صاحب جائسی کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ انکے انتقال کی خبر حضرت کو اس وقت دی گئی جب آپ مدرسہ میں درس حدیث دے رہے تھے۔ کونسا باپ ہوگا کہ جو اپنے اکلوتے اولین بیٹے کے انتقال کی خبر سن کر بے قرار نہ ہوجائے۔ مگر ایسے نازک موڑ پر بھی حضرت صدر العلماء میرٹھی نے جس ضبط اور صبر و تحمل کی نادر زمانہ مثال قائم فرمائی وہ ماضی قریب میں ڈھونڈے سے نہ ملے گی۔ فرمایا۔ مولنا وہ بچہ اللہ کی امانت تھی جو اس نے لے لی۔ اب گھر بتا دیا جائے کہ ہم درس حدیث مکمل کرکے آئیں گے۔ اور کفن دفن کا انتظام کرینگے۔ یقیناً مسند حدیث کی تعظیم و توقیر کا یہ انداز حضرت امام مالک اور حضرت امام اعظم قدس سرھما النورانی جیسے جلیل القدر حضرات کرام کے آداب درس کی عظمتوں کی یاد دلا رہا ہے۔ اس کے بعد جب دوسرا بیٹا پیدا ہوا تو آپنے اس کا نام مرحوم بیٹے ہی کے نام پر سید غلام سمنانی رکھا۔ حضرت کے اپنے کتب خانہ کا نام کتب خانہ سمنانی۔ غالباً انہی کے نام پر تھا۔ جس کو آپ کے وصال کے بعد مکتبۃ الجیلانی کا نام دیا گیا۔ یہ حضرت سید غلام سمنانی صاحب علیہ الرحمۃ قد و قامت اور چہرے مہرے میں اپنے والد گرامی سے بڑی مشابہت رکھتے تھے۔ انتہائی سیدھے سادے، سادہ مزاج کہ جنھیں دیکھ کر بڑے بوڑھوں کی یاد تازہ ہوجائے۔ ہندوستان کو خیر آباد کہہ کر کراچی پاکستان میں رہائش پزیر ہوگئے تھے۔ شیخ الحدیث حضرت علامہ نصر اللہ خاں صاحب افغانی مدظلہ العالی نے فرمایا کہ کبھی کبھی گلشن اقبال کراچی میں میری کوٹھی پر آیا کرتے۔ اور پان وغیرہ کی فرمائش کرتے۔ میں ان کی نسبت کے احترام میں خود جا کر پان وغیرہ لیکر آتا۔ غالباً ۱۹۹۴ء کو کراچی (پاکستان) میں انتقال ہوا اور وہیں مدفون ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۲) ''سیدہ شمیم فاطمہ مرحومہ'' آپ پیر طریقت حضرت علامہ و مولنا الحاج سید شاہ محمد اکبر میاں صاحب قبلہ چشتی کچھوچھوی علیہ الرحمۃ (سجادہ نشین آستانہ عالیہ حمدیہ کچھوچھہ شریف ضلع اودیا۔ یو۔ پی) کے نکاح میں آئیں۔ ابھی چند سال پہلے ہی کچھوچھہ شریف میں آپ کا انتقال ہوا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔ یہ حضرت سید شاہ محمد اکبر میاں صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ حضرت شیخ طریقت سید محمد اعزاز میاں صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ کے فرزند ارجمند اور حضور شیخ العلماء

والمشائخ حضرت سید مصباح الحسن صاحب قبلہ مودودی چشتی پھپھوندوی علیہ الرحمۃ کے جانشین تھے۔ آپکو حضرت صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمۃ کے سب سے بڑے داماد ہونے کے ساتھ ساتھ آپ سے شرف تلمذ بھی حاصل تھا۔ آپ حضرت مولنا سید محمد انور میاں صاحب چشتی پھپھوندوی کے والد گرامی اور جناب محترم مولنا اسید الحق صاحب عاصم القادری، بدایونی کے حقیقی نانا ہوتے ہیں۔ یہ سید محمد انور میاں صاحب خود بھی حضور صدر العلماء میرٹھی کے شاگردوں میں آتے ہیں۔ جیسا کہ تلامذہ کے ضمن میں ذکر کیا جائیگا۔ حضرت اکبر میاں صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ کا انتقال نومبر ۲۰۰۸ء کو پھپھوند شریف ہی میں ہوا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضور شیخ المشائخ سید مصباح الحسن صاحب کے جوار میں مدفون ہیں۔ کئی ایک دینی وملی۔ مذہبی وقومی خدمات آپکی یادگار ہیں۔

(۳) محترمہ سیدہ نسیم فاطمہ (مرحومہ) آپ کا عقد پیر طریقت حضرت مولنا سید شاہ محمد اصغر میاں صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ سے طے پایا۔ سیدہ نسیم فاطمہ صاحبہ کا انتقال بھی ابھی چند سال قبل پھپھوند ہی میں ہوا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ یہ حضرت پیر سید محمد اصغر میاں صاحب حضرت سید اکبر میاں صاحب کے علاتی بھائی ہیں۔ آپ کا بھی انتقال کچھ سال پہلے پھپھوند میں ہوا۔ دونوں حضرات وہیں مدفون ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! آپ کو منجھلے داماد ہونے کے ساتھ شرف تلمذ بھی حاصل تھا۔

(۴) حضرت مولانا حافظ وقاری سید غلام سبحانی میاں صاحب راجشاہی۔ حضرت مخدومہ اکرام فاطمہ علیہا الرحمۃ کی اولاد میں سے یہی فی الحال باحیات ہیں۔ آپ نے سنبھل ہی میں رہ کر حفظ قرآن مکمل کیا۔ اور مشق بھی سیکھی۔ مختلف مقامات پر جا کر کچھ درس نظامی کی تعلیم حاصل کی۔ اگر چہ امامت وخطابت کی ذمہ داریاں بھی نبھالیتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی ساتھ چھوٹی موٹی تجارت کرنا ذریعہ معاش ہے۔ ماشاء اللہ ۶۰/۶۵ سال کی عمر میں بڑے تندرست و توانا ہیں۔ لونی ضلع غازی آباد میں رہائش ہے۔

عقد ثانی۔

حضرت صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمۃ کا عقد ثانی شہر سنبھل کی ایک مشہور شخصیت حضرت مولانا حافظ وقاری حامد حسن صاحب قبلہ اشرفی علیہ الرحمۃ مرید حضور شیخ المشائخ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمۃ وخلیفہ۔ (بانی مدرسہ حامدیہ اشرفیہ سنبھل) کی صاحبزادی مخدومہ "کنیز فاطمہ" سے طے پایا۔ آپ حضرت قاری صاحب مذکور علیہ الرحمۃ کہ پانچ بیٹوں کے درمیاں اکیلی بیٹی تھی۔ اس رشتہ کو استوار کرنے میں درمیانی واسطہ خلیفہ حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی حضرت علامہ محمد اجمل شاہ صاحب قبلہ سنبھلی اور حضور محدث اعظم ہند علامہ سید محمد محدث کچھوچھوی علیہما الرحمۃ جیسی عظیم شخصیتوں کا تھا۔ نکاح حضرت اجمل شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے پڑھایا اور دعا حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمۃ نے فرمائی۔

آپ تقریباً ۴۲ سال تک حضرت صدر العلماء میرٹھی کی خدمت میں رہیں۔ بفضل خدا تا ہنوز (۲۰۱۰ء) باحیات ہیں۔ (حفظہا اللہ لطول حیاتہا) اوائلی نماز کے ساتھ تلاوت قرآن کا بے حد شوق۔ ابھی چند سال پہلے تک نظام شریعت وقانون

شریعت کے مسائل اچھی طرح یاد تھے۔ بات کی پکی مگر انتہائی سادہ مزاج دنیاداری کے بکھیڑوں سے الگ تھلگ۔ عمر ۸۵ سال سے متجاوز ہو چکی ہے۔ جسکی بنا پر نقاہت و کمزوری کا غلبہ رہتا ہے۔ گزشتہ چند سالوں میں یوں تو کئی مرتبہ ان کی حالت بڑی نازک صورت اختیار کر گئی۔ مگر نومبر ۲۰۰۵ء کو تو اس حد تک غیر ہو گئی کہ امید زیست ہی جاتی رہی تھی۔ حدیث شریف میں جہاں یہ فرمایا گیا کہ بیمار سے اپنے لیے دعا کرنے کو کہو۔ وہیں یہ بھی فرمایا گیا" اذا دخلتم علی المریض فنفسوا لہ فی الاجل فان ذلک لا یرد شیئا وھو یطیب بنفس المریض "۔ کہ جب تم مریض کے پاس جاؤ تو عمر کے بارے میں خوش دلی کی بات کرو کہ یہ کسی چیز کو رد نہ کریگا اور اس کے جی کو اچھا معلوم ہوگا۔ غالبًا اسی کے پیش نظر ایک صاحب نے ان سے کہا۔ اماں صاحبہ! آپ انشاء اللہ بہت جلد ٹھیک ہو جائیگی کیونکہ ابھی تو آپ کو وہ کتاب دیکھ کر دعائیں دینی ہیں کہ جو عنقریب حضرت صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمۃ کی حیات و خدمات پر نکلنے والی ہے اور تقریبًا مکمل ہے۔ یہ سن کر فرمایا کتاب نکلے صحیح ہے مگر اب جلد ہی سامنے آجانی چاہیے۔ اور پھر اپنے رب کی بارگاہ میں یوں دعا کی۔ اے اللہ مجھے طاقت دے کہ ان دنوں کی اپنی چھوٹی ہوئی نمازوں کو میں ادا کرلوں۔ یہ بات ۲۴ نومبر ۲۰۰۵ء بروز جمعہ کی ہے کہ جسے آج پانچ سال سے کچھ کم عرصہ ہونے کو آیا۔ کتاب کی اشاعت تو بعض وجوہ کی بنا پر موقوف رہی مگر الحمد للہ مخدومہ اماں صاحبہ تادم تحریر با حیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے سایہ عاطفت کو دراز فرمائے۔ مخدومہ اماں صاحبہ کی دیکھ بھال اور ضروری انتظامات کے حوالے سے آپ کے صاحبزادے حضرت سید محمد یزدانی میاں صاحب قبلہ کی خدمات نمایاں طور پر قابل ذکر ہیں۔ اور یہ شرف انہیں آج بھی حاصل ہے۔ البتہ اسی کے ساتھ فی الحال آپ کی خدمت شاقہ کا فریضہ ادا کرنے کی سعادت آپ کی چھوٹی صاحبزادی سیدہ جمیل فاطمہ کو بھی حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے تمام خدمت گزاران کو دین و دنیا کی شادمانیاں اور فرحتیں عطا فرمائے۔ نیز دونوں جہاں میں اس کا اجر عطا فرمائے۔ (آمین)

حضرت صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمۃ کی وہ اولاد جو آپ مدظلہا العالی کے بطن سے ہے۔ ان کا مختصر تذکرہ سلسلہ وار آئندہ سطور میں کیا جاتا ہے۔

(۱) حضرت مولنا حافظ وقاری حکیم سید محمد ربانی میاں صاحب قادری راجشاہی علیہ الرحمۃ

آپ اپنے ان جملہ برادران و ہمشیران میں سب سے بڑے تھے۔ اپنی ننہال (سنبھل) میں رہ کر حفظ قرآن مکمل کیا اور کچھ قرآت و مشق بھی سیکھی۔ بعدہٗ کافیہ تک والد گرامی سے پڑھا۔ پھر بریلی شریف میں شرح جامی تک تعلیم حاصل کی۔ نیز لکھنؤ اور بریلی میں تعلیم طب حاصل کی۔ اگر چہ امامت وخطابت بھی کر لیا کرتے تھے۔ مگر اصل ذریعہ معاش ان کا مطب تھا۔ مختلف مقامات پر رہے مگر آخر عمر میں راجستھان میں قیام تھا۔ بچپنے ہی میں والد گرامی نے حضرت سید شاہ ابراہیم راجشاہی سرکار سراوہ علیہ الرحمۃ سے بیعت کرا دیا تھا۔ بڑے تومند، تجیم، شحیم اور طاقت ور تھے۔ ۳۱ اگست ۲۰۰۲ء کو آپ کا انتقال ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میرٹھ میں حضرت شاہ ولایت کے قبرستان میں مدفون ہوا۔

(۲) محسن اہلسنت حضرت علامہ ومولنا حافظ وقاری الحاج سید شاہ محمد یزدانی میاں صاحب قبلہ نوری، راجشاہی مدظلہ العالی۔

آپ حضرت صدر العلماء کے منجھلے صاحبزادے ہیں۔ اور ماشاء اللہ مختلف خوبیوں کے حامل ہیں۔ بہترین حافظ اور خوش الحان قاری ہیں۔ حفظ قرآن مکمل کرنے سے لیکر آج تک بلا ناغہ الحمد للہ پورا قرآن تراویح میں سناتے آرہے ہیں۔ اور خوش گلوئی اور خوش الحانی کی نعمت سے بھی مالا مال ہیں ویسے بھی یہ خوش گلوئی کی نعمت صرف آپ ہی کو نہیں بلکہ صدر العلماء کی ساری اولاد کو میرے خیال سے ان کی ننہال سے ورثہ میں ملی ہے۔ علاوہ ازیں علوم درسیہ کو بھی کافی محنت سے پڑھا ہے۔ والد گرامی قدر علیہ الرحمۃ سے شرح جامی سے پہلے تک تعلیم حاصل کرنے کے علاوہ ان کی صحبت بافیض سے سفر وحضر میں جتنا آپ فیض یاب ہوئے ہیں میری نظر میں جملہ اولاد میں سے کسی کو یہ شرف حاصل نہیں ہے۔ والد گرامی کے وصال کے بعد بھی درس نظامی کی تعلیم کو جاری رکھا۔ حضرت والد ماجد علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی کتاب البشیر شرح نحومیر کے دیباچہ میں آپ کو "الولد الثانی حافظ سید محمد یزدانی" کہہ کر یاد فرمایا ہے۔ حضرت کو ان کی تعلیم کا خاص خیال تھا۔ عموماً اولاد کی تعلیمی ترقی اپنے یہاں رہکر مشکل ہوا کرتی ہے۔ اسی وجہ سے حضرت والد ماجد نے آپ کو حضرت بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب قبلہ کی معیت میں۔ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور داخلہ کے لئے بھیجا۔ مگر وہاں آپ کا جی نہ لگا۔ اور چند دنوں ہی میں واپس میرٹھ آگئے۔ والد گرامی علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد گھر کی ذمہ داریاں آپ ہی نے سنبھالیں۔ اور ظاہر بات ہے کہ اس کے لئے بڑے صبر آزما مراحل سے گزرنا پڑا ہوگا۔ شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان سے شرف بیعت حاصل ہے۔ ماشاء اللہ بڑے وجیہ وشکیل معلوم ہوتے ہیں۔ غالباً ۲۳/۲۵ سال قبل امریکہ تشریف لے آئے تھے۔ اور تاہنوز مع اہل وعیال کے وہیں پر قیام پزیر ہیں۔ ہندوستان ہر سال آمد ورفت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ آپ نے حالات زمانہ کے پیش نظر ایک عظیم الشان دینی ادارہ کی بنیاد سرزمین سنبھل پر ۱۵ نومبر ۱۹۹۹ء کو رکھی۔ تاکہ اس میں ہونہاران ملت کو علوم شرعیہ وشرقیہ کے ساتھ علوم غربیہ سے بھی روشناس کرایا جائے۔ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے فقط تین سال کی قلیل سی مدت میں ایک وسیع وعریض رقبہ پر ۳ منزلہ عالی شان عمارت آج دیکھنے والوں کی نگاہوں کو خیرہ کرتی ہے۔ جو "جامعہ قادریہ جیلانی عربک کالج" کے نام سے موسوم ہے۔ جو ایک کروڑ سے بھی زیادہ لاگت سے بنی ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ قوم مسلم کی ترقی کے لئے جو پروگرام ہیں وہ اس سے کئی گنا زیادہ ہیں۔ ہر سال سنبھل کی سرزمین پر عرس صدر العلماء بڑے احسن طریقہ سے منعقد کرتے ہیں۔ آپ امریکہ میں رہ کر بھی ترویج اسلام کی خدمت میں منہمک ہیں۔ ماشاء اللہ اپنے علمی مزاج کو محفوظ رکھا ہے۔ فی الحال والد ماجد علیہ الرحمۃ والرضوان کی تصنیفات کو از سر نو جدید کتابت وانداز طباعت کے ساتھ شائع کرنے کے لئے شب وروز لگے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی کوششوں کو بر آور فرمائے۔ اور انہیں نظر حاسدین سے محفوظ ومامون فرمائے۔ (آمین)

(۳) حضرت مولنا الحاج القاری سید محمد نورانی میاں صاحب نوری اشرفی راجشاہی

آپ نے بھی مدرسہ اسلامیہ عربیہ میرٹھ ہی میں رہ کر کچھ درس نظامی کی تعلیم حاصل کی والد گرامی علیہ الرحمۃ کے پاس نحو میر کی جماعت میں آپ بھی شامل تھے۔ حضرت نے دیباچہ البشیر میں یوں ذکر فرمایا۔ الولد الثانی سید محمد نورانی، حضرت کے وصال کے بعد عالم مزید کے لیے بھی کوششیں کی تھیں۔ قد و قامت میں خاندانی اثر لیا ہے۔ خطابت بھی کر لیتے ہیں۔ حضرت کے وصال کے بعد آپ کے مکتبہ کی ذمہ داری انہی مذکورہ دونوں حضرات نے سنبھالی تھی۔ آپ نے سنبھل ہی میں رہ کر ایک دینی درسگاہ کی "بدر العلوم" کے نام سے بنیاد ڈالی اور ایک حد تک اسی میں کامیابی بھی ملی۔ نیز خاص عرس صدر العلماء کے ایام میں سرزمین میرٹھ پر جو بھی دوروزہ یا سہ روزہ تقریبات عرس منعقد ہوا کرتی ہیں۔ وہ انہیں کی زیر نگرانی اور کدو کاوش سے ہوا کرتی ہیں۔ عموماً سفر میں رہتے ہیں یوں رہائش تو سنبھل ہی میں ہے۔ بیعت و ارادت حضور مفتی اعظم ہند علامہ مصطفٰے رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان سے حاصل ہے۔

(۴) سیدہ انعام فاطمہ

آپ حضرت علامہ و مولنا حافظ و قاری سید محمد مسعود علی صاحب رضوی رام نگری (سابق مفتی مظہر اسلام بریلی شریف) کے عقد میں ہیں۔ حضرت قاری سید مسعود علی صاحب نے سالہا سال تک ہندوستان کے بہت سارے مدارس اسلامیہ میں درس نظامی کی تعلیم دی۔ دو ایک دفعہ یہاں برطانیہ بھی آئے۔ فی الحال انڈیا میں اپنے علاقہ ہی میں کہیں خدمت دین میں مشغول ہیں۔ عالم ہونے کے ساتھ بڑے پختہ کار حافظ و قاری بھی ہیں۔ ہر سال تراویح میں پابندی کے ساتھ قرآن کریم ضرور سناتے ہیں۔ ان کے آباء و اجداد میں صاحب التصانیف شخصیتیں گزری ہیں۔

(۵) سیدہ انوار فاطمہ

آپ استاذ العلماء والمدرسین حضرت علامہ و مولنا مفتی الحاج محی الدین احمد ہشام میاں صاحب قبلہ جعفری رضوی جونپوری کے عقد میں ہیں۔ یہ حضرت ہشام میاں صاحب قبلہ حضور شمس العلماء بدر الفضلاء علامہ شمس الدین احمد جعفری رضوی جونپوری علیہ الرحمۃ والرضوان (مصنف قانون شریعت وغیرہ) کے صاحبزادہ والا شان ہیں۔ اور خود بھی عظیم صلاحیتوں اور شہر جونپور میں بڑے اثر و رسوخ کے مالک ہیں۔ مدت دراز سے ہندوستان کی قدیم اور مشہور ترین درسگاہ مدرسہ حنفیہ جونپور کی مسند افتاء اور مسند درس حدیث کی زینت ہونے کے ساتھ ساتھ وہاں کے مہتمم اعلیٰ بھی ہیں۔ خیال رہے کہ یہ مدرسہ حنفیہ وہ ہے۔ کہ جہاں حضرت صدر الشریعہ مصنف بہار شریعت علیہ الرحمۃ بھی حضرت علامہ استاذ العلماء ہدایت اللہ خاں صاحب جونپوری علیہ الرحمہ سے درس لے چکے ہیں۔ حضرت ہشام میاں صاحب قبلہ ماشاء اللہ اپنے والد گرامی کے علوم کے سچے وارث و امین ہیں۔ دیکھنے میں بھی پرکشش شخصیت کے مالک ہیں۔ حضرت سید محمد عرفانی میاں صاحب کی دعوت پر یہاں برطانیہ میں بھی چند ماہ قیام کیا۔

(۶) سیدہ اقرار فاطمہ (سیدہ ام ہانی)

یہ جہاں پر منسوب ہیں وہاں کا تذکرہ حضرت ہشام میاں صاحب قبلہ جونپوری نے اپنے مضمون میں کر کے عزت بخش دی ہے۔ نیز اور بھی کہیں کچھ سی کتاب میں اس حوالہ سے آپکو کچھ مل جائیگا۔ لہذا دہرانے کی ضرورت نہیں۔

(۷) حضرت مولنا حافظ وقاری الحاج سید محمد عرفانی میاں صاحب قبلہ اشرفی راجشاہی

آپ اگرچہ اپنے برادران میں سب سے چھوٹے ہیں۔ لیکن مختلف الانواع امور کی وجہ سے کافی شہرت کے حامل ہیں۔ چہرہ، مہرہ تو ددھیال سے ورثہ میں ملا، اور خوش گلوئی اور خوش الحانی کا اثر اپنی ننھیال سے پایا۔ ۹/۸ سال کے بچے ہی تھے کہ والد گرامی کا وصال ہوا۔ سنبھل آکر حفظ قرآن کیا اور مشق قرات سیکھی۔ راقم السطور نے زمانہ طالبعلمی میں انہیں دیکھا کہ کچھ دنوں تک استاذ گرامی قدر حضرت علامہ ومولنا مفتی محمد معین الدین صاحب قبلہ اشرفی شمسی کی درسگاہ میں بھی بغرض تعلیم آیا کرتے تھے۔ بعدہ بریلی شریف وغیرہ دیگر مقامات پر اسی غرض سے داخلہ لیا۔ ایک زمانہ میں ضلع بھروچ صوبہ گجرات میں ان کی امامت وخطابت کی شہرت تھی۔ ۱۹۹۰ء میں برطانیہ آئے۔ اور تقریباً ۵ یا ۶ سال تک بولٹن اور وال سال میں مسجد ومدرسہ سے متعلق رہ کر درس وامامت کا فریضہ انجام دیا۔ اور اب (بولٹن) گھر پر رہ کر خدمت خلق میں مشغول ہیں۔ پریشان حال لوگ آتے ہیں۔ اور فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ امریکہ، کنیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، ہالینڈ، دبئی وغیرہ دیگر ممالک کا سفر ماشاء اللہ اسی حوالہ سے کرچکے ہیں۔ سرزمین سنبھل پر صدر العلماء ایجوکیشن انسٹیوٹ کے زیر تحت ایک وسیع وعریض زمین اس غرض سے خریدی ہے کہ وہاں سے علوم اسلامیہ کی ترویج واشاعت کی جائے۔ بالخصوص وہاں بچیوں کی اسلامی تعلیم کا بڑے پیمانہ پر انتظام کیا جائے۔ دعا ہے رب دو جہاں دین ودنیا کی بھلائیاں دے اور آفات وبلیات سے محفوظ فرمائے اور ان بلند عزائم میں کامیابیوں سے ہمکنار فرمائے۔ (آمین)

(۸) سیدہ جمیل فاطمہ

آپ حضرت مولنا حافظ وقاری محمد مجتبیٰ حسن صاحب اشرفی، سنبھلی (جنرل سکریٹری جامعہ قادریہ جیلانی عربک کالج سنبھل) کے حبالہ عقد میں ہیں۔ مولنا موصوف احسن الخطباء حضرت علامہ ومولنا حافظ وقاری احمد حسن صاحب اشرفی علیہ الرحمتہ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ اور یہ حضرت قاری احمد حسن صاحب سنبھلی حضور صدر العلماء میرٹھی کے برادر نسبتی بھی ہیں۔ اور شاگرد بھی۔ حضرت قاری صاحب ہندوستان کے نامور خطباء میں سے ایک تھے۔ چند تصانیف بھی یادگار چھوڑی ہیں۔ نیز آپ علیہ الرحمتہ، حضرت سید محمد یزدانی میاں صاحب قبلہ کے خال محترم بھی ہیں۔ مزید تذکرہ تلامذہ کے ضمن میں آئیگا۔ محب مکرم جناب مولنا مجتبیٰ احسن صاحب ماشاء اللہ خوش رو ہونے کے ساتھ ساتھ خوش گلو نعت خواں، خوش الحان قاری اور پختہ کار حافظ بھی ہیں۔ کبھی کبھی ترنم کے ساتھ خطابت اپنے والد گرامی کے انداز پر کرتے ہیں۔ مولنا موصوف راقم السطور کے پیر بھائی لگتے ہیں۔ اور استاد بھائی بھی۔ متحرک وفعال مزاج پایا ہے۔ اس عمر میں کافی نام کمایا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ آفات وبلیات اور نظر بد سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

اساتذہ کرام

استاذ الاساتذہ، حضور صدر الافاضل مراد آبادی

اور صدر العلماء میرٹھی

یوں تو حضرت صدر العلماء میرٹھی کے جملہ اساتذہ ہی ان پر بڑے شفیق ومہربان رہے ہیں۔ مگر ان میں حضرت مفسر اعظم، استاذ العلماء صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان کا اسم گرامی بطور خاص ذکر کیا جا سکتا ہے۔ انہیں کی آغوش علم میں رہ کر حضرت صدر العلماء پروان چڑھے۔ انہیں کی تربیت سے آگے بڑھنے کا حوصلہ ملا۔ ایک جگہ خود حضرت میرٹھی اپنے استاذ گرامی کے بارے میں لکھتے ہیں۔ تفحص وجستجو کا مادہ آپ ہی کی خدمت سے پیدا ہوا۔ اور پھر ان کی مزید عنایات ونوازشات کا ذکر فرمایا۔

صدر العلماء میرٹھی کو آپ ہی نے فراغت کے بعد سب سے پہلے تاج المدارس قصبہ جائس ضلع رائے بریلی میں بغرض تدریس بھیجا۔ اور پھر آخر میں ہمیشہ کے لیے مدرسہ اسلامیہ عربیہ میرٹھ کے لیے مقرر فرمادیا۔ صدر العلماء عموماً اپنے استاذ گرامی کا ذکر "استاذ العلماء" کہکر فرمایا کرتے۔ اور اپنی کتاب "بشیر القاری" کے دیباچہ میں اپنے استاذ گرامی کے لیے مختصر مگر بڑا عقیدت بھرا بیان سپرد قرطاس کیا ہے۔ جسکے اکثر حصہ کو محب مکرم جناب مولانا محمد نفیس صاحب مصباحی نے حضور صدر الافاضل کے حالات بیان کرتے ہوئے ذکر کردیا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ صدر العلماء کو اپنے استاذ گرامی سے کس قدر عقیدت تھی۔ مگر میں یہاں اس گوشہ حیات کو ذکر کردینا بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ جس سے یہ پتہ چلے کہ استاذ گرامی کو بھی اپنے اس تلمیذ رشید سے کس قدر محبت تھی اور کس طرح ان کو اپنے الطاف کریمانہ سے نوازتے۔ بلکہ ان سے اپنے بیٹے جیسی محبت فرماتے۔ ملاحظہ فرمائیں حضرت بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب اعظمی مدظلہ العالی کا وہ بیان کہ جسے آپ نے اولاً مقدمہ اطیب البیان میں تحریر فرمایا اور ثانیاً اپنے مقالہ میں۔ حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں۔

حضرت (صدر العلماء) سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ کہ جنہوں نے شرح حامی تک مراد آباد میں تعلیم حاصل کی۔ فرماتے ہیں، میری شادی اسوقت ہوچکی تھی۔ پہلے فرزند کی ولادت کی اطلاع مراد آباد میں ہی بذریعہ خط موصول ہوئی۔ حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کے مصاحب میں ایک حاجی صاحب (جو آپکی بزم میں ذریعہ تفریح تھے) نے مجھے چھیڑنا شروع کیا۔ جیلانی! تمہارے لڑکا ہوا ہے، مٹھائی کھلاؤ، اب تم باپ ہو گئے ہو دوستوں کا منہ میٹھا کرو۔

ایک دفعہ حضرت کی بزم میں بھی انہوں نے مجھ سے آہستہ آہستہ یہی کہنا شروع کیا میں حضرت کے آداب میں کچھ بول نہیں سکتا تھا۔ حضرت نے حاجی صاحب کی سرگوشی ملاحظہ کی تو پوچھا کیا ہے حاجی صاحب؟ حاجی صاحب

ہنس کر فرمایا حاجی صاحب! آپ بڈھے ہوگئے مگر آپ کو سلیقہ نہیں آیا۔ دادا کی موجودگی میں پوتے کی خوشی کی مٹھائی آپ اس کے باپ سے مانگتے ہو۔ تمہیں مجھ سے کہنا چاہئے تھا۔ کہ حضرت آپ کے پوتا آیا ہے۔ ہم لوگوں کو خوشی کی سوغات ملنی چاہئے۔ یہ فرما کر جیب سے دس روپئے کا نوٹ نکالا اور فرمایا جاؤ۔ مٹھائی لاؤ۔ میں نے دیکھا کہ واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھی اور وہ کہہ رہے تھے کہ عبدالمنان اعظمی جب تک زندہ رہونگا حضور صدر الافاضل کی اس شفقت کو بھول نہیں سکتا۔

حضور صدر الشریعہ اعظمی اور صدر العلماء میرٹھی

حضرت صدر العلماء میرٹھی نے اپنے جلیل القدر اساتذہ کرام میں سے سب سے زیادہ جس عظیم ہستی سے علمی و درسگاہی فیض حاصل کیا وہ حضور صدر الشریعہ، بدر الطریقہ، خاتم الفقہاء، علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات گرامی ہے۔ جس جامعیت اور عظمت و احترام کے ساتھ حضرت نے اپنے ان استاذ گرامی قدر کا ذکر فرمایا ہے وہ قابل دید ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔ (وہ) اپنے زمانہ میں بے مثیل فقیہ تھے۔ فقہی جزئیات ادلہ کے ساتھ نوک زبان رہتی تھیں۔ اسی واسطے حدیث دانی میں آپ کا پایہ بلند تھا کیونکہ یہ بات مسلم ہے کہ علم حدیث میں مہارت تامہ اسوقت ہوتی ہے جبکہ فقہ پر کامل عبور حاصل ہو شرح معانی آثار پر آپکا بزبان عربی مبسوط حاشیہ ہے جو ابھی تک طبع نہیں ہوا۔ زیور طبع سے آراستہ ہونے پر یہ بات مشاہدہ میں آجائیگی کہ علم حدیث میں آپکو تبحر تام حاصل تھا۔ یہ حاشیہ نصف جلد اول پر ہے۔ بوجہ ضعف بصر باقی نصف اخیر اور جلد ثانی تحشیہ سے رہ گئی۔ اسی واسطے آپ نے وصیت فرمائی کہ میرے تلامذہ میں سے کوئی صاحب اسکی تکمیل کریں بتعمیل حکم والا فقیر کا ارادہ ہے کہ بشیر القاری سے فراغت پاکر اسکی جانب توجہ کی جائیگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ [1]

---

[1] نوٹ! الحمدللہ اس مذکورہ حاشیہ طحاوی کی جلد اول گذشتہ برس ۲۰۰۱ء میں تقریباً ستر سال کے بعد کشف الاستار حاشیہ شرح معانی الآثار کے نام سے منصہ شہود پر آچکی ہے۔ حضرت صدر الشریعہ نے جتنا بھی حاشیہ تحریر فرمایا تھا (یعنی شرح معانی آثار کی جلد اول کے نصف پر) وہ سب باریک خط کے چار سو سے زائد صفحات پر مشتمل تھا۔ جسکے اوراق مرور کثرت ایام سے بوسیدہ بھی ہو چکے تھے۔ جناب محترم مولانا فیضان المصطفےٰ صاحب قادری نے بڑی جانفشانی، وقت نظر، تن دہی اور اہم ترین ذمہ داریوں کو مکمل طور پر نبھاتے ہوئے اس کو دو حصوں میں مرتب کیا۔ جس کے پہلے حصے کو درمیانی سائز کے ۵۰۰ صفحات پر مشتمل دائرۃ المعارف الامجدیہ گھوسی انڈیا کی طرف سے شائع کیا اور اس طرح ایک عظیم قیمتی خزانہ کو ضائع ہونے سے بچالیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ راقم السطور کو یہ پتہ نہ چل پایا کہ حضرت صدر العلماء میرٹھی نے اس بقیہ حاشیہ شرح معانی الآثار کی طرف توجہ دی تھی یا نہیں حضرت کے متروکات علمیہ اور انکی مستعمل کتب درسیہ؟ ان کا کیا ہوا۔ اے کاش میں ان تک پہنچ پاتا (اشرفی غفرلہٗ)

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کی کچھ خصوصی عنایات تھیں صدر العلماء پر کہ بعض کتب نادرہ کا درس بلا شرکت غیرے صرف انہیں کو دیا۔ صدر العلماء خود فرماتے ہیں "اور قاضی مبارک کا حاشیہ بفضل حق سبقاً سبقاً صرف فقیر کو پڑھایا۔

صدر العلماء میرٹھی صدر المدرسین بن جانے کے بعد بھی اپنے استاذ گرامی سے علمی مغلقات و معضلات اور مشکلات کا حل بذریعہ خط و کتابت پوچھتے رہے۔ کئی ایک استفتاء فتاویٰ امجدیہ میں بھی موجود ہیں۔ جنکا کچھ ذکر جناب محب مکرم مفتی آل مصطفےٰ صاحب اشرفی مصباحی نے اپنے مضمون میں کردیا ہے۔ نیز جناب محب مکرم مولانا محمد نفیس احمد مصباحی صاحب نے بھی زیر نظر کتاب میں حضور صدر الشریعہ کے حالات اور صدر العلماء کا ان سے تعلق خاطر کے متعلق ایک جامع مضمون دیا ہے مگر میں یہاں بطور خاص ذکر کرنا چاہتا ہوں اہلسنت وجماعت کے ایک مشہور عالم ودانشور حضرت علامہ پیر سید رکن الدین صاحب اصدق مصباحی (سجادہ نشین آستانہ چشتی چمن پیر بیگھہ شریف ضلع نالندہ بہار) کے مضمون کی صرف ایک بات کا۔ جس کو آپ اسی کتاب میں" حضور صدر العلماء، علماء کی بزم میں ہمیشہ صدر نشین رہے" کے زیر عنوان ملاحظہ فرمائینگے ذکر کردہ مضمون سے متعلق خود صاحب مضمون، فقیر راقم السطور کے نام اپنے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں "صدر العلماء کے حضور میری آنکھوں نے جو کچھ دیکھا اسے میں نے قلم بند کردیا ہے۔ یہ تحریر چاہے بہت زیادہ پرکشش نہ ہو۔ مگر غلو اور اختراع سے پاک ضرور ہے۔ اسمیں حقیقت نگاری کی خوشبو آپ ضرور محسوس فرمائیں گے...... الخ

اس مضمون کی وہ بات جسے میں ذکر کرنے جارہا ہوں اگرچہ بظاہر صرف چند جملوں پر مشتمل ہے۔ مگر گہرائی سے دیکھا جائے تو دسیوں مضامین پر بھاری ٹھہرے۔ ملاحظہ فرمائیں! حضرت سید اصدق صاحب فرماتے ہیں

'میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ اپنی آخری عمر میں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "میں دنیا سے مطمئن جاؤنگا کہ اپنے بعد سید غلام جیلانی میرٹھی کو عالم چھوڑ کر جارہا ہوں"

اس جملہ کو نقل کرنے کے بعد صاحب مضمون تحریر فرماتے ہیں

سبحان اللہ یہ وہ بول رہا ہے۔ جس کے شاگردوں کی صف کی مثال یہ ہے کہ

د ر یں خا نہ ہمہ آ فتا ب ا ست

اس ارشاد کی روشنی میں حضور صدر الشریعہ کے شاگردوں کی صف میں آپ کی صدارت علمی مسلم ہے، تعصب و تنگ نظری سے بالاتر ہو کر اس جملے کا بغائر مطالعہ کیا جائے تو اس میں آپ کے معاصرین اور ہم درسوں کی کوئی تحقیر نہیں ہے۔ اس سے اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ استاذ محترم کو اپنے شاگرد کی علمی گہرائی و گیرائی پر پورا پورا اعتماد تھا۔ ہاں استاد کا اپنے شاگرد پر تحرد اعتماد، شاگرد کے لیے وجہ افتخار ضرور بن سکتا ہے...... بقیہ تفصیل وہیں ملاحظہ فرمائیں۔

حضور محدث اعظم ہند کچھوچھوی اور صدر العلماء میرٹھی

مگر اپنے پیرو مرشد کے گھر کے ہر فرد سے محبت اور ان کی تکریم وعظمت جس انداز سے وہ کیا کرتے تھے وہ انکا امتیازی نشان تھا۔ اور ادھر خاندانِ اشرفیہ کے بزرگ حضرات بھی ان پر بڑی کرم نوازی فرماتے۔ ماقبل میں آپ نے دیکھا کہ کیسے دعائیہ انداز میں پیرو مرشد نے ان کو "محی الاسلام" کہا۔ کچھ اسیطرح کی مہربانیاں سید العلماء والمشائخ، حمیر صمصام، حضرت سید شاہ محمد اشرفی جیلانی یعنی حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان بھی ان پر فرمایا کرتے۔ چنانچہ حضرت شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں صاحب۔ قبلہ اشرفی جیلانی کے فرمانے کے مطابق سید غلام جیلانی میرٹھی کو صدر العلماء کا لقب دینے والے حضور محدث اعظم ہند ہی ہیں۔ (خیال رہے کہ حضرت شیخ الاسلام مدظلہ العالی نے یہ بات جزماً نہیں غالباً فرمائی ہے جو زیر نظر کتاب میں موجود ہے)

صدر العلماء میرٹھی کا حضور محدث اعظم ہند کے ساتھ متعدد مرتبہ سفر وحضر میں اکٹھے رہنے کے نشانات ملتے ہیں۔ انہیں میں سے "سفر سراوہ" کا ایک دلچسپ واقعہ تو راقم السطور حضور سید حافظ ابراہیم شاہ صاحب راجشاہی علیہ الرحمۃ کے حالات میں بیان کر چکا ہے۔ نیز شہر سنبھل کے مشہور ومعروف عالم حضرت علامہ ومولانا حافظ وقاری حامد حسن صاحب اشرفی علیہ الرحمۃ کے یہاں حضرت صدر العلماء کے رشتۂ ثانی کے لیے پیش کش فرمانے والے خود حضور محدث اعظم ہند ہی ہیں اور رشتہ طے ہو جانے کے بعد بنفس نفیس ان کی مجلسِ نکاح میں رہنے کا شرف بھی عطا فرمایا۔ صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمۃ کی یہ حرم محترم یعنی سید عرفانی میاں صاحب وغیرہ کی والدہ ماجدہ کو حضور محدث اعظم ہند ہی سے شرف بیعت وارادت حاصل ہے۔ کئی مرتبہ صدر العلماء کی خصوصی دعوت پر حضور محدث اعظم میرٹھ تشریف لائے، اور جب دسمبر ۱۹۶۱ء میں حضور محدث اعظم ہند کا وصال ہوا تو آپکے صاحبزادگانِ والاشان کے پاس بذریعۂ مکتوب جن دلگیر الفاظ میں آپ نے تعزیت نامہ پیش کیا تھا اس کے بعض جملے یہ ہیں۔ میرے مخدوم زادو! آج آپ کے سروں سے ایک شفیق باپ کا سایہ اٹھ گیا جو بجائے خود باعث رنج والم ہے۔ لیکن دنیائے سنیت کے ان ہزاروں اور لاکھوں سوگواروں کو بھی دیکھئے جن میں علماء ومشائخ، دانشور اور عوام سب ہی شامل ہیں اور اپنے سینوں میں غم کو چنگاری لئے راضی برضائے الٰہی ہیں۔ فقیر آپ کو تلقین صبر وضبط کے سوا اور دے ہی کیا سکتا ہے۔ اور پھر ۱۹۶۲ء میں حضور محدث اعظم ہند کے عرس چہلم میں حاضری کے لیے بطور خاص کچھوچھہ مقدسہ تشریف لائے۔

بعض ہم عصر مشائخ

حضور مفتی اعظم ہند بریلوی

اور صدر العلماء میرٹھی

حضور مفتی اعظم ہند یعنی شہزادہ اعلیٰحضرت افقہ زمانہ حضرت شاہ مصطفےٰ رضا خانصاحب نوری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اور حضرت صدر العلماء میرٹھی کے درمیان جس طرح کا گہرا تعلق خاطر تھا اسکا اندازہ آپ کو زیر نظر

تحت بڑا اچھا اور معلوماتی مضمون تحریر کیا ہے۔ اسی طرح سے حضرت علامہ نصر اللہ خاں صاحب افغانی مدظلہ العالی نے دونوں کی آپسی ملاقات کی جو منظر کشی کی ہے۔ اس سے بخوبی علم ہوتا ہے کہ دونوں حضرات کرام کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے کتنی محبت تھی۔

حضرت صدر العلماء میرٹھی کبھی کبھی حضور مفتی اعظم ہند کے لیے فرمایا کرتے کہ ان کی ذات فی زمانا فقید المثال ہے۔ اور حضور مفتی اعظم ہند حضرت کو "صدر صاحب" کہکر ہی یاد فرمایا کرتے۔ درسیات سے وابستہ حضرات کرام کو بخوبی علم ہے کہ حضرت صدر العلماء نے اپنی مشہور زمانہ تصنیف "البشیر الکامل بحل شرح مأۃ عامل کولکھ کر حضور مفتی اعظم ہند ہی کی بارگاہ میں نذر کیا اور اس کے لیے آپ نے جن جملوں کا انتخاب فرمایا ہے ان کے ایک ایک لفظ سے عزت ومحبت پھوٹ پھوٹ کر نکلتی دکھائی دیتی ہے۔

اعلیٰحضرت محدث بریلوی سے نسبت خاص، نیز بذات خود شہریار علم وحکمت ہونے کی وجہ سے حضور مفتی اعظم ہند کی جو تکریم وتعظیم قلب صدر العلماء میرٹھی میں تھی اس کے کئی ایک واقعات ہیں مگر بوجہ اختصار میں صرف ایک واقعہ ہی پیش کرنے پر اکتفاء کرتا ہوں۔

راقم السطور سے اپنے ہی دو ایک حضرات نے بیان فرمایا کہ حضرت صدر العلماء نے ایک مرتبہ میرٹھ میں کسی اہم ترین وظیفہ کا چلہ شروع فرمایا۔ کہ جس میں چالیس دن تک حدود متعینہ سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہوتی ہے۔ اور متعین ومعہود مقام پر ہی رہ کر چالیس دن پورے کرنے ہوتے ہیں۔ حضور محدث اعظم ہند کچھوچھوی علیہ الرحمۃ کی بیاض خاص (کہ جو حضرت شیخ الاسلام مدظلہ العالی نے فقیر کو بطور اجازت عطا فرمائی) ودیگر کتب عملیات کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ بعض اوقات اس طرح کے چلوں میں کیسی کیسی سخت آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ انتالیسویں دن جبکہ چلہ ختم ہونے میں صرف ایک دن باقی تھا۔ اچانک حضور مفتی اعظم ہند مدرسہ اسلامیہ عربیہ (میرٹھ) میں تشریف لے آئے اور پھر بعد میں حضرت صدر العلماء سے باہر کہیں اپنے ساتھ چلنے کے لیے فرمایا۔ ایسا ہی کچھ وقت ہوتا ہے سچی محبت اور حقیقی جذبۂ احترام کی آزمائش کا۔ وہ اگر چاہتے تو حقیقت حال کو ظاہر کر دیتے۔ اپنی جائز محنت ومشقت کو بچانے کے لیے کوئی مناسب اقدام کرنا یہ ان کا حق تھا۔ اور یہ یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند کو اگر صورت حال کا علم ہوجاتا تو وہ بھی انہیں باہر نہ جانے ہی کا مشورہ دیتے۔ مگر صدر العلماء نے ایسا نہیں کیا۔ اور بڑی خوش روئی کے ساتھ اپنے انتہائی معظم ومکرم مہمان کے اعزاز واحترام اور ان کے عز ووقار پر اپنی ۳۹ دنوں کی مشقت شاقہ کا ایثار کر دیا۔ ان کے ساتھ گئے اور چہرہ پر شکن تک نہ آئی واقعی میں ایسی سچی محبتیں فی زمانا فقید المثال ہیں۔

کیسے کیسے ہیں یہ اللہ کے پیارے نکلے
اے فلک دیکھ زمیں پر بھی ستارے نکلے

عظیم مبلغ عالم اسلام حضرت شاہ عبد العلیم میرٹھی

اور صدر العلماء میرٹھی

عظیم مبلغ اسلام، عالم ہفت زبان، حضرت علامہ ومولانا شاہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان کو کون نہیں جانتا۔ رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنے انوکھے انداز میں جچے تلے جملوں کے ساتھ ان کی حیات وخدمات پر جو مقالہ لکھا ہے وہ لائق مطالعہ ہے۔ صرف چند جملے ملاحظہ ہوں۔

مبلغ اسلام کی پرسوز زندگی کے جو نقوش تاریخ کے اوراق پر بکھرے ہوئے ہیں ان کے مطالعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بیک وقت وہ علم اور عشق دونوں دریاؤں کے سنگھم پر تھے ان کے علم کا جلوہ بے حجاب دیکھنا ہو تو آٹھ اجنبی زبانوں پر اہل زبان کی طرح ان کی بھرپور قدرت دیکھئے۔ اور اسلام کے ایک دردمند اور وارفتۂ حال داعی کی حیثیت سے دجاجلۂ کفر والحاد کے ساتھ انہوں نے بحث ومناظرہ کے جو بے شمار معرکے سر کئے ان کی روداد پڑھئے تو آپ کو ان کے علم وآگہی کی جلالتِ شان ان کی فکر وذہانت کی رفعت وبرتری، عالمی مذاہب وادیان پر ان کی وسعتِ معلومات ان کی قوت بحث واستدلال اور ان کے اندازِ گفتگو کی سحر انگیزی کا صحیح اندازہ لگ جائیگا...... حضرات اس دلیل کی قوت سے کوئی بھی صاحب عقل وشعور ہرگز انکار نہیں کرسکتا کہ اگر ان کی شخصیت میں علمی اور روحانی کمالات کی غیر معمولی کشش نہیں تھی تو ان کے دست حق پرست پر ستر (۷۰) ہزار غیر مسلم افراد کیونکر مشرف باسلام ہوئے؟ الخ...... (مبلغ اسلام ص ۴۷)

آپ حضرات نے تفصیل سے ماقبل میں دیکھ لیا ہوگا کہ حضرت صدر العلماء میرٹھی کے حقیقی عم مکرم حضرت سہیل ہند سید قطب الدین برہمچاری علیہ الرحمۃ اور حضرت مبلغ اسلام شاہ عبد العلیم میرٹھی کے درمیان کیسے گہرے دوستانہ مراسم تھے۔ کہ جس وقت حضرت سہیل ہند تبلیغ کے سلسلہ میں رازدارانہ طور پر بنارس کے مندر میں موجود تھے اس کے بارے میں آپ نے کسی اور کو اپنا رازدار بنایا تھا یا نہیں؟ یہ تو پتہ نہ چل سکا۔ ہاں مگر یہ ضرور معلوم ہے کہ حضرت مبلغ اسلام ان تمام تر حالات پوشیدہ سے بخوبی واقف تھے۔ اور وہ کبھی کبھی ان کی ملاقات کو رازدارانہ طور پر جایا بھی کرتے۔ اس سے دونوں حضرات کی انتہائی پر اعتماد دوستی کا پتہ چلتا ہے۔

چنانچہ جب حضرت صدر العلماء میرٹھ تشریف لے گئے تو وہی پرانا رشتۂ شناختن قربت واپنائیت کا سبب بنا۔ اسی اعتماد وقرب کی بنا پر پھر حضرت مبلغ اسلام نے اپنے نور نظر حضرت شاہ احمد نورانی کو خاص انہیں کی خدمت میں تحصیل علوم اسلامیہ کے لیے تقریباً سات سال تک رکھا اور جب ان کی فراغت کا زمانہ آیا تو حضرت مبلغ اسلام نے خاص اپنی طرف سے جلسۂ دستار کا اہتمام کیا جس میں حضرت صدر الافاضل ودیگر مشاہیر علماء کے ساتھ استاذ ہونے کے ناطے اور اسی تعلق خاطر کی بنا پر حضرت صدر العلماء کو بھی بطور خاص مدعو کیا۔ اسی طرح فقیر راقم السطور حضور سرکار سراوہ حافظ سید شاہ ابراہیم راجشاہی علیہ الرحمۃ والرضوان کے حالات میں بیان کرچکا ہے کہ آپ کے وصال کے وقت بھی یہ دونوں حضرات ساتھ ساتھ تھے۔ حتی کہ غسل وکفن کے علاوہ قبر میں اتارنے کی سعادت بھی انہیں دونوں حضرات کے حصہ میں آئی۔ علاوہ ازیں محلہ مشائخان کہ جہاں حضرت مبلغ اسلام کا دولت کدہ تھا اور مدرسہ اسلامیہ، عربیہ اندرکوٹ میرٹھ میں

کوئی زیادہ فاصلہ بھی نہیں اسی لیے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بیشمار مرتبہ ملاقاتیں ہوئی ہونگیں اور وہ بھی بڑے خوشگوار ماحول میں۔ ہاں مگر ایک ملاقات میں کسی مسئلہ شرعی پر بحث ومباحثہ کے نتیجہ میں صرف چند ایام کے لیے تھوڑی سی شکر رنجی بھی ہوگئی تھی مگر وہ بھی بالآخر حضور صدر الافاضل کی کرم نوازی سے ختم ہوکر محبتوں میں تبدیل ہوگئی تھی۔ اصل واقعہ کیونکہ کئی وجہ سے اہمیت کا حاصل ہے اسی لئے اس کو اپنے ایک بزرگ عالم دین کی زبانی ہو بہو نقل کردینا ہی زیادہ مناسب ہے۔

حضرت مبلغ عالم اسلام شاہ عبد العلیم میرٹھی علیہ الرحمۃ کی پچپاسویں برسی (عرس) کے موقع پر آپ کے حالات وخدمات پر ایک بڑا خوشنما اور دیدہ زیب خصوصی مجلّہ (۲۰۰۳ء) میں منظر عام پر آیا۔ جو حضرت شاہ احمد نورانی (شہزادہ حضور مبلغ اسلام) کی سرپرستی میں اور مبلغۂ اسلام محترمہ ڈاکٹر فریدہ احمد صدیقی (شہزادی حضور مبلغ اسلام) کی زیر نگرانی خواتین اسلامی مشن کراچی پاکستان کی طرف سے شائع کیا گیا ہے۔ یہ خصوصی مجلّہ واقعۃً انتہائی وقیع مضامین اور اہم تاریخی معلومات پر مشتمل ہے۔ اسی میں ایک مضمون حضرت علامہ مفتی محمد اطہر نعیمی صاحب قبلہ صدر مدرس دار العلوم نعیمیہ کراچی کا بھی ہے۔ موصوف حضور تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی صاحب کے فرزند ارجمند اور حضور صدر الافاضل مرادآبادی کے شاگرد رشید ہیں۔ اگرچہ آپ کا پورا مضمون اہم تاریخی واقعات پر مشتمل ہے مگر یہاں اپنے بیان کی مناسبت سے صرف ایک پیراگراف پیش کرنے پر اکتفاء کرتا ہوں۔ آپ لکھتے ہیں۔

برصغیر کی تقسیم سے قبل حضرت مولانا قدس سرہٗ (شاہ عبد العلیم میرٹھی) سے بارہا شرف نیاز حاصل ہوا۔ اور حضرت مولانا قدس سرہٗ کے معمولات دیکھنے کے بعد جو تاثر حضرت مولانا کی ذات سے قائم ہوا اس کو ضبط تحریر میں لانا ممکن نہیں۔ مولانا عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبے ہوئے تھے۔ بڑوں کا ادب، چھوٹوں سے شفقت، انداز گفتگو متانت، ملاست، سادگی غرض کہ کون سا وصف ایسا تھا جو حضرت مولانا کی ذات میں نہ ہو۔ سادات کرام سے حسن عقیدت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ حضرت علامہ مولانا سید غلام جیلانی صاحب سے جو اس زمانہ میں میرٹھ میں مقیم تھے کسی شرعی مسئلہ پر گفتگو اتنی بڑھی کہ معاملہ شکر رنجی تک آ گیا۔ لیکن مولانا کی سادات کرام سے حسن عقیدت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ جامعہ نعیمیہ کے جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر ہر دو حضرات جلسہ پر مدعو تھے۔ جلسہ کے بعد صبح کو معاملہ حضرت صدر الافاضل کے سامنے پیش ہوا تو حضرت مولانا عبد العلیم قدس سرہٗ نے فرمایا۔ کیسی شکر رنجی؟ اور کیسا نزاع؟ ہمارے درمیان ایسی کوئی بات ہی نہیں یہ شرعی مسئلہ ہے ہم دونوں نے اپنی اپنی تحقیق کے مطابق نفس مسئلہ پر اظہار کیا ہے۔ چونکہ ہم دونوں کی رائے مختلف ہے اس لیے جو فیصلہ استاذ العلماء فرمائینگے وہ ہم دونوں کے لیے قابل قبول ہوگا۔ علاوہ ازیں حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب میرے لئے قابل قدر واحترام ہیں کیونکہ انہیں علم وفضل کے علاوہ ایک ایسی نسبت حاصل ہے جس پر سب کچھ نثار کیا جاسکتا ہے۔ اور وہ نسبت ہے آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی۔ یہ تھا وہ جذبہ عقیدت کہ باوجود اس کے کہ میری یادداشت کے مطابق مولانا غلام جیلانی صاحب قدس سرہٗ حضرت مولانا عبد العلیم صاحب سے عمر میں کچھ کم ہی تھے (جی ہاں آپ ان سے ۸، ۹ سال عمر میں چھوٹے تھے۔ ایوب اشرفی) لیکن سادات کرام سے نسبت کی وجہ سے قابل صد احترام تھے۔ الخ......

(خصوصی مجلّہ ص ۱۲۲)

اب مختصراً ذکر کیا جاتا ہے حضرت صدر العلماء میرٹھی کے مشہور ترین شرکائے اسباق کا

حضرت مجاہد ملت اڑیسوی

اور صدر العلماء میرٹھی

حضرت صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمۃ نے اپنے ہم سبقوں میں سب سے پہلے جس شخصیت کا تذکرہ فرمایا وہ سلطان المجاہدین فی اللہ، رئیس التارکین للہ، حضرت علامہ ومولانا محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ اڑیسوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات والاصفات ہے۔ حضرت صدر العلماء نے جو آپ کے لیے کہاان میں سے صرف تین جملے یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

قدرت نے نبوی صفات (عزیز علیہ ماعنتم) کا آپکو مظہر اتم بنایا ہے......

فقہائے توجب کا شیوع دیکھکر تدریس کو خیرباد کہتے ہوئے مجاہدۂ تبلیغ اختیار فرمالیا......

آپکے مسندِ تدریس پر رونق افروز نہ ہونے سے بڑی کمی محسوس ہورہی ہے۔ (بشیر القاری) زیر نظر کتاب میں بھی کئی مقالات میں دونوں کی آپسی محبت ومودت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ بالخصوص حضرت علامہ عاشق الرحمٰن صاحب قبلہ مدظلہ العالی الہ آبادی نے کئی مقامات پر اس طرح کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک جگہ رقمطراز ہیں۔

حضور مجاہد ملت قدس سرہٗ حضرت صدر العلماء کے رفیق درس تھے۔ دونوں میں بڑی محبت تھی ۱۹۷۵ء میں حضور مجاہد ملت کے ''میسا'' کے تحت بالیسر جیل میں مقید ہو جانے سے حضرت صدر العلماء کو صدمہ پہنچا۔ اور آپ نے اپنے رفیق کی رہائی کے لیے کوششیں کیں الخ۔ (زیر نظر کتاب)

خیال رہے کہ قومی وملی درد کے تقاضوں نے حضرت مجاہد ملت کو بار بار قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرنے پر مجبور کیا۔ ظلم وستم کے خلاف آواز بلند کرنے، مظلوموں کو ان کا حق دلوانے، اور ہر منبر ومجلس اپنے مجاہدانہ انداز میں اعلاء کلمۃ الحق ادا کرنے کی پاداش میں آٹھ، نو مرتبہ آپکو مختلف مقامات کی جیلوں میں قید رکھا گیا۔ ایک مرتبہ جب ''مسز اندرا گاندھی کے دور میں حضرت کو ''میسا'' (Maintenence of Internal Security Act) یعنی داخلی سلامتی کی برقراری کے لیے یک چشمی قانون کے تحت گرفتار کیا گیا اور بعد گرفتاری بڑی تکلیفوں میں رکھا گیا۔ اس موقع پر حضرت صدر العلماء میرٹھی نے ان کی رہائی کے لیے حتی المقدور کوششیں کیں۔ مختلف لیڈروں سے ملاقات کے لیے دور دراز کے سفر بھی کیے۔ خطوط بھی لکھے۔ جس کی قدرے تفصیل حضرت علامہ عاشق الرحمٰن صاحب قبلہ نے اپنی کتاب ''امیر حبیب'' وغیرہ میں ذکر کردی ہے۔ اسی سلسلہ میں ایک مرتبہ آپ حضرت علامہ ریحان رضا خانصاحب رضوی بریلوی علیہ الرحمۃ کو ساتھ لیکر ''مسز اندرا گاندھی'' کے پاس دہلی میں اسکے ایوان پر بھی تشریف لے گئے۔ جسکی چشم دید تفصیل جناب محترم الحاج محمد رئیس میاں صاحب رضوی بریلوی بڑے عمدہ انداز سے بتاتے ہیں۔ فقیر راقم السطور اور حضرت مولانا محمد حنیف خانصاحب رضوی بریلوی نے بھی کئی مرتبہ ان سے کہا کہ اس نادر معلومات کو تحریر کردیں یا پھر

ریکارڈ ہی کرادیں۔ مگر افسوس کہ۔

کچھ وہ بھی وقت ہمیں دے نہ سکے
اور کچھ ہم بھی ٹھہرنا بھول گئے

رئیس میاں بتاتے تھے کہ حضرت صدر العلماء اس دن اپنے خاص لباس میں تشریف لائے تھے ایک تو ماشاء اللہ ان کی قدوقامت اور پرکشش چہرہ اور اوپر سے پھر انکا لباس فاخرہ بس کوئی دیکھے تو دیکھتے ہی متاثر ہو جائے بلکہ بقول حضرت مولانا وارث جمال صاحب قادری کے "ہاشمی شرافت وجاہت کے آئینہ دار، جمال وزیبائی کے شاہکار، ظاہری سج دھج اور کروفر ایسا کہ بس دیکھا کیجئے۔

مصحف رخ کسی کا ہے کہ بیاض حافظ
ایسے چہرہ سے تو بس فال نکالی جائے

رئیس میاں کہتے ہیں کہ مسز صاحبہ کے آنے تک حضرت ٹہلتے ہی رہے بیٹھے نہیں۔ کسی نے کہا کہ حضور بیٹھتے کیوں نہیں؟ فرمایا "بیٹھو نگا تو کسی کے آنے پر کھڑا ہونا پڑیگا" غرضیکہ جناب رئیس میاں صاحب ملاقات کے اس حصہ کو بڑے ملیحانہ انداز میں سناتے ہیں۔ اگرچہ حضرت صدر العلماء میرٹھی تصویر کشی کے سخت مخالف تھے سوائے حج وغیرہ ضروریات شرعیہ کے مگر رئیس میاں کہتے ہیں کہ مسز اندرا گاندھی کے ساتھ ان حضرات کی اس ملاقات کی تفصیل مع فوٹو اخبارات میں چھپی تھی جو وہ اپنے پاس محفوظ بتاتے ہیں۔

حضرت صدر العلماء میرٹھی ودیگر بعض مخلص حضرات کی مشترکہ کوششوں سے، بعد میں پھر حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمۃ کو اس سخت ترین قید سے رہا کر دیا گیا تھا۔

حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمۃ کا درس وتدریس کے حوالہ سے ایک طریقہ کار ایسا بھی تھا کہ جو حضرت صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمۃ کے ساتھ انکی پر وقار پر اعتماد محبت، اور مخلصانہ تعلق خاطر کی نشاندہی کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت علامہ، مولانا نور الدین صاحب قبلہ نظامی (صاحبزادہ حضرت شمس العلماء نظام الدین بلیاوی) کا بیان ہے کہ دوران تدریس آپ اپنے تلامذہ میں سے انتہائی مخصوص منتخب اور ذہین ترین طلباء کو حضرت صدر العلماء میرٹھی کے پاس پڑھنے کے لیے ترغیب دلایا کرتے بلکہ بھیج بھی دیا کرتے۔ شمس العلماء علامہ مفتی نظام الدین صاحب بلیاوی، شیخ الحدیث علامہ نصر اللہ خاں صاحب افغانی وغیرہ اس امر کی بین دلیل ہیں۔ اور پھر اس کے بعد حضرت نظام الدین صاحب۔ بلیاوی نے بھی اپنے استاد کے اس طریقہ کو برقرار رکھا چنانچہ ان کے خاص شاگردوں میں سے حضرت علامہ عاشق الرحمٰن صاحب الہٰ آبادی نے کافی مدت تک اور خطیب شہیر حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی صاحب نے کچھ مدت تک حضرت صدر العلماء میرٹھی سے پڑھ کر شرف تلمذ حاصل کیا۔ علامہ مشتاق احمد نظامی صاحب خود فرماتے ہیں۔ سید العلماء مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی میرے سلسلۂ اساتذہ میں ہیں (ماہنامہ پاسبان مارچ ۱۹۵۵ء)

غرضیکہ ایک دوسرے کی فنکارانہ صلاحیتوں کا کھلے دل سے اعتراف واظہار کرنا اور عالمانہ عظمتوں کو دوسروں

کے سامنے بھی اجاگر کرنا یہ دونوں حضرات کا مخلصانہ طریقہ کار رہا حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب کلیمی تحریر کرتے ہیں۔ مجھے خوب یاد ہے کہ الجامعۃ الاشرفیہ اور مدینۃ العلماء گھوسی کے دوران قیام کچھ پیچیدہ موضوعات پر میں نے ان سے (حضرت مجاہد ملت سے) رجوع کیا۔ تو آپ نے بلا خوف لومۃ لائم نہایت برجستگی کے ساتھ ارشاد فرمایا۔ کہ اب میرا کتابوں سے مشق و ممارست کا سلسلہ کافی دنوں سے ترک ہو چکا ہے۔ اب ان موضوعات پر میرے ساتھی مولوی غلام جیلانی میرٹھی سے رجوع کرلیا کرو۔ حضور مجاہد ملت کے اس ارشاد گرامی کا ذکر ضلع مرادآباد کے کئی علماء نے فرمایا۔ الخ (زیر نظر کتاب) حضرت مولانا وارث جمال صاحب قادری تحریر کرتے ہیں۔

"حضور مجاہد ملت کا نام نہ لیکر بالاحترام مجاہد ملت ہی فرمایا کرتے تھے۔ ان کے تذکرے پر آپ کا چہرہ فرط مسرت سے تمتما جاتا تھا۔ فرماتے تھے کہ ایک بڑا رئیس زادہ تھا مگر دل فقیروں کا پایا تھا، غریبوں اور مظلوموں کے لیے اس کا دل دھڑکتا رہتا تھا۔ نو سال کے طویل عرصے میں دارالخیر اجمیر شریف میں صرف تین اسباق ناغہ ہوئے وہ بھی مجاہد ملت کی دوستی میں۔ کسی مظلوم کی دادرسی کے لیے کبھی وہ کمشنری کا گھراؤ کرتا کبھی کلکٹری کا، کہتا جیلانی تمہیں بھی ساتھ میں رہنا ہے۔۔۔۔۔۔ نہ کسی سے دبتا تھا خوف نام کی کوئی چیز اس کے دل میں جیسے تھی ہی نہیں۔۔۔۔۔۔ الخ (زیر نظر کتاب)

عالی جناب پروفیسر شاہد اختر صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

جس طرح میر نے نکات الشعراء میں اپنے عہد میں پونے تین شاعروں کا وجود تسلیم کیا تھا بیسویں صدی کے معقولات کے ایک مستند عالم مولانا غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ٹھیک اسی طرح اپنے عہد میں معقولات کے ڈھائی عالموں کا وجود تسلیم کیا۔ بقول ان کے معقولات پر ان کے علاوہ پوری دسترس اگر کسی کو حاصل تھی تو وہ سرکار مجاہد ملت علیہ الرحمۃ کی ذات تھی اور ان کے توسط سے ان کے شاگرد مولانا محمد نظام الدین بلیاوی قبلہ شیخ الحدیث مدرسہ فیض العلوم جمشید پور کو نصف رسائی۔ الخ (مجاہد ملت نمبر ص ۴۷)

اگرچہ زیر نظر کتاب میں حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمۃ سے متعلق بھی محب مکرم جناب مولانا محمد نفیس مصباحی صاحب کا بہت عمدہ مضمون موجود ہے۔ پھر بھی نہ معلوم کیوں جی چاہتا ہے کہ میں یہاں خطیب مشرق، ادیب لبیب حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی الہ آبادی علیہ الرحمۃ کے ایک دوسرے مضمون کا اقتباس پیش کروں جسکا ہر ہر جملہ حضور مجاہد ملت علیہ الرحمۃ کی حیات وخدمات کے کسی نہ کسی گوشہ کی داستان بیان کرتا دکھائی دیتا ہے۔ میری نظر میں وہ صرف ایک مشتاق کا اشتیاق نہیں اپنے حبیب کے لیے بلکہ وہ ایک انمٹ صداقت کا بیان ہے پوری قوم کے لیے۔ اسی لیے ان کے الفاظ کو میں خود اپنے احساسات اور تاثرات کا بھی ترجمان سمجھ کر پیش کر رہا ہوں۔ نظامی صاحب فرماتے ہیں۔

"وہ مجاہد ملت راجاؤں میں مہاراجا تھا، رئیسوں میں امیر الامراء، درسگاہ کا شیخ الحدیث اور میدان مناظرہ کا شہسوار۔۔۔۔ وہ خانقاہوں کی آبرو تھا، اور کافرنسوں کا دل و دماغ۔۔۔۔ وہ اگر عدالت کی کچہری کا مسند نشین تھا تو عابد شب زندہ دار بھی۔۔۔۔ وہ اپنوں میں حد سے زیادہ نرم اور برف سے زیادہ ٹھنڈا اگر بیگانوں میں بادل کی گرج بجلی کی تڑپ۔۔۔۔ وہ گھر کا آسودہ حال تھا مگر قوم کے لیے آشفتہ حال۔۔۔۔ جو اپنے لیے نہیں قوم وملت کے لیے زندہ تھا۔۔۔۔ جو زبان کا دھنی

اور وعدہ کا سچا تھا...... جو بریلی میں کہتا وہی حرم کعبہ میں کہتا...... جو انجمنوں میں بولتا وہی دار و رسن پر بولتا...... جو اسٹیج پر بولتا وہی کورٹ میں بولتا...... وہ اگر معقولات میں بولتا علامہ فضل حق خیر آبادی کی یادگار تھا، تو فقہ میں وحید عصر اور یگانۂ روزگار...... وہ اگر تفسیر میں صدر الافاضل کا ترجمان تھا تو فن حدیث میں شیخ عبد الحق کی شان...... وہ علماء نواز تھا اور علم پرور...... وہ مجاہد دولت نہیں مجاہد ملت تھا...... وہ محض دین دار نہیں بلکہ دین کا تصور تھا...... اس کے سینے میں قوم کا درد تھا اور جگر میں تڑپ...... وہ چند کتابوں کا عالم نہیں بلکہ تنہا لائبریری اور کتب خانہ تھا...... وہ منکسر المزاج بھی تھا اور بے باک نڈر بھی...... وہ ایسا سادہ لباس میں تھا جس کی سادگی پر ہزاروں بانکپن قربان...... عشق رسول اسکا مشرب تھا...... کہ سرکار کا نام آتے ہی آنکھیں ساون بھادوں بن جاتیں...... ہاتھوں میں تسبیح نہ تھی مگر دل ان کا ذاکر تھا...... خشیت الٰہی سے آنکھیں نمناک رہیں۔ جود وسخا ان کی فطرت...... بیکسوں کی چارہ سازی ان کی سرشت، حاجت مندوں کی حاجت روائی ان کا خمیر وضمیر...... ہم زندگی بھر لکھتے رہینگے مگر ان کی خوبیاں نہیں سمیٹ سکتے۔ وہ اس کے مصداق تھے۔

خدا کے لیے یہ تو مشکل نہیں
محاسن کا مجموعہ ہو فرد واحد

(نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر ۶ ۱۹۸۶ء ملخصا)

حضرت محدث اعظم پاکستان

اور صدر العلماء میرٹھی

حضرت صدر العلماء میرٹھی اور مرجع العلماء المتجرین، رئیس المدرسین المحققین، حضرت علامہ ومولانا ابو الفضل محمد سردار احمد صاحب گورداسپوری علیہ الرحمۃ والرضوان (محدث اعظم پاکستان) یہ دونوں حضرات حضور الشریعہ اعظمی علیہ الرحمۃ کے دور آخر کے شاگردوں میں کئی اعتبار سے بہت نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔ ماشاء اللہ دونوں حضرات قد وقامت، علم وفضل اور چہرہ مہرہ سے بڑی پرکشش شخصیت کے مالک تھے۔ خود حضرت حافظ ملت مرادآبادی، حضور صدر الشریعہ کے علم وفضل کو سمجھانا چاہتے تو ان کے تلامذہ میں سے بالخصوص انہیں دونوں حضرات کا نام لیا کرتے۔ ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں۔ ”آپ کے تلامذہ میں حضرت مولانا سید غلام جیلانی صاحب میرٹھی شارح بخاری شریف اور حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب جیسے آفتاب علم وفضل آپ کے تبحر علمی پر روشن دلیل ہیں۔ کیونکہ درخت اپنے پھل اور استاذ اپنے شاگرد سے پہچانا جاتا ہے۔ (ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر ص ۱۲)

عارف واصل، ولی کامل، امام النحاۃ حضرت سید امیر علی پنجابی ثم اجمیری جنکا مختصر تذکرہ راقم السطور بھی ”مشفقِ اساتذہ“ کے زیر عنوان کر چکا ہے۔ انکی حیات وخدمات بیان کرتے ہوئے حضرت شرف ملت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ نے آپکے قابل ذکر شاگردوں میں صرف انہیں دونوں حضرات کے اسمائے گرامی کا ذکر کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: آپ کے تلامذہ میں سے یہ حضرات بڑے قابل ذکر ہیں۔

۱۔ محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بانی دار العلوم مظہر اسلام لائل پور۔ پاکستان

۲۔ حضرت محقق علامہ مولانا سید غلام جیلانی مدظلہ العالی صدر المدرسین مدرسہ اسلامیہ میرٹھ (بھارت۔)

(تذکرہ اکابر اہلسنت پاکستان ص ۱۷۳)

حضور صدر الشریعہ اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی خاص مواقع پر اپنے انہیں دونوں شاگردوں کو اپنے ساتھ سفر میں لیجایا کرتے تھے۔ چنانچہ اسی ضمن میں ایک بڑا سبق آموز واقعہ کہ جسکا تعلق ان دونوں حضرات سے بھی ہے ملاحظہ فرمائیں۔ سبق آموز اس لیے کہا کہ یہ واقعہ اپنے اولوالمرتبت، بزرگ ترین اساتذہ کی سادہ زندگی، اور سچے شاگردوں کی لیاقت مندی اور آداب تلمذی نیز عوام وعرف میں رائج ومشہور غلط نشانِ بزرگی کی نشاندہی کے علاوہ اور بھی کئی باتوں پر صحیح نتائج برآمد کرنے کے لیے تقریباً ہم سبھی کو دعوت فکر دیتا ہے۔

حضرت علامہ مولانا سید مظہر ربانی صاحب باندوی شاگرد حضور صدر الشریعہ وبانی ومہتمم دار العلوم ربانیہ ضلع باندہ بیان فرماتے ہیں: ”ایک مرتبہ صدر الشریعہ کے نئے اور پرانے تلامذہ کے درمیان بے تکلف اور دلچسپ گفتگو ہورہی تھی۔ میں بھی وہاں موجود تھا، کہ پالی کے مناظرہ کا تذکرہ چھڑ گیا۔ دیوبندیوں پر سنیوں کی فتح عظیم پر پالی والوں نے عظیم الشان جشن فتح منانے کا پروگرام بنایا اور صدر الشریعہ کو اجلاس کی صدارت کے لیے مدعو کیا۔ حضرت نے منظوری دیدی۔ پالی والے حضرت کی زیارت کے لیے بے چین تھے۔ انہوں نے حضرت کے شاگردوں کی قابلیت اور فن مناظرہ کی مہارت کا نظارہ اپنی آنکھوں سے کرلیا تھا۔ اسٹیشن پر بے شمار استقبالیوں کا ہجوم تھا۔ ٹرین پہنچتے ہی تکبیر ورسالت کے نعروں سے سارا پلیٹ فارم گونج اٹھا۔ حضرت ٹرین سے اترے اور استقبالیوں کا مجمع ہر طرف سے ٹوٹ پڑا۔ مگر اکثریت نے حضرت کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ لہٰذا حضرت کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالنے والے کم تھے زیادہ ہار مولانا سردار احمد صاحب گورداسپوری، اور مولانا غلام جیلانی صاحب میرٹھی کے گلے میں ڈالے گئے۔ چونکہ حضرت کے یہ دونوں شاگرد قد آور، تجیم، شحیم اور نہایت شکیل ووجیہ تھے۔ اور علم وفضل میں بھی یکتائے روزگار تھے۔ پہلے محدث اعظم پاکستان اور دوسرے صدر العلماء کہے جاتے ہیں۔ دونوں شاگرد ناسمجھ عوام کی کوتاہ نظری کی وجہ سمجھ گئے۔ فوراً انہوں نے ویٹنگ روم سے ایک کرسی منگوائی اور اس پر حضرت کو بیٹھا دیا۔ اور خود دونوں حضرات دائیں بائیں زمین پر بیٹھ کر حضرت کے پیر دبانے لگے۔ سبحان اللہ۔ اب کچھ کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ہر شخص نے سمجھ لیا تھا کہ کون کیا ہے؟......الخ

(صدر الشریعہ حیات وخدمات ص ۲۹۱)

شیخ الحدیث حضرت علامہ نصر اللہ خانصاحب قبلہ افغانی نے بھی ایک ایسے مکتوب کا ذکر کیا ہے جسے حضرت صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمۃ نے حضرت محدث اعظم پاکستان کے پاس ان کی تعلیم کے سلسلہ میں تحریر فرمایا تھا۔ اپنے ہم سبق کے ایک مختصر سے خط کو حضرت محدث اعظم پاکستان نے کس طرح سے عزت دی یہ آپ حضرات، حضرت افغانی صاحب قبلہ ہی کے مضمون میں ملاحظہ فرمائیں......

حضرت سید العلماء مارہروی

اور صدر العلماء میرٹھی

حضرت صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمۃ کو بزرگان مارہرہ شریف سے بھی بڑی عقیدت اور وہاں کے شہزادگان سے محبت والفت سے بھرپور تعلق خاطر تھا۔ بسا اوقات اپنی مجلسوں میں ان کی عظمتوں کے تذکرے کیا کرتے۔ اور ادھر یہ حضرات کرام بھی آپ کو بڑی عزتوں سے نوازتے۔ بالخصوص رئیس العلماء والخطباء، سید العلماء والحکماء مقتدائے اہلسنت حضرت علامہ ومولانا مفتی سید آل مصطفےٰ قادری مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان حضرت صدر العلماء میرٹھی کا ذکر بڑی محبت اور والہانہ انداز میں فرمایا کرتے۔ محسن اہلسنت شرف ملت حضرت سید محمد اشرف میاں قادری مارہروی مدظلہ العالی اپنے مضمون میں تحریر فرماتے ہیں۔ ابتدائے شعور کے زمانے میں راقم الحروف نے ان (حضرت صدر العلماء میرٹھی) کے تذکرے خاندانی بزرگوں سے سنے تھے بالخصوص بڑے ابا حضور سید العلماء سید شاہ آل مصطفےٰ قادری برکاتی مارہروی علیہ الرحمۃ حضرت سید صاحب کا والہانہ انداز میں تذکرہ فرماتے الخ (زیر نظر کتاب)

یوں ہی حضرت مولانا سید محمد شاہد حسین صاحب زیدی المارہروی الخیر آبادی والکلکتوی مقیماً نے خود راقم السطور سے بیان فرمایا کہ ہمارے خاندان میں حضرت صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمۃ کی علمی وفنی صلاحیتوں اور آپکی درسگاہی عظمتوں کا خاص طور سے تذکرہ ہوا کرتا۔ اسی وجہ سے والد گرامی قدر حضرت سید شاہ سعادت علی زیدی علیہ الرحمۃ بذات خود مجھے لیکر میرٹھ پہنچے اور بغرض تعلیم حضرت کے سپرد فرمادیا۔ میری عمر اس وقت تقریباً ۲۲،۲۳ سال کے آس پاس رہی ہوگی۔ ۲ سال سے کچھ زائد میں حضرت کی خدمت میں رہا اور پھر حضرت کا وصال ہوگیا...... یہ دو سال میری زندگی کا عظیم سرمایہ ہیں کہ جو میں نے ان کی بابرکت صحبت میں گزارے۔ ان کے لیل ونہار کو دیکھا۔ انکی نشست وبرخاست کو دیکھا۔ مجھے ان کی بارگاہ میں ایک خاص قرب حاصل تھا۔ عظیم خانقاہوں کی نسبتوں کا خیال کر کے ہمیشہ وہ مجھے "شاہد میاں" کہکر پکارتے۔ میں نے جس طرح سے انہیں پایا اور محسوس کیا اس کی روشنی میں بے جھجک اور بے خوف یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ علوم درسیہ کے بادشاہ تو تھے جسکو بھی نے دیکھا کیونکہ ظاہر جو تھا۔ مگر ان کی باطنی کیفیات کہ جن کا ظہور ان کی خلوتوں میں بیٹھنے والے پر کبھی ہو جایا کرتا۔ ان کی وہ معرفت سے بھری گفتگو اور ان کا وہ انداز فقیرانہ کہ جسے دیکھکر عرفاء و صوفیاء کی یاد تازہ ہو جائے ان کیفیات پر اس زمانے کی عوام تو کیا میری نظر میں خواص بھی مطلع نہ ہو سکے۔ بلکہ یوں کہئے کہ وہ اپنی ان باطنی کیفیات کو اپنے علم وہنر کی آڑ میں چھپانے میں کامیاب ہو گئے...... بعد عصر جب وہ اکیلے اپنے حجرے میں ہوتے اور اپنے مخصوص انداز میں نعت شریف گنگناتے تو کبھی کبھی میں حاضر ہو جاتا...... بیٹھتا تو بزرگوں کے تذکرے چھیڑ دیتے۔ ایک مرتبہ مارہرہ شریف کا ذکر آگیا تو میں نے عرض کیا حضور! مارہرہ مطہرہ کے بارے میں اور بھی کچھ ارشاد فرمائیں۔ فرمایا! شاہد میاں! جو میرے اعلیحضرت محدث بریلوی کا پیر خانہ ہو بھلا اسکی عظمتوں کا کیا کہنا۔ اور بھلا جہاں سے خود میرے پیر و مرشد حضور شیخ المشائخ اشرفی میاں کچھوچھوی کو بھی فیض خاص ملا ہو تو اسکی بلندیوں کا بیان

کون کہاں تک کرے۔ صرف ہند و پاک ہی نہیں پورے عالم اسلام میں کچھوچھہ شریف، مارہرہ شریف اور بریلی شریف کا فیضان جاری ہے اور جاری رہیگا۔ (انشاء اللہ)

یہی حضرت مولانا سید شاہد حسین صاحب زیدی مارہروی کہ جو حضرت سید شاہ ظہور حیدر مارہروی علیہ الرحمۃ کے حقیقی پوتے اور حضرت سید العلماء مارہروی علیہ الرحمۃ کے چچازاد بھائیوں میں آتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ جس وقت حضرت صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمۃ دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں حضرت صدر الشریعہ اعظمی علیہ الرحمۃ سے حواشی زاہدیہ، شرح مواقف، اور قاضی مبارک کا حاشیہ فضل حق خیرآبادی وغیرہ منتھی کتب کا درس لے رہے تھے غالبًا اسی زمانہ میں حضور تاج العلماء والمشائخ سید شاہ محمد میاں اولاد رسول برکاتی، مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے پروردہ اور تربیت یافتہ بھانجے اور ہمارے بھائی جان حضرت سید العلماء سید آل مصطفےٰ مارہروی کو دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف بغرض تعلیم بھیجا۔ حضرت سید العلماء اسوقت غالبًا کافیہ یا شرح جامی وغیرہ کا درس حضور الشریعہ اعظمی مصنف بہار شریعت سے لیا کرتے تھے۔

کیونکہ حضرت صدر العلماء میرٹھی اور حضرت سید العلماء مارہروی دونوں حضرات ایک مدت تک ایک ہی درسگاہ سے متعلق رہے تو آپس میں بڑی محبت اور بڑے خوشگوار اور اچھے قلبی تعلقات تھے۔ میں تو میرٹھ حضور سید العلماء مارہروی کے وصال کے بعد پہنچا مگر میں نے دیکھا کہ عموماً جو رسائل اور جرائد حضرت کے پاس پہنچتے تو ان میں جو خاص ہوا کرتا اسکو محفوظ رکھنے کو کہا کرتے۔ یہ خدمت میرے سپرد تھی۔ ایک رسالہ میں حضور سید العلماء مارہروی کے عرس کی تاریخ اور تفصیل لکھی تھی۔ فرمایا شاہد میاں!! اسکو محفوظ رکھنا اور جب عرس کے ایام قریب آئیں تو بتانا...... ہمارا اس مرتبہ ارادہ ہے کہ حضرت سید العلماء کے عرس میں مارہرہ مطہرہ حاضر ہوں۔ چنانچہ وقت مقررہ پر حضرت صدر العلماء میرٹھی شاید دھول پور کی عظیم کانفرنس میں شرکت کے بعد مارہرہ شریف عرس میں تشریف لائے ساتھ میں میرے علاوہ حضرت سید محمد یزدانی میاں صاحب جیلانی بھی تھے۔

خیال رہے کہ سید العلماء مارہروی ایک مشہور زمانہ شخصیت کا نام ہے۔ جنکی دینی خدمتوں اور علمی عظمتوں کا ایک زمانہ قائل ہے۔ سید العلماء یعنی انتہائی کامیاب اور محبوب ترین قوم وملت کے رہنما۔ چمنستان برکاتیہ کے گل رعنا...... مسلک حق اہلسنت و جماعت کے اعظم النقباء...... حالات زمانہ کے نباض۔ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کی صدارت کے لیے اکابر علماء کا انتخاب...... روحانی وجسمانی امراض کے کامیاب ترین طبیب...... میدان مناظرہ میں ہوں تو بے باک وڈر ایک شیر ببر اور حاضر جواب بے نظیر مناظر...... دار الافتاء میں ہوں تو قلم اسلامی کی آبرو...... کرسی خطابت پر ہوں تو دلوں کو جیت لینے اور انقلاب برپا کردینے والے بے مثال خطیب...... علماء کے درمیان ایک نرالی شان کے حامل...... اور قائدین و رہنماؤں کے بیچ ایک عمدہ فکر اور پختہ کار سوچ کے مالک...... میں کیا کیا کہوں اور کتنا کہوں...... جتنا کہونگا۔ اس سے سوا ہیں وہ۔ حضرت ہی کے گھرانے کے ایک باعظمت شہزادے، مدبر وقت، پیر طریقت حضرت سید شاہ امین میاں صاحب قبلہ قادری برکاتی مارہروی مدظلہ العالی اپنے خاندان برکات اور حضور صدر العلماء

میرٹھی کے مابین باہمی ربط وتعلق کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت صدر العلماء علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ امجدی اسکول کے نامور فرزند تھے۔ پوری زندگی علم اور دین کی خدمت میں گذاری۔ ہم نے شعور کی آنکھیں کھولتے ہی خاندان برکات میں ان کے چرچے سنے۔ اس چرچہ کی کئی وجہیں تھیں۔ امجدی اسکول کے فاضلین میں ہمارے بڑے ابا حضور سید العلماء، سند الحکماء سید آل مصطفےٰ قادری برکاتی، حضرت صدر الشریعہ مولانا مفتی حکیم ابو العلا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ کے بلا واسطہ شاگرد تھے۔ اور علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ کے رفیق درسگاہ..... مزید یہ کہ صدر العلماء علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی شیخ المشائخ حضرت سید شاہ علی حسین چشتی اشرفی قادری برکاتی کچھوچھوی قدس سرہٗ کے مرید وخلیفہ تھے۔ حضور اشرفی میاں قدس سرہٗ ہمارے حضرت صاحب خاتم الاکابر حضرت سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہٗ کے جید خلیفہ تھے۔ جنہوں نے خانقاہ عالیہ برکاتیہ میں حاضر ہو کر عرصہ دراز تک ریاضت اور مجاہدے کئے۔ ان تمام علمی اور روحانی نسبتوں کی وجہ سے علامہ میرٹھی کا ذکر بچپن سے سنتا رہا.....الخ

(زیر نظر کتاب)

حضرت شمس العلماء جونپوری

اور صدر العلماء میرٹھی

حبر صمصام، بحر قمقام، شمس العلماء، بدر الفضلاء، رئیس المناطقہ خیر الاذکیاء حضرت علامہ و مولانا مفتی شمس الدین رضوی جعفری جونپوری علیہ الرحمۃ والرضوان (مصنف قانون شریعت) اور حضرت صدر العلماء میرٹھی کے درمیان بڑے گہرے اور قریبی دوستانہ تعلقات تھے۔ بلکہ جسطرح کی بے تکلفی اور کبھی کبھی دوران گفتگو ایک دوسرے پر عالمانہ ظرافت ومزاح ان دونوں حضرات کرام کے درمیان سننے میں آیا دیگر ہم درس ساتھیوں میں کہیں اور سننے میں نہیں آیا اگرچہ ان دونوں حضرات کے درمیان رشتہ سمدھیانہ بھی ہے کہ حضرت صدر العلماء میرٹھی کی منجھلی صاحبزادی، حضرت شمس العلماء کے منجھلے صاحبزادے حضرت علامہ و مولانا مفتی محی الدین احمد ہشام صاحب قبلہ شیخ الحدیث مدرسہ حنفیہ جونپور سے منسوب ہیں۔ مگر یہ رشتہ تو بعد میں ہوا۔ جبکہ وہ علمی وروحانی رشتہ، نیز مخلصانہ رفاقت تو بہت پہلے سے تھی۔ باوجود ان بے تکلفانہ تعلقات اور رشتۂ قرابت ورفاقت کے حضرت شمس العلماء کے نزدیک انکا جو عالمانہ وقار اور فاضلانہ معیار تھا وہ قابل دید ہے۔ اسکو آپ عالم اسلام کے ایک مشہور ترین خانوادہ کے ایک عظیم ترین فرد فرید، مرجع العلماء والمشائخ، شیخ الاسلام، حضرت علامہ و مولانا پیر سید شاہ محمد مدنی میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضور محدث اعظم ہند کچھوچھہ شریف کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔

"آپ لوگ جانتے ہونگے حضرت علامہ شمس الدین جونپوری شمس العلماء یعنی مصنف قانون شریعت کہ وہ میرے استاذ ہیں۔ جب میں ان سے پڑھتا تو کتنا ہی طویل اور دقیق سبق ہوتا انکو سمجھانے میں پندرہ منٹ سے زیادہ

نہیں لگتے تھے۔ میں ماہ رمضان کی چھٹیاں بھی انہیں کے پاس گزارتا، میں اچھی طرح سے جانتا ہوں کہ وہ بس یونہی کسی سے مرعوب ہوجانے والے لوگوں میں سے نہیں تھے۔ جب وہ بولنے پر آتے تو اپنے سامنے کسی کی کوئی حیثیت نہیں سمجھتے تھے۔ کیونکہ وہ خود بھی ایک عظیم محقق ومدقق تھے۔ اب ایسا شخص اگر کسی کی عظمت کو تسلیم کرے اور اسکے علم وفضل کا اقرار کرے تو واقعی وہ ایک باوزن بات ہوگی۔ یہ قاضی شمس الدین صاحب جونپوری بھی صدر العلماء کو اپنا صدر ہی مانتے تھے۔ آپ ذرا غور کیجئے کہ ایک مرتبہ کسی لفظ کی ابتدائی حرکت (یعنی زبر زیر) کے بارے میں کچھ بات تھی۔ اب وہ لفظ کیا تھا۔ وہ تو میرے ذہن میں فی الحال نہیں ہے۔ مگر اتنا ضرور ہے کہ وہ لفظ فتح کے ساتھ مشہور ہے اور قاضی صاحب نے اسکو کسرہ کے ساتھ پڑھایا پھر اسکا برعکس تو کسی نے پوچھا کہ حضور اس لفظ کا تلفظ آپ اسطرح کر رہے ہیں؟ آپ نے برجستہ فرمایا کہ میں نے اس لفظ کو اسی طرح سے ایک فاضل اجل کی زبانی سنا ہے۔ فاضل اجل سے مراد صدر العلماء میرٹھی تھے۔ دیکھا آپ نے کتنا بھروسہ اور اعتماد تھا انہیں حضرت پر کہ ان کے تلفظ کو بھی اپنے لیے سند بنا رہے ہیں۔

(زیر نظر کتاب)

اسی طرح حضرت علامہ مفتی غلام مجتبیٰ صاحب اشرفی علیہ الرحمۃ (شیخ المعقولات والمنقولات وشیخ الحدیث دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف) نے فرمایا کہ عرس رضوی بریلی شریف کے ایک موقع پر جب میں نے حضرت قاضی شمس الدین صاحب جونپوری سے "المعتقد" کی ایک (مشکل) عبارت کے بارے میں یہ کہا کہ حضرت صدر العلماء میرٹھی سے میں نے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اس جگہ یہ لفظ ہونا چاہئے تو اس پر حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمۃ نے فوراً کہا اگر انہوں نے فرمایا ہے تو پھر صحیح ہے یہی ہونا چاہیے۔ (زیر نظر کتاب)

حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب کلیمی مرادآبادی تحریر کرتے ہیں

فقیر راقم الحروف نے درس نظامی کی منتہی کتب شمس بازغہ، امور عامہ، اور بخاری شریف وغیرہ کا گرانقدر درس آپ سے لیا۔ دوران درس بارہا آپ نے حضرت امام النحو (صدر العلماء) کا ذکر فرمایا۔ اور اس بات کا اعادہ فرمایا کہ میری ان سے زبردست گہری رفاقت تھی اور ہماری جماعت میں وہ ممتاز اور فائق تھے۔ کبھی کبھی ان کے متعلق ظرافت و مزاح اور علمی سیر وتلمیح کے واقعات بھی پیش فرمایا کرتے تھے......الخ (زیر نظر کتاب)

غزالی زماں حضرت شمس العلماء جونپوری علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات پر بھی اگرچہ زیر نظر کتاب میں جناب محترم، مولانا محمد نفیس احمد مصباحی صاحب کا ایک اچھا مضمون موجود ہے۔ مگر عاجزانہ دعا کرتا ہوں رب قادر وقیوم کی بارگاہ لم یزل میں وہ مجھے بھی اور طاقت وہمت دے کہ ان کی حیات وخدمات کو بالتفصیل ترتیب دے کر شائع کر سکوں۔ کہ فقیر سراپا تقصیر راقم السطور انہیں کی طرف نسبت کرکے استاذ کی اتباع میں اپنے کو شمسی لکھتا چلا آیا ہے...... اللہ تعالیٰ ان کے فیضان کو ہم سب پر جاری وساری رکھے۔ (آمین)

حضرت حافظ ملت مبارکپوری

اور صدر العلماء میرٹھی

حضرت صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان کے اشہرو اجمل شرکا ءاسباق میں سے ایک نام جامع العلوم والفنون، استاذ العلماء، جلالۃ العلم حضرت حافظ ملت علامہ ومولانا مفتی عبد العزیز صاحب قبلہ بھوجپوری ثم مبارکپوری علیہ الرحمۃ والرضوان کا بھی ہے۔ زیر نظر کتاب میں حضرت صدر العلماء کے ساتھ جتنا تذکرہ حضرت حافظ ملت کے باہمی خوشگوار تعلقات کا آیا ہے ہم سبقوں میں سے کسی اور کا نہیں۔ حضرت حافظ ملت، حضرت صدر العلماء میرٹھی کے لیے جس عزت وتعظیم اور توقیر وتکریم کا مظاہرہ فرماتے وہ قابل دید بھی ہے اور لائق تعجب بھی کہ ایک ہم سبق ہوکر کوئی اپنے ہم سبق کی تعظیم اس طرح کرے کہ جیسے کوئی اپنے بزرگ استاذ کی کرتا ہے۔ اور ادھر حضرت صدر العلماء میرٹھی بھی حضرت حافظ ملت اور ان کی دینی خدمات کا تذکرہ بڑی کشادہ دلی اور عمدگی سے فرمایا کرتے۔ جب کبھی موڈ میں ہوتے اور بطور فخر اپنے ساتھیوں کا ذکر چھیڑتے تو اسی ضمن میں حضرت حافظ ملت کا بھی ذکر کیا کرتے اور آخر میں فرماتے، لائیے دنیا ہمارے ان ساتھیوں کا جواب نیز حضرت نے اپنی تصنیف بشیر القاری شرح بخاری میں بھی اپنے شرکا ءاسباق کے تحت حضرت حافظ ملت کا ذکر فرمایا ہے۔

اس سلسلہ میں فقیر راقم السطور اپنی مختصر ومحدود معلومات کو دو حصوں پر تقسیم کرتا ہے۔ پہلے حصہ میں یہ بیان کیا جائیگا کہ حضرت صدر العلماء میرٹھی حضرت حافظ ملت اور ان کی دینی وملی خدمات کو کس طرح سراہا کرتے تھے اور دوسرے حصہ میں یہ کہ حضرت حافظ ملت، حضرت صدر العلماء کی کسطرح سے عزت وتعظیم کیا کرتے اور ان کے نزدیک ان کا عالمانہ وقار کیا تھا۔

(۱) حضرت مولانا وارث جمال صاحب قادری بستوی مقیم حال بمبئی کہ جنھوں نے ایک عرصہ حضرت صدر العلماء میرٹھی کی خدمت میں گزارا تحریر کرتے ہیں۔

حضرت صدر العلماء اپنے ساتھیوں کا ذکر کرتے کرتے فرمایا کرتے تھے

ہمارے ساتھ ایک حافظ جی تھے جو ہم تمام ساتھیوں کو بہت پیارے تھے، سنجیدہ، باادب وسعادت مند، ہم تمام ساتھی ان سے بہت محبت کرتے تھے، بڑی خاموشی کے ساتھ اتنا بڑا کام کر گئے کہ دنیا دیکھتی رہ گئی۔ ہمیں اس پر فخر ہے......الخ (تفصیل زیر نظر کتاب میں)

مصباح الملت، تیر الاذکیاء حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں۔

صدر العلماء، حافظ ملت کا ذکر خیر کرتے تو فرماتے کہ زمانہ طالبعلمی میں ہم لوگوں کے بعض اوقات تفریح کے لیے خاص تھے۔ کبھی کبھی ہم لوگ ہنسی مزاح بھی کرتے مگر حافظ صاحب ہم لوگوں کی ایسی مجلس میں کبھی شریک نہ ہوئے۔ الخ (زیر نظر کتاب)

یاد رہے کہ حضرت صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمۃ کو سالانہ امتحان کے لیے یوں تو ہندوستان کے مشہور مدارس کی

طرف سے دعوتیں پیش کی جاتی مگر مندرجہ ذیل تین جگہوں پر تو بطور خاص مدعو کیا جاتا اور آپ تشریف بھی لیجاتے۔(۱) جامعہ نعیمیہ مرادآباد۔(۲) منظر اسلام بریلی شریف (۳) الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور۔اشرفیہ میں آپ کے بطور ممتحن تشریف لانے کا تذکرہ کئی حضرات نے کیا ہے۔

حضرت مولانا پیر سید رکن الدین اصدق صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

دستار بندی کے حسین ودلکش مناظر کے بعد جب حضور صدر العلماء بصد جاہ وجلال سریر آرائے خطابت ہوئے تو ہر آنکھ محو نظارہ تھی اور ہر کان بہر صدائے دل آویز، مشتاق تھا۔خطبہ مسنونہ کے بعد آپ نے اس طرح سلسلۂ کلام کا آغاز فرمایا۔"میں اپنے استاذ بھائی، جلالۃ العلم حضرت مولانا حافظ عبد العزیز صاحب زیدہ مجدہ کی دعوت پر دار العلوم اشرفیہ کے طلباء کے امتحانات کی غرض سے مبارک پور حاضر ہوا۔ بخاری شریف اور بیضاوی شریف کے امتحان کے دوران مجھے بے حد خوشی حاصل ہوئی کہ دوسرے مدارس میں جس صلاحیت کے اساتذہ بھی نہیں ہیں وہ صلاحیتیں میں نے اشرفیہ کے فارغین طلباء کے اندر پائیں۔آپ یقین مانئے، میں یہ باتیں اس لیے نہیں کہہ رہا ہوں کہ حافظ ملت میرے استاذ بھائی ہیں اور مجھے ان کی خوشنودی مطلوب ہے۔بلکہ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ ہندوستان کی ہر بڑی درسگاہ کے طلباء کا امتحان لینے کا مجھے موقع ملا ہے مگر میں نے وہاں کے طلباء میں اس قدر پختہ استعداد نہیں دیکھی۔سچ پوچھئے! تو مجھے کل کے امتحان سے قلبی طمانیت حاصل ہوئی کہ ابھی پڑھنے اور پڑھانے والے دونوں موجود ہیں......الخ (زیر نظر کتاب)(۱)

(نوٹ) ناظرین! دیکھا آپ نے حضرت صدر العلماء میرٹھی، حضرت حافظ ملت کے ساتھ ساتھ دار العلوم اشرفیہ، اساتذہ اشرفیہ، تدریس وتعلیم اشرفیہ، اور طلبائے اشرفیہ کی خوبیوں کا تذکرہ کیسے کھلے دل سے فرمارہے ہیں۔اور وہ بھی برسر مجلس کہ جہاں اکابر علمائے اہلسنت جلوہ گر ہیں۔ایسے مخلصانہ امور کے پیش نظر میرے خیال سے حق تو ضرور بنتا ہوگا۔الجامعۃ الاشرفیہ کے دینی ولی ترجمان ماہنامہ اشرفیہ کا کہ ان کی دینی وملی مذہبی وشخصی اور تاریخی خدمات کا بھی کہ جس میں علمائے اہلسنت میں سے چھوٹوں سے لیکر بڑوں تک بہت ساروں کی علمی ودینی خدمات اور ان کی حیات پر بیانات آتے رہتے ہیں اور مضامین بھی کہ وہ اپنے اس خیر خواہ اور ملت کے ایک محسن کے لیے اپنی توجہات کا ثبت درج مگر افسوس کہ اس کا کہیں سراغ نہ ملا کیونکہ فقیر کی نگاہ سے تادم تحریر (جنوری ۲۰۱۰ء) صدر العلماء کی حیات وخدمات پر کوئی مستقل مقالہ یا مضمون یا کوئی تفصیلی بیان نہیں گذرا جبکہ بطور خاص اشرفیہ کے بیسیوں قدیم وجدید رسالے حتی کہ حضرت کی سن وفات کے بھی فقیر نے خود بھی دیکھے اور اشیا میں دوسروں کو بھی دیکھنے کی زحمت دی مگر سوائے مایوسی کے کچھ ہاتھ نہ آیا۔اگر ناظرین میں سے کسی کو کوئی مقالہ نظر آئے تو میرے بیان کو غلط سمجھیں اور مطلع فرمائیں میں انتہائی شکر گذار ہونگا۔ہاں البتہ ابھی چند ایام قبل ۲۰۰۹ء کے اواخر میں حضور صدر العلماء کی ایک چند صفحی مشتمل تحریر کے مدمقابل اپنے ایک دفیق کار کے مضمون کا ماہنامہ اشرفیہ نے بڑے کھلے دل سے استقبال کیا ہے۔حالانکہ اپنی تحقیق کو پیش کرنے کا انداز کوئی اور بھی ہوسکتا ہے۔خیر! اپنی اپنی سی دلی لگن کا یا اظہار صرف ماہنامہ اشرفیہ کے حق میں ہے۔ورنہ تو اساتذہ اشرفیہ نے فقیر کی درخواست پر جس محبت وخلوص کے ساتھ حضور صدر العلماء پر مقالاجات تحریر فرمائے ہیں رب کریم ان کی اس بے لوث خدمت عظیم پر اجر عظیم عطا فرمائے میرے لئے اپنے الفاظ کے ذریعہ ان کا شکریہ ادا کرنا مشکل ہے۔

صاحبزادۂ اصغر صدر العلماء میرٹھی حضرت مولانا سید محمد عرفانی میاں بیان فرماتے ہیں " مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جس وقت والد گرامی قدر کو حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کے وصال کی خبر ملی اسوقت مدرسہ جاری تھا آپ نے فوراً اساتذہ وطلباء کو مدرسہ کے کشادہ حال میں جمع ہونے کو فرمایا اپنی جیب خاص سے پیسے دیکر فاتحہ کا انتظام کرایا۔ اور ان کی دینی خدمات کو سراہتے ہوئے ان کے انتقال پر اظہار افسوس فرمایا۔

یہ ساری باتیں دونوں حضرات کے درمیان میل ومحبت کا کھلا نشان ہیں۔

(۲) آیئے اب دیکھتے ہیں کہ حضرت حافظ ملت کس عظمت وتوقیر کی نگاہ سے حضرت صدر العلماء کو دیکھتے تھے۔ راقم السطور ماقبل میں بیان کر چکا ہے کہ حضرت حافظ ملت جب بھی حضور صدر الشریعہ کے علم وفضل کو مشاہدات کی روشنی میں سمجھانا چاہتے تو مثال میں حضرت صدر العلماء، اور حضرت محدث اعظم پاکستان ہی کا نام لیا کرتے۔ کچھ اسطرح کا بیان فرمایا مرجع العلماء والمشائخ حضرت شیخ الاسلام علامہ سید شاہ محمد مدنی میاں صاحب قبلہ اشرفی جیلانی مدظلہ العالی نے بھی۔ آ فرماتے ہیں کہ " میں نے اپنے استاذ حضرت حافظ ملت کو دیکھا کہ وہ حضرت صدر الشریعہ کے شاگردوں میں سے جب حضرت صدر العلماء میرٹھی اور محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد صاحب کا نام لیتے تو بڑے احترام سے لیا کرتے۔ (زیر نظر کتاب)

حضرت محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفے صاحب قبلہ قادری۔ تحریر فرماتے ہیں حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ جب اپنے عہد تحصیل کا ذکر چھیڑتے تو اس ضمن میں حضرت صدر العلماء میرٹھی اور حضرت محدث اعظم پاکستان علیہما الرحمۃ کا ذکر جمیل بڑی شان سے کیا کرتے۔ اسی دور سے حضرت صدر العلماء کی جلالت علمی دل پر نقش ہو چکی تھی الخ (زیر نظر کتاب)

حضرت مفتی عبد المنان صاحب کلیمی تحریر کرتے ہیں۔

مجھے خوب یاد ہے کہ بارہا حضور حافظ ملت نے مختلف موقعوں پر حضرت امام النحو کا ایسا ذکر خاص فرمایا کہ سننے کے بعد عقل دنگ رہ جائے۔ اور ان کی زیارت پر انوار کے لیے دل بے قرار ہو جائے۔ (زیر نظر کتاب)

جناب محترم مولانا محمد اسلم مصباحی گورکھپوری لکھتے ہیں۔

سالانہ امتحان کے لیے غالبًا پہلی بار حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان (الجامعۃ الاشرفیہ) تشریف لائے تھے۔ کتاب مذکور (مسلم الثبوت) کا امتحان حضرت موصوف کے یہاں شروع ہوا۔ صبح سے گیارہ بجے کے بعد تک صرف لفظ "اما بعد فھذا" پر امتحان چلتا رہا۔ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ قیامگاہ جاتے وقت امتحان گاہ میں تشریف لائے جلیل القدر عالم اور مہمان کی تعظیم میں درسگاہ کے باہر طلبہ کے بیٹھنے کی جگہ تشریف فرما ہو کر فرمایا۔ حضرت! اب پڑھنے والے طلباء نہیں رہ گئے......الی آخرہ (معارف حافظ ملت ص ۱۸)

یہاں پر قیام گاہ جاتے ہوئے امتحان گاہ میں درسگاہ کے باہر طلبہ کے بیٹھنے کی جگہ حضرت حافظ ملت کے بیٹھنے کا انداز بطور خاص قابل توجہ ہے میرے خیال سے ہر عالم دین اور مہمان کی تعظیم کے لیے آپ اسطرح سے نہیں بیٹھتے ہوں گے ....

میرٹھی کو صرف ایک ہم سبق جیسی نہیں بلکہ اس سے کہیں زیادہ مرتبہ والی عزت دیا کرتے تھے۔

زمانہ جانتا ہے کہ حافظ ملت دنیائے سنیت کے ایک عظیم محسن کا نام ہے۔ بلکہ میں یوں بھی کہوں تو بجا ہے کہ حافظ ملت امام احمد رضا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کی فکر ونظر اور انکی تعلیمات کو عالم اسلام تک پہنچانے والوں میں سے ایک کامیاب فرد کا نام ہے۔

حافظ ملت حضور شیخ المشائخ، مخدوم الاولیاء حضرت سید علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمۃ کے مریدین وخلفاء میں سے ایک خصوصی فیض یافتہ کا نام ہے۔

حافظ ملت۔ حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان کے آسمان علم کے ایک چمکتے ستارہ کا نام ہے۔

حافظ ملت کی حیات وخدمات پر ایک مفصل کتاب، حضرت علامہ ومولانا بدر القادری صاحب (ہالینڈ) کی مرتبہ منظر عام پر آچکی ہے جو قابل تعریف ہے۔

فقیر غفرلہ القدیر یہاں ایک قضیۂ نامرضیہ کا بادل نخواستہ بیان کرتا ہے۔ مقصد بیان بات کو بڑھانا نہیں بلکہ بھلانا ہے۔ بھلانے کا فائدہ اہل علم پر بالکل عیاں ہے جبکہ بڑھانے میں بالکل زیاں ہی زیاں ہے۔ بات یہ ہے کہ ماقبل کے تمام تر بیانات سے حضرت حافظ ملت وحضرت صدر العلماء میرٹھی کا ہم سبق ہونا ہی ثابت ہوتا ہے۔ نا کہ شاگرد واستاذ ہونا۔ جبکہ البشیر شرح نحو میر کے پیش لفظ، یا استقامت ڈائجسٹ کانپور ۱۹۷۶ء میں حضرت حافظ ملت کو حضرت صدر العلماء کے مشہور شاگردوں کے ضمن میں سب سے پہلے ذکر کیا گیا ہے۔ نیز زیر نظر کتاب میں بھی ہمارے بعض مستند علماء نے ہم سبقوں اور تلامذہ دونوں کے ضمن میں حضرت حافظ ملت کا ذکر کیا ہے۔ جن کو میں شمار کروں تو بات لمبی ہو جائے۔ اور یہ بھی اعتراف ہے کہ فقیر ان مضامین میں تبدیلی کی ہمت نہ کر سکا۔ البتہ راقم السطور نے اپنے طور پر ہر جگہ ان کو صرف ایک ہم درس ہی کی صورت میں پیش کیا ہے اور بس......

مقدمۂ البشیر کی یہ بات جہاں بعض حضرات کے دل میں کچھ سوالات کے پیدا ہونے کا سبب بنتی ہے وہیں بعض حضرات کو ناگوار بھی گزرتی ہے۔ بلکہ بعض اوقات یہی ایک لائن حضرت صدر العلماء سے اعراض کا سبب بن جاتی ہے۔ آگے کچھ کہنے سے پہلے میں اس امر کی وضاحت کردوں کہ حضرت صدر العلماء نے اپنے قلم سے حضرت حافظ ملت کو اپنے شرکائے سبق ہی میں شمار فرمایا ہے۔ رہی بات ان بعض کتب کی کہ جن میں نسبت تلمذی کا بھی اظہار ہے۔ وہ حضرت کے قلم سے نہیں بلکہ کسی اور کے قلم سے ہے۔ کیونکہ یہ بات ابتداء استقامت ڈائجسٹ کانپور ۱۹۷۶ء فروری میں حضرت صدر العلماء میرٹھی سے انٹرویو کے تحت شائع ہوئی اور وہ قلم جناب قاری ظہیر الدین صاحب کانپوری کا ہے نہ کہ حضرت صدر العلماء میرٹھی کا نیز اسی سے نقل کر کے یا دوسرے بعض حضرات سے سنکر اسے "البشیر شرح نحو میر کے پیش لفظ میں شہزادۂ حضور صدر العلماء میرٹھی محسن ملت حضرت علامہ سید محمد یزدانی میاں صاحب قبلہ رضوی نوری (مقیم حال

پہلی دفعہ حضرت مصنف کے وصال کے بعد شائع ہوئی، آپ کی حیات میں یہ کتاب شرف طباعت سے مشرف نہ ہو سکی۔

میرے کہنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ انٹرویو یا اس پیش لفظ میں جو ہے وہ غلط ہے، بے بنیاد و بے حقیقت ہے۔ عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ جس بات کو بیان کرنے میں قوم وملت بالخصوص طلبائے اسلام کا نقصان آنکھوں دیکھتا ہوتا ہو اسے ترک کر دینا ہی اولی ہے۔ اور فقیر اگر صاحبزادگان کی خدمات عالیہ میں مخلصانہ گذارش کرتا تو غالبًا اسے آئندہ ذکر ہی نہ کیا جاتا۔ مگر ہمارے ایک مکرم ومحترم صاحب قلم نے اس مسئلہ کو نئے انداز پر بیان کر کے پھر جگا دیا وہ تحریر فرماتے ہیں۔

"بعض کتابوں میں حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ کو حافظ ملت کا استاذ لکھا گیا ہے جو کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ حضرت میرٹھی صاحب علیہ الرحمۃ نے خود بشیر القاری شرح بخاری میں اپنے ہم سبق ساتھیوں میں حضور حافظ ملت کا شمار کیا ہے۔ اور خود ہم عصروں کی شہادت حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے کہ دونوں حضرات ہم سبق تھے نہ کہ استاذ، شاگرد (سوانح حافظ ملت ص ۲۷) اسے دیکھ کر ہم جیسوں کے لیے پریشانی یہ پڑ گئی کہ ہم اپنے ان محترم کے حد تواتر کو دیکھیں یا اپنے دوسرے محترم قبلہ سید محمد یزدانی میاں صاحب کے حد تواتر کو دیکھیں اور اگر دیکھنے لگے تو مجھے یقین ہے کہ یزدانی میاں صاحب کا تواتر قوی اور صحیح تر ثابت ہوگا مگر آخر اس سے کچھ فائدہ؟ کچھ نہیں ہاں نقصان ضرور ہے۔ بات کیونکہ دونوں طرف سے شائع ہو چکی ہے۔ اب صرف سینوں میں نہیں سفینوں میں آچکی ہے اس لیے اس سلسلہ میں اتنا عرض ہے کہ شاگرد اور استاذ ہونے میں کوئی تباین کی نسبت نہیں ہے بلکہ عام خاص من وجہ کی نسبت ہے کہ کوئی شاگرد ساتھی بھی ہو سکتا ہے۔ اور مادۂ اجتماع کی اس مثال میں مذکورہ بالا صورت حال کو بھی پیش کیا جا سکتا ہے۔ خود راقم السطور کے ایک دو ساتھی ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے فقیر سے پڑھا بھی ہے اور کئی کتابوں میں وہ ہم سبق بھی رہے۔ حالانکہ وہ عمر میں مجھ سے بڑے ہیں اور میں ان کی عزت ساتھی ہونے ہی کے اعتبار سے کرتا ہوں۔ ان کے نسبت تلمذی کا اظہار کرنا خود مجھکو بھی عجیب سا لگتا ہے۔ حالانکہ حقیقت ہے۔ اسطرح یہ بھی حقیقت ہے کہ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ نے حضرت صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمۃ سے جامعہ نعیمیہ مرادآباد یا اجمیر شریف میں صرف دو ایک کتابوں کا درس لیا ہے۔ اس سلسلہ میں اگر کوئی دیکھنا چاہے تو ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف صد سالہ نمبر کا ص ۱۷۹ پر حضرت علامہ ڈاکٹر جلال الدین احمد صاحب نوری کا مضمون نیز تذکرۂ علمائے اہلسنت مصنفہ حضرت مفتی محمود احمد قادری صاحب کو بھی دیکھ سکتا ہے۔ ہمارے یہ بزرگ خاص طور سے تحصیل علم کے حوالہ سے بڑے وسیع القلب ہوا کرتے تھے۔ اور حافظ ملت کی سادگی، وسیع النفسی تو ویسے بھی مشہور ہے۔ اس کے متعلق ان کی وسعت قلبی کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوگی کہ استقامت ڈائجسٹ کانپور کا مذکورہ بالا بیان حضرت حافظ ملت ہی کی حیات میں شائع ہو چکا تھا۔ اور حضرت نے اسکی کوئی تردید تحریر تو کیا زبانی بھی نہ فرمائی۔ جیسا کہ واقف کاروں کا بیان ہے۔

آخر میں اپنے دونوں حد تواتر والے حضرات سے انتہائی مؤدبانہ عرض ہے کہ اس طرح کے تواتر کو بیان نہ فرمائیں تو کرم ہوگا۔ کسی چیز کا ہونا اور ہے اور بیان کرنا اور ہے اور بیان کرنے میں نیت کا صحیح ہونا اور ہے۔ یہاں برطانیہ

میں اسوقت کئی شیعہ ٹی وی چینلز پر بڑے تخریبی انداز میں زور وشور سے فقہ حنفی کو کمزور دکھانے کے لیے یہ ناکام پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے کہ ابوحنیفہ تو شاگرد وفیض یافتہ ہیں ہمارے امام جعفر صادق کے۔ لہٰذا فقہ جعفری کو چھوڑ کر یہ لوگ فقہ حنفی پر کیوں عمل پیرا ہیں۔ شیخ واستاذ کی بیان کردہ فقہ کے سامنے بھلا ایک شاگرد کی مرتبہ فقہ کی کیا حیثیت ہوسکتی ہے۔ خود راقم السطور سے بھی برطانیہ کے ایک مشہور ٹی وی اہلِ تشیع چینل پر آن ایئر اسطرح کا سوال دو دفعہ کیا گیا۔ یہاں استاذ وشاگردی یا ارادت وعقیدت مندی یا شیخیت وتلمذی کا رشتہ بالکل صحیح ہے۔ مگر بیان کرنے والے کی نیت خراب ہے۔ وہ اس سے غلط نتیجہ نکالنا چاہتا ہے۔ اور جسکو اس نے فقہ جعفری کا نام دیا ہے وہ بھی اس کا بہت بڑا دھوکا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس طرح کے سوالات کا جواب بھی۔ الفعل بالفعل ہی کے طور پر دیا جانا زیادہ بہتر ہے۔ مگر اسکا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ شہزادۂ رسول حضور سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے امام اعظم ابوحنیفہ کا شیخ ہونے ہی سے انکار کردیا جائے یا ان کی عظمتوں، رفعتوں، بلندپایگیوں کو لکھنے کے وقت ہمارے قلم کی روشنائی صرف اس لیے خشک ہوتی نظر آئے کہ ایک شیعہ نے ہمارے امام کو ان کا شاگرد بتا کر غلط نتیجہ نکالنا چاہا ہے۔ نہیں بلکہ حدیث مبارک "انزلوا الناس منازلھم" کے تحت دونوں بزرگوں کے درمیان فرق مراتب کا لحاظ اور شرعی تقاضوں کا بیان کرتے ہوئے دونوں کی عظمتوں کا ذکر کیا جائیگا۔ خیر! بعض درسگاہوں میں پائے جانے والے ایک مختصر جرثومے کو ختم کرنے کے دردمندانہ جذبہ کے تحت میں اپنی بات کو طویل کر بیٹھا معافی کا خواستگار ہوں۔ خاص طور پر جانبین کے دونوں مذکورہ حضرات سے

؎ شاید کہ اتر جائے کسی دل میں مری بات

یہ مضمون امید سے کہیں بہت زیادہ طویل ہوتا جارہا ہے۔ اور جو کچھ فقیر نے اکٹھا کیا ہے اسکو اس انداز پر بیان کیا تو کتاب کی شکل اختیار کر جائیگا۔ اس لیے اب اختصار از بس ضروری ہے۔ ورنہ تو ارادہ تھا کہ اپنی جمع کردہ معلومات کی روشنی میں اسی انداز پر جن حضرات کرام کا تذکرہ کرنا وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) شیخ العلماء والمشائخ، طریقت شعار، حقیقت آثار، مجمع علوم روحانی حضرت سید شاہ مختار اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہ النورانی (سرکار کلاں آستانہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف) کہ جن کی خدمت میں حضرت صدر العلماء میرٹھی نے اپنی کتاب "بشیر الناجیہ شرح کافیہ" کو لکھکر اھدا فرمایا ہے۔ حضرت صدر العلماء اور آپ کے بلکہ جملہ خانوادۂ اشرفیہ کے درمیان ایک اٹوٹ روحانی رشتہ ہے۔ اسکا کچھ اندازہ آپ کے صاحبزادہ حضرت شیخ اعظم کچھوچھوی مدظلہ العالی کے مضمون نیز ماہنامہ المیزان کے تعلیمی کنونشن نمبر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ حضرت سرکار کلاں کے مختصر حالات پر فقیر کی ایک مختصر کتاب بھی ملاحظہ فرماسکتے ہیں جسکو ادیب شہیر حضرت علامہ ومولانا محمد منشا تابش قصوری نے اپنے مکتبہ اشرفیہ مرید کے شیخوپورہ پاکستان سے شائع فرمایا ہے۔

(۲) سلطان المناظرین، امین شریعت، شیخ طریقت، مفتی اعظم کانپور حضرت علامہ ومولانا مفتی محمد رفاقت حسین صاحب مظفر پوری علیہ الرحمۃ والرضوان کہ جنکا اصرار شدید بھی حضرت صدر العلماء میرٹھی کی مشہور ومعروف کتاب "البشیر الکامل" کی تصنیف کا ایک سبب بنا۔ حضرت صدر العلماء کے ساتھ آپ کا بھی تذکرہ زیر نظر کتاب میں کئی مقامات پر ملیگا۔ مثلاً حضرت شیخ الاسلام مدظلہ العالی، علامہ نصر اللہ خان صاحب افغانی، مفتی عبد المنان صاحب کلیمی وغیرہ

کے مضامین میں

کبھی کبھی حضرت مفتی اعظم کانپور حضرت صدر العلماء کے لیے اسطرح سے اپنی محبتوں کا اظہار فرماتے۔ میرے دوست علامہ غلام جیلانی میرٹھی نہایت کروفر کے عالم دین ہیں اور وہ ہماری جماعت ہی نہیں بلکہ تمام علمائے اہل سنت میں ایک آفتاب اور ماہتاب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ (مفتی عبدالستار صاحب کلیسی، زیر نظر کتاب) کبھی فرماتے آپ یہ یاد رکھئے کہ جس طرح وہ (سید غلام جیلانی میرٹھی) نسب کے لحاظ سے بادشاہ ہیں اسی طرح ان کا مزاج بھی ہے (علامہ نصر اللہ خان صاحب زیر نظر کتاب) علاوہ ازیں اس حوالہ سے فقیر نے جو معلومات جمع کی ہیں وہ طویل ہیں۔

(۳) خیر الاذکیاء، استاذ العلماء، جامع معقولات ومنقولات حضرت علامہ ومولانا محمد سلیمان اشرفی صاحب بھاگلپوری علیہ الرحمۃ والرضوان، کہ جنکا تذکرہ حضرت صدر العلماء میرٹھی نے اپنے شرکاء اسباق میں کیا اور جنکا تعارف کراتے ہوئے ایک مرتبہ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ نے فرمایا تھا کہ یہ زبردست عالم ہیں۔ انہوں نے جو کتابیں پڑھی ہیں وہ آج کے لوگوں نے دیکھی بھی نہیں۔ یہی حضرت علامہ محمد سلیمان صاحب حضرت صدر العلماء میرٹھی کو علم کی لائبریری فرمایا کرتے تھے۔ ملاحظہ فرمائیں مصباح الملت حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ کا بیان "مولانا محمد سلیمان اشرفی علیہ الرحمۃ نے (الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں) رات کے اجلاس میں ایک مختصر تقریر کی جس میں انہوں نے فرمایا کہ پہلے مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی علیہ الرحمۃ حضرت صدر الشریعہ کے متعلق فرماتے تھے کہ یہ علم کی لائبریری ہیں اور اب میں مولانا غلام جیلانی صاحب (میرٹھی) کے متعلق کہتا ہوں کہ یہ علم کی لائبریری ہیں الخ" (زیر نظر کتاب) اس جملہ پر تبصرہ کرتے ہوئے آگے لکھتے ہیں حضرت مصباح الملت! حضرت ممدوح (صدر العلماء میرٹھی) علیہ الرحمۃ سے متعلق ان کے ایک رفیق درس کا یہ جملہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس حوالہ سے آپ مزید معلومات اسی کتاب سے حاصل کرسکتے ہیں......

(۴) شیخ طریقت، صوفی کامل عارف واصل حضرت مولانا حافظ وقاری شاہ عبداللطیف صاحب اشرفی نعیمی صابری علیہ الرحمۃ والرضوان (سیکری، کلیر شریف) کہ جو زمانہ قریب میں کافی وسیع صاحب سلسلہ بزرگ گزرے ہیں۔ حضور صدر الافاضل سید نعیم الدین مرادآبادی کے مشہور خلفاء ومریدین میں سے تھے۔ راقم السطور نے بارہا ان کی زیارت کی۔ جدھر جاتے، عقیدتمندوں کی ایک بھیڑ ان کے ساتھ دیکھی۔ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں کو بھی ان کا گرویدہ پایا۔ ہمارے شہر سنبھل میں آپ کے مریدین خاصی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ انتہائی سادہ مزاج اور طلباء سے بہت محبت کرنے والے بزرگ تھے۔ راقم السطور زمانہ طالبعلمی میں صدر الافاضل کے قل شریف سے فارغ ہوکر مرادآباد ہی میں مع اپنے ہم درسوں کے آپ کی قیامگاہ پر بغرض ملاقات حاضر ہوا۔ یہ پتہ چلنے پر کہ کچھ طلباء ملنے کو آئے ہیں۔ کھڑے ہوکر ہم سب ساتھیوں کی پیشانیوں کو یہ کہکر چوما کہ ارے تم لوگ تو مہمانِ رسول ہو۔ طلباء دین ہو......

دیوبندیت ووھابیت کی اکثریت والے بعض علاقوں اور شہروں میں آپ کے دم قدم سے سنیت کا بڑا بول بالا ہوا۔ بعض بدخواہوں، مسلکی حصموں نے زہر دیکر مارنا بھی چاہا مگر بفضل خدا سلامت رہے۔ یہ حضرت قاری عبداللطیف صاحب

قبل پہلے میرٹھ کے مشہور دیوبندی مدرسہ امداد الاسلام میں پڑھا کرتے تھے۔ مگر کبھی کبھی بغرض ملاقات حضرت صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے۔ آپ ان سے بڑی محبت سے پیش آتے۔ آخر کار حضوری محفل ہی کی برکت سے انہوں نے سنیت کی دولت پائی انکو حضور صدر الافاضل مرادآبادی کی بارگاہ تک پہنچانے والے حضرت صدر العلماء میرٹھی ہی ہیں۔ مزید بیان کے لیے دیکھیں حیات مخدوم الاولیاء ص ۳۸۰۔

پیر ومرشد سے عقیدت ومحبت

حضرت صدر العلماء میرٹھی کو اپنے پیر ومرشد سے جسطرح عقیدت ومحبت تھی اسکا بیان مجھ جیسے ہیچمداں کے لیے الفاظ کے ذریعے تقریباً ناممکن ہے۔ یوں تو ہر مرید کو اپنے پیر کے ساتھ عموماً لازماً تعظیم وتکریم اور محبت وعقیدت سے پیش آنا ہی چاہیے مگر جہاں پیر حسن صوری ومعنوی کا ایسا حسین سنگم ہو کہ جسے دیکھکر اپنے وقت کا مجدد بھی پکار اُٹھے

اشرفی　اے　رخت　آئینۂ　حسن　خوباں
اے　نظر　کردۂ　و　پردۂ　سہ　محبوباں

پھر وہاں تو جذبۂ تعظیم ومحبت خود بخود ابھر آتا ہے۔ اور پھر مرید بھی ایسا ہو کہ جو آداب بیعت اور شرائط ارادت نہ صرف جانتا ہو بلکہ دوسروں کو بھی ان پر عمل کرنے کی ترغیب دیا کرتا ہو۔ کبھی نقاء السلافہ کے الفاظ میں کبھی لطائف اشرفی کے حوالے سے کبھی خود اپنے اندر میں تو بھلا وہ ان باتوں کو خود اپنے تئیں کیسے بھول سکتا ہے۔ اور اس میں ایک یہ بھی تو ہے۔

المرید یعظم شیخه ویؤثر علی غیره ممن هو فی وقته لان النبی صلی الله علیه وسلم یقول من رزق فی شئی فلیلزمه (فتاویٰ رضویہ جدید ج ۲۱ ص ۴۷۸ نقاء السلافہ بحوالہ مدخل شریف) یعنی مرید اپنے پیر کی تعظیم کرے اور اسے تمام اولیائے زمانہ پر مرجح رکھے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو کسی چیز میں رزق دیا جائے چاہیے کہ اسے لازم پکڑے۔ اسی میں ایک اور جگہ ہے **یعول علیه فی اموره** (مرید) اپنے سارے کاموں میں (اپنے پیر) پر ہی اعتماد کرے۔ چنانچہ بزرگوں نے سچے مریدوں کو یہ نصیحت فرمائی ہے کہ مرید کو جس در سے جو بھی انعام ملے اسے اپنے پیر ہی کا روحانی فیضان سمجھے۔ اس تصور کی جلوہ گری ہم صدر العلماء میرٹھی کے احوال میں جا بجا دیکھتے ہیں۔ ایک جگہ رقم فرماتے ہیں۔

چونکہ طلب صادق تھی۔ اس لیے مرشد برحق کی روحانیت پھر متوجہ ہوئی۔ اور اپنے برادر طریقت، غواص بحر معرفت آقائے نعمت، رہبر حقیقت، فقیر کامل، عارف واصل حامل اخلاق نبوی کاشف اسرار علم یزلی سیدی ومولائی حضرت شاہ حافظ سید محمد ابراہیم صاحب قادری قدس سرہ القوی ساکن سراوہ ضلع میرٹھ کے سپرد فرمادیا۔ آپکی خدمت میں پہنچ کر بفضلہ تعالیٰ سات سال تک کشف وکرامات کا جی بھر کر مشاہدہ کیا۔ طرح طرح کی کرامتیں نظر کے سامنے آئیں...... الخ (بشیر القاری ص ۱۸)

دیکھا آپ نے حضرت کا یہ لفظ "پھر" فرمانا صاف بتارہا ہے کہ اس سے پہلے بھی جو مکاشفات وکرامات کا

مشاہدہ کہیں اور کیا وہ بھی اپنے پیر ہی کا روحانی فیض تھا۔ یہ تو بات تھی مکاشفات وکرامات کے مشاہدہ کی۔ لیکن دوران تصنیف، تحقیقات و تدقیقات کے میدان میں بھی اگر آپ کے دل پر حقائق و دقائق کا جوانکشاف ہوا ہے یا لطائف علیہ کا ورود ہوا ہے تو بسا اوقات اس کو بھی آپ نے اپنے پیر ہی کی طرف منسوب فرمایا اور اسکو بھی اپنے مرشد ہی کے روحانی فیض کا ثمرہ قرار دیا۔ ملاحظہ فرمائیں۔ تیسیر القاری ص ۳۵ اور ۳۶ کہ اس پر آپ نے حدیث فاروقی یعنی "انما الاعمال بالنیات" پر ایک مختصر مگر جامع تر تقریر بزبان عربی تحریر فرمائی اور اسے موسوم کیا "الفیض الاشرفی فی الحدیث الفاروقی" سے اور پھر اس پر حاشیہ دیکر پاورق میں یوں لکھا

نسبۃ الیٰ سیدنا و مرشدنا اشرف المشائخ الشاہ ابو محمد السید علی حسین اشرفی قدس سرہ القوی الکچھوچھوی توطناً والفیض آبادی ضلعاً و الھندوستانی ملکاً صاحب مسند سلطان العارفین المخدوم سیدنا محمد اشرف السمنانی قدس سرہ السامی لان ھذاالتقریر فیض من فیوضہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ. (منہ غفرلہٗ)

صدر العلماء میرٹھی کو اپنے مرشد سے بیعت برکت تو حاصل تھی ہی مگر دل کہتا ہے کہ وہ ضرور کمالات بیعت ارادت کے فیض یافتہ بھی تھے۔ آپ نے اپنے پیر ومرشد کا ذکر تیسیر القاری میں بڑے والہانہ انداز میں کیا ہے جسے حضرت غازی ملت علامہ سید محمد ہاشمی میاں صاحب قبلہ اشرفی جیلانی کچھوچھوی نے اپنے مضمون میں بڑے عمدہ طریقہ سے سمیٹ لیا ہے لہٰذا اسے دہرانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ اور حضور شیخ المشائخ اشرفی میاں کچھوچھوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات جناب مولانا محمد کمال الدین صاحب۔ اشرفی نے اپنے مضمون میں جمع کردیئے ہیں جو سب زیر نظر کتاب میں موجود ہیں۔ وہیں ملاحظہ فرمائیں۔ آخر میں حضور اشرف المشائخ اعلیٰحضرت اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے وہ بابرکت الفاظ لکھنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں کہ جو پیر ومرشد کی بارگاہ سے صدر العلماء میرٹھی کے لیے بیش قیمت عطیہ ہیں۔ آپ نے اپنے مرید صادق کا اپنے روزنامچہ میں "فہرست خلفاء" کے اندر اندراج اس طرح فرمایا۔ مولوی سید غلام جیلانی بن مولانا فخر الدین جیلانی المخاطب بہ "محی الاسلام" پنجشنبہ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

(مخدوم الاولیاء ص ۴۲۶)

اے میرے آقا محبوب ربانی اعلیٰ حضرت اشرفی میاں

اے افتخار عالماں، اے فخر عارفاں
اے فخر عارفاں میں کیا کروں بیاں
میں کیا کروں بیاں، ترا اے تخت زماں
اے زینت زماں، میں تیری کیا بتاؤں شان
بتلاؤں! شان کا میں تیری کیا نشان ہے
رخ سے ترے عیاں، شہ جیلاں کی شان ہے

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی سے عقیدت ومحبت

حضرت امام قاضی عیاض علیہ الرحمۃ والرضوان نے "شفاء شریف" جلد دوم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی دس نشانیاں ذکر فرمائی ہیں بیان علامات سے پہلے آپ نے یہ جملہ تحریر فرمایا "واعلم ان من احب شیئاً آثرہ و آثر موافقتہ والا لم یکن صادقا فی حبہ وکان مدعیا۔ یاد رہے کہ جو جس سے محبت کرتا ہے اسکو اور اسکی موافقت کو اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے یعنی اسکو اور اسکی موافقت کو ہر شئی پر ترجیح دیتا ہے ورنہ تو وہ محب صادق نہیں صرف دعویٰ دار ہے۔ اور پھر دس علامتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے تیسری نشانی کا ذکر اسطرح فرمایا کثرۃ ذکرہ لہ فمن احب شیئاً اکثر ذکرہ۔ محبوب کے ذکر کی کثرت کرے کہ جو جس سے محبت کرتا ہے ذکر بھی اسکا خوب کرتا ہے۔

اب اگر حضرت امام قاضی عیاض کے اس فرمان عالی شان کے مطابق ہم صدر العلماء میرٹھی کی حیات و تصنیفات کا مطالعہ کریں تو پتہ چل جائیگا کہ وہ امام اہلسنت مجدد دین وملت اعلیٰحضرت محدث بریلوی سے محبت کے صرف دعویدار ہی نہیں تھے بلکہ انکی محبت میں صداقت تھی حقانیت کی دلیل تھی۔ وہ محبت بھی کرتے تھے اور تقاضۂ محبت کو پورا کرنا اور آبروئے محبت کو بچانا بھی جانتے تھے۔ آپ ہمیں بتایئے! کہ جگہ جگہ اپنی تصنیفات میں بہانے بہانے سے ان کے ذکر کو چھیڑنا۔ جلوتوں میں دوران گفتگو انہیں کے حوالے دینا۔ خلوتوں میں انہیں کے اشعار کو اپنے مخصوص انداز میں گنگنانا۔ صرف انہیں کے لیے کسی سے محبت کرنا اور صرف انہیں کی خاطر اپنے خاص کو بھی ہمیشہ کے لیے چھوڑ دینا، ان کے شدید ترین مخالفوں کے نرغہ میں شب وروز رہ کر بھی انہیں کی عظمتوں کے گیت گانا یہ صداقتِ محبت کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟

انہوں نے ان کی خاطر کس کو چھوڑا اور کس طرح چھوڑا، چاہتا تھا کہ اس ضمن میں دو ایک واقعات عرض کرتا مگر کیا کروں ہے "میرے ارمانوں کی قاتل احتیاط" ہاں مگر اتنا ضرور عرض کرونگا کہ ایسا کبھی ہوا ہی نہیں کہ کسی نے ان کے سامنے اعلیٰحضرت کی عظمت شان کے خلاف کچھ کہا ہو اور انہیں جلال نہ آیا ہو یا تیور نہ بدلے ہوں حتیٰ کہ جس مجلس میں ایسی حرکت ہوئی رشتۂ قرابتداری ہوتے ہوئے بھی پھر کر اٹھ کھڑے ہوئے وہاں سے اور ایسے اٹھے کہ ہمیشہ کے لیے وہاں جانا ہی چھوڑ دیا۔

لوگ کہتے ہیں نا! کہ جس سے محبت ہوتی ہے محب اسکا ذکر بہانے بہانے سے کرتا ہے۔ آپ صدر العلماء میرٹھی کی کتب اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ کیسے والہانہ انداز میں مختلف مقامات پر ذکر کرتے ملتے ہیں۔ البشیر شرح نحو میر، البشیر الکامل شرح مأۃ عامل، بشیر الناجیہ شرح کافیہ جو خالص فنی کتابیں ہیں جنکا موضوع بڑا خشک سمجھا جاتا ہے مگر ان میں بھی بعض مقامات پر انہوں نے اعلیٰحضرت کے اشعار وغیرہ کو پیش کر کے اسکو بھی دلچسپ بنانے کی سعی بلیغ فرمائی ہے۔ کتنے مقامات پر اعلیٰ حضرت کی تحقیقات کو آخری بات کہہ کر اپنی بات کو مکمل فرمایا ہے۔ کہیں ذکر اسم جلالت "اللہ" کے مرکب و مفرد ہونے کا ہے اور آخری حوالہ دیتے ہیں اعلیٰحضرت کا۔ شرح ہو رہی ہے الفاظ حدیث "اجود الناس" کی تذکرہ ہو رہا ہے اعلیٰحضرت کے اشعار کا، بات آئی ہے کہیں صرف ترجمہ کی اور خوبیاں بیان کر رہے ہیں کنز الایمان کی۔ اسی انداز محبت کو دیکھ کر کتنے لوگ آج بھی یہ سمجھتے ہیں کہ صدر العلماء مرید وخلیفہ اعلیٰحضرت محدث بریلوی کے ہیں حالانکہ ایسا نہیں جیسا کہ پہلے پڑھ چکے۔ جناب محترم مولانا مفتی محمد فاروق صاحب۔ رضوی بریلوی نے اعلیٰحضرت اور صدر العلماء" کے

عنوان سے خاصا طویل مضمون تحریر کیا ہے جو زیر نظر کتاب میں موجود ہے نیز سوراعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے حالات پر مشتمل ایک انتہائی جامع مضمون حضرت مولانا محمد حنیف خانصاحب رضوی بریلوی کا بھی زیر نظر کتاب میں موجود ہے۔ بقیہ معلومات وہیں ملاحظہ فرمائیں۔ اے امام اہلسنت اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی اللہ عنہ۔

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو
قسیم جام عرفاں اے شہ احمد رضا تم ہو
یہاں آکر ملیں نہریں شریعت اور طریقت کی
ہے سینہ مجمع البحرین ایسے رہنما تم ہو

آپ کی درسگاہ کے ماہ ونجوم

یوں تو مدرسہ عربیہ میرٹھ آج بھی موجود ہے۔ اور خدا اس کو ہمیشہ سلامت رکھے۔ وہاں آج بھی درس ہے اور تدریس بھی۔ مگر معروف سے مجہول ہوجانے کی مثال اگر کوئی کسی سے پوچھے؟ اس موقع پر ایک نام اسکا بھی لیا جاسکتا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ شان اس کی نرالی تھی۔ ہندوستان، پاکستان، افغانستان وبنگلہ دیش کے طلباء کی آماجگاہ تھا۔ وہاں آج بھی سب کچھ ہے وہی درودیوار، وہی چھت، وہی توانائی انداز کا بنا ہوا دالان، وہی کشادہ آنگن، وہی نیم کا پیڑ کہ جس کے نیچے بیٹھ کر حضرت سر کی مالش کراتے ہوئے وظیفہ پڑھتے تھے بظاہر سب کچھ وہی ہے مگر وہ رونق کہاں جو کل تھی وہ نور کہاں جو تاریکیوں کو چھانٹ دیا کرتا۔ وہ انجذاب کہاں کہ شرق وغرب سے تشنگانِ علم کھنچے چلے آتے۔ آج ان کی درسگاہ کی پرانی دیوار کو دیکھنے لگو تو لگے کہ جیسے کہنا چاہتی ہو ہاں! ہاں!۔

مجھے دیکھو میں کھڑی ؟ مجسم داستاں بنکر

ان کے حجرۂ خاص کی نشستگاہ کو دیکھنے لگو تو اندر سے محسوس ہو کر شاید کسی کی گمشدہ آواز کو پھر سے سننے کے اشتیاق میں ہے اور حسرت بھرے انداز میں یوں کہا چاہتا ہے کہ ۔

یہاں ایک دھوپ جو ساتھ گئی آفتاب کے۔

وہ نیم کا سوکھا ہوا پیڑ کہ جو کبھی ہرا ابھرا تھا لگے کہ یوں کہتا ہے ۔

حال باطن کا نمایاں ہے مرے ظاہر سے
میں زباں سے اپنی اظہار کروں یا نہ کروں

غرضیکہ آج بھی وہاں سب کچھ ہے مگر وہ سب کچھ نہیں جو پہلے کبھی تھا۔ اسکی وجہ سوائے اسکے اور بھلا کیا ہوسکتی ہے کہ۔

زیبائشِ مکاں ہے زیبائش مکیں سے

آج وہاں سب کچھ ہو کر بھی وہ بحر سے صدف اور صدف سے گہر نکالنے والا محور نظر کہاں؟ کہ جسے دیکھکر اپنے زمانہ کے بڑے بڑے حق شناس دور سے کھنچے چلے آتے۔

حضرات کرام فقیر راقم السطور کا ارادہ یہاں حضرت کے شاگردوں کا استقصاء نہیں۔ صرف کچھ ان حضرات کا

ذکر کرنا مقصود ہے کہ جو یا تو جماعت اہلسنت کے سر خیل علماء و مشائخ کے صاحبزادگان ہیں اور حضرت کی خدمت میں بغرض تحصیل حاضر ہوئے یا پھر وہ صاحبان علم ہیں کہ بہت کچھ ہو کر بھی کچھ اور ہونے کے لیے اس بارگاہ میں حاضر ہوئے۔

(۱) شمس العلماء حضرت علامہ شاہ نظام الدین الٰہ آبادی

حضرت صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمۃ کے مشہور ترین تلامذہ میں سے ایک نام حضرت شمس العلماء بلیاوی ثم الٰہ آبادی کا بھی آتا ہے۔ مدرسہ حمیدیہ (دربھنگہ) اور مدرسہ فیض الغرباء (آرہ) میں قابل ترین اساتذہ سے درس لینے کے بعد حضرت صدر العلماء میرٹھی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ملا حسن وغیرہ کتب عالیہ کا درس لیا۔ شیر ہندوستان، مجاہد ملت، حضرت علامہ حبیب الرحمٰن اڑیسوی علیہ الرحمۃ سے درسیات کی تکمیل فرمائی۔ خلیفۂ اعلیٰحضرت، ملک العلماء حضرت ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ کی بارگاہ سے ہیئت، توقیت اور ریاضی کا علم حاصل کیا۔ پہلے مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد میں ناظم تعلیمات اور صدر مدرس بنے۔ پھر اپنے استاذ کے قائم کردہ مدرسہ "حبیبیہ" الٰہ آباد میں مسند صدارت کے لیے منتخب ہوئے۔ پھر ۱۹۵۸ء میں رام پور کی شہرۂ آفاق عربی درسگاہ مدرسہ عالیہ میں صدر مدرس ہوئے۔ درس نظامی کے جملہ فنون میں ماہر کامل اور فائق الاقران تھے۔ (تذکرہ علمائے اہلسنت ص ۲۵۵،) آپ کے دو مشہور ترین اور چہیتے شاگرد حضرت شیخ الحدیث علامہ محمد نصر اللہ خاں صاحب افغانی اور عالم ہفت زبان حضرت علامہ عاشق الرحمٰن الٰہ آبادی آپ ہی سے حضرت صدر العلماء کا چرچا سن کر میرٹھ کی درسگاہ میں حاضر ہوئے۔ علامہ نصر اللہ خاں صاحب۔ ایک جگہ ان کے لیے لکھتے ہیں۔ یوپی میں مولانا شمس العلماء محمد نظام الدین قدس سرہٗ السامی عقلی روشنی کے لحاظ سے بھی مشہور "مشارٌ الیہ بالبنان" تھے۔ علماء فرمایا کرتے تھے کہ مولانا نظام الدین کو تیس گز زیر زمین پانی نظر آتا ہے الخ (مقدمہ عید میلاد النبی) حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی خطیب مشرق بھی آپ کے مشہور ترین شاگرد ہیں۔ انھیں کی نسبت سے اپنے کو "نظامی" کہلاتے ہیں۔

(۲) فقیہ النفس مفتی شریف الحق امجدی گھوسوی (صاحب نزہۃ القاری)

آپ بھی تقریباً آٹھ سال حضرت حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز مراد آبادی ثم مبارکپوری علیہ الرحمہ کی بارگاہ سے فیض اٹھاتے اور الجامعۃ الاشرفیہ میں صدرا، حمد اللہ جیسی اعلیٰ کتابوں کا درس لینے کے بعد ۱۰ محرم الحرام ۱۳۶۱ھ کو مدرسہ حمیدیہ میرٹھ حضرت صدر العلماء میرٹھی کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور حاشیہ عبد الغفور اور شمس بازغہ جیسی ادق کتابوں کا درس لیا۔ آپ کا قیام وہاں تقریباً ایک سال رہا۔ آپ نے اپنی کتاب "نزہۃ القاری شرح بخاری" کے مقدمہ میں اپنے استاذ کی کتاب "بشیر القاری" کی اس انداز میں تعریف فرمائی ہے کہ شاید اس سے بڑھ کر متصور نہیں۔ آپ کی یہ کتاب نزہۃ القاری آپکی علمی مہارت، درست کی روشن دلیل ہے۔ ۶ رصفر ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۱ رمئی ۲۰۰۰ء بروز جمعرات صبح پانچ بجکر ۴۰ منٹ پر دل کا دورہ پڑھنے سے الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں آپ کا انتقال ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بقیہ تفصیل حالات کے لیے آپ اسی کتاب میں جناب محترم مولانا ارشاد احمد صاحب رضوی کا مضمون ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

(۳) مبلغ عالم اسلام علامہ محمد عارف اللہ شاہ صاحب اشرفی میرٹھی ثم راولپنڈوی

آپ خلیفۂ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی، حضرت علامہ مولانا محمد حبیب اللہ شاہ قادری اشرفی رضوی میرٹھی کے فرزند ارجمند ہیں اور حضور اعلیٰ حضرت اشرفی میاں اشرفی جیلانی کچھوچھوی کے مرید وخلیفہ۔ آپ کو بھی حضرت صدر العلماء میرٹھی سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ یہ شرف کتنے سالوں یا کتنے دنوں رہا اسکی تفصیل فقیر کو معلوم نہ ہوسکی۔ البتہ اتنا پتہ ہے کہ آپ نے درس نظامی کی انتہائی کتب معقولات ومنقولات کی تعلیم وتکمیل اسی مدرسۂ اسلامیہ عربیہ میں رہ کر حاصل فرمائی۔ آپ کا زمانہ تکمیل اور حضرت العلماء میرٹھی کی میرٹھ میں آمد کا زمانہ قریب قریب ہے۔ آپ اپنے والد حضرت حبیب اللہ شاہ اشرفی قادری کی نیابت میں میرٹھ کے مشہور ومعروف مقام خیر نگر کی جامع مسجد خیر المساجد میں خطابت کے فرائض انجام دیا کرتے تھے۔ اور بقول حضرت مفتی محمود قادری صاحب، تقسیم ملک سے پہلے ہندوستان گیر پیمانہ کے خطیب ومقرر تھے، پورا ملک ہند آپ کی تقریروں سے فیض یاب ہوتا تھا۔ حضرت عارف اللہ شاہ صاحب باوجود اس رشتہ تلمذی کے کیونکہ حضرت صدر العلماء میرٹھی کے پیر بھائی بھی تھے۔ اور پھر عمر میں صرف ۹،۱۰ دس سال کا فرق تھا اسی لیے دونوں میں یک گونہ دوستانہ تعلق خاطر بھی تھا۔ چنانچہ جب ۱۹۲۹ء میں ملکی پیمانہ پر بگڑے حالات کے پیش نظر اچانک پاکستان چلے جانے پر مجبور ہوئے تو مسلم دار الیتامیٰ والمساکین کی اعلیٰ نظامت اور خیر المساجد کی خطابت کے لیے حضرت صدر العلماء میرٹھی سے عرض داشت کی۔ حضرت اگرچہ اپنی مدرسی وتصنیفی ذمہ داریوں کے پیش نظر نہیں چاہتے تھے مگر اس وقت کے ہندی حالات اور بالخصوص میرٹھی حالات کی نزاکتوں کو دیکھتے ہوئے آپ نے ان ذمہ داریوں کو بھی قبول فرمالیا۔

اس کے بعد شاہ عارف اللہ صاحب پاکستان تشریف لے گئے پہلے خوشاب ضلع سرگودھا میں کچھ عرصہ قیام پذیر رہے پھر راولپنڈی تشریف لے گئے اور وہاں دار العلوم احسن البرکات قائم کیا ۱۹۵۱ء میں جمیعت علمائے پاکستان راولپنڈی کے صدر منتخب ہوگئے۔ ہند وپاک کے علاوہ مختلف ممالک میں تبلیغی دورے فرمائے۔ اور بقول علامہ محمد صدیق ہزاروی لا تعداد غیر مسلموں کو دولت ایمان سے مشرف کیا۔ ۱۹۶۲ء میں پہلی بار یہاں برطانیہ میں بھی تشریف لائے اور ۱۹۷۳ء میں دوبارہ پھر حضرت شاہ احمد نورانی صدر ورلڈ اسلامک مشن یو کے اور حضرت علامہ ارشد القادری جنرل سیکرٹری ورلڈ اسلامک مشن یو کے کی دعوت پر برطانیہ تشریف لائے اور مختلف مقامات کے تبلیغی دورے فرمائے۔ اذکار حبیب رضا وغیرہ ان کی یادگار ہیں۔ ان کے بارے میں ماہر عملیات حضرت قاری محمد یوسف صاحب قادری غازی آبادی، اپنے میرٹھ کے زمانہ طالبعلمی کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں، اللہ اللہ شاہ محمد عارف اللہ صاحب قادری کا رعب ودبدبہ، دشمن بھی انکے سامنے سرنگوں دیکھا۔ عمل تسخیر کا ہمیشہ پابند پایا...... پاکستان جانا ہوا تو حیدرآباد سندھ میں حضرت سے ملاقات ہوگئی عمل تسخیر کا وہاں بھی پابند دیکھا الخ۔ آپ نے راولپنڈی سے ماہنامہ سالک بھی جاری فرمایا جو آپ کے وصال تک نکلتا رہا۔

(۴) خانقاہ عالیہ بریلی شریف سے نبیرۂ اعلیٰحضرت، شہزادۂ حضور مفتیِ اعظم ہند

یعنی حضرت علامہ مولانا ریحان رضا خانصاحب قادری بریلوی علیہ الرحمہ (سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ بریلی شریف) کو بھی حضرت صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمۃ سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ اور وہ اس نسبت پر فخر و مباہات بھی فرماتے۔ چنانچہ آپ کے صاحبزادہ حضرت علامہ توصیف رضا خانصاحب بریلوی تحریر کرتے ہیں۔ میرے والدِ ماجد حضور ریحانِ ملت، نبیرۂ اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ حضور صدر العلماء میرٹھی سے شرف تلمذ پر فخر کرتے تھے الخ (زیر نظر کتاب) اور آپ کے دوسرے شہزادۂ عالی وقار حضرت علامہ سبحان رضا خانصاحب قبلہ قادری رضوی، (موجودہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ رضویہ بریلی شریف) تحریر فرماتے ہیں۔ میرے والدِ ماجد حضور ریحانِ ملت علامہ الحاج الشاہ محمد ریحان رضا خانصاحب علیہ الرحمۃ والرضوان بھی انہیں خوش نصیب تلامذہ میں ہیں جنہوں نے حضور صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمۃ کی درسگاہ میں زانوئے تلمذ طے کیا ہے۔ حضور صدر العلماء میرے والد ماجد سے نبیرۂ اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہونے کے سبب بے انتہا محبت فرماتے تھے بلکہ حق یہ ہے کہ اولادِ اعلیٰحضرت کی محبت کو اعلیٰ حضرت ہی کی محبت سمجھتے تھے۔ میرے والد ماجد بھی حضور صدر العلماء سے بے پناہ محبت اور حد درجہ ادب و احترام فرماتے تھے۔ حضور صدر العلماء کی محبت کا یہ عالم کہ ایک مرتبہ حضور والد ماجد بیمار ہوئے یہاں تک کہ بریلی ڈسٹرکٹ ہسپتال میں داخل ہو گئے۔ حضور صدر العلماء کو جب معلوم ہوا تو میرٹھ سے محض عیادت کے لیے بریلی تشریف لائے اور خانقاہ شریف پر حاضری دے کر سیدھے ہسپتال تشریف لے گئے۔ حضور والد ماجد کی مزاج پرسی کر کے دعائے صحت فرمائی۔ اور بہت دیر ہسپتال میں تشریف فرما رہے۔ اس کے بعد میرٹھ مراجعت فرمائی۔ میرے والد ماجد نے کہا اب انشاء اللہ مرض کافور ہو گیا اور توانائی بھی آجائیگی اس لیے کہ میرے استاذ میرے مربی حضور صدر العلماء نے دعائے صحت فرمادی ہے۔ اور مجھ پر چشم کرم ڈالدی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضور والد ماجد صدر العلماء کے تشریف لانے کے دوسرے دن ہی صبح کو ہسپتال سے گھر آگئے اور بہت جلد نقاہت دور ہو کر توانائی آگئی (زیر نظر کتاب)

حضرت ریحانِ ملت کی ولادت ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ کو بریلی میں ہوئی۔ آپ نے محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ سے بھی ۳ سال تک اکتساب فیض کیا۔ نیز آپ نے بہت سارے دینی و ملی قومی و معاشرتی کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ حق گوئی و بیباکی خاندانی وراثت میں پائی تھی۔ ایوانِ حکومت میں بھی شیر غذر کی طرح حقانیت کی آواز بلند کرتے۔ ہند و پاک کے علاوہ کئی دیگر ممالک میں بھی تبلیغی دور فرمائے۔ حضرت مولانا محمد حنیف صاحب رضوی راجستھانی مقیم حال بولٹن یو۔ کے (U-K) وغیرہ کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق یہاں برطانیہ میں بھی تین یا چار دفعہ تشریف لائے۔ پہلی مرتبہ ۷۳ء میں دوسری مرتبہ ۷۶ء میں اور تیسری مرتبہ ۸۲ء میں۔ مختلف شہروں میں دورے ہوئے۔ خود اس شہر بولٹن میں بھی تشریف لائے۔ اور طہٰ مسجد بولٹن کے عظیم الشان افتتاحی پروگرام میں شرکت فرمائی۔ مسجد نور اسلام جو اس وقت ایک گھر کی شکل میں لنا سٹریٹ بولٹن میں موجود تھی وہاں بھی تشریف لائے۔ اور پھر ۸۲ء میں تیسرا دورہ ہوا تو کئی ایک مقامات پر حضرت شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی مدظلہ العالی

کے ساتھ اکٹھے پروگرام ہوئے۔ اشرفی ورضوی کا یہ خوشنما سنگھم دیکھنے کے لائق ہوتا۔ حضرت شیخ الاسلام کے عالمانہ، فاضلانہ اور محققانہ خطابات کا تو پہلے ہی سے برطانیہ میں شہرہ تھا جو گمراہوں، بدمذہبوں کی بدمذہبیت کو اجاگر کر کے سنیت وحقانیت کی بنیادوں کو پختہ کرتے۔ اب حضرت رحمانی میاں صاحب علیہ الرحمۃ کا خطاب بھی انہیں جڑوں کو مضبوط کرنے کے لیے ہوتا۔ دونوں کے اجتماع نے سنیت کا بول بالا کیا۔ عقائد کو پختگی ملی حضرت ریحانی میاں صاحب نے حضرت صدر العلماء میرٹھی سے اپنے اس رشتہ تلمذی کو آئندہ افراد میں برقرار رکھنے کے لیے اپنے صاحبزادہ مولانا محمد توصیف رضا خاں صاحب نیز اپنے برادر اصغر حضرت مولانا منان رضا خانصاحب کو بھی حضرت کی خدمت میں میرٹھ بھیجا۔ حضرت سبحانی میاں صاحب قبلہ تحریر فرماتے ہیں: جس طرح ایک لائق فرزند اپنے مشفق باپ سے محبت اور انکی خدمت کرتا ہے، بالکل اسی طرح میرے والد ماجد حضور صدر العلماء سے محبت فرماتے اور انکی خدمت کر کے ان کی دعاؤں سے سرفراز ہوتے۔ الخ آپکا وصال ۱۸ رمضان ۱۴۰۵ھ کو ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۵) صاحبزادۂ حضور صدر الشریعہ حضرت علامہ حافظ وقاری محمد رضاء المصطفےٰ صاحب اعظمی قادری

آپ حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ کے تیسرے صاحبزادۂ والاشان ہیں عمر میں محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفےٰ صاحب قبلہ سے بڑے ہیں۔ آپ بھی حضور صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمۃ کے مشہور تلامذہ میں سے ایک ہیں۔ آپ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ کی شفقت وکرم کے سائے تلے جامعہ اشرفیہ میں درس نظامی کی تکمیل کے بعد ۱۹۵۱ء میں مدرسہ عربیہ میرٹھ حضرت صدر العلماء کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تقریباً ۲ سال تک وہاں رہے۔ میرٹھ سے آنے کے بعد سب سے پہلے دار العلوم فضل رحمانیہ ضلع گونڈہ میں تقریباً آٹھ سال تک درس وتدریس میں مشغول رہے اور پھر کراچی پاکستان تشریف لے گئے اور پاکستان کی مشہور جامع ”نیو میمن مسجد“ بولٹن مارکیٹ کراچی میں بحیثیت خطیب مقرر ہوئے۔ تب سے آج تک وہیں تشریف فرما ہیں۔ پاکستان کے مشہور ترین علماء وخطباء اور قراء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ انتہائی خوش الحان قاری ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہترین خطیب بھی ہیں۔ پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی تبلیغی دورے فرمائے۔ یہاں برطانیہ بھی تشریف لائے۔ اور خود راقم السطور سے بیان فرمایا کہ میں تمہارے شہر بولٹن میں بھی آچکا ہوں۔ ان کے ایک صاحبزادہ جناب محترم مصطفےٰ انور اعظمی صاحب کہ جو بریڈ فورڈ (یو۔کے) میں قیام پذیر ہیں انہوں نے بیان فرمایا کہ پانچ، چھ دفعہ تشریف لا چکے ہیں اور ابھی یہ آخری دورہ جولائی ۲۰۰۷ء میں ہوا۔ عمر ماشاء اللہ اسی سال سے متجاوز ہے مگر آواز میں وہ کڑک ہے کہ ہم جیسوں کی آواز ان کے سامنے بالکل مدھم سنائی دے۔ جمعہ کے خطابت وامامت بھی بدستور جاری ہے۔

(۶) قائد اہلسنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی میرٹھی

آپ عظیم مبلغ اسلام، حضرت علامہ شاہ عبد العلیم صدیقی اشرفی میرٹھی (خلیفۂ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی وخلیفہ اعلیٰحضرت اشرفی میاں کچھوچھوی) کے فرزند ارجمند ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۴۴ھ کو سرزمین میرٹھ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم، حفظ قرآن اور ... میرٹھ سے ڈگری ... لینے کے بعد تقریباً ... آٹھ سال ...

آپ نے مدرسہ عربیہ میرٹھ میں حضرت صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمۃ کے زیر سایہ درس نظامیہ کی کتب متداولہ کا درس لیا۔ فراغت پر آپ کے والد گرامی حضرت شاہ عبد العلیم میرٹھی علیہ الرحمۃ نے الگ سے ایک جلسۂ دستار بندی کا بڑا پر وقار اہتمام فرمایا۔ جس میں صدر الافاضل حضور سید شاہ نعیم الدین مرادآبادی حضور مفتی اعظم ہند مفتی محمد مصطفےٰ رضا خان صاحب بریلوی اور آپ کے استاذ گرامی قدر حضرت صدر العلماء میرٹھی جیسی عبقری شخصیات جلوہ گر تھیں۔ آپ قیام پاکستان ہی کے وقت ۱۹۴۸ء میں اپنے والد گرامی کے ساتھ پاکستان تشریف لے گئے اور وہاں کے مشہور شہر کراچی میں اقامت پذیر ہوئے۔ اپنی مختصر سالہ عمر عزیز میں قوم وملت کے لیے بے شمار کارہائے نمایاں انجام دیئے جو آب زر سے لکھنے کے لائق ہیں۔ آپ کو تقریباً ۱۵ زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ جن ممالک میں آپ نے کامیاب ترین تبلیغی دورے فرمائے ان کی تعداد تیس سے بھی متجاوز لگتی ہے۔ جن میں ہالینڈ، فرانس، جرمنی، سوئزرلینڈ، کینیڈا، امریکہ اور مشرقی وجنوبی افریقہ وغیرہ ممالک بھی شامل ہیں۔ برطانیہ تو بار بار تشریف لائے کیونکہ ۱۹۷۳ء میں آپ کو ورلڈ اسلامک مشن یو۔ کے کا صدر منتخب کرلیا گیا تھا۔ آپ نے اس پلیٹ فارم سے بے شمار مراکز اسلام اور مساجد کی بنیاد ڈالی۔ اور عالم اسلام میں عالمی پیمانہ پر منعقد کی جانے والی کانفرنسوں اور جلسوں میں شرکت فرمائی۔ وہ جہاں بھی گئے اپنے بزرگوں کی یادوں کو تازہ کرتے گئے۔ وہ جب تک رہے اہلسنت وجماعت کی آبرو بن کر رہے۔ ان کے کردار کی صداقت اور ان کی حکیمانہ فکر ونظر نے بہت ساری سیاسی، معاشی، معاشرتی، دینی، فلاحی اور اخلاقی منصوبہ بندیوں کی راہیں دکھائیں۔ فقیر راقم السطور کی برطانیہ میں موجودگی کے دوران بھی وہ ایک دفعہ برطانیہ تشریف لائے مگر افسوس کہ میں ان کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا۔ انہیں کی پیش کردہ قرارداد پر قومی اسمبلی اسلامی جمہوریہ پاکستان کے تمام ممبران نے متفقہ طور پر قادیانی کذاب اور اس کے ماننے والوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔

وہ اپنے استاذ گرامی قدر حضرت صدر العلماء میرٹھی کا ذکر جس حسن عقیدت اور جذبۂ محبت سے سرشار ہو کر کیا کرتے تھے وہ اور جگہوں پر بڑا کم دیکھنے اور سننے میں آتا ہے۔ اپنی خصوصی محفلوں میں ان کا ذکر چھیڑ دیا کرتے۔ ان کے انداز درس وتدریس کے واقعات سناتے۔ وہ بتاتے کہ یہ اساتذہ کرام درس وتدریس کو خدا کی عبادت سمجھ کر انجام دیا کرتے۔ اسی لئے گھنٹوں اور منٹوں کی قید سے بے نیاز ہو کر دن کی طرح رات کو بھی بعد تہجد درسگاہ سجا کرتی۔ اس طرح کا تذکرہ فقیر سے کئی پاکستانی علمائے کرام نے کیا۔ بلکہ خود مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزمان خاں صاحب اعظمی مدظلہ العالی نے کئی مرتبہ بیان فرمایا بلکہ اپنے مقالہ میں اسکو تحریر بھی فرمایا جو زیر نظر کتاب میں موجود ہے۔ حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مظہری مجددی علیہ الرحمۃ (کراچی پاکستان) اور ادیب شہیر، عالم جلیل حضرت علامہ محمد منشاء تابش قصوری (لاہور پاکستان) نے حضرت سے اپنے استاذ گرامی قدر کے بارے میں ایک انٹرویو بھی لیا۔ جس میں آپ نے زمانہ تحصیل کے کچھ واقعات کو دہرایا اور ساتھ ہی ساتھ حضرت استاذ کی عظمتوں کا ذکر بھی چھیڑا۔ اس انٹرویو کا تذکرہ حضرت پروفیسر صاحب نے فقیر کے نام اپنے ایک مکتوب میں بھی فرمایا۔ فون پر بھی دہرایا اور پھر آخر میں اپنے مقالہ کے اندر اکی کچھ باتوں کو شامل بھی فرمایا۔ جو زیر نظر کتاب میں موجود ہیں۔ جناب مولانا ملک محمد محبوب الرسول قادری لاہور

پاکستان۔ نیز مولانا سید ریاض علی صاحب کراچی پاکستان وغیرہ حضرات کے پاس اس طرح کی مجلسوں کی کچھ یادداشتیں موجود ہیں۔ مگر افسوس کہ باوجود کوشش کے وہ مجھ تک نہ پہنچ سکیں۔

حضرت شاہ احمد نورانی نے اپنے استاذ گرامی کا ذکر کرتے ہوئے اپنے ایک خطاب میں ارشاد فرمایا تھا" حضرت صدر الشریعہ کے ایک بہت محبوب شاگرد ہیں حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی صاحب۔ جو میرٹھ شہر میں شیخ الحدیث ہیں تھے اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکتیں عطا فرمائے۔ ان سے چھ سات سال تک میں نے پڑھا اور ان کے بھی بے شمار شاگرد ہیں۔ یہ مولانا قاری رضا المصطفیٰ صاحب خطیب نیومیمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی بھی ہمارے استاد بھائی ہیں۔ انہوں نے بھی کئی سال تک مولانا سید غلام جیلانی صاحب سے پڑھا ہے الخ" (خطبات نورانی ص ۳۰۴)

۲۰۰۳ء میں دار العلوم انجمن نعمانیہ لاہور (پاکستان) میں یوم رضا کے موقع پر ایک عظیم الشان جلسہ کا اہتمام کیا گیا۔ جلسہ کی صدارت مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی علیہ الرحمۃ بانی و ناظم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور فرما رہے تھے اور خصوصی خطاب کے لیے ہمارے ممدوح مکرم حضرت شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ کو مدعو کیا گیا تھا۔ علماء وطلباء، عوام وخواص کے اس عظیم الشان اجتماع میں آپ دورانِ خطاب اپنے استاذ گرامی قدر کا ذکر کرتے ہوئے یوں گویا ہوئے

(حضرات کرام!) جب میں مدرسہ اسلامیہ عربیہ میرٹھ سے فارغ ہوا تو میرے استاذ گرامی امام النحو حضرت قبلہ علامہ صدر العلماء مولانا سید غلام جیلانی صاحب میرٹھی علیہ الرحمۃ نے مجھے فتویٰ نویسی پر مقرر فرمایا۔ اس دوران فتاویٰ رضویہ دیکھنے کا موقع ملا۔ فتاویٰ رضویہ کی عبارات کو سمجھنے کے لیے کئی بار استاذ گرامی کی خدمت میں جانا پڑتا ایک دن حضرت امام النحو مجھے فرمانے لگے فتاویٰ رضویہ کو سمجھنے کے لیے تو دوبارہ درسِ نظامی پڑھو الخ (یادوں کے نقوش ص ۲۰۶-۷)

آپ کا وصال ۷۸ سال کی عمر میں اچانک حرکت قلب بند ہونے کے سبب ۱۱ردسمبر ۲۰۰۳ء بروز جمعرات کو سرزمین پاکستان میں ہوا۔ وصال سے لیکر ابھی تک ان کی حیات وخدمات پر تقریباً ایک درجن سے زائد کتب منظر عام پر آچکی ہیں۔ ان کے صاحبزادہ عالی وقار حضرت شاہ انس نورانی صدیقی صورت وسیرت میں ان سے بڑی مشابہت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے والد گرامی کا سچا جانشین بنائے (آمین)۔

(۷) شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ وقاری ابو الفتح نصر اللہ خاں صاحب۔ افغانی (کراچی)

حضرت صدر العلماء میرٹھی کے مشہور تلامذہ میں سے ایک نام حضرت شیخ الحدیث صاحب قبلہ کا بھی آتا ہے۔ آپ کی پیدائش ۱۹۲۹ء میں ہوئی۔ غزنی (افغانستان) کے مضافات میں ایک جگہ ہے "سر روضہ" وہی آپکا آبائی وطن ہے۔ یہ مقام "مقر" نامی جگہ سے تقریباً ایک منزل کی دوری پر ہے اور یہ "مقر" وہی ہے کہ جو حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے آباء واجداد کا وطن رہ چکا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب قبلہ کا افغانستان کے مشہور قبیلہ "خروتی" سے تعلق ہے۔ اگرچہ مادری زبان "پشتو" ہے مگر اردو، فارسی، عربی میں مہارت ہونے کے ساتھ ساتھ انگریزی میں بھی خاصی دسترس بتائی جاتی ہے۔

افغانستان اور غیر منقسم ہندوستان کی مختلف درسگاہوں سے ہوتے ہوئے۔ ہندوستان کے مشہور شہر الہ آباد یوپی میں حضرت شمس العلماء علامہ نظام الدین بلیاوی ثم الہ آبادی کی درسگاہ میں پہنچے اور کامل توجہ کے ساتھ معقولات ومنقولات کی کتب مروجہ کا درس

لیا۔الہ آباد یونیورسٹی سے بھی امتحانات پاس کئے۔حضرت شمس العلماء الہ آبادی ان سے بڑی محبت فرماتے تھے۔ان کے نام اپنے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں۔مرسل کا نام دیکھتے ہی......قد وقامت، رفتار وگفتار، عادات واطوار، لب ولہجہ، انداز بیان اسباق کی گہرائیوں میں غوطہ زنی یہ سب یک لخت مجسمہ بن کر کھڑے ہوگئے۔اور میں یہ محسوس کرنے لگا کہ مولانا نصر اللہ خان سلمہ حسب عادت قدیم میرے روبرو مؤدبانہ دست بستہ کھڑے ہیں۔الخ (مقدمہ عید میلاد النبی ص ۹۶)

مجاہد ملت حضرت علامہ حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ اڑیسوی علیہ الرحمۃ سے بھی جامعہ حبیبیہ الہ آباد میں درس حدیث لیا۔حضرت نے آپ کو مختلف سلاسل کی اجازت سے بھی سرفراز فرمایا۔اور جب حضرت مجاہد ملت حق گوئی وحق بلندی کی خاطر ضلع سلطانپور۔یوپی میں قید وبند کی صعوبت برداشت فرمارہے تھے تو اس عرصہ میں آپ نے اپنی مسند درس حدیث پر انہیں کو بٹھایا۔چنانچہ حضرت کی نیابت میں اچھے خاصے دن صحاح ستہ وغیرہ کا درس دیا حضرت شیخ الحدیث صاحب کے سوانح نگار عالی جناب مولانا محمد احمد رضا خان صاحب افغانی حضرت مجاہد ملت کی ان پر عنایات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔فاستخلفه فی تدریس الاحادیث وتحدیثه واجلسه مکانه علیٰ مسنده فی جامعته" الجامعة الحبیبة" بالہ آباد لما سجنه الهندوس فی سلطان بور فدرّس مکان شیخه "مجاهد الملة" الصحاح والسنن فاجا دواسرّ الخ

اتنا سب کچھ پڑھنے اور پڑھانے کے بعد ان کے دل میں فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت وغیرہ پڑھنے کا شوق موجزن ہوا۔حضرت شمس العلماء الہ آبادی نے اولا اس سلسلہ میں اپنے استاذ گرامی قدر خلیفہ اعلیٰ حضرت، ملک العلماء ظفر الدین صاحب قادری رضوی بہاری علیہ الرحمۃ کو خط لکھا۔کیونکہ حضرت ملک العلماء کا اس وقت ضعیفی کا عالم تھا اسی لئے جواب عطا فرمایا میں جسمانی طور پر کمزور ہوں اس طالب علم کو میں اسوقت نہیں پڑھا سکتا دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اس کے لیے اسباب پیدا فرمائے۔حضرت شیخ الحدیث صاحب خود فرماتے ہیں کہ پھر میں کانپور حضرت مفتی اعظم کانپور مفتی رفاقت حسین صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو انہوں نے ارشاد فرمایا" اسوقت آپ کو (یہ لفظ" آپ کو" یہاں پڑھنے اور پڑھانے والے دونوں کی اہمیت کا پتہ دیتا ہے۔اشرفی)۔فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت پڑھانے والے صرف دو عالم موجود ہیں۔ایک ہیں ہند میں اور وہ ہیں مولانا سید غلام جیلانی صاحب جو میرٹھ میں ہیں۔اور دوسرے مولانا سردار احمد صاحب جو پاکستان میں ہیں الخ (مقدمہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۳۸) اسکے بعد آپ میرٹھ حاضر ہوئے۔وہاں حضرت سے پڑھا بھی اور آپ کے حکم سے پڑھایا بھی! حضرت صدر العلماء میرٹھی نے ان پر کسطرح سے کرم نوازی فرمائی اس کی بقیہ تفصیل کے لئے زیر نظر کتاب میں حضرت شیخ الحدیث صاحب کا مقالہ ملاحظہ فرمائیں۔بعد فراغت تقریباً چالیس سال تک درس وتدریس کا سلسلہ قائم رکھا۔آپ کے سوانح نگار اس حوالہ سے لکھتے ہیں۔فکمل مدة التدریس، والنظم والافتاء والتعلیم، متسلسلا اربعین سنة کاملة رابحة مربحةالخ۔

(Chief Jurist) صدر مفتی بھی رہ چکے ہیں۔ اب جبکہ عمر عزیز کے اسی سال گزار چکے ہیں دولت کدہ (گلشن اقبال، کراچی، پاکستان) ہی میں رہ کر مجلسوں کا انعقاد فرماتے ہیں اور باہر آنا جانا تقریباً بند فرما دیا ہے۔ راقم السطور نے جب بھی فون پر بات کی بڑی شفقت و کرم کا اظہار فرمایا۔ دو ایک مکتوب بھی فقیر کے نام ارسال فرمائے جن میں سے کوئی ایک شاید اس کتاب میں بھی آئے۔ مد اللہ ظلہ العالی

(۸) عالم ہفت زبان، شیخ المعقولات والمنقولات حضرت علامہ مولانا عاشق الرحمٰن صاحب الٰہ آبادی

آپ بھی حضرت صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمۃ کے چیدہ اور مشہور ترین شاگردوں میں سے ایک ہیں سرزمین ہندوستان پر جن درسگاہی علماء کو صرف انگلیوں پر شمار کیا جا سکتا ہے ان میں سے ایک نام آپ کا بھی لیا جاتا ہے۔ اردو، ہندی، فارسی، عربی، انگلش اور سنسکرت سمیت اور بھی کئی زبانوں کے عالم ہیں۔ بلکہ بعض میں تو مہارت نامہ حاصل ہے۔ اردو اور عربی میں درسی وغیر درسی کئی تصنیفات انڈیا میں نظر سے گذریں مگر افسوس کہ یہاں کوئی نہیں کہ جس کی روشنی میں کچھ حالات تحریر کرسکوں۔ آپ زمانہ دراز سے اپنے شیخ کی قائم کردہ درسگاہ مدرسہ حبیبیہ الٰہ آباد یوپی میں صدر المدرسین کے عہدے پر فائز ہیں۔ اب سے تقریباً ۱۲ سال پہلے کی بات ہے کہ فقیر نے اپنے بعض اصدقاء و احباء سے ان کے بے مثال عالمانہ فضل و کمال کے بارے میں سن رکھا تھا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہ وہ اپنے شیخ کے علاوہ اپنے استاذ گرامی قدر کی عظمتوں کے بڑے گرویدہ، ان کی عالمانہ شان و شوکت کے شناور، اور ان کی علمی امانتوں کے سچے امین ہیں۔ فقیر اس وقت دار العلوم جبل پور میں خدمت تدریس پر مامور تھا۔ تعطیلات کلاں کا موقع آیا تو میں آپکی خدمت میں الٰہ آباد بایں غرض حاضر ہوا کہ ان دنوں میں منطق وفلسفہ یا اصول فقہ کی کچھ کتابوں کا درس لے کر اس علم سینہ اور علم سفینہ سے اپنے کو مزید بہرہ ور کر لیا جائے۔ جب وہاں پہنچا تو واقعی جتنا سنا تھا وہاں کے لوگوں نے اس سے زیادہ بتایا۔ جب نشستگاہ میں گیا تو چارپائی پر بیٹھا پایا۔ عاجزانہ بیٹھ کر اپنا مدعا پیش کر دیا۔ دوران گفتگو انہیں کسی طرح یہ پتہ چل گیا کہ اسے بھی حضرت صدر العلماء میرٹھی سے کچھ نسبت حاصل ہے۔ فوراً فرمایا پہلے اوپر آکر چارپائی پر بیٹھو پھر بات ہوگی۔ ایک نادار طالبعلم بھلا اسکی ہمت کرہی کیسے سکتا تھا۔ مگر جب تک اوپر بٹھانہ لیا گفتگو شروع نہ فرمائی میں نے ان سے کچھ پڑھا تو نہیں مگر ان کا یہ انداز کریمانہ ہمیشہ یاد رہے گا۔

راقم السطور انتہائی شکر گزار ہے کہ فقیر کی عرضداشت پر انتہائی قلیل مدت میں بڑا طویل مقالہ اور وہ بھی بڑی اہم شخصی معلومات پر مشتمل برطانیہ کے پتے پر عطا فرمایا جو زیر نظر کتاب میں موجود ہے۔ آپ کتنا کچھ پڑھ کر حضرت کی خدمت میں میرٹھ حاضر ہوئے یہ آپ وہیں ملاحظہ فرمائیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں ”میں استاذ گرامی حضرت شمس العلماء علامہ نظام الدین بلیاوی سے برسوں تک باقاعدہ درس لیتا رہا۔ آپ کبھی کبھی حضور مجاہد ملت اور آپ کے رفقاء درس کا ذکر کرتے تھے ایسے موقع پر آپ یہی فرماتے تھے کہ بڑے مولوی صاحب (حضور مجاہد ملت) کے مسند تدریس کو ترک کرنے کے بعد آپ کے رفقائے درس میں اگر کوئی ایسی ذات ابھی مسند تدریس پر رونق افروز ہے جو متبحر کامل ہو تو وہ صدر صاحب (صدر العلماء میرٹھی) کی ذات گرامی ہے۔ یہ وہ بات ہے جو میرے دل میں ایسی بیٹھی ہوئی تھی کہ پھر بات

حضرت استاذ گرامی شمس العلماء نے حضرت صدر العلماء سے کچھ پڑھے بغیر نہیں فرمائی تھی بلکہ انہوں نے بھی آپ سے درس لیا تھا الخ (زیر نظر کتاب) حضرت سید یزدانی میاں صاحب۔ قبلہ (امریکہ) نے راقم السطور کو بتایا کہ والد گرامی علیہ الرحمۃ کا وصال ہوا اور حضرت علامہ عاشق الرحمٰن صاحب۔ الہ آباد سے میرٹھ پہنچے تو ان پر عجیب حالت طاری ہوگئی تھی یہ حضرت کی درسگاہ کے چکر لگاتے اور روتے ہوئے کہتے جاتے کہ "اب اس درسگاہ کا حق کون ادا کریگا" بہر حال حضرت علامہ صاحب مدظلہ العالی حضرت میرٹھی کے ایک چہیتے شاگرد ہیں اور ان کے خصوصی فیض یافتہ بھی۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو ان کے علمی فیضان سے مالا مال فرمائے۔ امین۔ میرے علم میں آپ اُن قابل ترین دو لوگوں میں سے ایک ہیں کہ جن کو حضرت صدر العلماء میرٹھی نے اپنے دست مبارک سے سند عطا فرمائی۔ ورنہ تو جیسے کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ حضرت صدر العلماء کے یہاں دستار بندی یا تقسیم اسناد کا کوئی اہتمام نہیں کیا جاتا تھا بلکہ اس کے لیے آپ کی تلامذہ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور۔ منظر اسلام بریلی شریف، یا پھر جامعہ نعیمیہ مرادآباد وغیرہا میں چلے آیا کرتے تھے۔ اس امر کا اندازہ آپ مزید اسی کتاب کے کئی مقالات سے لگا سکتے ہیں۔ غالباً اسی لئے آج حضرت صدر العلماء میرٹھی کے خاص الخاص تلامذہ بھی صدر العلماء کی نسبت سے نہیں بلکہ کسی اور کی نسبتوں سے پہچانے جاتے ہیں۔ کیونکہ عموماً جو جہاں سے دستار یا سند پاتا ہے وہیں سے اپنے کو منسوب بھی کرتا ہے۔

(۹) خطیب البراہین حضرت علامہ مفتی، پیر صوفی نظام الدین صاحب قبلہ برکاتی بستوی

آپ بھی حضرت صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان کے مشہور ترین شاگردوں میں سے ایک ہیں فی الحال دار العلوم تنویر الاسلام امر ڈوبھا (بستی) کے صدر المدرسین اور شیخ الحدیث ہیں اور ساتھ ہی ساتھ "جامعہ برکاتیہ" کھر ولی کے بانی ومہتمم اعلیٰ بھی۔ انتہائی پاکباز، طیب النفس علوم شریعت وطریقت کے جامع ہیں۔ درسیات پر مکمل گرفت اور پختہ مہارت کے ساتھ خوبی کی بات یہ ہے کہ انوکھے انداز خطابت کے مالک بھی ہیں۔ آپ کے محقق ومدلل خطابات کی شہرت دور دراز علاقوں تک ہے۔ آپ سے اور آپ کی دینی خدمات سے متعلق کئی کتب منظر عام پر آچکی ہیں۔ مثلاً خطیب البراہین ایک منفرد المثال شخصیت، آئینہ محدث بستوی، خطیب البراہین اپنے خطبات کے آئینہ میں وغیرہ وغیرہ۔

۱۵ جنوری ۱۹۲۸ء آپکی تاریخ پیدائش ہے۔ اس اعتبار سے آج ۲۰۰۹ء تقریباً اکیاسی سال کی عمر میں بھی الحمد للہ خدمت دین متین میں مصروف ہیں۔ ابتدائی تعلیم کے بعد اپنے علاقہ کے مشہور دار العلوم تدریس الاسلام (بسڈیلہ) میں شرح جامی تک کی تعلیم حاصل کی۔ اور پھر میرٹھ کی درسگاہ کی علمی شہرت سنکر وہاں جانے کا شوق پیدا ہوا چنانچہ اسکے بعد ۱۹۴۷ء میں سہ نفر پر مشتمل ایک مختصر مگر قابل ترین قافلہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ میرٹھ میں داخل ہوا جس میں حضرت صوفی صاحب قبلہ بھی موجود تھے۔ بقیہ دو حضرات کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

(۱) حضرت علامہ ومولانا کاظم علی صاحب قبلہ بستوی (شیخ الحدیث تدریس الاسلام بسڈیلہ)

(۲) حضرت علامہ ومولانا سخاوت علی خانصاحب قبلہ بستوی (سابق شیخ الحدیث تنویر الاسلام امرڈوبھا)

حضرت خطیب البراہین اپنی اس حاضری کا تذکرہ اپنے والہانہ انداز میں یوں تحریر فرماتے ہیں "استاذ

نا المکرم، صاحب الفضیلۃ، صدر العلماء، سند العلماء خیر الاذکیاء، امام النحو حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی قدس سرہٗ القوی کی عظیم شخصیت اور ان کی علمی عبقریت، بے مثل فقاہت، ملی شعور، سیاسی بصیرت محتاجِ تعارف نہیں جملہ علوم متداولہ وفنونِ مروجہ پر احتواء آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ آپ کی درس گاہ، تشنگانِ علوم اسلامیہ کے لئے چشمۂ آب حیات تھی۔ آپ جب مسند تدریس پر جلوہ بار ہو کر طالبانِ علوم نبوت کے سامنے اپنی زبانِ گہربار سے تقریر فرماتے تو تشنہ کامانِ علم ہر جام کے بعد سراپا اشتیاق بن جاتے۔ فقیر گدائے نوری (راقم الحروف، محمد نظام الدین) بھی اس دانش گاہِ علم وفن کا شہرہ سنکر اپنے چند مخلص احباب کے ساتھ اس چشمۂ آب حیات، پر اپنی علمی تشنگی بجھانے کی خاطر میرٹھ حاضر ہوا تھا۔ اور آپ کی درسگاہ فیض سے فکر وفن، علم ودانش کا خزانہ لے کر واپس ہوا الخ (زیر نظر کتاب)

(۱۰) خانقاہِ عالیہ جائس شریف سے حضرت پیر طریقت مولانا سید محمد نعیم اشرف اشرفی جیلانی

کو بھی حضرت صدر العلماء میرٹھی سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ حضرت صدر العلماء نے اپنے سلسلۂ تدریس کی ابتداء بصورتِ ملازمت اسی قصبہ جائس ضلع رائے بریلی کی مشہور درسگاہ "تاج المدارس" سے فرمائی آپ یہاں تقریباً ایک سال قیام فرما رہے۔ اسی دوران حضرت سید نعیم اشرف صاحب نے آپ سے علمی استفادہ فرمایا۔ زمانۂ تحصیل اگرچہ آپکا قلیل ہے مگر اسی کو انہوں نے اپنے مقالہ میں بڑی خوبی کے ساتھ یوں بیان فرمایا ہے "اگر چہ جائس میں صدر صاحب کے انتہائی مختصر قیام کے سبب ان کے فیوض وعطا سے کچھ زیادہ اخذ نہیں کر سکا لیکن اس کے باوصف میں آنحضرت کے تلمذ پر فخر محسوس کرتا ہوں...... الخ (زیر نظر کتاب)

اسی رشتۂ تلمذی کو مزید برقرار رکھنے کے لیے آپ نے اپنے نور نظر حضرت علامہ سید محمد کلیم اشرف صاحب قبلہ اشرفی جیلانی کو حضرت کی خدمت میں میرٹھ بھیجا۔ حضرت کلیم میاں صاحب قبلہ کہ جنکی خطابت کی شہرت پاک وہند کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی ہوئی وہ حضرت کے یہاں گھر کے ایک فرد کی طرح رہے۔ اور ان کو اپنے استاذ گرامی قدر سے بڑی عقیدت بھی ہے۔ جسکا تذکرہ وہ بارہا کر چکے ہیں۔ وصولیابی مضامین کے زمانہ میں کیونکہ حضرت ایک حادثہ کے سبب سخت تکلیف میں تھے۔ میں نے عرض تو کیا تھا مگر بوجہ مذکورہ کچھ لکھ نہ سکے بلکہ یہ بھی صحیح ہے کہ کچھ میں زیادہ کہہ بھی نہ سکا۔ البتہ ان کے والد گرامی حضرت سید نعیم اشرف صاحب اپنے استاذ گرامی کے لیے یوں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں "صدر العلماء، بدر الفضلاء، حضرت سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ کی جلالت علمی ایک مسلم امر ہے۔ ان کی فضیلت وعبقریت کا اظہار تو ان کے لقب سے ہی ہوتا ہے جو نہ صرف ان کے مستفیدین بلکہ ہم سبق اور معاصر علماء کے بھی زبان زد تھا۔ معاصرین اور متاخرین میں انہیں جس درجہ احترام ووقار حاصل تھا اسکی مثال شان کے عصر میں ملتی ہے اور نہ بعد میں" (زیر نظر کتاب)

حضرت نعیم اشرف صاحب خانقاہِ جائس کے سجادہ نشین ہیں۔ ابھی باحیات ہیں۔ ان کے صاحبزادگان میں [illegible]

(۱۱) صاحبزادۂ امین شریعت، حضرت علامہ مفتی محمود احمد قادری رفاقتی مظفرپوری

حضرت صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمۃ کے مشہور ترین شاگردوں میں ایک نام حضرت مفتی محمود احمد قادری صاحب کا بھی آتا ہے۔ پوری جماعت تلامذہ میں یہ شرف بڑے مخصوص لوگوں کو ہی حاصل ہو پایا کہ جنکو حضرت اپنے گھر کا بنا ہوا کھانا کھلوایا کرتے۔ خوش نصیبی سے انہیں میں سے ایک حضرت مفتی صاحب بھی ہیں۔ کیونکہ آپ امین شریعت، مفتی اعظم کانپور حضرت علامہ مفتی رفاقت حسین صاحب قبلہ اشرفی قادری کے فرزند ارجمند ہیں اور حضرت امین شریعت، حضرت صدر العلماء میرٹھی کے رفیق خاص، اسی نسبت سے ان کا خاص خیال رکھا جاتا۔ اور ان کو خصوصی شفقتوں سے نوازا جاتا۔ حضرت مفتی صاحب مذکور اپنے استاذ گرامی قدر کی کچھ اسی طرح کی خسروانہ عنایات کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی کتاب "حیات مخدوم الاولیاء" میں "حرفے چند" کے زیر عنوان تحریر کرتے ہیں اور اپنے استاذ گرامی کی بارگاہ میں گلہائے عقیدت یوں پیش کرتے ہیں۔

۱۹۶۳ء میں علامہ اجل، آفتاب ہند، حضرت صدر العلماء والمدرسین مولانا الحاج سید شاہ غلام جیلانی اشرفی محدث میرٹھی، شارح بخاری علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں تحصیل علوم وفنون کے لیے حاضر ہوا...... عظیم البرکۃ، رفیع الدرجۃ سیدی الاستاذ، صدر العلماء، سلطان المحققین، قدس سرہٗ، راقم الحروف کے سیدی الوالد قدس سرہٗ کے رفیق درس، برادر طریقت اور نہایت درجہ مخلص دوست تھے۔ اور دونوں ایک دوسرے کے حد درجہ مداح ومعترف بھی۔ اس تعلق سے بھی حضرت صدر العلماء کی خاص الخاص عنایت شامل تھی۔ جس قدر پڑھنے میں متوجہ تھا، خدمت گزاری میں بھی اسی حد تک تھا بلکہ زیادہ تھا۔ راقم الحروف کے دور میں حضرت سیدی الاستاذ الکریم صدر العلماء، سلطان المحققین قدس سرہٗ کی زبان مبارک پر جس قدر راقم الحروف کا نام آتا تھا اس میں کسی دوسرے کا حصہ نہ تھا۔ الخ اور مذکورہ کتاب کے ص ۲۲۵ پر تحریر کرتے ہیں۔

"آفتاب ہند، حضرت صدر العلماء مولانا سید غلام جیلانی محدث میرٹھی" محی الاسلام، خاندانی علم وفضل، شرافت وکرامت، ذاتی فضائل وکمالات میں یکتا، علم وعمل اور فقر و درویشی کے جامع، حضور پرنور مخدوم الاولیاء محبوب ربانی قدس سرہٗ کے والہ وشیدا، مرید وخلیفہ، صاحب خدمت، اولیائے کرام کی جماعت میں شامل الخ۔

فقیر راقم السطور (ایوب اشرفی) کی بار بار کی عرضداشت پر مفتی صاحب نے اپنے استاذ گرامی قدر سے متعلق ایک اور مبسوط مقالہ جو تقریباً چالیس صفحات پر مشتمل تھا لکھا۔ جسکے لیے انہوں نے بتایا کہ بڑی اہم معلومات کا حامل ہے۔ اور یہ بھی بتایا کہ میں نے اسے تمہارے سنبھل والے پتہ پر ارسال کر دیا ہے۔ مگر افسوس کہ مجھے آج تک نہ مل سکا جسکا قلق ہے اور آئندہ رہیگا۔

حضرت مفتی صاحب کئی اہم کتابوں کے مصنف ہیں۔ پاک و ہند میں دور قریب کے علماء ومشائخ کے احوال پر غالباً پہلی کتاب لکھنے کا بھی شرف آپ ہی کو حاصل ہے۔ جسکے لئے حضرت علامہ مفتی عبدالمبین نعمانی صاحب قبلہ نے یوں تحریر فرمایا "ماضی قریب میں مولانا محمد محمود صاحب قادری مظفرپوری، شہزادۂ امین شریعت حضرت علامہ شاہ رفاقت

حسین صاحب مفتی اعظم کانپور علیہ الرحمۃ والرضوان نے ''تذکرۂ علمائے اہلسنت'' لکھ کر تذکرہ نویسی کی عصر حاضر میں داغ بیل ڈالی، جو بلاشبہ قابل تحسین کوشش ہے۔ (تذکرۂ علمائے بستی کلمۃ الجمع) جبکہ دوسری طرف اسی مذکورہ کتاب پر اپنی جماعت اہلسنت کے ایک مشہور و معروف فاضل صاحب قلم نے ماہنامہ جام نور دہلی میں بھرپور تنقید فرمائی ہے۔ میں یہ تو نہیں کہتا کہ وہ کتاب ہر طرح کی تنقید سے ماوراء ہے مگر اتنا ضرور کہونگا کہ جس ماحول میں اور جس پس منظر میں ان تنقیدات کو پیش کیا گیا ہے ایسی صورت حال میں ہر تنقید نگار کی تنقید کا وزن خود بخود کم ہو جاتا ہے۔ ویسے بھی صاحب تنقید حضرت نے جن بعض کتب کی لکھ کر تعریف فرمائی ہے ان پر بھی دوسرے اور تنقیدی مزاج رکھنے والے نے بھرپور تنقید فرمائی ہے۔

پسند اپنی اپنی مقام اپنا اپنا
کیے جاؤ میخوارو کام اپنا اپنا
ع جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

(انی رأیت احد عشر کوکبا)

یہ کل گیارہ مشاہیر تلامذہ کا مختصر تذکرہ ہوا تاہم آپ کے دیگر متعدد تلامذہ کا مختصر ذکر یا فقط اسماء مندرجہ ذیل سطور میں ملاحظہ فرمائیں:

بقیہ تلامذہ

حضور صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمۃ الرضوان کے تلامذہ بے شمار ہیں۔ جن سب کا استقصاء میرے لئے ممکن نہیں تو مشکل ترین ضرور ہے۔ بالخصوص یہاں بیٹھ کر ان سب کا علم حاصل کرنا میرے لئے اور بھی زیادہ مشکل مسئلہ ہے۔ چنانچہ جہاں تک مجھے علم حاصل ہوسکا ان سب کو تحریر کردیا باقی کے لئے معذرت

(۱۲) فاضل معقولات ومنقولات حضرت علامہ ومولنا سید احمد جائسی صاحب علیہ الرحمۃ (حضرت کے قابل ترین اور لائق فخر تلامذہ میں سے تھے۔ مشیت الٰہی کہ فراغت کے چند ماہ بعد ہی جائس میں انتقال ہوگیا)

(۱۳) خطیب مشرق حضرت علامہ ومولنا مشتاق احمد نظامی صاحب الہ آبادی علیہ الرحمۃ (آپ نے بالواسطہ اور بلاواسطہ دونوں طرح حضرت صدر العلماء سے فیض حاصل کیا) مزید زیر نظر کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۴) حضرت علامہ ومولنا قاری محمد یعقوب صاحب علیہ الرحمۃ۔ حضرت صدر العلماء کے وصال کے بعد آپ ہی کو اسلامیہ کا صدر المدرسین منتخب کیا گیا۔ آپ کے صاحبزادہ محب گرامی وقدر احباب مولنا محمد شمس صاحب قادری ہر سال عرس صدر العلماء میرٹھی کے موقع پر دامے، درمے قدمے سخنے ہر طرح کا ماشاء اللہ تعالیٰ پیش فرماتے ہیں۔

(۱۵) رئیس العلماء حضرت علامہ ومولانا شاہ محمد طیب خانصاحب علیہ الرحمۃ (شیخ الحدیث دار العلوم منظر حق، ٹانڈہ۔ فیض آباد یو۔پی)

(۱۶) حضرت علامہ ومولانا حافظ وقاری محمد حسن صاحب اشرفی سنبھلی کانپوری علیہ الرحمۃ (آپ حضور صدر العلماء میرٹھی کے برادر نسبتی بھی ہیں۔ اور شاگرد بھی، بڑے خوش الحان اور خطابت میں بڑی مقبولیت وشہرت کے حامل تھے۔ دیکھنے بھالنے میں بڑے وجیہ وشکیل تھے اور خوش پوشاک بھی۔

(۱۷) خطیب الخطباء حضرت علامہ مولانا حافظ وقاری احمد حسن صاحب اشرفی سنبھلی علیہ الرحمۃ آپ مذکورہ بالا قاری محمد حسن صاحب کے حقیقی بھائی اور ہندوستان کے مشہور خطباء میں سے ایک خطیب تھے۔ کئی تصانیف بھی یادگار ہیں۔ جن میں تفسیر حسنی ۳ پاروں پر مشتمل جو خاصی ضخیم ہے۔ بڑی عمدہ آواز اور شخصیت کے مالک تھے۔

(۱۸) خطیب الہند حضرت مولانا قاری محمد حبیب اشرف صاحب اشرفی سنبھلی علیہ الرحمۃ (مہتمم مدرسہ حامد یہ اشرفیہ سنبھل) آپ بھی اپنے مذکورہ بالا دونوں بھائیوں کی طرح مشہور ومعروف خطیب تھے۔ ظاہری عمدہ شکل وصورت اور اچھی قد وقامت والے تھے۔

(۱۹) حضرت علامہ ومولانا جلال الدین صاحب بھیکی پوری (ہم سبق علامہ سعید احمد جائسی)

(۲۰) حضرت علامہ ومولانا حافظ وقاری سید شاہ محمد یزدانی میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی (بانی ومہتمم جامعہ قادریہ جیلانی عربک کالج سنبھل، مقیم حال امریکہ پہلے ذکر ہو چکا)

(۲۱) حضرت علامہ ومولانا صوفی نذیر احمد صاحب نیازی علیہ الرحمۃ (صدر المدرسین دار العلوم شاہ عالم۔ احمد آباد۔ گجرات)

(۲۲) حضرت علامہ ومولانا پیر سید شاہ محمد اکبر میاں صاحب علیہ الرحمۃ چشتی کچھوچھوی سجادہ نشین آستانہ عالیہ چشتیہ کچھوچھہ شریف (مختصر ذکر پہلے آچکا)

(۲۳) حضرت علامہ ومولانا قاری محمد یحییٰ صاحب علیہ الرحمۃ ناظم اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور۔ یو پی

(۲۴) فاضل منقولات حضرت علامہ ومولانا شاہ محمد نعیم اللہ خاں صاحب مدظلہ العالی صدر المدرسین، منظر اسلام۔ بریلی شریف

(۲۵) حضرت علامہ ومولانا مفتی قاضی عبد الرحیم صاحب بستوی مفتی دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف

(۲۶) حضرت علامہ ومولانا سید شاہ محمد اصغر میاں صاحب علیہ الرحمۃ چشتی کچھوچھوی

(۲۷) استاذ العلماء حضرت علامہ ومولانا رحمت اللہ صاحب بلرامپوری مدظلہ العالی صدر المدرسین حضرت صدر العلماء میرٹھی کے بڑے خاص

اور اقرب تلامذہ میں سے ان کا شمار ہوتا ہے۔

(۲۸) خطیب شہیر حضرت علامہ ومولانا سید شاہ محمد کلیم اشرف صاحب اشرفی جائسی مدظلہ العالی (ولی عہد آستانہ عالیہ اشرفیہ جائس شریف یو۔ پی)

(۲۹) حضرت علامہ ومولانا کاظم علی صاحب قبلہ بستوی (شیخ الحدیث دار العلوم تدریس الاسلام لمحدیلہ۔

یو۔پی)

(۳۰) حضرت علامہ ومولانا سخاوت علی خاں صاحب قبلہ بستوی (سابق شیخ الحدیث تنویر الاسلام۔امر ڈوبھا۔

یو۔پی)

(۳۱) حضرت علامہ ومولانا محمد حسین صاحب مدرس دار العلوم غریب نواز الہ آباد۔یو۔پی

(۳۲) حضرت مولانا پیر سید شاہ شاہد حسین صاحب زیدی خیر آبادی ومارہروی

(۳۳) حضرت علامہ ومولانا مفتی محمد فاروق صاحب مفتی منظر اسلام۔بریلی شریف

(۳۴) حضرت علامہ ومولانا محمد وارث جمال صاحب قادری صدر آل انڈیا سیرت کمیٹی بمبئی۔

(۳۵) حضرت ومولانا حافظ وقاری سید محمد ربانی میاں صاحب علیہ الرحمۃ راجشاہی سنبھلی (ذکر آچکا)

(۳۶) حضرت علامہ مولانا قاری سید محمد نورانی میاں صاحب نوری اشرفی سنبھلی (ذکر آچکا)

(۳۷) حضرت علامہ ومولانا محمد رئیس کوثر صاحب مدرس مدرسہ فاروقیہ بنارس یو۔پی

(۳۸) حضرت علامہ ومولانا عبد الرحمٰن صاحب اشرفی (بہار)

(۳۹) حضرت علامہ ومولانا عبد المعیز صاحب اشرفی (بہار)

(۴۰) حضرت علامہ ومولانا حافظ غیاث الدین صاحب اشرفی مرادآبادی

(۴۱) حضرت علامہ ومولانا امداد علی صاحب اڑیسوی

(۴۲) حضرت علامہ ومولانا فرہاد عالم صاحب

(۴۳) حضرت علامہ ومولانا صوفی معیر الدین صاحب

(۴۴) حضرت علامہ ومولانا ارشاد حسین صاحب بھاگلپوری

(۴۵) حضرت علامہ ومولانا محمد عبید اللہ صاحب رحمانی صدر المدرسین مدرسہ اسلامیہ عربیہ میرٹھ

(۴۶) حضرت علامہ ومولانا محمد صفدر علی صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ عربیہ میرٹھ

(۴۷) حضرت علامہ ومولانا محمد عباس صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ عربیہ میرٹھ

(۴۸) حضرت علامہ ومولانا محمد قمر صاحب

(۴۹) حضرت علامہ ومولانا سید محمد انور صاحب چشتی کچھوچھوی جانشین حضرت سید اکبر میاں صاحب کچھوچھوی)

(۵۰) حضرت علامہ ومولانا سید محمد اطہر صاحب چشتی کچھوچھوی

(۵۱) حضرت علامہ ومولانا محمد محسن صاحب بھاگلپوری مقیم حال دبئی

(۵۲) حضرت علامہ ومولانا محمد زبیر عالم صاحب

(۵۳) حضرت علامہ ومولانا محمد شریف صاحب مرادآبادی

(۵۴) حضرت علامہ ومولانا نیاز احمد صاحب ٹلرامپوری

(۵۵) حضرت علامہ ومولانا غلام مرتضی صاحب دہرادون

(۵۶) حضرت علامہ ومولانا جمال رافع صاحب بھاگلپوری

(۵۷) حضرت علامہ ومولانا محمد عثمان صاحب بھاگلپوری

(۵۸) حضرت علامہ ومولانا عبد القیوم صاحب بھاگلپوری

(۵۹) حضرت علامہ ومولانا صفدر علی صاحب مرادآبادی

(۶۰) حضرت علامہ ومولانا محمد مظہر صاحب مظفر پوری

(۶۱) حضرت علامہ سید حسن مجتبی صاحب انڈین ائرلائن بمبئی

(۶۲) حضرت علامہ ومولانا خورشید عالم صاحب بھاگلپوری

(۶۳) حضرت علامہ ومولانا وکیل احمد صاحب بہرائچی

(۶۴) حضرت علامہ ومولانا فتح محمد صاحب

(۶۵) حضرت مولانا جان محمد صاحب

(۶۶) حضرت مولانا محمد اشرف صاحب بھاگلپوری

(۶۷) حضرت مولانا محمد عالمگیر صاحب بمبئی

(۶۸) حضرت مولانا عبد الوکیل صاحب

(۶۹) حضرت مولانا ریاض الدین میرٹھی صاحب

(۷۰) حضرت مولانا بشیر الدین پورنوی صاحب

(۷۱) حضرت مولانا محمد اصغر صاحب بھاگلپوری

(۷۲) حضرت مولانا عبد القیوم بریلوی صاحب

(۷۳) حضرت مولانا ذی شان بریلوی صاحب وغیرہم

مدرسہ اسلامیہ عربیہ میرٹھ اور خان بہادر حضرت بھیا بشیر الدین چشتی میرٹھی

"میرٹھ" ہندوستان کا ایک بہت مشہور اور قدیمی شہر ہے اتنا تو علم ہمیں بھی تھا مگر اسکی تعجب خیز قدامت کا پتہ ہمیں جناب نور احمد میرٹھی (کراچی، پاکستان) کی بعض کتب سے ہوا۔ کہ موصوف نے اسکے صرف تین ہزار سال ہی نہیں بلکہ پانچ ہزار سال تک کے تاریخی پہلوؤں کو کھوج نکالا ہے۔[1]

(۱) اس کی تفصیل نور احمد میرٹھی صاحب کی مرتبہ کتب تذکرہ شعرائے میرٹھ، وغیرہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔ موصوف نے "بہر زماں بہر زباں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (غیر مسلم شعراء کی نعتیہ شاعری) ہزار صفحات پر ترتیب دیکر بھی ایک منفرد المثال کام سرانجام دیا ہے۔

جناب کی یہ تلاش وجستجو، کدوکاوش تاریخی حوالہ سے (نہ کہ مذہبی اعتبار سے) بلاشک ایک انفرادی حیثیت کی حامل ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ میرٹھ کا پرانا نام "میراشٹر" تھا جو مدّاول ایام سے میرٹھ کہا جانے لگا۔ نیز اسکا ایک دوسرا نام "عشق آباد" بھی بتایا جاتا ہے۔ اسی شہر میں ٹیلہ پر ایک آباد علاقہ ہے جسکو بلاشک میرٹھ کا قلب کہا جاسکتا ہے اسی کا نام "محلّہ اندر کوٹ" ہے۔ اسی محلّہ میں مین روڈ سے صرف چند قدم کے فاصلہ پر ایک نوابی، پرانے فن تعمیر کا عمدہ نمونہ "مدرسہ اسلامیہ عربیہ" ہے۔ جس میں بڑے بڑے مشاہیر زمانہ پڑھ بھی چکے ہیں اور پڑھا بھی چکے ہیں۔ اسی مدرسہ میں حضرت صدر العلماء میرٹھی نے تقریباً ۴۳ سال تک علوم دینیہ کی خدمت فرمائی۔ اس مدرسہ کی بنیاد حضرت شیخ بہادر بھیا بشیر الدین صاحب چشتی میرٹھی کے والد گرامی حضرت شیخ نواب بہادر بھیا حافظ عبد الکریم صاحب (رئیس اعظم لال کرتی میرٹھ) نے ۱۸۸۰ء میں ڈالی۔ حافظ صاحب موصوف نے اپنے دوصاحبزادگان خان بہادر بھیا بشیر الدین صاحب اور خان بہادر بھیا وحید الدین صاحب کی دینی تعلیم وتربیت کے لیے اعلم العلماء، شیخ العرفاء حضرت علامہ عبد السمیع بیدل سہارنپوری علیہ الرحمۃ (مصنف انوار ساطعہ وحمد باری وغیرہ) کو اپنے یہاں رکھا۔ حضرت نے انہیں دونوں صاحبزادگان کو پڑھنے کے لیے "حمد باری" کو تصنیف فرمایا۔ جو ہمارے زمانہ تعلیم تک ہندوستان میں مدارس اسلامیہ کے اندر داخل درس تھی مگر اب تبدیلی زمانہ نے جب سے زبان فارسی کو غیر ضروری قرار دیا ہے تو اسکی ضرورت خود بخود ختم ہوگئی۔

حافظ عبد الکریم صاحب کا یہ خاندان اپنے مورث اعلیٰ سے لیکر بھیا بشیر الدین تک میرٹھ کا فخر رہا ہے۔ اس خاندان کے اکثر حضرات انتہائی متقی پرہیزگار، اور قوم وملت کے بے مثال خیر خواہ رہے ہیں۔ بزرگوں اور بزرگوں کے آستانوں کے بڑے عقیدت مند اور معمولات اہل سنت وجماعت پر پختہ کار بند رہنا انکا خصوصی نشان اور طریقت وشریعت کی راہوں پر گامزن رہنا انکا شیوہ زندگی رہا ہے۔ اس وقت اس خاندان کے موجودہ افراد کے حالات کیا ہیں مجھے نہیں معلوم اللہ تعالیٰ انکو بھی اپنے آباؤاجداد کے طریقے پر رکھے،

مگر میں نے جہاں تک پڑھا ہے اس خاندان کے دینی وفلاحی کارناموں کا شہرہ دور دور تک رہا ہے۔

اسی خاندان کے مورث اعلیٰ جناب شیخ الٰہی بخش نے ۱۸۵۷ء کے غدر میں شاہی جامع مسجد دہلی کو انگریزوں کے ہاتھوں سے ایک لاکھ یا کئی لاکھ روپے دیکر مسلمانوں کے لیے آزاد کرایا۔

سلسلۂ عالیہ شطاریہ کے مشہور ومعروف بزرگ حضرت شاہ پیر میرٹھی علیہ الرحمۃ اس خاندان بھیاجی کے بزرگ کہے جاتے تھے۔ اور پورا خاندان ان کے روبرو بڑی عقیدت ومحبت سے پیش آتا مدرسہ اسلامیہ عربیہ کے بانی حضرت شیخ حافظ عبد الکریم صاحب، سلسلۂ چشتیہ کے ایک مشہور بزرگ، وحید عصر، تاج العلماء حضرت علامہ شاہ نیاز احمد صاحب بریلوی علیہ الرحمۃ کے شاگرد ورشید تھے۔ حضرت تاج العلماء بریلوی جس زمانہ میں قدوۃ الواصلین حضرت شاہ فخر الدین چشتی دہلوی (پیر ومرشد بہادر شاہ ظفر بادشاہ ہند) کے قائم کردہ مدرسہ میں دہلی کے اندر پڑھایا کرتے تھے تو حافظ عبد الکریم صاحب روزانہ اپنے رئیسانہ انداز میں میرٹھ سے دہلی آپ سے پڑھنے کے لیے جایا کرتے۔ راستہ میں تین

مقامات پر گھوڑے تبدیل کئے جاتے۔ دیکھنے کو اپنے زمانہ کے رئیس اعظم تھے مگر اس ظاہری شان وشوکت اور مال و دولت کے باوجود دل معرفت الٰہی سے معمور تھا۔ عابد شب زندہ دار تھے۔ آپ کے رفاہی وفلاحی کارناموں کے پیش نظر "ملکہ وکٹوریہ" نے آپ کو اپنا بھائی بنایا تھا اسی وجہ سے یہ خاندان "بھیاجی" کے نام سے مشہور ہوا۔ آپ کے صاحبزادہ حضرت شیخ بھیا بشیر الدین چشتی علیہ الرحمہ حضرت عارف واصل شیخ کامل حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی علیہ الرحمۃ کے مرید تھے۔ آپکی عظمت ومرتبہ کا اندازہ حضرت صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمۃ کے مندرجہ ذیل الفاظ سے لگایا جاسکتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں!"مدرسہ ھذا کے مہتمم سابق ہمارے محترم ومعظم (چھوٹی سرکار) الحاج بھیا شیخ بشیر الدین صاحب چشتی قدس سرہٗ خاندانِ لالکورتی میرٹھ میں ایک عجیب بزرگ گزرے ہیں۔ جن کی نظیر ابتک ان آنکھوں نے نہیں دیکھی۔ مشائخ نے فرمایا (کل ولی علیٰ قدم نبی) کہ ہر ولی کو کسی نہ کسی نبی کا حال ومشرب عطا ہوتا ہے۔ چنانچہ مرتبۂ ولایت عیسوی پر فائز ہونیوالے تارک الدنیا ہوتے ہیں۔ اور مرتبۂ ولایت ابراہیمی پر فائز ہونے والے صاحب جمال، اور مرتبۂ ولایت موسوی پانیوالے صاحب جلالت اور مرتبۂ ولایت سلیمانی پانیوالے مالک ریاست وعلیٰ ھذا القیاس اور جنکو مرتبہ ولایت محمدی عطا ہوتا ہے وہ تمام احوال کے جامع ہوتے ہیں۔ اسی واسطے حضور غوث اعظم سیدنا الشیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ النورانی نے اپنے قصیدۂ غوثیہ میں ارشاد فرمایا ہے

وَكُلُّ وَلِيٍّ لَهُ قَدَمٌ وَإِنِّي
عَلَى قَدَمِ النَّبِي بَدْرِ الْكَمَالِ

ترجمہ: ہر ولی را قدم داد ندما، برقدم مہائے نبی بدر العلیٰ۔ مولیٰ تعالیٰ نے چھوٹی سرکار قدس سرہٗ کو دنیوی ریاست کے ساتھ ساتھ درویشی بھی عطا فرمائی تھی جن کا اجتماع بہت ہی نادر الوقوع ہے۔ بایں معنی آپ مرتبہ ولایت سلیمانی پر فائز تھے الخ (بشیر القاری ص۵) پھر فرماتے ہیں چونکہ شرح مذکور (بشیر القاری) کے لیے آپ نے ایمائے لطیف فرمایا تھا۔ نظر برآں حصولِ برکت کی خاطر نام مبارک کے پہلے جزء کو لیتے ہوئے اس شرح کو (بشیر القاری بشرح صحیح بخاری) کیساتھ موسوم کرتا ہوں الخ (ایضاً ص۶) حضرت نے اس کے علاوہ اپنی اور بھی کئی تصنیفات کو اسی طور پر موسوم کیا ہے مثلاً البشیر شرح نحو میر وغیرہ۔

حضرت بھیا بشیر الدین نے بے شمار اداروں کا تعاون فرمایا۔ آپ کو علماء ومشائخ، خانقاہوں اور آستانوں سے خاص قلبی لگاؤ تھا۔ آستانوں کے مصارف کے لیے زمینیں خرید کر وقف کر دیا کرتے۔ شعر وشاعری میں بھی آپکا اپنا ایک مقام تھا۔ فن شاعری کو اپنے استاذ مکرم حضرت علامہ عبد السمیع بیدل سہارنپوری سے سیکھا۔ "تسخیر" اپنا تخلص فرماتے۔ تصوف آپکی شاعری کا خاص موضوع تھا۔ جناب پروفیسر ڈاکٹر مغیث الدین صاحب فریدی ان کی شاعری کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ حضرت تسخیر کی شاعری میں ان واردات وکیفیات کا اظہار ہے جو ایک سچے صوفی کے دل پر اس وقت گزرتی ہیں جب وہ ریاضات ومجاہدات کی منزلوں سے گزر رہا ہوتا ہے۔ فکر اور فن کا جیسا امتزاج محسن اور امیر مینائی کے قصیدوں میں ملتا ہے۔ اس کا پرتو حضرت تسخیر کے نعتیہ قصائد میں برابر جھلکتا ہے الخ۔ (تذکرہ شعرائے میرٹھ) آپ

کے فارسی اور اُردو کے بے شمار اشعار میں سے ایک نعت کے صرف تین شعر پیش خدمت ہیں۔

آساقیا! اے گلبدن، نکھرا ہے پھر رنگِ چمن، ہے سیم تن پھر نسترن، پھر گلفشاں ہے ناروَن
ہے نورِ حق پر تو فگن، گرتے ہیں سجدے میں وثن، مستی میں ہیں ہر ماہ وَش من لاغر سیمِ لبین
سینہ ترا عرشِ بریں، عارض ترا مہر مبیں، دیدار روئے نازنیں، اللہ پہ عین الیقیں
زلفِ رساحبل المتیں، مازاغ چشم سرگیں کف ہائے زیبا یاسمین، لب ہائے نازک نسترن
تو کعبۂ دل کا مکیں، تو عرش کا در ثمیں، مہر رسالت کا نگیں، قوسین کا خلوت گزیں
کوچۂ ترا خلد بریں، خادم ترا روح الامیں، نورِ خدا تیری جبیں، شانِ خدا تیری پھبن

(حیات بشیر مولانا سید حبیب الرحمٰن صاحب وتذکرہ شعراء میرٹھ مولفہ نور احمد میرٹھی)

مدرسہ اسلامیہ عربیہ کے بعض اساتذہ

(۱) خیر الاذکیاء حضرت علامہ مولانا غلام یزدانی صاحب اعظمی علیہ الرحمہ

(۲) رئیس الاتقیاء حضرت علامہ مولانا الحاج عبدالمبین صاحب امروہوی

(۳) حضرت علامہ مولانا قاری یعقوب صاحب اشرفی

(۴) حضرت علامہ مولانا عبدالجلیل صاحب

(۵) حضرت علامہ مولانا قاری سید مسعود علی صاحب رام نگری

(۶) حضرت علامہ مولانا محمد عباس صاحب

(۷) حضرت علامہ مولانا مفتی محمد رحمت اللہ صاحب بلرامپوری

تصنیفات

آپکی تصنیفاتِ مشہورہ میں سے ہرایک کے متعلق آپ اسی کتاب میں ایک سے بڑھ کر ایک مضمون پائینگے۔ اس فقیر راقم السطور نے بھی الحمدللہ آپ کی اکثر تصنیفات کو صرف کہیں کہیں سے نہیں بلکہ از اول تا آخر بڑی توجہ سے دیکھا ہے۔ بطور خاص تدریس کے وقت ان کتابوں سے بڑا خاص تعلق رہا۔ ہر کتاب کے کچھ اہم مقامات اور نکات بھی نوٹ کئے ہیں۔ اگر میں اس کو بیان کرنے بیٹھا تو مضمون پھر خواہ مخواہ طول پکڑ جائیگا۔ چنانچہ انتہائی اختصار کے پیش نظر فقیر کتاب کے ضمن میں اپنے فاضل ترین مقالہ نگار حضرات ہی کے صرف دو ایک جملے نقل کرنے پر اکتفاء کریگا۔ سوائے بشیر القاری کے کہ اس کا تذکرہ قدرے طویل ہوگا......

بشیر القاری بشرح صحیح البخاری

اس کتاب کے لیے فقیہ النفس حضرت مفتی شریف الحق صاحب امجدی شارح بخاری علیہ الرحمۃ نے اپنا تاثر یوں پیش فرمایا کہ عربی، فارسی، اردو کسی زبان میں بخاری کی اب تک کوئی شرح اتنی تحقیق اور تفصیل سے نہیں لکھی گئی۔ (نزہۃ القاری)

شیخ القرآن حضرت علامہ عبداللہ خانصاحب عزیزی یوں تحریر کرتے ہیں۔

یہ ایسی علمی شاہکار کتاب ہے کہ متقدمین ومتاخرین میں سے ایسی جامع شرح بخاری کم پائی جاتی ہے۔ (زیرنظر کتاب)

دبئی کے دائرۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ کے دائرۃ الافتاء والبحوث کی قسم البحوث کے باحث اول کے عہدہ پر ملک شام کے ایک محقق فضیلۃ الشیخ ادیب الکدانی الشافعی جو بڑے محدث اور کافی علمی کتابوں کے مصنف ہیں۔ انہوں نے جب بشیر القاری کی عربی مختصر تقریریں اور فیض الباری پر تحقیقی عربی تنقیدات کو بغور ملاحظہ کیا تو کتاب کو چومنے لگے اور اس کتاب کو عربی میں لانے کی خواہش ظاہر کی پھر حساب لگا کر بتایا کہ بڑے سائز کے ۲۲۸ صفحات پر پھیلی ہوئی یہ صرف سات احادیث کی اس شرح کو اگر حضرت مصنف پوری کر دیتے تو تقریباً ساڑھے بارہ سو جلدوں پر مشتمل ہوتی (جو دنیا کی سب سے بڑی شرح بخاری کہلاتی) (زیرنظر کتاب) مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزمان خانصاحب اعظمی تحریر کرتے ہیں۔

بشیر القاری پر کہیں بھی یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی جاسکتی ہے (زیرنظر کتاب)

حضرت مفتی شمشاد عالم صاحب رضوی (بدایوں) لکھتے ہیں۔

یہ تصنیف اس بات کی مستحق ہے کہ اسکے ایک ایک باب پر گفتگو کی جائے اور صفحۂ قرطاس پر اس کے اسرار ورموز منکشف کیے جائیں۔ (زیرنظر کتاب) مجھے خوشی ہے کہ محترم مفتی صاحب نے اپنے مضمون میں اسرار و رموز کو منکشف کر کے دکھایا بھی ہے۔ (جزاہ اللہ)

اس معرکۃ الآراء تصنیف میں ہر حدیث کا بین السطور بامحاورہ اردو ترجمہ بھی کر دیا گیا ہے تاکہ اردو خواں حضرات بھی حدیثوں کے معانی پر واقف ہو سکیں۔ بخاری شریف کا پہلا باب زمانہ قدیم سے معرکۃ الآراء چلا آرہا ہے۔ اسکے ماتحت مذکورہ احادیث کی تطبیق میں متقدمین اور متاخرین علماء کرام نے بڑی کاوشیں فرمائیں ہیں مگر پھر بھی احادیث تختۂ تطبیق رہیں۔ مذکورہ شرح میں احادیث کی نہایت نفیس وجہ تطبیق بیان کی گئی ہے۔ جس کے پیش نظر تمام احادیث ترجمۃ الباب کے ساتھ منطبق ہو جاتی ہیں۔ بخاری شریف کی پہلی حدیث انما الاعمال بالنیات، پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ جو غالباً یکجا طور پر دوسری شروحات میں دستیاب نہ ہو سکے گی۔ شوافع واحناف کے اختلاف کو بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ہر حدیث سے استنباط کردہ مسائل بھی ذکر کر دیئے گئے ہیں۔ صرف ونحو معانی، بیان، بدیع، تصوف، سے حدیث کے ہر ہر پہلو کو واضح کر دیا گیا ہے۔ راویان حدیث کے وہ حالات ذکر کیے گئے ہیں جو موجودہ زمانے میں ناظرین کے اخلاق پر اثر انداز ہو سکیں۔ مقام کی مناسبت سے جابجا بزرگان دین کے عبرت آموز حالات بھی بیان میں آئے ہیں

تا کہ انکو پڑھ کر ایمان تازہ ہو جائے۔ بعض مدعیان علم حدیث اور شرح بخاری کی فحش اغلاط پر کافی روشنی بھی ڈالی گئی ہے تا کہ طالبان حدیث، مصنفین کی مشہور شخصیت سے مرعوب ہو کر گمراہ نہ ہو جائیں مسئلہ بیعت، اور تفاضل انساب، اور احتیاج النظیر نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کر دیئے گئے ہیں۔ احادیث میں واردشدہ الفاظ کے مختلف صلات بھی ذکر کئے گئے ہیں جنکی وجہ سے معانی میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ تا کہ طلباء کی ادبی معلومات میں اضافہ ہو جائے۔ زیر حدیث ہرقل سلیمان علیہ السلام کے دعوت نامے کا تذکرہ کیا گیا ہے جو بنام بلقیس ارسال فرمایا تھا اس کی مبسوط بحث تحریر کی گئی ہے جو دوسری شرح میں دستیاب نہ ہو سکے گی۔ حدیث حرا میں مذکورہ نبوی ارشاد (ما انا بقارئ) کی صحیح تقریر نہایت بسط کے ساتھ مدلل طور پر بیان کی گئی ہے۔ دیباچہ میں امام بخاری کے مفصل حالات مذکور ہیں اس سلسلہ میں ایک جدید انکشاف سامنے آیا وہ یہ کہ امام بخاری علیہ الرحمۃ مسلک احناف کے مطابق تراویح بیس رکعت پڑھا کرتے تھے۔ جو غیر مقلدین کے حق میں سم قاتل ہے...... حدیث خمس پر وارد اشکال کا جو تفصیلی جواب دیا ہے اس حوالہ سے فقیر نے اور بھی شروحات دیکھیں مگر جو تشفی "بشیر القاری" سے ملی کہیں اور نہ مل سکی۔

مرکبات و جمل تو الگ اگر صرف تنہا حروف عاملہ و غیر عاملہ کے بیان ہی پر نظر ڈالیں تو حیران کن بہاریں نظر آئیں۔ کتاب کے ص ۱۳۷ پر قال ابن شہاب واخبرنی کے تحت واؤ عاطفہ کے سینے سے نکلتے ہوئے معارف دیکھیں۔ کہ کسطرح اسکی پوشیدہ قوتوں کو اجاگر کر کے فن حدیث کے ایک عظیم مسئلہ کو ثابت کر دکھایا۔ ص ۱۶۱ پر لفظ من، ص ۱۹۰ پر لفظ ماذا، ص ۲۱۱، ۲۱۲ پر لفظ حتی کہ منفرد بہاریں دیکھیں۔ غرضیکہ اہل فن کو اس کتاب میں بہت مگر مقامات پر تحقیقات و تدقیقات کے ان مشکل ترین صحراؤں میں انکے علاوہ کسی اور کے نشان پا نظر نہیں آئینگے یہ ایک بلند پایہ انفرادیت ہے جو رب تعالیٰ کسی کسی کو عطا فرماتا ہے...... اور یہ خصوصیت ان کی صرف اسی تصنیف کی نہیں بلکہ اور دیگر تصنیفات میں بھی آپ کچھ اسی طرح کا رنگ پائینگے۔

خیال رہے کہ "بشیر القاری" لکھنے کی وجہ حضرت مصنف نے خود اسی کتاب کے ص ۵ پر بیان فرما دی ہے چنانچہ اس کے علاوہ کوئی اور وجہ بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ بعض سوانح نگاروں نے بیان کر دی ہے۔ مذکورہ کتاب ہندوستان میں صرف ایک بار زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔ اور افسوس کہ اسکو بھی ضرور تمندوں تک پہنچانے میں ناکامی رہی۔ اور شاید پاکستان میں بھی صرف ایک ہی دفعہ۔ البتہ اب حضرت علامہ سید محمد یزدانی میاں صاحب قبلہ خلف اکبر حضور صدر العلماء میرٹھی کی کدو کاوش اور محنت شاقہ کے نتیجہ میں انداز جدید پر بہت جلد آپ حضرات منظر عام پر ملاحظہ فرمائینگے نیز فاضل گرامی قدر محترم مولانا محمد ساجد القادری صاحب (برنلے برطانیہ) نے فقیر کو بتایا کہ وہ بھی مذکورہ کتاب کو نئی ترتیب و تخریج اور جدید کمپوزنگ کے ساتھ اپنی زیر نگرانی بہت جلد پاکستان سے شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ کام شروع ہے۔ نیز فقیر راقم السطور کا بھی ارادہ ہے کہ انشاء اللہ اسکی تلخیص کر کے اسکی تعریب کرائی جائیگی اور پھر اسے اہل علم بالخصوص اہل عرب کی خدمات میں پیش کیا جائیگا۔

نوٹ!

بشیر القاری ص ۱۵۷ پر مرقوم ہے کہ یہ خواجہ ابو یزید بطامی قدس سرۃ السامی وہی ہیں جنکا نام طیفور بن عیسیٰ جنکو بھی یاد ہے وہ جنت میں جائیگا (طحطاوی) اس تعلق سے برطانیہ میں جماعت اہلسنت کے ایک محترم مفتی صاحب کو اس حوالہ کے طحطاوی علی مراقی الفلاح میں نہ ملنے پر کچھ تردد تھا۔ فقیر نے خود بھی طحطاوی علی مراقی الفلاح کو از اول تا آخر دیکھا مگر کامیابی نہ ملی بالآخر طحطاوی علی الدر کی جلد اول ص ۴۳ پر مندرجہ بالا حوالہ مل گیا۔

بشیر الناجیہ

جو علم نحو کی مشہور زمانہ کتاب ''کافیہ'' کی لاجواب شرح ہے۔ جہازی سائز کے ۳۶۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ محب گرامی قدر فاضل نبیل محترم مولانا محمد صدر الوریٰ صاحب مصباحی استاذ دار العلوم اشرفیہ مبارکپور نے مذکورہ کتاب پر اپنا جو تاثر پیش کیا ہے۔ میرے خیال سے ان کے طویل مضمون کے چند جملے ہی اس کتاب کی عظمت کو اجاگر کرنے کے لیے کافی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

''بشیر الناجیہ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس شرح میں ان تمام امور کا لحاظ کیا گیا جو ایک جامع شرح کے لیے درکار ہیں...... حضرت میرٹھی نے ''بشیر الناجیہ'' میں جابجا اپنی ذاتی تحقیقات بھی رقم فرمائیں۔ کہیں قول منقح پیش کیا تو کہیں علمائے نحو پر تعقب کیا۔ کہیں مزید ایسے احتمالات بھی ذکر کیے۔ جو عام طور پر کتب متداولہ میں نہیں ملتے۔ انہیں دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وقت کا کوئی اخفش ہے جو اپنی نادر تحقیقات و تدقیقات سے لوگوں کو حیرت و استعجاب میں ڈال رہا ہے۔ پھر آگے لکھتے ہیں۔

حضرت میرٹھی علیہ الرحمۃ نے جابجا اس کا التزام رکھا ہے کہ حسب موقع اضافی فوائد کا بھی ذکر کیا وہ فوائد کیا ہیں؟ کتب مطولات کی بحثوں کا حاصل اور نچوڑ، جو سینکڑوں صفحات کی ورق گردانی کئے ہی حاصل ہو سکتے ہیں۔ یہ کمال ہے صاحب کتاب کا جنہوں نے طویل ابحاث کے دریائے موجزن کو ایک کوزے میں سمٹ کر رکھدیا ہے کہ ہر طالب علم کے لیے اسکی تحصیل آسان ہو گئی (زیر نظر کتاب)

فقیر راقم السطور نے حضرت صدر العلماء کی تصنیفات میں یہ خوبی بھی پائی کہ اگر وہ دوران بیان کسی بزرگ کو کسی دوسرے بزرگ کے سہو یا تسامح کا بیان کرتا ہوا پاتے ہیں حالانکہ حق اُن کو ان دوسرے بزرگ کی جانب نظر آتا ہے تو اس نازک موڑ پر دونوں بزرگوں کی عظمتوں کا خیال رکھتے ہوئے وہ کس حسن و خوبی سے اپنی بات کو پیش کرتے ہیں اسکی صرف ایک مثال اسی کتاب سے ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں۔

بس اب عبارت یوں ہو گئی لا حول موجود ولا قوۃ موجودۃ الا باللہ اس تقدیر پر ترکیب مذکور دو جملے ہوئے۔ فلم یبق مجال من نسب السہو الی العارف الجامی قدس سرۃ السامی لجعلہ خبر الجملۃ الثانیۃ قرینۃ علی حذف خبر الجملۃ الاولی کما وقع ذلک للمولیٰ محمد بن موسیٰ البسنوی قدس سرۃ القوی فی حاشیۃ علی فوائد الضیائیۃ لقصدہ ان العارف الجامی قدس سرۃ السامی جعل [illegible]

بشیر الناجیہ میں آپ نے مرفوعات تک کافیہ کی ترکیب نحوی کو ۲۲ رمضان ۱۳۸۵ھ بروز شنبہ مطابق ۱۵ جنوری ۱۹۶۶ء پرختم فرمایا پھر اس کے بعد منصوبات تک ترکیب نحوی کو ۶ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ بروز جمعرات مطابق ۱۹ مارچ ۱۹۷۵ء کو ختم فرمایا مذکورہ کتاب اگرچہ ہندوستان میں بارہا شائع ہو چکی مگر پھر بھی کمیاب ہے اور جو بھی ہے وہ بھی معیار طباعت سے گری ہوئی۔ اس کتاب کو نئے انداز پر لانے کے لیے حضرت سید محمد یزدانی میاں صاحب نے بڑی محنت فرمائی ہے جسکو عنقریب آپ ملاحظہ فرمائیگے۔ اسی طرح اس کے پاکستان سے بھی متعدد مرتبہ اور متعدد مطابع سے شائع ہونے کا نشان ملتا ہے۔ ایک صاحب نے تو نہ معلوم وہ کون سے کتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں انہوں نے اپنے دنیوی تجارتی نقطہ نظر کے پیش نظر انتہائی کتر و بیونت اور علمی خیانت کر کے خوبصورت ٹائٹل پیج کے ساتھ شائع کیا ہے۔ البشیر الکامل، بشیر الناجیہ دونوں کے دیباچہ کو یہ کہہ کر اڑا دیا ہے کہ سنی دیو بندی اختلافات کو بیان کرنے کے لیے اور بھی بہت سارے میدان ہیں کیا ضرور ہے کہ درسی کتابوں میں بھی برقرار رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔

(۳) البشیر الکامل

جو شرح مأۃ عامل کی معیاری ترکیب نحوی اور اسکی نادر الوقوع شرح کے ساتھ جہازی سائز کے ۲۲۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ حضرت کی یہ تصنیف "بشیر الناجیہ" سے کئی سال پہلے کی ہے۔ اسکی شرح و ترکیب کا اختتام ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ بروز اتوار ہوا۔ جبکہ اسکے دیباچہ کا اختتام ۲۶ ربیع الاول ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۵ اگست ۱۹۶۳ء بتایا گیا ہے۔ مذکورہ کتاب کے تعلق سے زیر نظر کتاب میں یوں تو کئی علمائے کرام نے اپنے اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے۔ مگر خاص اسی کتاب پر جناب محترم مولانا محمد ناظم علی صاحب مصباحی استاذ دار العلوم اشرفیہ مبارکپور کا بڑا مضمون تفصیلی ہے۔ یہ کتاب بھی انشاء المولیٰ القدیر حضرت سید محمد یزدانی میاں صاحب قبلہ کے زیر اہتمام انہی کی انتھک کوششوں کے نتیجہ میں جدید انداز پر بہت جلد منظر عام پر ملاحظہ فرمائیگے۔

(۴) البشیر شرح نحو میر

حضرت کی یہ سب سے آخری تصنیف ہے جو چھوٹی تختی کے ۲۸۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ جسکے لیے کہا گیا ہے کہ حضرت نے اس کتاب میں بنسبت "البشیر الکامل، و بشیر الناجیہ" کے زیادہ کاوش ذہنی صرف فرمائی ہے اور تحقیقات علمیہ سے حقائق کو واضح فرمادیا ہے۔ مذکورہ بالا کتاب سے متعلق بھی زیر نظر کتاب میں کئی ایک حضرات نے اپنے عمدہ تاثرات کا اظہار فرمایا ہے۔ خاص طور سے جناب محترم مولانا محمد نفیس احمد مصباحی صاحب (استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور) نے بڑی تفصیل کے ساتھ اسکی خوبیوں پر روشنی ڈالی ہے۔

(۵) نظام شریعت

حضرت نے اس کتاب میں نماز کے مسائل وفضائل اور اسکی تقریباً سبھی اقسام مثلاً نماز استسقاء، نماز خوف،

نماز جنازہ وغیرہا کا بیان ایک نئے انداز پر فرمایا ہے۔ نیز درمیان بیان واقعات نافعہ، فوائد ونصائح اور دوران مطالعہ ذہن میں پیدا ہونے والے بعض سوالات کے تشفی بخش جوابات بھی ذکر کردیے ہیں کہ جن سے کتاب کی افادیت دوبالا ہوگئی۔ عوام وخواص دونوں سے متعلق ہونے کی بنا پر حضرت کی یہ کتاب دیگر تصنیفات کی بنسبت زیادہ شائع ہوا کرتی ہے۔ ہندوپاک کے مختلف مطابع کے ایڈیشن راقم السطور کی نظر سے گزرے ہیں۔ کتاب کی افادیت کے پیش نظر چند سال قبل راقم السطور نے اپنے مدرسہ الاسلام بولٹن میں جماعتِ اخیرہ کے چند ہونہار طلباء کی توجہ اسکے انگلش ترجمہ کی طرف مبذول کرائی۔ چنانچہ ان لوگوں نے بفضل خدا بڑی محنت وتندہی سے برطانوی لب ولہجہ سے اسکا ترجمہ کیا۔ جو ۳۵۶ صفحات پر مشتمل ISLAMIC LAWS & ETIQUETTES کے نام سے شائع ہوکر انگلش داں حضرات سے خراج تحسین وصول کرچکا ہے..... اور اب مارشیش میں اسی کے زیر نظر کتاب میں کافی حضرات نے اس کتاب کی خوبیوں کو بیان کیا ہے۔ بالخصوص حضرت علامہ ومولانا مفتی عبد المبین نعمانی صاحب (صدر المدرسین دار العلوم چڑیاکوٹ) حضرت علامہ ومولانا مفتی نثار احمد صاحب رضوی (صدر المدرسین وبانی دار العلوم محمدیہ جے پور) محب گرامی قدر جناب محترم مفتی آل مصطفےٰ صاحب مصباحی مفتی دار العلوم امجدیہ گھوسی وغیرہ حضرات کرام نے بہت عمدہ تاثرات پیش فرمائے ہیں۔

(۶) تبصرۂ اعجاز بر تنقید سرفراز

جس میں حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی، حضرت صدر الافاضل سید نعیم الدین مرادآبادی علیہما الرحمۃ والرضوان کے ترجمہ وتفسیر پر مولوی سرفراز خاں صاحب دیوبندی کے اعتراضات کے محققانہ جوابات دیے گئے ہیں۔ راقم السطور نے مذکورہ کتاب کا تھوڑا سا حصہ مع پیش لفظ، زیر نظر کتاب میں شامل کردیا ہے۔

(۷) عظیم النجاح

یہ بروقت اقامت بیٹھے رہنے اور حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے سے متعلق ایک مختصر سا رسالہ ہے۔ جو ہندوستان سے صرف ایک بار شائع ہوا۔ اور اب نایاب ہے۔ جسے ہمارے ایک محترم ومکرم رفیق درس جناب گرامی وقار مولانا محمد عبد السلام صاحب رضوی (مدرس دار العلوم نوریہ بریلی شریف) نے اسی کتاب میں بڑی عمدگی سے نقل کردیا ہے..... نیز استاذ العلماء حضرت علامہ ومولانا مفتی محمد اشرف القادری صاحب قبلہ شیخ الحدیث ومہتمم وبانی جامعہ اشرفیہ (نیک آباد پاکستان) جب غریب خانہ تشریف لائے تو بتایا کہ انہوں نے مذکورہ کتاب کے حوالہ جات کی تخریج کرا کے بڑے خوبصورت انداز میں اپنے ایک مختصر رسالہ کے ساتھ پاکستان سے شائع کیا ہے۔

(۸) عذابِ آسمانی بر فتنۂ قادیانی

مذکورہ کتاب میں قادیانیوں کے عقائد باطلہ کا رد بلیغ کیا گیا ہے۔

(۹) صحیح النظر

چاند پر پہنچنے یا نہ پہنچنے کے بیان پر مشتمل ایک مختصر رسالہ

(۱۰) صحیح المسلک

چاند پر پہنچنے کے دلائل کے جوابات میں یہ بھی ایک مختصر رسالہ ہے

(۱۱) انگریزی ایجنٹ

چند اوراق پر مشتمل ایک بہت ہی مختصر رسالہ ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ اسلام دشمن طاقتیں کس کس طرح سے مسلمانوں کے ایمانوں کو غارت کرنے کے لیے خفیہ سازشیں رچایا کرتی ہیں۔ اور کس طرح سے اپنے ایجنٹوں کو پیدا کرتی ہیں۔

مذکورہ تصنیفات میں سے اول الذکر چار کتابوں میں جہاں کہیں حضرت مصنف مختلف اقوال نقل کر کے ''اقول'' فرماتے ہیں یا کبھی کہیں ''ھذا الجواب مما تفرد بہ بفضل اللہ الصمد لا رایتہ فی کتاب ولا سمعتہ من احد'' کہتے ہوئے نظر آتے ہیں ایسے مقامات بطور خاص قابل مطالعہ ہیں۔

رشحات قلم مکرم جناب سلطان الشعراء حضرت طارق سلطانپوری مدظلہ

قطعۂ تاریخ (سالِ وصال)

پیکرِ اوصاف تھا مجموعۂ افضال تھا
کون سا بخشا نہیں تھا اُس کو قدرت نے کمال
خوبیٔ شہرِ معارف، زینتِ ملکِ علوم
بالیقیں تھا کشورِ تدریس کا حسن و جمال
قائدِ اہلِ نظر، اخیار کی صف کا امام
عظمتِ اسلام کی خاطر تھا اُس کا حال و قال
وہ خدا و مصطفیٰ کے منتخب بندوں میں تھا
اُس کی اب چشمِ زمانہ کم ہی دیکھے گا مثال
اُس کے مرقد کو بنائے خُلد کی کیاری خدا

اُس کی تربت کو کرے پُرنور رب ذوالجلال
میں نے طارقؔ نام ور افراد کے اُستاذ کا
وہ "چراغِ علم و آگاہی" کہا سال وصال
۱۳۹۸ھ

(محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری)

استاذ العلماء والفضلاء

حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی

قرآن مادۂ تاریخ (سالِ وصال)

"وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ"

۱۹۷۸ء

○

"بے بدل، باادب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ" "زیب وفروغ بزمِ حقیقت"
۱۳۹۸ھ ۱۹۷۸ء
"اساسِ احتشامِ علم وفقر" (۱۳۹۸ھ) "چراغِ حشمت طیبہ"
"عزیز ووالا اُستاذِ زمان" (۱۳۹۸ھ) "فیض اربابِ معرفت محمد"
"زیب جہانِ فضیلت" (۱۳۹۸ھ) "بازیب معروف علمی شخصیت"
"زیبا مشعل فیض اولیا" (۱۳۹۸ھ) "فروغِ بابِ محفل ادب وتقویٰ"
"تو ریمن شبستانِ مصطفیٰ" (۱۳۹۸ھ) "محفل فیضانِ قرآن وحدیث"
"فضیلت اولیائے بطحا" (۱۳۹۸ھ) "آسمان حسن ووجاہت وفطانت"

لا کلام تاریخی مادے

۹۸.....۱۳ھ

مولانا محمد انور علی رضوی نانپاروی ایم اے

آہ رحلت عالی مراتب	۱۳۹۸ھ
رحلت مخلص	۱۳۹۸ھ
دامن زینت درسگاہ اہل سنت	۱۳۹۸ھ
محسن تلامذہ، ادیب والا جاہ	۱۳۹۸ھ
محسن اساتذہ، ادیب دانا	۱۳۹۸ھ
عالم دانا، امام النحو شارح کافیہ علیہ الرحمہ	۱۳۹۸ھ
امام النحو، صدر العلماء گلشن دانش،	۱۳۹۸ھ
سید غلام جیلانی ناصح	۱۳۹۸ھ
آہ صاحب بشیر الکامل، نیک اوصاف علیہ الرحمہ	۱۳۹۸ھ
آہ حق بیں، شارح نحو میر علیہ الرحمہ	۱۳۹۸ھ
روشن قیاس نور اللہ مرقدہ	۱۳۹۸ھ
آہ شاگرد دلیل شاہ امجد علی علیہ الرحمہ	۱۳۹۸ھ
آہ مہ مبین، امام النحو سید غلام جیلانی علیہ الرحمۃ	۱۹۷۸ء
آہ جلیس بزم صفا امام النحو، عاشق رضا،	۱۹۷۸ء
مداح ولی، امام النحو ناشر مسلک رضا	۱۹۷۸ء
دریائے محبت زینت درسگاہ اہل سنت	۱۹۷۸ء
آہ فدائے مقتدائے منظر اسلام	۱۹۷۸ء
آہ عالم زماں، محسن تلامذہ علیہ الرحمہ	۱۹۷۸ء
انیس بزم وفا، شارح بخاری علیہ الرحمہ	۱۹۷۸ء
آہ معدن وفا، شارح بخاری علیہ الرحمہ	۱۹۷۸ء
آہ بحر فیض مصنف بشیر الناجیہ	۱۹۷۸ء
آہ زیب چمن، محسن منظر اسلام	۱۹۷۸ء
مصنف البشیر شرح نحو میر نادر زماں	۱۹۷۸ء
عرس سید غلام جیلانی علیہ الرحمہ	۱۹۷۸ء
آہ آگہی مصنف بشیر الناجیہ میرٹھی علیہ الرحمہ	۱۹۷۸ء
آہ محقق محسن اساتذہ علیہ الرحمہ	۱۹۷۸ء

مولانا محمد انور علی رضوی نانپاروی ایم اے، مدرس جامعہ منظر اسلام، بریلی شریف

کتاب ومرتب کتاب

چند قلبی تأثرات

از

صاحبزادہ حضور صدر العلماء میرٹھی حضرت مولانا حافظ وقاری سید محمد عرفانی میاں صاحب اشرفی رضوی راجشاہی

(برطانیہ)

نحمدہ ونصلی ونسلم علی حبیبہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ واھل بیتہ اجمعین

فقیر راقم السطور سید محمد عرفانی ابن حضور صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان عرض کرتا ہے کہ اب سے کچھ عرصہ پہلے محترم المقام حضرت مولانا مفتی محمد ایوب اشرفی مشتی صاحب نے حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ سے متعلق ایک کتاب بنام حضور صدر العلماء محدث میرٹھی حیات وخدمات) اپنے گھر بولٹن یو۔کے میں دکھائی۔دیکھ کر دل کی کلی کلی کھل اٹھی۔جو کام مدتوں سے کسی کے انتظار میں تھا وہ آج محترم موصوف کے ہاتھوں دیکھ کر مسرت کی انتہا نہ رہی۔

فقیر راقم السطور حضور صدر العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے صاحبزادگان میں سب سے چھوٹا ہے۔ جب حضرت کا وصال ہوا تو اس وقت عمر تقریبا ۱۲ ریا ۱۳ ر سال رہی ہوگی۔یہ مانتے ہوئے کہ قوت سماعت کو یک گونہ اولیت حاصل ہے قوت بصارت پر، پھر بھی میرے خیال سے بچپنے کا دیکھا ہوا بمقابلہ سنے ہوئے کے اکثر زیادہ محفوظ ہوتا ہے۔اس لیئے حضرت والد گرامی قدر علیہ الرحمۃ والرضوان کے ساتھ رہکر میں نے جو مناظر دیکھے ان میں کے بہت سارے اگر چہ روز روشن کی طرح بالکل ظاہر وباہر تو نہیں مگر اتنے دھندلے بھی نہیں کہ میں اپنی یادداشت کی روشنی میں ان کو دیکھ بھی نہ سکوں۔ہاں مگر ان کی بیشمار قیمتی باتیں، ان کے سیکڑوں زریں کلمات سوائے چند کے آج ذہن وفکر میں محفوظ نہیں ہیں۔اور اسکو سوائے بچپنے کے بھلا اور کیا نام دیا جاسکتا ہے۔

اور جب شعور وآگہی کی منزل میں قدم رکھا تو کچھ گھر اور خاندان کے افراد سے اور کچھ حضرت کے شاگردوں اور متعلقین واحباب کے توسط سے اور کافی کچھ خود حضرت ہی کی تصانیف کے ذریعہ حالات وواقعات کا علم ہوا۔باوجود اس کے آج جب میں نے اپنے والد گرامی قدر علیہ الرحمۃ والرضوان کے کثیر حالات تحریری شکل میں اور وہ بھی بڑے معتبر ومستند، پختہ، مستند طریقوں سے سجے سجائے اپنی نظروں کے سامنے دیکھے تو دل مسرور

یقیناً مرتب موصوف کو بے شمار مبارکبادیاں دینے لگا۔ میری مسرت کا اندازہ آپ اس طرح بھی لگا سکتے ہیں کہ مجھ جیسا شخص کہ جسکو مضمون وغیرہ لکھنے لکھانے سے شاید زندگی میں کبھی سابقہ نہ پڑا ہو اس کا ہاتھ بھی اس شاہکار کتاب پر مبارکباد دینے کیلئے بے ساختہ چل پڑا۔ لکھتے وقت میرے ذہن میں دو باتیں آئیں۔ ایک تو یہ کہ اس عظیم وضخیم کتاب پر اپنا قلبی تاثر پیش کروں اور دوسری یہ کہ مرتب کتاب کے تعلق سے بھی کچھ معلومات تحریر کروں کہ اس خلا کو پر کرنا بھی میں اپنا حق سمجھتا ہوں۔ چنانچہ انشاء اللہ آئندہ سطور میں دونوں باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے کچھ تحریر کیا جائیگا۔ پہلے مرتب کتاب کے تعلق سے مختصر معلومات کچھ اپنے علم سے اور کچھ کتاب ''علمائے اہل سنت و مشائخ برطانیہ'' جلد دوم نیز کتاب Ulama-e-AhleSunnah&Sufis.in u.k(vol.1) سے پیش کی جاتی ہیں۔

مرتب کتاب

نام: محمد ایوب اشرفی شمسی

والد: جناب الحاج محمد عبدالحفیظ خاں اشرفی

پیدائش:

یو۔پی کے مردم خیز اور انتہائی قدیم ومشہور خطہ یعنی شہر سنبھل کے ایک متوسط الحال گھر میں ہوئی۔ تاریخ پیدائش اگست ۱۹۶۶ء بتائی جاتی ہے۔

بیعت وارادت: شیخ المشائخ، سرکارکلاں، حضرت مولانا پیر سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی علیہ الرحمۃ والرضوان جب سنبھل تشریف لائے تو بچپنے ہی میں موصوف کے والد صاحب نے اپنے ساتھ ساتھ ان کو بھی حضرت کے دامن سے وابستہ کرادیا تھا۔

تعلیم

قرآن کریم کی ابتدائی تعلیم محلہ کی مسجد میں ہوئی۔ اور قریب ہی کے جونیر ہائی سکول میں نویں کلاس تک ہندی وانگلش کی تعلیم حاصل کی۔ اور پھر والد گرامی نے دینی جذبہ کے تحت اسکول سے اٹھا کر شاہی جامع مسجد سنبھل میں ایک صوفی صفت اور پرانے عالم دین استاذ المدرسین حضرت مولانا محمد اختر حسین انچولوی میرٹھی علیہ الرحمۃ کی صحبت میں بٹھادیا۔ یہاں پر ابتدائی فارسی کی اور میزان ومنشعب وغیرہ کی تعلیم حاصل کی اور پھر ہمیشہ کے لئے استاذ الاساتذہ جامع معقول ومنقول حضرت علامہ حافظ وقاری مفتی محمد معین الدین صاحب قبلہ اشرفی شمسی

(شاگرد رشید حضور شمس العلماء علامہ قاضی شمس الدین رضوی جونپوری، مصنف قانون شریعت) کی درسگاہ فیض سے متعلق ہوگئے۔ موجودہ بدلے ہوئے حالات پر تبصرہ کئے بغیر اس حقیقت کو لکھنے میں مجھے کوئی جھجک نہیں کہ اس وقت حضرت مفتی صاحب قبلہ سنبھلی کے درس کا طوطی نہ صرف شہر سنبھل میں بلکہ آس پاس کے علاقوں میں بھی بول رہا تھا۔ میری نظر میں اس وقت وہ اکیلا مرد مجاہد تھا کہ روپے پیسے کے لالچ سے بے نیاز ہو کر فی سبیل اللہ چھ، سات جماعتوں کو بلا ناغہ درس دیا کرتا۔ جن میں نحو میر سے لے کر شرح جامی، ملا حسن، حمیدی، شرح عقائد، قاضی مبارک جیسی کتابوں کے بھی طلبہ تھے۔ کبھی کبھی تو ایک ایک لائن پر ہی گھنٹہ گزر جاتا اور درس پورا نہ ہوتا بلکہ کبھی کبھی تو امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کسی ایک شعر ہی کی عاشقانہ مگر محققانہ تشریح پر آدھا ایک گھنٹہ گذر جاتا۔ اور یہ وصف تقریر وتدریس دونوں میں نمایاں تھا۔ بہر حال عرض یہ کرنا ہے کہ مرتب موصوف نے بھی نحو میر سے لیکر بخاری شریف تک انہی سے تعلیم حاصل کی۔ راقم السطور بھی اس وقت کی اس درسگاہ کے حاضر باشوں میں رہ چکا ہے۔ میں اگر چہ زیادہ دنوں تو وہاں نہ ٹھہر سکا مگر جتنا رہا اس میں جو دیکھا وہ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ کہ مرتب موصوف اپنے ہمدرسوں میں ذہین سمجھے جاتے تھے۔ اور خارج از درس اوقات میں اپنے بعض ساتھیوں کو پڑھایا بھی کرتے تھے۔ اور ہفتہ وار "بزم عربی" کہ جس میں فقط عربی میں گفتگو ہوا کرتی اور تقریریں بھی۔ جو ہر جمعرات کو استاذ گرامی کی موجودگی میں منعقد ہوا کرتی اس کی نظامت کرتے میں نے اکثر انہی کو دیکھا۔ مرتب موصوف اگر چہ دیکھنے میں مجھ سے چھوٹے لگتے ہیں اور اس وقت بھی لگتے تھے مگر شاید وہ ہم عمر یا سال چھ مہینہ بڑے ہی ہوں بایں ہمہ وہ نسبت کا خیال کر کے فقیر کی بڑی عزت وقدر کرتے تھے اور اب بھی کرتے ہیں۔ مگر پھر بھی مجھے اس بات کے اعتراف میں کوئی جھجک نہیں کہ خود مجھ کو بھی اسباق یاد کرنے کی جب ضرورت محسوس ہوتی تو مرتب موصوف ہی کی طرف رجوع کرتا۔ اس لحاظ سے میں ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔

چند سال بعد مرتب موصوف اپنے استاذ گرامی کے ساتھ مع اپنے ہمرائیوں کے ۱۹۸۳ء میں مدھیہ پردیش کی مشہور ومعروف درسگاہ "دار العلوم اہلسنت جبل پور" چلے گئے اور دو سال وہاں تعلیم حاصل کی۔ اور ۵ رمئی ۱۹۸۵ء کو پہلی مرتبہ حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں، غازی ملت حضرت سید محمد ہاشمی میاں، صوفی ملت حضرت سید تنویر میاں وغیرہ کے ہاتھوں سے سند فراغت سے نوازا گیا اور دستار بندی کی گئی۔ سنبھل واپس آ کر تقریباً چار سال تک حضرت مفتی صاحب قبلہ سنبھلی کے اپنے خانقاہی مدرسے "مدرسہ اشرفیہ شمس العلوم" میں فاضل درسیات میں حصہ لیا اور ساتھ ہی ساتھ مشق افتاء بھی ہوتی رہی۔ کبھی کبھی استاذ گرامی کوئی سوال لکھوا کر اسکے جواب کا حکم دیتے اور پھر صحیح وغلط کی نشاندہی فرماتے۔ بہر حال چار سال کے بعد اس تعلیم کی تکمیل پر ۱۹۹۰ء میں سرزمین سنبھل پر دوسری مرتبہ دستار بندی کا روح پرور نظارہ لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ہزاروں کا مجمع تھا

اور خانوادۂ اشرفیہ کے مذکورہ بالا حضرات کرام اسٹیج پر جلوہ گر تھے۔ نیز گرد و نواح کے بہت سارے علمائے کرام بھی تشریف فرما تھے۔ ایسے پر وقار تاریخی مجمع میں مرتب موصوف نے اپنے استاذ گرامی قدر کی اجازت سے اور جناب شاعر اسلام مولانا خلیل اطہر اشرفی رامپوری کے اعلان پر ایک خاص لب و لہجے کے ساتھ بہترین عربی میں تقریباً آدھا گھنٹہ تقریر کی۔ اسٹیج سے تحسین و آفریں کی صدائیں بلند ہوئیں۔ حضور شیخ الاسلام نے دعاؤں سے نوازا۔ استاذ گرامی کا دل خوش ہوا اور کیوں نہ ہوتا کہ یہ انہیں کی دعاؤں اور کرم نوازیوں کا فیض تھا۔

اس کے بعد مولانا موصوف کچھ عرصہ کے لئے استاذ گرامی کے حکم سے سیفنی ساگر پور (ضلع رامپور) خدمت دین کے لئے مقرر کیے گئے۔ اور پھر استاذ گرامی ہی کے حکم سے بلکہ ان کی معیت میں ۶ رجولائی ۱۹۹۱ء کو اپنے مادر علمی "دار العلوم اہلسنت (جبلپور، ایم۔پی۔) بعمر ۲۵ رسال بحیثیت نائب شیخ الحدیث مقرر کر دئے گئے۔ تقریباً چھ سال بڑی محنت و لگن سے خدمت درس و تدریس میں لگے رہے۔ راقم السطور اس وقت دہلی میں دینی خدمات پر مامور تھا۔ برادر موصوف کی خواہش اور دعوت پر پہلے دار العلوم اہلسنت جبلپور حاضر ہوا اور پھر وہاں سے اسی ہفتہ موصوف کی گزارش اور گجرات کے ان کے دو ایک عزیز تلامذہ کی خواہش پر دیادرہ ضلع بھروچ چلا آیا۔ اور وہاں کی پر شکوہ جامع مسجد میں بحیثیت خطیب و امام مامور ہوا۔

چند ماہ بعد راقم السطور کی رہنمائی اور کوشش نیز دیادرہ کے بعض احباب کی مخلصانہ دعوت پر گجرات چلے آئے۔ اور وہاں کے مشہور ترین دار العلوم نور محمدی دیادرہ میں بحیثیت صدر مدرس درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ ابھی ان کو آئے ہوئے سال ہی گزرا ہوگا کہ فقیر راقم السطور نے گجرات سے برطانیہ کے لئے رخت سفر باندھا۔ اور وہاں پہنچنے کے چند ماہ بعد اپنے بعض احبائی قریبی ارادت مندوں کی توجہ برادر موصوف کی طرف مبذول کرائی اور ضرورت کا احساس دلایا سو الحمد للہ وہ میری کوشش اور ان احباب کے تعاون سے ۱۷ر ستمبر ۱۹۹۷ء کو پہلی مرتبہ برطانیہ پہنچے۔ اور بولٹن۔ یو۔ کے کی عالیشان جامع مسجد و مدرسہ نور الاسلام سے وابستہ ہو گئے اور تادم تحریر وہیں پر بڑی لگن سے خدمت دین میں مشغول ہیں

خلافت و اجازت! رئیس المحققین، شیخ الاسلام، حضرت علامہ و مولانا پیر سید محمد مدنی میاں صاحب قبلہ اشرفی جیلانی کچھوچھوی (سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضور محدث اعظم ہند، علیہ الرحمہ) سے حاصل ہے۔ حضرت نے یہ خلافت و اجازت موصوف کو ۱۱ر جون ۱۹۹۹ء کو بولٹن، یو۔ کے۔ کی مشہور جامع مسجد نور الاسلام میں بہت سارے علماء و مشائخ کی موجودگی میں اور کثیر مجمع کے سامنے عطا فرمائی۔ فقیر راقم السطور اس عظیم الشان جلسے کی نظامت کے فرائض بحیثیت خطیب و امام انجام دے رہا تھا۔

پیر و مرشد، سرکار کلاں حضرت سید مختار اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے بھی ۱ر اپریل ۱۹۹۳ء میں اپنے گھرانے کی خاص سند حدیث عطا فرمائی۔ علاوہ ازیں شرف ملت حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری۔ علیہ

الرحمہ نے بھی ۱۶؍رجب ۱۴۲۸ھ کو اپنی سند حدیث سے نوازا۔

آغاز حیات نو! راقم السطور نے ابھی قیام جبلپور کے تذکرہ کے بعد سے موصوف کو بجائے مرتب موصوف کے برادر موصوف بھی لکھا ہے اس تبدیلی کی وجہ یہ ہے کہ اسی دوران موصوف خاندان جیلانی سے رشتوں کی لڑی میں منسلک ہو چکے تھے۔ یعنی حضرت مولانا مفتی محی الدین احمد حشام صاحب رضوی جعفری جونپوری کی مخلصانہ کوشش (جسکا ذکر انہوں نے اپنے مضمون میں کر دیا ہے) اور حضرت علامہ مفتی محمد معین الدین صاحب اشرفی کی پر اثر وساطت، اور برادر اکبر حضرت علامہ حافظ وقاری سید محمد یزدانی میاں صاحب رضوی (بانی وسرپرست جامعہ قادریہ، جیلانی عربک کالج سنبھل ومقیم حال امریکہ) نیز برادر موصوف کے والد گرامی جناب الحاج عبدالحفیظ خان صاحب اشرفی کی باہمی مشاورت اور راقم السطور فقیر سید محمد عرفانی کی بھرپور تائید سے موصوف کو بھی خاندان جیلانی کے دامادوں میں ہونے کا شرف حاصل ہو گیا۔ اور یوں ان کو بہت سارے علماء ومشائخ اور موقر اہل خاندان کی دعاؤں کے سائے تلے ۲۶ اپریل ۱۹۹۵ء کو سلسلہ ازدواج میں منسلک کر دیا گیا۔ دعا ہے رب تبارک وتعالیٰ ان کے اس گلستاں کو اور اس کے تمامتر پھولوں کو ہمیشہ سرسبز وشاداب رکھے۔ (آمین)

(نوٹ) راقم السطور نے موصوف کے تعلق سے یہ چند سطور قلمبند تو کر دی ہیں مگر ان کا داعیہ یہ ظاہری رشتہ نہیں بلکہ اس کی بنیاد وہ دو رشتے ہیں جن میں سے ایک کو علمی اور دوسرے کو روحانی کہا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ موصوف درسگاہی اور خانقاہی اعتبار سے صف برادران خواجہ تاش میں بھی ایک ساتھ نظر آتے ہیں۔ اور بسا اوقات ایسا بھی ہوا کرتا ہے کہ روحانی رشتہ خاندانی رشتہ پر اور دینی ومذہبی رشتہ دنیوی رشتہ پر غالب آجاتا ہے سو اس امر کا ظہور یہاں بھی ہوا ہے۔

کچھ اس کتاب کے بارے میں!

یوں تو پوری کتاب آپ کے سامنے ہے اس کی خیر وخوبی، اچھے برے کا اندازہ آپ پڑھکر بخوبی لگا سکتے ہیں۔ مگر اتنا کہنے کو جی تو میرا بھی چاہتا ہے کہ کتاب واقعی بڑی محنت اور کدوکاوش کے ساتھ ترتیب دی گئی ہے۔ جن تاثرات، پیغامات، مضامین ومقالاجات کا اس میں اندراج ہے وہ تقریباً بھی سوائے چند ایک کے بڑے معیاری لگتے ہیں۔ جبکہ ان میں سے بہت ساروں میں عطر تحقیق وتدقیق کو نچوڑنے کا حق بڑی عمدگی سے ادا کیا گیا ہے۔ جن حضرات کرام کی تحریریں شامل کتاب ہیں ان میں انتہائی بلند پایہ مشائخ کرام بھی ہیں اور بڑی اہم قدروں کے حامل علماء عظام بھی، اور اس وقت کے مدبرین، مفکرین، اور بہترین قلمکاری کے فنکار بھی۔ ان حضرات کرام نے صرف اور صرف اس نظریہ سے کہ صاحب سوانح، ملت اسلامیہ کے ایک فرد جلیل ہیں، طلبائے علوم اسلامیہ کے محسن جزیل ہیں، اور مدرسین ومدارس اسلامیہ کے ایک سچے وصادق خیر خواہ ہیں ان کے لئے جس

حسن وخوبی کے ساتھ خراج عقیدت پیش کیا ہے اور جس بلند پایہ ایثار کا اظہار کیا ہے اور جس طرح اپنے ذریں کلمات، قیمتی اوقات، اور نادر توجہات کی بے لوث قربانی دی ہے وہ اگر چہ مجھ جیسے کمترین کے رسمی الفاظ تشکر و امتنان کے محتاج تو نہیں، ان کا رب کریم خود ان کو اس خدمت جسیم پر اجر عظیم عطا فرمائیگا۔ تاہم یہ فقیر سراپا تقصیر اپنی اور اپنے جملہ برادران اور مخدومہ معظمہ والدہ ماجدہ حفظہا اللہ بطول حیاتہا کی طرف سے ان تمام حضرات کرام کا بصمیم قلب شکریہ ادا کرتا ہے۔

رہے برادر موصوف تو پورے کتاب پر اور بالخصوص اس کے چند مندرجات پر بلا شک ہم سب کی طرف سے بڑی مبارکباد کے لائق ہیں۔ مثلاً یہ کہ انہوں نے جدّ اعلیٰ حضور قدوۃ العارفین امام النحو حضرت سید سخاوت حسین حافظی فخری سہوانی علیہ الرحمۃ والرضوان نیز جدّ امجد، سہیل ہند حضرت سید قطب الدین برہمچاری سہوانی علیہ الرحمہ کے حالات قدرے تفصیل سے بڑی تلاش وجستجو کے بعد لکھے ہیں۔ اور سرکار سراوہ حضرت حافظ سید ابراہیم شاہ راجشاہی علیہ الرحمہ کے حالات اگرچہ مختصر ہی سہی مگر میری نظر میں تحریری طور پر پہلی مرتبہ آئے ہیں۔ اور بالخصوص جدّ امجد حضرت قطب الدین برہمچاری علیہ الرحمہ کے تعلق سے بعض خام وناپختہ کار، تاریخ نگار جو ایک انتہائی قابلِ مذمت تاریخی غلطی کر کے شائع کر چکے تھے بلکہ شائع کر کے اس کو برقرار بھی رکھے ہوئے تھے ایسی دانستہ غلطی کو برادر موصوف نے جس انداز سے سدھارا ہے وہ یقیناً قابلِ تعریف ہے۔

میری مراد مذکورہ بالا غلطی سے یہ ہے کہ جناب مولانا محمد شہاب الدین رضوی (ایڈیٹر ماہنامہ سنی دنیا، بریلی شریف) نے اپنی کتاب ،،تاریخ جماعت رضائے مصطفےٰ،، میں جدّ امجد حضرت سہیل ہند سید قطب الدین برہمچاری علیہ الرحمۃ والرضوان (مرید وخلیفہ حضور شیخ المشائخ اعلحضرت سید علی حسین، اشرفی میاں کچھوچھوی قدس سرہ القوی) کو ،،غیرمسلم،، لکھا ہے اور تعجب بالائے تعجب یہ ہے کہ اپنی بعد کی تصنیف میں باوجود متنبہ کردیئے کے اس غلطی کو برقرار رکھا ہے۔ اب ایسی صورت میں اس کو تاریخ نگاری کا نام دیا جائے یا تاریخ بگاڑی کہا جائے ؟ تفصیل اسکی آپ اسی کتاب میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

اسی طرح دو ایک اور مقامات پر بھی برادر موصوف نے بالکل سچا اور بروقت تنبیہ فرمائی ہے۔ دعا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ موصوف کی اس تاریخی، علمی اور دینی خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور سعادت دارین سے نوازے۔ (آمین یارب العٰلمین بحرمۃ حبیک المصطفےٰ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

سید محمد عرفانی میرٹھی سنبھلی مقیم حال! بولٹن۔ یو۔ کے

نزیل حال! برمکان حضرت مولانا محمد شفیق صاحب (اولکلینڈ۔ نیوزی لینڈ)

ساقیٔ میخانۂ عرفانِ جیلانی ایوب

بذریعہ خطوط ومکاتیب، ربط وتعلق پر قرآن وسنت شاہد وناطق ہیں، حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس کو اپنے مکتوب معجز نما سے نوازا، پھر سید الانبیاء والمرسلین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ نے امراء وشاہان وقت کی طرف مکتوبات نبوت ورسالت کی ترسیل سے ڈاک کی باقاعدہ بنیاد رکھی جس میں بتدریج ترقی ہوتی چلی گئی یہاں تک کہ فی زمانہ اس نظام میں بڑی آسانیاں پیدا ہو چکی ہیں، وہ یہ کہ آن واحد میں ہزاروں میل کی مسافت پر ہزار ہا صفحات شعلۂ برق کی مانند طرفین کے ہاں پہنچ جاتے ہیں۔ یوں ہی گفت وشنید موبائل وغیرہ کی گرفت میں ہے۔

بناء علیہ چند سال قبل قلم کی برکات نے رنگ دکھایا اور حضرت مولانا علامہ الحاج محمد ایوب اشرفی شمسی سنبھلی دامت برکاتہم العالیہ خطیب وامام ومدرس جامعہ نور الاسلام بولٹن (U.K) کا مکتوب گرامی باصرہ افروز ہوا، کہ ملت اسلامیہ کی ممتاز علمی وروحانی شخصیت استاذ الاساتذہ، سند المحدثین رئیس المحققین، عمدۃ المصنفین امام النحو صدر العلماء، شیخ العرفا مولانا علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان کے احوال وآثار تصانیف وتالیفات اور شروح وحواشی پر ایک جامع کتاب مرتب کرنے کا ارادہ ہے۔ جن سے پاک وہند کے جلیل القدر علمائے کرام، مشائخ عظام نے براہ راست یا بالواسطہ علوم وفنون کی بے پایاں دولت سمیٹی، مجھے یقین ہے کہ اشرفی نسبت کا پاس کرتے ہوئے آپ بھی اس میں عملاً میرا تعاون فرمائیں گے۔

راقم نے حضرت شمسی صاحب کے بے تابانہ اور جذباتی ارشاد پر سر تسلیم خم تو کر دیا مگر اس مشن کو پایۂ تکمیل پر پہنچانے کی کوئی سبیل نظر نہ آئی۔ تاہم موصوف کے یکے بعد دیگرے خطوط نے مہمیز کا کام دیا اور جیسے تیسے ممکن ہوا چو نسٹھ صفحات پر حضرت امام النحو علیہ الرحمۃ پر ایک رسالہ لکھ ڈالا جسے رضا اکیڈمی لاہور (پاکستان) نے شائع کر دیا۔ یوں پاک وہند میں حضرت صدر العلماء پر باضابطہ طور پر ایک تحریر منصۂ مشہود پر نمودار ہوئی جس کی اشاعت کا تمام تر انحصار حضرت شمسی صاحب کے ذوق کا آئینہ دار تھا گویا کہ یہ بارش کا پہلا قطرہ تھا جس کی نمی دور دور تک محسوس کی گئی۔

حضرت شمسی صاحب مدظلہ کی آواز پر برطانیہ، امریکہ، بھارت، پاکستان کے احباب نے بہت کچھ عطا فرمایا، موصوف تمام مقالات میرے پاس پاکستان بھیجتے رہے۔ مگر ان کی منشاء مرضی کے مطابق کام سرانجام نہ دے سکا۔ اس دوران پاک وہند سے کئی میرے مشفق ومہربان داغ مفارقت دے گئے جن کا اہل سنت وجماعت میں ایک نام اور مقام تھا۔

ذرا ان عالی مرتبت شخصیات میں سے چند نام ملاحظہ ہوں۔

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی، حضرت علامہ مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری، حضرت علامہ مولانا پروفیسر محمد مسعود احمد مظہری، حضرت علامہ مولانا محمد عارف نوری، حضرت علامہ مولانا بدر الدین احمد قادری، حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی، حضرت علامہ مولانا محمد صابر نسیم بستوی رحمہم اللہ تعالیٰ۔ ان محسنین کی فرقت و جدائی نے کسی کام کا نہ چھوڑا۔

چلیں جو غم کی آندھیاں باغ اجڑ کر رہ گیا

باوجود یہ کہ راقم الحروف کچھ نہ کر پایا مگر آفرین صد آفرین حضرت علامہ شمسی صاحب مدظلہ کی ہمت مردانہ پر جنہوں نے مستانہ وار حضرت صدر العلماء کی حیات وخدمات کتابی صورت میں لانے کے لیے اپنی مساعی جمیلہ کا تسلسل جاری رکھا اور آپ کے سوز درون تیز نیم شبی کی دعاؤں نے قبولیت کا سہاگ پہنا، یہاں تک کہ حضرت صدر العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات باکرامت پر یہ عظیم وضخیم کتاب اپنی پوری آن بان، شان وشوکت اور جمالیات کا حسین ترانداز لیے قارئین کی نگاہوں کا نور اور دل کا سرور بن چکی ہے۔

اس طویل عرصہ میں حضرت علامہ محمد ایوب اشرفی مدظلہ کو کیسے کیسے تکلیف دہ مراحل طے کرنے پڑے یہ تو وہی جانیں جنہیں ایسے عظیم الشان مشن کو پورا کرنے کے لیے کیسی آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑا۔

آغاز میں حضرت شمسی صاحب مدظلہ نے ایک نہایت طویل محققانہ اور تاریخی مقالہ قلمبند فرمایا ہے جو بڑے خاصے کی چیز ہے، جسے بلا تامل کہا جاسکتا ہے کہ یہ مضمون حضرت صدر العلماء علیہ الرحمۃ کی "منزل بہ منزل" سوانح حیات کا جامع خلاصہ ہے۔ قارئین کرام جب اسے ملاحظہ فرمائیں گے تو انہیں اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ اس کتاب مستطاب کو مرتب کرنے میں کیسی کیسی امتحانی کیفیات سے گزرنا پڑا۔

پڑھنے کے درمیان اگر کسی قاری کو موصوف کی کسی بات پر چبھن محسوس ہو تو وہ یہ سمجھتے ہوئے نظر انداز کر دے کہ جب دشت وصحرا سے گزر کر کسی نے کوئی کارنامہ سرانجام دیا ہو تو دامن کے ساتھ کوئی کانٹا اٹک ہی جاتا ہے تو چاہیے کہ وہ بڑی فراست وبصیرت سے کام لیتے ہوئے اپنے دل میں کوئی جگہ نہ دے۔ کیونکہ۔

گزر کر دشت و صحرا سے یہاں گلزار آتے ہیں
کہ شاخ گل میں پھول آنے سے پہلے خار آتے ہیں

آخر میں حضرت علامہ مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب مدظلہ کے ریمارکس پیش کئے جاتے ہیں جو موصوف نے حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ کے فیوض وبرکات تحریر کرتے ہوئے ماہنامہ اشرفیہ کے حافظ ملت نمبر 1978ء میں درج فرمائے ہیں۔

وھو ھذا۔

آپ کے تلامذہ میں تقریر وخطابت کے بادشاہ بھی ملیں گے اور مستند تدریس کے رمز شناس بھی، اور تحریر وتصنیف تو گویا آپ کے تلامذہ کا خاص حصہ ہے، ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں تقریر وتحریر کا تذکرہ آیا تو ارشاد فرمایا اور کیا خوب فرمایا۔

تقریر سب سے آسان کام ہے، اس سے مشکل تدریس اور سب سے مشکل تصنیف۔ اس لیے حضرت کی خدمت میں کوئی کتاب پیش کی جاتی تو اتنا خوش ہوتے کہ کسی دوسرے چیز سے اتنی خوشی نہ ہوتی۔

اگر یہی ملفوظات حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ کے عالی مرتبت جماعتی حضرت صدر العلماء سید غلام جیلانی

میرٹھی اشرفی علیہ الرحمۃ کے لیے کہہ دیئے جائیں تو یقیناً عاشقان حافظ ملت بڑی فراخدلی سے ان کا مصداق انہیں بھی تسلیم کریں گے۔

کیونکہ حضرت صدر العلماء کی "تصانیف وتالیفات" اس شان کی ہیں کہ جنہیں شروح وکتابیات میں ممتاز مقام حاصل ہے اور پھر آپ کے تلامذہ میں ہر علم وفن کے بڑے بڑے رجال پائے جاتے ہیں جن کا فی زمانہ شمار اکابر میں ہوتا ہے۔ تفصیل اسی کتاب میں فردوس نظر کریں۔

حضرت صدر العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے عالی مرتبت اساتذہ میں حضرت صدر الشریعہ اور حضرت صدر الافاضل علیہما الرحمۃ ہر شعبہ ہائے علوم وفنون کی مسانید کے بادشاہ تھے، تدریس وتبلیغ مناظرہ وتقریر کے ساتھ ساتھ تصانیف انیقہ کا وہ عظیم ذخیرہ مہیا فرمایا جسے اپنے، پرائے، یگانے، بیگانے حرز جان بنائے ہوئے ہیں یوں ہی حضرت صدر العلماء کی شروح وتصانیف ہر مکتبہ فکر کی لائبریریوں کی زینت ہیں۔

کیا ہی اچھا ہوتا کہ اس ۱۹۷۱ء کے حافظ ملت نمبر میں کم از کم ایک صفحہ حضرت صدر العلماء علیہ الرحمۃ کی نذر کر دیا جاتا تو یقیناً حضرت کی روح خوش ہوتی اس نمبر کی اشاعت سے ایک ماہ قبل ہی تو وصال فرما ہوئے! خیر یہ تو ارباب حل وعقد کا مسئلہ تھا اب میرا یاد دلانا چہ معنی دارد؟ غنیمت ہے حضرت شمسی صاحب کا وجود مسعود جن کی سال ہا سال کی محنت رنگ لائی اور آج حضرت صدر العلماء کی ضخیم سوانح حیات پندرھویں صدی کی روح پرور ایمان افروز اور تاریخی سوغات بن کر ہمارے قلب ونظر کو فیض یاب کر رہی ہے۔

دعا ہے اللہ جل وعلا حضرت علامہ محمد ایوب اشرفی شمسی سنبھلی مدظلہ کے اس عظیم کارنامہ کو قبولیت کا شرف عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین وصلی اللہ تعالیٰ
علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم

فقط: محمد منشا تابش قصوری
خطیب مرید کے
مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور (پاکستان)
۷ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ ۱۱، مارچ ۲۰۱۰ء، جمعرات

باب سوم

مشائخ واساتذہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صدر العلماء کے شیخ طریقت

مولانا کمال الدین اشرفی

جسونت نگر (ضلع اٹاوہ)

امام النحو صدر العلماء حضرت علامہ ومولانا مفتی الحاج سید شاہ غلام جیلانی صاحب میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان چودھویں صدی کی ان نابغۂ روزگار ہستیوں میں ہیں جن پر دنیائے علم وفن کو ناز ہے۔ آپ کا شمار اپنے دور کے مقتدر علمائے کرام میں ہوتا تھا۔ آپ نے اپنی قیمتی تصانیف کا جو یادگار ذخیرہ چھوڑا ہے اس سے مدارس اہل سنت کے طلبہ ومدرسین رہتی دنیا تک فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔ صدر العلماء کا تعلق جس علمی روحانی گھرانے سے تھا وہاں سلسلۂ طریقت سے وابستگی بہت اہم سمجھی جاتی تھی۔ آپ کے والدین اور جد امجد سلسلۂ عالیہ چشتیہ خیرآباد شریف سے وابستہ تھے۔ اس لئے بچپن سے ہی بزرگان دین کی عظمت آپ کے دل میں رچی بسی تھی۔ مدرسہ انجمن اہل سنت معروف بہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد (یوپی) میں کافیہ تک تعلیم حاصل کر کے ۱۹۲۳ء میں اجمیر شریف دار العلوم معینیہ میں داخلہ لیا۔ اس سے ایک سال قبل آپ حضور اعلیٰ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی میاں قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت ہو چکے تھے۔ بیعت وارادت کے سلسلہ میں آپ خود تحریر فرماتے ہیں:

”قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، ملجا وماوائے بیکساں، مرجع وملاذ کاملاں، اشرف المشائخ سیدنا ومولانا الشاہ سید علی حسین صاحب کچھوچھوی قدس سرہ القوی کے دست حق پرست پر بریلی شریف میں، بہ موقع عرس رضوی غالباً ۱۹۲۲ء میں شرف بیعت حاصل ہوا اور دار الخیر اجمیر شریف میں بتاریخ ۱۲ رذی الحجہ ۱۳۵۰ھ خلافت سے نوازا تھا۔ خلافت نامہ کے ساتھ ایک کلاہ اور ایک استعمالی جبہ بھی عطا فرمایا جس کے متعلق اہل خانہ کو وصیت کردی ہے کہ میرے کفن میں شامل کردیا جائے کیوں کہ بزرگان دین کے ملبوسات شامل کفن کرنا مسنون ہے۔“

مذکورہ بالا اقتباس سے صدر العلماء علیہ الرحمہ کی اپنے شیخ طریقت اعلیٰ حضرت اشرفی میاں قدس سرہ سے غایت درجہ کی عقیدت ومحبت جھلکتی ہے۔ آپ کو اپنے شیخ سے بے انتہا لگاؤ تھا۔ حضرت صدر العلماء علیہ الرحمہ ہی حضور اشرفی میاں قدس سرہ سے بیعت وارادت نہیں رکھتے تھے بلکہ آپ کے ہم سبق بھی حضور اشرفی میاں قدس سرہ کے سلسلۂ عالیہ میں مرید تھے۔ شارح بخاری، فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی رحمۃ اللہ علیہ حضور اشرفی میاں کے کلمات طیبات کی تاثیر کے متعلق لکھتے ہیں:

”ایک بار اجمیر مقدس شاہجہانی مسجد کے ممبر پر (حضور اشرفی میاں نے) تشریف رکھ کر چند دعائیہ

کلمات ارشاد فرمائے جس کا اثر یہ ہوا کہ مسجد کے سارے حاضرین مرید ہو گئے۔ حضرت کے رومال میں عمامہ باندھا گیا پھر اس عمامہ میں متعدد عمامے باندھے گئے۔ حاضرین میں علماء، رؤسا، امرا بھی تھے۔ اسی موقع پر حافظ ملت کے تمام رفقائے درس بھی مرید ہوئے تھے۔''[۲]

حافظ ملت (مولانا عبد العزیز صاحب بھوجپوری رحمۃ اللہ علیہ) کے رفقائے درس کون کون لوگ تھے اس کی تفصیل بشیر القاری کے دیباچہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ اختصاراً ان شرکاء درس کے اسمائے گرامی تحریر کر رہا ہوں۔

(۱) مجاہد ملت حضرت علامہ حبیب الرحمان صاحب رئیس اڑیسہ

(۲) رئیس المناظرین حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب

(۳) شمس العلماء حضرت مولانا قاضی شمس الدین جونپوری۔

(۴) فخر الاماثل مولانا محمد سلیمان صاحب بھاگلپوری

نوٹ: ان رفقاء درس میں حضرت صدر العلماء حضور اشرفی میاں سے ایک سال قبل مرید ہو چکے تھے۔ جیسا کہ ماقبل حوالہ (۲) سے ثابت ہے۔ ہاں ۱۲/ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ/ ۱۹۳۱ء میں حضور اشرفی میاں نے آپ کو خلافت سے دار الخیر اجمیر شریف میں نوازا۔

(بشیر القاری دیباچہ ص ۱۷)

(۵) رئیس الاذکیاء حضرت مولانا غلام یزدانی صاحب

(۶) رئیس الاتقیاء حضرت مولانا سردار احمد صاحب

(۷) محسن العلماء حضرت مولانا محمد محسن صاحب۔

(۸) رأس المقررین مولانا صدیق اللہ شاہ صاحب

(۹) رئیس القراء حضرت مولانا اسد الحق خان صاحب (رحمہم اللہ تعالیٰ)''[۳]

حضور اشرفی میاں قدس سرہ بہت وجیہ وجمیل چہرہ والے بزرگ تھے۔ لوگ ان کا حسن وجمال دیکھتے تو دیکھتے ہی رہ جاتے۔ آپ کے چہرۂ جمال آرا کے دیدار سے نہ جانے کتنے فتنۂ ارتداد سے متاثر افراد ایمان لا کر حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ الجامعۃ الاشرفیہ کے سابق صدر مفتی حضرت علامہ شریف الحق صاحب قبلہ امجدی حضور اشرفی میاں قدس سرہ کی وجاہت، دعاؤں کی برکت وغیرہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہمارے یہاں کے سارے اہل سنت شیخ المشائخ تاج الاصفیاء حضرت مولانا سید شاہ علی حسین اشرفی قدس سرہ کے مرید تھے والدین بھی انہیں سے مرید تھے۔ والدین جب بیعت ہوئے تھے تو میں بہت چھوٹا تھا، پورے طور سے شعور بھی بیدار نہیں ہوا تھا۔ صرف اتنا یاد ہے کہ اس دن ہمارے گھر بہت اچھے اچھے کھانے پکے تھے جن میں فیرنی مجھے اب بھی یاد ہے، حضرت اشرفی میاں قدس سرہ اس وقت کیا لباس پہنے ہوئے تھے، ان

کا کیا حلیہ مبارک تھا صرف اتنا یاد ہے کہ چمڑے کا موزہ پہنے ہوئے تھے۔ اس کے بعد حضرت کئی بار گھوسی تشریف لائے ہر بار والد صاحب مجھے ان کی خدمت میں لے آتے دعا کے لئے عرض کرتے۔

حضرت نے بارہا میرے سر پر ہاتھ پھیرا ہے اور دعائیں دی ہیں۔ ان دعاؤں کی برکتیں میں آج بھی محسوس کرتا ہوں۔ حضرت کا حلیہ جمال کا ہر نقش ونگار میرے دل ودماغ پر ثبت ہے۔ سبحان اللہ! وہ نورانی دلکش چہرہ جس پر فردوس کی بہاریں قربان، اور کیوں نہ ہوں کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ

اشرفی اے رخت آئینۂ حسن خوباں
اے نظر کردۂ و پروردۂ سہ محبوباں

جس مجلس میں تشریف رکھتے ایسا معلوم ہوتا ملاء قدس کا کوئی فرشتہ جلوہ گر ہے، جو دیکھتا ہوش وخرد کھو بیٹھتا۔'' ۴

ڈاکٹر علامہ اقبال کے ہم مجلس محترم سید غلام بھیک نیرنگ صاحب اشرفی بھی حضور اشرفی میاں قدس سرہ سے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

''ہمارے اعلیٰ حضرت قبلہ وکعبہ ایک خاص اعتبار سے محض ظاہر بیں آنکھوں کے لئے ایک عجیب تصویر دل کش ہیں۔ یعنی آپ کو اکثر مشائخ نے آپ کے جد اعلیٰ جناب محبوب سبحانی قطب ربانی سید ابو محمد محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہ سے شکل وصورت میں نہایت مشابہ بیان کیا ہے۔'' ۵

یہی وجہ ہے کہ مشائخ زمانہ آپ کو شبیہ غوث اعظم کے لقب سے یاد فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ کے دور کے شیخ مارہرہ خاتم الاکابر حضرت مولانا سید شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہ بھی حضرت اشرفی میاں قدس سرہ کو شبیہ غوث اعظم سے یاد فرمایا کرتے۔ اشرف العلما حضرت مولانا سید حامد صاحب اشرفی جیلانی تحریر فرماتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو جب یہ معلوم ہوا کہ ان کے پیر ومرشد حضرت آل رسول علیہ الرحمہ کی طبیعت زیادہ ناساز ہے تو آپ خود بغرض مزاج پرسی مارہرہ شریف تشریف لے گئے۔ حضرت آل رسول علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو دیکھ کر فرمایا کہ میرے پاس سرکار غوث اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی امانت خاص ہے جسے اولاد غوث میں شبیہ غوث الثقلین مولانا سید شاہ ابو احمد محمد علی حسین اشرفی جیلانی کچھوچھوی کو سونپنی اور پیش کردینی ہے۔ اور وہ اس وقت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء چشتی رضی اللہ عنہ کے آستانہ پر ہیں، محراب مسجد میں ملاقات ہوگی۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ دلی تشریف لائے۔ حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمہ کے آستانہ پر حاضری دی پھر مسجد میں تشریف لائے تو واقعی پیر کی نشاندہی کے بموجب حضرت اشرفی میاں علیہ

الرحمہ کو محراب مسجد میں پایا اور برجستہ فی البدیہہ یہ شعر کہا:

اشرفی اے رخت آئینۂ حسن خوباں اے نظر کردۂ و پروردۂ سہ محبوباں

پھر عرض مدعا کیا۔ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ نے مارہرہ شریف میں حاضری دی۔ حضرت شاہ آل رسول علیہ الرحمہ نے سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت اور خلافت بخشی اور یہ فرمایا کہ جس کا حق تھا اس تک یہ امانت پہونچادی۔ اس کے بعد حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ حضرت آل رسول علیہ الرحمہ کے خاتم الخلفاء کہلائے۔"۶

حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ کی ولادت ۲۲ ربیع الاول ۱۲۶۶ھ مطابق دسمبر ۱۸۴۶ء بوقت صبح صادق ہوئی۔ ایام طفلی ہی سے آپ میں بزرگی کے آثار پائے جاتے تھے۔ بچپن سے ہی آپ سے کرامتوں کا ظہور ہونا شروع ہوگیا تھا جس کا ذکر آپ کے سیرت نگاروں نے کیا ہے۔ ۷ آپ کے برادر حقیقی حاجی الحرمین حضرت سید شاہ سید اشرف حسین قدس سرہ نے ۱۲۸۲ھ میں آپ کو بیعت فرما کر اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔ ۸ سلسلہ عالیہ اشرفیہ کے علاوہ دیگر سلاسل کے مشائخ نے بھی آپ کو فیوض باطنی سے نوازا۔ سلسلہ قادریہ سے حضرت راج شاہ صاحب سوندھوی، قادریہ منوریہ سے محمد امیر کابلی قدس سرہ سلسلہ قادریہ برکاتیہ سے حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہ اور سلسلہ چشتیہ صفویہ سے حضرت شاہ خلیل میاں قدس سرہ صفی پوری نے اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ کا وصال تقریباً ۹۰ رسال کی عمر شریف میں رجب المرجب ۱۳۵۵ھ بوقت نصف شب اپنے وطن مالوف کچھوچھہ شریف میں ہوا۔

حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ والرضوان کی علمی دینی اور تبلیغی خدمات سے دین وسنت کو زبردست فروغ حاصل ہوا۔ آپ نے سلسلہ عالیہ اشرفیہ کو عرب وعجم کے دیار وامصار میں متعارف کرایا اور اس سلسلہ عالیہ کی ترویج واشاعت فرمائی۔ ۹ آپ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ آپ نے ہندوستان کی مشہور ومعروف مختلف خانقاہوں کا دورہ فرمایا وہاں کے موجودہ سجادہ نشین حضرات سے خصوصی مراسم کو بحال کیا اور خانقاہی اتحاد کو مضبوط بنانے میں زبردست کردار ادا کیا۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی میں آپ کا خصوصی رابطہ وتعلق مارہرہ مطہرہ کے مشائخ سے ہوا۔ جس کی تفصیل مولانا شاہ محمود احمد قادری چشتی نے یوں لکھی ہے:

"حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری کے بعد خانوادۂ برکاتیہ میں حضرت شاہ جی میاں (حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل مارہروی علیہ الرحمہ) حضور پرنور مرشد العالم مخدوم الاولیاء (حضور اشرفی میاں) کے سب سے بڑے قدرداں تھے۔ مارہرہ شریف میں تشریف آوری کے وقت حضرت شاہ جی میاں بہ دل وجان مہمانی کا اہتمام کرتے باہمی گہرے روابط کے یہ دو واقعے لکھے جاتے ہیں: ایک یہ کہ حضرت شاہ جی میاں کی صاحبزادی جو حضرت شاہ آل رسول صاحب کے نواسے کے فرزند آل عبا صاحب کو بیاہی تھیں جن کے یہاں اولادیں پیدا ہوکر فوت ہوجایا کرتی تھیں حضرت شاہ جی میاں نے حضور پرنور مرشد العالم مخدوم الاولیاء قدس سرہ سے گفتگو کی

حضور پرنور نے فرمایا:

"میں اپنی بیٹی کو کچھو چھہ مقدسہ لے جاؤں گا۔"

چنانچہ حضرت سید العلماء مولانا شاہ آل مصطفےٰ علیہ الرحمہ کی ولادت کچھو چھہ مقدسہ میں حضور پرنور کے آستانہ فیض کا شانہ میں ہوئی۔ یہ بات راقم الحروف سے حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمائی تھی۔ حضرت سید العلماء دوران گفتگو اشرفی نانا فرمایا کرتے تھے۔

دوسرا یہ کہ حضور پرنور کی مبارک تصنیف صحائف اشرفی میں حضرت شاہ جی میاں کا ذکر خیر ہے۔ حضرت شاہ جی میاں کثرت سے حضور پرنور کا ذکر پاک کر کے محامد و محاسن بیان فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح ان کے فرزند وجانشین تاج العلماء مولانا سید شاہ محمد میاں مارہروی نے اپنی محققانہ تصنیف اصح التواریخ اور خاندان برکات میں حضور پرنور کا ذکر فرمایا ہے۔" ؎۱

حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے خلفاء و مریدین میں علما کی کثیر تعداد شامل ہے۔ حضرت صدر العلماء علیہ الرحمہ بھی آپ ہی کے گلستان فیض کے خوشہ چیں ہیں۔ آپ اپنے شیخ کے فیوض و برکات اور کشف و کرامات سے متعلق لکھتے ہیں:

"چونکہ فقیر کو صحبت بابرکت میں رہنا نصیب نہ ہوا اس لئے آپ کی کرامات مشاہدہ میں نہ آسکیں۔ وصال کے بعد ایک دن یہ خیال پیدا ہو کر قلب پر افسردگی طاری ہوگئی کہ ہم بڑے حرماں نصیب ہیں نہ اپنے مرشد برحق کے کشفی حالات اور کرامتیں اپنی آنکھوں سے دیکھیں نہ کسی اور بزرگ کے مکاشفات و کرامات کا ہی ہمارے سامنے ظہور ہوا۔ کچھ دیر افسردگی رہ کر فرو ہوگئی اس کے کچھ دن بعد چھوٹے سرکار قدس سرہ کے مکاشفات کا اظہار شروع ہوا قلب میں مسرت موجزن ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجھ کو بھی مکاشفات سے سرفراز فرمایا مگر۔

روئے گل سیر ندیدم بہار آخر شد

تقریباً سال ڈیڑھ سال تک مکاشفات کا مشاہدہ نصیب ہوا تھا کہ بتاریخ ۱۵ ررجب المرجب ۱۳۶۱ھ بروز چہار شنبہ وصال فرمایا۔ نور اللہ مرقدہ۔ قلب میں تشنگی باقی رہ گئی۔ چونکہ طلب صادق تھی اس لئے مرشد برحق کی روحانیت پھر متوجہ ہوگئی اور اپنے برادر طریقت، غواص بحر معرفت، آقائے نعمت، رہبر حقیقت، فقیر کامل، عارف واصل، حامل اخلاق نبوی، کاشف اسرار لم یزلی سیدی و مولائی حضرت شاہ حافظ محمد ابراہیم صاحب قادری قدس سرہ القوی ساکن قصبہ سراوہ ضلع میرٹھ کے سپرد فرمادیا۔ آپ کی خدمت اقدس میں پہنچ کر بفضلہ تعالیٰ سات سال تک کشف و کرامات کا جی بھر کر مشاہدہ کیا طرح طرح کی کرامتیں نظر کے سامنے آئیں۔" ؎۱

اقتباس بالا سے صدر العلماء کے اپنے مرشد طریقت سے والہانہ لگاؤ کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔ آپ ہر حال میں اپنی تمام خوبیوں اور علمی استعداد کو پیر و مرشد کی عطا مانتے تھے اور اس کا برملا اعتراف بھی کرتے۔

سلسلہ عالیہ اشرفیہ کے موجودہ سجادہ نشین اور حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے پرپوتے شیخ اعظم حضرت مولانا الحاج سید شاہ اظہار میاں قبلہ مدظلہ العالی تحائف اشرفی کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت قبلہ کے مرید وخلیفہ میں حضرت مولانا سید غلام جیلانی اشرفی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے جن کی تدریسی دنیا میں دھوم تھی۔ جن کے شاگرد آج اپنی صلاحیت وقابلیت میں سند امتیاز رکھتے ہیں۔ علم نحو کے تو آپ امام تھے اور صاحب تصنیف بھی تھے۔ آج بھی آپ کی بہت سی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ درسیات کی کتابوں پر حاشیہ اور شرح نگاری نے وہ نمایاں کام انجام دیا ہے جس کی وجہ سے آپ کی ذات اس خصوص میں ایک انفرادیت رکھتی ہے۔ اور آج مدارس میں مدرسین وطلبہ دونوں کو یکساں فائدہ پہنچا رہی ہے۔ ان کو بھی یہی اعتراف تھا کہ یہ سب سرکار اعلیٰ حضرت اشرفی میاں صاحب کا فیض کرم تھا جو اس لائق ہوا۔'' ؎۱۲

حضرت صدر العلماء علیہ الرحمۃ الرضوان کی پوری زندگی اپنے شیخ طریقت کی یاد اور ان کے ذکر وفکر میں گذری۔ انہیں اعلیٰ حضرت اشرفی میاں قدس سرہ کی غلامی پر ناز اور 'اشرفی' نسبت پر فخر تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور اشرفی میاں قدس سرہ کے فیوض وبرکات سے مالا مال فرمائے اور برادر روحانی حضرت علامہ مولانا محمد ایوب صاحب اشرفی مدظلہ العالی جو صدر العلماء علیہ الرحمہ کی دینی وعلمی خدمات کو اجاگر کرنے کی سعی پیہم فرما رہے ہیں ۔ اللہ عزوجل قبول فرمائے۔ آمین بجاہ طہٰ ویٰس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مولانا کمال الدین اشرفی

امام وخطیب گولے والی مسجد قصبہ جسونت نگر (اٹاوہ)

(۱) دیباچہ بشیر القاری، ص ۱۷،

(۲) ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر شمارہ اکتوبر نومبر ۱۹۹۵ء

(۳) دیباچہ بشیر القاری ص ۱۰/۱۱

(۴) ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر شمارہ اکتوبر نومبر ۱۹۹۵ء

(۵) تحائف اشرفی

(۶) صحائف اشرفی ص ۲۳

(۷) حیات مخدوم الاولیاء ص ۸۲/۸۳

(۸) ایضاً ۸۶،

(۹) صحائف اشرفی

(۱۰) حیات مخدوم الاولیاء محبوب ربانی ص ۱۳۲/۱۳۳

صدر العلماء میرٹھی کے شیخ الشیوخ

مجدد اعظم احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہ

مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

(صدر المدرسین جامعہ نوریہ بریلی شریف)

نام ونسب: نام محمد۔ عرفی نام، احمد رضا خاں۔ بچپن کے نام امن میاں۔ احمد میاں۔ تاریخی نام، المختار ۱۲۷۲ھ۔ والد کا نام نقی علی خاں۔ القاب، اعلی حضرت، شیخ الاسلام والمسلمین، مجدد اعظم محدث بریلوی، وغیرہا کثیر ہیں۔

سلسلہ نسب یوں ہے، امام احمد رضا بن مولانا نقی علی خاں بن مولانا رضا علی خاں بن حافظ کاظم علی خاں بن محمد اعظم خاں بن سعادت یار خاں بن سعید اللہ خاں ولی عہد ریاست قندھار افغانستان وشجاعت جنگ بہادر علیھم الرحمۃ والرضوان۔

ولادت: ۱۰رشوال المکرم ۱۲۷۲ھ/۱۴رجون ۱۸۵۶ء/۱۱رجیٹھ ۱۹۱۳سدی بروز شنبہ بوقت ظہر بمقام محلہ جسولی بریلی (ذخیرہ) (انڈیا) میں ہوئی

آپکے اجداد میں سعید اللہ خاں شجاعت جنگ بہادر پہلے شخص ہیں جو قندھار سے ترک وطن کر کے سلطان نادر شاہ کے ہمراہ ہندوستان آئے اور لاہور کے شیش محل میں قیام فرمایا۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنی سنہ ولادت کا استخراج اس آیت کریمہ سے فرمایا:

اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ۔

اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو اللہ ورسول کے دشمنوں کو کبھی اپنا دوست نہیں بناتے اور اپنا رشتۂ ایمانی اسی وقت مضبوط ومستحکم جانتے ہیں جب اعدائے دین سے کھلم کھلا عداوت ومخالفت کا اعلان کریں اگرچہ وہ دشمنان دین انکے باپ دادا ہوں خواہ اولاد اور دیگر عزیز واقارب ہوں۔ جب کسی مومن کا ایمان ایسا قوی ہوجاتا ہے تو اسکے لئے وہ بشارت ہے جو آیت کریمہ میں بیان فرمائی۔

سیدنا اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی پوری حیات مقدسہ اسکا آئینہ تھی۔ آئندہ اوراق میں اسکے شواہد ملاحظہ فرمائیں۔

حسن اتفاق کہ اعلی حضرت جس ساعت میں پیدا ہوئے اس وقت آفتاب منزل غفر میں تھا جو اہل نجوم

کے یہاں مبارک ساعت ہے۔

اعلیٰ حضرت نے خود بھی اس کی طرف یوں اشارہ فرمایا ہے:

دنیا ہزار حشر جہاں ہیں غفور میں
ہر منزل اپنے ماہ کی منزل غفر کی ہے

عہد طفلی: آپ کا بچپن نہایت ناز و نعم میں گذرا۔ فطری طور پر ذہین تھے اور حافظہ نہایت قوی و قابل رشک پایا تھا۔ کبھی بچوں کے ساتھ نہ کھیلتے۔ محلہ کے بچے کبھی کھیلتے ہوئے گھر آجاتے تو آپ انکے کھیل میں کبھی شریک نہ ہوتے بلکہ انکے کھیل کو دیکھا کرتے۔ طہارت نفس، اتباع سنت، پاکیزہ اخلاق اور حسن سیرت جیسے اوصاف آپکی ذات میں بچپن ہی سے ودیعت تھے۔ آپ کی زبان کھلی تو صاف تھی، عام طور پر بچوں کی طرح کج مج نہ تھی، غلط الفاظ آپکی زبان پر کبھی نہ آئے اور نہ کسی نے سنے۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے خود فرمایا: میں اپنی مسجد کے سامنے کھڑا تھا، اس وقت میری عمر ساڑھے تین سال ہوگی، ایک صاحب اہل عرب کے لباس میں ملبوس جلوہ فرما ہوئے، یہ معلوم ہوتا تھا کہ عربی ہیں، انہوں نے عربی زبان میں مجھ سے گفتگو بھی فرمائی، میں نے انکی زبان میں ان سے گفتگو کی، میں نے ان بزرگ ہستی کو پھر کبھی نہ دیکھا۔ (۸)

ایک مرتبہ طفولیت کے زمانہ میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی، انہوں نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو سر سے پاؤں تک دیکھا اور کئی بار دیکھنے کے بعد فرمایا: تم رضا علی خانصاحب کے کون ہو؟ آپ نے جواب دیا، میں ان کا پوتا ہوں۔ فرمایا: جبھی، اور فوراً تشریف لے گئے۔ (۹)

تعلیم وتربیت: آپکی تعلیم کا آغاز ہوا تو پہلے ہی دن ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ استاذ محترم نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد جب حروف تہجی کی تختی پڑھانا شروع کی تو آپ تمام حروف پڑھکر 'لا' پر جا کر رک گئے اور عرض کیا: الف اور لام تو میں پڑھ چکا یہاں دوبارہ پڑھانے کی کیا ضرورت ہے؟ فرمایا: جو تم نے الف کی صورت میں جو پڑھا وہ ہمزہ تھا۔ چونکہ الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے لہذا اسکا تنہا تلفظ نہیں ہوسکتا۔ اب لام کے ساتھ ملا کر اسکو پڑھایا جارہا ہے۔ عرض کی: پھر تو کسی بھی حرف کے ساتھ ملا کر پڑھایا جاسکتا تھا۔ اس لام کی کیا خصوصیت تھی؟

جد امجد حضرت علامہ رضا علی خانصاحب قبلہ علیہ الرحمہ بھی مجلس میں موجود تھے۔ آپ نے فرمایا: الف اور لام میں صورت اور سیرت کے اعتبار سے ایک خاص مناسبت ہے۔ صورۃ تو اس طرح کہ 'لا' اور 'لا' لکھا

جاتا ہے، اور سیرھا اس لئے کہ الف اور لام کا جب تلفظ کرو اور تلفظ کے مطابق لکھو تو ایک کو دوسرے کے قلب اور بیچ میں لکھو گے۔ یعنی الف، لام، لہذا دونوں میں قلبی تعلق ہے۔ الف کے بیچ میں 'ل' ہے اور لام کے بیچ میں 'ا' ہے۔
یہ جواب دیکر جد امجد نے وفور مسرت میں گلے سے لگالیا، اس لیے کہ وہ اپنی فراست ایمانی اور مکاشفہ روحانی سے یہ سمجھ گئے تھے کہ یہ بچہ آگے چل کر کچھ ہوگا۔

قرآن کریم ناظرہ پڑھ رہے تھے کہ ایک دن استاذ محترم نے کسی مقام پر کچھ اعراب بتایا آپ نے استاذ کے بتانے کے خلاف پڑھا۔ انہوں نے دوبارہ کرخت آواز سے بتایا آپ نے پھر وہی پڑھا جو پہلے پڑھا تھا۔ آپ کے والد ماجد جو قریب ہی کے کمرے میں بیٹھے تھے انہوں نے پارہ منگا کر دیکھا تو پارہ میں استاذ کے بتانے کے موافق تھا۔ آپ بھی وہاں چونکہ کتابت کی غلطی محسوس کر رہے تھے لہذا آپ نے قرآن پاک منگایا تو اس میں وہی اعراب پایا جو اعلیٰ حضرت نے بار بار پڑھا تھا۔ باپ نے بیٹے سے دریافت کیا کہ تمہیں جو استاد بتاتے تھے وہی تمہارے سپارے میں بھی تھا تم نے استاذ کے بتانے کے بعد بھی نہیں پڑھا۔ اعلیٰ حضرت نے عرض کیا: میں نے ارادہ کیا کہ اپنے استاذ کے بتانے کے موافق پڑھوں مگر زبان نے یارا نہ دیا۔ اس پر ان کے والد ماجد وفور مسرت سے آبدیدہ ہو گئے اور خدا کا شکر ادا کیا کہ اس بچے کو ما انزل اللہ کے خلاف پر قدرت ہی نہیں دی گئی ہے۔ یہ تھے آثار مجددیت۔

ایک روز صبح کو بچے مکتب میں پڑھ رہے تھے ان میں اعلیٰ حضرت بھی شامل تھے ایک آنے والے بچے نے استاد کو بایں الفاظ سلام کیا: 'السلام علیکم' استاد صاحب نے جواب میں کہا جیتے رہو آپ نے فوراً استاذ صاحب سے عرض کیا کہ یہ تو جواب نہ ہوا، انہوں نے پوچھا کہ اس کا جواب کیا ہے؟ اعلیٰ حضرت نے عرض کیا: اس کا جواب 'وعلیکم السلام' ہے، اس پر استاد بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔ چھوٹی چھوٹی شرعی غلطی پر آپ بچپن ہی میں بلا تکلف بول دیا کرتے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ غلطی کی تصحیح قدرت ہی نے ان کی عادت ثانیہ بنادی تھی چونکہ اس لیے کہ ان سے آگے چل کر رب العزت کو یہی کام لینا تھا۔

مولانا حسنین رضا خاں صاحب قبلہ لکھتے ہیں:

آپ مسلم الثبوت پڑھ رہے تھے اس دوران زیادہ رات تک مطالعہ کرتے تھے۔ جس مقام پر ان کا سبق ہونے والا تھا وہاں والد ماجد نے مولانا محب اللہ صاحب بہاری (مصنف کتاب) پر ایک اعتراض کر کے حاشیہ پر درج کر کے چھوڑ دیا تھا۔ جب اعلیٰ حضرت قبلہ کی نظر اس اعتراض پر پڑی تو آپ کی بانکی طبیعت میں یہ بات آئی کہ مصنف کی عبارت کو حل ہی اس طرح کیا جائے کہ اعتراض وارد ہی نہ ہو، آپ اس حل کو ایک بجے رات تک سوچتے رہے بالآخر تائید غیبی سے وہ حل سمجھ میں آ گیا۔ آپ کو انتہائی مسرت ہوئی اور اس وفور مسرت میں بے اختیار آپ کے ہاتھوں سے تالی بج گئی۔ اس سے سارا گھر جاگ گیا اور کیا ہے؟ کیا ہے؟ کا شور مچ گیا

تو آپ نے اپنے والد ماجد کو کتاب کی عبارت اور اس کا عام مطلب اور اس پر ان کا اعتراض سنانے کے بعد اپنی طرف سے اس عبارت کی تقریر کی کہ وہ اعتراض ہی نہ پڑا، اس پر باپ نے گلے سے لگایا اور فرمایا کہ امن میاں تم مجھ سے پڑھتے نہیں بلکہ مجھے پڑھاتے ہو۔

سچ ہے:

بالائے سرش ز ہوش مندی می تافت ستارۂ بلندی

دوران تعلیم آپ اپنے پھوپھا (جناب شیخ فضل حسن مرحوم) کے بلانے پر رامپور گئے انہوں نے بہ اصرار روکا۔ اعلیٰ حضرت قبلہ نے یہ وقت بھی تحصیل علم میں صرف کیا اور بایماء الحاج نواب کلب علی خاں مرحوم مغفور شرح چغمینی کے کچھ اسباق مولانا عبدالعلی صاحب مرحوم سے پڑھے۔ یہاں اس واقعہ کی تفصیل اس طرح ہے کہ نانا فضل حسن صاحب بریلی کے ساکن تھے رام پور میں وہ محکمہ ڈاک کے افسر اعلیٰ تھے اور الحاج نواب کلب علی خاں کے خاص مقربین میں ان کا شمار تھا۔ انہوں نے نواب صاحب سے اعلیٰ حضرت قبلہ کی حیرت انگیز ذہانت کا پہلے ہی ذکر کر دیا تھا جب یہ رام پور گئے تو نواب صاحب کے روبرو پیش کر دیا۔ نواب صاحب نے بات چیت ہی سے اندازہ کر لیا کہ یہ بچہ ہونہار ہے تو انکی خوشی یہ ہوئی کہ یہ رام پور میں ہی مولانا عبدالعلی صاحب اور مولانا عبدالحق صاحب خیر آبادی سے تعلیم حاصل کریں۔ اس لئے کہ مولانا عبدالعلی صاحب ریاضی میں اور مولانا عبدالحق صاحب منطق، فلسفہ، اصول وکلام وغیرہ میں یگانہ روزگار مانے جاتے تھے۔

نواب صاحب نے فرمایا:

یہاں مولانا عبدالحق صاحب خیر آبادی مشہور منطقی ہیں۔ آپ ان سے کچھ منطق کی کتابیں قدماء کی تصنیفات سے پڑھ لیجئے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا اگر والد ماجد کی اجازت ہوگی تو کچھ دن یہاں ٹھہر سکتا ہوں۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ اتفاق وقت جناب مولانا عبدالحق صاحب خیر آبادی مرحوم بھی تشریف لے آئے۔ جناب نواب صاحب نے اعلیٰ حضرت کا ان سے تعارف کرایا اور فرمایا: باوجود کم سنی ان کی کتابیں سب ختم ہیں اور اپنے مشورہ کا ذکر فرمایا۔ مولانا عبدالحق صاحب مرحوم کا عقیدہ تھا کہ دنیا میں صرف ڈھائی عالم ہوئے، ایک مولانا بحر العلوم دوسرے والد مرحوم اور نصف بندہ معصوم، وہ کب ایک کم عمر شخص کو عالم مان سکتے تھے۔ اعلیٰ حضرت سے دریافت فرمایا کہ منطق میں انتہائی کون کتاب آپ نے پڑھی ہے، اعلیٰ حضرت نے فرمایا "قاضی مبارک" یہ سنکر دریافت فرمایا کہ شرح تہذیب پڑھ چکے ہیں؟ یہ طعن آمیز سوال سن کر اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ کیا جناب کے یہاں قاضی مبارک کے بعد شرح تہذیب پڑھائی جاتی ہے۔ یہ سوال سیر کا سوا سیر پا کر جناب مولانا عبدالحق صاحب نے سوال کا رخ دوسری جانب پھیرا اور پوچھا اب کیا مشغلہ ہے؟ فرمایا: تدریس، افتا، تصنیف۔ فرمایا کس فن میں تصنیف کرتے ہیں؟ فرمایا: مسائل دینیہ ورد وہابیہ۔ اسکو سن کر فرمایا: رد وہابیہ؟ ایک میرا وہ بدایونی

خبطی ہے کہ ہمیشہ اسی خبط میں رہتا ہے اور رد وہابیہ کیا کرتا ہے۔ (وہ اشارہ حضرت مقتدائے ملت تاج الفحول محب الرسول عالیجناب مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی قدس سرہ العزیز کی طرف تھا۔ اور میرا کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت تاج الفحول جناب مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے) اعلیٰ حضرت نے یہ سنتے ہی فرمایا: جناب کو معلوم ہوگا کہ وہابیہ کا رد سب سے پہلے جناب مولانا فضل حق جناب کے والد ماجد ہی نے کیا اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کو بھرے مجمع میں مناظرہ کر کے ساکت کیا اور ان کے رد میں ایک مستقل رسالہ بنام "تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی" تحریر فرمایا ہے۔ اس پر مولانا عبدالحق صاحب خاموش ہو گئے۔ (۱۱)

ابتدائی کتابیں پہلے استاذ سے پڑھیں اور چار سال کی عمر میں قرآن ناظرہ ختم کیا، اسکے بعد میزان منشعب تک حضرت مولانا عبدالقادر بیگ سے پڑھا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد والد ماجد نے آپکی تعلیم اپنے ذمہ لے لی اور آخر تک درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔

اسی دوران شرح چغمینی مولانا عبدالعلی رامپوری (ریاضی داں) سے چھ ماہ وہاں رہ کر پڑھی۔

آپ فرماتے ہیں: حضور پرنور پیر ومرشد قدس سرہ کو شامل کر کے چھ نفوس قدسیہ میرے استاذ ہوتے ہیں۔

ان چھ حضرات کے علاوہ حضور نے کسی کے سامنے زانوئے ادب طے نہیں کیا مگر خداوند عالم نے محض اپنے فضل وکرم اور آپ کی محنت اور خداداد ذہانت کی وجہ سے اتنے علوم وفنون کا جامع بنایا کہ پچاس فنون میں حضور نے تصنیفات فرمائیں اور علوم ومعارف کے وہ دریا بہائے کہ خدام ومعتقدین کا تو کہنا کیا مخالفین مخالفتیں کرتے اپنی سیاہ قلبی کی وجہ سے برائیاں کرتے مگر ساتھ ساتھ ٹیپ کا بند یہ ضرور کہنے پر مجبور ہوتے کہ یہ سب کچھ ہے مگر مولانا احمد رضا خاں صاحب قلم کے بادشاہ ہیں جس مسئلہ پر قلم اٹھادیا نہ موافق کو ضرورت افزائش نہ مخالف کو دم زدن کی گنجائش ہوتی ہے۔ (۱۲)

پورے زمانہ طالب علمی میں کوئی کتاب بالاستیعاب مکمل نہ پڑھی، بلکہ والد صاحب جب یہ دیکھتے کہ ابن میاں مصنف کے طرز سے واقف ہو گئے ہیں تو مشکل مقامات پر عبور کرانے کے بعد دوسری کتابیں شروع کرادیتے، اس طرح قلیل مدت میں آپ نے تمام درسی کتب کو مکمل کرلیا اور ۱۳ سال دس ماہ چار دن کی عمر شریف میں ۱۴ شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ کو فارغ التحصیل ہو گئے۔

فتوی نویسی: تکمیل تعلیم کے بعد ہی والد ماجد نے فتوی نویسی کا کام اپنے فرزند ارجمند کے سپرد کردیا تھا اور سات سال تک مسلسل والد محترم کی سرپرستی میں آپ نے فتاوی تحریر فرمائے۔

خود فرماتے ہیں:

رد وہابیہ اور افتاء یہ دونوں ایسے فن ہیں کہ طب کی طرح یہ بھی صرف پڑھنے سے نہیں آتے، ان میں بھی طبیب حاذق کے مطب میں بیٹھنے کی ضرورت ہے، میں بھی ایک حاذق طبیب کے مطب میں سات برس بیٹھا، مجھے

وہ وقت وہ دن وہ جگہ وہ مسائل اور جہاں سے وہ آئے تھے اچھی طرح یاد ہیں، میں نے ایک بار ایک نہایت پیچیدہ حکم بڑی کوشش وجانفشانی سے نکالا اور اسکی تائیدات مع تنقیح آٹھ ورق میں جمع کیں، مگر جب حضرت والد ماجد قدس سرہ کے حضور میں پیش کیا تو انہوں نے ایک جملہ ایسا فرمادیا کہ اس سے یہ سب ورق رد ہو گئے، وہی جملے اب تک دل میں پڑے ہوئے ہیں اور قلب میں اب تک ان کا اثر باقی ہے۔ (۱۳)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

میں نے فتوی دینا شروع کیا، اور جہاں میں غلطی کرتا حضرت قدس سرہ اصلاح فرماتے، اللہ عزوجل انکے مرقد پاکیزہ بلند کو معطر فرمائے، سات برس کے بعد مجھے اذن فرمادیا کہ اب فتوی لکھوں اور بغیر حضور کو سنائے سائلوں کو بھیج دیا کروں، مگر میں نے اس پر جرأت نہ کی یہاں تک کہ رحمٰن عزوجل نے حضرت والا کو سلخ ذی قعدہ ۱۲۹۷ھ میں اپنے پاس بلالیا۔ (۱۴)

ازدواجی زندگی: مولانا حسنین رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

تعلیم مکمل ہوجانے کے بعد اعلی حضرت قبلہ کی شادی کا نمبر آیا۔ نانا فضل حسن صاحب کی منجھلی صاحبزادی سے نسبت قرار پائی۔ شرعی پابندیوں کے ساتھ شادی ہوگئی۔ یہ ہماری محترمہ اماں جان رشتہ میں اعلی حضرت قبلہ کی پھوپھی زادی تھیں۔ صوم وصلوۃ کی سختی سے پابند تھیں۔ نہایت خوش اخلاق بڑی سیر چشم انتہائی مہمان نواز نہایت متین وسنجیدہ بی بی تھیں۔ اعلی حضرت قبلہ کے یہاں مہمانوں کی بڑی آمد رہتی تھی، ایسا بھی ہوا ہے کہ عین کھانے کے وقت ریل سے مہمان اتر آئے اور جو کچھ کھانا پکنا تھا وہ سب پک چکا تھا اب پکانے والیوں نے ناک بھوں سمیٹی آپ نے فوراً مہمانوں کیلئے کھانا اتار کر باہر بھیج دیا اور سارے گھر کے لئے دال چاول یا کھچڑی پکنے کو رکھوادی گئی کہ اس کا پکنا کوئی دشوار کام نہ تھا۔ جب تک مہمانوں نے باہر کھانا کھایا گھر والوں کے لئے بھی کھانا تیار ہوگیا کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوئی کہ کیا ہوا۔ اعلی حضرت قبلہ کی ضروری خدمات وہ اپنے ہاتھ سے انجام دیتی تھیں۔ خصوصاً اعلیحضرت کے سر میں تیل ملنا یہ انکا روزمرہ کا کام تھا جس میں کم وبیش آدھا گھنٹہ کھڑا رہنا پڑتا تھا اور اس شان سے تیل جذب کیا جاتا تھا کہ ان کے لکھنے میں اصلا فرق نہ پڑے، یہ عمل ان کا روزانہ مسلسل تا حیات اعلیحضرت برابر جاری رہا۔ سارے گھر کا نظم اور مہمان نوازی کا عظیم بار بڑی خاموشی اور صبر واستقلال سے برداشت کرگئیں۔ اعلی حضرت قبلہ کے وصال کے بعد بھی کئی سال زندہ رہیں مگر اب بجز یاد الہی انہیں اور کوئی کام نہیں رہا تھا۔ اعلی حضرت قبلہ کے گھر کے لئے ان کا انتخاب بڑا کامیاب تھا۔ رب العزت نے اعلی حضرت قبلہ کی دینی خدمات کے لئے جو آسانیاں عطا فرمائی تھیں ان آسانیوں میں ایک بڑی چیز امی جان کی ذات گرامی تھی۔ قرآن پاک میں رب العزت نے اپنے بندوں کو دعائیں اور مناجاتیں بھی عطا فرمائی ہیں تا کہ بندوں کو اپنے رب سے مانگنے کا سلیقہ آجائے ان میں سے ایک دعا یہ بھی ہے۔

ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرۃ حسنة وقنا عذاب النار۔

تو دنیا کی بھلائی سے بعض مفسرین نے ایک پاکدامن ہمدرد اور شوہر کی جاں نثار بیوی مراد لی ہے۔

ہماری اماں جان عمر بھر اس دعا کا پورا اثر معلوم ہوتی رہیں۔ اپنے دیوروں اور نندوں کی اولاد سے بھی اپنے بچوں جیسی محبت فرماتی تھیں۔ گھرانے کے اکثر بچے انھیں اماں جان ہی کہتے تھے۔ اب کہاں ایسی پاک ہستیاں۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا وعلی بعلہا وابنیہا۔

بیعت وخلافت:

نیز فرماتے ہیں:

ایک روز اعلیٰ حضرت قبلہ کسی خیال میں روتے روتے سو گئے اس لئے کہ قیلولہ (دوپہر کو لیٹنا جو سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے) اس خاندان میں اب تک رائج ہے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ بھی اس سنت پر مدۃ العمر عامل رہے۔ خواب میں اعلیٰحضرت قبلہ کے دادا حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب تشریف لائے اور فرمایا: وہ شخص عنقریب آنے والا ہے جو تمہارے اس درد کی دوا کرے گا۔ چنانچہ اس واقعہ کے دوسرے یا تیسرے روز تاج الفحول حضرت مولانا عبد القادر صاحب بدایونی علیہ الرحمہ تشریف لائے، ان سے بیعت کے متعلق مشورہ ہوا اور یہ طے ہوا کہ جلد ہی مارہرہ شریف چل کر بیعت ہو جانا چاہیے۔ چنانچہ یہیں سے یہ تینوں حضرات مارہرہ شریف کو چل پڑے (اعلیٰ حضرت اور انکے والد ماجد اور حضرت مولانا عبد القادر صاحب)

جب حضرت مارہرہ شریف پہونچے اور آستانہ عالیہ برکاتیہ پر حاضری ہوئی تو وہاں کے صاحب سجادہ حضرت سیدنا ومولانا آل رسول سے اعلیٰ حضرت قبلہ اور انکے والد ماجد کی پہلی ملاقات ہوئی تو انہوں نے اعلیٰ حضرت قبلہ کو دیکھتے ہی جو الفاظ فرمائے تھے وہ یہ تھے۔ آیئے ہم تو کئی روز سے آپ کے انتظار میں تھے۔ اعلیٰ حضرت اور انکے والد ماجد بیعت ہوئے اور مرشد برحق نے تمام سلاسل کی اجازت عطا فرما کر تاج خلافت اعلیٰ حضرت کے سر پر اپنے دست کرم سے رکھ دیا۔ یوں یہ خلش جس کے لئے اعلیٰ حضرت روتے تھے رب العزت نے نکال دی۔ شریعت کی تعلیم وتربیت باپ سے ملی تھی اور طریقت کی تکمیل پیر ومرشد نے کرادی۔ اس وقت اعلیٰ حضرت قدس سرہ شریعت وطریقت دونوں کے امام ہو گئے۔ زندہ باد اعلیٰ حضرت زندہ باد۔

بعض مریدین نے جو اس وقت حاضر تھے حضرت سیدنا آل رسول قدس سرہ سے عرض کیا: کہ حضور اس بچے پر یہ کرم کہ مرید ہوتے ہی تمام سلاسل کی اجازت وخلافت عطا ہو گئی نہ ضروری ریاضت کا حکم ہوا نہ چلہ کشی کرائی۔ اس کے جواب میں حضرت سیدنا آل رسول نے فرمایا کہ تم کیا جانو، یہ بالکل تیار آئے تھے صرف نسبت کی ضرورت تھی تو یہاں آکر وہ ضرورت بھی پوری ہو گئی۔ یہ فرما کر آب دیدہ ہو گئے اور فرمایا: کہ رب العزت دریافت فرمائے گا کہ آل رسول تو دنیا سے ہمارے لئے کیا لایا تو میں احمد رضا کو پیش کروں گا۔ مارہرہ شریف ضلع

ایٹہ میں ایک قصبہ ہے اور اس میں سادات کرام کا یہ خاندان بلگرام شریف سے آکر آباد ہوا ہے یہ حسنی وحسینی سادات قادری نسل سے ہیں اور نسبت بھی قادری ہے اس خاندان میں بڑے بڑے اولیائے کرام ہوئے اعلیٰ حضرت قبلہ کے مرشد سیدنا شاہ آل رسول انہیں میں سے ایک تھے۔ ان کا اپنے دور کے اولیاء کرام میں شمار تھا۔ علمائے کرام بدایوں بھی اسی خاندان سے بیعت ہوئے اور علمائے کرام بریلی کو بھی اسی دودمان پاک کی غلامی پر فخر ہے۔ (۱۵)

مجدد وقت: مولانا حسنین رضا خانصاحب لکھتے ہیں:

اعلیٰ حضرت قبلہ کے فیضان مجددیت کا ظہور ۱۳۰۱ھ کے آغاز سے ہوا۔ یہ واقعہ ذرا تفصیل طلب ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہمارے چچا مولوی محمد شاہ خاں صاحب عرف تھمن خاں صاحب مرحوم سوداگری محلہ کے قدیمی باشندے تھے، اعلیٰ حضرت سے عمر میں ایک سال بڑے تھے، بچپن ساتھ گذرا ہوش سنبھالا تو ایک ہی جگہ نشست وبرخاست رہی۔ ایسی حالت میں آپس میں بے تکلفی ہوتا ہی تھی۔ ان کو اعلیٰ حضرت قبلہ تھمن بھائی جان کہتے تھے اور ان کے ایک سال بڑے ہونے کا بڑا لحاظ فرماتے تھے یہ بھی اکثر سفر وحضر میں ساتھ ہی رہتے، آدمی ذی علم تھے گھر کے خوش حال زمین دار تھے یہاں تک کہ ندوہ کے مقابلہ میں جب اعلیٰ حضرت قبلہ نے بہار وکلکتہ کا سفر کیا تھا تو تھمن میاں بھی ساتھ رہے۔ میں نے اپنے ہوش سے انہیں اعلیٰ حضرت قبلہ کی صحبت میں خاموش اور مؤدب ہی بیٹھے دیکھا۔ انہیں اگر مسئلہ دریافت کرنا ہوتا تو دوسروں کے ذریعہ سے دریافت کراتے۔ میں مدتوں سے یہ ہی دیکھ رہا تھا، ایک روز میں نے چچا سے عرض کیا کہ اعلیٰ حضرت تو آپکی بزرگی کا لحاظ کرتے ہیں آپ ان سے اس قدر کیوں جھجکتے ہیں کہ مسئلہ خود نہیں دریافت کرتے۔ انہوں نے فرمایا: کہ ہم اور وہ بچپن سے ساتھ رہے، ہوش سنبھالا تو نشست وبرخاست ایک ہی جگہ ہوتی، نماز مغرب پڑھ کر ہمارا معمول تھا کہ ان کی نشست گاہ میں آبیٹھتے۔ سید محمود شاہ صاحب وغیرہ چند ایسے احباب تھے کہ وہ بھی اس صحبت کی روزانہ شرکت کرتے۔ عشاء تک مجلس گرم رہتی، اس مجلس میں ہر قسم کی باتیں ہوتی تھیں، علمی مذاکرے ہوتے تھے، دینی مسائل پر گفتگو ہوتی اور تفریحی قصے بھی ہوتے، جس دن محرم ۱۳۰۱ھ کا چاند ہوا ہے اس دن حسب معمول ہم سب بعد مغرب اعلیٰ حضرت کی نشست گاہ میں آگئے۔

اعلیٰ حضرت خلاف معمول کسی قدر دیر سے پہونچے، حسب معمول سلام علیک کے بعد تشریف رکھی اور لوگ بھی تھے، مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تھمن بھائی جان آج ۱۳۰۱ھ کا چاند ہوگیا، میں نے عرض کیا: کہ میں نے بھی دیکھا، بعض اور ساتھیوں نے چاند دیکھنا بیان کیا، اس پر فرمایا کہ بھائی صاحب یہ تو صدی بدل گئی۔ میں نے بھی عرض کیا صدی تو بیشک بدل گئی، خیال کیا تو واقعی اس چاند سے چودھویں صدی شروع ہوئی تھی۔ اس پر فرمایا کہ اب ہم آپ کو بھی بدل جانا چاہیئے۔ یہ فرمانا تھا کہ ساری مجلس پر ایک سکوت طاری ہوگیا اور ہر شخص اپنی جگہ

بیٹھا رہ گیا پھر کسی کو بولنے کی ہمت نہ ہوئی، کچھ دیر سب خاموش بیٹھے رہے اور سلام علیک کر کے سب فرداً فرداً چلنے لگے اس وقت تو کوئی بات سمجھ ہی میں نہ آئی کہ یکا یک اس رعب چھانے کا سبب کیا ہو دوسرے روز بعد فجر جب سامنا ہوا اور ان کے مجددانہ رعب وجلال سے واسطہ پڑا تو یاد آیا کہ انہوں نے جو بدلنے کو فرمایا تھا تو وہ خدا کی قسم ایسے بدلے کہ کہیں سے کہیں پہنچ گئے اور ہم جہاں تھے وہیں رہے۔ وہ دن ہے اور آج کا دن کہ ہمیں ان سے بات کرنے کی ہمت ہی نہ ہوئی، بلکہ اس اہم تبدیلی پر ہم نے تنہائی میں بارہا غور بھی کیا تو بجز اس کے کوئی بات سمجھ ہی میں نہ آئی کہ ان میں متجاب اللہ اس دن سے کوئی بڑی تبدیلی کر دی گئی ہے جس نے انہیں بہت اونچا کر دیا ہے اور ہم جس سطح پر پہلے تھے وہیں اب ہیں۔ ہاں جب دنیا انہیں مجدد المائۃ الحاضرہ کے نام سے پکارنے لگی تو سمجھ میں آیا کہ وہ تبدیلی یہ تھی جس نے ہمیں اتنے روز حیران ہی رکھا۔ یہ تھی وہ تاریخ جس میں انہیں موجودہ صدی کا مجدد بنایا گیا اور مجددیت کا منصب جلیل عطا ہوا اور ساتھ ہی ساتھ وہ رعب عطا ہوا جو اسی تاریخ سے محسوس ہونے لگا، باوجودیکہ ہمیں بے تکلفی کے لیل ونہار اب تک یاد ہیں مگر رعب حق برابر روز افزوں ہے جو ان کے مدارج کی مزید ترقی کی دلیل ہے۔ (۱۶)

ماہر رضویات پروفیسر مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں:۔

محدث بریلوی نے پوری شدت اور قوت کے ساتھ بدعات کا استیصال کیا اور احیاء دین متین اور احیاء سنت کا اہم فریضہ ادا کیا، اسی لئے علمائے عرب وعجم نے انکو مجدد کے لقب سے یاد کیا۔

۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء میں پٹنہ (بھارت) میں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں پاک وہند کے سیکڑوں علماء جمع ہوئے، اس جلسہ میں محدث بریلوی کو ان سے بزرگ علماء کی موجودگی میں مجدد کے لقب سے یاد کیا گیا۔ اسی طرح علمائے سندھ میں شیخ ہدایت اللہ بن محمود بن محمد سعید السندی البکری مہاجر مدنی نے محدث بریلوی کی عربی کتاب الدولۃ المکیہ پر تقریظ لکھی تو اس میں تحریر فرمایا:۔

مجدد المأة الحاضرة مؤيد الملة الطاهرة۔

علمائے عرب میں مندرجہ ذیل حضرات نے فاضل بریلوی کو مجدد کے لقب سے یاد کیا ہے۔

سید اسمٰعیل بن خلیل محافظ کتب حرم مکہ معظمہ۔

شیخ موسیٰ علی شامی ازہری۔ (۱۷)

وصال اقدس۔ امام احمد رضا قدس سرہ ان اولیائے کاملین میں سے تھے جن کے قلوب پر فرائض الٰہیہ کی عظمت چھائی رہتی ہے۔ چنانچہ جب ۱۳۳۹ھ کا ماہ رمضان المبارک مئی جون ۱۹۲۱ء میں پڑا اور مسلسل علالت اور ضعف کے باعث آپ نے اپنے اندر امسال کے موسم گرما میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ پائی تو اپنے حق میں فتوی دیا کہ میں پہاڑ پر جا کر روزہ رکھ سکتا ہوں اور میرے اندر یہ وسعت واستطاعت بھی ہے لہذا وہاں جا کر

روزے رکھوں گا چنانچہ آپ نے وہاں جا کر روزے رکھے۔

اسی دوران آپ نے مشہور محدث امام المحدثین حضرت مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی تم پیلی بھیتی کی تاریخ وصال اس آیت کریمہ سے نکالی:۔

یطاف علیھم بآنیة من فضة و اکواب،

۱۳۳۴ھ

ان پر چاندی کے برتنوں اور کوزوں کا دور ہوگا

آپ کا وصال ۱۳۳۴ھ میں ہو چکا تھا اور امام احمد رضا قدس سرہ کے نہایت مخلص دوستوں میں تھے۔

تاریخ وصال نکالنے کے بعد فرمایا اس آیت کے شروع میں واو ہے اگر اسکو باقی رکھ کر حساب کیا جائے تو دوست دوست سے مل جائے گا۔ حاضرین نے اس وقت تو غور نہ کیا لیکن جب ۱۳۴۰ھ میں وصال ہوا تو لوگوں نے سمجھا کہ یہ تو اعلیٰ حضرت نے باتوں ہی باتوں میں اپنے وصال کی خبر دی تھی، کیونکہ بحساب ابجد 'واو' کے عدد چھ ہیں، اس طرح ۱۳۳۴ میں چھ کا اضافہ کر کے ۱۳۴۰ ہوتے ہیں۔ یہ واقعہ وصال سے چھ ماہ پہلے کا ہے۔

قارئین ان کی سن ولادت کا استخراج اور اسکی توجیہ پڑھ چکے ہیں اب دونوں کو جمع کیجئے تو صاف ظاہر ہوگا کہ سن ولادت کی آیت کریمہ اسکے ایمان راسخ کا پتہ دیتی ہے تو اس پر مرتب ہونے والا نتیجہ بفضلہٖ تعالیٰ آخرت میں یہ ہی ہوگا کہ جنت کی ابدی راحتوں میں سونے چاندی کے ساغر وصراحی لئے حور وغلماں ان پر پیش ہوتے رہیں گے اور یہ دور ہمیشہ چلتا رہے گا۔

مولانا حسنین رضا خاں صاحب لکھتے ہیں:

اس بار آپ جب بھوالی سے تشریف لائے تو علالت کا کسی قدر سلسلہ چل رہا تھا اپنے پیر ومرشد سیدنا آل رسول مارہروی کا عرس کیا اور عرس میں حسب معمول تقریر فرمائی۔ اس تقریر میں از اول تا آخر مسلمانوں کو نصیحتیں ہی فرمائیں، آخر میں یہ بھی فرمایا کہ آئندہ ہمیں تمہیں شاید ایسا موقع نہ ملے۔ اس لئے جو یہاں موجود ہیں وہ بغور سنیں اور جو موجود نہیں ہیں انہیں میرے الفاظ پہونچادیں۔ اس پر سارا جلسہ بدحواس ہو کر رونے لگا پھر تسکین دی اور فرمایا کہ خدا میں سب قدرت ہے وہ چاہے تو ہم تم اسی طرح بار بار جمع ہوں۔ غرضیکہ آج لوگ متنبہ ہوگئے کہ اب آپ ہم میں رہنے والے نہیں، اب لوگوں نے بیعت ہونے کی جلدی کی ہر وقت آستانہ رضویہ پر مرید ہونے والے مردوں اور عورتوں کا جم غفیر رہنے لگا تو حکم دیا کہ میری طرف سے مردوں کو حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خانصاحب مرید کریں اور عورتوں کو مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خانصاحب بیعت کریں۔ یہ سلسلہ روز وفات تک برابر جاری رہا۔ باہر کے لوگوں کو معلوم ہوا تو وہ بھی آکر بیعت ہوئے۔ یوم وفات سے دو روز قبل سہ شنبہ کے روز اعلیٰ حضرت پر تپ لرزہ کا حملہ محسوس ہوا اس سے دفعۃً کمزوری بڑھ گئی اور اتنی بڑھی کہ نبض

غائب ہوگئی، اس وقت جناب حکیم حسین رضا خاں صاحب بھی حاضر تھے ان سے فرمایا کہ نبض تو دیکھو انہوں نے نبض دیکھی تو وہ ڈوب چکی تھی۔ انہوں نے گھبرا کے عرض کیا کہ کمزوری کے سبب نبض نہیں ملتی۔ فرمایا آج کیا دن ہے؟ حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا: چہار شنبہ ہے، اس پر فرمایا جمعہ پرسوں ہے اور یہ فرما کر کف افسوس ملتے جاتے اور حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھتے جاتے یہ سب کچھ ان کا پیارا رب دیکھ رہا تھا اس نے اس کمزوری کے حملے کو آن کی آن میں دفع فرمادیا اور طبیعت بدستور سہولت پر آگئی۔ اب حاضرین رخصت ہونے لگے پھر دو دن طبیعت خوشگوار رہی یہاں تک کہ جمعہ کے روز جب نماز فجر کے بعد مزاج پرسی کیلئے لوگ اندر گئے تو اعلیٰ حضرت قبلہ کو کافی پرسکون پایا۔

خبر ارتحال: ۲۵ ر صفر ۴۰ھ کو لوگ بعد نماز فجر حسب معمول مزاج پرسی کے لئے آئے تو اعلیٰ حضرت قبلہ کی طبیعت اس قدر شگفتہ اور بحال تھی کہ لوگوں کو مسرت ہوئی۔

مولوی اکرام الحق کا خواب:۔ اور یہی حالت رحلت تک رہی میں یہاں سے صحت کی خوشخبری سنانے قاری خانہ میں مولوی اکرام الحق گنگوہی مدرس مدرسہ منظر اسلام (جو خیر آبادی خاندان میں مولانا حکیم برکات احمد صاحب ٹونکی مرحوم کے شاگرد رشید تھے، معقول وفلسفہ وکتب اصول بہت اچھی پڑھاتے تھے اور اعلیٰ حضرت قبلہ کے چاہنے والوں میں سے تھے) کے پاس گیا ان کو ان کے بستر پر رضائی میں منھ لپیٹے روتے پایا، میں نے ان سے کہا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ کو آج آثار صحت شروع ہوگئے تو آپ دیکھنے بھی نہ گئے، اس پر انکی سسکی بندھ گئی اور زیادہ رونے لگے، میں نے انہیں چپ کرایا اور رونے کی وجہ دریافت کی، انہوں نے اپنا خواب سنایا، فرمایا کہ میں نے آج ہی صبح صادق کے وقت دیکھا ہے کہ بہت سے علماء و اولیاء ایک جگہ جمع ہیں اور وہ سب رنجیدہ اور مغموم معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے رنج وغم کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ آج مولانا احمد رضا خاں صاحب دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں۔ انداز بیان سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس دور ناہنجار میں اعلیٰ حضرت کا دنیا سے جانا ان حضرات پر گراں تھا، ان میں بعض میرے دور کے وہ حضرات بھی تھے جنھیں میں نے پہچانا، میں نے انکی زیارت کی ہے۔ میں مولوی اکرام الحق صاحب مرحوم کے اس خواب کو خواب وخیال کہہ کر ٹالتا رہا اور انکے دل سے اس صدمہ کو ہٹاتا رہا بالآخر انہوں نے مجھ سے کہہ دیا کہ میں علماء وصلحا کے اس جم غفیر کے مقابلے میں آپ کے تخمینی خیال کی تائید نہیں کر سکتا۔

رحلت کے آثار اور وصایا:۔ ابتداء علالت سے یہ دستور رہا کہ جب لوگ اندر مکان میں حاضر ہوتے تو سلام ودست بوسی کے بعد صرف ایک شخص مزاج پرسی کرتا، آپ شکر ادا کرتے اور مختصر حال بیان فرمادیتے، اس دوران میں اگر کوئی مسئلہ دریافت کرتا اس کا جواب دیتے، صبر وشکر کی تلقین فرماتے اور ان مجالس عیادت میں سفر آخرت کا زیادہ ذکر رہتا۔ خود روتے دوسروں کو رلاتے اور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد تو مدت العمر

ان کی ہر صحبت میں ہر تقریر کا موضوع یہی رہی۔ وہ موقع بموقع ضرور ہوا کرتی دوران علالت کی صحبتوں میں یہ بھی بارہا فرمایا کہ رب العزت کا فضل مانگو وہ اگر عدل فرمائے تو ہمارا تمہارا کہیں ٹھکانہ نہ لگے۔ اولیاء کرام کے قصص اکثر مثال کے طور پر پیش فرماتے۔ اس جمعہ کو بھی یہ مجلس تذکیر دیر تک رہی آج بھی لوگ پندونصائح کے انمول موتیوں سے دامن مراد بھر کے لوٹے، تھوڑی دیر کیلئے ہم سب یہ سمجھے کہ آج صحت کی طرف طبیعت کا صحیح قدم اٹھا ہے، یہ کوئی نہ جانتا تھا کہ اعلی حضرت قبلہ جو کچھ اظہار طمانیت کر رہے ہیں وہ صرف ہم سب کا غم غلط کرنے کو کر رہے ہیں، در حقیقت آج ہی ان کی روانگی ہے، یہ تو جب معلوم ہوا کہ جب انہوں نے اپنی روانگی کے پروگرام پر عمل درآمد شروع کر دیا، سب سے پہلے آپ نے مفتی اعظم سے کل جائداد کا وقف نامہ لکھوایا۔ خود اس کا مضمون بولتے جاتے اور حضرت مفتی اعظم لکھتے جاتے۔ جب وقف نامہ لکھا گیا تو خود ملاحظہ فرما کر دستخط ثبت فرما دیئے۔ وقف نامے میں جائداد کی چوتھائی آمدنی مصرف خیر میں رکھی۔ اور تین چوتھائی آمدنی بحصص شرعی ورثہ پر تقسیم فرما دی۔ آج صبح سے کچھ کھایا نہ تھا خشک ڈکار آئی حکیم حسین رضا خاں صاحب حاضر خدمت تھے ان سے فرمایا کہ معدہ بفضلہ تعالی بالکل خالی ہے ڈکار خشک آئی ہے، اس پر بھی احتیاطا ایک مرتبہ وصال سے کچھ قبل چوکی پر بیٹھے، اب گھڑی سامنے رکھوالی، اب سے جو کام کرتے تو پہلے وقت دیکھ لیتے۔ شروع نزع سے کچھ قبل فرمایا کارڈ، لفافے، روپیہ، پیسہ کوئی تصویر اس دالان میں نہ رہے، جنب یا حائضہ نہ آنے پائے، کتا مکان میں نہ آئے، سورۂ یٰسین اور سورۂ رعد باواز پڑھی جائیں، کلمہ طیبہ سینہ پر دم آنے تک متواتر باواز پڑھا جائے، کوئی چلا کر بات نہ کرے، کوئی رونے والا بچہ مکان میں نہ آئے، بعد قبض روح فوراً نرم ہاتھوں سے آنکھیں بند کر دی جائیں، بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ کہہ کر۔ نزع میں سرد پانی ممکن ہو تو برف کا پانی پلایا جائے، ہاتھ پاؤں وہی پڑھ کر سیدھے کر دیئے جائیں، اصلا کوئی نہ روئے، وقت نزع میرے اور اپنے لئے دعاء خیر مانگتے رہو، کوئی برا کلمہ زبان سے نہ نکلے کہ فرشتے آمین کہتے ہیں، جنازہ اٹھنے پر خبردار کوئی آواز نہ نکلے، غسل وغیرہ سب مطابق سنت ہو، جنازہ میں بلاوجہ شرعی تاخیر نہ ہو، جنازے کے آگے کوئی شعر میری مدح کا ہرگز نہ پڑھا جائے، قبر میں بہت آہستگی سے اتاریں، دا ہنی کروٹ پر وہی دعا پڑھ کر لٹائیں، نرم مٹی کا پشتارہ لگائیں، جب تک قبر تیار ہو۔

سبحٰن اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ اللھم ثبت عبیدک ھذا بالقول الثابت بجاہ نبیک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ پڑھتے رہیں۔

اناج قبر پر نہ لے جائیں، یہیں تقسیم کر دیں، وہاں بہت غل ہوتا ہے اور قبروں کی بے حرمتی، بعد تیاری قبر کے سرہانے الٓمٓ تا مفلحون۔ پائنتی اٰمن الرسول، تا آخر سورہ پڑھیں اور سات بار باواز بلند حامد رضا خاں اذان کہیں اور متعلقین میرے مواجہہ میں کھڑے ہو کر تین بار تلقین کریں۔ پھر اعزہ واحباب چلے جائیں ہو سکے تو ڈیڑھ گھنٹے میرے مواجہہ میں درود شریف ایسی آواز سے پڑھتے رہیں کہ میں سنوں پھر مجھے ارحم الراحمین

کے سپرد کر کے چلے آئیں، اگر ہو سکے تو تین شبانہ روز پہرے کیساتھ دو عزیز یا دوست مواجہ میں قرآن مجید آہستہ آہستہ یا درود شریف ایسی آواز سے بلا وقفہ پڑھتے رہیں کہ اللہ چاہے اس نئے مکان سے میرا دل لگ جائے، (اور ہوا بھی یہی کہ جس وقت وصال فرمایا اس وقت سے تسلسل تک قرآن کریم باآواز برابر پڑھا گیا اور پھر تین شبانہ روز قبر انور پر بلا توقف مواجہ اقدس میں مسلسل تلاوت جاری رہی) کفن پر کوئی دوشالہ یا قیمتی چیز یا شامیانہ نہ ہو غرضیکہ کوئی بات خلاف سنت نہ ہو۔

وصال: ۱۲ ربجے دن کے بعد اعلیٰ حضرت قبلہ نے جائداد کا وقف نامہ لکھوایا اور اپنے دستخطوں سے مزین فرمایا، اس کے بعد حضرت حجۃ الاسلام سے سورۂ رعد پڑھوائی جسے بڑے اطمینان سے بغور سنتے رہے پھر یٰسین شریف پڑھوائی۔ ۲ ربجے کے بعد پانی طلب فرمایا جو پیش کیا گیا، پانی پی کر کلمہ طیبہ پڑھنے لگے کچھ دیر کے بعد صرف اسم جلالت اللہ، اللہ کا ورد فرمایا یہاں تک کہ دو بج کر ۳۸ رمنٹ پر داعی اجل کو لبیک کہا اور ان کی روح پاک اپنے رفیق اعلیٰ کی بارگاہ میں چلی گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ جمعہ کا دن تھا صفر المظفر کی ۲۵ رتاریخ تھی دو بج کر ۳۸ رمنٹ ہوئے تھے جب کہ دنیائے اسلام میں خطیب منبروں پر خطبوں میں بلند آواز سے پڑھ رہے تھے۔

اللهم انصر من نصر دين محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم واجعلنا منهم۔

اے اللہ اسکی مدد کر جس نے تیرے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین کی مدد کی اور ہمیں بھی ان کی ہمراہی کا شرف عطا فرمایا۔

ان کی روح ان دعاؤں کے جھرمٹ میں ملی جلی بارگاہ رب العزت میں حاضر ہو گئی رحمۃ اللہ علیہ۔

اس جمعہ سے قبل والے جمعہ کو اعلیٰ حضرت کی مسجد کی تشریف آوری میں دیر لگی تھی ان کے انتظار کی وجہ سے لوگوں نے جمعہ میں معمول کے خلاف تاخیر کرادی اس واسطے کہ اعلیٰ حضرت قبلہ کو کئی بار وضو کرنا پڑا تھا۔ لہذا آج صبح ہی ہم سب سے تاکید فرمادی کہ پچھلے جمعہ کی طرح آج میری وجہ سے نماز جمعہ میں اصلا تاخیر نہ کی جائے، جمعہ کی نماز معمول کے مطابق وقت پر قائم ہو، کوئی بھی کچھ کہے نہ مانا جائے۔ ہم لوگ اس کا یہ مطلب سمجھے کہ پچھلے جمعہ میں جو بعض حضرات کے کہنے سے مقررہ وقت ٹالا گیا اس کی آج ممانعت فرمادی ہے، یہ گمان بھی نہ تھا کہ یہ آج ہی عین جمعہ کے وقت رخصت ہو رہے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ لوگ اس وقت رونے پیٹنے میں بد حواس ہوں گے جمعہ میں بلا وجہ تاخیر ہو گی۔

اعلیٰ حضرت قبلہ کو التزام جماعت نماز پنجگانہ بہت ملحوظ تھا۔ کئی سال پہلے پاؤں کا انگوٹھا ایسا پکا تھا کہ نہ جوتا پہنا جاتا تھا نہ کھڑے ہو سکتے تھے، اس بار پہلی مرتبہ ظہر کے وقت باہر تشریف لائے تو چاروں ہاتھ پاؤں کی مدد سے باہر تشریف لائے۔ خدام نے فوراً کرسی پر بٹھا دیا اسی طرح بعد نماز کرسی پر بیٹھا کر لے گئے اور پلنگ پر

بٹھادیا اور استنجے کیلئے پلنگ سے ملا کر چوکی لگادی گئی، جب تک انگوٹھا پکا یہ عمل جاری رہا کہ جماعت میں شرکت کیلئے زنانہ مکان سے کرسی پر مسجد کے اندر آئے اور مسجد سے کرسی پر اندر لیجائے گئے، ابتداء اس کراہت کا اظہار فرماتے رہے مگر خدام کی ضد نے مجبور کردیا تھا۔ اس علالت میں بھی آپ جب مسجد نہ جاسکے تو نمازوں کے اوقات پر کرسی لئے موجود رہتے اور جماعت میں آپ کو نماز پڑھواتے۔ چنانچہ جمعۃ الوفات سے پہلا جمعہ آپ نے مسجد میں باجماعت ادا کیا تھا، کرسی اٹھانے کیلئے کچھ مخلصین اور کچھ گھر والے نماز کے وقت ضرور حاضر ہوجاتے جن میں سے ایک بفضلہ تعالیٰ یہ راقم الحروف بھی ہے۔ خداوند عالم ان سب کو اجر خیر دے آمین۔

تکفین وتدفین

چنانچہ وصال کے بعد فوراً جمعہ کی تیاری کی آواز لگادی گئی اور سب حاضرین واہل خانہ بجائے آہ وبکا وگریہ وزاری کے جمعہ کی تیاری میں لگ گئے، جمعہ کے بعد لوگ بہت آگئے تجہیز وتکفین وتدفین کا مشورہ ہوا فوراً ۲۵ تار دیئے گئے جہاں جہاں سے لوگ آسکتے تھے وہ دفن کے مقررہ وقت تک بریلی آگئے، غسل میں سادات عظام اور علماء کرام واہل خاندان نے شرکت کی، جنازہ تیار ہوا تو کفن لانے والے صاحب عطر بھول گئے تھے عین ضرورت کے وقت محلہ پنیٹھ میراں کے ایک حاجی صاحب اعلیٰ حضرت قبلہ کی نذر کے لئے مدینہ پاک سے عطر وغلاف کعبہ، آب زمزم، خاک شفاوغیرہ لے کے آگئے، یہ عطیہ عین وقت پر پہونچا یہ سب چیزیں فوراً کام آئیں ۔رونمائی کے بعد جنازہ نماز کے لئے عیدگاہ چلا اس واسطے کہ وسط شہر میں کوئی ایسا وسیع میدان نہ تھا بجز ایک ارض مغصوبہ کے۔ سوداگری محلہ سے عیدگاہ تک جو کشمکش رہی ہے وہ کبھی نہ دیکھی، یہ اندیشہ ہوتا تھا کہ اس چھین جھپٹ میں پلنگ ٹوٹ کے ٹکڑے ہوجائے گا مگر شکر ہے کہ پلنگ سلامت رہا۔

وہاں پہونچ کر ایک تعجب خیز واقعہ اور دیکھا کہ عیدگاہ میں چھ سات جنازے پہلے سے رکھے ہیں، اعلیٰ حضرت کے جنازے کا انتظار ہورہا ہے، لوگوں سے کہا کہ تم نے حسب دستور اپنے اپنے محلہ میں نماز جنازہ پڑھ کے دفن کیوں نہ کر دیا؟ یہ کیا کیا؟ تو انہوں نے کہا: کہ یہ سب اعلیٰ حضرت قبلہ کے فدائی تھے انکے جنازوں کی نماز ان کی نماز جنازہ کے ساتھ ہوگی، وہ بھی عجب سماں تھا کہ اکٹھے سات یا آٹھ جنازوں کی نماز ایک ساتھ ہورہی تھی ۔صف بستہ نماز ادا کررہے تھے۔ دو ایک جنازے دیہات کے تھے باقی شہر کے مختلف حصوں کے تھے، بیسوں سقہ صاحبان بلاکسی تحریک کے گھر سے عیدگاہ تک چھڑکاؤ کرتے جارہے تھے۔ انہوں نے عیدگاہ میں وضو کا پانی دیا۔ ظہر عیدگاہ میں ادا کی گئی اس کے بعد جنازہ سوداگری محلہ لاکر خانقاہ رضویہ میں سپرد خاک کردیا گیا ۔یہاں تمام حاضرین نے نماز عصر ادا کی اور اسی وقت مزار شریف پر تلاوت قرآن پاک شروع ہوگئی جو تین دن تین رات مسلسل جاری رہی۔ رات میں بھی کسی وقت ایک آن کو تلاوت نہ رکی۔

ایصال ثواب۔ ہندوستان میں جگہ جگہ سوم کیا گیا۔ مگر خواجہ غریب نواز کے آستانہ پر خادم آستانہ سید

حسین صاحب مرحوم نے جو سوم کیا وہ بہت بڑے پیانے پر ہوا۔ اس میں ختم قرآن پاک بہت ہو گئے تھے۔ ویسے تو کلکتہ رنگون سے بھی سوم کی اطلاعات آئیں مگر جلدۂ از ہر مصر کی رپورٹ جو انگریزی اخباروں میں چھپی اس سے بڑی حیرت ہوئی اس واسطے کہ یہاں سے کوئی اطلاع نہ دی گئی تھی۔

مکہ معظمہ مدینہ منورہ سے بھی ایصال ثواب کی اطلاعیں ملیں۔ مدینہ منورہ میں مولانا ضیاء الدین احمد صاحب اور وہاں کے دیگر علماء کرام نے سنا ہے کہ مواجہہ اقدس میں بیٹھکر ایصال ثواب کیا۔ یہ اس ذاتی عشق کا اثر تھا جو اعلیٰ حضرت کو سرکار دوجہاں کی ذات کریمہ سے تھا۔ حسب دستور خاندان قادریہ عرس چہلم میں رسم سجاد گی عمل میں آئی۔ جس میں ہندوستان کے اکثر علماء مشائخ نے شرکت کی حسب الحکم اعلیٰ حضرت قبلہ حضرت حجۃ الاسلام کو خرقۂ خلافت پہنایا گیا۔ چہلم میں علمائے کرام نے تقریریں کیں۔ وہ تو یاد نہ رہیں۔ مولانا سید سلیمان اشرف ناظم دینیات علی گڑھ یونیورسٹی کی ایک بات اب تک یاد ہے۔ جس پر لوگ بہت روئے تھے، انہوں نے اثنائے تقریر میں جب کہ قبر انور کے پاس کھڑے تقریر کر رہے تھے۔ فرمایا کہ یارو! مجھے بریلی آتے جاتے بہت دیکھا ہے مگر اب نہ دیکھو گے، میں علی گڑھ کالج میں ہوں جہاں عربی کا بھی بڑا کتب خانہ موجود ہے۔ اگر ہم کسی تحقیق کے درپے ہوں تو بکثرت کتابیں دیکھ سکتے ہیں اور دیکھتے بھی ہیں مگر ہمیں پوری تسکین جبھی ہوتی تھی جب کہ اس بندۂ خدا (قبر انور کی طرف اشارہ کر کے) کی زبان سے سن لیتے تھے تو اب بتاؤ ہم کیوں آنے لگے، اس بیان سے مجمع میں لوگوں کی چیخیں نکل گئیں تھیں۔

مشاہیر تلامذہ

نام	ولادت/وفات
استاذ زمن مولانا حسن رضا خانصاحب بریلوی (برادر اوسط)	۱۲۷۶ھ/۱۳۲۶ھ
حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خانصاحب، بریلوی (خلف اکبر)	۱۲۹۲ھ/۱۳۶۲ھ
مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب بریلوی (خلف اصغر)	۱۳۱۰ھ/۱۴۰۲ھ
ابوالمحمود مولانا سید احمد اشرف صاحب کچھوچھوی،	۱۲۸۶ھ/۱۳۴۳ھ
ملک العلماء مولانا ظفر الدین صاحب بہاری	۱۳۰۳ھ/۱۳۸۲ھ
عید الاسلام مولانا عبد السلام صاحب جبلپوری،	۱۲۷۲ھ/۱۳۷۳ھ
سلطان الواعظین مولانا عبد الاحد صاحب پیلی بھیتی	۱۲۸۳ھ/۱۳۵۲ھ
ابوالفیض صوفی قلندر علی صاحب سہروردی سیالکوٹی،	۱۳۷۷ھ
محدث اعظم ہند مولانا سید محمد کچھوچھوی،	۱۳۱۱ھ/۱۳۸۳ھ
مولانا حافظ یقین الدین صاحب برنی،	۱۳۷۰ھ

مولانا رحیم بخش صاحب آروی، ۱۳۳۲ھ

مولانا مفتی اعجاز ولی خانصاحب، بریلوی، ۱۳۳۲ھ/۱۳۹۳ھ

مولانا حسنین رضاخاں صاحب، بریلوی، (برادرزادہ) ۱۳۰۹ھ/۱۴۰۱ھ

مولانا رحیم بخش صاحب مظفرپوری ۱۳۲۲ھ/۱۳۷۹ھ

مشاہیر خلفائے ہند و پاک

شیر بیشۂ اہل سنت حضرت مولانا ہدایت رسول صاحب لکھنوی،

سند المحدثین مولانا سید دیدار علی صاحب، الوری، ۱۲۷۳ھ/۱۳۵۴ھ

قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین صاحب مدنی، ۱۲۹۷ھ/۱۴۰۰ھ

مجاہد اسلام مولانا احمد مختار صاحب میرٹھی، ۱۲۹۴ھ/۱۳۵۷ھ

مبلغ اسلام مولانا عبد العلیم صاحب صدیقی میرٹھی، ۱۳۱۰ھ/۱۳۷۴ھ

عمدۃ المتکلمین مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری، ۱۲۹۵ھ/۱۳۵۸ھ

صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب اعظمی، ۱۲۹۶ھ/۱۳۶۷ھ

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی، ۱۳۰۰ھ/۱۳۶۷ھ

مولانا سید ابوالبرکات الوری، ۱۳۱۶ھ

مولانا مفتی محمد غلام جان صاحب ہزاروی، ۱۳۱۶ھ/۱۳۷۹ھ

مفسر اعظم مولانا ابراہیم رضا خانصاحب، بریلوی (نبیرہ اکبر) ۱۳۲۵ھ/۱۳۵۸ھ

امین الفتوی مولانا حاجی محمد لعل خانصاحب بیسلپوری، ۱۳۳۰ھ

شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی خانصاحب لکھنوی ثم پیلی بھیتی، ۱۳۸۰ھ

مولانا محمد شفیع صاحب بیسلپوری، ۱۳۳۸ھ

برہان ملت مولانا مفتی برہان الحق صاحب جبلپوری

مولانا عمر الدین صاحب ہزاروی، ۱۳۳۹ھ

انکے علاوہ آپ کے تلامذہ میں تقریباً سب آپ کے خلفاء ہیں۔

فضل و کمال

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے جملہ علوم وفنون کی تکمیل چودہ سال کی عمر تک کرلی تھی جیسا کہ آپ پڑھ چکے۔ اس کم سنی میں انہوں نے کتنے علوم وفنون کی سیر کی انکی تفصیل کیلئے آپ کی تصانیف پڑھے بغیر

صحیح اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔

اجمالی طور پر اتنا سمجھ لینا چاہئے کہ آپ نے پچاس سے زیادہ علوم وفنون پر اپنی چھوٹی بڑی تقریباً ایک ہزار تصانیف یادگار چھوڑی ہیں جنکا قدر معتد بہ حصہ منظر عام پر آچکا ہے اور پوری دنیائے علم وفن سے خراج تحسین حاصل کررہا ہے۔

آپ کے علم وفضل کا اعتراف صرف عقیدت مند اور مدح خواں حضرات ہی نہیں کرتے، مدارس اسلامیہ اور مساجد تک ہی آپ کے علمی کمالات کے چرچے محدود نہیں، محض منبر واسٹیج ہی پر انکے فضل وکمال کا خطبہ نہیں پڑھا جاتا بلکہ اب ان تمام روایتی مجامع ومحافل سے نکل کر آپکے تبحر علمی کا ڈنکا پوری علمی دنیا میں بج رہا ہے، کالج اور یونیورسٹیاں بھی انکی تحقیقات نادرہ پر خراج عقیدت پیش کررہی ہیں۔ پروفیسر ولکچرر حضرات بھی انکے علمی کارناموں پر ریسرچ اسکالروں سے پی، ایچ، ڈی کے مقالے لکھوارہے ہیں۔ ہندوپاک سے لیکر جامع ازہر تک، برطانیہ سے امریکہ تک پوری دنیا کے متعدد تحقیقی مراکز سیکڑوں افراد کو ایم فل اور پی، ایچ، ڈی کی ڈگریاں دے چکے ہیں۔ لیکن پھر بھی جو کچھ ہوا وہ آغاز باب ہے۔

ماہرین رضویات کا کہنا ہے کہ فرد واحد نے اتنا بڑا کام کردیا ہے کہ پوری ملت اسکو سمیٹ نہیں پارہی ہے، جبکہ آج تک انکی سیرت وسوانح اور تحقیقی کاموں پر لکھی جانے والی کتابوں اور مقالوں کی تعداد بجائے خود ہزار سے تجاوز کرچکی ہے۔

اس مختصر میں ان تمام تفصیلات کی گنجائش نہیں بلکہ اجمالی فہرست پیش کرنا بھی دشوار ہے۔ یہاں صرف چند چیزوں کی نشاندہی مقصود ہے۔

تمام علوم اسلامیہ میں اصل قرآن وحدیث کا علم ہے جس میں بنی نوع انسان کی ہدایت کیلئے مکمل اصول وقوانین موجود ہیں اور فقہ اسلامی نے زندگی کے ہر موڑ پر آنیوالی مشکلات کی گرہیں کھول کر لوگوں کیلئے آسانیاں فراہم کردی ہیں۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے بھی خاص طور پر پوری زندگی انہی علوم کا سبق پڑھایا اور قوم مسلم کو غلط روی سے بچانے کیلئے انہی علوم کے ذریعہ ہدایت کی راہیں ہموار کیں۔ آپ کا دور نہایت ناگفتہ بہ حالات سے دوچار تھا۔ نئے نئے فرقے جنم لے رہے تھے۔ بھانت بھانت کی بولیاں بولی جارہی تھیں۔ دین اسلام کے نام پر ایسی باتیں سنائی جارہی تھیں جو سچے مسلمانوں کے سچے آباء واجداد نے کبھی نہیں سنی تھیں۔ نہ عظمت باری کا لوگوں کو خیال رہ گیا تھا اور نہ تعظیم رسول کا پاس تھا۔

ہندوستان کی سرزمین خاص طور پر اس زمانہ میں مسلمانوں کی ابتلاء وآزمائش کے ماحول سے دوچار تھی۔ انگریزوں نے تفریق بین المسلمین کیلئے جو چال چلی تھی وہ پورے طور پر کامیاب ہوتی نظر آرہی تھی، کچھ

صاحبان جبہ و دستار کو خرید کر مسلمانوں کے قدیمی نظریات وعقائد کو مٹانے کی ناپاک سازش تیار کر چکے تھے جس کی لپیٹ میں پورا ہندوستان تھا۔

خداوند قدوس کا فضل بے پایاں تھا اپنے خاص بندوں پر جنہوں نے ان فتنوں کو روز اول ہی سے کچل دینے کی کوشش شروع فرمائی۔

ہندوستان میں اسلاف کے نظریات سے ہٹانے کی سازش سب سے پہلے دہلی کے ایک علمی گھرانے ،خاندان شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ایک فرد مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی کی رسوائے زمانہ کتاب تقویۃ الایمان کے ذریعہ کی گئی۔ لیکن اسکا زبانی اور قلمی رد اسی دور میں اس انداز سے شروع ہوا کہ شاید اس کتاب کے علاوہ کسی دوسری کتاب پر اتنی گرفتیں ہندوستان میں نہ ہوئی ہونگی، پورے ہندوستان کے علما نے متعدد مقامات سے اسکے رد لکھے اور چھاپے۔ بطل حریت مجاہد اعظم جنگ آزادی حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی نے ایک جماعت علماء کے ساتھ جامع مسجد دہلی میں بروقت مواخذے کئے جس سے دودھ اور پانی کا امتیاز روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا تھا۔ البتہ بعض لوگوں کی بے جا حمایت نے ایسی دلدل میں پھنسایا کہ آج تک انکے اذیال واذناب اسی میں پھنسے ہیں، تقویۃ الایمان کی ناپاک عبارات کی توجیہ کرتے کرتے اس منزل پر آ کھڑے ہوئے کہ "فر عن المطر و قام تحت المیزاب" کا منظر لوگ اپنی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔

کسی نے امکان کذب کی بحث چھیڑ دی اور کسی نے ختم نبوت پر اجماع امت کے خلاف غلط توجیہات کر کے متقدمین واسلاف کے عقائد صحیحہ کو جاہلانہ خیال لکھ دیا۔ کوئی حضور کے علم غیب کو جانوروں، بچوں اور پاگلوں کے علم سے تشبیہ دینے سے بھی نہ شرمایا۔ اور کوئی دعوائے نبوت کر کے ان سب کو اپنے پیچھے چھوڑ گیا بلکہ انکے کھولے ہوئے دروازہ میں ان کے ارمانوں کا خون کر کے خود داخل ہو گیا۔

اس دور میں علمائے ملت اسلامیہ کے لئے ایک ایسے قافلہ سالار کی ضرورت تھی جو ان سب کا مقابلہ کرے اور انکی نقاب الٹ کر اصلی پوزیشن واضح کر دے جو رہبری کے بھیس میں رہزنی کر رہے تھے۔

خداوند قدوس نے اپنی قدرت کاملہ سے ایسا بطل جلیل اس ملت کو عطا فرمایا جو اپنی مثال آپ تھا۔ گزشتہ اوراق میں قارئین ان کی پاک زندگی کے واقعات بچپن سے جوانی تک پڑھ آئے۔ آئندہ اوراق میں ملاحظہ کریں کہ انکی خدمات کیا تھیں اور انہوں نے تجدید واحیائے دین کا فریضہ کس حسن وخوبی کے ساتھ انجام دیا۔ عشق رسول کا سبق کس انداز سے پڑھایا۔ آپ کی ہر تصنیف ہمارے اس دعویٰ کا بین ثبوت ہے۔

ترجمۂ قرآن:

انبیائے سابقین کی امتوں کے گمراہی میں مبتلا ہونے کا ایک خاص سبب یہ بھی تھا کہ انھوں نے آسمانی کتابوں میں ترمیم وتنسیخ کر ڈالی۔ اپنی نفسانی خواہشات کے تابع بنانے کے لئے خداوند قدوس کی نازل

کردہ کتابوں میں ہر طرح کے تغیر وتبدل سے کام لیا۔تحریف لفظی بھی کی گئی اور تحریف معنوی بھی۔چونکہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جسکی حفاظت کا وعدہ رب کریم نے خود فرمایا ہے۔تو اس میں لفظی تبدیلی تو کوئی کر ہی نہیں سکتا تھا کہ جس سے لوگ گمراہ ہوتے اور اصل نظم کلام باری نسیا منسیا ہو جاتا۔البتہ معنوی تحریفات سے لوگوں نے ہر دور میں کچھ نہ کچھ شوشہ چھوڑا،اس طریقہ سے کتاب اللہ پر تو کوئی فرق نہ پڑا کہ اسکی معنوی تحریف کبھی اجماعی عقیدہ اور معمول بہ نہ بن سکی لیکن معنی مراد کو غلط جامہ پہنا کر لوگوں کو اسلامی نظریات سے ہٹانے کی کوشش کی جاتی رہی۔

امام احمد رضا قدس سرہ کے زمانے میں لوگوں کو راہ حق سے ہٹانے کے لئے جہاں دوسرے ہتھکنڈے استعمال کئے گئے وہیں ترجمۂ قرآن میں اپنی خواہش نفس کے مطابق تبدیلیاں کی گئیں۔

مثلاً:۔ آیت کریمہ

و مکروا و مکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔

اورانہوں نے بنایا ایک فریب اوراللہ نے بنایا ایک فریب۔

انا فتحنالك فتحا مبینا، لیغفر لك اللہ ماتقدم من ذنبك وما تأخر۔

ہم نے فیصلہ کردیا تیرے واسطے صریح تاکہ معاف کرے تجھ کو اللہ تعالیٰ جو آگے ہوچکے تیرے گناہ اور پیچھے رہے۔(محمود الحسن)

بیشک ہم نے آپ کو کھلم کھلا فتح دی۔ تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما دے۔(تھانوی)

اللہ یستھزیٔ بھم ویمدھم فی طغیانھم یعمھون۔

اللہ ان سے ٹھٹھا کرتا ہے ۔(سرسید)　　　　اللہ ہنسی کرتا ہے ان سے۔(محمود الحسن)

﴿وما ارسلناك الا رحمة للعالمین﴾

اورہم نے ایسے(مضامین نافعہ دیکر) آپ کو اور کسی بات کے واسطے نہیں بھیجا مگر دنیا جہان کے لوگوں(یعنی مکلفین) پر مہربانی کرنے کے لئے۔(تھانوی)

جیسا قرآن کریم کے ترجمہ کے ذریعہ ایسے فاسد خیالات اور باطل نظریات کی تعلیم دی جارہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کو فریب کار اور ہنسی ٹھٹھا کرنے والا قرار دیا جارہا تھا اور کہیں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطا کار اور گنہگار ٹھہرایا جارہا تھا۔

ان حالات میں ضروری تھا کہ ترجمۂ قرآن مستند تفاسیر کی روشنی میں عام فہم طریقے پر پیش کیا جائے۔لہذا قوم مسلم کے ایمان کی حفاظت کیلئے امام احمد رضا قدس سرہ نے کنزالایمان (ایمان کا خزانہ)امت

مسلمہ کو عطا فرمایا جس کے چرچے آج پورے عالم اسلام میں ہو رہے ہیں۔ ترجمہ کے جملوں بلکہ ہر ہر لفظ کی خوبیاں بیان کی جارہی ہیں۔ موزوں الفاظ اور حسن بیان کے ساتھ ساتھ فصاحت وبلاغت کا مرقع اہل اسلام کے ایمان میں قوت اور روحانی بالیدگی کا منظر پیش کرتا ہے۔ کتنے حضرات نے اس ترجمہ کے محاسن بیان کرتے کرتے مستقل کتابیں لکھ دیں۔ محققین نے مقالے لکھے۔ اور حال ہی میں کراچی پاکستان سے پروفیسر مجید اللہ صاحب قادری نے آٹھ سو سے زیادہ صفحات پر تحقیقی مقالہ لکھ کر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔

علم غیب: تقویۃ الایمان کے مصنف نے مسئلہ علم غیب مصطفی علیہ التحیۃ والثناء پر بھی نکتہ چینی کی تھی اور صاف انکار کردیا تھا۔ بعد کے لوگوں نے اسے خوب سراہا یہاں تک کہ حجاز مقدس میں بھی بعض چند نزاد نام نہاد علماء نے قائلین علم غیب پر پھبتیاں کسیں۔ امام احمد رضا حسن اتفاق سے اس وقت دوسرے حج بیت اللہ کیلئے حاضر ہوئے تو علمائے حرم محترم مکہ مکرمہ زادھا اللہ شرفا وتعظیما نے اس موضوع پر جواب لکھنے کی فرمائش کی۔ آپ نے بحالت علالت ہی مجموعی طور پر صرف آٹھ گھنٹے میں "الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" عربی زبان میں املا کرائی جو اس موضوع پر اپنی مثال آپ ہے۔

علمائے حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا وتعظیما نے اسکو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھا، اس پر فراخدلی سے اصول تقاریظ لکھیں، شریف مکہ کے دربار میں پوری کتاب پڑھی گئی، اسکے بعد منکرین کی حالت دیدنی تھی۔ آج تک کسی میں مجال دم زدن نہیں اور سارے اہل باطل ملکر بھی اسکا جواب نہ لاسکے۔

اختیارات: مصطفی جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اختیارات کاملہ پر بھی دشمنان اسلام نے خوب نخرے کیے۔ تقویۃ الایمان میں اختیارات مصطفی کا اس بیہودہ انداز میں انکار کیا گیا کہ "جسکا نام محمد یا علی ہو وہ کسی چیز کا مختار نہیں"۔ آپ کا قلم حرکت میں آیا اور "سلطنۃ المصطفی فی ملکوت کل الوریٰ" "اور دفع البلاء کے اختیارات پر" الامن والعلی لناعتی المصطفی بدافع البلاء" جیسی معرکۃ الآرا کتابیں تصنیف فرمائیں۔

امکان کذب: امکان کذب کا فتنہ اٹھا تو "سبحان السبوح" علمی وتحقیقی کتاب تصنیف فرمائی جسکی سطر سطر سے دلائل وبراہین کے چشمے بہہ رہے ہیں۔ خداوند قدوس کیلئے جسم ثابت کرنے والے فرقہ مجسمہ کی سرکوبی کیلئے "قوارع القهار علی المجسمۃ الفجار" جیسی مایہ ناز کتاب اہل اسلام کو عطا کی۔

ختم نبوت: ختم نبوت کے عقیدہ کے خلاف شورش شروع ہوئی اور مرزا کاذب نے جب اپنی جعلی نبوت منوانے کی سرتوڑ کوشش کی تو امام احمد رضا نے پے در پے چار کتابیں لکھیں۔ اور مسئلہ ختم نبوت ایمانی اتفاقی اذعانی اجماعی ضروری دینی پر اپنی ایک علیحدہ مستقل جلیل القدر تصنیف "جزاء اللہ عدوہ باباءہ ختم النبوۃ" میں تحقیق انیق اور علم وعرفان کے ایسے دریا بہائے کہ جسکی نظیر شاید وباید۔

غرض کہ عقائد واعمال ہوں یا رسوم اسلام، ہر میدان میں انہوں نے اپنے اشہب قلم کو مہمیز لگائی اور احیائے علوم دین وتجدید شرع متین فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو مجدد وقت بنایا تھا جسکا ظہور آخر وقت تک رہا اور آج بھی انکی قلمی خدمات صفحۂ قرطاس پر ثبت ہیں جو اس بات کا بین ثبوت ہیں۔

تبحر علمی: امام احمد رضا قدس سرہ کو جملہ علوم متداولہ نقلیہ وعقلیہ میں ید طولیٰ حاصل تھا

آپکی تصانیف سے استفادہ کرنے والے اس چیز کو بخوبی جانتے ہیں۔ علوم قرآن سے متعلق ترجمۂ قرآن کی بابت محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

علم القرآن کا اندازہ اگر صرف اعلیٰ حضرت کے اردو ترجمہ سے کیجئے جو اکثر گھروں میں موجود ہے اور جسکی کوئی مثال سابق نہ عربی زبان میں ہے، نہ فارسی میں اور نہ اردو میں، جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ لایا ہی نہیں جاسکتا، جو بظاہر محض ترجمہ ہے مگر درحقیقت وہ قرآن کی صحیح تفسیر اور اردو زبان میں قرآن ہے، اس ترجمہ کی شرح حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا شاہ نعیم الدین علیہ الرحمہ نے حاشیہ پر لکھی۔ وہ فرماتے تھے کہ دوران شرح مجھے ایسا کئی بار ہوا کہ اعلیٰ حضرت کے استعمال کردہ لفظ کے مقام استنباط کی تلاش میں دن پر دن گذرے اور رات کٹتی رہی اور بالآخر ماخذ ملا تو ترجمہ کا لفظ ہی اٹل نکلا۔

اعلیٰ حضرت خود شیخ سعدی کے فارسی ترجمہ کو سراہا کرتے تھے لیکن اگر حضرت سعدی اردو زبان کے اس ترجمہ کو پاتے تو فرماہی دیتے کہ ترجمہ قرآن شئ دیگر است وعلم القرآن شئ دیگر۔

تفسیر قرآن پر بھی آپ نے کام شروع کیا تھا لیکن سورۂ والضحی کی بعض آیات کی تفسیر اسی اجزاء (چھ سوسے زائد صفحات) پر پھیل گئی، پھر دیگر ضروری مصروفیات نے اس کام کی مہلت ہی نہ دی۔

فرماتے ہیں:

زندگیاں ملتیں تو تفسیر لکھتے، یہ ایک زندگی تو اسکے لئے کافی نہیں۔

فقہ واصول میں تو آپکی عبقریت کے قائل عقیدتمند ہی نہیں دور حاضر کے محققین نے بھی برملا اعتراف کیا ہے۔

مولوی ابوالحسن میاں ندوی لکھتے ہیں:

فقہ حنفی اور اسکی جزئیات پر ان کو جو عبور حاصل تھا اسکی نظیر شاید کہیں ملے، اور اس دعوی پر ان کا مجموعۂ فتاوی شاہد ہے، نیز ان کی تصنیف " کفل الفقیہ الفاھم فی احکام القرطاس والدراھم " جو انہوں نے ۱۳۲۳ھ میں مکہ معظمہ میں لکھی تھی۔

فتاوی رضویہ میں اسکے بے شمار شواہد موجود ہیں۔ جلد اول میں پانی کے اقسام کی تفصیل پڑھئے۔ جس

پانی سے وضو جائز ہے اسکی ۱۶۰ رقسمیں، اور جس سے وضو نہیں ہوسکتا اسکی ۱۴۶ رقسمیں بیان فرمائیں اور ہر ایک کی تفصیل سے بھی آگاہ کیا۔ حق یہ ہے کہ پانی کی انواع واقسام کا تجزیہ کر کے پانی پانی کر دیا۔

اسی طرح ۱۷۵ صورتیں وہ بیان کیں کہ پانی کے استعمال پر عدم قدرت ثابت ہوتی ہے اور تیمم کا جواز متحقق ہوتا ہے۔ تیمم کن چیزوں سے جائز ہے، انکی تعداد ۱۸۱ بیان فرمائی، ان میں ۱۰۷ کی خود امام موصوف نے اپنی جودت طبع سے نشاندہی کی، اور جن سے تیمم جائز نہیں وہ ۱۳۰ ر ہیں۔ یہاں ۷۲ رکا اضافہ منجانب مصنف ہے۔

فقہی جزئیات پر عبور کامل کی روشن دلیلیں انکے فتاوی سے ظاہر ہیں، حق یہ ہے کہ آپکے دور میں عرب وعجم کے علماء مسائل شریعت میں آپ کے استحضار علمی کو دیکھ کر حیران رہے۔

مولوی ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

حرمین شریفین کے قیام کے زمانہ میں بعض رسائل بھی لکھے اور علمائے حرمین نے بعض سوالات کئے تو انکے جواب بھی تحریر کئے اور ذہانت کو دیکھکر سب کے سب حیران وششدر رہ گئے۔

فتاوی رضویہ کی بارہ جلدیں طبع ہوکر منظر عام پر آ گئی ہیں، اگرچہ بعض رسائل ابھی جلدوں میں شامل نہیں، اور آخری جلدوں کا اکثر حصہ بھی نہ مل سکا۔ پھر بھی جو موجود ہے وہ اپنی مثال آپ ہے، آج تک اردو زبان میں ایسا عظیم فقہی شاہکار معرض تحریر میں نہ آیا۔ کسی کتاب کی ضخامت اسکی خوبی کا معیار نہیں ہوتی بلکہ وہ مضامین ثابتہ ہوتے ہیں جو سیکڑوں کتابوں کا عطر تحقیق بنا کر پیش کئے جاتے ہیں۔ فتاوی رضویہ اپنی تحقیق انیق کے اعتبار سے سب پر فائق ہے

فتاوی رضویہ نے تحقیق کا ایک انوکھا معیار اور اسلوب سکھایا اور محققین کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ علم فقہ صرف چند مسائل بیان کردینے کا نام نہیں بلکہ فقہ کے متعلقہ علوم پر جب تک دسترس حاصل نہ ہو اس وقت تک حوادث روزگار اور بدلتے ہوئے حالات سے نمٹنا اور ان کا شرعی نقطۂ نگاہ سے حل تلاش کرنا ممکن نہ ہو سکے گا۔ مفتی وفقیہ کا کام ہے کہ وہ درپیش مسائل میں حکم شرعی سے لوگوں کو آگاہ کرے اور یہ اسی وقت ممکن ہوگا جبکہ وہ اس مسئلہ کے متعلقہ مباحث کی چھان بین اور انکی تنقیح کے بعد حکم بیان کرے ورنہ سخت لغزش کا خطرہ ہے۔

امام احمد رضا کی وسعت نظر، جودت فکر، ذہن ثاقب اور رائے صائب نے انکو اپنے دور میں پوری دنیا کا مرکز اور مرجع فتاوی بنادیا تھا۔ آپکے یہاں متحدہ ہندوستان کے علاوہ برما، چین، امریکہ، افغانستان، افریقہ اور حجاز مقدس وغیرہا سے بکثرت استفتاء آتے اور ایک ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہوجاتے تھے۔ ان سب کا جواب نہایت فراخدلی اور خلوص وللہیت سے دیا جاتا تھا اور کبھی کسی فتوی پر اجرت نہیں لی جاتی تھی اور نہ ہی کہیں سے تنخواہ مقرر تھی۔ یہ اس خاندان کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔

اس خاندان میں فتوی نویسی کی مسند سب سے پہلے آپ کے جد امجد قطب زماں حضرت مولانا مفتی رضا علی خاں صاحب قدس سرہ نے بچھائی، اور پوری زندگی خالصۃً لوجہ اللہ فتوی لکھا۔

آپ کے بعد امام احمد رضا قدس سرہ کے والد محترم رئیس الاتقیاء عمدۃ المتکلمین حضرت علامہ مفتی تقی علی خاں صاحب قدس سرہ جانشین ہوئے۔ اور پھر امام احمد رضا نے پچاس سال سے زیادہ فتاوی تحریر فرمائے۔

آپ کے بعد دونوں صاحبزادگان حجۃ الاسلام حضرت علامہ محمد حامد رضا خانصاحب اور حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ محمد مصطفیٰ رضا خانصاحب علیہما الرحمہ نے مجموعی طور پر ساٹھ سال تک مسند افتاء کو رونق بخشی۔ نہایت خلوص کے ساتھ یہ فریضہ انجام دیا اور کبھی طمع ولالچ نے راہ نہ پائی، اور آجکل اس مسند پر متمکن ہیں تاج شریعت حضرت مفتی محمد اختر رضا خاں صاحب قبلہ ازہری مدظلہ العالی۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے فتاوی اردو، فارسی اور عربی زبان میں تحریر فرمائے۔ جس زبان میں سوال آتا اسی میں جواب دیا جاتا، حتی کہ سوال منظوم ہوتا تو جواب بھی نظم ہی میں دیا جاتا۔ اسکے علاوہ انگریزی میں بھی بعض فتاوی منقول ہیں۔

فتاوی رضویہ چودھویں صدی کا بلاشبہ فقہی انسائکلوپیڈیا ہے اور مجھ جیسا ہیچمداں اسکی کما حقہ خوبیاں کرنے سے قاصر اور اسکی علمی گہرائی تک پہونچنا مشکل ہے۔ وہ ایسا بحر بیکراں ہے جسکے ساحل پر کھڑے رہ کر اسکے مناظر قدرت تو دیکھے جاسکتے ہیں لیکن اسکی گہرائی کو ناپنا اور غواصی کر کے موتی برآمد کرنا ہر کہہ ومہ کا کام نہیں ہوتا۔

آپ کے فتاوی سے متاثر ہوکر بڑے بڑے علماءِ وقت اتنا لکھ چکے ہیں کہ انکو جمع کیا جائے تو ضخیم کتاب بن جائے۔ آپ کے بعض عربی فتاوی کو ملاحظہ فرمانے کے بعد محافظ کتب حرم سید اسمٰعیل خلیل نے لکھا اور کیا خوب لکھا۔

واللہ اقول والحق اقول: لو رآھا ابو حنیفۃ النعمان لاقرت عینہ ویجعل مؤلفہ من جملۃ الاصحاب۔

قسم کھا کر کہتا ہوں اور حق کہتا ہوں کہ اگر ان فتاوی کو امام اعظم ابوحنیفہ ملاحظہ فرماتے تو انکو خوشی ہوتی اور صاحب فتاوی کو اپنے شاگردوں میں شامل کر لیتے۔

آپ کو پچاس سے زیادہ علوم وفنون میں تبحر حاصل تھا، جس فن میں قلم اٹھایا تحقیق کے دریا بہائے آپ نے پچاس سے زیادہ علوم وفنون پر تقریباً ایک ہزار کتابیں تصنیف فرمائیں۔

مختصر حالات
صدر العلما میرٹھی کے مربی ومحسن
سرکار سراوہ حضور حافظ سید محمد ابراہیم شاہ صاحب قادری راجشاہی
علیہ الرحمۃ والرضوان

از: محمد ایوب اشرفی شمسی (بولٹن)

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی — الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں
تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی — نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

خاندان! غواص بحر معرفت، آقائے نعمت، رہبر حقیقت، فقیر کامل، عارف واصل، حامل اخلاق نبوی، کاشف اسرار لم یزلی، حضرت شاہ حافظ سید محمد ابراہیم قادری راجشاہی قدس سرہ القوی حسنی حسینی سید تھے، آپ کے آباء واجداد سرزمین بخارا کے رہنے والے تھے۔ آپ کے جد امجد بخارا سے ہندوستان تشریف لائے اور یہیں سکونت پذیر ہو گئے۔ آپ کے والد گرامی حضرت سید نیاز علی قادری بخاری ہندوستانی فوج میں عہدۂ صوبے داری پر فائز تھے۔ اور اسی عہدے کی ذمہ داریوں کو نبھانے کے لئے آپ قصبہ سراوہ ضلع میرٹھ یو۔ پی۔ میں قیام پذیر ہو گئے۔ حضرت سید نیاز علی صاحب ایک انتہائی دین دار اور امانت دار، متقی و پرہیز گار ہونے کی حیثیت سے لوگوں میں مشہور ومعروف تھے۔ جہاں وہ ان معنوی خوبیوں کے مالک تھے وہیں وہ ظاہری رکھ رکھاؤ کے اعتبار سے بھی ایک خوشحال زندگی گزارتے تھے۔ تقریباً ستائیس سو (۲۷۰۰) بیگھہ زمین کے مالک تھے وہ اس زمانے میں اور آج کے دور میں بھی ایک عظیم مالیت شمار کی جاتی ہے۔ ایسے ظاہر و باطن میں سجے سجائے ماحول میں صوفی زمانہ عارف کامل حضرت حافظ سید ابراہیم شاہ صاحب قادری پیدا ہوئے اور پروان چڑھے۔

بیعت وخلافت!

آپ کا سن جب ۹/۱۰ سال کا ہوا تو آپ کے والد گرامی اپنے نونہال کو لیکر ولی کامل عارف واصل فرد وقت حضرت راجشاہ میاں صاحب قادری (سوندھ شریف ضلع گڑگاواں صوبہ ہریانہ) کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی حضور! بچہ کو غلامی میں قبول فرمائیں۔ اس ولی کامل نے ایک نظر بچہ پر ڈالی اور بھانپ لیا کہ بچہ میں اپنے وقت کا شہباز بننے کی صلاحیت تو ہے مگر نو عمر ہے تھوڑا اور انتظار کرا لیا جائے۔ چنانچہ فرمایا: بابو! حفظِ قرآن بڑی عظیم شی ہے پہلے صاحبزادہ کو حفظ قرآن کراؤ اور کچھ ضروری تعلیم دلاؤ۔ پھر بعد میں لیکر آؤ۔ خدا نے بچہ کو

بڑا سعادت مند اور ہونہار بنایا تھا ابھی دو سال ہی گزرے ہوں گے کہ حفظ قرآن اور کچھ ضروری تعلیم حاصل کر کے دوبارہ حاضری کے لئے روانہ ہو گئے۔ راستہ ہی میں تھے کہ ادھر پیرومرشد نے اپنی پیاری بیٹی رابعہ ثانیہ مخدومہ معظمہ حضرت بواجی صاحبہ علیہا الرحمہ سے فرمایا: بیٹی جس کا مجھے انتظار تھا وہ آرہا ہے۔ حافظ قرآن ہے۔ اولاد رسول ہے۔ بڑا صاف ستھرا برتن ہے بس قلعی کرنے کی دیر ہے اور وہ میرا آخری مرید ہوگا۔ چنانچہ جب یہ حاضر ہوئے تو بیعت کر کے اپنی غلامی میں قبول فرمایا اور ساتھ ہی ساتھ چاروں مشہور سلسلوں کی خلافت سے بھی نوازا اور فرمایا: میرے سارے اور مرید مانند ستاروں کے مگر ابراہیم میرا مثل چاند کے"

یہ خدا رسیدہ بزرگ بڑے صاحب فراست دوربین ہوا کرتے ہیں۔ یہ اپنے رب کی عطا کردہ فراست ایمانی سے ان حالات کو بھی بخوبی ملاحظہ کر لیا کرتے ہیں جو ابھی ہوئے نہیں بلکہ مستقبل میں ہونے والے ہیں۔ اور خدا ہی ان کو یہ طاقت بھی عطا فرماتا ہے کہ جس پر یہ توجہ خاص فرما دیں اس کی مدتوں کی مسافت کو منٹوں میں طے کرا دیں۔

بے آب وگیاہ میدان کو دیکھتے ہی دیکھتے چمنستاں کیسے بنایا جاتا ہے کوئی ان سے سیکھے۔ کسی بے قیمت پتھر کو یاقوت سرخ میں تبدیل کیسے کیا جاتا ہے کوئی یہاں آکر دیکھے۔ بے روحوں میں روح، بے جانوں میں جان، اور ناکاروں میں کسب وہمت کیسے پیدا کی جاتی ہے کوئی یہاں آکر ملاحظہ کرے۔ ظلمتوں کی بستیوں میں نور اور گھٹاٹوپ تاریکیوں کی وادیوں میں اجالا کیسے پیدا کیا جاتا ہے کوئی یہاں آکر مشاہدہ کرے۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو　ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

مگر وہ خرقہ پوش حقیقت میں خرقہ پوش ہی ہو تبھی اس کی ذات سے ید بیضا کا ظہور ہوتا ہے جیسا کہ سرکار سراوہ کو ان کے پیرومرشد کی شکل میں مل چکا تھا۔ کہ جہاں جا کر وہ ان سے کیا ملے گویا خدا ہی سے جا ملے۔ ان چند ساعات میں انہوں نے کیا دیا اور انہوں نے کیا لیا اس کا اندازہ لگانا تو مشکل ہے۔ ہاں مگر بعد کے حالات سے یہ اندازہ ضرور لگایا جا سکتا ہے کہ مرشد کامل کی نگاہ کیمیا اثر نے اپنے مرید کے دل کو دنیا کی محبت سے بالکل اچاٹ کر دیا تھا۔ اور شیخ کامل کی نگاہ التفات نے ان کو فقیر کامل بنا دیا تھا۔ یہ بات میں اتنے وثوق سے اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ ترک دنیا اور توجہ الی اللہ کا یہ وصف عظیم ان کی زندگی کے ہر ہر پہلو سے بالکل نمایاں نظر آتا ہے۔ فقیر دراصل اسے ہی کہتے ہیں:

آپ پہلے پڑھ آئے ہیں کہ سرکار سراوہ کے والد گرامی نے میراث میں ستائیس سو (۲۷۰۰) بیگھہ زمین چھوڑی تھی۔ جو اس زمانے میں اور آج کے زمانے میں بھی ایک عظیم مالیت شمار کی جاتی ہے۔ اگر وہ چاہتے تو والد گرامی کے چھوڑے ہوئے مال پر عیش اڑاتے۔ اپنی زمین داری کو مزید ترقی دیکر حصول مال ودولت اور دنیوی عزت ووجاہت میں اور نام روشن کر لیتے۔ مرغن ومسمن اور قیمتی غذاؤں کا استعمال کر کے زندگی کا مزہ لیتے مگر

انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ تاریخ بتاتی ہے کہ ان سب سامان آسائش وراحت کے ہوتے ہوئے بھی انہوں نے فقیرانہ انداز میں رہن سہن کو پسند فرمایا۔ اور اپنی نوے (۹۰) سالہ زندگی کے بیشتر حصہ میں انتہائی قلیل ہی غذا استعمال کر کے فقط مادی طاقت کے بل بوتے پر جینے والوں کو حیرت واستعجاب میں ڈال دیا۔ حتی کہ کبھی کبھی تو وہ ایک لقمہ ہی پر اکتفا کر لیا کرتے۔ اور کبھی تو لوگوں نے ایسا بھی دیکھا کہ کھانے کے وقت کوئی لقمہ منھ میں ڈالتے پھر اس کو بھی نکال کر کتے یا بلی کو ڈال دیا کرتے۔

اور رہی وہ ستائیس سو (۲۷۰۰) بیگھہ زمین کہ جو ایک دنیادار کے لئے فخر ومباہات کا باعث ہو سکتی تھی اس کو بھی وصال سے پہلے ضرورت مندوں اور حاجتمندوں میں تقسیم کر دیا۔ اور میرے خیال سے وہ ضرورت مند بھی کوئی سگے رشتہ دار نہ رہے ہوں گے کیونکہ فقیر کا مزاج اس طرح کی تفریق کرنے کا عادی نہیں ہوتا۔

ویسے بھی آپ کے دو ہی صاحبزادے تھے اور دونوں کا انتقال بچپن ہی میں ہو گیا تھا:

عموماً ہم جیسے لوگوں کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ اگر جیب کبھی خالی ہوئی تو فکر کے آثار چہرے پر نمایاں ہو جاتے ہیں مگر واہ رے فقیر صادق تیری شان کہ گھر کی ساری پونجی لٹا کر بھی کوئی اس کے چہرے کو دیکھے تو ایسی بشاشت کہ ہزار خوشیاں بھی اس کے قدموں پہ نثار۔

سکندر لوٹ کر بھی خوش نہیں دولت زمانے کی
قلندر مایۂ ہستی لٹا کر رقص کرتا ہے

رئیس اور امیر ہو کر تو دنیا سے جانے والے بہت ملتے ہیں مگر ریاست وامارت کو راہ خدا میں قربان کر کے جانے والے کہیں کہیں نظر آتے ہیں۔ میرے خیال سے اگر سرکار سراوہ بھی صرف اور صرف رئیسانہ اور امیرانہ زندگی میں نام روشن کر کے دنیا سے رخصت ہوتے تو ہزاروں نوابوں اور رئیسوں کی طرح آج ان کو بھی نسیاً منسیاً کر دیا جاتا اور ان کا چراغ جلانے والا بھی کوئی نظر نہ آتا مگر آج تو ایک عالم آپ کا دیوانہ۔ اور ہزاروں دلوں میں آپ کا کاشانہ ہے۔ انہوں نے سب کچھ لٹا کر سب کچھ بچا لیا۔ انہوں نے اپنے کو فنا کر کے بقا کے امور کو سمجھا دیا کوئی کہتا ہوگا ان کو کہ مر گئے مگر میں کہتا ہوں کہ مر کر بھی امر ہو گئے۔ موت آئی تو سہی ان کو بھی مگر وہ بھی ان کو مٹا نہ سکی بلکہ ابدی زندگی کا سرنامہ بن گئی۔

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق .... ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما

مگر یہ بات تو ماننے کی ہے کہ معرفت وحقیقت فنا وبقا کی ان عظیم منازل تک پہنچنا ہر کسی کا نصیب نہیں۔ طعمہ ہر مرغکے انجیر نیست۔ وہاں تک پہنچنے کے لئے تو پہلے اس تک پہنچنا ضروری ہوتا ہے کہ جو خود وہاں تک پہنچا ہو۔ تب کہیں جا کر وہ نصیب بنتے ہیں کہ ہزاروں نصیب اس پر قربان! وہ خوش بختیاں ملتی ہیں کہ بس سمجھا کرے کوئی۔ اور یہ خوش بختی قلم قدرت سے حضرت سرکار سراوہ کے نصیب میں لکھی جا چکی تھی کہ جن کو رہبر ملا تو

ایسا کہ جن کو "قدوۃ السالکین" کہوں تو بجا "زبدۃ العارفین" کہوں تو صحیح کہ جنہوں نے ایک نظر میں سراوہ کے حافظ سید ابراہیم کو سراوہ کے ماتھے کا جھومر اور ہزاروں عقیدت مندوں کے سروں کا خوشنما تاج بنا دیا۔ انہوں نے اپنے چہیتے مرید کو اپنے دربار میں بلا کر اس کے دل کو خدا کی طرف ایسا جھکایا کہ پھر عوام وخواص، خورد وکلاں، اپنوں اور بیگانوں کے بے شمار دل اس کی طرف خود بخود جھکتے چلے گئے۔ چنانچہ ایک زمانہ جانتا ہے کہ سرکار سراوہ کے دربار میں جبین عقیدت ومحبت کو جھکانے والوں میں سے امیر بھی تھے فقیر بھی تھے صغیر بھی تھے کبیر بھی، عالم بھی تھے جاہل بھی، ناقص بھی کامل بھی، خفتہ بھی تھے بیدار بھی، مست بھی تھے ہوشیار بھی، قوی بھی تھے ضعیف بھی، فاسق بھی تھے زاہد بھی، کاہل بھی تھے جاہد بھی۔ اور سرکار سراوہ کی چوکھٹ پر انتہائی عقیدت ونیاز سے پیش آنے والوں میں سے ایک روشن نام حضرت صدر العلماء علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی کا بھی ہے۔ اسی لئے راقم السطور نے اپنی اس ترتیب کو حضرت سرکار سراوہ کی طرف بھی منسوب کیا ہے تا کہ اس تعلق خاطر کی طرف اشارہ ہو جائے کہ جو صدر العلماء کو حضرت سرکار سراوہ سے زندگی کے آخری لمحہ تک رہا۔

سرکار سراوہ سے پہلی ملاقات:

ہو سکتا ہے کہ کوئی میری اس بات سے متفق نہ ہو مگر فقیر کو اس امر میں کچھ شک نہیں کہ خاندانی شرافت و عزت اور علم وفن کی بدولت عروج وارتقاء کی منزلوں کو حاصل کرنا قدرے آسان ہے مگر علم وفن، حسب ونسب کی چوکھٹ سے ملی ہوئی تمام تر بلندیوں کو کسی درویش کی چوکھٹ پر قربان کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ نخوت علم سے تنی گردنیں آپ کو اندر باہر بہت ساری نظر آ جائیں گی مگر علم کی انا کو فقیری درویشی کی دہلیز پر رگڑنے والا آپ کو شاید وباید ہی نظر آئے گا۔

یہ امر واقعی ہے کہ باوزن جبہ ودستار بڑی مشکل سے کسی فقیر کی گدڑی کو سلام کرتا ہے۔ مگر جب کر لیتا ہے تو پھر وہ سلام رسمی نہیں ہوتا بلکہ حقیقت شناسی کا شاہکار ہوتا ہے۔ تسلیم ورضا کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اس میں ایک کیف ہوتا ہے سرور ہوتا ہے۔ ایک وارفتگی ہوتی ہے بے خودی ہوتی ہے۔ جس سے سرشار ہو کر کبھی وہ جھومتا ہے اور جھوم کو بول اٹھتا ہے۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم | تا غلام شمس تبریزی نہ شد

عارف واصل، درویش کامل حضرت سید ابراہیم شاہ صاحب قادری راجشاہی کی بارگاہ میں آپ جب کبھی بھی حضرت صدر العلماء میرٹھی کو دیکھیں گے تو مذکورہ کیفیات واحوال کا مشاہدہ ضرور کچھ نہ کچھ ہو جائے گا۔ ان حالات وواقعات کو ذکر کرنا میرے لئے اس وجہ سے بھی ضروری ہے کہ وہ صدر العلماء میرٹھی کی حیات مبارکہ کا ایک ایسا باب ہے کہ اکثر لوگ اس سے ناواقف ہیں۔ وہ فقط اتنا جانتے ہیں کہ صدر العلماء میرٹھی صرف ایک شیروانی اور کلاہ ودستار سے مزین، پروقار وپرشکوہ شخصیت کے حامل، بے مثل مصنف بے عدیل محقق، پختہ کار

عظیم مدرس اور علم ظاہر کے ایک بہت بڑے جید عالم کا نام ہے، اور بس۔ مگر مندرجہ ذیل واقعات کو پڑھنے سے پتہ چلے گا کہ صدر العلماء میرٹھی ان تمام تر مذکورہ اوصاف کے ساتھ ساتھ "صوفی صفت باش وکلاہ تتری دار" کے آئینہ دار بھی تھے۔ اور وہ "ومن تفقہ وتصوف فقد تحقق" کے علم بردار بھی تھے، حقیقت یہ ہے کہ جب حقانیت وصداقت دونوں طرف سے جلوہ گر ہو تو پھر ایک علم صحیح سے متصف شخص کا کسی درویش کامل کی چوکھٹ کا نیاز مند ہو جانا کوئی تعجب خیز امر نہیں۔ نیاز مند تو ہم نے بھی بہت دیکھے۔ سنے اور پڑھے بھی مگر سرکار سراوہ سے صدر العلماء میرٹھی کی نیاز مندی کا جو انداز تھا وہ بڑا انوکھا اور نرالا تھا۔ لیجئے آپ بھی حضرت علامہ ومولانا وارث جمال صاحب قادری مدظلہ العالی (صدر آل انڈیا سیرت کمیٹی بمبئی) کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں۔

میرٹھ شہر سے قریب سراوہ ایک مقام ہے جو پسنجر ٹرین سے تین اسٹیشن کے فاصلہ پر ہے۔ متعلقہ اسٹیشن سے اتر کر تین کوس یعنی چھ میل چلنا پڑتا ہے۔ یہ بات نصف صدی سے پہلے کی ہے ہوسکتا اب کچھ ترقی ہوگئی ہو۔ وہاں پر ایک اللہ کے ولی آسودۂ خاک ہیں جو "سراوہ کے حافظ صاحب" سے شہرت رکھتے ہیں۔ وہ اپنے اہل محبت کی دعوت پر کبھی کبھی میرٹھ شہر میں تشریف لایا کرتے تھے۔ یہ تقسیم ملک سے پہلے کی بات ہے مدرسہ عربیہ اسلامیہ اندر کوٹ میرٹھ کی بڑی دھوم تھی وہ مدرسہ تو کم کسی نواب کی حویلی زیادہ لگتی تھی۔ پرانے طرز کی بڑی مستحکم تعمیر نیچے بڑے تہہ خانے جو گرمیوں میں موجودہ ائر کنڈیشن کا لطف وسکون دیتے تھے۔ تیس (۳۰) اساتذہ اور پانچ سو (۵۰۰) طلباء کا ہجوم ہوا کرتا تھا۔ استاذی الکریم حضرت علامہ میرٹھی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ میں اسی زمانہ سے اس مدرسہ اسلامیہ عربیہ کا صدر المدرسین ہوں۔ انہیں ایام میں سراوہ شریف کے حافظ صاحب میرٹھ میں تشریف لائے۔ ایک سرکاری ملازم جو امین تھے۔ دین دار دین پسند، اور بزرگوں کے بڑے عقیدت مند چہرے پر داڑھی اور اسلامی وضع قطع کے ساتھ رہتے تھے انہوں نے میری توجہ ان کی طرف بڑے اصرار کے ساتھ مبذول کرائی کہ ان سے آپ ضرور ملاقات کریں کہ وہ بڑے اللہ والے بزرگ ہیں۔ شروع شروع میں تو میں احسن طریقہ سے ٹالتا رہا مگر آئے دن جب ان کا مؤدبانہ ومخلصانہ اصرار بڑھتا رہا تو محض ان کی دلجوئی اور اپنی جان چھڑانے کے لئے ان کے بتائے ہوئے پتہ پر جو حافظ صاحب کی قیام گاہ تھی جا پہنچا۔ پہلی نظر ان پر پڑی تو طبیعت مکدر ہوگئی کہ ناحق آگئے کہ لباس بھی ان کا معمولی سا تھا وہ بھی صاف ستھرا نہیں۔

میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اسلام نے تو صفائی ستھرائی کا حکم دیا ہے "النظافة نصف الایمان" صفائی کو آدھا ایمان قرار دیا ہے اور یہ کیسے بزرگ ہیں جو اسلام کی ان تاکیدی تعلیمات کو نظر انداز کئے ہوئے ہیں۔ چونکہ اس وقت "استاذی الکریم" جوان تھے اور جوانی کے تقاضوں کے پیش نظر بڑے عالمانہ کروفر اور بڑے سج دھج کے ساتھ رہا کرتے تھے اس جذبہ کے ساتھ کہ جس محفل میں پہنچا جان محفل نظر آؤ تنہا نظر آؤ نگاہوں کا منظر بن جاؤ گویا (ع) ہر آن بنا طور نیا برق تجلی۔ بڑی بے دلی کے ساتھ سلام کیا۔

سلام کا جواب دیتے ہوئے مسکرائے اور خنداں لبی ہی کے ساتھ کہنا شروع کیا ؎ میاں صاحبزادے! ایک مولوی صاحب کسی صاحب دل سے ملنے گئے۔ مولوی صاحب نوجوان تھے، شاندار عالم تھے، بہت خوبصورت، بہت وجیہ، بالکل تمہاری طرح خیر سے، وہ آل رسول بھی تھے، ہاشمی شرافت ونجابت کے آئینہ دار جمال کے شاہکار، ظاہری سج دھج اور کروفر ایسا کہ بس دیکھا کیجئے۔

شعر: مصحف رخ ہے کسی کا کہ بیاض حافظ ایسے چہرے سے تو بس فال نکالی جائے

عالم بھی بڑے زبردست تھے ان کا علم وفضل جوانی ہی میں مسلم ہو چکا تھا۔ تھے بھی تمہاری طرح بڑے بانکے چھبیلے، طرح دار، میاں اہل دل کا معاملہ بھی بڑا عجیب ہوتا ہے ظاہری رکھ رکھاؤ ان کے یہاں نہیں ملے گا کیونکہ تزکیۂ نفس اور صفائی قلب پر وہ زیادہ توجہ دیتے ہیں ظاہری ٹیپ ٹاپ کی وہاں گنجائش نہیں ہوتی۔ خدا رسیدہ بندے اور اہل دل اپنا علم بھی دل پر مارتے ہیں جسم پر نہیں کہ انہیں ظاہری رکھ رکھاؤ سے کچھ لینا دینا ہی نہیں ہوتا۔

مولوی صاحب کی نگاہ جیسے ہی اس اہل دل پر پڑی تو ان کی طبیعت ہی کھٹی ہو گئی اور بہت مایوس ہوئے کہ اہل دل کے بدن پر ظاہری رکھ رکھاؤ نہیں تھا۔ لباس بھی بہت معمولی لگے سوچنے کہ یہ کیا خاک بزرگ ہوں گے جنہیں صفائی ستھرائی کا خیال ہی نہیں (اور پاس سنت نبوی نہیں۔ اشرفی غفرلہ) جبکہ اسلام نے صفائی ستھرائی پر کافی زور دیا ہے۔ ناحق ملنے آگئے

دلوں کی بات نگاہوں کے درمیان پہونچی
کہاں چراغ جلا روشنی کہاں پہونچی

وہ بولتے جاتے تھے اور میں احساس ندامت سے پسینہ پسینہ ہو رہا تھا۔ ان کا ایک ایک جملہ میرے کتابی علم پر نشتر لگا رہا تھا ابھی سلسلہ کلام جاری تھا کہ میں بلبلا پڑا! بس کیجئے حضور! میرے خطرات قلبی کو مزید آئینہ نہ دکھائیں میں سخت شرمندہ ونادم ہوں۔ مجھے معاف فرمادیں میں ہی وہ حرماں نصیب ہوں جسکے فاسد خیالات آپ پڑھ رہے ہیں۔ میں آپ کا گنہگار ہوں۔ میری آنکھوں سے ندامت کے آنسو جاری ہو گئے۔

موتی سمجھ کے شان کریمی نے چن لئے
قطرے جو گرے میرے عرق انفعال کے

آپ فرمانے لگے میاں صاحبزادہ تم ناحق ہلکان ہونے لگے آخر تم نے اسے اپنے اوپر کیوں قیاس کرلیا ارے میں تو ایک واقعہ بیان کر رہا ہوں۔ میں نے عرض کیا بے شک حضور آپ ایک صحیح واقعہ بیان فرمارہے ہیں مگر صاحب واقعہ کے روبرو۔ آپ اللہ ورسول کے لئے مجھے معاف کردیں میں آپ کا مجرم ہوں آپنے آگے بڑھ کر مجھے سینے سے لگالیا اور ہمیشہ کے لئے اپنا اسیر بنالیا۔ اپنی عقیدت ومحبت کا قیدی! سو وہ دن ہے اور آج کا دن! میں کبھی ان کے تصور سے خود کو جدا نہیں کرسکا

عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولیں ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دین بتکدۂ تصورات

جب تک وہ میرٹھ میں رہتے مدرسہ کے اوقات کے بعد اکثر وقت انہیں کی خدمت میں حاضر رہتا۔ اور جب وہ سراوہ شریف ہوتے تو جمعرات کو آدھا وقت پڑھا کر سیدھے اسٹیشن پہنچتا وہاں سے ٹرین پکڑ کر متعلقہ اسٹیشن پر اترتا پھر وہاں سے چھ میل پیدل چل کر سراوہ پہنچتا جمعرات کی شب اور جمعہ کا پورا دن انہیں کی خدمت میں گزارتا۔ جب تک وہ باحیات رہے میرے اس معمول میں کبھی فرق نہ آیا۔ انہوں نے بھی مجھے خوب خوب آزمایا کبھی گرمیوں میں اطلاع بھجواتے صدر صاحب! شہر سے تھوڑا برف بھجوادیں، کبھی موسم کے اعتبار سے کسی پھل کی خواہش کی اطلاع ملتی اور میں تمیں مدرسین کا صدر ہو کر درسگاہ سے اٹھ کر سیدھے برف خانہ جاتا وہاں سے برف کی ایک پوری بڑی سلی خریدتا اسے اٹھا کر اپنے سر پر رکھتا پیدل اسٹیشن جاتا جبکہ اسٹیشن شہر سے کافی فاصلہ پر ہے، برف کی سلی لئے ہوئے کھڑکی سے خود ہی ٹکٹ خریدتا اور وہاں سے پسنجر ٹرین پکڑ کر سراوہ جانے والے اسٹیشن پر اترتا پھر وہاں سے چھ میل پیدل برف کی سل سر پر لئے ان کی بارگاہ میں پہنچتا۔ مجھے برف کی بڑی سل سر پر رکھ کر پیدل آتے دیکھ فرماتے ارے مولوی صاحب! یہ تم نے کیا غضب کر دیا ارے تم اتنے بڑے عالم ہو سیدزادہ ہو اتنے بڑے مدرسہ کے صدر المدرسین ہو برف کی اتنی بڑی سل اپنے سر پر رکھ کر اور وہ بھی پیدل آئے ہو۔ اور پھر میں نے تو تھوڑا سا برف کے لئے کہلوایا اور تم برف کی اتنی بڑی سل اٹھا لائے وہ بھی خود، اگر لانا تھا تو ایک مزدور یا کوئی اور آدمی ساتھ میں لے آتے۔

یہی حال میرا پھل پہنچانے کا بھی ہوتا پورا ٹوکرا پھلوں کی منڈی سے خریدتا اور یوں اپنے سر پر رکھ کر ان کی بارگاہ میں پیدل پہنچتا۔ وہ مجھے کافی دنوں تک یونہی آزماتے رہے اور جب انہوں نے محسوس کر لیا کہ میرے نفس کی کافی اصلاح ہو چکی ہے اور مجھے اپنی عقیدت و محبت میں راسخ، مستحکم، پریقین اور غیر متزلزل پایا۔ پھر تو مجھ پر انہوں نے فیض و عطا اور نوازشات کے دروازے کھول دیے مجھے بھی ان کی ذات سے ایک خاص لگاؤ اور ان کی روحانیت پر نہ صرف اعتماد کامل بلکہ ایک طرح سے ناز ہو گیا کہ ان کے ہوتے ہوئے میں اپنے مقابل کسی بھی بڑی طاقت کو خاطر ہی میں نہیں لایا اور یہاں تک کہ اس نواب کو بھی نہیں کہ پورا ادارہ جس کا رہین منت تھا۔ الخ۔ (از مضمون علامہ وارث جمال قادری)

اسی مضمون میں عقیدت و محبت کا ایک واقعہ اور ملاحظہ فرماتے چلیں:

عید کا تحفہ:

برادر گرامی قدر شہزادۂ حضور صدر العلماء حضرت علامہ حافظ وقاری سید محمد یزدانی میاں صاحب نے فقیر راقم السطور سے کئی مرتبہ بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور والد گرامی علیہ الرحمۃ والرضوان عید کے دوسرے دن

جس کو لوگ باسی عید کہتے ہیں سراوہ شریف حاضر ہوئے دست بوسی کے فوراً بعد اس طرح کی مختصر سی گفتگو ہوئی۔

حافظ صاحب قبلہ! مولوی صاحب عید تو کل تھی۔

والد گرامی! (سر نیچے کئے ادب سے) جی حضور۔

حافظ صاحب قبلہ! مولوی صاحب عید تو کل تھی۔

والد گرامی (اسی انداز میں) جی حضور کل تھی۔

حافظ صاحب قبلہ! مولوی صاحب عید تو کل تھی۔

والد گرامی (اسی انداز میں) جی حضور کل تھی۔

والد بزرگوار سمجھ چکے تھے کہ سرکار اشارہ کی زبان میں یقیناً یہ کہنا چاہتے ہیں کہ تم نے آنے میں دیر کیوں کر دی عید ہی کے دن حاضر ہونا چاہئے تھا۔ بڑے اپنے چھوٹوں کو تو خاص عید کے دن عیدی دیا کرتے ہیں۔

کہا! مولانا! اس دن سے لیکے اپنے انتقال تک جتنی بھی عیدیں آئیں ان میں والد گرامی کا یہ معمول رہا کہ عید کی نماز میرٹھ میں پڑھاتے تھے اور پھر وہیں سے سراوہ کے لئے روانہ ہو جاتے حتی کہ گھر والوں کی ملاقات بھی وہاں سے واپسی پر ہوتی اور اس طریقہ پر وہ سرکار سراوہ کے وصال کے بعد بھی کار بند رہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ عید اتفاق سے موسم برسات میں تھی۔ ابا حضور نے مجھے ساتھ لیا اور عید کی نماز پڑھ کر حضور حافظ صاحب قبلہ کے مزار شریف پر حاضری دینے کی نیت سے روانہ ہو گئے جیسا کہ اس علاقہ سے واقف لوگ جانتے ہیں کہ پختہ سڑک سے مزار شریف تک کا راستہ تقریباً ڈیڑھ دو میل ہے وہ آج کل تو قدرے غنیمت ہے مگر اس زمانہ میں وہ بھی بالخصوص برسات کے موسم میں اس رستہ سے گذرنا ایک مشکل ترین مرحلہ ہوا کرتا۔ کیونکہ بعض جگہوں پر تو برسات کا رکا ہوا پانی اس طرح سے بھرا رہتا کہ سوائے اس میں سے گذر جانے کے کوئی دوسری صورت نظر نہیں آتی تھی، چلتے چلتے ایک جگہ ایسی بھی آگئی کہ وہاں گھٹنوں گھٹنوں برسات کے گدلے پانی سے لباس خراب ہوتا دیکھ کر میرے دل میں کچھ کراہیت سی پیدا ہو گئی۔ جانا تو مجھے بھی اسی پانی سے تھا مگر میں نے اپنے نئے کپڑوں کو بچانے کے لئے پائنچے کچھ اوپر اٹھائے کہ کچھ تو خراب ہونے سے بچ جائیں۔ ابا حضور نے جب میری اس حرکت کو دیکھا تو زوردار کھینچ کر ایک طمانچہ رسید کیا اور جلال بھرے لہجہ میں فرمایا بے وقوف! کپڑوں کو خراب ہونے سے بچاتا ہے کیا تمہیں خبر نہیں کہاں جانا ہے۔ کہا! مولانا! ابا حضور کا وہ طمانچہ کی شکل میں دیا ہوا عید کا تحفہ ابھی تک اچھی طرح یاد ہے۔

دیکھا آپ حضرات نے! یہ نہ عقیدت کا ایک نرالہ انداز۔ جس انداز سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان کو اپنے سرکار کی توجہات پر اور ان کی غائبانہ عنایات پر کیسا وثوق کامل تھا کہ بعد وصال بھی تم جس جذبۂ ایمان و عقیدت کو لیکر ان کی بارگاہ میں حاضری لگاؤ گے اسی کے مطابق تم فیض بھی پاؤ گے۔ گویا دنیا سے بظاہر وہ گئے ہیں

ان کے فیوضات نہیں، موت ان کے بدن سے متعلق تھی ان کی برکات سے نہیں۔ چنانچہ ہم یہ کہتے ہیں کہ بعد وصال بھی ان کی عنایات کی بارشیں صدر العلماء پر ہوتی رہیں اور خوب ہوتی رہیں۔ یہ تاثر صرف میرا ہی نہیں بلکہ خود صدر العلماء علیہ الرحمہ کی تحریر سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے آپ فرماتے ہیں:

آپ کی (سرکار سراوہ کی) خدمت اقدس میں پہنچ کر بفضلہ تعالیٰ سات سال تک کشف وکرامات کا جی بھر کر مشاہدہ کیا۔ طرح طرح کی کرامتیں نظر کے سامنے آئیں۔ حضرت مولانا روم قدس سرہ کے ارشاد: اولیاء را ہست قدرت زالہ...... تیر جستہ باز گرداتند زراہ

پر اب تک ایمان بالغیب تھا اس بارگاہِ ولایت پناہ میں حاضری کے بعد مشاہدہ سے سرفراز فرمایا گیا ، بلکہ الحمد للہ علی احسانہ کہ اس دربار گہربار سے دین بھی ملا اور دنیا بھی۔ اب تک اس سیاہ کار پر نظر کرم فرماتے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ابد الاباد تک فرماتے رہیں گے۔ آپ کے حالات بھی انشاء اللہ تعالیٰ اسی کتاب (اسلامی مہینے) میں ذکر کروں گا) الخ۔ بشری القاری ص ۱۸

آپ کی یہ تحریر سرکار سراوہ کے وصال کے بعد کی ہے جس سے جہاں میرے قول مذکور کی تائید ہوتی ہے وہیں کچھ ایسے حقائق کا بھی اشارہ ملتا ہے کہ جن سے سرکار سراوہ کی ولایت صادقہ کے وہ پنہاں گوشے بھی بالکل صاف نظر آتے ہیں کہ جس کو دیکھنے سے بہت سارے لوگ قاصر رہے۔

اسلامی مہینے نامی اپنی جس تالیف کا تذکرہ حضرت نے یہاں فرمایا ہے نیز کئی جگہ اور بھی۔ افسوس کہ آج تک اس کا کچھ پتہ نہیں، بس اس کے بارے میں برادر گرامی قدر حضرت مولانا قاری سید محمد نورانی میاں صاحب شہزادہ حضور صدر العلماء میرٹھی نے یہ بتایا کہ مسودہ اس کا تیار ہو چکا تھا اور یقیناً وہ بزرگوں کے حالات میں بڑی نادر معلومات پر مشتمل کتاب تھی مگر مشیت الٰہی کہ اشاعت سے پہلے ہی حضرت کا وصال ہو گیا۔ اور اچھے خاصے بیٹھے بٹھائے دو تین دن ہی میں حضرت کے وصال سے اہل خانہ کو جس حزن وملال سے دوچار ہونا پڑا اس کا بیان مشکل ہے جو ذمہ داران تھے خود ان کے ہوش اڑے ہوئے تھے۔ انہی حالات کا فائدہ اٹھا کر قوم وملت کے کسی خیر خواہ نے اس کتاب کا مسودہ غائب کر لیا اور آج تک اس کا کوئی پتہ نہیں۔ کاش وہ کسی اور نام ہی سے منظر عام پر آجاتی تو واقعی قوم وملت کا بھلا ہو جاتا۔ خیر! عرض کرنا یہ ہے کہ اس کتاب میں حضرت صدر العلماء نے حضور سرکار سراوہ کے کیا حالات بیان فرمائے ہوں گے اس کا تو کچھ پتہ نہیں۔ مگر موضوع کی مناسبت سے وہ چند ایک واقعات کہ جو میں نے اپنے بزرگوں سے سنے نہ صرف کسی ایک سے بلکہ ان میں کے بعض کو تو کئی حضرات سے فقط قلیل لفظی اختلاف کے ساتھ سنا بس انہیں بعض میں سے دو ایک واقعات فقیر آپ حضرات کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

اور تیسری دفعہ میں قلب جاری ہو گیا:

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت صدر صاحب میرٹھی کی پہلی ملاقات میرٹھ میں حضور سرکار سراوہ سے ہو چکی تھی اور اس کے انمٹ نقوش آپ کے قلب وجگر پر ثبت ہو چکے تھے کہ صدر العلماء میرٹھی سرکار سراوہ کے اسیر ہو چکے تھے۔ چند دنوں کے بعد سراوہ سے صدر صاحب کے نام بلاوا آیا کہ آپ کو حضرت نے فرید نگر حضرت داوا اسماعیل شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے عرس شریف میں یاد فرمایا ہے۔ آپ حاضر ہوئے اور جب اختتام عرس پر رخصت ہونے کا وقت آیا تو سرکار سراوہ نے حضرت صدر صاحب کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور فرمایا: مولوی صاحب! بولئے ''اللہ''

صدر صاحب نے باادب واحترام کہہ دیا ''اللہ'' پھر فرمایا مولوی صاحب! کہیے ''اللہ'' حضرت صدر صاحب نے پھر کہہ دیا ''اللہ'' دراصل یہ بھی حضرت صدر العلماء یعنی کہ اپنے زمانہ کے عظیم عالم دین کے ادب و احترام اور ان کی کسر نفسی تواضع وعاجزی کی ایک روشن مثال ہے کہ ایک گدڑی پوش فقیر ان سے اسم جلالت کا ورد کرا رہا ہے جو کوئی مشکل امر نہیں اور وہ ہیں کہ سر جھکائے کئے جا رہے ہیں، اپنی انا کو فنا حقیقت میں یہی کہلاتا ہے مگر فقیر راقم السطور کی عقل نارسا میں یہاں گزرتے ہوئے ایک خیال کا گزر ہوا کہ بہت ممکن ہے کہ حضرت صدر صاحب کے دل میں یہاں یہ خیال آیا ہو کہ میں سیکڑوں شاگردوں کا استاذ، کئی معرکۃ الآرا کتابوں کا مصنف، لفظ ''اللہ'' کو اسم جلالت سے تعبیر کر کے اور اس کے مفرد ومرکب ہونے کی بحث میں قول مفرد کو صحیح قرار دے کر میں خود عالم اسلام کو اس کے لفظی ومعنوی آداب کی تعلیم دیا کرتا ہوں آخر یہ فقیر برسر مجلس بار بار ''اللہ'' کہلوا کر ظاہر کیا کرنا چاہتا ہے مگر تیسری دفعہ میں ان تمام تر سوالوں کا جواب مل گیا اور یہ راز نہاں عیاں ہو گیا خود صدر صاحب علیہ الرحمہ نے الگ الگ کئی حضرات سے یہ بیان فرمایا کہ مولانا! تیسری دفعہ کہتے ہی میرا قلب جاری ہو گیا اور دل سے اللہ اللہ کی صدا آنے لگی۔

نہ پوچھو ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھو ان کو ☆ ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

میں نے ابھی اس اندرونی تبدیلی پر سوچنا ہی شروع کیا تھا کہ فرمایا مولوی صاحب! آپ تو ماشاء اللہ بہت بڑے عالم ہو اور میں تو ایک چھوٹے سے دیہات کا ایک کم پڑھا لکھا آدمی ہوں۔ ویسے کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ ہمارے ساتھ سراوہ چلتے۔ ادھر اگرچہ واپس جانے کی مکمل تیاری ہو چکی تھی مگر ابھی چند لمحات ہی تو بیتے ہوں گے کہ دل کے نہاں خانے میں ایک خارق عادت کو اچھلتے دیکھا تھا اب اس کے بعد منع کرتے تو کس طرح منع کرتے۔ چنانچہ تمام تر ضروری امور کو چھوڑ کر ان کی معیت میں سراوہ پہنچے۔ ادھر حضور حافظ صاحب قبلہ نے زنان خانے میں کہلوا بھیجا کہ میرٹھ والے مولوی صاحب آئے ہیں رات کا کھانا تیار کر لیں۔ حضرت صدر صاحب فرماتے ہیں کہ مولانا کھانا بڑا لذیذ تھا اور پھر حضرت کا اصرار شدید، جس کی وجہ سے اپنی عادت سے زیادہ ہی نہیں

بلکہ بہت زیادہ کھالیا۔ بعد عشاء مہمان خانہ میں لیٹنے کا انتظام کر دیا گیا۔ اب لیٹا تو گرانی شکم کی وجہ سے نیند کہاں کبھی ٹہلوں تو کبھی لیٹوں سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کروں، کس کو بلاؤں؟ اور کس سے کیا کہوں؟ اسی کش مکش میں نصف شب سے زیادہ بیت گئی اتنے ہی میں دیکھتا ہوں کہ حضرت حافظ صاحب قبلہ میری جانب تشریف لا رہے ہیں میں جاگتا ہی تھا اور اٹھ کھڑا ہو گیا ان کے ہاتھ میں خاصا بڑا ایک گلاس تھا مجھ سے فرمایا، مولوی صاحب! لو یہ دودھ پی لو! عرض کیا حضور! آپ نے کھانا کیا کم کھلایا ہے کہ دودھ کی گنجائش باقی ہو۔ ویسے بھی آج میں نے عادت سے زیادہ کھالیا ہے جس کی وجہ سے پریشانی سی لاحق ہے۔ فرمایا! جی مولوی صاحب پی بھی لو!

راقم السطور کے ناقص خیال میں کچھ دیر کے لئے یہاں بھی عقل و عشق کا مناظرہ ضرور ہوا ہوگا۔ حضرت صدر صاحب کی طبابت و حکمت تو بولتی ہوگی کہ اتنے بھرے پیٹ پر کچھ اور بھر لینا کیا کیا نتیجے برآمد کر سکتا ہے تم خود جانتے ہو اور ان چند ملاقاتوں میں چند خوارق عادات کے مشاہدات سے جو عقیدت و عشق پیدا ہو چکا تھا وہ بولتا ہوگا۔ ہر چہ از دوست می رسد نیکوست...... منع کرنے میں پیشانی عشق و عقیدت کہیں داغدار نہ ہو جائے چنانچہ ہمیشہ کی طرح اس مرتبہ بھی عشق جیتا اور عقل ہار گئی۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق ☆ عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

وہ بڑا سا دودھ سے بھرا گلاس لیا اور پی گئے۔ حضرت صدر صاحب قبلہ خود فرمایا کرتے تھے کہ مولانا! کچھ ہی دیر کے بعد ایسا محسوس ہوا کہ پیٹ بالکل خالی ہے وہ بھرا گلاس دودھ مع کھانے کے کہاں غائب ہو گیا کچھ پتہ ہی نہ چلا ابھی تک، تو میں پریشان تھا گرانی شکم کی وجہ سے مگر اب وہ سب ختم اب تو ایسی بھوک لگی تھی کہ کوئی آئے تو بس کھانا کھلائے۔

غرضیکہ اس طرح کی خسروانہ عنایتیں ادھر سے روز بروز بڑھتی گئیں۔ روابط مستحکم سے مستحکم تر ہوتے چلے گئے اور ادھر سے محبتوں کو عروج ملتا رہا اور عقیدتیں پروان چڑھتی رہیں بھلا اس بات کی حقانیت میں کس کو شک ہو سکتا ہے کہ "من احب شیئا اکثر ذکرہ" جو جس سے الفت رکھتا ہے ذکر بھی اس کا بار بار کرتا ہے۔

ہم تیرے ہیں تو ترا شور مچائیں گے ضرور ☆ بیٹھتے ہیں کہیں ارباب وفا بھی خاموش

(محدث کچھوچھوی)

اور واقعتہً جب کوئی عاشق صادق اپنے محبوب کا ذکر بار بار کرتا یا سنتا ہے تو اسے لطف بھی بڑا آتا ہے گویا وہی اس کے درد دل اور بیچینی قلب کا علاج ہے۔ اسی لئے کبھی وہ تمنا بھی کرتا ہے کہ محبوب کا ذکر کوئی اس کے سامنے کرتا رہے۔

اعد ذکر نعمان لنا ان ذکرہ ☆ ھو المسک ما کررتہ یتضوع

ہمارے سامنے نعمان کے ذکر کی تکرار کرو، کیونکہ وہ مشک کی طرح ہے مہکے گا جب تک تکرار کروگے۔

محدث اعظم ہند سراوہ میں:

انجذاب قلبی تو حضرت صدر صاحب کا ایک عجیب کیفیت لئے ادھر ہو ہی چکا تھا۔ اب اگر کوئی نیا مہمان آتا تو کسی نہ کسی پہلو سے ضرور ان کا ذکر کر کے تقاضۂ محبت کی تکمیل کرتے۔ اتفاق سے ایک دن حضور محدث اعظم ہند علامہ سید محمد میاں صاحب اشرفی جیلانی کچھوچھوی علیہ الرحمۃ والرضوان میرٹھ میں حضرت صدر صاحب کے یہاں مہمان ٹھہرے تو باتوں ہی باتوں میں حضور حافظ صاحب قبلہ کا ذکر بھی چھڑ گیا۔ محدث اعظم ہند نے فرمایا: میاں غلام جیلانی تم نے تو اپنے میاں کی تعریف میں آسمان زمین کے قلابے ملا دیے چلو ذرا ہماری بھی تو ملاقات کراؤ ہم بھی جا کر دیکھیں کہ معاملہ کیا ہے؟ چنانچہ دونوں حضرات میرٹھ سے سراوہ کے لئے روانہ ہوئے ابھی سراوہ کے قریب ہی پہنچے تھے کہ عجیب معاملہ نظر آیا۔ دیکھا کہ گوشۂ تنہائی کا رہنے والا اور خلوتوں کا دلدادہ فقیر کامل اور درویش صادق بنفس نفیس مع اپنے خدام و مریدین کے سراوہ بستی سے باہر آپ لوگوں کے استقبال کے لئے موجود ہے۔ فاضل کچھوچھوی نے دریافت فرمایا کہ میاں آپ کو کیسے پتہ چل گیا کہ ہم لوگ آئے ہیں۔ فرمایا: جس ذات نے آپ کو یہاں بھیجا اسی کی طرف سے مجھے بھی اطلاع ہوگئی تو میں نے سوچا کہ آپ حضرات سیدزادہ و آل رسول ہو تو میں خود آپ کے استقبال کے لئے حاضر ہو گیا۔ بہر حال سراوہ پہنچ کر ان مہمانوں کی بڑی خاطر مدارات کی گئی۔ اس درویش کامل کے اخلاق حمیدہ نے محدث اعظم ہند کو بڑا متاثر کیا۔ قیام ہی کے دوران حضرت فاضل کچھوچھوی نے فرمایا: میاں غلام جیلانی! اپنے میاں سے کہو نہ کہ کچھوچھہ مقدسہ تشریف لے چلیں۔ حضرت صدر صاحب نے جا کر میاں سے کہا۔ فرمایا مولوی صاحب! دور دراز کا سفر ہے فقیر تو ویسے بھی کم نکلتا ہے پھر مخلوق خدا یہاں آتی رہتی ہے مجھے نہ پا کر پریشان ہوگی۔ عرض کیا حضور! میرے پیر حضور اشرفی میاں کا دربار ہے اور پھر حضور مخدوم پاک کا مزار پر انوار ہے وہاں آپ کے ساتھ حاضری ہوگی تو مجھے بڑی خوشی ہوگی اور محدث صاحب کی خواہش بھی پوری ہو جائے گی۔ فرمایا: اچھا مولوی صاحب! آپ کا اصرار ہے تو پھر چلتے ہیں [1] سراوہ سے کچھوچھہ کی تقریباً آٹھ سو کلومیٹر مسافت ہے۔ سفر ابھی آدھا ہی طے ہو پایا تھا کہ گاڑی کا تیل ختم ہو گیا اور گاڑی رک گئی۔ وہ بھی ایسے علاقہ میں کہ جہاں دور دراز تک کھیتیوں اور بنجر زمینوں کا سلسلہ نظر آتا تھا مگر پیٹرول پمپ جیسی ضرورت کی چیز کہیں دور تک بھی سوجھائی نہیں دیتی تھی [2] گاڑی بند اور حیرانی کا سا عالم۔ حضور حافظ صاحب قبلہ کے علاوہ تقریباً سبھی لوگ گاڑی سے اتر گئے اور اس پریشانی سے چھٹکارے کی سبیل تلاش کرنے لگے ساتھ ہی میں حضور محدث اعظم نے مسکراتے ہوئے فرمایا میاں غلام جیلانی! دکھلاؤ نہ اپنے میاں سے پوچھ! ابھی تو وقت ہے کچھ دکھانے کا۔ حضرت صدر صاحب سرکار سراوہ کے پاس آئے اور خاموش کھڑے ہو گئے۔ حضرت حافظ صاحب نے اپنے اسی سیدھے سادھے انداز میں دریافت فرمایا مولوی صاحب یہ گاڑی جنگل میں کیوں رک گئی؟ عرض کیا سرکار تیل ختم ہو گیا اور آس پاس کہیں پیٹرول پمپ بھی نہیں۔ فرمایا اجی (مولوی صاحب)

اپنے پاس پانی تو ہوگا؟ وہی ڈلوادو! گاڑی اپنی چل جائے گی۔ اب اگر صدر صاحب کی جگہ دوسرا کوئی کچا حنفی ہو تا تو صغریٰ کبریٰ کو ترتیب دے کر خلاف اصل نتیجہ نکال لیتا مگر یہاں تو صدر صاحب تھے۔ ان کو بھلا انکار کی گنجائش کیسے ہو سکتی تھی جس ذات سے انہوں نے یہ بات سنی تھی اسی سے کئی مرتبہ خلاف عادات کا ظہور خود اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے چنانچہ خاموشی سے واپس آئے اور ڈرائیور سے بولے کہ تیل کی جگہ پانی ڈالو اور گاڑی اسٹارٹ کرو۔ وہ بولا دیکھو صاحب! میں ایک مزدور آدمی ہوں میری روٹی کا سہارا یہی گاڑی ہے۔ اگر میں نے تیل کی جگہ پانی ڈالا تو میری تو بدھیا بیٹھ جائے گی۔ انجن بالکل خراب ہو جائے گا حضور محدث اعظم ہند نے فرمایا جب میاں نے فرمایا ہے تو بے خطر پانی ڈال دے میں کہتا ہوں کہ تیرا انجن خراب نہیں ہوگا۔ وہ بولا! صاحب! میں نے مانا کہ آپ بھی اور آپ کے میاں بھی بزرگ ہیں مگر گستاخی معاف! کیا بزرگی آزمانے کے لئے مجھ غریب ہی کی گاڑی رہ گئی ہے اگر خراب ہوگئی تو اس کا ذمہ دار کون ہوگا۔ اس پر صدر صاحب نے فرمایا کہ اگر پانی ڈالنے کی وجہ سے تیری گاڑی خراب ہوگئی تو ساری قیمت میں ادا کروں گا۔ اب آکر اس نے پانی ڈالا اور اسٹارٹ لگایا۔ خدا کی قدرت دیکھئے کہ گاڑی اسٹارٹ ہوگئی اور بیسیوں کلومیٹر کا سفر طے کرنے کے بعد وہاں جا کر رکی جہاں سے پیٹرول پمپ قریب تھا۔

سرکار سراوہ کی کرامت میں سے یہ واقعہ بمقابلہ دیگر واقعات کے زیادہ شہرت کا حامل ہے، مگر فقیر راقم السطور کے خیال ناقص میں گاڑی کا پانی سے چلنا اور انجن کا خراب نہ ہونا یہ الگ الگ دو چیزیں ہیں ایک نہیں! تو اگر اس معونت خداوندی کو کرامت کا نام بھی دیا جائے تو میرے خیال سے یہ دونوں بزرگوں کی مشترکہ کرامت کا ظہور ہے یعنی حضور حافظ صاحب قبلہ اور محدث اعظم ہند۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور مفتی اعظم ہند سراوہ میں:

کتاب۔ راجشاہی کرن، غیر مطبوعہ میں اس بات کا بھی ذکر ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب بریلوی شاہزادہ حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بھی سراوہ شریف تشریف لائے تھے اور میاں کے یہاں قیام بھی کچھ دن فرمایا تھا مگر تفصیل معتبر معلوم نہ ہو سکی۔

حضرت سرکار سراوہ کا وصال شب چہار شنبہ بعد نماز مغرب ۲۲ر محرم الحرام ۱۳۷۱ھ مطابق ۲۳ر اکتوبر ۱۹۵۱ء میں ہوا۔ عظیم مبلغ عالم اسلام، خلیفہ حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی حضرت علامہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی اور صدر العلماء علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہما الرحمۃ نے غسل دیا اور حضرت صدر العلماء نے نماز جنازہ پڑھائی اور قبر میں بھی آپ ہی نے اتارا۔ بعد میں مزار مبارک کی تعمیر جدید نیز اس پر گنبد کی تعمیر کروانے کی سعادت بھی حضرت صدر العلماء میرٹھی کے شہزادہ حضرت علامہ سید محمد یزدانی میاں صاحب مقیم حال امریکہ کے حصہ میں آئی۔ نور اللہ مرقدہ وافاض علینا من برکاتہ

آج بھی پورے خاندان صدر العلماء کو سرکار سراوہ کی ذات سے والہانہ عقیدت ہے۔ جس کے برکات دنیا میں تو دیکھ رہے ہیں اور انشاء المولی الکریم آخرت میں بھی دیکھنے کو ملیں گے۔ کیونکہ اولاد پر کرم گویا باپ ہی پر مہربانی ہوتی ہے اس طور پر صدر العلماء کے اس قول کی صداقت آج بھی ظاہر ہے۔ اب تک اس سیاہ کار پر نظر کرم فرماتے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ابد الآباد تک فرماتے رہیں گے (بشیر القاری ص ۱۸)

اس حقیر سراپا تقصیر کاتب تحریر کو بھی سرکار سراوہ کے سخی دربار سے آس لگی ہے، ضرور وہ مسکین پر بھی کرم فرمائیں گے۔ آخر اس کو بھی تو ان کے مولوی صاحب سے کچھ نہ کچھ نسبت حاصل ہے ہی" اللھم ارزقنا حبك وحب حبيبك وحب من يحب حبيبك "(آمین یارب العالمین)

گدائے اشرف سمنانی محمد ایوب اشرفی حشمتی سنبھلی نور الاسلام بولٹن (یوکے)

۱؎ ان ملازم کا نام غالباً چاند میاں تھا اشرفی غفرلہ

۲؎ پیتہ پانچ حضور حافظ صاحب قبلہ کا قیام عموماً محلہ توگرہ شاہ میرٹھ جناب حافظ کلن شاہ صاحب کے یہاں ان کے بھتیجے جناب محمد میاں صاحب کے یہاں ہوا کرتا تھا۔ اشرفی غفرلہ

۳؎ ان ایام میں مونچھیں یعنی لبیں آپ کی کچھ بڑی ہوئی تھیں جن کو دیکھ کو یہ خیال بھی آیا تھا کہ اتنی بڑھی ہوئی مونچھیں رکھنا تو خلاف سنت ہے یہ بھلا کیسے بزرگ ہوسکتے ہیں اشرفی غفرلہ

۴؎ یہ کہنے سے پہلے آپ نے خادم سے فرمایا تھا ارے ننھے ذرا قینچی اور آئینہ تو لے آؤ دیکھو تو ہماری لبیں بڑھ گئیں اور ہمارا خیال بھی نہ گیا۔ اشرفی غفرلہ

نوٹ: آپ خدام میں سے ہر ایک کو "ننھے" کہہ کر پکارتے تھے ۱۲۔ اشرفی غفرلہ

باسمہ تعالیٰ و تقدس

حضرت صدر العلماء کے شیوخ و اساتذہ

حضرت علامہ مولانا محمد نفیس احمد صاحب مصباحی
استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ یوپی انڈیا

ولادت و نسب:

استاذ الاساتذہ، صدر العلماء حضرت علامہ غلام جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ولادت ۱۱ رمضان ۱۳۱۸ھ کو ریاست دادوں، ضلع علی گڑھ، یوپی (انڈیا) میں ہوئی، نسب نامہ کچھ اس طرح ہے:

''سید غلام جیلانی بن غلام فخر الدین بن مولانا سید سخاوت حسین''۔

آپ کے والد گرامی مولوی سید غلام فخر الدین نے دنیوی تفکرات کے باعث شرح جامی تک پڑھ کر چھوڑ دیا۔ نواب احمد سعید خاں شیروانی والی ریاست دادوں، ضلع علی گڑھ نے استاذ زادہ ہونے کے احترام میں بجائے تعلیم مکمل کرنے کے کھیتی کے لئے بتیس بیگھہ زمین دی، اور مسجد اندرون گڑھی کی پنج وقتہ امامت اور جمعہ و عیدین کی خطابت پر مامور کیا۔

آپ کے دادا جان مولانا حکیم سید سخاوت حسین قدس سرہ اپنے دور کے بلند پایہ عالم دین اور عارف باللہ بزرگ تھے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمہ کی مجلس میں جب ان کا ذکر ہوتا تو نام مبارک سن کر تعظیماً سینہ پر ہاتھ رکھ لیا کرتے۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں باغیوں کی فہرست میں ان کا نام بھی درج تھا۔ اپنے زمانے میں علم نحو و صرف کے امام تھے۔ فن مناظرہ میں بڑی مہارت رکھتے تھے، جب کسی وہابی سے مناظرہ ہوتا تو حسن تدبیر سے مسائل صرف و نحو میں لاکر زیر فرمالیا کرتے تھے۔ (دیباچہ بشیر القاری ص ۱۲/۱۳)

صدر العلماء جب پڑھنے کے قابل ہوئے تو اسلامی طریقے پر آپ کی بسم اللہ خوانی کرائی گئی، ناظرہ قرآن مجید ختم کرنے کے بعد ایک مکتب میں داخلہ لیا اور منشی فیض علی خاں اترولوی سے اردو زبان پڑھی، پھر وہیں کے پرائمری اسکول میں داخلہ لیا جہاں درجۂ چہارم تک تعلیم ہوتی تھی، وہاں، منشی نتھو خاں سے درجۂ چہارم تک تعلیم پائی۔ درجۂ چہارم کے امتحان میں کامیابی کے بعد آپ کے چچا جان مولانا سید غلام قطب الدین برہمچاری علیہ الرحمہ نے مدرسہ اہل سنت، بازار دیوان، مرادآباد جو بعد میں جامعہ نعیمیہ کے نام سے مشہور ہوا۔ داخل کرایا۔ فارسی و آمد نامہ سے تعلیم شروع ہوئی۔ حضرت مولانا عبد العزیز خاں فتح پوری سے فصول اکبری اور کافیہ پڑھی، صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی سے گلستاں سعدی، مختصر القدوری اور ''قال اقول'' کے

ابتدائی حصے پڑھے۔ شروع سے ہی طبیعت کا میلان علم صرف ونحو کی طرف زیادہ تھا، اس لئے کافیہ جلد ہی مکمل حفظ کرلیا، اور روزانہ صبح حفاظ کی طرح اس کا دور کرتے تھے۔

بیسویں صدی عیسوی کے ربع اول کے بعد کا زمانہ مسلمانوں کیلئے بہت نازک اور صبر آزما زمانہ تھا۔ آگرہ کے قرب وجوار میں پنڈت شردھانند کی شرارت اور شدھی تحریک کے اثر سے راجپوتوں کے اندر ارتداد کا طوفان برپا ہوا جس کی روک تھام کے لئے بریلی شریف سے جماعت رضائے مصطفےٰ حرکت میں آئی رکاب گنج، آگرہ میں اپنا دفتر قائم کیا، جس کے ناظم مولانا قاضی احسان الحق نعیمی تھے۔ مرادآباد سے حضرت صدر الافاضل کے ساتھ مولانا عبدالعزیز خاں فتح پوری اور مفتی محمد اجمل شاہ سنبھلی بھی ہوتے، یہ دورہ پندرہ پندرہ دن اور کبھی اس سے بھی زیادہ کا ہوتا تھا۔ اسباق کا ناغہ ناقابل برداشت کی حد تک ہوتا تھا، اس لئے آپ نے دار العلوم معینیہ اجمیر شریف کا رخ کیا جہاں صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی علیہ الرحمہ (مصنف بہار شریعت) کا بحر ذخار موجیں مار رہا تھا، اور اس تعلیمی سفر میں آپ کے ساتھ مولانا قاضی شمس الدین جون پوری، زین العابدین، قاری اسد الحق اور حافظ ملت مولانا عبدالعزیز محدث مرادآبادی تھے، امیر کارواں حافظ ضمیر حسین مرادآبادی تھے۔

امتحان کے بعد شرح جامی کے درجہ میں داخلہ ہوا۔ ابتدائی ایام بڑی پریشانی اور کس مپرسی کی حالت میں گزرے، تقریباً دو ماہ بعد ایک روپیہ ماہانہ وظیفہ مقرر ہوا تو اس پریشانی سے نجات ملی۔ ملا حسن کے امتحان میں آپ کے تحریری جواب پر ممتحن نے اس قدر تعریف وتحسین فرمائی کہ مجلس شوریٰ نے چار روپے انعامی وظیفہ مقرر کردیا۔

مولانا حکیم سید عبدالحمید اور مولانا عبدالحی افغانی سے بھی تعلیم حاصل کی، شرح تہذیب کی منطقی ترکیب مولانا عبداللہ افغانی سے، حاشیہ عبدالغفور اور اس کا تکملہ مولانا سید امیر احمد پنجابی سے، شرح جامی امتیاز احمد انیٹھوی سے، نفحۃ الیمن، سبع المعلقات، دیوان متنبی، دیوان حماسہ اور علامہ ابن ہشام مصری کی قطر الندیٰ مولانا حافظ سید حامد حسین اجمیری سے اور اوپر کی بقیہ کتابیں بہت سے مطبوعہ وغیر مطبوعہ حواشی، صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ سے پڑھے، فن تجوید، استاذ القراء قاری غلام نبی ٹونکی سے حاصل کیا۔

۱۳۵۱ھ میں جب صدر الشریعہ علیہ الرحمہ منظر اسلام تشریف لائے تو آپ بھی ان کے ہمراہ یہاں آگئے اور ۱۳۵۲ھ میں یہیں سے دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔

اس طرح آپ نے درج ذیل اساتذۂ کرام سے علم حاصل کیا:

(۱) منشی فیض علی خاں اترولوی (حضرت صدر العلما نے ان سے مکتب میں اردو کی تعلیم حاصل کی)

(۲) منشی نتھو خاں (ان سے آپ نے پرائمری اسکول میں درجۂ چہارم تک تعلیم حاصل کی)

(۳) قاری غلام نبی ٹونکی

(۴) مفتی امتیاز احمد انبیٹھی

(۵) مولانا حکیم سید عبد الحمید

(۶) مولانا عبد الحی افغانی (یہ رئیس العلماء مولانا برکات احمد ٹونکی کے شاگرد تھے)

(۷) مولانا عبد اللہ افغانی (انہیں استاذ الاساتذہ مولانا پُردل صاحب سے شرف تلمذ حاصل تھا)

(۸) مولانا سید امیر پنجابی

(۹) مولانا سید حامد حسین اجمیری

(۱۰) مولانا وصی احمد سہسرامی

(۱۱) مولانا عبد العزیز خاں فتح پوری

(۱۲) صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی

(۱۳) صدر الشریعہ مولانا امجد علی رضوی اعظمی

ان میں موخر الذکر کچھ شخصیتوں کے حالات وخدمات نذر قارئین ہیں۔ باقی اول الذکر سات حضرات کے تمام تر کوشش کے باوجود نہ مل سکے۔ اس لئے یہاں لکھے نہ جا سکے۔ لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔

صدر الشریعہ حضرت علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ

کون نہیں جانتا کہ قصبہ گھوسی (ضلع مئو) مشرقی یوپی کا ایک مردم خیز خطہ ہے جسے "مدینۃ العلما" کہا جاتا ہے، یہاں ہر دور میں جلیل القدر علمی، دینی اور ادبی شخصیتوں نے جنم لیا لیکن اس کی علمی شہرت کی زریں تاریخ کا آغاز اس وقت سے ہوتا ہے جب یہاں کے افق پر ایسا خورشید فضل وکمال طلوع ہوا جس نے اپنی ضیا بار کرنوں سے نہ صرف ایشیا بلکہ افریقہ ویورپ کی سرزمین کو بھی منور کر دیا۔ جو تدریس، تحریر، تقریر، افتا، قضا، مناظرہ ہر میدان میں ممتاز ونمایاں نظر آتا ہے جسے اس عہد کے اجلۂ علما نے "صدر الشریعہ" اور "فقیہ اعظم" جیسے گراں قدر القاب سے نوازا۔

ولادت ونسب:

آپ کا نام محمد امجد علی ہے، نسب نامہ کچھ اس طرح ہے:

محمد امجد علی بن حکیم جمال الدین بن مولانا خدا بخش بن مولانا خیر الدین علیہم الرحمہ، آپ کی ولادت ۱۳۰۰ھ میں قصبہ گھوسی کے محلہ کریم الدین پور میں ہوئی، مولانا حکیم جمال الدین کے گھر یہ تیسرے بیٹے کی ولادت تھی، حکیم محمد علی اور حکیم احمد علی آپ کے بڑے بھائی تھے۔ آپ کے والد ماجد کا شمار علاقے کے بڑے حکیموں میں ہوتا تھا، طبی مہارت اور ریاست عظمت علی گڑھ کے راجہ کے طبیب خاص ہونے کی وجہ سے ہر طرف

آپ کا شہرہ تھا۔

تعلیم وتربیت:

آپ کی ابتدائی تعلیم آپ کے وطن گھوسی ہی کے ایک مدرسہ میں ہوئی، اس کے بعد اعلی تعلیم کے لئے مدرسہ حنفیہ جون پور میں ۱۳۱۴ھ میں داخلہ لیا۔ جہاں مجاہد تحریک آزادی حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی کے تلمیذ رشید۔ استاذ الاساتذہ حضرت علامہ ہدایت اللہ خاں رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان علمی کا باثر ابٹ رہا تھا اور علوم شرقیہ وفنون دینیہ کے متلاشی دور دراز سے شیراز ہند جون پور کا رخ کررہے تھے استاذ الاساتذہ کی فیض رساں درسگاہ سے اس دور کے ماہرین علوم فارغ ہوئے۔

استاذ گرامی کی آپ پر خاص نوازش اور نظر تھی، اس کی وجہ فطری صلاحیت، ذہن رسا، والہانہ علمی ذوق اور محنت شاقہ کے ساتھ اساتذہ کی بارگاہ میں سعادت مندی، ادب اور خدمت گزاری تھی، وہ آپ سے اس قدر متاثر تھے کہ ایک موقع پر فرمایا:

''شاگرد ایک ہی ملا، وہ بھی بڑھاپے میں'' (بروایت حافظ ملت ومولانا شمس الدین جون پوری)

صدرالشریعہ نے استاذ الاساتذہ سے تمام علوم وفنون کی تکمیل کی، جون پور سے فراغت کے بعد محدث العصر، شیخ المحدثین حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی قدس سرہ کی خدمت میں مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت میں حاضر ہو کر درس حدیث لیا، اس سفر کے موقع پر استاذ الاساتذہ نے محدث سورتی علیہ الرحمہ کے نام تعارفی خط تحریر فرمایا جس کا مفہوم یہ تھا:

''میں اپنا ایک مخصوص عزیز طالب علم آپ کے پاس بھیجتا ہوں جس کی تعلیم پر توجہ فرمائیں''

(صدرالشریعہ حیات وخدمات ص ۴۷)

حضرت محدث سورتی نے بھی اپنی فراست ایمانی سے ان کی ذات میں پوشیدہ صلاحیتوں کو بھانپ لیا، اور اس گوہر شب تاب کو قدر کی نگاہ سے دیکھا، علوم نبویہ کے چشمۂ فیاض نے خوب خوب سیراب کیا، اور ۶؍ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ کو حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ رام پوری قدس سرہ نے آپ کا امتحان لیا جس میں آپ کو نمایاں اور امتیازی کامیابی نصیب ہوئی، اس کا اندازہ درج ذیل تحریر سے کیا جاسکتا ہے جو مہتمم مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت نے ''تحفۂ حنفیہ پٹنہ'' میں شائع کی تھی۔

''۶؍ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ کو بحمد اللہ تعالی طلبہ کا امتحان حضرت مولانا شاہ محمد سلامت اللہ رام پوری دام فیضہ نے لیا، مولوی امجد علی صاحب نے فراغ کتب درسیہ سے نہایت جاں فشانی وکمال مستعدی سے سال بھر میں صحاح ستہ، مسند شریف، کتاب الآثار شریف، موطا شریف، طحاوی شریف کا قراءۃً وسماعۃً درس حاصل کر کے اعلی درجہ کا امتحان دیا، جس کے باعث ممتحن صاحب وحاضرین نہایت شاداں اور ان کی حسن فہم وذکاوت سے بہت

فرحاں ہوئے اور دستار فضیلت زیب سر کی گئی'' (ضیاء الدین مہتمم مدرسہ تحفۂ حنفیہ ص ۴۴ محرم ۱۳۲۵ھ پٹنہ)
پھر حاذق الملک حکیم عبدالولی، جھوائی ٹولہ لکھنؤ سے علم طب حاصل کیا۔
تدریس:
صدر الشریعہ نے ابتدائے شباب ہی سے تدریس کا کام شروع کیا اور آخر حیات تک جاری رکھا یہی وجہ ہے کہ آپ کی آغوشِ تربیت میں ایسے ایسے تلامذہ پروان چڑھے جن پر علم وفضل کو بھی ناز ہے۔
تعلیم سے فراغت کے بعد آپ اپنے استاذ محترم محدث سورتی کے ''مدرسۃ الحدیث'' میں ۱۳۲۷ھ تک رہے، اس کے بعد ایک سال تک پٹنہ میں مطب کرتے رہے، اسی اثنا میں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان (۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کو دار العلوم منظر اسلام بریلی کے لئے ایک ذی استعداد استاذ کی ضرورت پیش آئی، حضرت محدث سورتی نے آپ کا نام پیش کیا، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے طلب فرمانے پر پٹنہ سے مطب چھوڑ کر دار العلوم منظر اسلام بریلی میں تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ بالفاظ دیگر طب جسمانی سے تبادلہ کر کے طب روحانی کے مطب میں کام شروع کیا۔ جلد ہی اپنی استعداد، قابلیت، خداداد حسن سلیقہ اور سعادت مندی سے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی نظر میں مقبول اور مورد الطاف خاص بن گئے، ابتدا میں درس و تدریس کا کام سپرد تھا، بعد ازاں مطبع اہل سنت بریلی کا انتظام اور جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے شعبۂ علیہ کی صدارت کے فرائض بھی آپ کے سپرد کر دیئے گئے۔ (محدث اعظم پاکستان ج ۱ ص ۱۲۸)
بریلی شریف میں آپ کا قیام ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء سے ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۵ء تک رہا۔ ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۵ء میں حضرت مولانا سید سلیمان اشرف علیہ الرحمہ شعبۂ علوم اسلامیہ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، دار العلوم معینیہ اجمیر شریف میں صدر المدرسین کے عہدہ کے لئے مدرسہ کے مہتمم ومتولی جناب میر نثار احمد کا دعوت نامہ لے کر بریلی آئے، لیکن آپ نے اپنے شیخ کا آستانہ اور منظر اسلام کی تدریس چھوڑ کر جانے سے معذرت کر دی، مولانا سید سلیمان اشرف نے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت کے خلف اکبر سجادہ نشیں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ (م ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) سے رجوع کیا، آپ ان کی اجازت وحکم سے دار الخیر اجمیر مقدس حاضر ہوئے، اور بے مثال تدریس کے ذریعہ مرجع علما وطلبہ بنے، یہاں آپ نے ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۳ء تک فرائض تدریس انجام دیے۔ مدرسہ کے مہتمم ومتولی میر نثار احمد سے بعض امور میں اختلاف کے سبب آپ نے مدرسہ معینیہ عثمانیہ کی تدریس سے علیحدگی اختیار فرمائی، علما کی ایک کثیر تعداد کو جو حلقۂ تلمذ سے وابستہ تھی ہمراہ لے کر دوبارہ بریلی شریف آ گئے، اور منظر اسلام میں تدریس شروع کر دی، تین سال بعد مولانا سید مصباح الحسن چشتی پھپھوندوی قدس سرہ کی رہنمائی میں نواب حاجی غلام محمد خاں شروانی، رئیس ریاست دادوں، ضلع علی گڑھ کی دعوت پر دار العلوم حافظیہ سعیدیہ میں بحیثیت صدر مدرس تدریس کا کام کیا، سات سال تک بحسن وخوبی یہاں درس دیا۔ (

ایضاً ص ۱۲۹)

مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی نے جوایک زمانے میں حیدرآباد دکن میں صدر امور مذہبی رہ چکے تھے ، ۱۳۵۶ھ کے سالانہ جلسۂ امتحان کے موقعہ پر اپنی تقریر میں حضرت کی مہارت تدریس اور تبحر علمی کا ان لفظوں میں اعتراف کیا:

''مولانا امجد علی اعظمی صاحب پورے ملک میں ان چار پانچ مدرسین میں ایک ہیں جنھیں میں منتخب جانتا ہوں''

(تذکرہ علمائے اہل سنت ص ۵۳)

پھر ۱۳۶۳ھ میں مدرسہ مظہر اسلام بنارس میں صدر المدرسین ہوئے ، اور جب حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب لائل پوری ، حضرت مفتی اعظم ہند کے ہمراہ پہلی حج وزیارت کے لئے تشریف لے گئے تو چند مہینے مدرسہ مظہر اسلام بریلی میں درس حدیث دیا اور جب وہ حج سے واپس ہوئے تو حضرت نے وطن مراجعت فرمائی۔

چونکہ بینائی بہت کمزور ہو چکی تھی اور پیہم صدموں کی وجہ سے قوی مضمحل ہو چکے تھے اس لئے درس کا سلسلہ بند فرما دیا تھا ، یہی سبب تھا کہ مدرسہ سعیدیہ دادوں سے مستعفی ہوئے ، پھر مدرسہ مظہر العلوم کچی باغ بنارس کے ناظم اعلیٰ کے بے حد اصرار پر وہاں چلے تو گئے لیکن سال بھر کے بعد ان سے معذرت کر لی۔ (بروایت شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی (علیہ الرحمۃ)

طرز تدریس:

آپ کا طرز تدریس نہایت دل نشیں ، دل آویز اور دل پذیر تھا ، دوران تدریس مضامین کتاب کی ایسی واضح ، شستہ اور جامع تقریر فرماتے کہ کتاب کا مضمون طلبہ کے ذہن میں اترتا چلا جاتا جیسے کہ وہ ''رحیق مختوم'' کا گھونٹ ہو اور کیوں نہ ہو جب کہ آپ کے تبحر علمی کا یہ عالم تھا کہ پورا درس نظامی آپ کو مستحضر تھا ، بلا جھجک مشکل سے مشکل ترین کتاب پڑھاتے ، اب ذیل میں تو ان سے شرف تلمذ رکھنے والوں کی شہادتیں درج کی جاتی ہیں:

☆ حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز مراد آبادی بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور فرماتے ہیں:

'خاتم الفقہا ، حجۃ العصر حضرت صدر الشریعہ مولانا شاہ ابو العلا محمد امجد علی صاحب علیہ الرحمہ جامع الکمالات ، مجمع البحرین تھے ، آپ متبحر عالم ، جامع معقول ومنقول ہونے کے ساتھ اپنے علم پر عامل ، متبع سنت ، پابند شریعت تھے تبحر علمی کا یہ عالم کہ پورا درس نظامی مستحضر تھا ، جو کتاب سامنے آتی بے دریغ پڑھاتے ، کما حقہ پڑھاتے ، ایسی جامع تقریر فرماتے کہ تمام اعتراضات وشبہات رفع ہو جاتے ، اور مسئلہ آفتاب کی طرح روشن ہو جاتا'' (ماہنامہ اشرفیہ ، اکتوبر ، نومبر ۱۹۹۵ء صدر الشریعہ نمبر ص ۱۲)

☆صدر العلما علامہ غلام جیلانی میرٹھی (شارح بخاری) علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

"بعض اساتذہ تفہیم کتاب بصورت سوال وجواب فرماتے ہیں اور بعض کتاب کی تقریر ایسے انداز سے فرماتے ہیں جس پر اعتراض وارد ہی نہ ہونے پائیں۔ آپ بروقت تدریس عموماً طریقہ دوم اختیار فرماتے تھے اور گاہے گاہے طریقہ اول، جب کہ مقام دقیق مضامین پر مشتمل ہوتا۔

آپ کی تدریسی خصوصیات میں اول یہ خصوصیت تھی کہ درسی کتابوں کے علاوہ ان کے مطبوعہ حواشی بھی پڑھاتے، چنانچہ فقیر کو میرزاہد امور عامہ کے ساتھ اس کا حاشیہ مولانا عبد الحق خیر آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی بھی سبقاً سبقاً پڑھایا......... درس کا ناغہ کسی حالت میں گوارہ نہ تھا، حتیٰ کہ بحالت بخار شدید بھی تشریف لاتے، طلبہ کا شدت بخار دیکھ کر بے حد اصرار ہوتا کہ درس ناغہ کر دیا جائے مگر ان کی درخواست قبول نہ ہوتی، اور یہ فرماتے کہ مولوی صاحب (یعنی آپ کے استاذ مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب جون پوری قدس سرہ النورانی) فرماتے تھے کہ ناغہ سے برکت جاتی رہتی ہے، لہٰذا پڑھ لو"

مولانا ظہیر احمد زیدی علی گڑھی لکھتے ہیں:

"حضرت کا طریقہ تعلیم یہ تھا کہ اول کوئی ایک طالب علم عبارت خوانی کرتا، اور جتنا سبق پڑھنا ہوتا دو صفحے تین صفحے ایک ساتھ عبارت پڑھ لی جاتی۔ پھر حضرت مطالب بیان فرماتے، طلبہ کو عام اجازت تھی کہ وہ سوالات کریں، جوابات وافی وکافی ملتے، طلبہ کو ہر گونہ اطمینان ہو جاتا، لیکن عبارت خوانی ہی حضرت کے درس میں "کارے دارد" والا معاملہ تھا کیونکہ عبارت کی غلطی کو حضرت نہ کبھی نظر انداز فرماتے نہ اس معاملے میں عفو ودرگذر سے کام لیتے، گرفت سخت ہوتی، صرف ونحو کے بیشتر قاعدے سوالات کی زد میں آجاتے" (صدر سابق ص ۸۴)

☆مفتی خلیل احمد مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"پہلی کتاب جس کے ذریعہ حضرت والا کے قدموں تک رسائی ہوئی، ملا حسن تھی۔ دوسرے تیسرے روز ہی جب مباحث کا آغاز ہوا اور حضرت والا نے مضمون کتاب کی تقریر فرمائی تو بلا مبالغہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ ٹھنڈے، میٹھے میٹھے مشروب کے گھونٹ نیچے اتر رہے ہیں، اور پھر عقیدت میں آنکھیں جھکیں دل جھکا اور جھکتا ہی چلا گیا۔" (صدر سابق ص ۴۳)

بیعت وخلافت:

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی عشق رسالت میں ڈوبی ہوئی اور ورع وتقویٰ سے شاداب ودرخشندہ زندگی کی مسلسل دید کے بعد آپ نے روحانی رہنمائی کے لئے سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں انہیں کے دست حق پرست پر بیعت کی، اور جلد ہی تمام سلاسل میں اجازت وخلافت سے نوازے گئے

(ماہنامہ الرضا، بریلی، مندرجہ "معارف رضا" مرتبہ سید محمد ریاست علی قادری ۱۹۸۳ء)

تفقہ فی الدین:

حضرت صدرالشریعہ یوں تو سارے علوم وفنون کے ماہر تھے لیکن آپ کو سب سے خاص لگاؤ فقہ سے تھا اللہ عزوجل نے آپ کی ذات گرامی میں تفقہ فی الدین ودیعت فرمایا تھا۔

حضرت صدرالشریعہ کو دیگر علوم وفنون کے علاوہ فقہ میں ایسا کمال حاصل تھا کہ فقہ کے جمیع ابواب کی تمام جزئیات مع ان کے تفصیلی دلائل کے مستحضر تھیں، انہیں خصوصیات کی بنیاد پر امام احمد رضا نے ایک موقع پر فرمایا:

"آپ یہاں کے موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پایئے گا اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ استفتا سنایا کرتے ہیں اور جو میں جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں، طبیعت اخاذ ہے، طرز سے واقفیت ہو چلی ہے"

(الملفوظ حصہ اول ص ۸۵، مطبوعہ قادری مشن نزد نو محلہ مسجد بریلی)

یہ الفاظ کسی عام آدمی کے نہیں بلکہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے زبان فیض ترجمان سے ادا ہوئے ہیں جو حزم واحتیاط کی چوٹی پر فائز تھے، اس سے حضرت صدرالشریعہ کی فقہی بصیرت آفتاب نیمروز کی طرح نمایاں ہوتی ہے، اسی وجہ سے معاصرین علما نے آپ کا خطاب صدرالشریعہ رکھا، اس وقت کے صف اول کے علما مثلاً حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب، مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں قادری ، حضرت صدر الافاضل علامہ نعیم الدین صاحب مرادآبادی مصنف (خزائن العرفان) حضرت محدث اعظم ہند علامہ سید محمد کچھوچھوی وغیرہ بھی نام نہ لیتے تھے، صدرالشریعہ ہی کہا کرتے تھے اور حضرت کا یہ خطاب بہ منزلہ علم ہو چکا ہے۔

قاضی القضاۃ:

مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ نے حالات اور ضرورت دینی کے پیش نظر بریلی شریف میں پورے ملک ہندوستان کے لئے (جس میں موجودہ پاکستان وبنگلہ دیش بھی شامل تھا) شرعی دارالقضا قائم فرمایا تھا اس کے لئے تمام مشاہیر ہند ومفتیان عصر میں صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کو احکام کے نفاذ اور مقدمات کے فیصلے کے واسطے قاضی شرع مقرر فرمایا تھا اس اہم کام کے لئے اعلیٰ حضرت نے کتنا اہتمام فرمایا، حضرت برہان ملت (مولانا شاہ برہان الحق جبل پوری) علیہ الرحمہ کی زبانی ملاحظہ کیجئے:

"ایک دن صبح قریب نو بجے اعلیٰ حضرت مکان سے باہر تشریف لائے تخت پر ایک قالین بچھانے کا حکم فرمایا: ہم سب حیرت زدہ تھے کہ حضور یہ سب اہتمام کس کے لئے فرما رہے ہیں، پھر حضور امام اہلسنت ایک کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور حضرت صدرالشریعہ مولانا امجد علی صاحب علیہ الرحمہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

"میں آج بریلی میں دار القضا شرعی کی بنیاد رکھتا ہوں اور انہیں اپنی طرف بلا کر ان کا داہنا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے کر قالین پر انہیں بٹھا کر فرمایا: میں آپ کو ہندوستان کے لئے قاضی مقرر کرتا ہوں: مسلمانوں کے درمیان اگر ایسے مسائل پیدا ہوں جن کا فیصلہ قاضی شرعی ہی کر سکتا ہے وہ قاضی شرع کا اختیار آپ کے ذمہ ہے، پھر دعا پڑھ کر کچھ کلمات فرمائے جن کا اقرار صدر الشریعہ نے کیا۔

اس کے بعد حضور نے خادم برہان کو بلایا اور اپنے دست مبارک میں میرا داہنا ہاتھ لے کر اس مسند پر حضرت صدر الشریعہ کے متصل بٹھا کر مجھ سے فرمایا کہ میں نے تمہارے فتوے دیکھے افتا کے لئے تمہارے دماغ کو بہت مستعد پایا میں تمہیں مسند افتا پر بٹھا کر دار القضا شرعی کے لئے مفتی مقرر کرتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے ہاتھ کو اپنے دست مبارک میں لے کر میرے پہلو میں بٹھایا اور یہی کلمات جو مجھ سے فرمائے تھے ان سے فرما کر پھر ہم دونوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ دار القضا شرعی کے لئے قاضی شرع مولانا امجد علی اور آپ دونوں کو ان کی اعانت اور فتویٰ دینے کی اجازت دیتا ہوں، آج سے تم دونوں ہندوستان کے دار القضا شرعی مرکز بریلی میں مفتی شرع کی حیثیت سے مقرر کئے جاتے ہو"

پھر ہم دونوں سے کچھ کلمات فرمائے اور ہم دونوں نے اس سعادت عظیم پر سر نیاز خم کیا اور اٹھ کر ہم نے اعلیٰ حضرت کی قدم بوسی کی، اعلیٰ حضرت نے دست مبارک اٹھا کر بہت دیر تک دعا فرمائی، حضرت صدر الشریعہ نے دوسرے ہی دن قاضی شرع کی حیثیت سے پہلی نشست کی اور وراثت کے ایک معاملہ کا فیصلہ فرمایا۔ (استقامت ڈائجسٹ، کانپور مفتی اعظم ہند نمبر ص ۴۴)

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی بارگاہ میں آپ کو نہایت بلند مقام حاصل تھا، یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوائے آپ کے کسی کو بھی حتی کہ اپنے شہزادگان والا تبار کو بھی اپنی بیعت لینے کا وکیل نہیں بنایا تھا، حضرت شیر بیشۂ اہل سنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ روایت ایسے مجمع میں بیان فرمائی جس میں حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور بہت سے لوگ موجود تھے۔ (صدر الشریعہ نمبر، ماہنامہ اشرفیہ ص ۸۹ مضمون حضرت شارح بخاری مدظلہ)

وصایا شریف میں ص ۲۴ پر مذکور ہے کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنی نماز جنازہ کے بارے میں یہ وصیت فرمائی تھی:

"الرحیۃ الممتازہ میں نماز جنازہ کی جتنی دعائیں منقول ہیں اگر حامد رضا کو یاد ہوں تو وہ میری نماز جنازہ پڑھائیں ورنہ مولوی امجد علی صاحب پڑھائیں۔

حضرت حجۃ الاسلام چونکہ ولی تھے اس لئے ان کو مقدم فرمایا وہ بھی مشروط طور پر.........اور ان کے بعد اعلیٰ حضرت کی نگاہ انتخاب جس پر پڑی وہ حضرت صدر الشریعہ کی ذات تھی۔ اس سے یہ حقیقت آفتاب نصف

النہار کی طرح آشکار ہو جاتی ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی بارگاہ اقدس میں آپ کو اتنا بلند مقام حاصل تھا جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔

تلامذہ:

چونکہ آپ اس حقیقت سے اچھی طرح واقف تھے کہ بدمذہبیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے اور اسلام کے دائمی پیغام کو عام کرنے کے لئے ضروری ہے کہ زیادہ علما ہوں جو اپنی شبانہ روز کی کاوشوں کے ذریعہ اور اپنے علمی سرمایہ کی قوت سے تبلیغ دین اور تحکیت معاندین کا فریضہ انجام دیں اس لئے آپ زندگی بھر مسند تدریس کی زینت بنے رہے چنانچہ آپ کے بحر علم کے فیض یافتوں اور خوشہ چینوں کی ایک لمبی قطار نظر آتی ہے کوئی درسگاہ ہو یا خانقاہ مساجد ہوں یا مذہبی مراکز ہر طرف آپ ہی کے بالواسطہ یا بلاواسطہ تلامذہ کی جلوہ سامانیاں نظر آتی ہیں۔

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے ان کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

اور کیوں نہ ہو جب کہ آپ کے تلامذہ کی صف میں جہاں ایک طرف محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد قادری چشتی لائل پوری کی ذات گرامی ہے جنہوں نے پاکستان میں اپنی درسگاہ کے خوشہ چینوں کا ایک جال بچھا دیا اور علوم نبویہ کو عام سے عام تر کیا تو دوسری طرف حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی کی ذات والاصفات ہے جنہوں نے دنیائے سنیت کا سب سے عظیم علمی ودینی قلعہ جامعہ اشرفیہ قائم فرما کر دین وسنیت کی لاج رکھ لی جہاں سے آج تک ہر سال سینکڑوں کی تعداد میں علما وفضلا حفاظ وقراء فارغ ہو کر خدمت دین متین اور اعلاء کلمۃ اللہ کی ذمہ داریاں ادا کر رہے ہیں۔

حضرت صدر الشریعہ کے چند مشاہیر تلامذہ کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) جلالۃ العلم حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ (متوفی ۱۳۹۶ھ)

(۲) محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قادری رضوی بانی مظہر اسلام لائل پور (متوفی ۱۳۸۲ھ)

(۳) شیر بیشہ سنت مولانا حشمت علی لکھنوی ثم پیلی بھیتی

(۴) مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن اڑیسوی صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت کلکتہ

(۵) شیخ العلماء مولانا غلام جیلانی اعظمی سابق شیخ الحدیث دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف بستی

(۶) صدر العلماء مولانا غلام جیلانی میرٹھی مصنف بشیر القاری شرح بخاری وبشیر الناجیہ شرح کافیہ وغیرہ

(۷) خیر الاذکیاء مولانا غلام یزدانی اعظمی سابق صدر المدرسین مظہر اسلام بریلی شریف

(۸) شمس العلماء مولانا قاضی شمس الدین جونپوری مصنف قانون شریعت

(۹) امین شریعت مولانا رفاقت حسین شیخ الحدیث مدرسہ احسن المدارس کانپور

(۱۰) مولانا محمد سلیمان اشرفی بھاگلپوری شیخ الحدیث جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس

(۱۱) سید العلماء مولانا سید آل مصطفیٰ قادری برکاتی سجادہ نشین مسند برکاتیہ نوریہ مارہرہ مطہرہ

(۱۲) مولانا عبد المصطفیٰ ازہری شیخ الحدیث دار العلوم امجدیہ کراچی

(۱۳) مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی، شیخ الحدیث منظر حق ٹانڈہ، فیض آباد

(۱۴) مولانا محمد حسن، فقیہ شافعی ممبئی

(۱۵) مولانا محمد مبین الدین امروہی

(۱۶) مولانا مفتی وقار الدین، مفتی دار العلوم امجدیہ کراچی

(۱۷) مولانا اعجاز ولی خان رضوی، جامعہ داتا گنج بخش، لاہور

(۱۸) مولانا تقدس علی خان، شیخ الحدیث جامعہ ارشادیہ، پیر گوٹھ سندھ پاکستان

(۱۹) مولانا ظہیر الدین زیدی علی گڑھ

(۲۰) فقیہ عصر، شارح بخاری، مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمہم اللہ تعالیٰ

(۲۱) مولانا مجیب الاسلام ادروی

قلمی آثار:

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ اعلیٰ درجہ کے مدرس، مفتی، قاضی مناظر ہونے کے ساتھ زبردست مصنف بھی تھے، آپ کی کتابیں نہایت واضح، سلیس اور رواں اسلوب رکھتی ہیں، انداز بیان نہایت عمدہ دلنشیں اور دل پذیر ہے۔

درج ذیل کتابیں آپ کی قلمی یادگار ہیں:

(۱) بہار شریعت: قیام بریلی کے زمانہ میں کثرت مشاغل کے باوجود کچھ وقت نکال کر شریعت اسلامیہ کے مفتیٰ بہ مسائل اور فقہی جزئیات پر مشتمل "بہار شریعت" کے نام سے اردو زبان میں ایک عظیم فقہی انسائکلو پیڈیا تیار فرمایا جس کا سلسلہ ۱۹۱۵ء سے لے کر ۱۹۴۳ء تک جاری رہا، یہ سترہ حصوں میں ۱۲۷۰ صفحات کو محیط ہے۔ جس کے چھ حصوں کو امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمہ نے حرفاً حرفاً سنا اور بعض پر تقریظ بھی رقم فرمائی۔

(۲) فتاویٰ امجدیہ: یہ متوسط سائز کے ۱۸۲۸ صفحات پر مشتمل مجموعہ فتوئی ہے اس میں ۱۳۳۰ھ سے ۱۳۶۷ھ تک کے اہم فتاویٰ درج ہیں۔ یہ چار جلدوں میں ہے، الحمد للہ اس کی چاروں جلدیں زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آچکی ہیں۔

(۳) حاشیہ شرح معانی الآثار: یہ امام جعفر طحاوی (متوفی ۳۲۱ھ) کی مشہور زمانہ، حدیث وفقہ کی جامع، مقبول ترین تصنیف "شرح معانی الآثار" کا حاشیہ ہے، صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے بزبان عربی کے تحشیہ کا کام

۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء میں شروع فرمایا اور سات ماہ کے قلیل عرصہ میں نصف اول پر حاشیہ لکھ ڈالا جو باریک قلم سے ۳۵۰ صفحات پر مشتمل ہے اور ہر صفحہ ۳۵/۳۶ سطریں لئے ہوئے ہے، مگر ضعف بصارت کی بنا پر یہ کام اور آگے نہ ہوسکا۔ (صدر الشریعہ حیات وخدمات ص۵۶ر۵۷ ملخصاً)

(۴) قامع الواہیات فی جامع الجزئیات:

کانپور مسٹن روڈ کی توسیع میں مچھلی محال کی مسجد کا ایک حصہ آگیا جسے اس وقت کی انگریز حکومت نے ڈھادیا، جس پر پورے ملک میں ایک ہنگامہ کھڑا ہوگیا، حکومت اور مسلمانوں کی باہمی رضامندی سے مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محلی حکم مقرر ہوئے لیکن انہوں نے جو فیصلہ دیا وہ شریعت کے خلاف تھا، جس کے رد میں مجدد اعظم قدس سرہ نے ''ابانۃ المتواری علی مصالحۃ عبد الباری'' نام کا رسالہ تحریر فرمایا اور اسی فیصلہ کی رد میں حضرت صدر الشریعہ نے قامع الواہیات فی جامع الجزئیات تحریر فرمایا۔

(۵) بریلی شریف میں ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۴ر مارچ ۱۹۲۱ء کا جلسہ ہوا تو خلافت کمیٹی کی شرعی حرکات پر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی ہدایت کے بموجب ستر (۷۰) سوالات مرتب فرمائے جو ''اتمام حجت تامہ'' کے نام اسی وقت شائع ہوئے۔

(۶) نیز بہار شریعت حصہ دوم ص ۲۸ر میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ حقہ کا پانی پاک ہے۔ اگرچہ اس کے رنگ وبو ومزے میں تغیر آجائے۔ اس سے وضو جائز ہے، بقدر کفایت اس کے ہوتے ہوئے تیمم جائز نہیں۔

اس پر کچھ لوگوں نے اعتراض کیا تھا جس کے رد میں پورا رسالہ تحریر فرمایا، جو بہار شریعت حصہ دوم کے ساتھ چھپ چکا ہے یہ صفحہ ۱۱۷ر سے لے کر ۱۲۶ر تک پھیلا ہوا ہے، اس پر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ محدث اعظم ہند کچھوچھوی، مبلغ اسلام علامہ شاہ محمد عبد العلیم میرٹھی علیہما الرحمہ وغیرہ اجلہ، علمائے اہل سنت کی تصدیقات جلیلہ ہیں۔ اگرچہ اس کا کوئی نام نہیں رکھا ہے مگر حقیقت میں یہ پورا رسالہ ہے۔

(۷) التحقیق الکامل فی حکم قنوت النوازل:

ہندوستان پر جب کانگریسیوں کی حکومت ہوئی اور کانگریسیوں نے پورے ملک میں مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کردیا تو جگہ جگہ فجر میں قنوت نازلہ پڑھی جانے لگی اس پر ۱۹۴۷ء میں حضرت صدر الشریعہ نے حضرت شارح بخاری سے یہ رسالہ املا کرایا۔

اسی رسالہ کی تصنیف کے وقت یہ واقعہ پیش آیا کہ بہار شریعت حصہ سوم ص ۷۰ر میں قنوت نازلہ کے بارے میں ہے: ''ظاہر ہے کہ رکوع کے قبل قنوت پڑھے'' (درمختار، شرنبلالی)

لیکن جب حوالہ ملایا گیا تو ''درمختار'' میں یہ مسئلہ نہیں ملا، البتہ شامی (ردالمحتار) میں ملا، ردالمحتار کو درمختار سے بدلنا کاتب کی مہربانی ہے لیکن ردالمحتار میں شرنبلالی کا قول یہ بتایا کہ ''قنوت بعد رکوع ہے'' اور علامہ شامی نے

اسی کو اظہر کہا، البتہ علامہ حموی کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے قبل رکوع ہونے کو ظاہر کہا۔ یہ دیکھ کر صدر الشریعہ سخت پریشان ہوئے۔ مراقی الفلاح میں بھی ہے کہ یہ بعد رکوع ہے اب سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ حوالہ کیسے ہوگیا لیکن صدر الشریعہ کی حل اشکال کی قوت دیکھئے کہ بہار شریعت جلد سوم کا اصل مسودہ نکلوایا اور جب اس مقام کو پڑھا گیا تو عقدہ حل ہوگیا، اصل مسودہ میں حضرت صدر الشریعہ نے لکھا تھا کہ بعد رکوع پڑھے مگر "بعد" سرخ روشنائی سے کٹا ہوا تھا اور اس کے اوپر سرخ روشنائی سے "قبل" لکھا ہوا تھا جب شارح بخاری نے حضرت کو یہ دکھایا تو چہرہ کھل اٹھا، مسکرا کر فرمایا واقعہ یہ ہوا کہ میں نے علامہ شامی پر اعتماد کرتے ہوئے "بعد رکوع" لکھا تھا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے "بعد" کو کٹوا کر "قبل" لکھوایا اور حوالہ وہی رہ گیا اور ذہن میں نہیں آیا کہ بدل دیا جائے

مصنفین اس نکتہ کو ذہن میں رکھیں خصوصاً جب کسی سے تحریر کی اصلاح لیں۔

خلفاء ومریدین:

پوری حیات تدریس وتصنیف اور خدمت دین میں صرف کرنے کے باوجود آپ سے بیعت وارادت کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ ہند و بیرون ہند آپ کے کثیر تعداد میں خلفاء ومریدین ہوئے، ان میں سب کے سب علمائے دین اور عمائدین ملت ہیں حضرت کی یہ خصوصیت ہے کہ کسی غیر عالم کو خلافت نہیں دی، خلفا کے اسماء درج ذیل ہیں:

(۱) حافظ ملت مولانا شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ

(۲) محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قادری رضوی، پاکستان

(۳) مولانا غلام یزدانی اعظمی

(۴) شیخ العلما مولانا غلام جیلانی اعظمی

(۵) مولانا سید شاہ عبد الحق کچھوچھوی

(۶) مولانا قاری مصلح الدین، کراچی

(۷) شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی

(۸) مفتی ظفر علی نعمانی، بانی دار العلوم امجدیہ کراچی

مندرجہ ذیل علمائے کرام وہ ہیں جو حضرت سے مرید ہیں:

(۱) قاری محمد یحیٰ اعظمی، سابق ناظم اعلیٰ جامعہ اشرفیہ

(۲) مولانا شاء اللہ صاحب امجدی مئو

سفر حج یا سفر آخرت:

آپ نے پہلی بار ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۹ء میں فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے حرمین شریفین کا سفر فرمایا اور

دوسری بار ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء میں حرمین طیبین کی زیارت اور حج کے ارادے سے گھر سے بریلی شریف اور وہاں سے مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا نوری کے ہمراہ ممبئی تشریف فرما ہوئے، طبیعت پہلے ہی سے سخت خراب تھی، بحری جہاز کے چھوٹنے کا وقت آیا، تو آپ دوسرے عالم سے لولگا رہے تھے، حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ عیادت کے لئے تشریف لائے اور پھر روتے ہوئے تنہا جہاز پر قدم رکھا اور ادھر ان کے رفیق سفر نے رفیق اعلیٰ سے ملاقات فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مدینے کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں — قدم رکھنے کی نوبت بھی نہ آئی تھی سفینے میں

دوشنبہ ۲؍ ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ/۶؍ ستمبر ۱۹۴۸ء تاریخ وصال ہے، آیت کریمہ "ان المتقین فی جنت وعیون" سے تاریخ وصال برآمد ہوتی ہے۔

صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان

مرادآباد کی سرزمین مردم خیز اور بابرکت واقع ہوئی ہے، وہاں سے بڑے بڑے اہل علم اور اہل دل منصۂ شہود پر آئے جنہوں نے اپنے علم وعرفان سے نہ جانے کتنے ویران دلوں کو عشق وایمان کی شادابی عطا کی، اور جہالت وگمراہی کی وادیوں میں بھٹکنے والوں کو علم ومعرفت اور عرفان وہدایت کی سیدھی راہ دکھائی، ان کی دعوت وتبلیغ سے ایک زمانہ فیض یاب ہوا، انہیں بلند پایہ ہستیوں میں صدر الافاضل، فخر الاماثل علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات گرامی بھی ہے۔

ولادت وخاندانی حالات:

آپ کی ولادت باسعادت ۲۱؍ صفر المظفر ۱۳۰۰ھ/ یکم جنوری ۱۸۸۳ء کو دوشنبہ کے دن، شہر مرادآباد میں ہوئی، تاریخی نام غلام مصطفیٰ تجویز ہوا جس سے باعتبار ابجد ۱۳۰۰ھ کی تاریخ برآمد ہوتی ہے۔ آپ کے والد ماجد مولانا سید محمد معین الدین نزہت (متوفی ۱۳۳۹ھ) اور دادا جان مولانا امین الدین راسخ بن مولانا سید کریم الدین آرزو اپنے اپنے دور میں اردو اور فارسی کے استاد مانے جاتے تھے۔

تعلیم وتربیت:

چار سال کی عمر میں آپ کی بسم اللہ خوانی کی رسم ادا کی گئی، آٹھ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرلیا، اردو اور فارسی کی تعلیم والد گرامی سے حاصل کی اور انہیں سے شعر وسخن کی اصلاح بھی لی۔ ملاحسن تک درسی کتابیں حضرت مولانا شاہ فضل احمد امروہوی سے پڑھیں۔ انہیں سے فن طب کی بھی تعلیم حاصل کی اور اس میں مہارت پیدا کی، اعلیٰ علوم وفنون کی تحصیل اور دورۂ حدیث کی تکمیل استاذ الاساتذہ حضرت مولانا سید محمد گل قدس سرہ مہتمم امدادیہ مرادآباد سے کی، اور ایک سال تک فتویٰ نویسی کی مشق کرنے کے بعد ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء میں وہیں سے سند

فراغت اور دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔ اسی موقع پر والد گرامی مولانا سید محمد معین الدین نزہت مرادآبادی نے درج ذیل شعر میں تاریخ فراغت کہی:

نزہت نعیم الدین کو یہ کہہ کے سنا دے دستار فضیلت کی ہے تاریخ فضیلت

۱۳۲۰ھ

بیعت و خلافت:

آپ حضرت شاہ جی محمد شیر میاں پیلی بھیتی علیہ الرحمہ کی رہنمائی سے استاذ گرامی حضرت مولانا شاہ محمد گل علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور خلافت پائی اور اپنے علم و عرفان اور ہدایت و روحانیت سے ایک عالم کو فیض یاب کیا، حضرت شیخ المشائخ سید شاہ علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے بھی آپ کو خلافت و اجازت سے نوازا۔

بارگاہ اعلیٰ حضرت میں:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان کی محققانہ تصانیف کے مطالعہ سے آپ کے دل میں ان سے گہری محبت و عقیدت پیدا ہوگئی تھی، ایک دفعہ جودھ پور (راجستھان) کے ادریس نامی ایک شخص نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے خلاف ایک مضمون لکھا جس میں دل کھول کر افترا پردازی اور دشنام طرازی کا مظاہرہ کیا، یہ مضمون نظام الملک اخبار میں شائع ہوا۔ حضرت صدر الافاضل کو اس مضمون سے سخت دلی صدمہ ہوا۔ اسی رات اس کے خلاف ایک مضمون تحریر فرمایا اور نظام الملک اخبار میں شائع کرا دیا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو معلوم ہوا تو حاجی محمد اشرف شاذلی کو تحریر فرمایا کہ مولانا سید محمد نعیم الدین کو ساتھ لے کر بریلی آئیں۔ بریلی شریف حاضری پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے بڑی شفقتوں اور محبتوں سے نوازا۔ آپ کی شفقت و محبت سے حضرت صدر الافاضل اس قدر متاثر ہوئے کہ بارگاہ رضا میں برابر حاضر ہونے لگے، یہاں تک کہ کوئی مہینہ بریلی شریف کی حاضری سے خالی نہ جاتا۔ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے بھی آپ کو خلافت و اجازت سے نوازا۔ اور بے پناہ علمی و روحانی فیوض و برکات سے مالا مال کیا۔

حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی بانی الجامعۃ الاشرفیہ فرماتے ہیں:

"حضرت صدر الافاضل اکثر فرمایا کرتے تھے کہ بہت سے لوگوں کو اعلیٰ حضرت کے دربار سے مختلف قسم کی دولتیں نصیب ہوئیں، لیکن مجھے سب سے بڑی دولت ایمان کی اگر کہیں سے نصیب ہوئی تو وہ اعلیٰ حضرت کا دربار گرامی ہے"۔

(ماہنامہ پاسبان الہ آباد، نومبر ۱۹۵۵ء ص ۱۸)

اعلیٰ حضرت کو حضرت صدر الافاضل پر اس قدر اعتماد تھا کہ جہاں کہیں مناظرہ ہوتا، حضرت

صدرالافاضل کو بھیجتے، متعدد موقعوں پر اعلیٰ حضرت نے آپ کو اپنا وکیل مقرر فرمایا۔

میدان مناظرہ میں:

آپ کو مناظرہ میں بے پناہ مہارت حاصل تھی، عیسائی، آریہ، روافض، خوارج، قادیانیوں، وہابیوں اور دیوبندیوں سے بارہا مناظرہ کا اتفاق ہوا، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہر میدان میں غالب رہے۔

آپ کو مناظرہ میں اتنا کمال حاصل تھا کہ بڑے سے بڑے مناظر کو چند جملوں میں لاجواب کر دینا آپ کے لئے معمولی سی بات تھی، دورطلب علمی میں ایک آریہ سے گفتگو فرمائی، اس نے اعتراض کیا کہ منھ بولا بیٹا حقیقی بیٹا ہوتا ہے اور تمہارے پیغمبر نے اپنے منھ بولے بیٹے ،زید، کی بیوی سے نکاح کرلیا تھا۔حضرت صدرالافاضل نے عقلی دلائل سے ثابت کیا کہ کسی کو بیٹا کہنے سے اس کی حقیقت نہیں بدل جاتی، حقیقت میں بیٹا وہ ہوتا ہے جو کسی کے نطفے سے پیدا ہو۔ پنڈت نے کہا: میں نہیں مانتا۔ آپ نے فرمایا نہیں مانتے تو میں تمہیں ابھی منوائے دیتا ہوں، پھر مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: یہ پنڈت میرا بیٹا ہے۔لہٰذا پنڈت جی کے کہنے کے مطابق یہ میرے حقیقی بیٹے بن گئے اور حقیقی بیٹے کی بیوی باپ پر حرام اور اس کی ماں حلال ہوتی ہے، تو ان کی ماں مجھ پر حلال ہوگئی، پنڈت یہ سن کر بوکھلا گیا اور کہنے لگا: تم مجھے گالی دے رہے ہو، صدرالافاضل نے فرمایا: میرا مدعا ثابت ہوگیا، تو خود اسے گالی تسلیم کرتا ہے، تو معلوم ہوا کہ منھ بولا بیٹا، حقیقت میں بیٹا نہیں ہوتا۔ پنڈت کہنے لگا: پہلے تمہارا مولوی چلا گیا تھا، اب میں چلتا ہوں۔

رام چندر نامی پنڈت سے بریلی شریف میں گفتگو ہوئی تو اس نے کہا: آپ مجھ سے کیا بحث کریں گے ، مجھے تمہاری کتاب (قرآن مجید) کے پندرہ پارے یاد ہیں، آپ میرے وید کے صرف پندرہ ورق ہی سنا دیجئے ۔حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمہ نے فرمایا: پنڈت جی! یہ تو میری کتاب کا اعجاز ہے کہ دشمن کے سینے میں بھی اتر گئی ہے، تمہاری کتاب کا یہ حال ہے کہ خود تمہیں اس کے پندرہ ورق بھی یاد نہیں ہیں۔اس سے قرآن کی صداقت کا پتا چلتا ہے، اس پر پنڈت بدحواس ہوگئے اور کوئی جواب نہ بن پڑا اور جلسہ برخاست کردیا۔

متھرا اور آگرہ کے نواح میں جب پنڈت شردھانند نے اسلام کے خلاف فتنہ انگیزی شروع کی اور بڑی چالاکی وعیاری اور بے جا افتراپردازی کے ذریعہ 'شدھی تحریک' کا زور باندھا، اور بہت سے فرزندان اسلامی اپنی جہالت اور علماء سے دوری کے باعث اسلام سے پھر گئے، تو حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمہ نے اسے مناظرہ کا چیلنج دیا جسے اس نے قبول کرلیا، جب آپ مناظرہ کے لئے دہلی پہنچے تو وہ بریلی جا پہنچا، بریلی سے لکھنؤ، پٹنہ اور پھر کلکتہ جا پہنچا، آپ بھی اس کا تعاقب کرتے ہوئے کلکتہ جا پہنچے تو اس نے مناظرہ کرنے سے صاف انکار کردیا۔

اسی طرح ایک بار آپ منشی شوکت علی رام پور، سید حبیب ایڈیٹر سیاست لاہور کو لے کر مدرسہ مظاہر علوم

،سہارن پور میں مولانا خلیل احمد انبیٹھوی مصنف براہین قاطعہ، کے پاس پہنچے، ہر چند سمجھایا آخرت کی سخت گرفت اور دردناک عذاب سے ڈرایا، بار بار توبہ کا مطالبہ کیا تو آخر میں مجبور ہو کر خلیل احمد صاحب نے کہا: آپ مجھے کافر نہیں اکفر کہئے، مگر میرے پاس جواب نہیں۔

حاصل یہ ہے کہ جس جگہ بھی کسی مخالف نے دعوت مقابلہ دی حضرت صدر الافاضل فوراً تشریف لے گئے، مدمقابل نے اول تو سامنے آنے کی جرأت نہ کی اور اگر کبھی سامنے آیا بھی تو اسے جلد ہی شکست وہزیمت سے دوچار ہونا پڑا۔

حق گوئی وبے باکی:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق گوئی اور جرأت وبے باکی بھی خوب عطا فرمائی تھی، حق بیان کرنے میں آپ نہ ڈرتے، نہ جھجکتے، نہ پس وپیش کرتے اور نہ کسی کو خاطر میں لاتے، خواہ وہ کتنے ہی بلند منصب پر فائز کیوں نہ ہو۔

آپ شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال کے درج ذیل شعر کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔

آئین جواں مرداں حق گوئی وبے باکی اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

۱۳۵۳ھ میں آپ نے جب سفر حج کیا تو مدینہ طیبہ میں قیام کے دوران دیکھا کہ جب کوئی عقیدت مند روضہ رسول کی جالی شریف کو بوسہ دینے لگتا تو نجدی سپاہی، مرد کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیتا اور عورت کے سینے پر ہاتھ مار کر پیچھے ڈھکیل دیتا۔ حضرت نے فوراً نجدی سپاہیوں کو ڈانٹا اور عربی زبان میں فرمایا: اول تو نامحرم عورت کو ہاتھ لگانا ویسے ہی ناجائز ہے اور پھر دربار رسول میں اور بھی سخت ناجائز ہے۔ سپاہیوں نے کہا: ہم نے شہوت کے ارادے سے ہاتھ نہیں لگایا۔ حضرت نے فرمایا: اس میں شہوت کی کوئی قید نہیں ہے، سپاہی آپ کا تیور دیکھ کر گھبرا گئے۔ اور انہوں نے قاضی شہر اور کوتوال کو بلا لیا، حضرت نے قاضی سے ایسی مدلل گفتگو فرمائی کہ اسے تسلیم کرنا پڑا کہ یہ فعل غلطی پر مبنی ہے۔

سیاسی وملی خدمات:

حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ والرضوان نے سیاسی وملی میدان میں بھی قابل قدر خدمات انجام دیں جو سنہرے حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔ انہوں نے صرف محراب ومنبر اور مسند تدریس ہی کو آباد نہ کیا، بلکہ وقت آیا تو میدان میں آکر اہل باطل کی منصوبہ بند سازشوں اور خفیہ چالوں کے خلاف زبان وقلم کو استعمال فرمایا اور ان کے تاروپود بکھیر کر رکھ دیئے۔

۱۹۲۰ء میں جب ترکی سلطنت کے تحفظ اور حمایت کے لئے خلافت کمیٹی قائم کی گئی تو ہندوؤں کے ساتھ مل کر جدوجہد شروع کی تاکہ ترکی کے مقبوضات واپس دلائے جائیں۔ مگر اس اختلاط میں ہندوؤں کے ساتھ راہ ورسم اس حد تک پہنچ گئی کہ ہندو لیڈران، پیشوا اور مسلم قائدین کے پیروکار بن کر رہ گئے، ہندوؤں کی

خوشنودی کی خاطر اسلامی شعائر ترک کئے جانے لگے اور شعائر کفر اپنانے میں کوئی باک نہ رہا۔اس نازک موقع پر امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے ساتھ مل کر آپ نے مسلمانوں کی بروقت صحیح رہنمائی کی، اور شرعی نقطہ نظر سے اس کی قباحتوں کو اجاگر فرمایا اور صاف الفاظ میں فرمایا:

جہاں تک مسلمانوں کی امداد واعانت کا تعلق ہے اس کے فرض ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں، لیکن یہ کسی طرح جائز نہیں کہ ہندوؤں کو اپنا مقتدا اور پیشوا بنایا جائے۔ان کی رضامندی کے لئے شعائر کفر اپنا لئے جائیں اور ترکی کی حمایت کے لئے اپنے دین وایمان سے بھی ہاتھ دھولیا جائے۔آپ خود حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمہ کے الفاظ ملاحظہ کرلیں اور دیکھ لیں کہ ہر ہر لفظ سے کس قدر درد وکرب ٹپک رہا ہے، اور کس قلبی تڑپ کا اظہار ہورہا ہے۔فرماتے ہیں:

”سلطنت اسلامیہ کی تباہی وبربادی، اور مقامات مقدسہ بلکہ مقبوضات اسلام کا مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل جانا، ہر مسلمان کو اپنا اور اپنے خاندان کی تباہی وبربادی سے زیادہ اور بدرجہا زیادہ شاق اور گراں ہے اور اس صدمہ کا جس قدر بھی درد ہو کم ہے۔سلطنت اسلامیہ کی اعانت وحمایت، خادم الحرمین کی مدد ونصرت مسلمانوں پر فرض ہے (حیات صدرالافاضل، ص۹۹)

پھر آگے لکھتے ہیں:

”اگر اتنا ہی ہوتا کہ مسلمان مطالبہ کرتے اور ہندو ان کے ساتھ متفق ہوکر، بجا ہے، درست ہے، پکارتے مسلمان آگے ہوتے اور ہندو ان کے ساتھ ہوکر ان کی موافقت کرتے تو بیجا نہ تھا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہندو امام بنے ہوئے آگے آگے ہیں، کہیں ہندوؤں کی خاطر قربانی اور گائے کا ذبیحہ ترک کرنے کی تجاویز پاس ہوتی ہیں، ان پر عمل کرنے کی صورتیں سوچی جاتی ہیں، اسلامی شعائر مٹانے کی کوششیں عمل میں لائی جاتی ہیں، کہیں پیشانی پر قشقہ کھینچ کر کفر کا شعار (ٹریڈ مارک) نمایاں کیا جاتا ہے، کہیں بتوں پر پھول اور ریوڑیاں چڑھا کر توحید کی دولت برباد کی جاتی ہے، معاذ اللہ۔کروڑ سلطنتیں ہوں تو دین پر فدا کی جائیں، مذہب کسی سلطنت کی طمع میں برباد نہیں کیا جاسکتا۔مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے بہت خوب فرمایا کہ لعنت ہے اس سلطنت پر جو دین بیچ کر حاصل کی جائے“ (ایضا)

یہ وہ نازک دور تھا جب بڑے بڑے مسلم قائدین، کانگریسی لیڈروں کی سیاسی چال کا شکار ہوکر خلافت کمیٹی کے ممبر بن چکے تھے، اور غیر مسلم کانگریسی لیڈروں کی رضاجوئی کے لئے اپنے دین وایمان کو بھی داؤں پر لگا دیا تھا ایسے وقت میں حضرت صدرالافاضل نے جہاں ایک طرف ترکی کے مسلمانوں کی امداد اور تعاون کے موثر اور کارآمد طریقے بتائے وہیں دین وایمان کی حفاظت وصیانت کو سب سے اہم فرض قرار دیا۔اس وقت دیگر علمائے

اہل سنت اور قائدین اسلام کی طرح آپ پر بھی طعن وتشنیع کے تیر برسائے گئے۔لیکن مستقبل کے حالات نے ہر صاحب انصاف اور سنجیدہ مسلمان کو یہ تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا کہ حضرت صدر الافاضل اور علمائے اہل سنت کا فیصلہ یقیناً مبنی بر حقیقت اور مومنانہ بصیرت کا آئینہ دار تھا۔

۱۹۲۳ـ۲۵ء میں کچھ شر پسند ہندوؤں نے شُدھی تحریک چلائی، جس کا مقصد یہ تھا کہ ہندو مذہب کی تبلیغ تیز کر کے مسلمانوں کو ان کے دین سے پھیرا جائے یا ان کا قتل عام کر کے ان کی تعداد کم کی جائے، ایسے نازک حالات میں حضرت صدر الافاضل جیسا حساس اور اسلام اور مسلمانوں کا سچا ہمدرد انسان کس طرح خاموش بیٹھ سکتا تھا۔اس فتنہ کو کیفر کردار تک پہنچانے اور مسلمانوں کا دین وایمان بچانے کے لئے، بریلی شریف میں جماعت رضائے مصطفیٰ کا قیام ہوا، جس کے جھنڈے تلے آپ نے دیگر علمائے اہل سنت کی رفاقت میں اس اسلام دشمن تحریک کو ناکام بنانے کے لئے ہر طرح سے کوششیں کیں، آگرہ، متھرا، بھرت پور، گوڑگانواں، جے پور اور علی گڑھ تک طوفانی دورے کئے۔اور آگرہ میں ہیڈ کوارٹر قائم کر کے ایک مدت وہاں قیام کیا، اور متاثر علاقوں میں مسلسل تبلیغی وفود بھیجے۔بالآخر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے شردھانند کا شر ختم ہوا، ہزاروں مرتد داخل اسلام ہوئے اور لاکھوں مسلمان آریوں کے چنگل سے محفوظ ہو گئے۔

ہندو آئے دن مسلمانوں کو دین اسلام سے برگشتہ کرنے کیلئے منظم سازشیں کرتے رہتے تھے، اس لئے حضرت صدر الافاضل نے مسلمانوں کے دین ومذہب کو بچانے کی خاطر ملک بھر کے اکابر علما اور مشائخ کو مراد آباد مدعو کیا، چار روز کے غور وفکر کے بعد "آل انڈیا سنی کانفرنس" کی بنیاد ڈالی گئی، بالاتفاق آپ کو ناظم اعلیٰ اور امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمہ کو صدر منتخب کیا گیا حضرت صدر الافاضل نے سنی علما ومشائخ کو ایک پلیٹ فارم پر متحد رہنے اور مخالفین اسلام کی ریشہ دوانیوں کو ختم کرنے کیلئے ملک کے گوشے گوشے میں سنی کانفرنسیں قائم کیں، اور شبانہ روز جدوجہد شروع کر دی۔

مختصر یہ کہ حضرت صدر الافاضل نے سیاسی وملی سطح پر تحریک موالات، تحریک خلافت، تحریک کھدر، تحریک سوراج، تحریک ترک گاؤکشی، تحریک گورکل، تحریک سنگھٹن، تحریک جمیۃ العلماء کانگریس اور ایک قومی نظریہ پر بروقت تنقیدیں کیں، اور ان کی فکری وعملی بے راہ روی اور اسلام مخالف طرز عمل کو واضح فرمایا۔

صحافتی خدمات:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو صحافتی ذوق بھی عطا فرمایا تھا، ابتدا میں حسب ضرورت آپ مضامین لکھتے جو مختلف اخبار ورسائل میں شائع ہوتے تھے، کچھ دنوں تک ابوالکلام آزاد دہلوی کے رسائل "البلاغ" اور "الہلال" میں مستقل لکھتے رہے۔۱۳۳۸ھ/۱۹۱۸ء میں آپ نے مراد آباد سے ماہنامہ "السواد الاعظم" جاری کیا جس نے اہل سنت وجماعت کی افکار ونظریات کی ترویج واشاعت اور ملی ودینی صلاح وفلاح میں نمایاں کردار ادا کیا۔اس میں

دینی وتبلیغی مضامین کے علاوہ مسلمانوں کے انفرادی تشخص کو نمایاں کرنے کیلئے وقیع مضامین شائع ہوا کرتے تھے۔ یہ رسالہ چوتھائی صدی تک بڑی شان وشوکت اور کامیابی کیساتھ نکلتا رہا اور مسلمانوں کی بروقت دینی و مذہبی اور ملی وسماجی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتا رہا۔

منبر خطابت پر:

آپ کو فن خطابت میں بھی بڑا کمال حاصل تھا، زبان کوثر وسلسبیل سے دھلی ہوئی اور بیان میں کمال کی سحر انگیزی ہوتی اور آپ کا خطاب مقصدیت سے لبریز ہوتا تھا، اشعار تحت اللفظ پڑھتے تھے، جس موضوع پر بھی تقریر فرماتے اس کے تمام ضروری گوشوں کا احاطہ کرتے ہوئے ایسی مدلل اور پراثر گفتگو فرماتے کہ مخالفین کو بھی اعتراف حقیقت کرنا پڑتا۔ موضوع کا پورا پورا حق ادا کرتے الفاظ کا زیرو بم ایسا ہوتا ہے کہ مفہوم ومعنی کی ترسیل کہیں ذرہ برابر بھی متاثر نہ ہوتی، لہجہ میں جرأت وبے باکی اور یقین واعتماد پوری تقریر میں نمایاں رہتا۔

میدان تدریس میں:

حضرت صدر الافاضل ماہر تعلیم اور متبحر استاذ ومربی تھے، تدریس میں خاص کمال اور نرالا انداز تھا، ملک بھر میں استاذ العلماء کے لقب سے مشہور تھے۔ نواب صدر یار جنگ حبیب الرحمن خاں شروانی آپ کے علم وفضل اور تدریسی صلاحیتوں کے بڑے مداح تھے۔ محقق پاکستان علامہ عبدالحکیم شرف قادری لاہوری آپ کے تدریسی کمال کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"علوم دینیہ کی تدریس میں آپ یکتائے روزگار تھے، حدیث شریف پڑھاتے تو یوں محسوس ہوتا کہ اپنے دور کے ابن حجر اور ابن ہمام یہی ہیں۔ معقولات کا درس ہوتا تو امام رازی اور علامہ فضل حق خیر آبادی کا پرتو معلوم ہوتے، فقہی مسائل حل کرتے تو امام ابوحنیفہ کے تلمیذ دکھائی دیتے" (عظمتوں کے پاسبان، ص ۳۰۹)

۱۳۲۸ھ میں آپ نے مرادآباد میں مدرسہ انجمن اہل سنت وجماعت کی بنیاد رکھی، جس میں معقول و منقول کی تعلیم کا اعلیٰ پیمانے پر انتظام کیا، ۱۳۵۲ھ میں آپ کے نام کی نسبت سے اس کا نام جامعہ نعیمیہ رکھا گیا، حضرت صدر الافاضل اس مدرسہ میں حدیث شریف کے علاوہ دیگر درسی کتب کا بھی درس دیتے تھے، جلد ہی یہ مدرسہ پورے برصغیر میں عظیم الشان دینی جامعہ کی حیثیت اختیار کر گیا جہاں سے متحدہ ہندوستان (ہندو پاک) کے علاوہ غیر ممالک کے اہل علم بھی فیض یاب ہوئے اور بڑے بڑے افاضل روزگار اس جامعہ سے فارغ ہوئے یہ جامعہ آج بھی ہندوستان کے چند دینی مدارس میں شمار کیا جاتا ہے۔

برصغیر میں حضرت صدر الافاضل قدس سرہ کے تلامذہ کی ایک لمبی فہرست ہے، ان میں کچھ ہستیاں درج ذیل ہیں:

(۱) مولانا عبدالعزیز خاں فتح پوری

(۲) مفتی عبد الرشید خاں فتح پوری، بانی جامعہ عربیہ ناگ پور
(۳) مفتی محمد عمر نعیمی مرادآبادی
(۴) مفتی احمد یار خاں نعیمی
(۵) مولانا سید محمد مختار اشرف کچھوچھوی
(۶) مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی
(۷) مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری
(۹) مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری
(۱۰) پیر محمد کرم شاہ ازہری
(۱۱) مفتی محمد حسین نعیمی، مہتمم جامعہ نعیمیہ لاہور
(۱۲) مفتی غلام معین الدین نعیمی، مدیر سواد اعظم، لاہور
(۱۳) مولانا غلام فخر الدین گانگولی، شیخ الحدیث جامعہ شمس العلوم، میانوالی
(۱۴) مفتی محمد اجمل شاہ سنبھلی
(۱۵) مولانا قاضی شمس الدین جون پوری، صاحب قانون شریعت

تصنیف وتالیف:

حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ والرضوان گوناگوں اوصاف وکمالات کے جامع ہونے کے ساتھ زبردست مصنف اور قلم کار بھی تھے، آپ کی زبان نہایت شستہ، شگفتہ اور فصیح وبلیغ تھی، اردو زبان وادب کے اعتبار سے اپنے زمانے کے علما وفضلا میں امتیازی شان رکھتے تھے، آپ نے دین ودانش، اصلاح فکر وعمل، ملی و جماعتی اور سیاسی وسماجی موضوعات پر لگ بھگ دوسو مضامین ومقالات تحریر فرمائے اور مختلف عنوانات پر حسب ذیل تحریری وتصنیفی سرمایہ یادگار چھوڑا:

(۱) تفسیر خزائن العرفان بر کنز الایمان ۔ (۲) کتاب مجید کی تفسیر (تفسیر سورۂ بقرہ نامکمل) (۳) الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفیٰ ۔ (۴) آداب الاخیار فی تعظیم الآثار ۔ (۵) اسواط لقامع القباب ۔ (۶) زاد الحرمین ۔ (۷) کتاب العقائد ۔ (۸) ابتدائی کتاب ۔ (۹) سیرت صحابہ ۔ (۱۰) سوانح کربلا ۔ (۱۱) فرائد النور فی جرائد القبور ۔ (۱۲) کشف الحجاب عن مسائل ایصال ثواب ۔ (۱۳) مجموعہ فتاویٰ (متعدد جلدیں) (۱۴) اطیب البیان فی رد تقویۃ الایمان ۔ (۱۵) گلبن غریب نواز ۔ (۱۶) احقاق حق ۔ (۱۷) ارشاد الانام فی محفل المولود والقیام ۔ (۱۸) پراچین کال (پہاڑی زبان) (۱۹) التحقیقات لدفع التلبیسات ۔ (۲۰) مولات ۔ (۲۱) ہدایت کاملہ برقنوت نازلہ ۔ (۲۲) ریاض نعیم (مجموعۂ کلام) (۲۳) شرح شرح مأۃ عامل (نامکمل غیر مطبوعہ) (۲۴)

نجدیوں کا دین اور ان کی کتاب التوحید کے اسرار۔(۲۵) ستیارتھ پرکاش کے قرآن پاک پر اعتراض اور ان کے جواب۔(۲۶) اسلام اور ہندوستان۔(۲۷) حق کی پہچان۔

خالق لم یزل نے آپ کو شعر وسخن میں بھی پاکیزہ ذوق عطا فرمایا تھا، عربی، فارسی، اور اردو میں بڑی روانی سے شعر کہتے تھے، تخیل کی بلند پروازی، فکر کی ندرت، اسلوب کی شائستگی حسن نفسگی آپ کی شاعری کے خاص اوصاف ہیں۔ واردات قلبی کو اس عمدگی سے الفاظ کا جامہ پہناتے اور شعری پیکر میں ڈھالتے کہ سامع پھڑک اٹھتا۔ لیکن آپ کی شاعری پاکیزہ کلام اور نعت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کے لئے مخصوص تھی، ذیل میں چند اشعار بطور نمونہ قارئین کی ضیافت طبع کے لئے حاضر ہیں، جن میں خیال کی ندرت کے ساتھ ساتھ سلاست وروانی کی جلوہ آرائی بہت صاف جھلکتی ہے۔

فصاحت سے کہتے ہیں موئے سفید — کہ ہوشیار ہو، اب سحر ہو گئی
خودی سے گزر، چل خدا کی طرف — کہ عمر گرامی، بسر ہو گئی
غم وخون دل کھاتے پیتے رہے — غریبوں کی اچھی گذر ہو گئی
نسیم خطا کار مغفور ہو — جو شاہ جہاں کی نظر ہو گئی

ایک نعت شریف میں تشبیہ بلیغ، صنعت لف ونشر مرتب، صنعت تکرار، صنعت ردّ العجز کی بہاریں ملاحظہ کیجئے۔

دیکھئے سیمائے انوار، دیکھئے رخ کی بہار — مہر تاباں دیکھئے، ماہ درخشاں دیکھئے
دیکھئے وہ عارض اور وہ زلف مشکیں دیکھئے — صبح روشن دیکھئے، شام غریباں دیکھئے
جلوہ فرما ہیں جبین پاک میں آیات حق — دیکھئے اس کی طرف، اے شاہ شاہاں دیکھئے

ہشت پہلو شخصیت:

حضرت صدر الافاضل کی شخصیت کے مختلف گوشے اور متعدد پہلو ہیں، آپ ہمہ جہت، متعدد الجہات اور ہشت پہلو شخصیت کے مالک تھے، وہ تدریس وتصنیف کے ساتھ فتویٰ نویسی میں بھی بڑی مہارت رکھتے تھے، اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے بعد سب سے زیادہ استفتا آپ کے پاس آتے، جن کے مدلل اور شافی جوابات دیتے، جسمانی اور روحانی مریض حاضر ہوتے اور آپ کے طبی اور روحانی نسخوں سے فائدہ اٹھا کر خوش خوش واپس جاتے علم ہیئت میں بھی کامل دست رس تھی، آپ کے تیار کرائے ہوئے فلکی کرے دیکھ کر ماہرین ریاضی آپ کی جلالتِ علمی کا اعتراف کرنے کے لئے مجبور ہوتے، اس طرح آپ کے صحیفۂ حیات کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ محقق ومصنف بھی تھے، مفسر اور محدث بھی، مفتی اور مدرس بھی تھے، مفکر وصحافی بھی، شاعر وادیب بھی تھے اور قائد وخطیب بھی، نقاد ومناظر بھی تھے اور مہتمم ومنتظم بھی، حکیم وطبیب بھی تھے اور نامور صحافی ونقیب بھی۔

رحلت:

قوم مسلم کے عظیم قائد ورہنما، ملتِ اسلامیہ کے دردمند پیشوا، اہل سنت کے عظیم المرتبت ترجمان و نقیب، صدر الافاضل، فخر الاماثل حضرت علامہ محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ۱۸ر ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ/۲۳ر اکتوبر ۱۹۴۸ء کو جمعہ کے دن رات کے بارہ بج کر پچیس منٹ پر اس دار فانی سے رحلت فرمائی اور جامعہ نعیمیہ مرادآباد کی مسجد کے بائیں پہلو میں دفن کئے گئے، ان کا مزار مبارک مرجع خلائق ہے، مولانا مفتی محمد ابراہیم فریدی شیخ الحدیث مدرسہ شمس العلوم بدایوں نے درج ذیل قطعۂ تاریخ کہا جس سے سن ہجری "۱۳۶۷ھ" بر آمد ہوتا ہے:

شوق نعیم خلد میں حضرت نعیم دیں	دار فنا سے دار بقا کو ہوئے رواں
رضواں نے دی ندا کہ فریدی سن وصال	کہہ دو ملا بہشت بریں میں انہیں مکاں

اور پروفیسر حامد حسین قادری نے عیسوی تاریخ وصال کہی:

سب بے سروپا ہو گئے ایسا تھا مولانا کا غم	اے قادری خستہ جگر، تاریخ رحلت کر رقم
فضل وسخا، رشد وہدیٰ، حلم وحیا، علم وکرم	ہیں رونما اب درد وغم، قہر وجفا، رنج وستم

تغمده الله بغفرانه، واسكنه بحبوحة جنانه بجاه النبي الأمين الكريم، عليه أفضل الصلوة وأكرم التسليم، الى يوم الدين.

مآخذ ومراجع

(۱) تذکرہ علمائے اہل سنت ص ۲۵۳/۲۵۴، از مولانا محمود احمد قادری، مطبوعہ خانقاہ قادریہ اشرفیہ، اسلام آباد، بھوانی پور، مظفر پور بہار۔
(۲) عظمتوں کے پاسباں، ص ۳۰۲/۳۱۶ از علامہ عبد الحکیم شرف قادری، مطبوعہ الستار پبلی کیشنز، لاہور
(۳) تعارف مصنف کتاب العقائد، ص ۳/۱۰، از مولانا مبارک حسین مصباحی، مطبوعہ مجلس برکات جامعہ اشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ یوپی

استاذ الاساتذہ حضرت علامہ، مولانا عبد العزیز خاں فتح پوری علیہ الرحمۃ والرضوان

آپ کی ولادت فتح پور ہسوہ شہر کے محلہ زیدون میں ہوئی، سنسکرت اور حساب کی اعلیٰ تعلیم پا کر مرادآباد، صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی (خلیفۂ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی وخلیفۂ شیخ المشائخ حضرت سید علی حسین اشرفی میاں) علیہما الرحمہ کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے۔ اور بڑی محنت، لگن اور ذوق وشوق سے درس نظامی کی کتابیں پڑھیں۔ مشہور محقق عالم دین مفتی اجمل شاہ سنبھلی قدس سرہما آپ کے رفیق درس تھے۔

آپ نے حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کی نگرانی میں زمانۂ طالب علمی ہی میں تدریس کی ابتدا فرمائی، استاذ زادوں کی تعلیم بھی آپ کے سپرد ہوئی، ابتدا میں تدریس اس طرح ہوتی کہ استاذ زادگان کو پڑھانے والا سبق پہلے حضرت صدر الافاضل سے پڑھ لیتے، پھر اسے صاحبزادگان کو پڑھا دیتے۔

آگرہ کے اطراف وجوانب میں ہندوؤں کی شدھی تحریک اور پنڈت شردھانند کی پُر فریب چالوں کے نتیجے میں جب بہت سے غیر مسلم تعلیم یافتہ اور اَن پڑھ مسلمان مرتد ہونے لگے تو آپ نے جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کی سرکردگی میں حضرت صدر الافاضل کے ساتھ ملکانوں میں تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دیا۔ حضرت صدر الافاضل نے اس زمانے میں آگرہ میں اپنی تحریک کا مرکز قائم فرمایا اور بہت سے علمائے اہل سنت کے ہمراہ حضرت مولانا عبدالعزیز فتح پوری علیہ الرحمہ اس تحریک میں ہر طرح شریک رہے، پنڈت شردھانند کا ناطقہ بند ہوا ۔شدھی تحریک کو بے اثر کیا، ہزاروں مرتد داخل اسلام ہوئے، اور لاکھوں مسلمان آریوں کے چنگل سے بچ گئے۔

بابا ظلیل داس چترویدی بنارسی جن دنوں مرادآباد میں حضرت صدر الافاضل کے زیر تربیت تھے، آپ نے حضرت صدر الافاضل ہی کے اشارہ پر ان کی نگرانی میں ہندوؤں کے چاروں ویدوں کا تحقیقی مطالعہ شروع فرمایا، اور اس میں مہارت پیدا کی۔

آپ نے دار العلوم نعیمیہ، مرادآباد، یوپی میں سلسلۂ تدریس کا آغاز کیا، دار العلوم مسکینیہ دھوراجی (گجرات) میں صدر مدرس رہے، ایک زمانے تک جامعہ عربیہ، ناگپور (مہاراشٹر) میں صدر المدرسین اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔ احمد آباد (گجرات) کے دار العلوم شاہ عالم میں مدرس دوم کے منصب پر تدریس وتعلیم کی ذمہ داری نبھائی۔ چند برس جامعہ حبیبیہ، الہ آباد (یوپی) میں بھی تدریس کی خدمت انجام دی۔

حدیث وفقہ اور درس نظامی کے جملہ علوم وفنون میں کامل دستگاہ رکھتے تھے، لیکن صرف ونحو میں نہایت ممتاز تھے، صرفی ونحوی مسائل کے گویا حافظ تھے، قوت حافظہ میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے، مشہور ومعروف علمائے اہل سنت میں آپ کا شمار ہوتا تھا، استاذ گرامی حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کو آپ پر ناز تھا۔

آپ کی شادی پروفیسر اجمل خاں پرائیویٹ سکریٹری مولانا ابوالکلام آزاد کی بھانجی سے ہوئی تھی، زوجہ محترمہ کا ۱۹۶۵ء میں انتقال ہوگیا تھا۔

آپ شیخ المشائخ، مرشد ربانی حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی میاں قدس سرہ سے بیعت تھے اور ان سے اجازت وخلافت بھی پائی تھی۔

صدر العلما علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ آپ سے بیحد متاثر تھے، آپ کا ذکر جمیل فرمایا کرتے تھے، بشیر القاری شرح البخاری کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

’’ابتدا ہی سے میرا میلان طبع صرف ونحو کی جانب زیادہ تھا، خوش قسمتی سے استاذ بھی ملے تو ایسے جو مسائل صرف ونحو کے حافظ تھے۔ یعنی استاذ معظم حضرت مولانا عبدالعزیز خاں صاحب فتح پوری دامت برکاتہم جو آج کل جامعہ عربیہ، ناگپور میں مسند صدارت کی زینت ہیں، قوت حافظہ اتنی زبردست کہ اپنے زمانہ کا بوعلی سینا کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ یوں تو قدرت نے ذات گرامی صفات میں بہت سے اوصاف ودیعت فرمائے ہیں،

مگر ایک وصف ایسا ودیعت فرمایا ہے جو دور حاضر میں جماعت علما کے اندر معدوم یا کالمعدوم ہے، وہ یہ کہ آپ اردو، فارسی، عربی، انگریزی زبانوں کے علاوہ زبان سنسکرت کے بھی عالم ہیں، آپ نے فصول اکبری کے مسائل تا ختم اوزان جمع اور کافیہ کے مسائل مع عبارت تاختم بحث مرکبات بتدریج زبانی یاد کرادیے تھے، جن کو بروز پنج شنبہ بعد نماز عصر اپنی جائے قیام سے مدرسے میں قدم رنجہ فرما کر سنا بھی کرتے اور فقیر روزانہ بعد نماز صبح حفاظ کی طرح کافیہ کا دورہ کرتا تھا۔

حضرت مولانا فتح پوری علیہ الرحمہ کے شاگردوں میں صدر العلماء غلام جیلانی میرٹھی کے علاوہ استاذ العلما جلالۃ العلم، حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ یوپی، شمس العلماء علامہ شمس الدین جون پوری علیہ الرحمہ مصنف قانون شریعت بہت نمایاں اور مشہور ہیں

ماخذ ومراجع

(۱) تذکرہ علمائے اہل سنت، از مولانا محمود احمد مظفر پوری ص ۱۶۴؍ و ۱۶۵ مطبوعہ خانقاہ قادریہ اشرفیہ ، اسلام آباد، بھوانی پور، مظفر پور بہار

(۲) نزہۃ القاری بشرح صحیح البخاری ص ۶؍ ۷ مکتبۃ الجیلانی محلہ کوٹ غربی، سنبھل مرادآباد

(۳) حافظ ملت نمبر، ماہنامہ اشرفیہ، جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ یوپی ص ۲۳۱؍

رئیس المدرسین حضرت مولانا وصی احمد سہسرامی علیہ الرحمۃ والرضوان

سہسرام ضلع آرہ بہار میں آپ کی ولادت ہوئی، اور وہیں آپ کی پرورش ہوئی مختلف اساتذہ سے پڑھنے کے بعد دار العلوم کان پور میں حضرت مولانا مشتاق احمد کان پوری سے تکمیل تعلیم کی، نامور صاحب کمال علما میں آپ کا شمار تھا، درس نظامی کے تمام علوم میں آپ کو مہارت تھی، تدریس کا آغاز جامعہ نعیمیہ مرادآباد سے فرمایا ۔ وہیں برسہا برس صدر المدرسین کے منصب پر فائز رہے، پھر دار العلوم نعمانیہ دہلی میں صدر مدرس ہوئے۔ اس کے بعد اراکین اور ارباب بست وکشاد کے پیہم اصرار پر دوبارہ جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں تشریف لے گئے۔

بڑھاپے میں بھی آپ کا علم حاضر تھا، آخری عمر میں دو خاص آپ کے مشغلے تھے۔ (۱) باطنی اشغال میں انہماک (۲) اور تصوف کی کتابوں کا مطالعہ۔ وطن سہسرام میں آپ کا انتقال ہوا۔ حضرت صدر العلما کے علاوہ مولانا محمد حبیب اللہ (شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ مرادآباد) مولانا محمد یونس سنبھلی (مہتم جامعہ نعیمیہ مرادآباد) اور مولانا محمد عمر وغیرہ آپ کے مشہور وممتاز تلامذہ ہیں۔ (تذکرہ علمائے اہل سنت ص ۲۵۷؍)

امام النحاۃ حضرت مولانا سید امیر علی پنجابی علیہ الرحمۃ والرضوان

آپ کی ولادت آپ کے آبائی گاؤں چیڑہ شریف، تحصیل خوشاب ضلع سرگودھا میں ہوئی، علامہ جمال الدین گھوٹوی سے صرف ونحو پڑھی، انہوں نے آپ کو "امام النحو" خطاب دیا۔ چند دنوں لاہور میں ایک نابینا عالم

سے علم حاصل کیا، انہیں کے مشورے سے دار الخیر اجمیر شریف حاضر ہوئے، اور درگاہ شریف کے مدرسے سے سند فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد درگاہ معلی ہی کے مدرسہ میں مدرس ہو گئے۔ پینتیس سال اولیا مسجد کے حجرہ میں معتکف رہ کر عبادت وریاضت کی، تقسیم ہند کے بعد حج کے لئے تشریف لے گئے۔ اس کے بعد اپنے آبائی گاؤں میں بودوباش اختیار کرلی۔

زبدۃ الحکماء حکیم محمد موسیٰ امرتسری لاہوری نے آپ کی ایک خصوصیت یہ ذکر فرمائی کہ مولانا موصوف جنوری ۱۹۶۲ء میں فالج کے مریض ہو گئے، نومبر ۱۹۶۲ء میں لاہور تشریف لائے، اور میرے مطب میں آئے، میں نے انہیں بغور دیکھا، مگر بظاہر وہ اچھے بھلے تھے، فالج کا کوئی اثر نہ تھا، مولانا مجھ سے اشاروں میں باتیں کرتے گئے، مگر میری سمجھ میں نہ آیا، بولنے کی کوشش کی تو ایک لفظ بھی ادا نہ ہوا، قلم کاغذ پیش کیا کہ جو کہنا چاہتے ہیں لکھ دیں، گرفت کے باوجود کچھ نہ لکھ سکے۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا: حضرت! کوئی الفاظ زبان سے ادا بھی ہوتا ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں آپ نے باآواز بلند قراء کی مانند پڑھا" الصلاۃ والسلام علیك یا رسول الله، وسلم علیك یا حبیب الله " پھر درود شریف پڑھا زبان میں خفیف سی بھی لکنت نہ تھی۔ یہ کیفیت آپ پر آخری دم تک طاری رہی، یہاں تک کہ بوقت سہ پہر بروز چہار شنبہ ۴؍ شعبان المعظم ۱۳۹۰ھ/ ۶؍ اکتوبر ۱۹۷۰ء کو اپنے وطن ہی میں جان، جان آفریں کے سپرد کردی۔

حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمہ نے "شمع ہدیٰ خموش ہے" سے ہجری تاریخ نکالی۔ (تذکرہ علمائے اہل سنت، ص ۲۰ و ۴۱ مطبوعہ خانقاہ قادریہ اشرفیہ، اسلام آباد بھوانہ پور مظفر پور بہار)

آپ کے نامور شاگردوں میں صدر العلما علیہ الرحمۃ والرضوان نے حاشیہ عبد الغفور اور اس کا تکملہ مولانا عبد الخالق بجنوری کے ساتھ درس کے خارج اوقات میں آپ سے پڑھا۔ حضرت صدر العلما علیہ الرحمہ آپ کی تدریس اور اوقات کی پابندی کے بڑے مداح تھے۔ بشیر القاری بشرح صحیح البخاری کے مقدمہ میں اپنی تعلیم اور اساتذہ کا ذکر کرتے ہوئے مولانا پنجابی علیہ الرحمہ کا ذکر جمیل یوں کرتے ہیں۔

"حاشیہ عبد الغفور اور اس کا تکملہ، مولوی عبد الخالق صاحب بجنوری کے ساتھ امام النحاۃ حضرت مولانا سید امیر صاحب پنجابی دامت برکاتہم سے خارج میں پڑھا تھا جو لوجہ اللہ پڑھایا کرتے تھے۔ ہر دو کتب مذکورہ بالا اور شرح جامی پڑھانے میں آپ کا نظیر دیکھنے میں نہیں آیا، آپ کا قیام درگاہ شریف میں مسجد اولیا سے متصل حجرہ میں تھا، پابندی وقت کا یہ عالم کہ وقت درس سے پانچ منٹ پیشتر حجرہ سے برآمد ہو کر رونق افروز ہو جاتے۔

ایک مرتبہ ایک دلسوز حادثہ پیش آیا کہ دار الاقامہ، محلہ پیر مٹھا سے درگاہ بازار میں منتقل کیا گیا، موسم گرما تھا سامان کے نقل کرنے اور جدید حجرہ کی صفائی میں تکان پیدا ہوگئی، اور مطالعہ کا وقت نہ مل سکا۔ وقت مقررہ پر

مولوی عبد الخالق صاحب آئے کہ چلئے۔ میں نے عدم مطالعہ کا عذر کر دیا، وہ تنہا پہنچے تو حضرت نے دریافت کیا کہ جیلانی کہاں ہے؟ انہوں نے مذکورہ بالا وجہ کے ساتھ عذر مذکور بیان کر دیا۔ فرمایا: طالب نہیں ہے تم بھی جاؤ۔ دوسرے دن وقت مقررہ پر حاضر ہوئے تو حسب عادت کریمہ حجرہ سے باہر تشریف فرما نہ تھے اور دروازہ بند۔ اتنی جرأت نہ تھی کہ دستک دی جاتی، ایک گھنٹہ انتظار کر کے حرماں نصیبی کے ساتھ واپس آئے، تیسرے دن بھی مقدر نہ جاگا، ایک دن بعد عصر حاضر ہوئے اور معافی کی درخواست پیش کی، فرمایا: تم طالب نہیں۔ بالآخر استاذ محترم حضرت مولانا عبد الحئی مرحوم صاحب کی پُر زور سفارش سے معافی عطا فرمائی، اور بفضلہٖ تعالیٰ باب فیض وا ہو کر حسب دستور سابق سبق شروع ہو گیا۔ (دیباچہ بشیر القاری ص ۱۰ مطبوعہ مکتبۃ الجیلانی، محلہ کوٹ عربی سنبھل مراد آباد)

شیخ الادب حضرت مولانا حافظ سید حامد حسین اجمیری علیہ الرحمۃ والرضوان

آپ کی تاریخ ولادت ووفات اور احوال زندگی کی کوئی تفصیل نہ معلوم ہو سکی، حضرت صدر العلماء میرٹھی صاحب علیہ الرحمہ نے کچھ احوال ذکر فرمائے ہیں جو انہیں کے حوالے سے درج ذیل ہیں:

آپ کی عادت کریمہ تھی کہ اپنی کتاب کسی کو عاریت کے طریقہ پر بھی نہیں دیتے تھے، اگر کوئی طلب کرتا تو یہ شعر پڑھ دیا کرتے۔

فمحبوبی من الدنيا كتاب ☆ وهل ابصرت محبوبا يُعار

(دنیا کی چیزوں میں کتاب میرا محبوب ہے، اور کیا تو نے کہیں دیکھا کہ محبوب کو مانگنی کے طور پر دیا جاتا ہو)

آپ کا طرز تدریس یہ تھا کہ اگر کوئی طالب علم درس کے دوران سوال کر دیتا اور اس کا صحیح جواب ذہن میں نہیں آتا تو اپنے زور بیان سے طالب علم کو مرعوب کر کے خاموش نہیں کرتے تھے، بلکہ یوں کہا کرتے تھے کہ کل بتاؤں گا۔ پھر دوسرے دن تشفی بخش اور مفصل جواب عنایت فرماتے۔

ادب عربی میں قابلیت کا یہ عالم تھا کہ دیوان حماسہ اور مقامات حریری وغیرہ کے لغات نوک زبان رہتے تھے دریافت کرنے پر مع حوالہ فرماتے کہ متنبی نے اس لفظ کو فلاں قصیدہ میں اس معنی میں استعمال کیا ہے اور حریری نے اس لفظ سے فلاں مقام میں یہ معنی مراد لیے ہیں۔

خالی وقت میں ستون سے ٹیک لگا کر قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہتے تھے، حضرت صدر العلما علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: مرض الموت میں عیادت کے لئے حاضر ہوتا تو قصیدہ بردہ شریف کا کوئی شعر پڑھ کر فرماتے اس کا مطلب کیا ہے؟ عرض کرنے پر فرماتے: یہ مطلب بھی ہو سکتا، پھر معانی بیان فرما دیتے جو نہایت پر لطف اور ایمان افروز ہوتے تھے۔ وصال ہونے پر خدمت غسل کا شرف اس فقیر ہی کو حاصل ہوا۔ نور اللہ مرقدہ۔

حضرت صدر العلماء نے آپ سے تحفۃ الیمن، سبع معلقات، دیوان متنبی، دیوان حماسہ پڑھی اور ایک

غیر درسی کتاب علامہ ابن ہشام مصری کی "قطر الندیٰ" بھی پڑھی۔

علمی قابلیت اور فنی لیاقت کے باوجود مزاج میں تعلی نام کی کوئی چیز نہ تھی، اپنے چھوٹوں سے بھی کبھی کبھی درسی کتابوں کی مشکل عبارت کا مطلب پوچھ لیتے۔ حضرت صدر العلماء علامہ میرٹھی صاحب علیہ الرحمہ اسی قسم کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"گھنٹی خالی ہونے کی وجہ سے میں معین المدرسین حضرت مولانا غلام علی معینی مرحوم کے پاس بیٹھا تھا، اور آپ خدام درگاہ خواجہ اجمیری کے صاحب زادگان کو شرح جامی میں افعال ناقصہ کی بحث پڑھا رہے تھے، پڑھاتے پڑھاتے رُکے، اور فرمایا جیلانی کو بلاؤ، طلبی پر حاضر ہوا، فرمایا: اس عبارت کا مطلب کیا ہے؟ میں سن کر پانی پانی ہوگیا اور عرض کی: حضور! میں آپ کے سامنے کیا عرض کر سکتا ہوں، کرخت لہجہ میں فرمایا: بتاؤ چونکہ اساتذہ میں آپ کا رعب غالب تھا اور سارے طلبہ آپ سے خائف رہتے تھے اس لئے چار و ناچار کتاب لے کر دیکھی اور مطلب عرض کیا، سن کر تحسین کی اور فرمایا: جاؤ"

اس کے بعد حضرت صدر العلما لکھتے ہیں:

"ناظرین یہ نہ سمجھیں کہ میں اپنی فضیلت بیان کر رہا ہوں، عیاذاً باللہ ثم عیاذاً باللہ میں تو ان کی خاک پا کے برابر بھی نہیں، بتانا یہ ہے کہ وہ ذات قدسی صفات، سراپا ہدایت تھی، کسی وقت بھی شائبہ نفس دامن گیر نہ ہوتا تھا"

آپ نے حضرت صدر العلما علیہ الرحمہ کا شش ماہی امتحان لیا، کتاب شرح جامی اور بحث "حاصل محصول" کی تھی، اس مقام کی شگفتہ تقریر سن کر بہت خوش ہوئے اور انعام میں ایک مجلد مجموعۂ کتب عطا فرمایا جس میں حاشیہ الشیخ الصبان اور حاشیہ الشیخ الکفی علی شرح ایساغوجی لشیخ الاسلام دو کتابیں تھیں، حالانکہ کتابیں آپ کو اتنی محبوب تھیں کہ کسی کو مانگنے پر بھی نہ دیتے تھے۔

(دیباچہ بشیر القاری بشرح صحیح البخاری ص ۹)

باب سوم

سیرت وسوانح

صدر العلماء علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی

اور خانوادۂ اشرفیہ سے اُن کے روابط

شیخ اعظم حضرت مولانا سید محمد اظہار اشرف صاحب اشرفی جیلانی
سجادہ نشین آستانہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف

صدر العلماء علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت علمائے اہل سنت کے درمیان محتاج تعارف نہیں۔ وہ اپنے زمانے کے علما کے مابین، نمایاں، قابل احترام وقابل تقلید علمی حیثیت کے مالک تھے۔

البشیر شرح نحو میر، البشیر الکامل شرح مأۃ عامل بشیر الناجیہ شرح کافیہ ان کی مشہور علمی تصنیفات ہیں جو علم نحو میں اُن کی مہارت ودقت نظر کی واضح دلیلیں ہیں۔ انہوں نے صحیح البخاری کی اردو شرح بشیر القاری کے نام سے لکھنا شروع کی تھی، لیکن یہ شرح مکمل نہ ہو سکی۔ اس وقت بشیر القاری کا جتنا مطبوعہ حصہ موجود ہے اُس سے علم حدیث میں بھی اُن کے کامل درک کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ شرح مکمل ہوگئی ہوتی تو علم حدیث میں بھی اُن کا ایک عظیم علمی کارنامہ منظر عام پر آجاتا۔

حضرت میرٹھی صاحب کے نامور اساتذہ میں صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مرادآبادی، صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی، علامہ برکات احمد ٹونکی، علامہ عبد اللہ افغانی، امام النحاۃ سید امیر پنجابی، علامہ عبد الحی افغانی، مفتی امتیاز احمد امیٹھوی، علامہ سید حامد حسین اجمیری جیسے ماہرین علم وفن کے نام شامل ہیں......... آپ کے رفقائے درس میں مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن اڑیسوی، رئیس المناظرین مولانا رفاقت رفاقت حسین اشرفی، شمس العلما علامہ قاضی شمس الدین جونپوری، حافظ ملت علامہ عبد العزیز مرادآبادی امام معقولات علامہ سید سلیمان بھاگلپوری، علامہ غلام یزدانی، علامہ سردار احمد پاکستان کے نام بہت نمایاں ہیں یہ حضرات اپنے زمانے میں علم وفضل کے آفتاب تھے۔

علامہ میرٹھی کو میرے جد کریم مجدد سلسلۂ اشرفیہ اعلیٰ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت وخلافت حاصل تھی۔ انہیں اپنے پیر ومرشد سے حد درجہ کی عقیدت ومحبت تھی۔ اپنے پیر ومرشد کی نسبت سے وہ ہمارے خانوادے کے ہر چھوٹے بڑے کا احترام کرتے تھے اور سب سے قلبی لگاؤ رکھتے تھے، وہ اپنی بیعت وخلافت کا واقعہ اور اس کے ضمن میں اپنے پیر ومرشد کی خوبیوں کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

”قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، ملجاو ماوائے بے کساں، مرجع وملاذ کاملاں اشرف المشائخ سیدنا مولانا الشاہ سید علی حسین کچھوچھوی قدس سرہ القوی کے دست حق پرست پر بریلی شریف میں بموقع عرس رضوی

غالباً ۱۹۲۲ء میں شرف بیعت حاصل ہوا اور دار الخیر اجمیر شریف میں بتاریخ ۱۲ رذی الحجہ ۱۳۵۰ھ خلافت سے نوازا تھا۔ خلافت نامہ کے ساتھ ایک استعمالی جبہ بھی عطا فرمایا تھا۔ سلاسل اربعہ مشہورہ کے ساتھ سلسلۂ منوریہ کی بھی اجازت عطا فرمائی جس میں وسائط اقل قلیل ہیں۔ فقیر سے حضرت غوث اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ النورانی تک صرف پانچ واسطے پڑتے ہیں۔ ارباب کشف نے فرمایا کہ آپ حسن صوری کے اعتبار سے اپنے جد امجد حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شبیہ تھے اور حسن معنوی کے اعتبار سے اولیائے کرام میں محبوبیت کے مرتبۂ چہارم پر فائز تھے۔

اول محبوب سبحانی حضور غوث اعظم، دوم محبوب الٰہی حضرت سلطان المشائخ، سوم محبوب یزدانی حضور مخدوم سید اشرف سمنانی، چہارم محبوب رحمانی آپ (سید شاہ علی حسین اشرفی) رضی اللہ عنہم اجمعین۔ مجدد مائۃ ماضیہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ القوی کے قلم حقیقت رقم نے اپنے محققانہ انداز میں آپ کے مذکورہ بالا ہر دو حسن صوری و معنوی کی جانب رہنمائی کرتے ہوئے عرض کیا تھا۔

اشرفی اے رخت آئینۂ حسن خوباں اے نظر کردہ و پروردۂ سہ محبوباں (دیباچہ بشیر القاری)

علامہ میرٹھی کے چچا مولانا سید قطب الدین برہمچاری، جو اُن کے مربی بھی تھے، وہ بھی اعلیٰ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی میاں کے خلیفۂ خاص تھے۔ انہوں نے بنارس کے ایک مندر میں اپنا بھیس بدل کر بہت دنوں تک قیام کیا تھا اور یہیں پنڈت سے سنسکرت زبان سیکھی تھی اور بہت قریب سے ہندوؤں کے مذہبی رسوم و معاملات کو دیکھا تھا پھر وہاں سے نکل کر انہوں نے تبلیغ اسلام کے میدان میں قدم رکھا تھا اور سیکڑوں ہندوؤں نے آپ کے اسلامی کردار و عمل کو دیکھ کر اور اسلامی تعلیمات سے متاثر ہو کر آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ خانوادۂ اشرفیہ سے علامہ میرٹھی کا آبائی تعلق تھا۔

۲۷ رمحرم الحرام ۱۳۹۸ھ مطابق ۸ رجنوری ۱۹۷۸ء بروز اتوار بمقام خانقاہ اشرفیہ حسینیہ سرکار کلاں کچھوچھہ شریف میں ایک آل انڈیا تعلیمی کنونشن ہوا تھا۔ اس کنونشن میں حضور والد ماجد مخدوم المشائخ مولانا الحاج سید شاہ مختار اشرف کے علاوہ ملک کے دیگر صوبوں کے اکابر علما و مشائخ، سجادہ نشینان اور دانشوران ملت نے بھی شرکت کی تھی۔ اس موقعہ پر متفقہ رائے کے مطابق جامع اشرف کے قیام کا منصوبہ بھی بنا تھا، اور جامع اشرف کے لئے ایک جامع اور مفید بورڈ بھی تشکیل دیا گیا تھا چیئرمین شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں صاحب تھے اور رکن اعلیٰ کی حیثیت سے صدر العلما علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی تھے۔ ان کے علاوہ مفتی اعظم کانپور علامہ سید رفاقت حسین اشرفی، ڈاکٹر مختار الدین آرزو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ڈاکٹر سید وحید اشرف مدراس یونیورسٹی، پروفیسر غلام احمد پرنسپل برہانی کالج ممبئی، سید حسن مثنیٰ انور (ایم۔اے) علیگ، پروفیسر سید غلام سمنانی دلی یونیورسٹی پروفیسر سید امین اشرف مسلم یونیورسٹی علی گڑھ مولانا غلام مجتبیٰ اشرفی پورتوی بھی بورڈ کے ارکان تھے۔ (تفصیل کے لئے ماہنامہ المیزان ممبئی کا شمارہ جنوری ۱۹۷۸ء دیکھئے)

علامہ غلام جیلانی میرٹھی ایک با اصول باشرع بارعب عالم دین تھے۔ ان کے چہرے سے علمی وجاہت کا اثر ظاہر ہوتا تھا۔ وہ مطالعہ کے بہت زیادہ عادی تھے۔ پابندی کے ساتھ دیر رات تک مطالعہ میں مصروف رہا کرتے تھے۔ اپنی زندگی کے ایام خدمت علم دین میں گزارے۔ تدریس کے لئے جس مدرسہ میں گئے اپنے علم و فضل کی بنیاد پر قابل تقلید، مثالی صدر المدرسین رہے۔ گروہ علماء پر جب صدر العلماء کا لفظ بولا جاتا ہے تو بلا کسی توقف کے آپ ہی کی ذات کی طرف ذہن سبقت کرتا ہے۔

بایں ہمہ فضل و کمال آپ کی طبیعت پندار علم سے مبرا تھی۔ اپنے اکابر کا احترام کرتے اور اپنے معاصرین بلکہ شاگردوں کے ساتھ بھی گھل مل کر رہتے تھے۔ حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ (مخدوم المشائخ سرکار کلاں) سے بہت زیادہ قلبی لگاؤ رکھتے تھے۔ حضرت والد ماجد آپ کے پیر زادے بھی تھے اور برادر طریقت بھی، اس لئے اُن سے محبت بھی تھی اور ان کا احترام بھی فرماتے تھے۔ جب کچھوچھہ شریف تشریف لاتے حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ سے ملاقات ضرور کرتے۔ والد صاحب بھی آپ کا بہت زیادہ اکرام وعزت کرتے تھے۔ اپنی مجلسوں میں مختلف موضوعات پر آپ کے ساتھ تبادلۂ خیال بھی کرتے تھے۔ مجلس میں خانوادۂ اشرفیہ کے دوسرے بزرگ بھی حاضر ہوتے تھے۔ ان بزرگوں میں اگرچہ میں جونیر ہوتا تھا لیکن یہ حضرات میرا خیال فرماتے تھے اور اپنے مذاکرات میں مجھے بھی اظہار رائے کا موقع دیتے تھے۔ کبھی کبھی مجلس میں پُر لطف مزاح کا رنگ بھی آجاتا تھا اور سبھی حضرات خوب لطف اندوز ہوتے تھے۔ اس قسم کی ایک محفل جمی ہوئی تھی۔ اس میں علامہ میرٹھی صاحب اور میرے علاوہ خانوادۂ اشرفیہ کے بعض بزرگ بھی موجود تھے۔ بات یہ چلی کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی کتابوں کی اشاعت کا کام دور حاضر کے اعتبار سے نئے انداز میں ہونا چاہئے۔ عبارتوں کی تلخیص، تسہیل و ترجمہ کے ساتھ اگر کتابوں کی طباعت ہو تو اس سے کم پڑھا لکھا طبقہ بھی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت کی کتابوں کا موجودہ ذخیرہ صرف علما کے استفادہ کے لئے ہے حالانکہ ان کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ تجویز میں نے پیش کی تھی جب میں نے اپنی بات پوری کر لی تو علامہ میرٹھی صاحب نے اپنے مخصوص لب ولہجے میں فرمایا ''تو کیا اعلیٰ حضرت کی کتابوں کو سمجھنے والا کوئی ہے؟ شاید علامہ میرٹھی صاحب کا اشارہ اُس ذہنیت کی طرف تھا جس کی بنیاد پر عام طور پر ہمارے علما اعلیٰ حضرت کی تعریف میں یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کی کتابیں اس قدر مشکل ہیں کہ اُن کو کما حقہ سمجھنے والا آج کوئی عالم موجود نہیں۔ علامہ میرٹھی صاحب کے سوال مذکور پر میری بھی رگ ظرافت پھڑکی۔ میں نے کہا'' جی حضور! ابھی ہم میں ایسا عالم موجود ہے جو اعلیٰ حضرت کی کتابوں کو سمجھ سکتا ہے۔ میرٹھی صاحب نے پوچھا ''کون ہے؟'' میں نے کہا'' کہ حضرت آپ ہیں'' مجھے یقین ہے کہ آپ اعلیٰ حضرت کی ساری کتابوں کو سمجھ سکتے ہیں۔ اگر آپ بھی نہیں سمجھ سکتے ہیں تو ابھی فرمادیں۔ پھر تو میں اعلیٰ حضرت کی ساری کتابوں کو دفن کروا کر ان کا شاندار مزار بنواؤں گا۔ مزار کے اوپر عالی شان گنبد بنواؤں گا عرس کرواؤں گا، قوالوں کو بلوا کر قوالی کرواؤں گا اور قوالوں سے کہوں گا کہ ڈھول پیٹ پیٹ کر یہ اعلان

کرو کہ اب اعلیٰ حضرت کی کتابوں کا سمجھنے والا کوئی نہ رہا.........اب کیا تھا میری بات سے پوری محفل فرح وانبساط سے باغ و بہار ہوگئی۔ میرے برجستہ ظریفانہ جواب پر میرٹھی صاحب نے بھی مجھے خوب داد دی ....پھر محفل میں سنجیدگی کے ساتھ سب نے میری تجویز سے اتفاق کیا......الحمد للہ! ہمارے علما میں اس ضرورت کا احساس پیدا ہوا ہے چنانچہ انہوں نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی کتابوں کو وقت کے تقاضے کے مطابق تسہیل وترجمہ کے ساتھ پیش کرنے کا سلسلہ شروع کردیا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ علامہ میرٹھی صاحب کی قبر انور پر رحمت ونور کی بارش برسائے اوران کے فیضان علم کو عام سے عام تر فرمائے۔ فقط

سید محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی
سجادہ نشین آستانہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف

صدر العلماء امجدی اسکول کے نامور فرزند

گل گلزار برکات، مدبر وقت حضرت پروفیسر سید محمد امین میاں قادری برکاتی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ شریف انڈیا

صدر العلماء علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ امجدی اسکول کے نامور فرزند تھے۔ پوری زندگی علم اور دین کی خدمت میں گذری۔ ہم نے شعور کی آنکھیں کھولتے ہی خاندان برکات میں ان کے چرچے سنے۔ اس چرچے کی کئی وجہیں تھیں۔ امجدی اسکول کے فاضلین میں ہمارے بڑے ابا حضور سید العلما سند الحکما سید آل مصطفےٰ قادری برکاتی، حضرت صدر الشریعہ مولانا مفتی حکیم ابو العلا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کے بلا واسطہ شاگرد تھے۔ اور علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کے رفیق درسگاہ۔ امجدی اسکول کے کئی فاضل مدرسہ قاسم البرکات خانقاہ برکاتیہ کے اساتذہ میں آتے ہیں۔ ان میں شیخ العلما علامہ غلام جیلانی گھوسوی ہمارے والد ماجد کے استاذ ہوتے ہیں۔ مزید یہ کہ صدر العلما علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی شیخ المشائخ حضرت شاہ علی حسین چشتی اشرفی قادری برکاتی کچھوچھوی قدس سرہ کے مرید وخلیفہ تھے۔ حضرت اشرفی میاں قدس سرہ ہمارے حضرت صاحب خاتم الاکابر حضرت سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ کے جید خلیفہ تھے جنہوں نے خانقاہ عالیہ برکاتیہ میں حاضر ہوکر عرصہ دراز تک ریاضت اور مجاہدے کئے۔ ان تمام علمی اور روحانی نسبتوں کی وجہ سے علامہ میرٹھی کا ذکر بچپن سے سنتا رہا۔

حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی صاحب علیہ الرحمہ اپنے دور کے امام النحو، جامعہ کے شیخ الحدیث، سینکڑوں تلامذہ کے استاذ اور صاحب تحقیق مصنف تھے۔ مختلف فنون میں مہارت رکھتے تھے، لیکن فن نحو میں خصوصی شہرت حاصل تھی۔ کئی اہم کتابیں تصنیف کیں۔ بشیر القاری میں صرف چھ احادیث کی شرح لکھی جو کئی سو صفحات پر پھیل گئی۔ ایسے جلیل القدر علامہ کے دینی کارناموں کا تعارف ان قیمتی مضامین کے ذریعہ ہوتے جارہا ہے جو جید علمائے کرام ومفتیان عظام کے علم نواز اور ہمہ داں قلم سے نکلے ہیں۔ یہ کارنامہ یقیناً لائق ستائش ہے جس کا سہرا سید صاحب کے فیض یافتہ مفتی محمد ایوب اشرفی صاحب کے سر جاتا ہے۔ یہ فقیر برکاتی صمیم قلب سے مفتی صاحب کو ان کے اس کارنامے پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے اور ان سبھی قلم کار حضرات کو بھی مبارک باد دیتا ہے جن کی نگارشات اس مجموعے میں شامل ہیں۔ اکابر واخیار کی یاد ہماری دیرینہ روایت رہی ہے۔ زبان سے بھی اور قلم سے بھی۔ اعراس طیبہ اور دینی جلسے زبانی سطح پر دلوں میں بزرگوں کی یاد تازہ رکھتے ہیں اور قرطاس وقلم ان یادوں کو محفوظ صورت میں دائمی زندگی عطا کرتے ہیں، اس لئے یہ کارنامہ بہرصورت لائق ستائش اور قابل

تقلید ہے۔ یہ فقیر قادری برکاتی دعا کرتا ہے کہ حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات کے تعارف پر مشتمل مضامین کا یہ مجموعہ قبول عام حاصل کرے اور عوام وخواص اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے محرک، مرتب اور قلم کاروں کو بہترین جزا عطا فرمائے اور اس مجموعے کو حضرت والا کی مبسوط سوانح کا پیش خیمہ بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین علیہ اکرم الصلوٰۃ وافضل التسلیم

فقیر قادری سید محمد امین قادری برکاتی

سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ، ضلع ایٹہ یوپی

صدر العلماء علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی

مصباح الملت حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ

صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

حضرت ممدوح کو صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ حاصل ہے، آپ کے جلیل القدر رفقائے درس میں چند نمایاں حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱۔ ابو الفضل مولانا سردار احمد گورداسپوری علیہ الرحمہ محدث اعظم پاکستان

۲۔ ابو الفیض حافظ ملت مولانا عبد العزیز مرادآبادی علیہ الرحمہ، شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

۳۔ مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن قادری علیہ الرحمہ، رئیس اعظم اڑیسہ

۴۔ شمس العلماء مولانا قاضی شمس الدین احمد جعفری جونپوری علیہ الرحمہ

۵۔ شیخ العلماء مولانا غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمہ

۶۔ خیر الاذکیاء مولانا غلام یزدانی اعظمی علیہ الرحمہ

۷۔ مفتی اعظم کانپور مفتی رفاقت حسین مظفر پوری علیہ الرحمہ

۸۔ مولانا محمد سلیمان اشرفی بھاگلپوری علیہ الرحمہ

۹۔ مفتی عبد الرشید خاں فتح پوری علیہ الرحمہ

میں یہاں حضرت ممدوح علیہ الرحمہ کی کچھ خوبیاں وہ ذکر کروں گا جن میں آپ کے رفقائے درس بھی شریک ہیں اور کچھ وہ جو خاص آپ سے تعلق رکھتی ہیں۔

(۱) حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے استاذ مولانا ہدایت اللہ خاں رامپوری کو علامہ فضل حق خیرآبادی سے شرف تلمذ حاصل تھا اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے استاذ حدیث حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ کا سلسلہ حدیث دو واسطوں سے مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ تک پہنچتا ہے۔ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کو ارادت اور خلافت واجازت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سے حاصل تھی اور فتویٰ نویسی اعلیٰ حضرت ہی سے سیکھی تھی۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا ایک سلسلۂ تلمذ بحر العلوم علامہ عبد العلی فرنگی محلی علیہ الرحمہ سے بھی ملتا ہے، اس لحاظ سے صدر الشریعہ کی ذات تیرہویں صدی ہجری کے تینوں علمی مراکز خیرآباد، دہلی، اور فرنگی محلی کا سنگم تھی اور ان کے تلامذہ ان تینوں اسکولوں کے علمی فیضان سے بہرہ ور تھے۔

(۲) صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے اس وقت جو نصاب درس رکھا تھا اس میں تینوں اسکولوں کا عکس صاف

نمایاں تھا۔ صحاح ستہ کی تعلیم کے ساتھ فن حدیث کے نکات اور احادیث کریمہ سے مستنبط فقہی مسائل پر محققانہ اور ماہرانہ گفتگو ہوتی تھی۔ فقہ میں ہدایہ کی چاروں جلدیں مکمل پڑھائی جاتی تھیں۔ معقولات کی بھی بہت ساری کتابیں شامل نصاب تھیں مثلاً سلم العلوم اور اس کی شروح ملاحسن، حمداللہ، قاضی مبارک وغیرہ اسی طرح رسالہ میر زاہد، ملاجلال، علامہ دوانی کے حواشی قدیمہ وجدیدہ، فلسفہ میں صدرا، شمس بازغہ، پھر امور عامہ، تحریر اقلیدس اور خیالی، شرح مواقف، شرح مقاصد، حواشی ملاعبدالغفور وغیرہ برشرح جامی۔ الغرض مختلف علوم وفنون کی ضخیم اور مشکل کتابیں جن کی صورت اور نام سے بھی موجودہ طلبہ اور علما کم ہی آشنا ہوتے ہیں۔ پھر ان کتابوں کی جتنی مقدار پڑھائی جاتی تھی آج کے دور میں اس کا تصور بھی مشکل ہے۔ جو طلبہ ایک سال میں قدوری ختم نہیں کر پاتے اور جو اساتذہ چھ ماہ میں بھی ہدایۃ النحو یا کافیہ مکمل نہ کرا سکے ان کیلئے یہ اندازہ لگانا انتہائی دشوار ہے کہ اب سے پچھتر (۷۵) سال پہلے ہدایہ، مشکوۃ اور جلالین جیسی ضخیم کتابیں پوری پوری کیسے پڑھی پڑھائی جاتی تھیں۔

غور کیا جائے تو اب اس نصاب کی نصف کتابیں رہ گئی ہیں اور مقدار تعلیم کے لحاظ سے نصف کا نصف بلکہ بعض کتابوں کا ربع (چوتھائی حصہ) بھی باقی نہ رہا۔ اس کے ساتھ ابنائے زمانہ کی جدوجہد یہ ہے کہ نصاب کی کچھ کتابیں کم کر کے عصری علوم سائنس، حساب، جغرافیہ وغیرہ کو شامل کیا جائے۔ اس تجویز پر کسی حد تک عمل بھی ہوا ہے مگر مزید مانگ جاری ہے۔

علما کا لقب ان حضرات کے ساتھ بھی لگا ہوا تھا اور آج کے فارغین کے ساتھ بھی یہی ٹائٹل لگا ہوا ہے۔ بلکہ ٹائٹل کے معاملے میں ہم ان سے بہت آگے جا چکے ہیں۔ اس وقت "مولوی" کہنے میں بھی اعزاز سمجھا جاتا تھا مگر اب کسی فاضل کو مولوی فلاں کہہ دیں تو وہ اپنی تحقیر سمجھے گا۔ اسٹیجوں کے اناؤنس سنیئے تو ہر کس وناکس کے لئے مولانا کے ساتھ علامہ کا بھی پیوند سنائی دے گا کیونکہ اس کے بغیر اکرام واعزاز میں کمی کا خدشہ ہونے لگتا ہے۔ لیکن پہلے دور کا کوئی عالم اگر آج اٹھ کر آجائے تو کسی کو "مولوی" ماننے کے لئے بھی تیار نہ ہوگا۔ اگرچہ بزعم خویش کوئی "علامہ" سے کم نہیں۔

بس مجھے یہ دکھانا مقصود ہے کہ حضرت ممدوح علیہ الرحمہ کا جو دور تعلیم تھا وہ اتنا بلند وبالا تھا کہ اس دور انحطاط میں اس کا صحیح اندازہ بھی مشکل ہے۔

(۳) حضرت ممدوح اور ان کے رفقائے کرام علیہم الرحمہ میں دہلی، خیرآباد اور فرنگی محل کی درس گاہوں کے فیوض اور ان کی خصوصیات جمع تھیں اور آج نظر اٹھا کر دیکھیے تو پاک وہند اور بنگلہ دیش کی درس گاہوں میں اکثر وبیشتر علما وہی ملیں گے جن کا علمی سلسلہ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے انہی تلامذہ تک پہنچتا ہے۔ اس لحاظ سے میں کہتا ہوں کہ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی علمی درس گاہ سے ان رفقائے کرام کی جماعت ایسی باکمال اور

با فیض نکلی جس نے اپنے استاذ اور ان کے علمی سلسلوں کا فیضان ہر طرف عام کیا اور اس دور انحطاط میں بھی دینی علوم کی آبرو باقی رکھی۔ آج برصغیر سے باہر بھی جو دینی اداروں اور تنظیموں کی چہل پہل نظر آرہی ہے وہ ان ہی حضرات کی کیمیا اثر نگاہوں کا ثمرہ ہے۔

اب آیئے ہم خود حضرت ممدوح علیہ الرحمہ کی کچھ خصوصیات پر نظر ڈالیں۔

(۱) مجھے یاد آتا ہے کہ مبارک پور میں دار العلوم اشرفیہ کا جلسۂ دستار بندی تھا، حضرت ممدوح بھی مدعو تھے اور ان کے رفیق درس مولانا محمد سلیمان اشرفی بھاگلپوری، سابق استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور بھی۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ کے زمانے میں امتحان سالانہ کے لئے ان رفقائے کرام میں سے دو تین حضرات ضرور مدعو ہوتے تھے بلکہ کبھی زیادہ بھی ہوتے۔ مولانا محمد سلیمان اشرفی علیہ الرحمہ نے رات کے اجلاس میں ایک مختصر تقریر کی جس میں انہوں نے فرمایا کہ پہلے مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی علیہ الرحمہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے متعلق فرماتے تھے کہ "یہ علم کی لائبریری ہیں"۔ اور اب میں مولانا غلام جیلانی صاحب کے متعلق کہتا ہوں کہ "یہ علم کی لائبریری ہیں"۔

مولانا سید سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمہ نے صدر الشریعہ کے نام اپنے ایک مکتوب ۲۰/ستمبر ۱۹۳۲ء میں لکھا ہے: اس وقت سنی حنفی کوئی مدرس ایسا نہیں ہے جو معقول ومنقول صحیح استعداد کے ساتھ پڑھا سکتا ہو، میرے علم میں مولانا (وصی احمد) محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور استاذ (مولانا ہدایت اللہ رامپوری) علیہ الرحمہ کے آپ ہی یادگار ہیں۔

مولانا سید سلیمان اشرف علیہ الرحمہ بڑے بڑے کج کلاہوں کو خاطر میں نہیں لاتے تھے اگر حدیث وفقہ کے کسی معرکۃ الآراء مسئلہ میں بحث ہو رہی ہے اور کوئی تاریخ داں "علامہ" درمیان میں بول پڑے تو منہ پر بلا جھجک کہہ دیتے کہ "آپ سیرت اور تاریخ دیکھیے، یہ مسئلہ آپ کے بولنے کا نہیں"۔ اس لحاظ سے صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے متعلق ان کا جملہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اسی طرح حضرت ممدوح علیہ الرحمہ سے متعلق ان کے ایک رفیق درس کا جملہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ دار العلوم فیضیہ نظامیہ باراہاٹ، بھاگلپور کے ایک اجلاس میں حافظ ملت نے مولانا محمد سلیمان بھاگلپوری علیہ الرحمہ کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا تھا: "یہ ایک متبحر اور زبردست عالم ہیں، انہوں نے جو کتابیں پڑھی ہیں وہ آج کے لوگوں نے دیکھی بھی نہیں ہیں"۔ ضلع کے عوام تو انہیں بس ایک مولانا اور ایک زمیندار اور رئیس کی حیثیت سے جانتے تھے لیکن ان کی امتیازی حیثیت سے حافظ ملت نے لوگوں کو روشناس کرایا اور بہت کچھ بتایا۔ یہ چھتیس سال پہلے کی بات ہے۔

معاصرین کی شہادت بجائے خود بڑی اہمیت رکھتی ہے اس لحاظ سے مولانا بھاگلپوری کے ارشاد کی روشنی میں اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت ممدوح کو علم وفن سے کیسا شغف اور کیسا زبردست علمی استحضار تھا کہ انہیں

”علم کی لائبریری“ کہنا راست اور بجا نظر آیا۔

(۲) حضرت ممدوح نے جو کتابیں لکھی ہیں وہ آپ کے علمی تبحر کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں۔ بخاری شریف کی شرح صرف باب بدء الوحی کی شائع ہوئی ہے۔ اور تقریباً ڈھائی سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں مختلف علوم وفنون کے جواہر زواہر ہیں۔ ساتھ ہی عربی زبان میں فیض الباری کا زبردست علمی تعاقب بھی ہے۔ فن نحو میں آپ کو امامت کا درجہ حاصل تھا۔ البشیر الکامل، بشیر الناجیہ اور البشیر النحو کے ذریعہ آپ نے اس فن کی بیش بہا خدمت انجام دی ہے اور ایسی نادر تحقیقات پیش کی ہیں جو عام متداول کتابوں میں نظر نہیں آتیں، ساتھ ہی مدرسۂ دیوبند کے بلند بانگ مسند نشینوں کی جو خبر گیری کی ہے وہ ان مسند نشینوں کے علمی افلاس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

عوام کے لیے لکھی ہوئی کتاب ”نظام شریعت“ بھی اپنا ایک خاص رنگ رکھتی ہے۔ مسائل کی تفہیم کے ساتھ واعظانہ اور ناصحانہ اسلوب بھی دل چسپ ہے۔

(۳) سمنانی کتب خانہ کے ذریعہ آپ نے بیش قیمت اشاعتی کام انجام دیا ہے۔ فلسفۂ قدیمہ کے رد میں امام احمد رضا قدس سرہ کا رسالہ ”الکلمة الملهمة فی الحکمة المحکمة لوهاء فلسفة المشئمة“ (۱۳۳۸ھ) پہلی بار اسی کتب خانے سے شائع ہوا۔ اس کتاب نے فلسفہ کی دھجیاں بکھیر دی ہیں۔ زبردست محقق اور ماہر علوم علامہ شبیر احمد خاں غوری نے اسے عہد حاضر کا ”تہافت الفلاسفۃ“ قرار دیا ہے۔ مگر اس میں بے شمار تحقیقات وہ بھی ہیں جو رد فلسفہ کی قدیم کتابوں میں دستیاب نہیں۔ ابطال جزء لا یتجزی پر فلاسفہ کی بیشتر دلیلوں سے قدیم کتابیں خاموش نظر آتی ہیں۔ خاص طور پر ان کے براہین ہندسیہ کا کوئی جواب نہ دیا گیا۔ لیکن ”الکلمة الملهمة“ نے ہندسی، غیر ہندسی کوئی دلیل سلامت نہ رکھی اور ایک ایک کر کے ساری دلیلوں کو باطل کر دیا۔

فتاویٰ رضویہ دوم، انوار آفتاب صداقت، الصبح المبیر، کفایۃ المحتفظ وغیرہ بہت سے علمی کتابیں آپ نے شائع کیں، یہ اس دور کی بات ہے جب کتابت، تصحیح، طباعت، اشاعت کی راہ میں دشواریاں آج کی بہ نسبت کئی گنا زیادہ تھیں اور پورے ملک میں دو چار کتب خانے تھے جو اپنی چند کتابوں پر قانع اور زیادہ اشاعت سے قاصر تھے۔ خریداری کا قصد بھی افسوسناک حد تک کم تھا۔

(۴) مدرسۂ سمنانی میرٹھ میں آپ صدر المدرسین تھے اور منتہی کتابوں کا درس دیتے تھے، مگر طلبہ کو دستار فضیلت یا سند فضیلت دینے میں بڑے سخت اصول پر کاربند تھے۔ پورے دور تدریس میں شاید دو بار آپ نے فارغین کو دستار دی ہے۔ وہ یہ فرماتے تھے کہ جب تک معقولات ومنقولات کی تمام نصابی کتب پڑھنے کے ساتھ طالبعلم ان کے پڑھانے پر بھی قادر نہ ہو جائے وہ دستار کا اہل نہیں ہوتا۔ وہ دیوبند کے اس رویہ سے سخت نالاں تھے کہ جو آیا دورۂ حدیث میں اس کا داخلہ لے لیا، اور دو چار کتابوں کا دور کرا کے سند فضیلت عطا کر دی۔ وہ فرماتے تھے کہ جاہلوں کو سند دے دے کر ان لوگوں نے علم اور علما کا وقار ملیامیٹ کر دیا۔

(۵) حضرت ممدوح اپنے رفقا اور معاصرین کے بھی قدر داں تھے۔ حافظ ملت کا بھی محبت سے ذکر کرتے تھے۔ مولانا رحمت اللہ عزیزی بلرامپوری نے انوار القرآن بلرامپور سے حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کے زمانہ صدارت میں فراغت حاصل کی۔ اس سے قبل میرٹھ میں حضرت ممدوح سے تعلیم حاصل کی۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ صدر العلما علیہ الرحمہ حافظ ملت کا ذکر خیر کرتے اور فرماتے کہ زمانہ طالب علمی میں ہم لوگوں کے بعض اوقات تفریح کے لئے خاص تھے۔ کبھی کبھی ہم لوگ ہنسی مذاق بھی کرتے مگر حافظ صاحب ہم لوگوں کی ایسی مجلس میں کبھی شریک نہ ہوئے۔ وہ مطالعہ سے خالی ہوتے تو قرآن مجید کی تلاوت کرتے یا استاذ کی خدمت میں حاضر ہوتے وہاں کمرے کی صفائی، لالٹین کی صفائی، کمرے کی چیزوں کو سلیقے سے رکھنا، وقت پر جو کام نظر آتا وہ کرتے کبھی یہ سب ہو چکا ہوتا اور وقت خالی بچتا تو دیواروں کی صفائی میں لگ جاتے، گرد وغبار، وجھے وغیرہ صاف کرتے، ہنسی مذاق میں شریک نہ ہونے پر خفا ہو کر ایک ساتھی نے حافظ صاحب کا کمرہ باہر سے بند کر کے کنڈی چڑھا دی کہ نکلنے کے لئے جب کھلوائیں گے تو خوب مزہ آئے گا، انہوں نے کمرے میں بیٹھ کر تلاوت شروع کر دی، بند کرنے والا انتظار کرتے کرتے خود ہی اکتا گیا اور کنڈی کھول کر کہیں چلا گیا۔

(۶) میرٹھ میں ان کے قیام سے گرد ونواح میں بلکہ پورے مغربی یوپی میں اہل سنت کا ایک علمی دبدبہ قائم تھا۔ دیوبند کی باتیں ان تک پہنچتی رہتی تھیں اور وہ جواب دیتے تھے۔ اہل دیوبند اپنے مذہب کی حقانیت ثابت کرنے سے عاجز ہیں اس لئے ہمیشہ جھوٹ اور غلط پروپیگنڈہ سے اپنا کام چلاتے ہیں اور اہل سنت کو جاہل بتاتے ہیں۔ حضرت ممدوح جس زمانے میں البشیر الکامل لکھ رہے تھے ایسا ہی ایک طعن جہالت ان کے کانوں تک پہنچا تو البشیر الکامل کا ایک مقدمہ لکھا، جس کی سرخی ہے "دیوبندی ترکیب کی خامیاں"۔ اس میں حضرت نے دیوبند کی علمی تشہیر کا پردہ اچھی طرح چاک کیا ہے۔ افسوس کہ ان کے بعد میرٹھ یا اس کے اطراف میں حضرت کا کوئی علمی جانشین نہ رہا۔

الغرض وہ بہت سی خصوصیات کے حامل تھے۔ ایک زمانے تک ان کا فیض ابر کرم بن کر برستا رہا اور ان شاء اللہ ان کا علمی فیضان ان کی تصانیف اور ان کے تلامذہ کے ذریعہ آئندہ بھی برستا رہے گا۔ رب کریم ان کے مرقد پر رحمت وانوار کی بارش فرمائے اور ہم سب کو توفیق خیر سے نوازے۔

محمد احمد مصباحی

صدر المدرسین، جامعہ اشرفیہ مبارکپور

حضور صدر العلماء میرٹھی اور

ان کے ایک فیض یافتہ مولانا محمد ایوب اشرفی سنبھلی صاحب سے فقیر کا تعلق خاطر

شہزادہ حضور شمس العلماء، حضرت علامہ مفتی محمد محی الدین احمد ہشام صاحب قبلہ جعفری رضوی

(شیخ الحدیث مدرسہ حنفیہ جونپور)

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں صاحب فاضلِ بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معتمد و معتبر شاگرد رشید حضرت العلام صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے یوں تو بہت سے شاگرد پیدا ہوئے۔ مگر چند ایسے شاگرد جنکی مثال ڈھونڈے سے نہیں ملتی اور جنکی خدمت میں حاضری سے اعلیٰ حضرت، اور صدر الشریعہ کا علمی وقار سمجھ میں آتا تھا، عالمِ اسلام کی ان معتبر و مستند شخصیتوں میں قابلِ ذکر نام حضور صدر العلماء علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی، والدِ گرامی حضرت شمس العلماء علامہ شمس الدین زینی، جعفری، جونپوری۔ حضرت مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمن صاحب عباسی۔ حضرت حافظ ملت علامہ عبد العزیز صاحب مرادآبادی۔ حضرت علامہ محمد سلیمان صاحب اشرفی بھاگلپوری۔ حضرت علامہ مفتی رفاقت حسین صاحب اشرفی، مظفر پوری حضرت علامہ عبد الرشید صاحب فتحپوری کا ہے۔ ان حضرات نے اپنے علم و عمل، کردار و گفتار کے ذریعہ مذہب اہلسنت اور علوم اسلامیہ کی فقید المثال خدمات انجام دیں۔ حضرت صدر العلماء میرٹھی صاحب کی تصانیف موصوف کے علمی تبحر کی کھلی دلیل ہیں۔ حضرت کی اکثر تصانیف کا خاص موضوع ''علم النحو'' ہے۔ مثلاً آپ نے مدارسِ اسلامیہ میں مبتدی طلباء کو پڑھائی جانے والی کتاب ''نحو میر'' کی شرح بھی فرمائی ہے۔ چونکہ یہ کتاب آسان فارسی زبان میں ہے اس کتاب کی بہت سے لوگوں نے شرحیں لکھیں مگر ان شروح وتراجم کو دیکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ شارحین نے بڑی سخت غلطیاں کی ہیں۔ اور ظلم یہ کہ یہ غلطیاں چھاپ چھاپ کر رتا کر طلباء کے صافی ذہن میں محفوظ کرائی جا رہی ہیں۔ حضرت صدر العلماء کی غیرت علمی کو جلال آگیا اور علمی حمیت کی آگ بھڑک اٹھی باوجود پیرانہ سالی اور دیگر علمی مشاغل کے بلا تاخیر نحو میر کی شرح بنام ''البشیر'' قلمبند فرمادی جو کہ حضرت کی وسیع معلومات اور فنِ نحو پر زبردست قدرت، بلکہ ید طولیٰ حاصل ہونے کی آئینۂ مبینہ ہے۔ اور ویسے بھی بجا طور پر آپ امام النحو اور وقت کے سیبویہ و مبرد کہے جانے کے مستحق تھے۔ انہیں صدر العلماء سے زمانۂ طالب علمی سے ہی بے پناہ عقیدت ومحبت رکھنے والے عالم نبیل، فاضلِ جلیل مولانا مفتی محمد ایوب صاحب اشرفی سنبھلی ہیں۔ فی الوقت برطانیہ میں علم وفن کی شمع روشن کیے ہوئے ہیں۔ اور رشد وہدایت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ موصوف حضرت صدر

العلماء میرٹھی علیہ الرحمہ کے داماد بھی ہیں۔ حضرت کی منجھلی صاحبزادی جو آپ کی عنایات کی فیضیافتہ بھی ہیں یعنی سیدہ ام ہانی سلمہا مولانا موصوف کے عقد میں ہیں۔ رب کا فضل وکرم ہے کہ اس رشتہ کو استوار کرنے اور پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں راقم السطور فقیر حشمی کو سعادت حاصل ہے۔ وہ یوں کہ حضرت میرٹھی صاحب علیہ الرحمہ کے لائق وفائق فرزند ارجمند اور صحیح جانشین حافظ وقاری، مولانا سید محمد یزدانی میاں صاحب نے ہمشیرہ سلمہا کے رشتہ کا ارادہ کیا تو اس دوران فقیر حشمی سے بھی رابطہ کیا۔ اور بتایا کہ رشتے تو کئی ایک ہیں۔ اور اسی دوران مولانا ایوب صاحب کا بھی ذکر ہوا۔ تو فقیر نے کہا کہ مولانا محمد ایوب صاحب ماشاء اللہ قبول صورت اور نیک سیرت ہیں اور عمدہ صلاحیت کے مالک ہیں، پھر یہ کہ عندالشرع صاحب کفائت ہیں اگر ان سے رشتہ ہو جائے تو بہت بہتر ہے۔ حضرت یزدانی میاں صاحب نے یہ ذمہ داری مجھ پر ڈالدی۔ میں نے مولانا ایوب صاحب کے استاذ کل کو ایک خط لکھا اور اس بات کا تذکرہ کیا ان کے استاذ گرامی نے فقیر کی لاج رکھی اور استدعاء کو فوراً قبول کرلیا لہٰذا موصوف کے استاذ گرامی کی وساطت اور جانبین کی باہم مشاورت سے یہ رشتہ طے ہو گیا۔ اور پھر بفضلہٖ تبارک و تعالیٰ وبکرم حبیبہ الاعلیٰ وقتِ مقررہ پر غازئ ملت حضرت علامہ سید محمد ہاشمی میاں صاحب اشرفی جیلانی اور محبوب ملت حضرت مولانا سید محبوب میاں صاحب اشرفی جیلانی کی قیادت اور بہت سارے علماء کی موجودگی میں ''قران السعدین'' کی یہ تقریب سعید انجام پزیر ہوئی۔ جس میں حضرت غازئ ملت کا پرزور خطاب بھی ہوا۔ یہ فقیر حشمی بھی شریکِ بزم رہا۔ حضرت صدر العلماء کا فیضان جاری وساری ہے۔ مولانا موصوف ماشاء اللہ دین ودنیا دونوں کی دولت سے مالامال ہیں۔ دعا ہے کہ ربِّ کریم ان کو اور انکے بال بچوں کو نظر بد سے محفوظ ومامون رکھے اور اس گلشن حفیظ کو ہمیشہ سرسبز وشاداب رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

فقیر محی الدین احمد حشام جعفری

آستانہ میر مست شاہ، جونپور

علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی ایک عظیم شخصیت

عالی جناب ڈاکٹر محمد ارشد صاحب نقشبندی
صدر شعبہ (علوم اسلامیہ) گورنمنٹ اسلامیہ کالج نارووال (پاکستان)

1: امام النحو شارح بخاری صدر العلماء علامہ مفتی سید غلام جیلانی میرٹھی المتوفی (۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء) ایک علمی گھرانے کے چشم وچراغ تھے۔ ان کے والد گرامی سید غلام فخر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جبکہ دادا جان امام النحو سید سخاوت حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے۔ سید غلام جیلانی میرٹھی برصغیر کی نابغہ روزگار اور قد آور علمی شخصیات میں سے تھے۔ مدرسہ اسلامی اندرکوٹ میرٹھ انڈیا میں صدر مدرس کے طور پر فرائض سرانجام دیتے رہے۔ الہ آباد، مبارکپور، فیض آباد، بریلی شریف، جائس، کانپور، مراد آباد، اٹاوہ، گجرات، بنارس سمیت ہندوستان کے طول وعرض میں ان کے شاگرد ایک مدت سے مختلف مدارس کے ناظم، شیخ الحدیث، مفتی، صدر مدرس اور مدرس کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ پاکستان میں بھی ان کے کئی نامور شاگرد ہیں۔

مختلف شعبہ جات میں کام کے اعتبار سے ان کے شاگردوں کا ذکر حسب ذیل ہے۔

1: مذہبی و روحانی قائدین:

مولانا شاہ احمد نورانی صاحب قائد اہلسنت سابق صدر جمعیت علمائے پاکستان

مولانا سید شاہ نعیم اشرف صاحب سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ جائس، انڈیا

مولانا سید شاہ کلیم اشرف صاحب انڈیا

مولانا سید محمد اکبر میاں آستانہ صمدیہ پھپھوند ضلع اٹاوہ

مولانا سید محمد اصغر میاں " " " "

2: ناظمین مدارس:

مولانا شاہ ریحان رضا خاں صاحب، متولی دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف

مولانا محمد حبیب اشرف صاحب ناظم دار العلوم "حامدیہ اشرفیہ" سنبھل مراد آباد

مولانا قاری محمد یحییٰ صاحب ناظم اعلیٰ اشرفیہ یونیورسٹی مبارکپور

3:شیوخ الحدیث:

مولانا حافظ، قاری شاہ عبد العزیز مراد آبادی صاحب شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ عربی یونیورسٹی مبارکپور

مولانا شاہ محمد طیب خاں صاحب شیخ الحدیث دار العلوم منظر حق ٹانڈہ فیض آباد

مولانا شاہ عاشق الرحمن شیخ الحدیث جامعہ حبیبیہ الہ آباد

4:مُفتیان کرام:

مولانا شاہ محمد شریف الحق صاحب (امجدی) مفتی دار الافتاء، یونیورسٹی مبارکپور

قاضی عبد الرحیم مفتی دار الافتاء، منظر اسلام بریلی شریف

قاری احمد حسن اشرفی مفتی دار الافتاء حامدیہ اشرفیہ سنبھل، مراد آباد

5:صدر مدرسین و مدرسین:

مولانا نذیر احمد نیازی صدر مدرس دار العلوم شاہ عالم احمد آباد گجرات

مولانا نعیم اللہ مدرس منظر اسلام بریلی شریف

مولانا رحمت اللہ مدرس دار العلوم غریب نواز الہ آباد

مولانا محمد حسین مدرس دار العلوم غریب نواز الہ آباد

مولانا محمد فاروق مدرس دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف

مولانا رئیس کوثر مدرس مدرسہ فاروقیہ بنارس

ان کے اہم شاگردوں کی اس تفصیل سے علمی دنیا میں ان کا مرتبہ و مقام واضح ہو جاتا ہے۔

درسی کتب کا مطالعہ کرنے والے اہل علم جانتے ہیں کہ دوران مطالعہ طلبہ کے ذہنوں میں مختلف شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ اس وقت اساتذہ یا جامع کتب ان شبہات کا ازالہ کرتی ہیں۔ علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی، کی کتب نحو پر "استاد نما" کی حیثیت رکھتی ہیں اور طلبہ نحو کے متعلق مشکل سے مشکل سوالات کا جواب دیتی ہیں۔ ان کتب کا تعارف حسب ذیل ہے۔

1:البشیر شرح نحو میر:

نحو میر سید شریف جرجانی کی فارسی کی کتاب ہے۔ علم نحو میں درس نظامی کی اولین کتب میں شمار ہوتا ہے۔ سید غلام جیلانی میرٹھی نے اس کتاب کا ترجمہ، اس میں بیان ہونے والے مسائل نحویہ کی وضاحت، اس میں ذکر ہونے والے عربی جملوں کی مکمل ترکیب کے ساتھ ساتھ نحو میر کی شروح المصباح المنیر اور مہر منیر کی اغلاط سے آگاہ کیا ہے۔ مکتبہ ضیاء السنۃ، ملتان، پاکستان نے اس کتاب کو شائع کیا ہے۔

2: البشیر الکامل شرح شرح مائة عامل: عبد القاہر جرجانی (المتوفیٰ 471) کی کتاب ''شرح مائۃ عامل'' درس نظامی میں ترکیب کے حوالے سے بنیادی کتاب شمار ہوتی ہے۔ اس میں سو عوامل کا ذکر ہے۔ مصنف موصوف نے اس کتاب کی ترکیب کا حق ادا کر دیا ہے۔ اس میں کتاب کی شرح بھی ہے۔ کتاب کے آخر میں مبسوط دیباچہ ہے اس میں ''ایضاح العوامل'' کی اغلاط کا با تفصیل ذکر کیا گیا ہے۔ اس دیباچے میں ''ہدایات برائے اساتذہ'' کے عنوان سے طلبہ میں نحو کا ملکہ پیدا کرنے کے لیے نحو کے اصولوں کا بار بار اطلاق کرنے کا ذکر یوں کرتے ہیں:

1: طلبہ کو جب تک نحو میر کے مسائل زبانی یاد نہ ہوں شرح مائۃ عامل ہرگز شروع نہ کرائیں۔

2: عبارت کا تجزیہ کر کے ہر کلمہ کے متعلق سوال کریں کہ یہ اسم ہے یا فعل یا حرف۔ اگر اسم ہے تو اس کی علامتوں میں سے کونسی علامت پائی جاتی ہے اور اگر فعل ہے تو اس کی علامتوں میں سے کونسی علامت پائی جاتی ہے اور اگر حرف ہے تو اس کی علامت جتاؤ۔

3: اگر اسم ہے تو معرب ہے یا مبنی۔ اگر معرب ہے تو باعتبار وجوہ اعراب معرب کی سولہ قسموں میں سے کونسی قسم ہے۔ نیز معرب ہونے کی تقدیر پر منصرف ہے یا غیر منصرف۔ اگر غیر منصرف ہے تو اسباب منع صرف میں سے کون کون سے سبب پائے جاتے ہیں۔ نیز مفرد ہے یا مثنی یا جمع۔ اگر جمع ہے تو قلت ہے یا کثرت۔ اور اگر مبنی ہے تو اسم غیر متمکن کی آٹھ قسموں میں سے کونسی قسم ہے۔ نیز مبنی کس چیز پر ہے۔ حرف پر یا حرکت پر یا سکون پر۔ ملفوظ پر یا مقدر پر۔ نیز اگر اسم ہے تو عامل ہے یا غیر عامل۔ اگر عامل ہے تو گیارہ قسموں میں سے کونسا ہے۔ اور اس کے شرائط عمل پائے جاتے ہیں یا نہیں۔ نیز مرفوع ہے یا منصوب یا مجرور۔ اگر مرفوع ہے تو مرفوعات میں سے کونسا مرفوع ہے اور اگر منصوب ہے تو منصوبات میں سے کونسا منصوب۔ اور اگر مجرور ہے تو مجرورات میں سے کونسا مجرور۔

4: اور اگر فعل ہے تو معرب ہے یا مبنی۔ اگر معرب ہے تو باعتبار وجوہ اعراب کونسی قسم ہے اور اگر مبنی ہے تو مبنی اصل

ہے یا غیر اصل اور کس پر مبنی ہے۔ نیز عامل ہے تو کیا عمل کرتا ہے۔ نیز لازم ہے یا متعدی۔ اگر متعدی ہے تو یک مفعول یا بدو مفعول یا سہ مفعول۔ اور اگر کوئی اسم یا فعل معمول ہے تو اس کا عامل لفظی ہے یا معنوی؟

5: اور اگر حرف ہے تو عامل ہے یا غیر عامل۔ اگر عامل ہے تو حروف عاملہ کی کونسی قسم ہے اور کیا عمل کرتا ہے اور اگر غیر عامل ہے تو حروف غیر عاملہ کی کونسی قسم۔ نیز مبنی ہے تو کس پر۔"

اگر مدرسین اس انداز سے نحو کو پڑھائیں تو طلبہ کو نحو کے متعلقہ تمام مسائل ازبر ہو جائیں۔ اس کتاب کو سکندر علی بہادر تاجران کتب، کراچی نے شائع کیا ہے۔

3: بشیر الناجیة، شرح الکافیة:

"الکافیہ" نحو کی امہات الکتب میں شمار ہوتی ہے۔ یہ امام ابن حاجب کی کتاب ہے۔ درس نظامی کے نصاب کا لازمی حصہ سمجھی جاتی ہے۔ عربی، فارسی اور ترکی میں اس کی جن شروح کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک "شرح جامی" بھی باقاعدہ درس نظامی کے نصاب کا حصہ ہے۔ اردو میں بھی اس کی کئی ایک شروح لکھی گئی ہیں۔ دیباچہ کتاب میں مولانا محمد حیات کی اردو شرح "سعدیہ" کی اغلاط کا ذکر ہے۔ مصنف موصوف نے اس کتاب کا ترجمہ، اہم مسائل نحویہ پر بحث نیز مکمل ترکیب کتاب کا ذکر کیا ہے۔ مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ لائل پور (فیصل آباد) نے اس کتاب کو شائع کرنے کا اعزاز حاصل کیا ہے۔ نحو کی ان تین کتب کو پڑھ کر علم نحو میں ملکہ پیدا کیا جا سکتا ہے اور یوں بغیر اعراب عربی عبارت کو پڑھنے اور درست ترجمہ کرنے کی استعداد طلبہ میں پیدا ہو جاتی ہے۔

4: بشیر القاری شرح صحیح البخاری:

صحیح البخاری کو کتب احادیث میں مستند ترین کتاب تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس کتاب کی مختلف زبانوں میں بے شمار شروح لکھی گئی ہیں۔ مصنف موصوف نے صحیح البخاری کی شرح کرتے ہوئے اسماء (الرجال)، نحو، معانی، مسائل فقہیہ اور مسائل تصوف پر بے نظیر مباحث کی ہیں۔ دوران شرح مولانا انور شاہ کشمیری کی اغلاط پر گرفت بھی کی ہے۔ مکتبہ ضیاء السنہ، ملتان نے اس کو شائع کیا ہے۔

الحمد للہ! درسی کتب کے تراجم، شروح وحواشی کے حوالے سے اہل سنت وجماعت کے علماء نے اپنی ذمہ داریوں کا احساس کیا ہے۔ ان علماء میں سید غلام جیلانی میرٹھی نمایاں مقام کے حامل ہیں۔ مزید علماء اہلسنت کو بھی درسی کتب کے متعلق لکھنا چاہیے۔ یہ سارا کام نظم کے ساتھ کرنے کی غرض سے ایک اعلیٰ سطحی علماء کی کمیٹی ہوا

دروہ پبلشرز کے ساتھ مشاورت کر کے درس نظامی کے نصاب کو سامنے رکھ کر یہ فیصلہ کرے کہ کئی کتب کے حوالے سے کام کی ضرورت ہے؟ پھران کتب کی اشاعت کی ذمہ داری بھی مختلف پبلشرز میں تقسیم کردی جائے۔ اہل ثروت حضرات بھی جہاد بالمال کرتے ہوئے اس کار خیر میں حصہ لیں تاکہ یہ دینی لٹریچر زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچ سکے۔ یوں ان علمی کتب پر لکھنے والے مصنفین کی حوصلہ افزائی بھی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی کو بلند درجات عطا فرمائے اور یہ علمی کام ان کے لیے توشۂ آخرت بنادے۔ اور ہمیں بھی ان کی اقتداء کرتے ہوئے علمی وتحقیقی کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

عالی جناب ڈاکٹر محمد ارشد صاحب نقشبندی

صدر العلماء مکتب امجدی کے فیض یافتہ

حضرت سید شاہ محمد اشرف قادری برکاتی مارہروی

صدر الشریعہ حکیم مفتی ابو العلا محمد امجد علی قادری برکاتی رضوی اعظمی علیہ الرحمہ، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کے ایک با فیض نیاز مند تھے جن کے علمی فیوض آفاق عالم پر مہ وانجم کی مانند درخشاں رہے۔ اس بحر فیض سے بہت سی نہریں رواں ہوئیں۔ ان میں یہ چند حضرات بہت ممتاز ہیں:

۱- حافظ ملت مولانا شاہ عبد العزیز مراد آبادی شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور
۲- محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد گورداسپوری
۳- سید العلماء سند الحکما مولانا شاہ آل مصطفےٰ قادری برکاتی مارہروی
۴- صدر العلماء مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی
۵- مجاہد ملت مولانا محمد حبیب الرحمٰن اڑیسوی

ان حضرات کے علمی، دینی اور روحانی فیوض کا ایک زمانہ شاہد ہے۔

مکتب امجدی کے فیض یافتہ بزرگ حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کی علمی عبقریت کا اعتراف معاصرین نے بھی کیا ہے اور اخلاف نے بھی۔ انہیں جملہ علوم عقلیہ ونقلیہ میں مکمل رسوخ حاصل تھا لیکن فن نحو میں انہیں فی زمانہ درجۂ امامت حاصل تھا اور اسی شاخ علم نے انہیں شہرت دوام عطا کی۔ ابتدائے شعور کے زمانے میں راقم الحروف نے ان کے شیریں تذکرے خاندانی بزرگوں سے سنے تھے بالخصوص بڑے ابا حضور سید العلما سید شاہ آل مصطفےٰ قادری برکاتی مارہروی علیہ الرحمہ سید صاحب کا والہانہ انداز میں تذکرہ فرماتے۔

علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی صاحب علیہ الرحمہ محقق بزرگ تھے۔ بزرگوں سے سنا ہے کہ آپ کی تحریریں خالص محققانہ انداز کی ہوتیں جو اپنے موضوع کے سارے ممتاز گوشوں پر حاوی ہوتیں۔ آپ کا خاص میدان تدریس تھا۔ پوری زندگی کتاب وسنت اور ان سے متعلق فنون کی تدریس میں گذری۔ تصنیف سے بھی شغف تھا۔ نصف درجن کتابیں آپ سے یادگار رہیں۔ آپ کی شہرت کا آوازہ آپ کے معاصرین میں گونجتا رہا اور اخلاف بھی آپ کی قدر ومنزلت کے تذکرے سے سماعت آشنا ہے۔ وصال کے تیس سال بعد آپ کے ذکر جمیل کو تازہ کیا جا رہا ہے اور وا انجمائے جگر قلمی گلدستوں کی صورت میں نئی نسل کے حوالے کئے جا رہے ہیں۔

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

اس کاروان سعادت کے سرخیل حضرت مولانا مفتی محمد ایوب اشرفی صاحب مدظلہ جماعت اہل سنت کی جانب سے عموماً اور امجدی اسکول کے فیض یافتہ افراد کی جانب سے خصوصاً شکریے کے مستحق ہیں۔ یہ فقیر برکاتی بھی مفتی صاحب قبلہ کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہے اور سبھی اہل قلم حضرات کو بھی جن کے رشحات قلم اس مجموعے کی رونق ہیں۔ اللہ رب العزت اس مجموعے کو اہل ذوق کی فکری اور روحانی بالیدگی کا سامان کرے اور اپنے فضل وکرم سے قبول عام اور حسن دوام عطا فرمائے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین علیہ اکرم الصلوۃ وافضل التسلیم

فقیر برکاتی
سید محمد اشرف قادری برکاتی
خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ شریف

علم کا بحرِ بیکراں

عالی جناب ڈاکٹر محمد اشفاق جلالی صاحب

(پاکستان)

شارح بخاری استاذ العلماء حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی چودھویں صدی کے ان جلیل القدر علماء ربانیین میں سے تھے جو برصغیر کے علمی افق پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے اور جنہوں نے اپنی ساری زندگی دین اسلام کے لیے وقف کر دی۔

حضرت شارح بخاری کا خاندان صدیوں سے تعلیمات اسلام کی اشاعت کرتا چلا آرہا تھا۔ آپ نے مروجہ علوم وفنون میں مہارت تامہ حاصل کرنے کے بعد تدریس کے میدان میں قدم رکھا تو سینکڑوں جلیل القدر علماء ومحققین اور قائدین امت تیار کیے۔

حضرت شارح بخاری کے تلامذہ کی فہرست میں ایک طرف بین الاقوامی مبلغ قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی نظر آتے ہیں تو دوسری جانب سینکڑوں علماء تیار کرنے والے حضرت علامہ عبد العزیز مرادآبادی دکھائی دیتے ہیں اور بخاری کی عظیم شرح نزہۃ القاری کے مؤلف علامہ مفتی شریف الحق امجدی ان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آپ کے فیض یافتگان میں متعدد مدارس کے مفتیان، شیخ الحدیث اور بے شمار خانقاہوں کے سجادہ نشین موجود ہیں۔

جب آپ نے قلم وقرطاس سے اپنا ناطہ جوڑا تو درس نظامی کی کتب، نحو میر، شرح مائۃ عامل، کافیہ کی مدلل محققانہ شروح لکھیں اور بخاری شریف کی شرح لکھنے کا شرف بھی حاصل کیا۔ آپ کی شرح کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ فریق مخالف کے شارحین عربی زبان وادب اور علوم وفنون میں حضرت کے سامنے طفل مکتب ہیں۔ بخاری کی شرح کو دیکھیے جو کہ بشیر القاری کے عنوان سے طبع ہو چکی ہے۔ قاری اس کے مطالعہ کے بعد اس نتیجے پر پہنچے گا کہ حضرت، صرف امام النحو ہی نہیں بلکہ تمام علوم وفنون کے اندر انہیں مہارت تامہ حاصل ہے۔ علم حدیث ہو یا علم اصول حدیث ہو اسماء الرجال کا دقیق فن ہو یا احادیث کی تطبیق کا معاملہ ہو یا کہ فقہی مذاہب کی ترجیح کی بات ہو حضرت ان تمام مسائل میں بحسن وخوبی اپنی تحقیق کو مدلل انداز میں پیش فرماتے ہیں اور جب مخالف پہ گرفت کرنے پہ آتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ علوم وفنون کا بحر زخار ہے جس سے دلائل وبراہین کے جواہر برآمد ہو رہے ہیں۔

(ڈاکٹر) محمد اشفاق جلالی

صدر العلماء حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی

حضرت مفتی محمد اشفاق حسین صاحب نعیمی سنبھلی

دار العلوم اسحاقیہ جودھپور۔ (راجستھان)

مبسملا و محمدا و مصلیا و مسلما

امام النحو صدر العلماء حضرت مولانا مفتی سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان ایک اجتہائی عبقری علمی ودینی پرکشش شخصیت کے حامل تھے، آپ کی پاکیزہ شخصیت علم وعمل، عبادت وریاضت، اخلاق ومروت، انسانیت وشرافت، اخلاص وللّٰہیت، درایت ومعرفت، تقوی وطہارت، اصابت فکر ونظر، تدبر وتفکر، صبر وتشکر، امانت ودیانتداری، حلم وبردباری، عفو وکرم، رافت ورحمت، جود وسخا، توکل واستغناء، تعلیم وتدریس، تحریر وتقریر، تالیف وتصنیف، بحث ومناظرہ، اور ارشاد وتبلیغ سے عبارت تھی آپ کی ولادت ریاست دادوں علی گڑھ میں گیارہ رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ ۱۹۰۰ء کو ہوئی۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ہندوستان کی مشہور ومعروف درسگاہ ودانشگاہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں داخلہ لیکر آمد نامہ سے کافیہ تک وہیں پر تعلیم حاصل کی۔ پھر ۱۳۴۲ھ میں دار العلوم معینیہ اجمیر المقدس درگاہ معلی میں حضرت صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی قادری برکاتی قدس سرہ السامی کے زیر عاطفت رہ کر نو سال تک تعلیم وتربیت حاصل کرتے رہے جبکہ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ العزیز کی آپ پر خصوصی نگاہ کرم تھی، درس نظامی کی فقہی کتب صدر الشریعہ نے پڑھائیں۔

بریلی شریف دار العلوم منظر اسلام میں دورۂ حدیث کے علاوہ شرح چغمینی، محقق دوانی کی شرح تجرید کے حواشی قدیمہ اور حواشی جدیدہ، اشارات کی دونوں شرحیں امام رازی اور طوسی کی پڑھائیں، بہر کیف یہیں سے ۱۳۵۲ھ میں درس نظامی کی تحصیل سے فراغت ہوئی، فراغت کے بعد جائس، پانی پت، دار العلوم احسن المدارس قدیم کانپور میں قیام فرما کر علوم ومعارف کے گوہر آبدار سے طالبان علوم نبوت کو مالا مال فرمایا۔

طریقت میں آپ قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین ہم شبیہ غوث اعظم، اشرف المشائخ، سیدنا ومولانا الشاہ سید علی حسین میاں اشرفی کچھوچھوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے دست حق پرست پر بریلی شریف میں عرس رضوی کے موقع پر غالباً ۱۹۲۲ء میں مرید ہوئے اور دار الخیر اجمیر شریف میں بتاریخ ۱۲ ذوالحجہ ۱۳۵۰ھ میں خلافت واجازت سے آپ کے پیر ومرشد حضور اشرفی میاں قدس سرہ العزیز نے نواز کر مع خلافت نامہ کے ساتھ ایک کلاہ اور ایک استعمالی جبہ بھی عطا فرمایا جس کے متعلق آپ نے اہل خانہ کو وصیت کردی تھی کہ میرے کفن میں یہ جبہ شامل کردیا جائے کیونکہ بزرگان دین کے ملبوسات شامل کفن کرنا مسنون ہے، بہر کیف صدر الافاضل فخر

الاماثل حضرت علامہ مفتی سید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ السامی کے حکم وایماء پر مدرسہ اسلامیہ اندرکوٹ میرٹھ تشریف لائے ۱۳۵۴ھ کے اوائل سے لیکر اخیر عمر مبارک تک پینتالیس سال یہیں پر قیام فرما کر تشنگان علوم ومعارف کو سیراب کر کے ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۹۷۹ء میں ۸۰ رسال کی عمر مبارک پا کر داعی اجل کو لبیک کہکر واصل بحق ہوئے۔

یوں تو اللہ عزوجل نے آپ کو بے شمار محاسن وکمالات سے متصف فرمایا تھا، خواہ وہ محاسن علیہ ہوں یا عملیہ ایک عالم ربانی اور مرشد کامل کیلئے جن خصائص وامتیازات اور کمالات کی ضرورت ہوتی ہے ان سارے اوصاف وآداب سے آپ بدرجۂ اتم متصف تھے، تعلیم وتدریس ہو یا تالیف وتصنیف، قرآن وحدیث کا علم ہو یا فقہ وافتا، تاریخ گوئی ہو یا سیرت نگاری، نقد ونظر ہو یا حق گوئی وبے باکی، طنز ومزاح ہو یا وعظ ونصیحت، تقریر وخطابت ہو یا جدل ومناظرہ، ارشاد وہدایت ہو یا زہد وتقویٰ، عبادت وریاضت ہو یا تعویذات وعملیات ہوں یا اوراد ووظائف۔ غرض خدمت دین اور خدمت خلق کا کوئی بھی زریں طریقہ ہو یا مبارک میدان آپ اس کے مرد میدان ہی نہیں بلکہ شہسوار اور یکتائے روزگار تھے۔

مگر آپ کے تمام اوصاف وکمالات اور اختصاصات وامتیازات میں تدریس وتحریر کا وصف وکمال سب سے ممتاز اور نمایاں نظر آتا ہے، آپ کی تعلیم وتدریس سے ایسے ایسے فضلائے روزگار اور فقہائے عصر منصۂ شہود پر جلوہ بار ہوئے کہ جن پر تصنیف وتالیف تحریر وصحافت، افتا وتدریس، سیاست وقیادت اور امامت وخطابت کی بڑی سے بڑی مسندیں فخر ومباہات کرتی نظر آتی ہیں جن سے چند عبقری شخصیات بارزہ کے اسماء کچھ اس طرح ہیں:

۱۔ حضرت مولانا نظام الدین الہ آبادی

۲۔ شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی

۳۔ حضرت مولانا شاہ احمد نورانی

۴۔ حضرت مولانا عارف اللہ میرٹھی

۵۔ حضرت مولانا مشتاق احمد نظامی

۶۔ حضرت مولانا نصر اللہ افغانی وغیرہم

جہاں پر آپ کے خرمن علم وفن سے خوشہ چینی کر کے ایک سے ایک عبقری شخصیتیں پیدا ہوئیں وہیں پر تعلیم وتدریس کی اہم ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ آپ کے قلم سیال سے مختلف دینی وفقہی اور علمی وفنی موضوعات پر متعدد کتب معرض وجود میں آئیں جو آپ کے اشہب قلم کا نتیجہ ہیں، آپ کے قلم حق رقم سے درج ذیل علمی وفنی ومذہبی، فقہی وشرحی کتابیں قید تحریر میں آئیں:

۱۔ بشیر القاری شرح بخاری؛ ۲۔ بشیر الناجیہ شرح کافیہ؛ ۳۔ البشیر الکامل؛ ۴: نظام شریعت وغیرہا

مگر ان سب میں اول الذکر بشیر القاری بشرح صحیح البخاری آپ کی تحریر کی صلاحیت کی ایک عظیم شاہکار ہے جو بخاری شریف جلد اول کی صرف سات ابتدائی احادیث کریمہ کے ترجمہ وتشریح پر مشتمل ہے۔ یہ بشیر القاری علمائے اہل سنت کے ذوق تحقیق اور ان کی ژرف نگاہی، کمال ادب واحترام کا ایک بیش قیمت نمونہ ہے۔ ارباب لوح وقلم اصحاب فقہ وافتا اور اہل علم وفن کا تقریباً اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ بشیر القاری حضرت علامہ میرٹھی علیہ الرحمہ والرضوان کی ایسی مایہ ناز شرح ہے کہ عربی وفارسی اردو یا کسی اور زبان میں بخاری شریف کی اب تک کوئی شرح اتنی تحقیق وتفصیل سے نہیں لکھی گئی، اس میں حضرت نے تحقیق وتدقیق کا حق ادا کر دیا ہے، الفاظ حدیث کی صرفی، لغوی تحقیق، جملوں کی نحوی ترکیب اور معانی وبیان وبدیع کی تکنیت کے ساتھ ساتھ معانی حدیث کے ہر ہر پہلو پر ایسی جامع کامل بحث ہے جسے دیکھ کر بے ساختہ کہنا پڑتا ہے: کم ترك الاولون للاخرین. ساتھ ہی ساتھ ہمہ دانی کا خصوصاً علم حدیث میں دعویٰ کرنے والوں کی غلطیوں پر ایسی مضبوط گرفت فرمائی ہے کہ جس کا کسی کے پاس کوئی جواب نہیں ہے، کوئی بھی عناد وتعصب سے ہٹ کر اگر اس شرح بخاری کا مطالعہ کرے گا تو اسے کہنا پڑے گا کہ حضرت مصنف علام دیگر علوم کی طرح علم حدیث کے بھی اپنے وقت کے امام تھے، بہر کیف آپ کی تقدس مآب شخصیت میں تعلیم وتدریس، تالیف وتصنیف، امامت وخطابت، تحریر وتقریر، فقہ وافتاء، سیاست وقیادت، تبلیغ وارشاد، رشد وہدایت، اخلاص وللہیت، تقویٰ وطہارت، رافت ورحمت، معرفت ودرایت، تفکر وتدبر جیسی بے پناہ خوبیوں اور خصلتوں اور اوصاف وکمالات ومحاسن کو دیکھ کر زبان قال پر برجستہ یہ اشعار جاری ہوئے:

لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

فالفخر عن تقصیرہ لك ناکب المجد من ان یستزاد براہ

مولیٰ عز وجل کی بارگاہ قدس میں دعا ہے کہ آپ کی تعلیمی وتدریسی، تالیفی وتصنیفی، تبلیغی واشاعتی، رفاہی وسماجی، علمی وفقہی، دینی ومذہبی، تحریری وتقریری اور جملہ مساعی جمیلہ وخدمات جلیلہ کو شرف قبولیت سے نواز کر دارین کی سعادتوں سے سرفراز ومالا مال فرما کر ہمیں ان کے روحانی فیوض وبرکات سے مستفیض ومستنیر فرما۔

آمین ثم آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ و آلہ افضل الصلوات واکمل التحیات.

محمد اشفاق حسین نعیمی غفرلہ

صدر مدرس دار العلوم جودھپور (راجستھان)

صدر العلماء میرٹھی! علم و معرفت کا سمندر

حضرت مفتی محمد ایوب خاں صاحب نعیمی
(شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ مراد آباد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ الکرام اصحاب العظام اجمعین

صدر العلماء علامہ مولانا الشاہ سید غلام جیلانی میرٹھی صاحب قدس سرہ العزیز ان نفوس قدسیہ میں سے ایک ہیں جن کو مولیٰ تبارک تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ مبارکہ سے علم و معرفت کا سمندر بنایا تھا تحقیق میں نیر تاباں اور تفہیم میں مہر درخشاں تھے۔ مرکزی دار العلوم جامعہ نعیمیہ مراد آباد یوپی میں ۱۹۶۱ء سے ۱۹۷۶ء تک ہر سال مسلسل طلبہ کے امتحان کے لئے تشریف فرما ہوتے جس کا ثبوت جامعہ کے رجسٹر میں دستخط مبارک ثبت اور یادگار ہے، فقیر کو بارہا مسائل سے متعلق گفتگو کا شرف حاصل ہوتا، بیان سے ایسا ظاہر ہوتا کہ مشائخ وفقہا کی کتابیں ذہن مبارک میں مکتوب ہیں جن کے حوالے اور عبارتیں بلا تامل سنا رہے ہیں۔ ذوق مطالعہ کا عالم یہ تھا کہ جب بھی تشریف لاتے تو ضروری مصروفیتوں سے فارغ ہونے کے بعد اسلاف کی کتابیں طلب فرماتے اور ان سے اسرار وحکم کا اظہار فرماتے، اور باتوں ہی باتوں میں بعض مقامات پر ہونے والے تعارض کا ازالہ فرما دیتے مجھے یاد ہے کہ ایک موقعہ پر حضرت استاذ محترم عمدۃ المحققین مولانا محمد حبیب اللہ صاحب علیہ الرحمہ نے طحطاوی کی عبارتوں میں تعارض کا اظہار فرمایا تو برجستہ آپ نے جواب دیا کہ مولانا میں نے تاریخ دیکھی ہے کہ حضرت علامہ سید احمد طحطاوی کی وہ پہلی تحقیق تھی جس سے انہوں نے رجوع فرمالیا ہے، پھر اس کو ثابت فرمایا، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز اور آقائے نعمت حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ سے والہانہ عقیدت تھی فرماتے تھے اپنی تحقیقات میں اگر ان بزرگوں کی تحقیق بھی مل جائے تو اس پر حق وصداقت کی مہر ثبت ہو جاتی ہے، اسی طرح حضرت صدر العلما بے شمار خوبی وکمالات کے حامل تھے جن کا احاطہ آسان نہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ان کے فیوض وبرکات سے ہمیں اور جملہ ارباب عقیدت کو محظوظ فرمائے اور ان کی تالیفات کو جو تحقیق ملت کا بہترین سرمایہ ہیں مقبول خاص وعام فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ الکریم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

عزیز مکرم جناب مولانا محمد ایوب صاحب اشرفی سنبھل (مقیم حال بولٹن۔ برطانیہ) جو اس حیثیت سے بڑے قریب ٹھہرے کہ حضرت صدر العلماء سے بڑی قریبی نسبت ہے۔ جب انہوں نے بتایا کہ حضرت صدر

صاحب علیہ الرحمہ کی حیات اور ان کی دینی وملی خدمات پر ایک ضخیم کتاب منظر عام پر آ رہی ہے تو بڑی دلی مسرت ہوئی اپنی ہزار ہا مصروفیات کے باوجود مولانا کی مخلصانہ خواہش پر یہ چند سطور تحریر کر دیں کہ اس بارگاہ میں کچھ نہ کچھ خراج عقیدت فقیر کی طرف سے بھی ہو جائے۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ مولانا مذکور کی اس سعی جمیل کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاہ سید الکریم علیہ وعلیٰ آلہ الصلاۃ والتسلیم۔

فقط فقیر محمد ایوب نعیمی.......... خادم جامعہ نعیمیہ مراد آباد

۹۲/۱۹۸۶ء

صدر العلماء کی حیات وخدمات کا اجمالی خاکہ

حضرت مولانا ڈاکٹر محمد اعجاز انجم لطیفی (ایم۔اے۔پی۔ایچ۔ڈی)

واستاذ دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف

حضرت صدر العلماء مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی کی ذات ستودہ صفات اوران کی قابل قدر شخصیت کوئی محتاج تعارف نہیں، دنیائے سنیت میں آپ کا نام درخشندہ ستارہ کی طرح روشن اور تابندہ ہے، آپ کے کارنامے اور دینی وملی خدمات رہتی دنیا تک اپنے اور پرائے سب کے لئے درس عبرت اور نشان راہ ثابت ہوں گے، صدر العلما کی حیات اور خدمات احاطہ تحریر میں لانا مجھ جیسے کم علم کے لئے بہت مشکل امر ہے، کیونکہ کسی عظیم شخصیت کا تعارف کوئی عالم ہی کراسکتا ہے۔

مثل مشہور ہے کہ

عالم را عالم می داند، ولی را ولی می شناسد

مگر بھلا ہو محب گرامی عالی مرتبت حضرت علامہ مولانا محمد حنیف خاں صاحب قبلہ پرنسپل جامعہ نوریہ رضویہ باقرگنج بریلی شریف کا کہ انہوں نے حوصلہ بخشا اور پیہم اصرار بھی کیا کہ میں کچھ صدر العلما کے بارے میں تحریر کروں، لہذا چند جملے اس امید پر تحریر کررہا ہوں کہ سوانح نگاروں کی صف میں راقم کا نام بھی درج ہو جائے۔

حضرت صدر العلماء کی خدمات کی ایک طویل فہرست ہے، کیونکہ انھوں نے اپنی پوری زندگی دین وملت کے لئے وقف کردی تھی۔ زیر نظر مضمون میں ہم ان کی حیات وخدمات کا اجمالی خاکہ پیش کررہے ہیں۔

ولادت: حضرت صدر العلماء کی پیدائش ایک علمی خاندان میں ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ /۱۹۰۰ء میں بمقام دادوں ضلع علی گڑھ یوپی میں ہوئی۔ آپ کا بچپن اس شعر کا مصداق تھا۔

بالائے سرش زہوش مندی

می تافت ستارۂ بلندی

تعلیم: صدر العلماء کی عمر جب سخن آموزی کی حد کو پہونچ گئی تو حسب دستور بسم اللہ خوانی کی رسم ادا کی گئی۔ پھر گھر والوں نے ابتدائی تعلیم کے لئے آپ کو گاؤں کے مکتب میں داخل کرادیا، پرائمری کا چوتھا درجہ پاس کرنے کے بعد آپ کے مشفق عم محترم مولانا سید غلام قطب الدین برہم چاری نے آپ کو انجمن اہل سنت ضلع مرادآباد میں داخل کرایا ”انجمن اہل سنت“ اس وقت جامعہ نعیمیہ“ کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے، اس انجمن میں

آپ نے شعبہ عربی وفارسی میں متوسطات تک کی تعلیم حاصل کی، اعلی تعلیم حاصل کرنے کے لیے اجمیر شریف تشریف لے گئے، وہاں پر آپ نے معقولات ومنقولات کی تعلیم حاصل کی، اور پھر، حصول علم کی وارفتگی نے آپ کو صدر الشریعہ بدر الطریقہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی کفش برداری میں سرچشمہ علم وحکمت مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف تک پہونچادیا، یہاں پر آپ نے مزید علم کی تشنگی دور کی، جب آپ مکمل طور سے سیراب ہوگئے تو حضور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے ۱۳۵۲ھ میں آپ کے سر پر دستار فضیلت کا زریں تاج رکھا۔

تعلیمی صلاحیت کا تذکرہ کرتے ہوئے پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب قبلہ رقمطراز ہیں:

حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان اردو، فارسی، عربی، انگریزی، زبانوں کے علاوہ سنسکرت کے بھی عالم تھے، آپ نے علم نحو پر زیادہ زور دیا، اس لئے کہ اس کے بغیر کتاب وسنت کا مفہوم سمجھنا مشکل ہے، آپ نے کافیہ زبانی یاد کیا۔ (ڈاکٹر محمد مسعود احمد حیات علمی اور ادبی خدمات مطبوعہ پاکستان ص ۴۴۵)

اساتذہ: ابتدائی تعلیم سے لیکر تعلیم کے اختتام (دستار فضیلت) تک آپ نے جو حصول علم کا ایک طویل سفر طے کیا اس عظیم اور کامیاب سفر میں آپ نے بہت سے اساتذۂ کرام سے تعلیم وتعلم کا رشتہ ہموار کیا، ان کی نگاہ فیض سے اپنے آپ کو فیضیاب کیا۔ ان تمام اساتذہ کے اسماء کی فہرست میری معلومات اور مطالعہ سے مخفی ہے۔ البتہ چند مشہور ومعروف اساتذہ کرام جن کے اسمائے گرامی ہمیں دستیاب ہوئے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلی شریف، صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآباد، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظم گڑھ، مولانا عبد العزیز فتح پور، مولانا عبد الحی افغانستان، مولانا عبد اللہ افغانستان، مولانا امیر احمد پنجاب، مولانا امتیاز احمد امیٹھی، استاذ القراء قاری غلام نبی ٹونک۔

تدریسی صلاحیت: حضرت صدر العلماء نے جامعہ رضویہ منظر اسلام سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد اپنی تدریس کا آغاز مدرسہ محمدیہ قصبہ جائس ضلع رائے بریلی سے کیا۔ وہاں سے آپ دار العلوم عظمت نشان کرنال تشریف لے گئے، صدر المدرسین کے عظیم عہدے پر فائز ہوئے، وہاں پر آپ نے اپنی خداداد علمی صلاحیت اور قابلیت کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ آپ کے اندر افہام وتفہیم کی جو صلاحیت تھی وہ منفرد اور جداگانہ تھی، غبی سے غبی اور کم فہم طلبہ بھی اسباق کے معنی ومفاہیم بآسانی سمجھ لیا کرتے تھے، اسی وجہ سے آپ کی درسگاہ کی شہرت عام سے عام ہوگئی۔ میرے خیال سے اسی شہرت اور طلبہ کے مابین آپ کی مقبولیت کا نتیجہ تھا کہ احسن المدارس قدیم کانپور کے اراکین نے آپ کو اپنے مدرسے کے لئے صدر مدرس بننے پر مجبور کردیا۔ اراکین کے اصرار پر آپ کرنال سے کانپور آگئے۔ آپ کی مقبولیت کا سلسلہ روز بروز بڑھتا ہی گیا۔ قرب وجوار ہی کے نہیں

بلکہ دور دراز علاقے کے طلبہ اور دوسرے صوبہ جات کے تشنگان علوم آپ کے ارد گرد دست بستہ رہا کرتے تھے۔
یوں تو آپ درس نظامی کی سبھی کتابوں کا درس دیا کرتے تھے لیکن بخاری شریف پڑھانے کا انداز انوکھا اور نرالا تھا ،ایک ایک حدیث پر ایک ایک ہفتے گفتگو فرمایا کرتے تھے۔اس انداز اور نرالے پن کی طرف اشارہ کرتے ہو ئے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:

حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ فن حدیث میں اپنی مثال آپ تھے، ان کا درس حدیث بھی رسمی نہ ہوتا جیسا کہ آج کل ریڈنگ کرادی جاتی ہے اور بس، علامہ موصوف ایک ایک حدیث پر ایک ایک ہفتے گفتگو فرماتے۔ کبھی صرف ونحو پر کبھی بلاغت اور معانی وبدیع پر، کبھی راویان حدیث پر جرح وتعدیل، کبھی مسائل فقیہ پر مفصل تقریر، اور ساتھ ساتھ مذہب امام اعظم کی اولیت اور اولویت ثابت کرتے جاتے، ہر علمی ذوق کا طالب علم یہاں آکر فیض یاب ہوتا۔ (ایضاً ص ۳۳۶)

۱۹۳۵ء میں حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے آپ کو مدرسہ اسلامیہ عربیہ اندر کوٹ میرٹھ بھیج دیا، وہاں پر آپ صدر مدرس کے منصب پر فائز ہوئے اور تقریباً چالیس سال تک اسی منصب پر قائم ودائم رہے۔ مخالفین نے آپ کو وہاں سے ہٹانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ سب کے سب ناکام رہے۔ مخا لفین کی ناکامی اور آپ کی کامیابی پر ایک خدا رسیدہ بزرگ کی کرامت اور نگاہ ولایت کا واقعہ بھی بہت دلچسپ ہے ،قارئین کی دلچسپی اور معلومات کے لئے وہ واقعہ پیش کررہا ہوں۔

حضرت صدر العلماء جب اپنے استاذ کے حکم پر مدرسہ اسلامیہ عربیہ اندر کوٹ میرٹھ تشریف لے گئے تو وہاں کا ماحول آپ کے موافق نہ تھا، دیوبندی وہابی کا غلبہ تھا مدرسے میں دیوبندی اساتذہ موجود تھے۔اس لئے آپ سے برابر ان لوگوں کی چشمک رہا کرتی تھی، اسی آپسی چشمک اور چپقلش کی نشاندہی کرتے ہوئے پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب رقمطراز ہیں: ۱۹۳۵ء میں حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کے حکم پر آپ مدرسہ اسلامیہ عربیہ اندر کوٹ میرٹھ تشریف لے گئے، اور صدر المدرسین کے عہدہ جلیلہ کے عہدہ پر فا ئز ہوئے جہاں پہلے مولانا بدر عالم کے مرشد قاری اسحاق صدر المدرسین تھے۔ یہ بات مولوی بدر عالم کو ناگوار گزری، (ایضا ۳۳۵)

دلچسپ واقعہ :۔ اس واقعہ کو حضرت علامہ مولانا نعیم اللہ خاں صاحب پرنسپل منظر اسلام بریلی شریف نے فقیر راقم السطور سے بیان فرمایا نیز جناب محترم مولانا محمد ایوب اشرفی نے اپنی کتاب میں علامہ وارث جمال صاحب قادری کے حوالے سے اپنے مضمون میں شامل کیا ہے جس کو مولانا وارث جمال صاحب ہی کے الفاظ میں یہاں بیان کیا جاتا ہے۔

میرٹھ شہر سے قریب سراوہ ایک مقام ہے جو پسنجر ٹرین سے تین اسٹیشن کے فاصلہ پر ہے۔ متعلقہ اسٹیشن

سے اتر کر تین کوس یعنی چھ میل چلنا پڑتا ہے۔ یہ بات نصف صدی سے پہلے کی ہے ہو سکتا اب کچھ ترقی ہوگئی ہو۔ وہاں پر ایک اللہ کے ولی آسودۂ خاک ہیں جو "سراوہ کے حافظ صاحب" سے شہرت رکھتے ہیں۔ وہ اپنے اہل محبت کی دعوت پر کبھی کبھی میرٹھ شہر میں تشریف لایا کرتے تھے۔ یہ تقسیم ملک سے پہلے کی بات ہے مدرسہ عربیہ اسلامیہ اندرکوٹ میرٹھ کی بڑی دھوم تھی وہ مدرسہ تو کم کسی نواب کی حویلی زیادہ لگتی تھی۔ پرانے طرز کی بڑی مستحکم تعمیر نیچے بڑے تہہ خانے جو گرمیوں میں موجودہ ائر کنڈیشن کا لطف وسکون دیتے تھے۔ تیس (۳۰) اساتذہ اور پانچ سو (۵۰۰) طلباء کا ہجوم ہوا کرتا تھا۔ استاذی الکریم حضرت علامہ میرٹھی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ میں اسی زمانہ سے اس مدرسہ اسلامیہ عربیہ کا صدر المدرسین ہوں۔ انہیں ایام میں سراوہ شریف کے حافظ صاحب میرٹھ میں تشریف لائے۔ ایک سرکاری ملازم جو امین تھے۔ دین دار دین پسند، اور بزرگوں کے بڑے عقیدت مند چہرے پر داڑھی اور اسلامی وضع قطع کے ساتھ رہتے تھے انہوں نے میری توجہ ان کی طرف بڑے اصرار کے ساتھ مبذول کرائی کہ ان سے آپ ضرور ملاقات کریں کہ وہ بڑے اللہ والے بزرگ ہیں۔ شروع شروع میں تو میں احسن طریقہ سے ٹالتا رہا مگر آئے دن جب ان کا مؤدبانہ ومخلصانہ اصرار بڑھتا رہا تو محض ان کی دلجوئی اور اپنی جان چھڑانے کے لئے ان کے بتائے ہوئے پتہ پر جو حافظ صاحب کی قیام گاہ تھی جا پہنچا۔ پہلی نظر ان پر پڑی تو طبیعت مکدر ہوگئی کہ ناحق آگئے کہ لباس بھی ان کا معمولی سا تھا وہ بھی صاف ستھرا نہیں ؎

میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اسلام نے تو صفائی ستھرائی کا حکم دیا ہے "النظافة نصف الایمان" صفائی کو آدھا ایمان قرار دیا ہے اور یہ کیسے بزرگ ہیں جو اسلام کی ان تاکیدی تعلیمات کو نظر انداز کئے ہوئے ہیں۔ چونکہ اس وقت "استاذی الکریم" جوان تھے اور جوانی کے تقاضوں کے پیش نظر بڑے عالمانہ کروفر اور بڑے سج دھج کے ساتھ رہا کرتے تھے اس جذبہ کے ساتھ کہ جس محفل میں پہنچا جان محفل نظر آؤ تنہا نظر آؤ نگاہوں کا منظر بن جاؤ گویا (ع) ہر آن بنا طور ہی برق تجلی۔ بڑی بے دلی کے ساتھ سلام کیا۔

سلام کا جواب دیتے ہوئے مسکرائے اور خنداں لبی ہی کے ساتھ کہنا شروع کیا ؎ میاں صاحبزادے ! ایک مولوی صاحب کسی صاحب دل سے ملنے گئے۔ مولوی صاحب تو جوان تھے، شاندار عالم تھے، بہت خوبصورت، بہت وجیہ، بالکل تمہاری طرح خیر سے، وہ آل رسول بھی تھے، ہاشمی شرافت ونجابت کے آئینہ دار جمال کے شاہکار، ظاہری سج دھج اور کروفر ایسا کہ بس دیکھا کیجیے۔

شعر: مصحف رخ ہے کسی کا کہ بیاض حافظ ایسے چہرے سے تو بس فال نکالی جائے

عالم بھی بڑے زبردست تھے ان کا علم وفضل جوانی ہی میں مسلم ہو چکا تھا۔ تھے بھی تمہاری طرح بڑے بانکے چھبیلے، طرح دار، میاں اہل دل کا معاملہ بھی بڑا عجیب ہوتا ہے ظاہری رکھ رکھاؤ ان کے یہاں نہیں ملے گا کیونکہ تزکیۂ نفس اور صفائی قلب پر وہ زیادہ توجہ دیتے ہیں ظاہری ٹیپ ٹاپ کی وہاں گنجائش نہیں ہوتی۔ خدا رسیدہ

بندے اور اہل دل اپنا علم بھی دل پر مارتے ہیں جسم پر نہیں کہ انہیں ظاہری رکھ رکھاؤ سے کچھ لینا دینا ہی نہیں ہوتا۔

مولوی صاحب کی نگاہ جیسے ہی اس اہل دل پر پڑی تو ان کی طبیعت ہی کھٹی ہوگئی اور بہت مایوس ہوئے کہ اہل دل کے بدن پر ظاہری رکھ رکھاؤ نہیں تھا۔ لباس بھی بہت معمولی گئے سوچنے کہ یہ کیا خاک بزرگ ہوں گے جنہیں صفائی ستھرائی کا خیال ہی نہیں (اور پاس سنت نبوی نہیں۔ اشرفی غفرلہ) جبکہ اسلام نے صفائی ستھرائی پر کافی زور دیا ہے۔ ناحق ملنے آگئے

دلوں کہ بات نگاہوں کے درمیان پہونچی
کہاں چراغ جلا روشنی کہاں پہونچی

وہ بولتے جاتے تھے اور میں احساس ندامت سے پسینہ پسینہ ہو رہا تھا۔ ان کا ایک ایک جملہ میرے کتابی علم پر نشتر لگا رہا تھا ابھی سلسلہ کلام جاری تھا کہ میں بلبلا پڑا! بس کیجئے حضور! میرے خطرات قلبی کو مزید آئینہ نہ دکھائیں میں سخت شرمندہ و نادم ہوں۔ مجھے معاف فرمادیں میں ہی وہ حرماں نصیب ہوں جسکے فاسد خیالات آپ پڑھ رہے ہیں۔ میں آپ کا گنہگار ہوں۔ میری آنکھوں سے ندامت کے آنسو جاری ہوگئے۔

موتی سمجھ کے شان کریمی نے چن لئے
قطرے جو گرے میرے عرق انفعال کے

آپ فرمانے لگے میاں صاحبزادہ تم ناحق ہلکان ہونے لگے آخر تم نے اسے اپنے اوپر کیوں قیاس کرلیا ارے میں تو ایک واقعہ بیان کر رہا ہوں۔ میں نے عرض کیا بے شک حضور آپ ایک صحیح واقعہ بیان فرما رہے ہیں مگر صاحب واقعہ کے روبرو۔ آپ اللہ ورسول کے لئے مجھے معاف کردیں میں آپ کا مجرم ہوں آپنے آگے بڑھ کر مجھے سینے سے لگالیا اور ہمیشہ کے لئے اپنا اسیر بنالیا۔ اپنی عقیدت ومحبت کا قیدی! سو وہ دن ہے اور آج کا دن! میں کبھی ان کے تصور سے خود کو جدا نہیں کرسکا

عقل ودل ونگاہ کا مرشد اولیں ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع ودین بتکدۂ تصورات

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ شروع شروع میں حضرت صدر العلماء مدرسہ اسلامیہ عربیہ اندرکوٹ کے ماحول سے پریشان اور دل برداشتہ رہا کرتے تھے، ایک دن آپ بہت زیادہ پریشان تھے، مدرسہ سے کنارہ کشی اور سبکدوشی کے عظیم فیصلے پر غور وفکر کر رہے تھے، کہ انہیں لمحات میں حافظ صاحب اچانک مدرسہ پہونچ گئے اور ادھر ادھر گھوم کر کئی مقامات پر اپنے پیر کو اس انداز سے انہوں نے رگڑا کہ جیسے کوئی چیز پیر سے دبائی جاتی ہے، یہ سب کچھ کرنے کے بعد حافظ صاحب نے صدر العلماء کو مخاطب کر کے فرمایا کہ مولانا صاحب آپ کو اسی مدرسے میں رہنا ہے، یہاں سے کہیں نہیں جانا ہے، مخالف آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گر چہ از حلقوم عبد اللہ بود

ولی کی زبان سے نکلا ہوا جملہ سو فیصد درست ثابت ہوا۔ مخالفین نے ہر چند کوشش کی کہ آپ مدرسہ سے سبکدوش ہو جائیں۔ لیکن کسی کی ایک نہ چلی۔ جبل مستقیم کی طرح آپ اس مدرسہ میں منصب صدارت پر تاحیات خدمات انجام دیتے رہتے۔

(راوی علامہ نعیم اللہ خاں صاحب پرنسپل منظر اسلام بریلی شریف)

تلامذہ: صدر العلماء نے مختلف مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں، اگر کوئی جملہ مدارس کے طلبہ کی فہرست تیار کرے تو تلامذہ کی تعداد ہزاروں تک پہونچ جائے گی، یہاں پر صرف مشہور و معروف حضرات کے اسماء درج کئے جا رہے ہیں۔

ریحان ملت حضرت علامہ ریحان رضا خاں رحمانی میاں بریلی شریف
حافظ ملت علامہ عبد العزیز مبارکپور
شمس العلماء علامہ محمد نظام الدین الہ آباد
علامہ مفتی شریف الحق امجدی گھوسی
علامہ شاہ احمد نورانی پاکستان
علامہ نصر اللہ خاں افغانی پاکستان
علامہ محمد عاشق الرحمن الہ آباد
علامہ مولانا محمد نعیم اللہ خاں بستی
علامہ سید شاہ کلیم اشرف جائس
علامہ محمد فاروق بریلی شریف
علامہ قاضی عبد الرحیم بستی
علامہ رحمت اللہ بلرام پور وغیرہم

تصنیف و تالیف: تحصیل علم کے بعد صدر العلماء نے تقریباً ۴۵ سال تک درس و تدریس میں اپنا قیمتی وقت صرف کیا، اور لاکھوں تشنگان علوم کو علمی فیض سے سیراب کیا۔ اس لئے تصنیف و تالیف میں آپ نے کوئی خاص دلچسپی نہیں لی۔ البتہ جب آپ نے دیکھا کہ دیوبندی وہابی عالموں نے درسی کتابوں کی شرح لکھنا عام کر دیا ہے، اور طلبہ کو یہ تاثر بھی دیا جا رہا ہے کہ بریلوی عالموں میں کوئی مترجم یا شارح ہے ہی نہیں تو آپ نے اس تاثر کا ایکشن لیا۔ دیوبندیوں کی شروحات کا آپ نے بھرپور تعاقب کیا جس کے نتیجے میں چند کتابیں منصۂ

شہود پر آگئیں۔ البشیر الکامل کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری پاکستان رقمطراز ہیں "سننے میں آیا ہے کہ ایک دیو بندی مولوی مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی سے ملاقات کے لئے آیا۔ اس نے دیکھا کہ آپ کے پاس دیو بندی حاشیہ والی شرح مأۃ عامل رکھی ہوئی ہے۔ اس نے چوٹ کی کہ واہ صاحب یوں تو دیو بندیوں کی مخالفت کرتے ہیں اور کتابیں وہی پڑھا رہے ہیں جن پر ان کے حواشی ہیں حضرت نے فرمایا ایک ماہ بعد تمہیں اس کا جواب دونگا۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد آپ نے شرح مأۃ عامل پر "البشیر الکامل" کے نام سے حاشیہ لکھا اور اس کے مقدمہ میں علمی انداز میں دیو بندی شارحین کی دھجیاں بکھیر دیں، لطف کی بات یہ ہے کہ ہر بات نحو کی مستند کتب کے حوالے سے کہی ہے البشیر الکامل طلبا اور اساتذہ کے لئے بے حد مفید ہے۔ (قلمی مضمون)

اسی طرح نحو میر کی شرح "البشیر" اور کافیہ کی شرح "بشیر الناجیہ" صدر العلماء نے تحریر کی ہے۔ بشیر النا جیہ پر تاثر پیش کرتے ہوئے جناب شرف قادری صاحب لکھتے ہیں کہ بشیر الناجیہ میں کافیہ کا عربی متن جلی حروف میں لکھا ہوا ہے، اس کے نیچے اردو ترجمہ درج ہے، شرح بھی ہے اور نحوی ترکیب بھی، افسوس اسے حضرت صدر العلماء مکمل نہ کر سکے، بحرورات تک ہی لکھ سکے، تاہم جو کچھ لکھا وہ اپنی مثال آپ ہے۔

(قلمی مضمون)

اسی طرح سے جناب شرف قادری صاحب صدر العلماء کی دوسری تصنیف پر اپنی عقیدت ومحبت کا خراج پیش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"حضرت صدر العلماء کو نحو کے ساتھ خصوصی لگاؤ تھا، زمانہ طالب علمی میں نحو کی مشہور کتاب کافیہ زبانی یاد کی تھی، اگر مذکورہ بالا کتاب پر اکتفا کرتے تو عام قاری یہ تاثر لیتا کہ انہیں محض نحو پر دسترس تھی، لیکن آپ نے "بشیر القاری" کے نام سے بخاری شریف کی چھ احادیث کی شرح بڑے سائز کے ۲۲۸ صفحات پر لکھ کر واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ کو دیگر علوم کی طرح حدیث میں بھی اعلیٰ درجہ کی مہارت حاصل ہے، بڑے بڑے دیو بندی شارحین حدیث پر جس وقت صدر العلماء گرفت فرماتے ہیں تو وہ ان کے سامنے طفل مکتب دکھائی دیتے ہیں۔ (قلمی مضمون)

بیعت وخلافت:۔ حضرت صدر العلماء ایام جوانی میں سلسلہ اشرفیہ کے ایک عظیم بزرگ حضرت علامہ مولانا سید شاہ علی حسین اشرفی میاں کے دست حق پرست پر مرید ہوئے۔ انہوں نے آپ کو خلافت واجازت بھی عطا فرمائی۔ ڈاکٹر مسعود احمد صاحب بیعت وخلافت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت علامہ موصوف کو ایام جوانی میں ۱۹۲۲ء میں بریلی شریف میں عرس رضوی کے مبارک موقع پر حضرت شاہ علی حسین اشرفی میاں نے سلسلہ عالیہ چشتیہ میں بیعت فرمایا اور ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۲ء میں دار الخیر اجمیر شریف میں حضرت صدر العلماء علیہ الرحمہ کو سلاسل اربعہ کی اجازت کے ساتھ ساتھ سلسلہ منوریہ کی اجازت بھی

عطا فرمائی۔ (ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ حیات، علمی اور ادبی خدمات ص ۷ـ۴۴)

فرض شناسی: حضرت صدر العلماء نے مختلف مدارس میں درس وتدریس کی خدمات انجام دیں اور صدر المدرسین کے عہدے پر فائز رہے، یہ حقیقت بھی کسی سے پوشیدہ نہیں کہ صدر المدرسین کی ذمہ داری بڑی اہم ذمہ داری ہوتی ہے، مدرسہ کی ترقی یا تنزلی کا راز انہیں سے وابستہ ہوتا ہے۔ اس حیثیت سے ان کا منصب اور کارکردگی بڑی اہمیت کی حامل ہو جاتی ہے۔ بعض لوگ اس منصب کا غلط فائدہ اٹھاتے ہیں، طلبہ اور اپنے ماتحت اساتذہ وملازمین پر اپنے عہدے کا رعب جماتے ہیں، لیکن آپ نے اپنے عہدہ اور منصب کا کوئی غلط فائدہ نہیں اٹھایا، اس لئے ہر جگہ اساتذہ اور طلبہ نے آپ کا احترام کیا، آپ نے بھی فرض منصبی کا پورا پورا خیال رکھا، ڈاکٹر مسعود احمد صاحب حضرت علامہ علیہ الرحمہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

تعلیم وتدریس میں حضرت علامہ علیہ الرحمہ وقت کی پابندی کا خاص خیال رکھتے اور طلبہ کو ذوق وشوق سے پڑھاتے، ان حقائق کا علم حضرت شاہ احمد نورانی زیدت عنایتہ کی گفتگو سے ہوا جو ان کے تلمیذ رشید ہیں، آپ نے فرمایا:

(۱) حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ میرٹھ میں تقریباً چالیس سال رہے۔

(۲) وقت کے بہت پابند تھے مدرسہ میں وقت پر تشریف لاتے۔

(۳) پڑھانے میں بہت ہی مستعد تھے حتی کہ غیر نصابی کتابیں اپنے شوق سے پڑھاتے اور طلبہ کو پڑھنے کی ترغیب دیتے۔

(۴) صبح سے دوپہر تک پڑھاتے پھر عصر سے مغرب تک پھر مغرب سے رات گئے تک۔

(ایضاً ص ۴۴۶)

حج وزیارت: حضرت صدر العلماء کو دین ودنیا کی بہت سی سعادتیں حاصل ہوئیں۔ انہیں سعادتوں میں سے ایک اہم سعادت حج وزیارت کی بھی ہے۔ ۱۹۶۹ء میں آپ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔

ممتحن: حضرت صدر العلماء کو تعلیمی سال کے اختتام پر اکثر مدارس کے مہتمم وناظم اعلیٰ بحیثیت ممتحن مدعو کیا کرتے تھے۔ آپ طلبہ کا تعلیمی جائزہ صحیح طریقے سے لیا کرتے تھے، طلبہ کو جانچنے اور پرکھنے کا انداز بھی اچھوتا اور نرالا تھا، کمزور طلبہ کی حوصلہ افزائی اور ساتھ ہی ساتھ تعلیم کی ترغیب دینے اور مزید حصول علم کی طرف مائل کرنے میں آپ کو ایسا ملکہ حاصل تھا کہ طلبہ آپ کی سحر آمیز گفتگو سے متاثر ہو کر کامیابی کی منزل پانے کے لئے تیز گام ہو جایا کرتے تھے۔ دار العلوم مظہر اسلام بریلی اور جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی کے ختمی طلبہ کا امتحان آپ ہی لیا

کرتے تھے۔ جامعہ رضویہ منظر اسلام کے دورۂ حدیث کے طلبہ کا سالانہ امتحان آپ نے آخری عمر تک لیا۔

وصال: حضرت صدر العلماء نے تاحیات دین متین کی خدمت انجام دی، اپنی ۸۷ رسالہ زندگی میں آپ نے بے شمار لوگوں کو راہ ہدایت پر گامزن کیا اور ہزاروں طالبان علوم کو اپنی کوشش سے عالم وفاضل بنادیا۔ آخرکار کل نفس ذائقة الموت کے مطابق ۸ رمئی ۱۹۷۸ بروز پیر اپنی جان جان آفریں کے سپرد کردی۔

حضرت صدر العلماء کی شان رفیع میں یہ شعر پیش کرتے ہوئے میں اپنا مضمون ختم کرتا ہوں:

زندگی کچھ اور شے ہے علم ہے کچھ اور شئے
زندگی سوز جگر ہے علم ہے سوز دماغ

مولانا ڈاکٹر محمد اعجاز انجم لطیفی

ایم اے، پی، ایچ، ڈی، استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

صدر العلماء اور ان کی یادیں

حضرت الحاج علامہ پیرزادہ اقبال احمد صاحب فاروقی

ایڈیٹر: جہانِ رضا۔ لاہور۔ پاکستان

فخر علمائے اہل سنت پاک و ہند مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۶۵ء کے ابتدائی دنوں میں پاکستان آئے تو مجھے پہلی بار ان سے نیاز مندی حاصل ہوئی، میں ان دنوں ایک سرکاری ادارہ میں اچھی پوسٹ پر کام کر رہا تھا، مولانا کے ساتھ مولانا ریحان میاں بریلی شریف بھی تھے، جن دنوں میری تقرری فیصل آباد تھی ان دنوں مولانا ریحان میاں شیخ الحدیث مولانا سردار احمد محدث پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کے دار العلوم میں پڑھتے تھے، میں شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے جاتا تو ریحان میاں سے نہ صرف ملاقات ہوتی بلکہ وہ اکثر میری کوٹھی پر چلے آتے اور رات گئے تک اپنی میٹھی میٹھی باتوں سے خوش کام کرتے، میں ان کی زبان کے لہجے سے متاثر تھا، اس شناسائی کی وجہ سے جب مولانا غلام جیلانی میرٹھی پاکستان آئے تو انہیں میرے پاس لے آئے، انہیں لاہور میں ہوم سکریٹری سے کچھ کام تھا، میرے ٹیلیفون سے ان کا کام تو ہو گیا مگر حضرت نے میرے گوشۂ دل میں ایسی جگہ سنبھالی کہ ان کی زندگی کے آخری لمحات تک میں انہیں یاد دلاتا رہا۔

آرام کردۂ بہ نہاں خانۂ دلم

اور وہ قیام پاکستان کے دوران اکثر میرے پاس آتے، شفقت فرماتے، محبت اور اپنی علمی نوازشات سے نوازتے، اگر چہ انہوں نے میری قلمی خدمات کی بڑی قدر کی مگر اپنی وقیع تصانیف بشیر القاری شرح بخاری (جلد اول) اور بشیر الکامل اپنے دستخطوں سے عنایت فرمائیں، بشیر القاری کا مقدمہ بڑا عمدہ تھا، میں نے پڑھا ہدیہ تحسین پیش کیا اور حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر لے جا کر سرخ گلاب کے پھولوں کے ہاروں میں انہیں سبد گل بنادیا۔ میری اس والہانہ عقیدت پر بہت خوش ہوئے۔

دوسری بار لاہور آئے تو اپنی تمام تحقیقی تصانیف لے کر آئے، لاہور آنے سے پہلے وہ مولانا مشتاق احمد نظامی ایڈیٹر پاسبان، الہ آباد کی ایک تاریخی کتاب خون کے آنسو، بھیج چکے تھے، جسے میں نے مکتبہ نبویہ لاہور پاکستان میں سب سے پہلے زیور طباعت سے آراستہ کیا تھا۔ کتاب کا پاکستانی ایڈیشن دیکھ کر بڑے خوش ہوئے۔

آپ لاہور میں کئی دن رہے۔ مسلسل اپنی مجالس میں جگہ دیتے اور عقائد اہل سنت پر تنظیمی اور علمی امور پر گفتگو فرماتے، وہ مدرس تھے، معلم تھے، مصنف تھے، ملکی سیاسیات کے بجائے وہ ہمیشہ علمی گفتگو کرتے تھے، واپس ہندوستان گئے تو میرٹھ سے اپنی تصانیف کے پارسل بھیجے، جو پاکستانی علمائے کرام کے لئے " پنے دوستاں

ارمغانِ دہم" بن کر آتے۔ انہوں نے اپنی تصانیف کے علاوہ میرٹھ سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی کئی کتابیں شائع کیں، اور برصغیر میں پھیلائیں۔

سید الاساتذہ فخر علماء اہل سنت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی ۱۹۰۰ء میں ریاست دادوں علی گڑھ (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام الحاج غلام فخر الدین ابن مولانا حکیم سید سخاوت حسین فخری سلیمانی ہے۔ آپ کے چچا برصغیر کے معروف عالم دین مولانا قطب الدین برہمچاری (م ۱۳۴۹ھ) نے جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں داخل کرادیا۔ ابتدائی کتابیں مولانا عبد العزیز فتحپوری سے پڑھیں، گلستاں، قدوری، قال اقول تک حضرت سید صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی سے پڑھیں، شرح ملا جامی اجمیر شریف کے مدرسہ میں پڑھی۔ ان دنوں نحو کے امام امتیاز احمد انبیٹھوی اسی دار العلوم میں پڑھاتے تھے۔ ملا حسن کے تحریری امتحان میں امتیازی حیثیت اختیار کی۔ آپ کے اساتذہ میں سید عبد المجید، مولانا عبد الحی افغانی، مولانا عبد اللہ افغانی، سید امیر احمد پنجابی، اور حضرت مولانا امجد علی اعظمی (مؤلف بہار شریعت) کے اسماء گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حضرت صدر الشریعہ نے ہی آپ کو بریلی کے دار العلوم منظر اسلام میں داخل کرایا اور فوقانی کتابیں پڑھائیں۔ ۱۳۵۲ھ میں صدر الشریعہ کے ہاتھوں دستار فضیلت اور سند تکمیل حاصل کی، بریلی میں آپ کے ہم درس شاہ عبد العزیز شیخ الحدیث دار العلوم اشرفیہ، مولانا حبیب الرحمٰن اڑیسوی مولانا سردار احمد شیخ الحدیث لائلپوری۔ مولانا رفاقت حسین والد ماجد مولانا شاہ محمود احمد قادری مؤلف تذکرہ علمائے اہل سنت تھے۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد دار العلوم محمدیہ جائس میں تدریس شروع کی۔ مولانا حبیب الرحمٰن شروانی کے مشورہ پر کرنال کے دار العلوم میں صدر مدرس بنے۔ پھر کانپور کے احسن المدارس میں صدر مدرس بنے۔ شوال ۱۹۳۵ء میں میرٹھ کی اس اسلامی درس گاہ میں صدر مدرس ہوئے جو خان بہادر الحاج بھیا بشیر الدین نے اندرکوٹ میں قائم کی تھی۔ اس درس گاہ میں دیوبندی علما کا تسلط تھا۔ وہ علماء اہل سنت کے متعلق یہ تأثر قائم کرتے تھے کہ ان کے یہاں علم نہیں ہے۔ مولانا غلام جیلانی نے نہ صرف ان کے چیلنج کو قبول کیا بلکہ بدر عالم میرٹھی کے پیر و مرشد قاری اسحاق کو تدریس و مناظرہ میں شکست دی۔ مولوی بدر عالم میرٹھی کی فیض الباری شرح صحیح بخاری کی علمی اور فنی غلطیاں واضح کیں اور بشیر القاری کے نام پر صحیح بخاری کی جامع اور مستند شرح لکھی۔

تو آپ نے مسند تدریس پر جلوہ فرما ہو کر علوم و فنون کا ایک چشمہ جاری کر دیا۔ آپ کی قابلیت اور تدریسی انداز کی قوت نے سارے ہندوستان کے طلبائے علوم دینیہ کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ بے پناہ تشنگان علم آنے لگے۔ آج دنیائے سنیت کے کئی آفتاب و ماہتاب اس چشمہ نور سے فارغ ہو کر نور افشانی کر رہے ہیں۔

قائد اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی چیئرمین ورلڈ اسلامک مشن اسی چشمہ نور سے دینی علوم حاصل کر کے نکلے۔ قائد اہل سنت اپنی مجالس میں اپنے استاذ مکرم سید غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کا بے

حد احترام سے ذکر کرتے ان کا ذکر آتا تو ان کے علمی واقعات کو بڑی محبت اور عقیدت سے بیان فرماتے۔ اپنے استاذ مکرم کی علمی مساعی کو ہدیہ تحسین پیش کرتے۔ حضرت قائد اہل سنت کئی بار اپنی نجی گفتگو کے دوران اپنے استاذ مکرم کی زندگی کے ایسے ایسے واقعات سناتے جس سے حضرت سید غلام جیلانی میرٹھی کی شخصیت آفتاب جہاں تاب بن کر سامنے آتی، اور ایمان تازہ ہو جاتا، جب راقم آپ کے استاذ گرامی سے ذکر کرتا تو بڑے خوش ہوتے۔

آج دنیائے تدریس میں آپ کی تصانیف والہانہ کردار ادا کر رہی ہیں۔

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

ایڈیٹر جہان رضا لاہور

صدر العلماء اور عشقِ رسول

بدیع المثال حضرت علامہ، مولانا پیرزادہ امداد حسین صاحب
(بانی ومہتمم "جامعۃ الکرم" "نوٹنگھم، یو۔کے)

صدر العلماء حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ گیارہ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ کو علیگڑھ انڈیا میں پیدا ہوئے۔ اور اسی سال عمر گزار کر ۱۳۹۸ھ میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

(تعلیم)

زیادہ تر تعلیم جامعہ نعیمیہ انڈیا میں حاصل کی، جہاں حضور صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ العزیز کی شاگردی کا شرف بھی حاصل ہوا۔ میرے استاذ گرامی وقار اور مرشد کامل حضور ضیاء الامت حضرت پیر کرم شاہ صاحب الازہری رحمۃ اللہ علیہ (صاحب تفسیر ضیاء القرآن اور مصنف ضیاء النبی) نے بھی جامعہ نعیمیہ میں دورۂ حدیث کیا۔ اس طرح حضرت صدر العلماء اور حضرت ضیاء الامت دونوں آپس میں استاذ بھائی ٹھہرے۔

حضرت صدر العلماء کو شروع سے علم نحو کے ساتھ خصوصی لگاؤ تھا اور زمانہ طالبعلمی میں نحو کی مشہور کتاب 'کافیہ' مکمل زبانی یاد کر لی تھی۔ آپ نے حضور صدر الشریعہ حضرت مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ (مصنف بہارِ شریعت) سے بھی اکتساب فیض کیا۔

(تدریس) ::

ابتداء میں، جائس، کرنال، اور کانپور کے مدارس میں تعلیم دیتے رہے اور ۱۹۳۵ء میں اپنے استاذ گرامی حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے حکم پر مدرسہ اسلامیہ عربیہ اندرکوٹ، میرٹھ میں تشریف لائے اور "۴۲" سال تک بحیثیت صدر مدرس علم کے دریا بہاتے رہے۔

(تلامذہ)

آپ کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں سے چند مشہور حضرات کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں
(۱) حضرت علامہ محمد نظام الدین شیخ الحدیث سہسرام (۲) فقیہ اعظم حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی جامعہ اشرفیہ مبارکپور (۳) حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدر جمعیۃ العلماء پاکستان (۴) حضرت علامہ شاہ محمد عارف اللہ قادری راولپنڈی پاکستان (۵) علامہ قاضی عبد الرحیم صاحب مفتی بریلی شریف وغیرہ

(بیعت وخلافت)

حضور شیخ المشائخ سید شاہ علی حسین اشرفی جیلانی کچھوچھوی قدس سرہ العزیز سے بیعت وخلافت کا شرف

حاصل تھا۔

(تصانیف)

(۱) بشیر القاری بشرح صحیح البخاری (۲) بشیر الناجیہ شرح، کافیہ (۳) البشیر الکامل شرح شرح مأۃ عامل (۴) البشیر شرح نحو میر (۵) نظام شریعت

(محسنین کی قدر دانی)

اہلِ علم وعرفان اپنے محسنین کو ہمیشہ یاد رکھتے ہیں۔ اسی لئے حضرت صدر العلماء نے شرح نحو میر لکھکر اپنے استاذ شاہ عبد العزیز خانصاحب فتحپوری کی خدمت میں پیش کی۔ اور کافیہ کی شرح اپنے روحانی سلسلہ کے تاجدار حضرت مولانا سید شاہ محمد مختار اشرفی جیلانی کچھوچھوی کی طرف منسوب کی۔ اور البشیر الکامل کو شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خانصاحب رضوی بریلوی کی طرف منسوب کیا۔

(کسرِ نفسی)

بے شمار علمائے کرام کے استاذ، اہم ترین کتب کے مصنف اور بالخصوص علم نحو میں امامت کا درجہ رکھنے کے باوجود کسرِ نفسی کا یہ عالم ہے کہ اپنے آپ کو "فقیر" کے نام سے متعارف کراتے ہیں۔ لیکن دنیا انہیں "صدر العلماء" کے لقب سے یاد کرتی ہے۔

(عشقِ رسول)

موضوعِ سخن کچھ بھی ہو، سوال کا تعلق کسی چیز سے ہو جہاں کہیں عظمتِ رسول کا پہلو نکلتا ہو اس سے بھرپور فائدہ اٹھاتے، اور رسول اکرم کی عظمتوں کا ذکر کر کے اپنے دل کی تسکین کا سامان پیدا فرماتے ہیں۔

(شرح بخاری)

شرح بخاری میں حدیث کے محاسن بیان کرتے ہوئے علمِ لغت اور بدیع، علم صرف اور نحو، علمِ معانی اور بیان، اسماء الرجال، تصوف کے اسرار اور فقہی مسائل پر سیر حاصل گفتگو کرتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صرف علم نحو ہی کے امام نہیں بلکہ دیگر علومِ عربیہ پر بھی کافی دسترس رکھتے ہیں۔ ان علمی نکات سے لطف اندوز ہونے کے لئے اہلِ علم کو ان کی تصانیف کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ میں یہاں شرح بخاری سے درود وسلام کے مضمون کا خلاصہ پیش کرتا ہوں۔ تاکہ میرے جیسے عام مسلمان بھی آپ کی تحقیق سے استفادہ کرسکیں اور درود وسلام پڑھنے میں اور زیادہ لطف حاصل کرسکیں۔

حضور علیہ السلام پر درود وسلام

جب کوئی امتی اپنے پیارے نبی ﷺ پر درود وسلام پڑھتا ہے۔ تو اسکے حضور ﷺ تک پہنچنے کے طریقے مختلف ہیں۔ جن میں سے صرف چھ (۶) کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے

(۱) اللہ تعالی نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت کے لئے ایک ایسا فرشتہ مقرر کر رکھا ہے جسکی قوت سماعت اتنی وسیع ہے کہ وہ ہر مخلوق کی ہر آواز کو سنتا ہے۔ وہ حیات ظاہری میں حضور اکرم ﷺ کے سر مبارک کے پاس رہتا۔ اور اب وصال کے بعد قیامت تک آپ کی قبر منور پر موجود رہیگا۔ اس کا کام یہ ہے کہ جب بھی کوئی امتی درود وسلام پڑھے وہ اسکو حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیتا ہے۔

(۲) ہر مومن کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر ہے۔ اسکی ڈیوٹی یہ ہے کہ وہ اس مومن کے ہدیہ درود وسلام کو لکھکر بارگاہ رسالت میں پیش کرتا ہے۔

(۳) کچھ فرشتے اس کائنات میں گشت کرتے رہتے ہیں۔ جنکا کام یہ ہے وہ مومنین کا درود وسلام حضور اکرم ﷺ کی باگاہ میں پیش کرتے ہیں۔

(۴) ہر دن حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں آپ کی امت کے جملہ اعمال (جسمیں درود وسلام بھی شامل ہے) پیش کئے جاتے ہیں۔ اور آپ اپنی امت کے ہر فرد کو اسکی مخصوص علامات اور اعمال کے ذریعہ جانتے ہیں۔

(۵) امت کا درود وسلام ہر جمعہ کو حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ جس امتی کا درود وسلام زیادہ ہوگا وہ حضور ﷺ کے زیادہ قریب ہوگا۔

(۶) اللہ تعالی نے حضور اکرم ﷺ پر خصوصی کرم فرمایا ہے۔ کہ آپ دنیا کے ہر کونے سے ہر امتی کا درود وسلام خود سن سکتے ہیں مگر فرشتوں کے پہنچانے میں حکمتیں ہیں۔ جیسے اللہ تعالی اپنے بندوں کے اعمال جانتا ہے اسکے باوجود فرشتے صبح وشام حاضر ہو کر پیش بھی کرتے ہیں۔ یہ اسکا اپنا نظام ہے۔ اور وہی اسکی اصل حکمتیں جانتا ہے۔

مذکورہ چھ طریقوں کے ثبوت کے لئے حضرت صدر العلماء میرٹھی نے احادیث بیان کی ہیں۔ میں صرف آخری طریقے کے متعلق چند احادیث کو نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

(۱) میں ہر اس شی کو دیکھتا ہوں جسکو تم نہیں دیکھتے، اور ہر اس آواز کو سنتا ہوں جسکو تم نہیں سنتے۔ (ممکن ہے کوئی یہ سمجھے کہ اس سماعت کا تعلق ظاہری زندگی سے تھا اب روضۂ رسول میں سماعت کا عالم کیسا؟ لہذا درج ذیل احادیث اسکی تشریح کے لئے ملاحظہ کریں)

(۲) میت کو دفن کر کے جب لوگ واپس آجاتے ہیں تو صاحب قبر ان کی جوتوں کی آواز تک سنتا ہے۔

(۳) جب کوئی مومن اپنے مومن بھائی کی قبر پر جائے اور سلام کرے تو میت اسکو پہچان لیتی ہے اور سلام کا جواب بھی دیتی ہے۔

(نوٹ) مذکورہ آخری دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ قبر میں جانے کے بعد مرنے والوں کی سماعت میں غیر معمولی ترقی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ زندگی میں بھی کئی من مٹی کے نیچے دب کر کسی کے قدموں کی آہٹ سن لینا آسان نہیں ہے۔ تو جب ایک عام آدمی کی سماعت میں اتنی ترقی ہو جاتی ہے۔ تو حضور اکرم ﷺ جو ظاہری دنیا

میں دنیا کے ہر کونے سے ہر امتی کا درود وسلام سنتے تھے۔ تو اب گنبد خضراء میں ان کی قوت سماعت میں اور زیادہ اضافہ ہو چکا لہٰذا اب تو پہلے سے بھی زیادہ بہتر انداز میں امتی کا درود وسلام سننا ثابت ہوتا ہے۔

پیرزادہ امداد حسین

(جامعہ الکرم، ایٹن ہال، ناٹنگھم، یو۔ کے)

اک سایۂ رحمت جو سر سے گیا

ام عفراء سیدہ ام ہانی اشرفی
(بولٹن، یو، کے)

''خواتین اسلام کا کردار اسلام میں'' اس موضوع کے تحت اگر بہت زیادہ نہیں تو تھوڑا بہت ضرور پڑھا ہے۔ پرانے زمانے سے لیکر اس زمانے تک طرح طرح سے حضرت بی بی حواء علیہا الرحمہ کی ان مسلمان بیٹیوں نے اپنے اپنے طور پر کافی حد تک دین کا کام کیا ہے۔ خاص طور پر ہمارے آقا ومولی، سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیبیاں اور ہماری مائیں اور ان میں سے بھی بالخصوص حضرت عائشہ صدیقہ رضی تعالیٰ عنھا کی دینی خدمات اسلامی شریعت کا ایک حصہ ہیں۔ اور آج کے دور میں بھی ماشاء اللہ خواتینِ اسلام کی دینی واسلامی، قلمی خدمات بڑی تیزی اور عمدگی سے منظرِ عام پر آرہی ہیں۔ جو میرے خیال سے بڑی اچھی بات ہے۔

چنانچہ میں نے بھی جب دیکھا کہ یہ اتنی بڑی کتاب یعنی ''صدر العلماء محدث میرٹھی، حیات وخدمات'' بڑے اھتشام کے ساتھ منظرِ عام پر آنے کے لئے تیار ہے۔ مگر اس میں خواتین کی طرف سے کوئی ایک بھی مضمون نہیں۔ تو دو وجہ سے چند سطریں لکھدینے کا ارادہ کیا۔ ایک تو یہی کہ کم از کم اسطرح اس کتاب میں بھی اپنی اسلامی ماؤں، بہنوں کی طرف سے کچھ نمائندگی ہوجائیگی۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ صاحب سوانح کے تعلق سے دو ایک باتیں ذکر کر کے اس کارِ خیر میں بھی حصّہ دار بننے کا شرف حاصل کرلیا جائیگا۔ اور بہت ممکن ہے کہ وہ دو ایک باتیں ابھی اس کتاب میں آئی بھی نہ ہوں، کیوں کہ ان کا تعلق خاص ان کے بال بچوں سے ہے۔ اور جن کے بارے میں کچھ لکھنے کا ارادہ ہے وہ لکھنے والے کے والد گرامی قدر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر اپنی رحمتوں کی بارشیں فرمائے۔

خوب اچھی طرح یاد ہے کہ حضرت والدِ گرامی قدر علیہ الرحمہ نے گھر میں بھی بال بچوں کو نماز پڑھنے کے تعلق سے بڑے سخت آڈر دے رکھے تھے۔ بس یوں ہی کسی نے نماز چھوڑ دی تو اس کے لئے سزا مقرر تھی۔ اسی طرح پردے کے بارے میں بڑے سخت حکم تھے۔ حضرت کی موجودگی میں جو بھی تعلیم ہماری ہوئی انہیں کی زیرِ نگرانی ہوئی۔ سات آٹھ سال کی عمر میں قرآن شریف ختم کیا۔ حضرت قاری محمد یعقوب صاحب علیہ الرحمہ جو اسوقت مدرسۂ اسلامیہ عربیہ کے نائب شیخ الحدیث تھے وہ ہمارے استاد رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ ختم قرآن کے بعد انہی سے ایک پارہ حفظ کیا۔ حضرت قاری صاحب کیونکہ حضرت والد گرامی کے شاگرد بھی تھے اسلیے بڑی شفقت فرماتے اور شاید اسی نسبت سے وہ ایک چھوٹی سی بچی کو مخدومہ کہہ کر پکارتے قاری صاحب نے حضرت والد صاحب سے کچھ عرض کیا تو آگے پڑھانے کی اجازت ملی۔ چنانچہ اردو کے ساتھ

آمد نامہ، فارسی کی پہلی، گلزار و بستاں، میزان الصرف اپنے دوسرے استاذ گرامی قدر عالی جناب منشی اصغر علی صاحب مرحوم سے پڑھیں۔ اور اردو خوشخطی اور ہندی بھی انہیں سے سیکھی، شاید اس وقت وہ ستر بہتر سال کے رہے ہوں گے۔ اس پڑھائی کو ہوتے ہوئے ابھی بمشکل تین سال ہی ہوئے ہوں گے کہ ایک دن منشی اصغر علی صاحب نے حضرت والدِ گرامی سے عرض کیا! حضرت میں چاہتا ہوں کہ بچی کو انگلش بھی پڑھاؤں! فرمایا آپ کو اجازت ہے مگر آج سے تعلیم آپ اس طرح دیں گے کہ سامنے اوپر جو تھوڑی سی جگہ ہے وہاں پردہ ڈال دیا جائیگا اور اب آپ بحکم شرح پردے سے پڑھائینگے۔ انہوں نے عرض کیا بالکل صحیح! جیسی حضور کی مرضی۔ مگر افسوس کہ اس واقعہ کے دو ایک مہینہ بعد ہی عالی جناب منشی صاحب کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور بعد کی تعلیم جو کچھ بھی کی وہ خود کی۔

اس آخری بات ہی کو بیان کرنے کے لیے بات کو یہاں تک بڑھایا کہ پردہ کا اتنا لحاظ یہاں برطانیہ میں تو کیا ھندوستان و پاکستان میں بھی عوام میں تو کیا خواص میں بھی غالباً نایاب ہو چکا ہو۔ زمانہ اگرچہ بدل چکا ہے۔ مگر ہمارے اسلاف نے جو کر کے دکھایا اور بتایا راستہ وہی صحیح تھا۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ وہ سب پڑھا ہوا یہاں کام آیا، اور اپنے دو گھنٹے کے اس مدرسۃ البنات میں یہاں کی برٹش بون بچیوں میں سے تعلیمِ قرآن اور اردو کے علاوہ ایک بچی کو فارسی بھی پڑھائی جس نے بعد میں انڈیا جا کر عالمہ کورس مکمل کیا۔

جناب منشی اصغر علی صاحب مرحوم کے کچھ ہی زمانہ بعد والد گرامی قدر علیہ الرحمہ کا وصال ہو گیا۔ اور بچپن ہی میں ایک باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

انتقال کے بعد کا یہ واقعہ بھی بھلا کیسے بھلایا جا سکتا ہے کہ فاتحہ سوم کے موقع پر ایک بہت بڑا پروگرام منعقد ہوا تھا۔ دور دور سے علمائے کرام تشریف لائے تھے اور لاؤڈ اسپیکر پر ابا حضور کے تعلق سے تعزیتی کلمات اور ان کی دینی خدمات کا تذکرہ کر رہے تھے۔ اسی دوران ہمارے بڑے بھائی اور ہمارے محسن جنہوں نے ابا حضور کے چلے جانے کے بعد ہمیں سنبھالے رکھا یعنی حضرت یزدانی میاں صاحب قبلہ، ان کو نعت شریف پڑھنے کے لئے کھڑا کیا گیا اور انہوں نے اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی لکھی ہوئی یہ نعت شریف پڑھنی شروع کی:

لم یاتِ نظیرک فی نظر مثلِ تو نہ شد پیدا جانا

جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہِ دوسرا جانا

اور جب اس کے بعد اس شعر پر پہونچے

البحر علا و الموج طغیٰ من بیکس وطوفاں ہوش ربا

منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا، موری نیا پار لگا جاتا

چونکہ ابا حضور کی اچانک جدائیگی کا زخم بالکل تر وتازہ تھا اس شعر کے مفہوم نے اسے کریدڈالا پڑھتے پڑھتے جب یہاں پہونچے "منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا" تو بے قابو ہوگئے اور رنج والم میں ڈوبی ہوئی بے ساختہ ایک چیخ نکل پڑی، روتے روتے نڈھال ہوگئے۔ان کے اسطرح ہمک ہمک کر رونے سے مجمع پر کیا اثر ہوانہیں معلوم! مگر ہم سب پر اور خاص طور سے والدہ ماجدہ پر کیا گزری اس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا!

بس اسی پر اپنی بات کو ختم کیا جاتا ہے۔آخر میں دعا ہے اللہ جل شانہ اپنے حبیب کے طفیل والدہ ماجدہ کو صحت وطاقت عطا فرمائے۔اور جملہ ہمشیران وبرادران میں میل ومحبت قائم ودائم رکھے،اور اس دیار غیر میں ہمارے بال بچوں اور برادر عزیز حضرت سید محمد عرفانی میاں صاحب کے بال بچوں کو بھی اپنے حفظ وامان میں رکھے(آمین)

سیدہ ام ہانی اشرفی

(بولٹن۔یو،کے)

امام النحو علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی

مولانا محمد انور علی رضوی نانپاروی (ایم۔اے)
(مدرس جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف)

صدر العلماء، فخر الاساتذہ محقق عصر امام النحو شارح بخاری حضرت علامہ غلام جیلانی میرٹھی ابن مولانا الحاج سید غلام فخر الدین ابن مولانا حکیم سید سخاوت حسین صاحب حافظی فخری سلیمانی قدس سرہم ۱۱ر رمضان المبارک ۱۹۰۰ء میں ریاست دادوں ضلع علی گڑھ میں پیدا ہوئے، آپ کے دادا بزرگوار نے اپنے آبائی وطن سہوان ضلع بدایوں سے ترک سکونت کر کے یہاں اقامت کی تھی، آپ کا نام غلام محی الدین جیلانی رکھا گیا، آپ کا شمار علماء اہل سنت کی برگزیدہ صف کے ممتاز افراد میں ہوتا ہے، آپ نسبا سید مذہبا حنفی اور مسلکا رضوی سنی تھے، اور طریقت کے اعتبار سے قادری اشرفی تھے۔

تعلیم وتربیت

درجہ چہارم تک کی تعلیم حاصل ہو جانے کے بعد آپ کے چچا حضرت علامہ مولانا سید غلام قطب الدین برہمچاری علیہ الرحمہ نے آپ کو جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں لیجا کر داخل کر دیا، یہاں آپنے آمدنامہ سے لیکر فصول اکبری تک پڑھا، اس کے بعد ۱۹۲۲ء میں شمس العلماء حضرت علامہ مولانا قاضی شمس الدین احمد جونپوری مصنف قانون شریعت علیہ الرحمۃ وغیرہ کے ہمراہ اجمیر شریف بغرض حصول تعلیم پہونچے اور درجہ شرح جامی میں داخلہ ملا، آپ کا یہ زمانہ بڑی عسرت وتنگی اور پریشانی سے گزرا، آپ نے بڑی محنت ولگن کے ساتھ یہاں ملاحسن تک کی کتابیں پڑھیں، ۱۳۵۱ھ میں حضرت صدر الشریعہ علامہ حکیم محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کی ہمرکابی میں مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف چلے آئے، اور جامعہ رضویہ منظر اسلام میں رہ کر باقی کتب درسیہ اور حواشی وشروح کی تعلیم حاصل کی۔

۱۳۵۲ھ میں جامعہ رضویہ منظر اسلام کے سالانہ جلسے میں حضرت حجۃ الاسلام علامہ مولانا شاہ حامد رضا خان قادری برکاتی علیہ الرحمہ نے آپ کے سر پر دستار فضیلت باندھی، اور سند فضیلت عطا فرمائی۔

اساتذہ کرام

آپ کے اساتذہ کرام حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین صاحب، مراد آبادی، صدر الشریعہ، حضرت مولانا حکیم ابو العلی محمد امجد علی اعظمی رضوی، حضرت مولانا عبد العزیز صاحب فتح پوری، حضرت مولانا مفتی امتیاز احمد صاحب انبیٹھوی، حضرت مولانا سید عبد المجید صاحب، حضرت مولانا عبد الحی صاحب افغانی، حضرت

مولانا عبداللہ افغانی، تلمیذ حضرت مولانا پردل صاحب، حضرت مولانا سید امیر احمد صاحب پنجابی، رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ہیں۔

آپ کے رفقاءِ درس

حضرت مولانا سردار احمد صاحب محدث اعظم پاکستان، امین شریعت علامہ مولانا مفتی رفاقت حسین صاحب، مجاہد ملت حضرت علامہ مولانا حبیب الرحمن صاحب، رئیس اعظم اڑیسہ، حافظ ملت حضرت علامہ مولانا عبدالعزیز صاحب محدث مرادآبادی وغیرہم قدست اسرارہم آپ کے خصوصی رفقاءِ درس رہے۔

تلامذہ

آپ کے شاگردوں کی تعداد سینکڑوں ہے، جو اکناف عالم کے مدارس اہل سنت اور یونیورسٹی کالجوں، میں بھی درس وتدریس کے منصب پر فائز المرام ہیں۔

حضرت صدر العلماء امام النحو شارح بخاری علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ حضرت صدر الشریعہ علامہ حکیم ابوالعلی مفتی محمد امجد علی اعظمی رضوی قدس سرہ کے ممتاز شاگردوں میں سے تھے۔

تدریسی خدمات

بعد فراغت تدریس کی ابتدا مدرسہ محمدیہ جائس سے کی، وہاں سے دارالعلوم عظمت نشان کرنال کے صدر مدرس ہوکر تشریف لے گئے۔ اس کے بعد کانپور کی مرکزی سنی درسگاہ مدرسہ احسن المدارس قدیم میں صدر رہے پھر ماہ شوال ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء میں خان بہادر الحاج بھیا بشیر الدین صاحب رئیس اعظم لال کرتی میرٹھ کی دعوت پر ان کے مدرسہ اسلامی اندرکوٹ میرٹھ کے منصب صدارت مدرسین کو رونق بخشی اور اس مدرسہ میں حیات کے آخری لمحے تک رہے۔

بیعت وخلافت

آپ کو بیعت وخلافت کا شرف شیخ المشائخ حضرت علامہ مولانا شاہ علی حسین صاحب اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمہ والرضوان سے تھا، تاہم آپ کا دلی لگاؤ اور ذہنی رجحان تاجدار اہل سنت مجدد ابن مجدد اعظم حضور مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہ سے از حد تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ہر دینی امر میں شہزادہ اعلیٰ حضرت کی طرف رجوع فرماتے اور انہیں اپنا مقتدی وپیشوا مانتے۔

ممتحن وصدر کمیٹی

آپ تاحیات دارالعلوم اہل سنت جامعہ رضویہ منظر اسلام سوداگران بریلی شریف کی کمیٹی کے صدر اعلیٰ رہے اور اس جامعہ کے سالانہ ممتحن بھی تھے۔ ۱۹۷۸ء تک ہر سال پابندی کے ساتھ جامعہ منظر اسلام کا سالانہ

امتحان لیتے رہے۔

امام اہلسنت سے عقیدت

آپ مجدد اعظم امام اہل سنت سرکار اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایسے شیدائی وفدائی تھے کہ آپ اکثر حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے کمال باطنی وجمال ظاہری کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔ اور امام اہل سنت کے کمال علوم وفنون کا ذکر جب بھی آپ اپنی تحریر وتقریر میں کرتے تو بڑے ادب واحترام اور القاب وآداب کے ساتھ سرکار اعلیٰ حضرت کا نام نامی اسم گرامی لیتے تھے۔ اس طرح کہ "مجدد مأة حاضرہ مویدملت طاہرہ، امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ القوی" اور اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی کے علم وفضل وکمال وشرف وبزرگی کے بیان میں اس طرح رطب اللسان رہا کرتے تھے کہ لوگ آپ کو رضوی مرید سمجھتے تھے لیکن بعد وصال پتہ چلا کہ آپ سلسلہ اشرفیہ سے بیعت ہونے کے سبب اشرفی تھے۔

مدرس ومقرر

آپ باصلاحیت، ممتاز مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین خوش بیان مقرر وخطیب اور لفظوں کی قدر وقیمت جاننے والے مصنف بھی تھے۔

آپ درسی کتب کے لئے اردو زبان میں تراجم وحواشی اور شروح لکھنے کے لئے ہرگز تیار نہیں تھے، کیونکہ اس سے عربی استعداد کمزور ہوجاتی ہے لیکن جب مدارس کے طلبا ومدرسین کے بارے میں سنا کہ وہابیوں، دیوبندیوں کی تصنیف کردہ ناقص وغلط تراجم وشروح اور حواشی اپنے زیر مطالعہ رکھتے ہیں اور آپ کے ہمعصر علماو مشائخ نے بھی پیہم اصرار بسیار کیا تو پھر آپ نے اپنا قلم فیض رقم اٹھایا اور چند درسی کتب کے تراجم وشروح لکھ کر علم کا ایسا دریا بہایا کہ جس سے وہابیت، نجدیت، دیوبندیت کی جہالت وناوانی کا پردہ چاک ہوگیا۔ اور ایوان باطل میں زلزلہ آگیا۔ آپ کے یہ علمی شاہکار آج بھی تابندہ روزگار ہیں۔

تصنیفات

آپ کی تصنیفات میں بشیر القاری، شرح بخاری، بشیر الناجیہ شرح کافیہ، البشیر الکامل شرح شرح مائۃ عامل، البشیر شرح نحومیر، نظام شریعت، عظیم انجاح، صحیح المسلک، صحیح النظر، تبصرہ اعجاز بر تنقید سرفراز، عذاب آسمانی برفرقہ قادیانی، انگریزی ایجنٹ، وغیرہ ہیں۔

کتب خانہ سمنانی

دین حق کے فروغ اور معاشی استحکام کے لئے آپ نے ایک دینی کتب خانہ قائم کیا جس کا نام کتب

خانہ سمنانی رکھا، جس کے ذریعہ علمائے اہل سنت خصوصا سیدنا اعلی حضرت بریلوی قدس سرہ کی تصنیفات و تالیفات کی اشاعت کا کام بحسن وخوبی انجام پایا۔آپ کے وصال کے بعد یہ کتب خانہ میرٹھ سے سنبھل منتقل ہوگیا اور اس کا نام بدل کر مکتبۃ الجیلانی ہوگیا ہے۔

اولاد کرام

آپ کی متعدد اولادیں ہیں۔

حج وزیارت

۱۳۸۹ھ میں آپ حج وزیارت سے بہرہ ور ہوئے۔

آپ کو درس نظامی کے جملہ علوم وفنون میں یکساں مہارت تامہ حاصل تھی۔

مولی تعالیٰ ان کے فیضان علمی سے ہمیں اور تمام اہل سنت کو ہمیشہ مالامال فرمائے، آمین۔

وصال

۲۹ رجمادی الاولیٰ، ۱۳۹۸ھ مطابق مئی ۱۹۷۸ء میں اس دار فانی سے ملک جاودانی کا سفر فرمایا اور سن وصال ہے۔"تام فقیہ واحد، اشد علی الشیطان من الف عابد"۔۱۳۹۸ھ

مزار شریف

آپ کا مزار پرانوار میرٹھ میں فیض بخش خاص وعام ہے۔

بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ

ذکر السید سیدٌ

حضرت مولانا محمد ایوب القادری دانا سلطان پوری

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

الحمد للہ! عزیز الاکرم مولانا المکرم فاضل جلیل حضرت علامہ محمد ایوب صاحب اشرفی مشی سلمہ ربہ سنبھلی مرادآبادی سے دلی میں چند لمحہ کی ملاقات ہوئی، ایک دوسرے سے متعارف ہوئے، مولانا موصوف نے فرمایا کہ صدر العلماء حضرت مولانا سید غلام جیلانی صاحب میرٹھی علیہ الرحمۃ الرحمانی کے بارے میں کچھ لکھ دیجئے، چونکہ میں ایک کتاب "صدر العلماء" پر ترتیب دے رہا ہوں اور میں اپنے علمائے اہلسنت کے مضامین اور تاثرات قلم کو شریک کتاب کرنا چاہتا ہوں!!

اس غرض سے یہ ناچیز بھی چند سطریں نذر ناظرین کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہے۔ اگر چہ یہ کوئی مضمون یا مقالہ نہیں ہے بلکہ دل وجگر میں چھپی ہوئی نسبت محبت کی چند قاشیں ہیں جو نذر عقیدت کے طور پر نذر کر رہا ہوں۔

وہ عاشقان رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جو اپنے درس وتدریس تصنیف وتالیف کی بدولت آسمان عزت و عظمت میں ستاروں کی طرح چمکتے رہے اور چمنستان شہرت میں پھولوں کی طرح مہک رہے ہیں۔ ان خوش نصیب علمائے اہلسنت کی فہرست اتنی طویل ہے کہ ان کا حصر وشمار ہماری طاقت واقتدار سے باہر ہے۔ مثلاً محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب لائلپوری علیہ رحمۃ القوی، حکیم الامت امین شریعت حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب بدایونی علیہ الرحمۃ، صدر الافاضل مفسر اعظم حضرت مولانا سید نعیم الدین صاحب محدث مرادآبادی علیہ الرحمۃ، فقیہ ملت صدر الشریعت حضرت مولانا امجد علی صاحب اعظمی علیہ الرحمۃ، فقیہ عصر شمس العلماء حضرت مولانا شمس الدین صاحب جعفری جونپوری علیہ الرحمۃ، حافظ ملت حضرت مولانا عبد العزیز صاحب محدث مرادآبادی علیہ الرحمۃ، شیر بیشہ اہلسنت حضرت مولانا حشمت علی خان صاحب پیلی بھیتی علیہ الرحمۃ، پاسبان ملت خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد صاحب نظامی الہ آبادی علیہ الرحمۃ، رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری صاحب جمشید پوری علیہ الرحمۃ، فقیہ ملت حضرت مولانا مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمۃ، نائب مفتی اعظم ہند حضرت مولانا شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمۃ اوام اللہ علینا برکاتہم وفیوضہم،

متذکرہ بالا ذوات میں سے ہمارے، بحر العلوم صدر العلما حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ الرحمانی بھی ہیں۔ ان سبھوں کا ذکر بڑا ہی دلکش، دلربا، دل پسند، اور ایک ایسا چمن زار ہے جس کا ایک ایک پھول قلب و روح کی فرحت و تازگی کے لئے عجیب تاثیر رکھتا ہے۔ اور کیوں نہ ہو یہ سارے حق پرست علمائے ربانیین ہیں جن کے مقدس سینوں میں محبت رسول کے ہزاروں پھول کھلے ہوئے ہیں یہ سب کے سب اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے دریائے علم وفضل کے پیراک اور غواص ہیں۔

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
ہزاروں رحمتیں ہوں اے امام احمد رضا تجھ پر

اسی ''بحر علم رضا'' سے نہا کر میرٹھ کے افق سے ایک علم وفضل کا آفتاب صدر العلما بدر الصفاء بحر العلوم حضرت مولانا سید غلام جیلانی علیہ الرحمۃ الرحمانی کے نام سے طلوع ہوا جس نے تھوڑے ہی عرصے میں اپنی خداداد علمی صلاحیتوں، درس وتدریس، تعلیم وتعلم اور تصنیف وتالیف کے ذریعہ مسلمانان عالم کے اہل علم کے دلوں میں اپنے علم وعمل کا گھر بنا کر انہیں خراج تحسین پیش کرنے پر مجبور کر دیا، اپنی کم سخنی کے باوجود بھی افہام و تفہیم سمجھنے سمجھانے کا نیا نرالا، اچھوتا مگر دلگیر انداز قدرت نے عطا فرمایا تھا۔ کہ بات ہی بات میں اپنی بات طالبین کے دل ودماغ میں اتار دینا یہ آپ کا اپنا ایک منفرد کمال تھا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ۔

سمجھ میں بات آجائے بلاغت اس کو کہتے ہیں
اثر ہو سننے والوں پر فصاحت اس کو کہتے ہیں

زیادہ تو نہیں چند ماہ حضرت کا شرف تلمذ حاصل رہا، اس اثنا میں جو کچھ دیکھا، یا جو کچھ سنا وہ شریعت و سنت کا آئینہ دار تھا، صوم وصلوۃ کی پابندی، شب خیزی، رکوع وسجود قیام وقعود اور درد ومحبت سے لبریز دعا و آہ سحر گاہی وغیرہ میں نہ یہ کہ صرف عالمانہ شان مترشح ہوتی بلکہ ایک فقیرانہ تاثر پایا جاتا تھا۔ بہرنوع آپ کے لیل ونہار کے مشاغل دیکھ کر یہ کہنا پڑتا تھا کہ۔

خدا جانے یہ دنیا جلوہ گاہ ناز ہے کس کی
ہزاروں اٹھ گئے پھر بھی وہی رونق ہے محفل کی

آپ کا انداز تکلم نہایت محمود خصیص سنجیدہ ایک عارفانہ خطیبانہ جز رومد اور متانت کی دل نشینی، دل ربائی اور دل بستگی کی ادا لئے ہوئے ہوتا تھا مجلسی گفتگو ایمانی، نورانی، عرفانی، روحانی، حقانی اور قرآنی ہوا کرتی تھی۔ سامعین کا اٹھنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ آپ بڑے خوش طبع، خوش مزاج، صاف گو تھے۔ مزید برآں خندہ پیشانی سے پیش آنا یہ سب آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ حاضر جوابی کا یہ عالم تھا کہ سائل کا سوال ختم ہوتے ہی جواب حاضر رہتا تھا،

سن کر ایسا لگتا تھا کہ یہ ''الہامی'' جواب ہوگا۔ ہر جملہ محبت کی شیرینی میں ڈوبا ہوا لبہائے مبارک سے جھڑتا تھا۔
بہر حال آپ ہمارے انہی علمائے ملت اسلامیہ میں سے تھے جن کے بارے میں سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ "موت العالم موت العالم" ایک عالم کا مرنا عالم کا مرنا ہے۔

چنانچہ حضرت صدر العلما بحر العلوم مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ الرحمانی نے اپنے بعد جو خلا چھوڑا ہے وہ اگر چہ ابھی تک خالی ہی پڑا ہے تاہم آپ نے ہزاروں تلامذہ اور بہت ساری تصنیفات اور تالیفات سے امت مسلمہ کو نوازا ہے جو تا قیامت قوم مسلم کے بیچ مستند دستاویز اور رہنمائی کا حق ادا کرتے رہیں گے۔

خدا کی دین ہے جس کو نصیب ہوجائے
ہر ایک دل سے کبھی دل نہیں ملتا

محتاج کرم
محمد ایوب القادری داتا سلطان پوری
مقیم حال دلّی (بائیس خواجہ کی چوکھٹ)

تذکار صدر العلماء

مبلغ اسلام حضرت علامہ بدر القادری بانی اسلامک اکیڈمی
(ڈیگ ہاگ ہالینڈ)

صدر العلماء امام النحو حضرت علامہ غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ برصغیر میں دور اخیر کے اس عظیم گروہ علماء وصلحاء سے تعلق رکھتے ہیں جن کے فیضان علمی وروحانی سے ایک عہد کو حیات تازہ نصیب ہوئی۔ علمائے حق دین کی خدمت محض رضاء الٰہی کے لئے کرتے ہیں، دنیا میں انھیں اپنی کدو کاوش اور مشقتوں کے عوض کسی شے کی تمنا نہیں ہوتی۔ وہ حضرات اپنی تمام تر مساعی کا بدلہ اور جزا خداوند قدوس سے لینے کے تمنائی ہوتے ہیں۔ ان میں سے اکثر کی حیات کا خلاصہ "نیکی کر دریا میں ڈال" جیسا ہوتا ہے۔

میں بیحد شرمسار ہوں کہ محب مخلص حضرت علامہ محمد منشا تابش قصوری دامت برکاتہم کے درجن بھر مکتوبات گرامی اور فاضل گرامی حضرت علامہ مولانا محمد ایوب اشرفی حشمتی سنبھلی زید مجدہ کے متعدد خطوط اور ٹیلی فون یاد دہانی کے باوجود حضرت صدر العلماء علیہ الرحمہ کی "محسن ملت" شخصیت پر سنجیدگی سے کوئی مقالہ نہ لکھ سکا ۔ ہالینڈ میں رہ کر اپنی بے تکی مصروفیات کی کہانی کیا لکھوں۔ اشارۃً بس اتنا کہنا از بس ہے کہ تحریر وانشاء پردازی بھی ایک ایسا شغل ہے جو ماحول چاہتا ہے۔ ایک شعر سپرد قلم کرتا ہوں کہ شاید اس سے کچھ ترجمانی ہو سکے۔

ہمسفر چھوٹے تو انداز سفر بھول گئے
ہم وہ کیسے مسافر ہیں کہ گھر بھول گئے

حضرت صدر العلما علیہ الرحمۃ والرضوان ان مردان جلیل کے زمرے میں آتے ہیں جنہوں نے خدمات دینیہ اور اہل سنت کی تبلیغ کے کام اس انہماک اور توجہ سے سرانجام دیئے کہ اپنے مشن میں گردوپیش کی تمام دنیا سے بے پرواہ ہو گئے۔ حضرت کے دور طالب علمی سے لے کر اخیر دور حیات پر نگاہ دوڑایئے تو ایک سیماب صفت، بیقرار روح سے تعارف ہوتا ہے۔ حضرت صدر العلما علیہ الرحمۃ والرضوان کی سوانح ہماری ملت کا سرمایہ ہے۔ ضرورت ہے کہ اسے قلم بند کیا جائے ان کی حفاظت کی جائے اور ان کی پر مشقت اور قابل تقلید زندگی آنے والی نسلوں کے لئے باوقار انداز میں پیش کی جائے۔ ورنہ امتداد زمانہ کے ساتھ وہ قیمتی افراد جن کے سینے ایسے بزرگوں کے کارناموں کے امین ہوتے ہیں رفتہ رفتہ رخصت ہو جاتے ہیں اور پھر روایات کا جمع کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ یقیناً میں ذاتی طور پر بارگاہ صدر العلماء میں حاضری سے شرمسار ہوں کہ مختلف جہتوں سے یاد دہا

نیوں کے باوجود میں اپنی فضول مشغولیات سے اس کام کے لئے وقت نکال کر کچھ نہ کرسکا۔ بزرگوں کے حالات زندگی اور صحیح معلومات کی فراہمی کے لئے بھی ایک روشن عہد ہوتا ہے۔اس کے اندر ہی کام کیا جائے تو کام کا حق ادا ہو پاتا ہے۔

حضرت صدر العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان ہمارے عہد زریں کی ایک ناقابل فراموش شخصیت ہیں جو حسب ونسب اور اخلاق وکردار ہر لحاظ سے قابل فخر اور قابل تقلید ہیں۔

علی گڑھ کے مشہور علمی قصبہ دادوں میں آپ کی ولادت ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ یا ۱۳۱۸ھ بمطابق ۱۹۰۰ء کو ہوئی۔ والد ماجد کا اسم شریف مولانا سید غلام فخر الدین بن علامہ سید سخاوت حسین فخری سلیمانی ہے۔

سادات کرام کے اس مبارک گھر میں آپ سے قبل آپ کی چار بہنیں پیدا ہو چکی تھیں۔ آپ کے والد ماجد علیہ الرحمہ سرکار بغداد شہنشاہ قادریاں غوث صمدانی محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عاشق زار اور نوازے ہوئے تھے۔ ہر ماہ فاتحہ گیارھویں شریف کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ چار بچیوں کے بعد ان کے دل میں اولاد نرینہ کی خواہش نے انگڑائی لی۔ بس کیا تھا خداوند قدوس قادر وقیوم کے حضور جو دنیا زلتانے جھک پڑے۔ اور حضور غوث اعظم دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وسیلہ پیش کیا۔ اور شاندار فاتحہ غوثیہ کی منت مان لی۔ ادھر دل بے قرار کی صدا بلند ہوئی ادھر اجابت نے بڑھ کر استقبال کیا اس کے بعد کسی روحانی بزرگ نے خواب میں ولادت فرزند کی خوشخبری سنائی۔ گیارھویں والے سرکار کا تصرف کہ عین ۱۱ رمضان المبارک کو آپ کی ولادت ہوئی۔

حضرت صدر العلماء علیہ الرحمہ کے والد نہایت صالح اور دیندار متقی تھے، دادا جان حضرت علامہ سید سخاوت حسین علیہ الرحمہ اپنے وقت کے عالم اور عارف حق بزرگ تھے آپ ان مجاہدین اسلام میں سے تھے جنھوں نے علامہ فضل حق خیر آبادی کے پرچم تلے انگریزوں سے جہاد میں حصہ لیا تھا جس کے باعث آپ کی جائداد انگریزوں نے ضبط کرلی تھی امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی بزم میں جب آپ کا ذکر آتا تو اعلیٰ حضرت سینہ پر دست مبارک رکھ لیا کرتے تھے۔ آپ کی کرامات وتصرفات کے متعدد واقعات علاقہ میں زبان زد خاص وعام ہیں۔

حضرت صدر العلماء علیہ الرحمہ کے چچا مولانا سید قطب الدین برہم چاری علیہ الرحمہ نہایت جید عالم ہندوؤں کی تمام مذہبی کتابوں ویدوں کے ماہر تھے۔ آپ نے بنارس کے مندروں میں ہندو دھرم کے بڑے بڑے ودوانوں کے پاس لباس تبدیل کر کے ان کے علوم حاصل کیے رات کو مندر کے اندر نمازیں پڑھ لیا کرتے تھے آپ کی تبلیغ سے سینکڑوں پنڈتوں اور گروؤں نے اسلام قبول کیا۔

حضرت صدر العلماء علیہ الرحمہ جب شعور کی منزل میں داخل ہوئے تو خاندانی طریقہ کے مطابق رسم بسم اللہ خوانی کی گئی اور ابتدائی دینی اور مذہبی تعلیم کا آغاز ہو گیا، آپ شروع ہی سے نہایت ذکی فطین اور زیرک

تھے، سعادت مندی کے آثار پیشانی ہی سے ظاہر تھے اردو اور ناظرہ قرآن مجید کی تعلیم گھر پر ہی ہوئی، وطن کے سکول میں چوتھی تک تعلیم ہوئی پھر چچا محترم نے ساتھ لیا اور مراد آباد مدرسہ انجمن اہل سنت میں لاکر داخل کرادیا۔ یہ وہی شہرہ آفاق ادارہ ہے جسے زمانہ آج جامعہ نعیمیہ کے نام سے جانتا ہے۔ اس عظیم مرکز میں آپ نے فارسی سے لے کر ابتدائی عربی اور صرف ونحو کی کتابیں پڑھیں۔ آپ کو حصول علم کا بیحد شوق تھا، خود حضرت صدر الا فاضل استاذ العلماء حضرت علامہ شاہ نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ نے خصوصی توجہ کے ساتھ ابتدائی اہم کتابوں کا درس دیا جن میں سے چند کتابیں یہ تھیں۔ گلستاں، قدوری۔ قال اقول کے ابتدائی حصے۔ تعلیم میں محنت کے ساتھ ساتھ صدر الا فاضل کی خصوصی توجہ پانے کے لئے آپ ان کی خدمت بھی کرتے۔ ایک طرف آپ کے پاؤں دباتے۔ سر میں مالش کرتے دوسری طرف حضرت اپنے دریائے علم سے انہیں سیرابی بخشتے تھے۔

حضرت صدر الا فاضل علیہ الرحمۃ ایک ہمہ جہتی مشغولیت رکھنے والے اسلامی قائد تھے اور اس دور کے ہندوستان میں ان کی ضرورت مختلف محاذوں پر تھی اس لئے صرف تعلیمی پابندیوں میں رہ کر آپ قوم وملت کی ذمہ داریاں ادا نہیں کر سکتے تھے، کہیں ارتداد کے دروازے کھل رہے تھے اور نئی نئی ہندو تنظیمیں مسلمانوں کو ان کے دین ومذہب سے منحرف کرنے پر تلی ہوئی تھیں۔

کہیں نصاریٰ پادری اسلام کے خلاف محاذ کھولے ہوئے تھے اور روز نئے نئے اعتراضات اور فتنوں کے ساتھ مسلمانوں کا ایمان برباد کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ وہابی اور دیوبندی فتنے اس پر مستزاد تھے۔ اہل سنت کا اپنا کوئی سیاسی پلیٹ فارم بھی نہ تھا، حضور صدر الا فاضل علیہ الرحمۃ ہی تھے جو ہر مخالف آندھی کے سامنے سینہ سپر ہوتے تھے۔ حضور صدر الا فاضل علیہ الرحمۃ اور ان کے رفقا کی گوناں گوں مصروفیات کے سبب جامعہ نعیمیہ کے کام میں ناہمواری پیدا ہوئی تو بہت سے طلبہ وہاں سے دوسرے مدارس کا رخ کرنے لگے۔

اسی زمانہ میں صدر العلماء اپنے چھ ساتھیوں کے ساتھ مراد آباد سے اجمیر شریف جامعہ معینیہ کا رخ کر تے ہیں۔ جہاں ان دنوں صدر الشریعہ فقیہ عصر حضرت مولانا علامہ شاہ محمد امجد علی قادری رضوی علیہ الرحمۃ کا آفتاب علم نصف النہار پر تھا۔ یہ ۱۹۲۳ء کا زمانہ تھا۔

انہی طلبہ میں حافظ ملت محدث مبارک پوری، قاضی شمس الدین جونپوری، قاری اسد الحق صاحب ، حافظ ضمیر حسین مراد آبادی بھی تھے۔ طالبان راہ حق اور عاشقان علوم اسلامیہ کا یہ مختصر قافلہ ایک شب دہلی میں جامعہ نعمانیہ میں علامہ وصی احمد سہسرامی کے پاس رکا اور تیسرے روز دار الخیر اجمیر مقدس میں وارد ہوا۔ راہ میں زاد سفر کی قلت کے سبب بھنے ہوئے چنوں پر وقت گزاری کی گئی۔ اجمیر شریف پہنچنے پر شدت جوع نے اتنا ڈھال کر دیا تھا کہ سب نے روٹی کے سوکھے ٹکڑوں کو نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر تناول کیا کچھ روز اس انداز میں گزرے کہ کھانے پینے کا کوئی معقول انتظام نہیں تھا۔ قرض کی رقم سے آٹا خرید کر روٹی پکائی جاتی اور نمک مرچ سے بنی ہوئی

چٹنی پر گزارا ہوتا۔

گویا آپ نے اور آپ کے رفقاء حضر نے دور قدیم کے علماء کی طرح جفاکشی، مشقت اور بھوک پیاس سے رہکر حصول علم کی راہ میں جادہ پیمائی کی۔ اور لیلائے علم کی خوشنودی حاصل کرتے رہے۔ اجمیر مقدس میں حضرت صدر العلماء، حضرت حافظ ملت، حضرت شمس العلماء وغیرہ نے صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ اور دیگر اساتذہ کرام سے خوب خوب اکتساب علم کیا۔ حضرت صدر العلماء علیہ الرحمۃ بالخصوص علم نحو میں درجہ کمال کو پہونچے اور اس فن کے امام اور مجتہد کا مقام حاصل کرلیا۔ آپ اس فن میں اپنے معاصرین پر سبقت لے گئے اسی لئے متفقہ طور پر سب نے انہیں امام النحو:: کا خطاب دیا۔ اجمیر مقدس میں آپ تمام اساتذہ کے منظور نظر رہے۔ بالخصوص آپ پر صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی نگاہ کرم تھی۔

ان دنوں اجمیر مقدس میں دیگر اساتذہ کرام یہ تھے۔

(۱) علامہ حکیم سید عبد المجید صاحب

(۲) مولانا عبد الحی افغانی

(۳) علامہ برکات احمد ٹونکی

(۴) علامہ عبد اللہ افغانی

(۵) علامہ سید امجد صاحب پنجابی

(۶) استاذ القراء حضرت مولانا غلام نبی ٹونکی علیہم الرحمۃ والرضوان۔

۱۳۵۱ھ میں دار العلوم معینیہ کے ناظم ومہتمد کے ناروا رویہ سے صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ دل برداشتہ ہوئے۔ یہ خبر پانے کے بعد حجۃ الاسلام حضرت علامہ شاہ حامد رضا خاں بن اعلی حضرت علیہا الرحمۃ کی خواہش پر اپنے ساتھ چالیس طلبہ کو لے کر بریلی شریف دار العلوم منظر اسلام چلے آئے۔ ان چالیس طلبہ میں صدر العلماء علیہ الرحمۃ بھی تھے۔ آپ کی فراغت ۱۳۵۲ھ دار العلوم منظر اسلام سے ہوئی۔ اور اپنے دست مبارک سے سند فراغت مع مہر ودستخط سے نوازا۔

صدر العلماء نے قدوۃ الکاملین، شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی علیہ الرحمہ کے دست مبارک پر عرس رضوی غالبا ۱۹۲۲ء میں بیعت کی اور اجمیر مقدس میں خلافت سے نوازے گئے۔

حضرت شیخ المشائخ ہی آئینہ غوث ونظام واشرف ہیں جن کے لئے سیدنا اعلی حضرت بریلوی فرماتے ہیں۔

اشرفی اے رخت آئینہ حسن خوباں
اے نظر کردۂ وپروردۂ سہ محبوباں

حضرت صدر العلماء کو سید الفقراء حضرت میاں راج شاہ سائد شریف گوڑگاواں سے بھی خلافت

واجازت حاصل تھی۔

حضرت صدر العلماء نے تدریسی میدان میں قدم رنجہ فرمایا تو طلبائے علوم اسلامیہ کو اپنے دریائے علم سے خوب خوب سیراب فرمایا۔ اور جن مدارس میں آپ کو مسند نشینی کا موقع ملا وہاں وہاں ان مٹ نقوش قائم کیے۔

حضرت کی تدریسی خدمات جن مقامات پر زیادہ ہوئیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) مدرسہ محمدیہ جائس ضلع رائے بریلی

(۲) دار العلوم عظمت اسلام کرنال

(۳) دار العلوم احسن المدارس شہر کانپور

(۴) دار العلوم اسلامیہ عربیہ اندرکوٹ شہر میرٹھ

شہر میرٹھ میں مدرسہ اسلامیہ کو آپ نے اپنے خون پسینے سے سینچا۔ بیالیس سال کا طویل زمانہ اسی دار العلوم میں بیٹھ کر خدمت علوم اسلامیہ سرانجام دیتے ہوئے بسر فرمایا۔ ۱۳۸۹ھ میں آپ نے سفر حج وزیارت فرمایا

حضرت صدر العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان ایک ماہر تعلیمات اور جامع الصفات مدرس ومربی تھے اور جن خوش نصیبوں نے حضرت کی درسگاہ سے فیض علم پایا۔ ان کی علمی وفنی صلاحیتیں، اور ان کی نکھری ستھری پاکیزہ زندگیاں ان کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

حضرت صدر العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے معاصرین میں اس لحاظ سے منفرد ہیں کہ آپ نے تدریس وخطابت کی راہ سے اسلامی خدمات سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ تصنیفی میدان میں بھی نمایاں کارنامہ سر انجام دیا ہے۔ حافظ ملت علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے تقریر وخطابت سب سے آسان ہے۔ تدریس اس سے دشوار اور سخت ہے اور تصنیف ان دونوں سے زیادہ ذمہ داری اور محنت چاہتی ہے۔

اس لحاظ سے ہم غور کرتے ہیں تو حضرت صدر العلماء کو اس تیسری جہت سے بھی دین ودانش کی بے بہا خدمت سرانجام دیتا دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے کئی تصانیف فرمائی ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) بشیر القاری شرح صحیح البخاری

(۲) بشیر الناجیہ شرح الکافیہ

(۳) البشیر الکامل شرح شرح مأۃ عامل

(۴) البشیر شرح نحو میر

(۵) نظام شریعت۔

ان میں سے تین کتابیں علم نحو سے متعلق ہیں۔۔۔ اور آخری کتاب نظام شریعت آسان زبان میں فقہی مسائل پر مشتمل ہے جن کی عام حالات میں ضرورت پیش آتی ہے۔ بشیر القاری شرح صحیح البخاری حضرت صدر

العلماء علیہ الرحمۃ کا علم حدیث میں وہ عظیم شاہکار ہے جو خوبیوں میں اپنی مثال آپ ہے۔

شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ جو خود حضرت صدر العلماء کے تلمیذ بھی ہیں اپنی شرح میں جگہ جگہ حضور صدر العلماء کی شرح سے استفادہ فرماتے ہیں۔ اس عظیم الشان کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے حضرت صدر العلماء کا چہرہ مبارک آنکھوں میں گھوم جاتا ہے۔ شاعر کہتا ہے۔

ٹپک پڑتے ہیں آنسو جب تمہاری یاد آتی ہے
یہ وہ برسات ہے جس کا کوئی موسم نہیں ہوتا

علم وفضل کا یہ آفتاب ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ۔ ۸ مئی ۱۹۷۸ء بروز پیر سہ پہر ۲ بج کر دس منٹ پر غروب ہوا میرٹھ میں مزار ہے جس سے فیض کی بارش ہوتی ہے۔

میرے محب گرامی حضرت علامہ محمد منشا تابش قصوری کا یہ مجھ پر بے پایاں خصوصی کرم ہے کہ وہ مجھ سے کاہل اور سست انسان کو دیکھ دیکھ کر کچھ لکھوانے کی کوشش فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ موصوف کی کرم طرازیوں میں مزید اضافہ فرمائے۔

ہمارے ایک دو نہیں سینکڑوں ایسے بزرگ علماء اور اکابر ہیں جن پر ہمیں ابھی بہت سا قلمی کام کرنا ہے۔ یقیناً ہمارے بزرگان سلف اور علمائے اکابر کی زندگیوں کے روشن نقوش ہمارے مستقبل کیلئے مشعل راہ ہیں میں اپنے کریم ومکرم بزرگ دوست علامہ تابش صاحب مدظلہ العالی کا شکر گزار ہوں کہ محض ان کی مخلصانہ اور بزرگانہ یاد دہانیوں نے مجھ سے یہ چند سطریں لکھوالیں۔ اگر وہ متواتر مجھ پر زور نہ ڈالتے تو میں حضرت صدر العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کی بزم میں حاضری سے محروم رہتا۔

مولیٰ تعالیٰ حضرت علامہ قصوری صاحب اور حضرت صدر العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے فرزند روحانی مولانا ایوب صاحب اشرفی شمسی سنبھلی خطیب برطانیہ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی علمی وروحانی فیض بخشیوں سے مسلمانوں کو مستفید فرمائے۔ آمین

کچھ یاد کر کے آنکھ سے آنسو نکل پڑے
مدت کے بعد گزرے تیری گلی سے ہم

نیاز مند
مولانا بدر القادری غفرلہ
اسلامک اکیڈمی، ہالینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام النحو علامہ شاہ غلام جیلانی میرٹھی
اور تعلیمات اعلیٰ حضرت کی اشاعت

بدر العلماء حضرت علامہ محمد تحسین رضا خاں بریلوی نبیرہ حضور استاذ زمن بریلوی
سابق شیخ الحدیث جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

امام النحو، صدر العلماء علامہ شاہ سید غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دنیائے علم وفضل کی ایک بڑی قد آور اور عظیم المرتبت شخصیت تھے، آپ کا علمی تبحر، دقت نظر، وسعت معلومات آپ کی عظیم القدر تصنیفات سے ظاہر وباہر ہے۔ جملہ متداول علوم ومتون میں رسوخ اور مہارت تامہ رکھتے تھے، اور علم نحو میں تو آپ کا مقام اس قدر بلند وبالا تھا کہ علماء وفضلا کے درمیان "امام النحو" کے عظیم الشان لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔

آپ کی پوری حیات مبارکہ درس وتدریس کے لئے وقف رہی، مرکز اہلسنت دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف سے ۱۳۵۲ھ میں فراغت کے بعد مسند تدریس کو زینت بخشی، اور آخر عمر تک اس مسند پر متمکن رہ کر علم ودانش کے گوہر لٹاتے رہے۔

آپ کو جدنا الکریم مجدد دین وملت، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز سے بڑی عقیدت ومحبت تھی۔ آپ کی تعلیمات ونظریات کی اشاعت میں مخلصانہ ساعی تھے، اپنے مکتبہ "کتب خانہ سمنانی میرٹھ" سے اعلیٰ حضرت کی متعدد کتابیں بڑے اہتمام سے چھپوا کر شائع فرمائیں۔ اور ان کتابوں کی اشاعت محض تجارتی غرض سے نہ تھی بلکہ اس میں تعلیمات اعلیٰ حضرت کی اشاعت کا جذبہ غالب تھا۔ کیونکہ ان میں بعض کتب ایسی بھی ہیں جن کی فروخت بہت محدود رہی ہوگی جیسے "الکلمۃ الملھمۃ"

عرس رضوی شریف میں ہر سال پابندی کے ساتھ شرکت فرماتے تھے، مجھے عرس رضوی ہی کے مواقع پر متعدد بار آپ کی زیارت حاصل ہوئی، بہت باوقار اور وجیہ شخصیت کے مالک تھے۔

عم محترم حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے ساتھ بھی بڑا والہانہ اور نیاز مندانہ تعلق رکھتے تھے، اپنی تصنیف لطیف "البشیر الکامل" کو حضرت کی بارگاہ میں پیش کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"فقیر اپنی اس علمی خدمت کو شہریار علم وہدایت، تاجدار اہلسنت، مفتی اعظم بھارت، ملجائے جوازم

وتواصب، ماوائے افاضل جلیل المراتب حضرت مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب زیب سجادہ رضوی، دام ظلہ العنوی کی خدمتِ بابرکت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کرتے ہوئے درخواست کرتا ہے کہ جلوات وخلوات کی مخصوص دعاؤں میں اپنے اس دیرینہ نیازمند کو پیش نظر رکھیں کہ:

نگاہِ لطف کے امیدوار ہم بھی ہیں

گر قبول افتد زہے عز و شرف

ان سطور میں حضرت سے متعلق جو کلمات توصیف لکھے گئے ہیں وہ اگر چہ مختصر ہیں مگر بڑے جامع اور معنویت کے حامل اور لمبی چوڑی مدح پر بھاری اور آپ کی انفرادیت اور امتیازی شان کے مظہر ہیں، اور حضور مفتی اعظم ہند سے آپ کی عقیدت ومحبت ونیازمندی کے آئینہ دار ہیں۔

یہ یقیناً افسوس کی بات ہے کہ دنیائے سنیت کی ایسی عظیم وجلیل شخصیت اور ان کی عظیم الشان علمی خدمات پر اب تک کوئی تحریری کام نہیں ہوا۔ خوشی کی بات ہے کہ جناب مولانا محمد ایوب اشرفی سلمہ نے اس اہم کام کا بیڑا اٹھایا ہے اور وہ اس تعلق سے ایک عظیم کتاب منظر عام پر لانے کے لئے کوشاں ہیں۔ عزیز موصوف لائق تحسین وآفریں ہیں۔ میری دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ آں عزیز کی اس خدمت کو قبول فرمائے۔ دارین کی سعادتوں سے مالامال فرمائے۔ اور اس کام میں جو لوگ بھی ان کے معاون ہیں ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

آمین، بجاہ سید المرسلین، وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

محمد تحسین رضا غفرلہ

مرکز الدراسات الاسلامیہ، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

صدر العلماء درس وتدریس کے شہنشاہ

حضرت علامہ مولانا سید شاہ تراب الحق صاحب قادری
(امیر جماعت اہلسنت کراچی۔ پاکستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدر العلماء، امام النحو، حضرت علامہ مولانا سید غلام جیلانی صاحب قبلہ میرٹھی علیہ الرحمہ والرضوان ایک بلند پایہ عالم دین، تحقیق وتدقیق میں یگانۂ روزگار اور تصنیف وتالیف، درس وتدریس کے ایک شہنشاہ کا نام ہے۔ جو صدر الشریعہ، بحر العلوم حضرت علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان اور سید المفسرین صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ آپ کی ولادت کا واقعہ بھی بڑا دلچسپ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سرکار غوث پاک کی ذات بابرکات کو بارگاہ الٰہی میں وسیلہ بنا کے اور آپ کی برکت سے ۱۱ رمضان المبارک ۱۹۰۰ء کو ریاست دادوں، علی گڑھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ اپنی ولادت کے حوالے سے خود ہی فرماتے ہیں:

"اور خاندانی دستور کے مطابق گیارہویں شریف کی فاتحہ بھی والد ماجد مرحوم کے معمولات میں داخل تھی، یکے بعد دیگرے چار لڑکیاں پیدا ہوئیں جن سے گھر بھر گیا۔ دل میں فرزند کی آرزو رکھتے تھے، پانچویں مرتبہ امید ہونے پر حسب ارشاد ربانی" وابتغوا الیہ الوسیلۃ "حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وسیلہ بنایا اور یہ نذر مانی کہ اگر اس مرتبہ فرزند تولد ہوا تو معمول سے زیادہ وسیع پیمانے پر گیارہویں شریف کی فاتحہ پیش کی جائے گی۔ خواب میں کسی بزرگ کی زیارت سے مشرف ہوئے، انہوں نے تولد فرزند کی بشارت دیتے ہوئے یہ ہدایت فرمائی کہ اس کا نام "غلام جیلانی" رکھا جائے۔ چنانچہ بتاریخ ۱۱ رمضان المبارک فقیر کی ولادت ہوئی اور وہی ارشاد فرمودہ نام رکھا گیا اور بڑی دھوم دھام سے گیارہویں شریف منائی گئی۔

(دیباچہ بشیر القاری شرح بخاری)

چوتھی جماعت تک اسکول میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدرسہ انجمن اہلسنت (جامعہ نعیمیہ) دیوان بازار، مرادآباد میں داخلہ لیا۔ صرف ونحو کی طرف میلان زیادہ تھا، اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ آپ کے جد امجد زبدۃ الکاملین، قدوۃ العارفین، حضرت علامہ مولانا حکیم سید سخاوت حسین علیہ الرحمۃ والرضوان صرف ونحو کے امام جانے جاتے تھے، مناظروں میں بھی صرفی ونحوی ابحاث چھیڑ کر مدمقابل کو زیر کرلیا کرتے تھے۔ لگتا ہے کہ یہ انہیں کا فیض اثر تھا کہ حضرت صدر العلماء بھی غیر معمولی طور پر نحو وصرف کی طرف طبعاً مائل تھے۔ خود ایک جگہ

ارشاد فرماتے ہیں:

”فقیر روزانہ بعد نماز صبح حفاظ کی طرح کافیہ کا دور کیا کرتا تھا، رمضان المبارک کی تعطیلات میں مکان پہنچ کر باقی ماندہ کافیہ کی اس طرح تکمیل کی کہ دوپہر تک شرح جامی سامنے رکھکر، کافیہ کی عبارت کا ایک حصہ حل کر کے بعد نماز ظہر اس کو زبانی یاد کرلیتا اور بعد نماز فجر کافیہ لیکر دورہ کے واسطے میل بھر جانا معمول میں داخل تھا۔ ایک مرتبہ واپسی پر راستے میں سن رسیدہ بزرگ سے ملاقات ہوئی جو نواب ابوبکر خان مرحوم کے یہاں سے رخصت ہوکر تشریف لارہے تھے، میں نے سلام عرض کیا، بعد جواب سلام ہاتھ میں کتاب دیکھ کر فرمایا: یہ کیا کتاب ہے؟ میں نے عرض کیا: ”کافیہ“۔ فرمایا: اسے کیوں لئے ہو عرض کیا زبانی یاد کرتا ہوں۔ اس پر قدرے متعجب ہوکر استفسار کیا کس کے لڑکے ہو، والد صاحب کا نام بتانے پر فرمایا: اچھا ٹھیک ہے، تمہارے دادا مولوی سخاوت حسین صاحب صرف ونحو میں یگانہ روزگار تھے، یہ انہیں کا اثر ہے۔ پھر کچھ دعائیہ کلمات فرما کر تشریف لے گئے۔ بفضلہ تعالیٰ میں اس رمضان المبارک میں کافیہ کا حافظ ہوگیا“ (ایضاً)

کچھ کتب صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان سے بھی پڑھیں، اور فرماتے ہیں کہ طبیعت میں تفحص وجستجو کا مادہ حضور صدر الافاضل کی ہی خدمت سے پیدا ہوا تھا۔ ہمارے اسلاف کرام تدریس کے ساتھ ساتھ کس طریقہ سے طلباء کی تربیت فرماتے تھے، اس کا ایک نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت صدر العلماء فرماتے ہیں:

”دوپہر کو بعد طعام (حضور صدر الافاضل) جب قیلولہ فرماتے تو پائے مبارک دبانے کی خدمت میرے سپرد تھی، اس وقت کسی پڑھے ہوئے مسئلہ پر اعتراض کر کے فرماتے کہ جواب سوچو اور تلاش کر کے لاؤ، جواب تک فہم کی رسائی نہ ہوتی تو کتب متعلقہ کی چھان بین کرتا، کبھی جواب مل جاتا اور کبھی نہ ملتا، تو اتہ پتہ بتا کر اشارہ فرماتے، اس پر اگر ذہن کی رسائی ہوگئی تو فبہا ورنہ صراحۃً جواب بیان فرمادیا کرتے تھے۔ اس طرح مشکلات کے استخراج کی استعداد پیدا ہوئی۔ عربی مکالمہ اور عربی انشا کی تمرین بھی آپ ہی نے کرائی تھی“ (ایضاً)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ پر حضرت صدر الافاضل کتنے مہربان تھے، اور کس طرح سے صدر الافاضل نے ان کے مزاج کو شروع ہی سے تحقیق وتفتیش کا خوگر بنایا۔ حضرت صدر الافاضل حضر کی طرح سفر میں بھی کبھی کبھی اپنے اس چہیتے شاگرد کو اپنی ہمرکابی کا شرف عطا فرماتے، بلکہ عنایات خسروانہ کا سلسلہ کس حد تک رہا اس کا اندازہ آپ حضرت علامہ مولانا مفتی عبد المنان صاحب قبلہ مبارکپوری کے بیان کردہ اس واقعہ سے لگالیجئے۔

حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ:

حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان جنہوں نے شرح جامی تک مرادآباد میں تعلیم

حاصل کی ہے فرماتے ہیں:

"میری شادی اس وقت ہو چکی تھی، پہلے فرزند کی اطلاع مرادآباد میں ہی بذریعہ خط موصول ہوئی، حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ کے مصاحبین میں ایک حاجی صاحب نے (جو آپ کی بزم میں ذریعہ تفریح تھے) مجھے چھیڑنا شروع کیا: جیلانی تمہارے لڑکا ہوا ہے، مٹھائی کھلاؤ! اب تم باپ ہو گئے! دوستوں کا منھ میٹھا کرو!

ایک دفعہ حضرت کی بزم میں بھی انہوں نے مجھ سے آہستہ آہستہ یہی کہنا شروع کیا، میں حضرت کے ادب کی وجہ سے کچھ بول نہیں سکتا تھا، حضرت نے حاجی صاحب کی سرگوشی ملاحظہ کی تو پوچھا کیا ہے حاجی صاحب؟ حاجی صاحب نے عرض کی حضور جیلانی میاں کے یہاں صاحب زادہ تولد ہوا ہے، میں ان سے اس کی مٹھائی مانگ رہا تھا۔ آپ نے ہنس کر فرمایا حاجی! آپ بڑے ہو گئے مگر آپ کو سلیقہ نہیں آیا، دادا کی موجودگی میں پوتے کی خوشی کی مٹھائی آپ اس کے باپ سے مانگتے ہو، تمہیں مجھ سے کہنا چاہیئے تھا کہ حضرت آپ کے پوتا آیا ہے۔ ہم لوگوں کو خوشی کی سوغات ملنی چاہیے۔ یہ فرما کر جیب سے دس روپیہ کا نوٹ نکالا اور فرمایا جاؤ مٹھائی لاؤ! میں نے دیکھا کہ واقعہ بیان کرتے وقت حضرت علامہ غلام جیلانی صاحب کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔ اور وہ کہہ رہے تھے کہ عبد المنان! میں جب تک زندہ رہوں گا حضور صدر الافاضل کی اس شفقت کی لذت کو بھول نہیں سکتا۔ (مقدمہ الطیب البیان ۱۵۶)

حضرت صدر العلماء نے دیگر اساتذہ سے بھی تحصیل علم کی، لیکن درس نظامی کی اکثر کتب حضور صدر الشریعہ علامہ مولانا حکیم محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان سے اجمیر شریف میں پڑھیں۔ اور ۱۳۵۱ھ میں جب حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ، حجۃ الاسلام حضرت علامہ شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کے کہنے پر بریلی شریف تشریف لائے تو حضرت صدر العلماء بھی دیگر طلباء کے ساتھ بریلی شریف آئے اور باقی کتب یہاں پڑھیں، اور یہیں منظر اسلام بریلی شریف سے آپ کی دستار بندی ہوئی۔

جو حضرات کرام آپ کے ساتھ شریک درس رہے ان میں بالخصوص قابل ذکر یہ ہیں:

(۱) مجاہد ملت حضرت علامہ ومولانا محمد حبیب الرحمٰن صاحب اڑیسوی (۲) محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ ومولانا سردار احمد صاحب گورداس پوری (۳) شمس العلماء حضرت علامہ ومولانا قاضی شمس الدین صاحب جونپوری (۴) امین شریعت حضرت علامہ ومولانا مفتی رفاقت حسین صاحب بہاری (۵) حافظ ملت حضرت علامہ ومولانا حافظ عبد العزیز صاحب مبارکپوری (۶) حضرت علامہ ومولانا محمد سلیمان صاحب بھاگلپوری (حضرت حافظ ملت اور حضرت علامہ سلیمان صاحب بھاگلپوری سے میرے استاذ محترم وخسر حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صاحب صدیقی علیہ الرحمہ نے بھی تحصیل علم کی) (۷) حضرت علامہ ومولانا غلام یزدانی

صاحب علیہم الرحمۃ والرضوان

۱۹۲۲ء کو بریلی شریف میں عرس اعلیٰ حضرت کے موقع پر شیخ الشیوخ، اعلیٰ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی میاں صاحب کچھوچھوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور ۱۲ ذوالحجہ ۱۳۵۰ھ کو حضور اشرفی میاں کچھوچھوی نے اپنی خلافت سے نوازا، جس میں دیگر سلاسل کے ساتھ سلسلۂ منوریہ کی بھی اجازت تھی جو صرف پانچ واسطوں سے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے۔

صرف ونحو کے تو آپ امام جانے ہی جاتے تھے لیکن درس نظامی کے جملہ علوم وفنون پر آپ کو کامل دسترس حاصل تھی، آپ کی محققانہ ومدلل تصانیف کے مطالعہ سے آپ کے تبحر علمی کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ نیز پاک وہند کی مشہور درسگاہوں میں زیب مسندان کے بیشمار فیض یافتہ حضرات اس دعوی کی منھ بولتی دلیل ہیں۔

۱۹۶۹ء میں جب یہ فقیر بریلی شریف حاضر ہوا تو حضرت کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، عرس اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے موقع پر کتابوں کا ایک عظیم ذخیرہ لیکر آپ تشریف لائے تھے۔ اور شرکاء عرس کے لئے ان کتابوں کا اسٹال لگایا گیا تھا۔ آپ ذرا غور تو فرمائیں کہ علوم دینیہ کی ترویج واشاعت ان حضرات کے نزدیک کتنی اہم ترین تھی کہ ہر ایک کام میں یہی ایک مقصد پیش نظر رہتا اور اس طرح وہ اپنے ہر کام کو عبادت بنالیا کرتے، پڑھاتے تو اپنے کو صرف دین کا ایک خدمت گزار تصور کرتے، چنانچہ گھنٹوں اور منٹوں کی قیود سے آزاد ہو کر دن کے علاوہ رات کے اوقات میں بھی طلباء کو درس دیا کرتے۔ کتابوں کی اشاعت کراتے تو منفعت دنیویہ سے بے پرواہ ہو کر صرف علوم دینیہ کی اشاعت پیش نظر ہوتی۔ غرضیکہ بلاشک ان حضرات کے پاکیزہ نظریات اپنے بعد میں آنے والوں کے لئے نہایت عمدہ شاہراہ عمل ہیں۔

آپ کے علم کا عزو وقار آپ کے حلیہ سے بھی بالکل نمایاں تھا۔ کشادہ پیشانی، بھری ہوئی داڑھی، ماشاء اللہ بڑے کریم وجسیم آنکھوں میں چمک اور چہرہ نہایت نورانی تھا۔ جب فقیر نے گفتگو کی تو نہایت علمی انداز میں دلائل سے بھرپور جواب عنایت فرمائے۔ اور اپنی ایک تازہ تصنیف "صحیح النظر فی صعود القمر" اپنے دستخط کے ساتھ عنایت فرمائی اور بے شمار دعاؤں سے فقیر کو نوازا۔

۲۹ رجمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ مطابق ۸ رمئی ۱۹۷۸ء کو حضور صدر العلماء امام النحو حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی کا وصال ہو گیا۔ میرٹھ میں آپ کا مزار مبارک ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرمائے اور بے پناہ اجر عظیم سے نوازے، اور آپ کے مزار پر انوار پر رحمت ورضوان کی بارش نازل فرمائے۔

بہت سے ایسے بزرگان دین ہیں جن کے نام تو ملتے ہیں لیکن ان کے کارناموں سے لوگ واقف نہیں،

اور اسی طرح ہمارے بہت سارے بزرگان دین کی سوانح حیات اور ان کی زندگی کے حالات ضائع ہو گئے۔
ایک عرصہ دراز کے بعد حضرت علامہ مولانا محمد ایوب اشرفی صاحب قبلہ نے یہ ایک بڑی اچھی کوشش کی ہے کہ انہوں نے خود بھی اور دیگر نامور اہل قلم حضرات کی طرف سے بھی بڑی اچھی معلومات حضرت صدر العلماء سے متعلق جمع فرمائی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مولانا محترم کی اس سعی کو اپنے دربار میں قبول فرما کر اجر عظیم عطا فرمائے۔ یہ چند باتیں بھی ان کی خواہش کے مطابق فقیر نے اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود مختصراً تحریر کر دیں۔
اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو قبول فرمائے۔ آمین

فقیر سید شاہ تراب الحق قادری
امیر جماعت اہلسنت پاکستان
خطیب میمن مسجد، مصلح الدین گارڈن، کراچی

میرے استاذ حضرت صدر العلماء

نبیرہ اعلیٰ حضرت مولانا محمد توصیف رضا خاں صاحب رضوی بریلوی بریلی شریف

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے شاگردوں میں یوں تو سب باکمال گزرے ہیں لیکن ہندوستان میں دو صاحبان فضیلت، حضرت حافظ ملت اور حضرت صدر العلماء علامہ مولانا سید غلام جیلانی صاحب میرٹھی (رحمۃ اللہ علیہما) بحیثیت استاذ و مدرس زیادہ مشہور ہوئے ہیں، ان حضرات نے عمر بھر درس و تدریس کا فریضہ انجام دیا۔

حضرت صدر العلماء قدس سرہ النورانی صرف و نحو کی تدریس پر خصوصی زور دیتے تھے انہیں ان پر زبردست ملکہ حاصل تھا، اور بلاشبہ وہ امام النحو تھے، ان کے بعد سے اب تک صرف و نحو کا ایسا ماہر استاذ کوئی اور نظر نہیں آتا۔

حضور صدر العلماء میرے والد گرامی قدر ریحان ملت حضرت علامہ مولانا محمد ریحان رضا خان نور اللہ مرقدہ کے بھی استاذ تھے۔ انہوں نے مجھے اور میرے ایک بڑے بھائی میاں محمد توقیر رضا خان کو ۱۹۷۱ء میں مدرسہ عربیہ اسلامیہ اندر کوٹ، میرٹھ میں داخل کرایا اور حضرت صدر العلماء کی سپردگی میں دے دیا۔

میں نے حضور استاذ گرامی مرتبت امام النحو صدر العلماء علیہ الرحمۃ سے نحو میر، میزان، منشعب، وغیرہ پڑھیں۔ یوں تو حضرت قبلہ صدر العلماء میرے استاذ بھی تھے، اور دادا استاذ بھی، اور اسی مناسبت سے وہ استاذ اور دادا استاذ اور دادا ہی کی طرح شفقت بھی فرماتے تھے، البتہ پڑھائی کے معاملہ میں بہت سختی کرتے تھے، ہر روز سبق سنتے تھے، اور کسی بھی طرح کی کوتاہی پر سرزنش بھی کرتے۔

ان کے پڑھانے کا انداز بہت ہی اچھا تھا، اللہ نے انہیں صحت کے ساتھ ساتھ پاٹ دار آواز اور بے پایاں علم و فضل بھی عطا کیا تھا، ان کے زمانے کے پڑھے ہوئے قواعد آج بھی فقیر کو زبانی یاد ہیں۔

حضور صدر العلماء کے صاحب زادگان سے بھی راقم کے دوستانہ اور قریبی تعلقات تھے، حضرت اس فقیر سے سیدنا اعلیٰ حضرت اور حضور والد گرامی ریحان ملت کی نسبت سے از حد پیار کرتے تھے، کھانے پینے اور ہر ضرورت کا پورا خیال رکھتے تھے۔

استاذ گرامی منزلت سیدنا صدر العلماء کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے زبردست عقیدت تھی، ان کے ذہن میں کبھی رضویت و اشرفیت کا خیال تک نہ آیا۔ وہ آل رسول تو تھے ہی حقیقی معنی میں نائب رسول بھی تھے، اب ایسی شخصیتیں دیکھنے کو کہاں ملیں گی۔ راقم نے یہ چند سطور بطور خراج عقیدت پیش کردی ہیں، مولائے قدیر حضور صدر العلماء کو اور بھی بلندی عطا کرے، اور ان کے علمی اور روحانی فیضان سے موجودہ اور آنے والی نسلوں کو مالا مال فرمائے آمین، بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

محمد توصیف رضا خان بریلی شریف

حضرت صدر صاحب نے جیسا فرمایا خدا کے کرم سے ویسا ہی ہوا

حضرت مولانا جان محمد صاحب قادری ہریانہ میوات

کیسے اچھے ایام تھے وہ کہ جب میں حضرت صدر العلماء علامہ مفتی سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان کے زیر کرم سرزمین میرٹھ پر مدرسہ اسلامیہ عربیہ اندرکوٹ میرٹھ میں زیر تعلیم تھا۔ جب کبھی بھی وہ دن یاد آجاتے ہیں دل کو ایک فرحت اور سکون میسر آتا ہے۔ وہ اساتذہ کی شفقتیں اور خاص طور سے حضرت صدر صاحب کی عنایتیں ان کی دعائیں جب یہ ساری باتیں یاد آتی ہیں تو بڑی دیر تک روح میں ایک بالیدگی سی محسوس کرتا ہوں۔

یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب میں "کافیہ" وغیرہ کا درس لیا کرتا تھا۔ حضرت صدر صاحب کا معمول تھا کہ عشاء کی نماز کے بعد مدرسہ کے آنگن میں نیم کے پیڑ کے نیچے بیٹھ کر اپنے مقررہ اوراد و وظائف میں مشغول ہوتے اور اسی وقت کوئی نہ کوئی طالب علم حضرت کے سر کی مالش کرتا۔ یہ مالش کرنے کی سعادت جس کے نصیب میں سب سے زیادہ آئی وہ بھی فقیر راقم السطور ہے میں خالص آنولہ کے تیل سے حضرت کے سر کی مالش کرتا اور کبھی کبھی تو ایک گھنٹہ مسلسل کھڑے ہو کر بدستور مالش کرتا رہتا حضرت مجھ سے بہت خوش تھے اور دعا دیتے۔

اور نائب صدر العلماء حضرت قاری محمد یعقوب صاحب قادری جو کہ حضرت صدر العلماء کے شاگرد بھی تھے اور مدرسہ کے نائب شیخ الحدیث بھی وہ بھی مجھ سے بہت خوش رہتے۔ مجھ کو بلکہ خود حضرت قاری محمد یعقوب صاحب کو حضرت صدر صاحب سے بڑی محبت اور بڑا لگاؤ تھا جو عقیدت کی حد تک تھا۔

۱۹۷۳ء میں اتفاق سے میری شادی کی تاریخ مقرر کی گئی اور میرے والد صاحب کی دلی خواہش کہ میرا نکاح حضرت صدر صاحب پڑھائیں یا پھر حضرت قاری یعقوب صاحب جب قبلہ والد صاحب میوات سے دعوت دینے میرٹھ آئے تو حضرت صدر صاحب نے حضرت قاری یعقوب صاحب سے فرمایا کہ جان محمد کا نکاح آپ پڑھانے کے لئے چلے جائیں انہوں نے تسلیم کیا مگر سوئے اتفاق کہ جب وقت مقررہ پر ہمارا آدمی قاری یعقوب صاحب کو بلانے آیا تو وہ سخت بیمار تھے۔ خیر شادی تو ہو گئی اور پھر شادی کے بعد جب میں مدرسہ واپس آیا تو میں نے تمام اساتذہ کی دعائیں لینے کے لئے سب کی ناشتہ کی دعوت کی۔ سب اساتذہ موجود تھے اور بذات خود صدر العلماء بھی کہ اسی درمیان حضرت صدر صاحب علیہ الرحمہ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا جان محمد جب

تمہارے یہاں پہلا بچہ پیدا ہو تو اس کا نام "رخسانہ" رکھنا مجھے بڑی شرم محسوس ہوئی اور سر جھکا لیا۔ سب اساتذہ کی موجودگی میں کچھ اور بولنے کی ہمت تو نہ ہوئی تھی مگر حضرت کیونکہ مجھ پر کرم فرماتے تھے اسی لئے میں نے ہمت کر کے عرض کیا کہ حضور! دوسرا بچہ ہو تو کیا نام رکھوں؟ فرمایا: شبانہ، اب دو بچوں کے نام سن کر لڑکے کا نام سننے کی تمنا جاگ اٹھی اور اسی خواہش نے مجھے پھر یہ کہنے پر اکسا دیا کہ حضرت اور اگر تیسرا بچہ ہو تو کیا نام رکھوں؟ فرمایا جان محمد فاطمہ رکھنا کہ یہ بہت پیارا نام ہے اتنے میں جناب منشی اصغر علی صاحب نے عرض کیا حضور جوڑا ہو جائے تو چوتھے کا نام بھی بتا دیجئے حضرت صدر صاحب نے فرمایا: ریحانہ، حضرت قاری محمد یعقوب صاحب برابر میں بیٹھے تھے اور میں ان سے قریب تھا میں نے ان سے عرض کیا حضرت قاری صاحب صدر صاحب نے چار لڑکیوں کا نام لیا ہے اور میرا اعتماد یہ کہتا ہے کہ ایسا ہو جائے گا آپ ذرا لڑکے کے لئے بھی دعا کروا دیجئے کہ خدا تعالیٰ ان کی دعا سے لڑکا بھی عطا فرمائے۔ میری اس عرض پر قاری صاحب نے کہا حضرت! جان محمد بڑا خدمت گار طالب علم ہے اس کے لئے کسی لڑکے کی بھی دعا فرما دیں اور یہ عرض میری اپنی طرف سے اور تمام اساتذہ کی طرف سے اور خود جان محمد کی طرف سے ہے اس پر فرمایا جان محمد سنو اگر تمہارے یہاں پانچواں بچہ لڑکی ہو تو اس کا نام فردوس رکھنا اور لڑکا ہو تو منور حسین رکھنا، میں نے عرض کیا حضور آپ نے پانچویں بچہ کا نام بھی پہلے لڑکی والا فرمایا اور بعد میں لڑکے کا، مجھے لگتا ہے کہ میرے یہاں پانچ لڑکیاں ہوں گی، اور پھر کہیں لڑکا اس پر حضرت خاموش رہے۔

قارئین خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ خدا نے اپنے کرم سے اپنے ایک مخلص بندے کے فرمائے ہوئے کی لاج اس طرح رکھی کہ میرے یہاں یکے بعد دیگرے پانچ بچیاں ہوئیں جن کا نام آج بھی (۱) رخسانہ (۲) شبانہ (۳) فاطمہ (۴) ریحانہ (۵) اور فردوس ہے اور پھر چھٹے نمبر پر خدا نے لڑکا عطا فرمایا جس کا نام منور حسین ہے اور پھر خدا نے ایک لڑکا اور عطا فرمایا جس کا نام ناظم حسین ہے۔

لوگوں نے تو سنا اور پڑھا ہوگا کہ خدا اپنے نیک بندوں کا کہنا پورا فرما دیتا ہے مگر میں نے تو مشاہدہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر منور پر ہزاروں برکتیں نازل فرمائے۔ آمین۔

جان محمد قادری

ہریانہ میوات

شریک فی الحال عرس جیلانی میرٹھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صدر العلماء ایک تأثر

حضرت علامہ مفتی جمیل احمد صاحب نعیمی

سابق ناظم اعلیٰ مرکزی جماعت اہلسنت (کراچی، پاکستان)

احقر جون ۱۹۶۰ء میں کراچی سے اپنے استاذ محترم شیخ التفسیر والحدیث تاج العلماء، سراج الفقہا، عمدۃ الاتقیاء، زبدۃ الاصفیاء علامہ مفتی محمد عمر صاحب نعیمی اشرفی محدث مرادآبادی علیہ الرحمۃ اور اپنے سسر حضرت علامہ حافظ محمد مسعود احمد خان صاحب چشتی صابری نعیمی علیہ الرحمۃ جو کہ سجادہ نشین تھے حضرت قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین مولانا شاہ محمد کرامت اللہ خاں صاحب چشتی صابری دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے، ان کے علاوہ صاجزادہ حافظ محمد ازہر نعیمی زید مجدہ بھی تھے، دنیائے اہل سنت کی قابل فخر مایہ ناز عظیم درسگاہ جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے پچاس سالہ جشن تشکیل (گولڈن جوبلی) میں حاضری کا شرف حاصل ہوا الحمد للہ علی احسانہ، احقر اس تقریب سعید کی شمولیت پر جس قدر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے وہ کم ہے، کیوں کہ احقر آج اس مادر علمی میں حاضر ہونے کا شرف حاصل کر رہا ہے کہ جس کی دید کا برسوں سے انتظار تھا۔

جس کے بانی روح رواں اور صدر نشیں راس المفسرین رئیس المحدثین، امام المناظرین، تاج المتکلمین، الحافظ القاری حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین صاحب قادری اشرفی رضوی علیہ الرحمۃ ہیں، ایسی شخصیت کو اصحاب علم وفضل اور ارباب فکر ونظر صدر الافاضل، فخر الاماثل کے نام نامی اسم گرامی سے یاد کیا کرتے ہیں۔

بقول فاضل جلیل عالم نبیل شیخ التفسیر والحدیث علامہ محمد عبد الحکیم شرف صاحب قادری رضوی برکاتی دامت برکاتہم العالیہ جو خود بھی ماشاء اللہ ذی علم ہونے کے ساتھ کتب کثیرہ وجلیلہ کے مصنف ومترجم ہیں، فرماتے ہیں: صدر الافاضل علیہ الرحمۃ نہ صرف علوم عربیہ اور فنون ادبیہ کے بہت بڑے فاضل ہیں۔ بلکہ اپنے وقت میں اہل سنت کے عظیم سیاسی قائد اعظم بھی ہیں جن کے دستر خوان علم وفضل سے بے شمار علماء کرام مشائخ عظام خوشہ چیں رہے ہیں، اور جن کے فیضان نظر وا کتساب فیض سے کثیر تعداد میں فیوض وبرکات حاصل کرنے والے آسمان علم وفضل کے آفتاب ومہتاب بن کر چمکے، اس عظیم ادارے (جامعہ نعیمیہ) کی عظمتوں اور رفعتوں کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں۔ اور یہ سب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظر کرم، نیز صدر الافاضل اور

تاج العلماء علیہ الرحمہ کی مساعی جلیلہ وجمیلہ کا ثمرہ تھا کہ احقر نے اس عظیم ادارے کے جشن پچاس سالہ میں شر کت کی سعادت حاصل کی۔

آئے خزاں نہ گلشن باغ نعیم میں ہر شاخ اے کریم ہری کی ہری رہے

احقر کراچی سے براستہ لاہور اور دہلی سے مراد آباد پہنچا تو ایک حسین وجمیل روح پرور اور کیف آور منظر پایا، زبان سے بے اختیار نکلا سبحان اللہ و بحمدہ اس پچاس سالہ جشن کی تیاریاں اپنے عروج اور شباب پر تھیں، ان حسین وجمیل منور و معطر مناظر کو دیکھ کر آنکھوں کو نور اور دل کو سرور حاصل ہوا، ہر جانب علماء کرام مشائخ عظام کے باعظمت اور پر نور چہرے رشک شمس و قمر بنے ہوئے تھے، اور ان نفوس قدسیہ میں جلال و جمال کا حسین امتزاج نظر آرہا تھا، یہ وہ جاں فزا، ایمان افزا، اور روح پرور موقع تھا کہ جس کو احقر اپنی زندگی میں کبھی بھی فراموش نہیں کر سکا بلکہ جس کے نقوش آج بھی قلب و ذہن پر مرتسم ہیں۔

وہ صورتیں الٰہی کس ملک بستیاں ہیں
اب جن کو دیکھنے کو انکھیاں ترستیاں ہیں

یہ وہ پاک باز اور فرشتہ صفت نفوس ہیں کہ جن کے علم و فضل، زہد و تقویٰ، فکر و نظر اور امانت و دیانت پر فرشتے بھی نازاں ہیں۔

(۱) یہ کون ہیں؟ یہ ہیں ابو المحامد علامہ سید شاہ محمد محدث اعظم ہند کچھوچھہ شریف۔
(۲) یہ کون ہیں؟ یہ ہیں سراپا علم و فضل امام منطق و فلسفہ مناظر اسلام جنید وقت علامہ محمد حبیب الرحمن صاحب مجاہد ملت اڑیسوی
(۳) یہ کون ہیں؟ یہ ہیں امام المناظرین غیظ الوہابین شیر بیشہ اہلسنت ابو الفتح علامہ محمد حشمت علی خان صاحب لکھنوی
(۴) یہ کون ہیں؟ یہ ہیں صدر العلماء امام نحو و منطق علامہ سید غلام جیلانی صاحب میرٹھی
(۵) یہ کون ہیں؟ یہ ہیں ماہر علوم عربیہ و فنون ادبیہ علامہ نظام الدین صاحب الہ آبادی
(۶) یہ کون ہیں؟ یہ ہیں امیر ادیب، شعلہ نوا خطیب، لائق مصنف، قاطع وہابیت و نجدیت علامہ مشتاق احمد صاحب نظامی رضوی
(۷) یہ کون ہیں؟ یہ فاضل مدرس و مناظر رئیس التحریر علامہ ارشد القادری صاحب
(۸) یہ کون ہیں؟ یہ ہیں حافظ قاری علامہ مسعود احمد صاحب چشتی صابری سجادہ نشین شاہ محمد کرامت اللہ خاں صاحب دہلوی
(۹) یہ کون ہیں؟ یہ ہیں علامہ شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد حبیب اللہ صاحب نعیمی شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ
(۱۰) یہ کون ہیں؟ یہ ہیں فاضل جلیل عالم نبیل مناظر و مصنف علامہ اجمل شاہ صاحب نعیمی رضوی سنبھلی
(۱۱) یہ کون ہیں؟ یہ ہیں ماہر درس نظامی مناظر و مفکر شیخ التفسیر والحدیث علامہ محمد آل حسن نعیمی سنبھلی
(۱۲) یہ کون ہیں؟ یہ ہیں سراپا علم و فضل اور اخلاق و اخلاص مولانا محمد یونس صاحب نعیمی سنبھلی مراد آبادی
(۱۳) یہ کون ہیں؟ یہ ہیں فرزند ارجمند صدر الافاضل مولانا سید ظفر الدین صاحب نعیمی

(۱۴) یہ کون ہیں؟ یہ ہیں فرزند ارجمند فخر الاماثل مولانا سید اختصاص الدین نعیمی

(۱۵) یہ کون ہیں؟ یہ ہیں بطل جلیل، عالم نبیل مشہور ومعروف سیاستداں خاندان اشرفیہ کے چشم وچراغ حضرت مولانا سید مظفر حسین شاہ صاحب کچھوچھوی۔

احقر کن کن حضرات کے سلسلے میں عرض کرے یہ ان بیشمار شخصیتوں میں سے جن کی زیارت کا شرف تینتالیس سال پہلے جامعہ نعیمیہ مراد آباد کے پچاس سالہ جشن تشکیل کے موقع پر حاصل ہوا، آنے والی نسلوں کے لئے صفحہ قرطاس پر احقر نے محفوظ ومنتقل کر دیا آج جس شخصیت کا کچھ مختصر تذکرہ نوک قلم سے صفحہ قرطاس پر منتقل کرنے کی احقر سعادت حاصل کر رہا ہے۔ وہ ہیں امام النحو والصرف رئیس المنطق والفلسفہ شیخ التفسیر والحدیث فاضل علوم عربیہ ماہر فنون ادبیہ صدر العلماء علامہ غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ، احقر کے کرم فرما سراپا خلوص ومحبت پیکر اخلاق ومروت عمدۃ الاحباء حضرت علامہ مولانا محمد منشا تابش صاحب قصوری نوری اشرفی زید مجدہ کا ارشاد گرامی تھا کہ حضرت علامہ سید غلام جیلانی علیہ الرحمۃ پر کچھ اپنے تاثرات پیش کریں، لہذا موصوف کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے یہ چند سطور حوالہ قلم کر رہا ہے۔

احقر کو پہلی مرتبہ ۱۹۶۰ء مراد آباد میں پچاس سالہ جشن تشکیل کے موقع پر زیارت کا شرف حاصل ہوا اور دوسری مرتبہ پاکستان میں غالباً ۱۹۶۴ء میں خلیفہ اعلیٰ حضرت صوفی محمد حسین صاحب قادری رضوی علیہ الرحمۃ طلسمی پریس والوں کے وصال پر تشریف لائے ہوئے تھے۔

احقر کو زندگی میں انہیں دو مرتبہ ملاقات کا شرف حاصل رہا۔ جن کا حسین وجمیل نقشہ کچھ یوں تھا بھرا ہوا جسم، خوبصورت کتابی چہرہ، بڑی نرگسی آنکھیں، کشادہ پیشانی، گھنی ریش مبارک، اجلا لباس، سراپا علم وفضل، پیکر شفقت ومحبت اور مجسمہ خلوص اخلاق تھے۔ صدر العلما علامہ سید غلام جیلانی صاحب اشرفی علیہ الرحمۃ جن کو بے شمار علما وفضلا بالخصوص قائد اہل سنت، امام انقلاب اور قائد ملت اسلامیہ الحافظ القاری الشاہ احمد نورانی صدیقی دامت برکاتہم العالیہ کے استاد محترم ہونے کا شرف حاصل رہا، نیز یہ کہ موصوف کی ذہانت وفطانت اور ذکاوت کا سکہ اغیار نے بھی تسلیم کیا۔ آپ کے علم وفضل اور وفور علمی کا منہ بولتا ثبوت آپ کی کتب جلیلہ وجمیلہ ہیں، جن میں سرفہرست بشیر القاری شرح بخاری (نا تمام) بشیر الناجیہ شرح کافیہ، بشیر الکامل شرح شرح مائۃ عامل، البشیر شرح نحو میر، مدنی تاجدار کے لیل ونہار، ودیگر علمی اور وقیع تصانیف ہیں، اور بیشک موصوف اس شعر کے مصداق تھے۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے

محمد جمیل احمد نعیمی، کراچی

فخر الاساتذہ وحید عصر حضرت صدر العلماء میرٹھی

حضرت علامہ ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری صاحب
استاذ شعبہ علوم اسلامی جامعہ کراچی پاکستان

فخر الاساتذہ وحید عصر حضرت علامہ ومولانا غلام جیلانی بن حضرت مولانا الحاج غلام فخر الدین بن حضرت علامہ مولانا حکیم سخاوت حسین حافظی فخری سلیمانی

اار رمضان المبارک ۱۹۰۰ء میں ریاست دادوں علی گڑھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا بزرگوار نے اپنے آبائی وطن سہوان ضلع بدایوں سے ترک سکونت کر کے یہاں اقامت کی تھی۔ چہارم تک تعلیم پانے کے بعد آپ کے چچا حضرت علامہ ومولانا قطب الدین برہمچاری علیہ الرحمہ نے آپ کو جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں لے جا کر داخل کرایا۔ صدر الافاضل حضرت علامہ ومولانا سید نعیم الدین فاضل مرادآبادی سے گلستاں، قدوری قال اقول تک پڑھا اور عربی انشا کی مشق کی۔ ۱۹۲۳ء میں اجمیر شریف بغرض تعلیم پہنچے۔ وہاں حضرت علامہ مفتی امتیاز احمد انبیٹھوی، حضرت علامہ سید عبد الجبار اور حضرت علامہ ومولانا عبد الحی افغانی، حضرت علامہ عبد اللہ افغانی، حضرت علامہ سید امیر احمد پنجابی اور حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے اخذ علوم کیا۔

۱۳۵۱ھ میں حضرت حجۃ الاسلام بریلوی نے دستار فضیلت باندھی اور سند دی

امین شریعت مفتی کانپور حضرت علامہ رفاقت حسین صاحب، شیخ الحدیث حضرت علامہ سردار احمد صاحب مجاہد ملت حضرت علامہ حبیب الرحمٰن صاحب جلالۃ العلم شیخ الحدیث حضرت علامہ عبد العزیز صاحب دار العلوم اشرفیہ مبارک پور رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کے خصوصی رفقائے درس رہے تھے اگرچہ آخر الذکر حضرت جلالۃ العلم علامہ عبد العزیز صاحب نے حضرت استاذی علامہ مولانا غلام جیلانی میرٹھی سے کافیہ کا درس بھی لیا ہے۔

آپ نے تدریس کی ابتداء مدرسہ محمدیہ جائس سے کی (وہیں آپ کے ایک صاحبزادے مدفون ہیں) ایک سال کے بعد علامہ مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی کی دعوت پر دار العلوم عظمت نشان کرنال کے صدر مدرس ہوکر تشریف لے گئے۔ سوا سال کے بعد کانپور کی مرکزی سنی درسگاہ احسن المدارس قدیم میں صدر مدرس ہوکر آئے۔ شوال ۱۹۳۵ء میں خان بہادر الحاج بھیا بشیر الدین رئیس اعظم لال کرتی میرٹھ کی دعوت پر ان کے مدرسہ اسلامی اندر کوٹ میرٹھ کے منصب صدارت مدرسین کو رونق بخشی۔

آپ کو حضرت قطب وقت حافظ سید محمد ابراہیم ساکن سراوہ شریف سے غایت عقیدت تھی۔ جبکہ آپ کو بیعت وخلافت کا شرف شیخ المشائخ حضرت مولانا سید شاہ علی حسین اشرفی میاں سرکار کچھوچھہ مقدسہ سے حاصل تھا۔ ۱۳۸۹ء میں حج وزیارت سے بہرور ہوئے۔ راقم السطور نے ۱۹۷۰ء میں دار العلوم امجدیہ کراچی میں جب آپ تین ماہ کے لئے تشریف لائے تھے تو نحو ومنطق کی کتابوں کا آپ سے درس لیا۔ آپ درس نظامی کے جملہ فنون میں مکمل مہارت تامہ رکھتے تھے۔ فقط

ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری
جامعہ کراچی، پاکستان
نقل از: صد سالہ منظر اسلام نمبر ص ۱۷۹ ص ۲۱۱ (ملخصا)
بقلم محمد ایوب اشرفی مشی

صدر العلماء امام النحو علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی

ایک ناقابل فراموش یادگار ملاقات

حضرت مولانا علامہ محمد حسن علی رضوی میلسی (پاکستان)

زینت عنوان صدر العلماء علامہ سید غلام جیلانی محقق میرٹھی قدس سرہ ماضی قریب کے صف اول کے اکا برین اہل سنت میں ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔ وہ میرے حضور سرکار سیدنا محدث اعظم پاکستان علامہ ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب قبلہ قدس سرہ العزیز کے استاذ بھائی ہم سبق وہم درس تھے۔ ان کے نام نامی سے ۱۹۵۸ء سے واقف ومتعارف تھا۔ اور غائبانہ عقیدت ومحبت رکھتا تھا۔ ان کا میرٹھ شہر کا پتہ بھی آقائے نعمت امام اہلسنت سیدی وسندی حضور محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ والرضوان نے عطا فرمایا تھا۔ مدرسہ اسلامیہ عربیہ قومیہ اندر کوٹ میرٹھ شہر ہندوستان۔ ان کا ایک مکتوب گرامی آج بھی موجود اور تبرکات میں محفوظ ہے۔ یہاں یہ بات واضح کر دینا ضروری ہے کہ حضور صدر الصدور صدر الشریعۃ علامہ محمد امجد علی اعظمی رضوی قدس سرہ العزیز کے تلامذہ اور سیدی حضور محدث اعظم علیہ الرحمۃ کے استاذ بھائیوں میں یہ منفرد خصوصیت ہے کہ وہ باہم شیر وشکر ایک جان دو قالب تھے۔ یہ دونوں حضرات اور حضور حافظ ملت علامہ حافظ عبد العزیز شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ یو۔ پی۔ حضور شیر بیشہ اہل سنت علامہ ابوالفتح عبید الرضا محمد حشمت علی خاں صاحب، شیخ العلماء مولانا علامہ غلام جیلانی اعظمی، مجاہد ملت علامہ الحاج الشاہ محمد حبیب الرحمٰن الہ آبادی، امین الشریعت علامہ مفتی رفاقت حسین صاب کانپوری، علامہ شمس الدین جونپوری، فخر الاسلام علامہ غلام یزدانی اعظمی قدست اسرارہم کی باہمی محبتیں اور دائمی پرخلوص رفاقتیں عصر رواں کے علماء وفضلاء کے لئے مشعل راہ ومینارۂ نور ہیں۔ حضرت ممدوح کو شرف بیعت اور پھر اجازت وخلافت سلسلہ عالیہ اشرفیہ چشتیہ قادریہ میں حضور شیخ المشائخ سیدنا شاہ علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی قدس سرہ سے حاصل ہے اور اجازت وخلافت دار الخیر اجمیر مقدس میں آستانہ سلطان الہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حضرت صدر العلماء، حضور محدث اعظم پاکستان، حضور حافظ ملت، حضور امین الشریعۃ قدست اسرارہم کو اکٹھی عطا فرمائی تھیں۔

یہ وہ زمانہ تھا جب مذکورہ جملہ حضرات اور دوسرے جلیل القدر اکابر امت جامعہ معینیہ عثمانیہ آستانہ خواجہ

غریب نواز پر ختمی طلباء کی حیثیت سے زیر تعلیم اور حضور صدر الصدور صدر الشریعہ قدس سرہ کے درس میں شامل تھے۔ بات میں بات نکلتی جاتی ہے یادوں کے دریچے کھلے چلے جاتے ہیں بہر حال موضوع سخن اور عنوان کلام تو ’’اک یادگار ملاقات‘‘ ہے جب حضرت علامہ میرٹھی قدس سرہ پاکستان تشریف لائے تو فقیر لاہور میں اپنی ایک کتاب ’اکابر دیوبند کا تکفیری افسانہ‘ اور اک پوسٹر ’’مسلمانو! حق و باطل کو پہچانو‘‘ عام پریس میں چھپوا رہا تھا اور سیدی مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاب قادری رضوی اشرفی علیہ الرحمہ کے قدیمی دار العلوم حزب الاحناف اندرون دہلی دروازہ میں مقیم تھا۔ برادرم حضرت مولانا شمس الزماں قادری رضوی علیہ الرحمہ سے ملاقات کے لئے ان کی بیڈن روڈ کی جامع مسجد میں گیا، وہاں مولانا مرحوم سے معلوم ہوا کہ مولانا غلام جیلانی میرٹھی تشریف لائے ہوئے ہیں۔ فقیر نے مکرر دریافت کیا حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی جو محدث اعظم پاکستان کے استاد بھائی ہیں انہوں نے فرمایا: جی ہاں! پروگرام طے ہوا، اسی وقت زیارت و ملاقات کے لئے چلتے ہیں۔ اسی بیڈن روڈ پر میرٹھ کے میٹر والوں کے یہاں قیام فرما ہیں۔ ہم دونوں بعجلت ان کی قیام گاہ پر حاضر ہوئے، گیٹ کے چوکیدار نے بھی اندر جانے کی اجازت دیدی، حضرت ایک بہت بڑے پلنگ پر تشریف فرما تھے اور حقہ نوش فرما رہے تھے۔ بھاری بھرکم وجود اور چہرے پر تحمل اور بردباری محسوس ہوتی تھی۔ اس وقت ان کی بارگاہ میں ان کو اپنی طرف متوجہ کرنے والی کوئی علمی شخصیت نہ تھی، کوٹھی کے ملازم یا میزبان کے افراد خانہ تھے۔ اس لئے حضرت یکسوئی سے حقے کے کش لگا رہے تھے، ہم لوگوں نے السلام علیکم عرض کر کے دست بوسی کی اور وہ تعارف طلب نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ فقیر نے آہستہ سے عرض کیا: حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کے خدام بارگاہ ہیں۔ حضرت حقہ چھوڑ کر پلنگ سے کھڑے ہو گئے اور دوبارہ مصافحہ و معانقہ سے مشرف فرما یا اور ہمیں دوسری بار بھی دست بوسی کا موقع ملا۔ فقیر نے اپنی چند تصانیف پیش کیں، ایک ہی نشست میں پوری کتاب اور پورا پوسٹر ملاحظہ فرمالیا۔ دوران مطالعہ سبحان اللہ ماشاء اللہ کی ہلکی آواز سنائی دیتی رہی، ایک دو جگہ کتابت واملا کی لفظی غلطیوں کی تصیح بھی فرمائی اور بہت داد دی، حوصلہ افزائی فرمائی۔ دعاؤں سے نوازا اور حضرت محدث اعظم پاکستان کے ذکر میں کھو گئے۔ یادگار رضا پاکستان، جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائل پور، سنی رضوی جامع مسجد اور مزار پاک محدث اعظم پاکستان کے متعلق بار بار پوچھتے رہے۔ پھر لائل پور جانے کا راستہ معلوم فرمایا اور مولانا مفتی مسعود علی صاحب قادری علی گڑھی، مفتی انوار العلوم ملتان کے متعلق دریافت فرمایا کہ زندہ ہیں۔ عرض کیا گیا نہ صرف زندہ بلکہ بہت صحت مند ہیں۔ فقیر نے عرض کیا علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ فرمایا: ہاں وہ میرے پیر بھائی ہیں۔ فقیر نے کچھ سیاسی صلح کلیوں کا ذکر کیا۔ حضرت نے ان سے اظہار نفرت و بیزاری فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: اس معاملہ میں بہت غیرت مند ہمارے محدث اعظم پاکستان تھے۔ وہ کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ مولانا شمس الزماں صاحب تو اجازت لے کر چلے گئے۔ حضرت نے ایک ہفتہ

مجھے اپنے ساتھ رکھا۔ آپ نے جامعہ نظامیہ رضویہ لے چلنے کا حکم فرمایا اور تانگہ منگوایا۔ فقیر تانگہ لایا حضرت موصوف اور فقیر ہم دونوں ایک ہی تانگہ میں جامعہ نظامیہ رضویہ لوہاری دروازہ حاضر ہوئے، راستہ میں فقیر سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی مشہور نعت "گزرے جس راہ سے وہ سید والا ہو کر" گنگنا رہا تھا۔ فرمایا:

مجھے بہت اچھی لگ رہی ہے ذرا زور سے پڑھیں بہت پسند فرمائی۔ لوہاری گیٹ سے اتر کر جامعہ نظامیہ رضویہ تک میرے ہمراہ پیدل چل کر گئے، حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم صاحب اور اس وقت کے دیگر اساتذہ سے تفصیلی ملاقات ہوئی۔ جامعہ نظامیہ ابتداء سے تشنگان علوم دینیہ کا مرجع ہے۔ طلبا کی چہل پہل اور اساتذہ کی سادگی سے بہت متاثر ہوئے اور بہت خوش ہوئے، حالانکہ اس وقت جامعہ اپنے ابتدائی دور میں تھا، نظامیہ سے مراجعت پر دوبارہ میٹر والوں کے ہاں غالباً سید بھائی بیڈن روڈ پر حضرت کے ہمراہ واپس ہوا۔ حضرت میرٹھی ماہر نفسیات بھی تھے۔ جس حیثیت کا آدمی سامنے آتا اس کے حسب استطاعت کلام فرماتے۔ بہت ہلکا تبسم اور بہت ہلکا جلال فرماتے۔ اس زمانہ میں امریکیوں نے اپنے مختلف اپالو چاند پر بھیجنے کے دعوے کئے تھے۔ اور یہ کہ وہاں کی مٹی اور پتھر بھی لائے ہیں۔ حضرت ان امریکی دعووں کا نصوص قرآن واحادیث، حواشی وتفاسیر کے دلائل سے شدید رد بلیغ فرما رہے تھے۔ اور حوالہ جات کا ایک تسلسل قائم کر دیتے تھے۔ فرماتے تھے: میرا یہ موقف شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم دامت برکاتہم کے موقف سے ہم آہنگ ہے۔ ان کے اتباع میں ہے۔ بریلی شریف میں اس سلسلہ میں اپنی ایک ملاقات کا تذکرہ بھی فرمایا۔

فقیر راقم الحروف نے پاکستان کے علماء اہل سنت کے درمیان بعض مسائل پر اختلاف کا تذکرہ کر کے فریقین کے دلائل کے ساتھ حضرت سے اس کا فیصلہ طلب کیا۔ فرمایا: ان تمام مسائل میں میرا موقف اور تحقیق حضرت محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کے بالکل موافق ہے۔ ان مسائل میں وہی فتویٰ دیتا ہوں جو محدث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ دیتے تھے۔ فرمایا: حضرت مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انتہائی متقی پرہیزگار عالم دین تھے۔ میں نے اپنی کئی کتابوں اور مضامین میں رئیس الاتقیا لکھا ہے۔ پھر حضرت محدث اعظم پاکستان کے مزار پاک کی حاضری اور جامعہ رضویہ مظہر اسلام کو دیکھنے کے لئے لائل پور (فیصل آباد) بھی تشریف لے گئے۔ اور وہاں ہر طرف صلوٰۃ وسلام کی روح پرور دل نواز صدائیں سن کر بہت مسرور ہوئے۔ غالباً خانقاہ محدث اعظم کے کسی شعبہ کا سنگ بنیاد بھی رکھا اور دعا فرمائی۔

حضرت ممدوح کی فقیہ العصر علامہ مفتی اعجاز ولی رضوی بریلوی علیہ الرحمہ نے کرشن نگر لاہور میں اپنے دولت کدہ پر بڑی پر تکلف شام کی دعوت بھی فرمائی تھی۔ آپ کا تعلق سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فاضل بریلوی کے خانوادہ عالیہ سے ہے۔ حضرت نے فقیر کو بھی ساتھ رکھا۔ کھانے کے بعد فرمایا: سوڈے کی وہی بوتل پیوں گا جو کل پی تھی۔ حضرت مفتی اعجاز ولی صاحب مرحوم نے سیون اپ منگوا کر فقیر اور حضرت مولانا کو پیش کی۔ فرمایا:

پاکستان میں جمعہ کی چھٹی کیوں نہیں کرتے ؟ مفتی اعجاز ولی علیہ الرحمہ نے حکومتی سرکاری موقف بتایا کہ بین الاقوامی تعطیلات عام طور پر اتوار کو ہوتی ہیں۔ تو مغربی اور یورپی اور اکثر ایشیائی ممالک کے لوگ جمعہ کو رابطہ کریں گے۔ فون کریں گے تو ان کو اور کاروباری اداروں کو دقت ہوگی۔ حضرت نے فرمایا جب ان کو پتہ چل جائے گا کہ یہاں جمعہ کو چھٹی ہوتی ہے تو وہ فون نہ کریں گے نہ سرکاری یا کاروباری رابطہ کریں گے، حضرت مفتی اعجاز ولی خاں صاحب نے کہا: ہونا تو ایسا ہی چاہئے۔ فقیر اور حضرت صدر العلماء قدس سرہ رات گئے واپس آگئے اور میٹروا لوں کے یہاں قیام کیا۔ سیدی مفتی اعظم پاکستان اور حضرت صدر العلماء علیہ الرحمۃ کی آپسی ملاقات کا اجتماعی مؤدبانہ انداز قابل دید اور قابل تقلید تھا۔ ہمارے سرکردہ اکابر میں ایک دوسرے کا کیسا ادب واحترام تھا۔ حضرت ہفتہ عشرہ قیام کے بعد کراچی چلے گئے اور دار العلوم امجدیہ میں قیام فرمایا اور شہر بھر کے علماء اہل سنت سے دار العلوم امجدیہ میں خطاب بھی فرمایا۔ حضرت کے قلم میں بیان وکلام میں جب وہ ردوابطال فرماتے بدمذہبوں کے لئے غضب کی مار تھی۔ ایک بار کسی کے استفسار پر فرمایا: دیوبندی وہابی جب بھی ترجمہ کرے گا، تفسیر وحواشی لکھے گا غلطیاں کرے گا ٹھوکریں کھائے گا۔ اور اگر کوئی بات صحیح لکھے تو وہ اکابر مفسرین کرام ومحشی حضرات کی نقل ہوگی اپنا کچھ نہیں ہوگا۔

ایک بار صدر العلماء علامہ میرٹھی علیہ الرحمہ نے حضور سیدی محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ سے جب کہ وہ بریلی میں صدر المدرسین وشیخ الحدیث تھے اپنے مدرسہ اسلامیہ قومیہ میرٹھ کے لئے مدرس طلب کیا۔ ان دنو ں خیر الاذکیا مولانا غلام یزدانی نہایت قابل مدرس اور ذی استعداد وفاضل ہونے کے باوجود تدریس سے رغبت نہ رکھتے تھے۔ حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ اپنے استاذ محترم سیدنا صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے نام ایک خط میں رقم طراز ہیں۔ مولانا غلام یزدانی اعظمی یہاں فقیر کے پاس سکونت پزیر تھے مولانا سید غلام جیلانی کی فرمائش پر ان کے مدرسہ قومیہ اسلامیہ کے لئے بطور مدرس سمجھا بجھا کر بھیج دیا، وہ وعدہ کر کے گئے ہیں خوب استقلال سے خدمت تدریس کریں گے، حضرت محدث اعظم علیہ الرحمہ کی تربیت سے ایسا ہوا۔ واقعی مولانا غلام یزدانی نے پوری جانفشانی سے پڑھایا۔ صدر العلما کا تدریسی بوجھ کم ہوگیا اور محدث اعظم پاکستان کے ممنون وشکر گزار ہوئے۔ ان ایام میں ان کا کافی وقت بچا اور آپ تصنیف وتالیف کی طرف متوجہ ہوگئے۔ آپ کی چند یاد گار علمی کتابیں یہ ہیں۔

(۱) بشیر القاری شرح صحیح البخاری (۲) البشیر شرح نحو میر
(۳) البشیر الکامل بحلّ شرح مأۃ عامل (۴) بشیر الناجیہ شرح کافیہ
(۵) صحیح انظر (۶) صحیح المسلک

مذکورہ بالا کتابوں میں اس حقیقت کو زبردست دلائل وشواہد سے ثابت کیا گیا ہے کہ چاند پر کسی

بھی انسان کی رسائی ممکن نہیں۔ امریکیوں اور روسیوں کے دعووں کا تحقیقی رد وابطال کیا گیا ہے۔

حضرت صدر العلماء علیہ الرحمہ کے درس حدیث کی یہ شان تھی کہ علامہ بدر الدین عینی شارح بخاری علیہ الرحمہ بولتے نظر آتے تھے۔ ایک ایک حدیث پر مختلف زاویوں سے علمی تحقیقی زبردست محدثانہ کلام ہوتا اور ایک ایک حدیث پر درس کا سلسلہ کئی کئی روز جاری رہتا اور علوم ومعارف کے دریا بہاتے، حضرت مولانا علیہ الرحمہ دیوبند کے زیر تسلط میرٹھ شہر میں خدمت تدریس وافتاء انجام دیتے مگر اکابر دیوبند کو کبھی آپکے سامنے یا آپ کی تحقیق وفتوی کی تغلیط کرنے کی جرأت نہ ہوئی جبکہ حضرت صدر العلماء علیہ الرحمہ مختلف فنون میں اکابر دیوبند کی فاش غلطیوں کا راز طشت ازبام کرتے رہتے تھے جس کا جواب ان کے بس کا روگ نہ تھا۔

محمد حسن علی رضوی۔ پاکستان

صدر العلماء میرٹھی

نحو کے امام، فقہ کے پیشوا، تدریس کے سربراہ

شہزادۂ مفتی آگرہ، حضرت علامہ مولانا، مفتی محمد حسن حقانی صاحب اشرفی
ناظم اعلیٰ۔ جامعہ انوار القرآن مدنی مسجد۔ گلشن اقبال کراچی

(ایک اہم مکتوب)

محترمی............　　سلام مسنون! مزاج گرامی

مکتوب گرامی بلکہ ہدایت نامہ نظر نواز ہوا یاد فرمائی کا شکریہ۔ آپ نے نحو کے امام، فقہ کے پیشوا، اور تدریس کے سربراہ حضرت علامہ مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ کی سوانح حیات یا ان کی حیات کے کوئی یا دگار علمی پہلو سے متعلق سوال کیا ہے۔ مگر بد قسمتی سے میں اس ۷۳ سالہ زندگی میں سوائے ایک بار کے وہ بھی پندرہ منٹ دار العلوم امجدیہ میں شرف ملاقات سے نوازا گیا، نہ کبھی کوئی بالمشافہ گفتگو ہو سکی۔ برصغیر کی تقسیم سے پہلے نہ بعد۔ بقیہ جو سنی سنائی باتیں ہیں وہ کسی نہ کسی شخصیت نے مشاہداتی کیفیت میں بتادی ہوں گی یا تحریر کردی ہوں گی۔ اتنا میں جانتا ہوں کہ وہ میرے والد کو ہر سال میرٹھ میں بلایا کرتے تھے، والد صاحب کے پیر بھائی تھے۔ اور شبیہ غوث اعظم سید شاہ علی حسین صاحب اشرفی جیلانی سے شرف بیعت وخلافت کا امتیاز رکھتے تھے۔ صدر الشریعہ حضرت ابو العلی مولانا حکیم امجد علی صاحب نور اللہ مرقدہ کے جلیل القدر شاگردوں میں ہیں۔ اور قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی، شیخ الحدیث مولانا محمد نصر اللہ افغانی شاہ کلیم اشرف جائسی اور خلف الرشید صدر الشریعہ علامہ مولانا قاری رضاء المصطفی اعظمی اور دیگر بے شمار لوگ ان سے فیضیاب ہوئے ہیں۔

میرا اندازہ ہے کہ کچھ ان سنی یا ان کہی باتیں قاری رضاء المصطفیٰ صاحب بہت بہتر طریقے پر ان کی حیات طیبہ کے مختلف علمی اور شخصی گوشوں کے بارے میں زیادہ معلومات فراہم کرسکیں گے کہ وہ کبھی کبھی مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔ لہٰذا آپ اپنی تسکین طبع کے لئے اور حضرت کی ہمہ جہت شخصیت کے بارے میں قاری رضا المصطفیٰ سے رجوع فرمائیں تو آپ کو اہم معلومات فراہم ہوجائینگی۔

میرے ساتھ براہ راست تو نہیں البتہ میرے شاگرد مولانا محمد اسماعیل ایم اے پروفیسر

p.e,c.h.s گرلز کالج جس زمانہ میں شرح جامی مجھ سے پڑھتے تو اتفاقاً انہیں ایام میں ایک دن (علامہ سید غلام جیلانی صاحب) دارالعلوم امجدیہ تشریف لاکر اپنے استاذزادے ازہری صاحب کے کمرے میں تشریف فرما ہوئے اچانک معلوم ہوا کہ کسی طالب علم کو بلایا ہے اور کتاب پڑھائی اور مطلب دریافت کیا ہے اور بعد میں پوچھا ہے کہ کون پڑھاتا ہے تو انھوں نے میرا نام لے لیا، مجھ سے غالباً واقف تھے یا ہو گئے ہونگے، فرمایا: بالکل صحیح آدمی سے پڑھتے ہو وہ مفتی آگرہ کے صاحبزادہ ہیں۔ یہ غالباً 68ء کا زمانہ تھا یہ ان کی کرامت کہ چالیس سالہ مدت تدریس میں، میں نے شرح جامی ضرور پڑھائی ہے اور آنکھوں کے آپریشن کے دوران بغیر دیکھے بھی پڑھائی ہے اور اب تک پڑھا رہا ہوں میرے نزدیک علامہ جیلانی میرٹھی کی یہ زندہ کرامت ہے کیونکہ وہ میرے والد صاحب کے علم وفضل سے خوب واقف تھے اور میں نے تمام کتب متداولہ والد صاحب سے ہی پڑھی ہیں ماسواہ چند کتب کے جو قیام ملتان سن 57 کے زمانہ میں علامہ سید احمد شاہ کاظمی سے اصول حدیث مفتی حمید خان سے مطول دوبارہ اور مولانا عبدالحکیم صاحب ڈیرہ غازی خاں والوں سے مسلم اور شمس بازغہ (دوبارہ) مولانا محمد جعفر صاحب سے دیواں متنبی اور دیوان حماسہ دوبارہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے اور بخاری شریف کا فیض علامہ ازہری مرحوم سے لیا ہے، معاف کیجئے گا خط میں بظاہر غیر ضروری باتیں بھی آگئیں اس کو آپ فن معانی میں فصاحت وبلاغت کے خلاف مت سمجھ لیجیگا۔ اس سارے مکتوب میں صرف وہی حصہ میرے لئے قیمتی سرمایہ ہے جو شرح جامی کی تدریس پر شاباشی دی ہے، بہرحال میں نے بھی اسی طرح کسب فیض کرلیا ہے تھوڑا ہی سہی۔ یہ چند سطور تحریر کرتے ہوئے گزارش کرونگا کہ مولانا رضاء المصطفیٰ قادری (ابن حضور صدرالشریعہ) کو خط لکھ کر استادی اور شاگردی کے حوالہ سے ضرور پوچھ لیں تو موصوف کی شخصیت مزید نکھر جائیگی۔

والسلام

احقر محمد حسن حقانی اشرفی

ناظم اعلیٰ۔ جامعہ انوار القرآن مدنی مسجد۔ گلشن اقبال کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صدر العلماء اقلیم علم کے فرمانروا

شہزادۂ غزالی زماں حضرت علامہ سید حامد سعید کاظمی

(M.N.A.Multan pakistan)

زمان ومکان کا بعد بسا اوقات تاریخ اور تاریخ ساز شخصیات سے ناواقفیت کا سبب بن جاتا ہے، پھر کبھی وقت کا غبار صاف ہو اور ان روشن لحات اور اجلے چہروں سے تعارف حاصل ہو جائے تو اپنی کم علمی اور مجرمانہ غفلت پر ندامت بھی بے پناہ ہوتی ہے۔

گزشتہ صدی برصغیر پاک وہند میں علم وفضل اور ہنر وفن کے اعتبار سے جتنی زرخیز گذری ہے آئندہ صدیاں اس کا قصیدہ پڑھتے گذر جائیں گی، کیسی کیسی ہستیاں قلب وذہن اور نگاہ وخیال کی تسکین کا سامان کرتی تھیں، آج اگر مڑ کر دیکھیں تو شک اور یقین کی سرحدوں پر آنکھ مچولی کھیلنے لگیں، آج کے قد آور ان کے سامنے بونے اور آج کے ابوالکلام ان کے سامنے گونگے دکھائی پڑتے ہیں۔

بحر علم وفضل کے ان شناوروں میں، اقلیم علم کے ان فرمانرواؤں میں، آسمان علم کے ان ستاروں میں، ایک تابندہ ہستی کے بارے میں مجھے کچھ تحریر کرنے کا حکم ملا ہے، اپنی بخت آوری پر نازاں بھی ہوں اور اپنی فرومائیگی پر ہراساں بھی، صدر الشریعہ اور صدر الافاضل جیسی شخصیات نے جس کی تعلیم وتربیت کا ذمہ لیا ہو، تراش خراش کے مراحل سے گذارا ہو، پھر خود اپنی صنعت وکاری گری اور فن کے شاہکار کو دیکھ کر نازاں ہوئے ہوں، اس مرد درویش کے بارے میں کچھ کہنے اور لکھنے کے لئے جو قلم اور ذہن درکار ہے، میں اس سے تہی دامن ہوں۔

صدر العلماء، امام النحو، فخر المحدثین، استاذ الاساتذہ حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ سے مجھے کبھی شرف نیاز حاصل نہیں ہو پایا، کچھ جغرافیائی سرحدوں کی مجبوریاں، کچھ زمانے کا تفاوت کچھ کم نگاہی، کچھ کوتاہ قامتی، اگر ان سے ملاقی ہونا ممکن نہ تھا تو غائبانہ تعارف وشناسائی ہی ذوق علم کی آسودگی کا سبب بنتی۔ مگر مجھے اعتراف ہے کہ میرا ایسی نادر روزگار ہستی سے محض نام آشنائی کی حد تک تعلق رہا۔ اس سے زیادہ ربط کے اعزاز سے محروم رہا، مگر مکرمی محبی مفتی محمد ایوب اشرفی مشی نے حضرت صدر العلماء کے حوالے سے کچھ لکھنے کو کہا اور یوں

ان کے مداحوں میں اپنا نام لکھوانے کا شرف ملتا نظر آیا تو کفرانِ نعمت کی جسارت نہ کر پایا۔

انڈیا میں تو اللہ کے فضل و کرم سے اہل سنت وجماعت کے مدارس پھل پھول رہے ہیں، پیر خانوں اور آستانوں پر بھی علم کا نکھار آ رہا ہے، درس گاہیں قائم ہو رہی ہیں اور خانقاہوں سے قدیم روایات کے مطابق روشنیاں بکھیری جا رہی ہیں، لیکن پاکستان میں صورت حال بہت نا گفتہ بہ ہے۔ بڑے بڑے آستانوں پر قائم مدارس بھی انحطاط کا شکار دکھائی دے رہے ہیں۔

چند ایک وقیع اداروں اور آستانوں کے سوا کوئی زیادہ حوصلہ افزا صورت دکھائی نہیں دے رہی ہے، علما اٹھتے جا رہے ہیں، علم ناپید ہوتا جا رہا ہے۔ قدر شناس بھی معدوم ہوتے جا رہے ہیں، ایسے میں اگر حضرت صدر العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان جیسی شخصیات سے عوام الناس زیادہ واقف نہ ہوں تو شاید زیادہ تعجب کی بات نہ ہوگی۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ اکابر کے پردہ فرما جانے کے بعد علمی حلقوں میں بھی اگر توصیف ہوتی ہے تو خوش گلو سریلے مقررین کی، یا قافیہ بندی اور لفاظی کے زور پر خطابت کا جادو جگانے والوں کی، علمی نکات اور فکری موشگافیاں اب قصۂ پارینہ بنتی جا رہی ہیں۔

ایسے میں یقیناً ضرورت ہے اپنے اسلاف کے علمی کارناموں کو سامنے لانے کی، ان کی تصانیف کی اشاعت کی، ان کے حالات سے آگاہی کے حصول کی اور ان کی شبانہ روز محنت و مشقت سے لوگوں کو روشناس کرانے کی، ورنہ اغیار کی یلغار کے سامنے ہم اگر صرف زبانی کلامی لفظوں کے پشتے باندھتے رہے، یا نعروں کی فصیلیں اٹھاتے رہے تو وقت کا بہتا ہوا دھارا ہمارے نقش و نگار بلکہ نام و نشان تک کو مٹا ڈالے گا۔ یوں تاریخ کے اوراق میں ان تاریخ ساز شخصیات کا تذکرہ معدوم ہو جائے گا، جو اپنے زمانے میں سب سے زیادہ مشہور و معروف اور نامور شمار ہوتے تھے، اور ہم حسب معمول چیختے رہیں گے۔ ع........ منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے۔

ایسی صورت میں یقیناً امام النحو، فخر المحدثین، شیخ المدرسین صدر العلماء حضرت سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان کے حالات وواقعات کو ضبط تحریر میں لانا اور ان کی نشر واشاعت کرنا بہت سے بجھے ہوئے دلوں کے اجالے کا سبب بنے گا۔

علم کی عظمت کسی دلیل کی محتاج نہیں، شرف انسانیت ہو، مقام ولایت ہو یا عظمت نبوت، سبھی معرفت الٰہی کے درجات ہیں، معرفت کو علم کا مترادف گردانا شاید بہت زیادہ غلط بھی نہیں ہے، جب علم کو عمل کا سہارا ملتا ہے تو بلندی کا سفر آسان ہو جاتا ہے، لیکن اس سب کچھ کے لئے جہاں جوہر قابل درکار ہے وہاں اس کٹھن راستہ پر چلنے کے لئے امنگ، ہمک اور آمادگی بھی شرط ہے، قابل ترین اساتذہ سے شرف تلمذ ہو مگر عقل وفہم کی نا رسائی ہو، یا طبیعت میں انقباض واحتراز ہو اور محنت کے لئے اکراہ وامتناع کی کیفیت ہو تو کسب فیض ممکن نہیں ہوتا

،حضرت صدر العلماء کی تحقیق ہو یا تدقیق، تصانیف ہوں یا تلامذہ سبھی ان کی شان و مرتبے پر بلند آہنگ میں گواہی دے رہے ہیں۔

میں سوچتا ہوں کہ حضرت علامہ نظام الدین بلیاوی، ریحان ملت حضرت قبلہ ریحان رضا خاں بریلوی ،حضرت مفتی شریف الحق امجدی شارح بخاری، قائد اہلسنت شاہ احمد نورانی صدیقی، خطیب مشرق حضرت مولانا مشتاق احمد نظامی اور مبلغ اسلام حضرت علامہ عارف اللہ شاہ قادری جیسے متبحر، معروف اور مستند علماء نے جو علم وفضل کی آبرو تصور ہوتے ہوں، جس کے دستر خوان علم سے خوشہ چینی کی ہو، ان شہیر علماء نے جس کا شاگرد ہونے پر ناز کیا ہو، ان اکابر نے جس ہستی سے تعلق کو اپنا حوالہ اور شناخت بنایا ہو اس ہستی کا اپنا مقام کیا ہوگا؟۔

بارہا دل نے کہا مجھ سے کہ "اے شعبدہ گر،،
تو کہ الفاظ سے اصنام گری کرتا ہے

کبھی اس حسن دلآرام کی تصویر بنا
جو تری سوچ کے خاکوں میں لہو بھرتا ہے

بارہا دل کی یہ بات سنی اور چاہا
مان لوں مجھ سے جو وجدان میرا کہتا ہے

لیکن اس اس عجز سے ہارا میرے فن کا جادو
چاند کو چاند سے بڑھکر کوئی کیا کہتا ہے

سید سعید کاظمی

۱سعید کاظمی ٹاؤن جمیل آباد ملتان (پاکستان)

صدر العلماء کے علمی کارنامے کی ایک جھلک

مولانا محمد رضوان القادری

مہر درخشان علم وفضیلت ومعرفت، ماہ تابان شریعت وطریقت
امام الصرف والنحو، نورونکہت وضو، رئیس العرفاء، فخر الفضلاء، صدر العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی
الحاج الشاہ سید غلام جیلانی صاحب قبلہ اشرفی زید مجدہ اپنی جماعت کے متدین علما میں شمار کیے جاتے تھے۔
موصوف اس درجہ محتاط تھے کہ شریعت کے آداب کی نزاکتوں سے ایک لمحہ کے لیے بھی غافل نہیں ہوتے تھے۔
عشق نبی آخر الزماں حضور ﷺ وعشق اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی میں اس قدر محو تھے کہ ذرا
سی بھی بے ادبی برداشت نہیں کرتے تھے۔ حضرت جہاں سنیوں کے لئے ایک باکمال عالم تھے وہیں باطل فرقہ
نجدی، وہابی، گستاخان رسول اللہ ﷺ کے لئے قدرت الٰہی کی طرف سے ایک شعلہ وبرق الٰہی بھی تھے۔
حضرت جہاں ایک باشرع باعمل عالم تھے وہیں ایک عابد وزاہد حق گو اور حق پسند بھی تھے۔ حضرت علامہ کا وصال
کرنا عالم اسلام پر ایک ایسا عظیم صدمہ گذرا جس کا درد آج تک باقی ہے اور علمائے سوء اور گستاخان رسول ﷺ کو
جب آپ کے وصال کی خبر ملی ہوگی تو نادانوں نے انتہائی خوشیوں میں ڈوب کر کہا ہوگا کہ آج ہم لوگوں کی
زبانوں کو بند کرنے والا اور ہمارے اکابرین کی لاجواب گرفت کرنے والا سنیوں کا بہت بڑا عالم دنیا سے چلا گیا۔
لیکن جب علماء اہلسنت کو حضرت علامہ صاحب کے وصال کی خبر ملی تو سب کے سب آپ کی رحلت پر بے انتہا
صدمہ میں ڈوب کر آنسو بہانے لگے اور صرف یہی نہیں بلکہ تمام سنی مدرسوں میں طلبہ ومدرسین سب کے سب
پڑھائی بند کر کے آپ کے نام پر ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی ومیلاد اور جلسہ کی شکل میں محفل منعقد کر کے
علماء اہلسنت اپنے اپنے مدرسوں میں وعظ وتقریر کرنے لگے اور آج بھی آپ کی تاریخ وصال میں ملک وبیرون
ملک کے مشہور ومعروف علماء کرام سرزمین میرٹھ میں جمع ہو کر جلسہ کی شکل میں محفل قائم کر کے آپ کی تعریف و
توصیف بیان کرتے ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ امید قوی ہے کہ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ حضرت علامہ
صاحب قبلہ عالم نے اسلام میں ایسا باغ لگا کے دار فانی سے دار بقا کی طرف پرواز کی جس باغ کا پھل یقیناً
حضرت کو ان کی ظاہری زندگی میں مل رہا تھا، اور آج بھی حضرت کو اس کا ثواب مل رہا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ تا
قیامت ملتا رہے گا۔ حضرت علامہ صاحب کے کثیر شاگرد ہیں۔
حضرت علامہ صاحب تصنیف وتدریس کا کام انجام دینا یقیناً عین سعادت اور توشہ آخرت سمجھتے تھے۔

حضرت کی زبان سے بکھرے ہوئے الفاظ کے موتی معتبر جرائد ورسائل کی زینت ہوا کرتے تھے، بگڑے ہوئے معاشرہ کی اصلاح کے لئے حضرت ایسا لائحہ عمل پیش کرتے تھے جس سے عوام وخواص کے اندر عقابی روح بیدار ہوجاتی تھی اور اپنی منزل پانے کے لئے ایسا ایمانی جذبہ پیدا ہوتا تھا۔ جس کے سامنے راستوں کی رکاوٹیں خس وخاشاک کی طرح بہتی نظر آتی تھیں۔

حضرت علامہ صاحب کا وجود ظاہری، سنتوں سے ہمیشہ معمور رہتا تھا۔ حضرت علامہ صاحب نہ صرف یہ کہ ردّ وہابیت وتصنیف وتدریس میں لگے رہے بلکہ حضرت کی پرہیزگاری سنت مصطفیٰ کا عملی نمونہ پیش کرتی تھی تفسیر وتاریخ کی کتابوں پر حضرت کی گہری نگاہ رہتی تھی۔ باریک سے باریک اور دقیق سے دقیق مسائل کو اپنے آسان پیرائے میں بیان کرتے تھے۔ جس سے لوگوں میں ایک طلسماتی لہر دوڑ جاتی تھی اور اکتسابی نظریات کی استعداد پیدا ہوجاتی تھی۔ حضرت علامہ صاحب قبلہ نے دین کے کام کو انجام دینے کے لئے کبھی بھی غفلت وسستی سے کام نہیں لیا بلکہ حضرت قرآن وحدیث کی ترویج واشاعت اور دین حق کے فروغ واستحکام کے لئے ہمیشہ سرگرم عمل رہتے تھے۔ حضرت علامہ صاحب صرف ایک مصنف ہی نہیں بلکہ ایک عظیم دینی درسگاہ کے مایہ ناز استاد بھی تھے جو اپنی بھرپور صلاحیت وتربیت سے امت مسلمہ کے نونہالوں میں آفاقی قوت پرواز عطا کرتے تھے اور دیکھنے والوں کو یہ پیغام دیتے تھے۔

یہ مہر تاباں سے کوئی کہہ دے وہ اپنی کرنوں کو چن کے رکھے
میں اپنے صحرا کے ذرے ذرے کو خود چمکنا سکھا رہا ہوں

یقیناً حضرت علامہ صاحب قبلہ کے علم کا اندازہ ان کے شاگردوں سے ان کی شروحات سے اور ان شروحات میں دیوبندی مصنفوں کا جو ردّ بلیغ ہے اس سے لگتا ہے۔ یقیناً اس دور میں بھی سنی علماء میں بہت سارے مصنفین ہیں مگر ان حضرات کی شروحات کو اٹھا کر دیکھا جائے تو کسی کی بھی شرح میں آپ کو وہ باتیں نظر نہیں آئیں گی جو حضرت نے اپنی کتاب میں تصنیف فرمائی ہیں حضرت کا یہ معمول تھا کہ وہ کسی بھی کتاب کی شرح فرماتے تو پہلے دیوبندی مصنفوں کی زبان کو ہر طرح سے بند کرتے، چاہے وہ نحوی ترکیب میں ہو چاہے وہ صرفی قاعدوں میں ہو، چاہے الفاظ میں ہو چاہے معنی میں ہو۔ ان بدمذہب مصنفوں کی زبانوں کو ہر طرح سے ایسا بند کرتے کہ پھر اس باطل فرقہ کے کسی بھی عالم کے اندر یہ جرأت نہیں ہوتی کہ وہ حضرت کے رد میں کوئی شرح لکھے ان کے کتنے ہی بڑے عالم کیوں نہ ہوں ان کے اندر بھی یہ جرأت نہیں ہوتی تھی کہ وہ حضرت کے سامنے آکر نحوی قاعدے یا صرفی قاعدے یا ترکیبوں میں آکر بحث کرے ان باتوں سے بھی کماحقہ حضرت کے علوم کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے کہ نہ جانے حضرت اپنی ظاہری زندگی میں کتنوں کو سیراب کر گئے اور آج بھی فیض بخش رہے ہیں۔

غلام صاحب کوثر غلام جیلانی
فقیر کوئے پیمبر، غلام جیلانی
نہ جانے کتنے پیاسوں کو کر گیا سیراب
علوم حق کا سمندر، غلام جیلانی

ہزاروں سلام ہوں امام النحو حضرت علامہ الحاج الشاہ السید غلام جیلانی میرٹھی پر کہ جن کی پاکیزہ اور روشن تعلیمات اسلامیہ نے مسلمانوں کے دلوں میں عشق رسالت کا چراغ روشن کر دیا۔ ہزاروں سلام حضرت صدر العلماء کے نام جن کے نوک قلم نے عقائد پر شب خون مارنے والے چہروں کو بے نقاب کر دیا۔

دل ونگاہ کی جنت غلام جیلانی
فدائے امن و اخوت غلام جیلانی
تمہارے فیض نے ذروں کو کر دیا مہتاب
ادھر بھی چشم عنایت غلام جیلانی

دعا ہے کہ مولائے کائنات حضور صدر العلماء قدس سرہ کے فیوض وبرکات سے اہل اسلام کو مستفیض فرمائے اور موصوف کے مزار مقدس پر رحمتوں کے پھول برسائے۔

یاالٰہی تعلیم حضرت سید غلام جیلانی زندہ باد، حفظ ناموس رسالت کا جو ذمہ دار ہے۔

ابر رحمت ان کے مرقد پہ گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

آمین۔ بجاہ حبیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم

محمد رضوان القادری
(پورنیہ، بہار)

حضور صدر العلماء

علمائے کرام کی بزم میں ہمیشہ صدر نشیں رہے

حضرت پیر طریقت مولانا سید رکن الدین اصدق

سجادہ نشین آستانۂ عالیہ، پیر بیگھہ شریف نالندہ۔ بہار

شوال المکرم ۱۳۸۰ھ کی کوئی تاریخ تھی۔ دار العلوم اشرفیہ مبارکپور میں میرے داخلہ کو ابھی ہفتہ عشرہ ہی گذرا تھا، کہ دو بھاری بھرکم شخصیتیں اچانک مبارکپور میں جلوہ بار ہوئیں۔ پہچاننے والوں نے مجھے بتایا کہ ان میں سے ایک صدر العلماء حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی اور دوسرے داماد مفتی اعظم حضرت مولانا ساجد علی خاں بریلوی ہیں۔

میانہ قد، گداز بدن، کتابی چہرہ، کشادہ پیشانی، روشن آنکھیں، چوڑا سینہ، گھنی داڑھی دراز مگر گولائی لئے ہوئے۔ اور دونوں شانوں کو چھوتی ہوئی۔ آواز نہایت رعب دار اور شخصیت بے حد پر کشش۔ یہ تھے سواد اعظم اہل سنت کے صدر العلماء حضرت مولانا سید غلام جیلانی صاحب میرٹھی نور اللہ مرقدہ۔

میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی صاحب اعظمی علیہ الرحمہ اپنی آخری عمر میں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "میں دنیا سے مطمئن جاؤں گا کہ اپنے بعد سید غلام جیلانی میرٹھی کو عالم چھوڑ کر جا رہا ہوں"۔ سبحان اللہ! یہ وہ بول رہا ہے جس کے شاگردوں کی صف کی مثال یہ ہے کہ

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

اس ارشاد کی روشنی میں حضور صدر الشریعہ کے شاگردوں کی صف میں آپ کی صدارت علمی مسلم ہے تعصب اور تنگ نظری سے بالاتر ہو کر اس جملے کا بنظائر مطالعہ کیا جائے تو اس میں آپ کے معاصرین اور ہم درسوں کی کوئی تحقیر نہیں ہے۔ اس سے اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ استاذ محترم کو اپنے شاگرد کی علمی گہرائی و گیرائی پر پورا پورا اعتماد تھا۔ ہاں استاذ کا اپنے شاگرد پر فخر و اعتماد، شاگرد کے لئے وجہ افتخار ضرور بن سکتا ہے، مگر سعادتمند لوگ خود کو اس کا مستحق نہ گردان کر حضرت استاذ کی نوازش پر اسے محمول کرتے ہیں۔ اور ان کے ساز دل سے ہر دم یہی آواز آتی ہے

جب تک بکے نہ تھے تو کوئی پوچھتا نہ تھا
تم نے خرید کر مجھے انمول کر دیا

اساتذۂ کرام اور طلباء ان دونوں بزرگوں کی پذیرائی میں مشغول ہی تھے کہ اپنی قیام گاہ سے حضور حافظ ملت تشریف لے آئے، خلاف معمول دار العلوم میں ایک خاص قسم کی چہل پہل دیکھ کر متعجب ہوئے تو بتایا گیا کہ حضور صدر العلماء اور مولانا ساجد علی خان تشریف لائے ہیں۔ حافظ ملت اس خبر سے مسرور ہوئے۔ دونوں کو بحر العلوم حضرت مولانا مفتی عبد المنان اعظمی کی درس گاہ کے کمرے میں ٹھہرایا گیا تھا۔ حافظ ملت فوراً ہی وہاں پہونچے۔ دو استاذ بھائیوں کے ملنے کا حسین منظر اہل مجلس کی آنکھوں کو مسحور اور ان کے دلوں کو مسرور کر رہا تھا۔

خلوص ومحبت کی تاریخ رقم کر دینا تو آسان ہے لیکن اپنی زندگی کو آئینہ بنا کر اس میں اس کا عکس جمیل پیش کر کے اہل زمانہ کے لئے دل ونگاہ کی روشنی بن جانا، بہت کم یاب ہے۔ یہ دونوں بزرگ، حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے عرس چہلم میں کسی مجبوری کے سبب نہ پہونچ سکے تھے۔ لہذا اتلافی مافات کے طور پر کچھوچھہ مقدسہ حضور محدث اعظم کے مزار پر اتوار پر حاضر ہوئے تھے، اور وہاں سے رخصت ہونے کے بعد استاذ کے در آستاں پہ جاتے ہوئے استاذ بھائی کی ملاقات کے لئے مبارک پور اتر پڑے تھے۔ کچھوچھہ، مبارک پور، پھر گھوسی، ان تینوں مقام کا سفر کسی یافت کے لئے نہ تھا۔ ہر ہر قدم پر جیب خاص سے خرچ ہو رہا تھا۔ محبت اور خلوص، جان، مال اور وقت کی قربانی چاہتا ہے۔ ہم ان تقاضوں کو پورا کئے بغیر اخلاص ووفا کی تاریخ کبھی مرتب نہیں کر سکتے۔

دوسری زیارت:

شعبان المعظم ۱۳۸۵ھ میں دار العلوم اشرفیہ کے سالانہ امتحان کے موقع پر دورۂ حدیث کے طلباء کے امتحان کے لئے مبارک پور تشریف لائے تھے۔ ہمارے عہد میں ۹/۸، ۱۰ر شعبان یہ تین دن امتحانات کے ہوتے تھے۔ ایک دن تحریری اور بعد کے دو دن تقریری، معقولات کے امتحانات تحریری اور منقولات کی کتابیں تقریری ہوتی تھیں۔ چونکہ تقریری امتحانات کے کچھ فوائد خاص ہیں جو تحریری میں ممکن نہیں۔ ۱۱ر شعبان المعظم کی تاریخ ہر سال کے جلسۂ دستار بندی کے لئے مخصوص تھی اور ۱۲ر شعبان المعظم کو سالانہ تعطیل۔ تاکہ ملک کے کسی گوشے کے بھی طالب علم ہوں تو شب برأت میں وہ گھر پہونچ سکیں ان کی یہ بابرکت رات ٹرین میں ضائع نہ ہو جائے۔

حضور صدر العلماء غالباً ۹ر شعبان ہی کو کسی وقت تشریف لائے اور ۱۰ر شعبان کو بخاری شریف اور بیضاوی شریف کا امتحان لیا۔ اور ۱۱ر شعبان المعظم کو جلسۂ فضیلت میں شرکت فرمائی۔ ممتحنین میں جامع معقول ومنقول حضرت مولانا محمد سلیمان صاحب اشرفی بھاگل پوری، شمس العلماء حضرت مولانا قاضی شمس الدین جونپوری علیہم الرحمہ بھی رونق افروز ہوئے تھے۔ آخر الذکر دونوں بزرگ تقریباً ہر سال تشریف لایا کرتے تھے۔

۱۱ر شعبان کو مفتی عبد المنان صاحب اعظمی نے شب کے جلسے کے لئے پروگرام کی فہرست ترتیب دیکر حافظ ملت کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت نے اسے دیکھنے کے بعد فرمایا: مفتی صاحب! اس میں حضرت صدر العلماء کا نام نہیں ہے۔ مفتی صاحب نے عرض کیا، صدر العلماء تو تقریر کرتے ہی نہیں ہیں۔ اور اگر تقریر فرمائیں بھی تو ان کی تقریر سمجھے گا کون؟ حافظ ملت نے فرمایا: سبحان اللہ! ہم سمجھیں گے، آپ سمجھیں گے، ہمارے اساتذہ اور طلباء سمجھیں گے۔ مبارکپور کے عوام نہ سمجھیں تو نہ سمجھیں۔ اس ارشاد کے بعد آپ نے حضرت کا نام سب سے آخر میں درج کرایا۔

۹ر بجے شب کے بعد، قصبہ مبارکپور کے گولہ بازار میں لگایا گیا اسٹیج اور پنڈال جنت نشان بن چکا تھا اور ۱۱ر بجے شب کے بعد کا منظر تو کچھ نہ پوچھئے۔ اس شب کے بعد سے آج تک، چشم فلک نے مبارک پور کے کسی اسٹیج پر ایسی نورانی صورتوں کو نہ کبھی دیکھا اور نہ اب صبح قیامت تک دیکھ سکے گی۔

مخدوم المشائخ حضرت مولانا سید شاہ مختار اشرف صاحب سرکار کلاں کچھوچھہ مقدسہ، صدر العلما حضرت مولانا سید شاہ غلام جیلانی صاحب اندر کوٹ میرٹھ، جامع معقول ومنقول حضرت مولانا محمد سلیمان صاحب اشرفی بھاگلپور، شمس العلماء حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب جعفری جونپور، استاذ العلماء حضرت مولانا حافظ عبد العزیز مرادآباد، سامنے اسٹیج پر جلوہ بار تھے۔ ان کے بعد دیگر علماء اور اساتذۂ اشرفیہ صف بصف رونق افروز تھے۔ اور پیچھے فارغین قطاروں میں زینت اسٹیج بنے بیٹھے تھے۔

دستار بندی کے حسین ودلکش مناظر کے بعد جب حضور صدر العلماء بصد جاہ وجلال سریر آرائے خطابت ہوئے تو ہر آنکھ محو نظارہ تھی اور ہر کان بہر صدائے دل آویز، مشتاق تھا۔ خطبہ مسنونہ کے بعد آپ نے اس طرح سلسلۂ کلام کا آغاز فرمایا۔ ”میں اپنے استاذ بھائی، جلالۃ العلم حضرت مولانا حافظ عبد العزیز زید مجدہ کی دعوت پر دار العلوم اشرفیہ کے طلباء کے امتحانات کی غرض سے مبارک پور حاضر ہوا۔ بخاری شریف اور بیضاوی شریف کے امتحان کے دوران مجھے بے حد خوشی حاصل ہوئی کہ دوسرے مدارس میں جس صلاحیت کے اساتذہ بھی نہیں ہیں وہ صلاحیتیں میں نے اشرفیہ کے فارغین طلباء کے اندر پائیں۔ آپ یقین مانئے، میں یہ باتیں اس لئے نہیں کہہ رہا ہوں کہ حافظ ملت میرے استاذ بھائی ہیں اور مجھے ان کی خوشنودی مطلوب ہے۔ بلکہ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ہندوستان کی ہر بڑی درس گاہ کے طلباء کا امتحان لینے کا مجھے موقع ملا ہے مگر میں نے کہیں کے طلباء میں اس قدر پختہ استعداد نہیں دیکھی۔ سچ پوچھئے! تو مجھے کل کے امتحان سے قلبی طمانیت حاصل ہوئی ہے کہ ابھی پڑھنے اور پڑھانے والے دونوں موجود ہیں۔“

اس تاثر کے بعد آپ نے ”علم اور اس کے فوائد“ کے موضوع پر چالیس منٹ ایسی فکر انگیز گفتگو فرمائی کہ اسٹیج پر رونق افروز آپ کے تینوں ہمدرسوں پر وجد وکیف طاری تھا۔ اشرفیہ کے ذی علم اساتذہ عالم تحیر میں

تھے۔ اور فارغین طلباء کتاب سامنے رکھے بغیر زندگی کا آخری سبق پڑھ رہے تھے۔ مبارکپوری عوام بھی ساکت وصامت گوش بر آواز تھی۔ کیا معلوم تھا کہ مجھے یہ باتیں کبھی حیز تحریر میں بھی لانی پڑیں گی، ورنہ میں اسی دن حضرت کی زبان شیریں سے بے ساختہ صادر ہونے والے روح پرور علمی نکتوں کو قلمبند کرتا۔ آج وہ نکات قارئین کے لئے سرور بخش ثابت ہوتے اور علماء وطلبا کے لئے نشان راہ بھی

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنجہائے گرانمایہ کیا کئے

ایک علمی مجلس:

۱۱ رشعبان المعظم کو اول وقت امتحان ختم ہو چکا تھا اور نتیجۂ امتحان کے کاغذات انتظامیہ کے سپرد کئے جا چکے تھے۔ بعد نماز ظہر، بعد فراغت طعام، صدر العلما، شمس العلما، اور امام المعقولات یکجا بیٹھے تھے۔ اساتذہ میں بحر العلوم حضرت علامہ عبد المنان اعظمی، مفکر اسلام حضرت علامہ ظفر ادیبی اور اشرف العلماء حضرت مولانا سید حامد اشرف کچھوچھوی بھی موجود تھے۔ منتہی طلبا بھی شمالا، جنوبا کھڑے تھے، کسی نے صدر العلماء سے سوال کر دیا۔ ”کیا سائنسدانوں کا چاند تک پہونچنے کا دعویٰ صحیح ہے اور یہ انسان کے لئے ممکن بھی ہے؟“ آپ نے جواب ارشاد فرمایا کہ اگر یہ لوگ آسمانوں سے گذرنے یا آسمان میں داخل ہونے کا بھی دعویٰ کرتے ہیں تو چاند تک پہونچنا ممکن ہے ورنہ نہیں۔

پوچھا گیا کہ ایسا کیوں؟ جواب میں ارشاد فرمایا: آپ لوگ اسے یوں سمجھئے کہ لوٹا دودھ سے بھرا گیا اور اس لوٹے کو ایک بالٹی میں رکھ دیا گیا۔ اب اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ میں نے اپنی انگلی اس دودھ میں ڈبوئی مگر میرا ہاتھ بالٹی سے نہیں گذرا، یا میں نے اپنا ہاتھ بالٹی میں نہیں داخل کیا۔ تو کیا اس کا یہ دعویٰ صحیح ہے؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو قرآن پاک کا یہ فرمان پڑھئے: ﴿تبارک الذی جعل فی السماء بروجا و جعل فیھا سراجا و قمرا منیرا﴾ آسمان مثل بالٹی کے ہے۔ بروج لوٹے کے مانند اور چاند وسورج کی مثال دودھ کی ہے۔ اس لئے کہ آسمان میں بروج بنائے گئے اور ان برجوں میں چاند وسورج کو رکھا گیا ہے۔ لہذا پہلے آسمان میں داخل ہونے کا دعویٰ کرنا پڑے گا بعد میں چاند تک پہنچے گا۔

اہل مجلس میں سے ایک نے کہا: قرآن کریم میں تو یہ آیت کریمہ بھی آئی ہے: ﴿سخر لکم اللیل والنھار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ﴾ جوابا حضرت نے فرمایا: تسخیر کا معنی تحت قدرت نہیں، تحت ضرورت ہے۔ یہ چیزیں انسانی ضروریات کی تکمیل کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ انسان کے قبضہ و اختیار میں نہیں دیدی گئی ہیں۔ تحت قدرت کا مطلب اس وقت درست ہوتا جب ان کا طلوع وغروب انسان کے اختیار میں ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ ماہ و نجوم انسانی ضرورت کے تحت ہو کر بھی انسانی دسترس سے باہر ہیں۔

یہ قیمتی گفتگو لوگوں کی دلچسپی کا سامان بن رہی تھی، خاص کر مجھے تو قریب و پاس میں جگہ مل گئی تھی مگر وقت کا دامن دراز تنگ ہو گیا اور عصر کی اذان ہو گئی۔ مجلس برخاست کر کے تمام لوگ نماز کی تیاریوں میں لگ گئے۔ اگر چہ مجلس کے اختتام پر تشنگی کا احساس سبھوں کو تھا مگر طلباء اشرفیہ کا حال سب سے الگ تھا۔ ان کے مضطرب دل کی یہ آواز انہیں ہر دم بے چین کر رہی تھی۔

آنکھوں میں رہا، دل میں اتر کر نہیں دیکھا
کشتی کے مسافر نے، سمندر نہیں دیکھا

آخری زیارت:

میں اپنی فراغت کے کچھ دنوں بعد اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں بریلی شریف حاضر ہوا تھا، سیکڑوں علما کے بیچ تین مرکز انوار شخصیتیں بھی اس سال عرس رضوی میں جلوہ بار تھیں۔ (۱) برہان ملت حضرت مولانا مفتی برہان الحق صاحب جبلپوری۔ (۲) صدر العلماء حضرت مولانا سید غلام جیلانی صاحب میرٹھی۔ (۳) مجاہد ملت حضرت مولانا شاہ حبیب الرحمن صاحب وہام نگری، اور دو مقدس شخصیتوں کی حیثیت میزبان کی تھی۔ ایک مفتی اعظم حضرت مولانا مصطفےٰ رضا خان صاحب بریلوی اور دوسرے نمونۂ سلف حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب بریلوی۔

ان بزرگوں کا حسین سنگم تو صرف قل کے وقت ہی دیکھنا نصیب ہوا۔ باقی وقتوں میں یہ تمام بزرگ اپنی اپنی جائے قیام پر تشریف فرما رہے۔ اس موقع پر ہمیں قریب سے یہ اندازہ ہوا کہ عوام میں آپ کو جاننے والے بہت کم لوگ ہیں بلکہ بلاد مشرق کے علما میں بھی جو نیر طبقہ کو دریافت کرنا پڑتا تھا اور یہ جان لینے کے بعد کہ آپ حضور صدر العلماء ہیں ان کا دل عقیدت سے لبریز ہو جاتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ عوامی جلسوں کے آدمی نہ تھے۔ اور ملک کے مختلف بلاد و امصار کے سفر سے آپ کو واسطہ نہ پڑتا تھا۔ ملک کی صرف نامور درس گاہوں میں منتہی کتابوں کے امتحانات کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اس لئے علماء میں بھی صورت آشنا کم لوگ تھے۔

غیروں میں بھی ذی علم طبقہ نہ صرف یہ کہ آپ سے واقف تھا، بلکہ آپ کی تبحر علمی کا صد درجہ معترف بھی تھا۔ ۱۹۷۰ء سے ۱۹۷۴ء تک میں قصبہ رفیع گنج ضلع اورنگ آباد (بہار) کی ایک دینی درس گاہ، مدرسہ اشرفیہ کی خدمات پر مامور تھا۔ ان ہی دنوں غازی آباد سے ایک مولوی صاحب، جن کا نام حافظہ میں نہیں رہ سکا۔ آنکھ کے آپریشن کے لئے رفیع گنج آئے تھے۔ اور ہفتوں مقیم رہے تھے۔ قیام تو کہیں اور تھا البتہ مدرسہ اشرفیہ آکر ہم لوگوں کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔ شاید اس لئے کہ کچھ علمی گفتگو کا موقع ملتا تھا۔ آدمی نہایت قابل تھے لیکن مسلکا دیوبندی تھے۔

ایک مرتبہ وہ کہنے لگے کہ میں میرٹھ لمبے عرصے تک رہا ہوں۔ ان دنوں مدرسہ اسلامیہ اندر کوٹ میرٹھ میں بریلوی جماعت کے ایک بہت بڑے عالم مولانا سید غلام جیلانی صاحب رہتے تھے۔ میں ان کے پاس برابر جایا آیا کرتا تھا۔ میں یہ تو نہیں جانتا کہ وہ میرے سلام کا جواب دیتے تھے یا نہیں، مگر اتنا ضرور کہتے تھے آؤ مولوی صاحب بیٹھو۔ ان کے پاس میں ہمیشہ مشکل مسائل لے کر جاتا اور شافی جواب پاتا تھا۔ جب میں نے یہ دیکھا کہ انہیں کبھی کسی جواب میں تردد لاحق نہیں ہوتا تو چند بار تلاش بسیار کے بعد مشکل ترین مسئلہ اخذ کیا اور اس یقین کے ساتھ ان کے پاس گیا کہ اس بار تو وہ جواب کے لئے ضرور مہلت طلب کریں گے۔ مگر اللہ رے تبحر علمی، میں نے سوال پورا کیا اور ایسا مبرہن جواب پایا کہ آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس کے بعد سے میں سوال کرنا بھول گیا۔

اس کے بعد غازی آبادی نے حق بیانی کی شان سے کہا، برا ہو تعصب کا۔ بخدا میں نے میرٹھ سے دیوبند تک ایسا عالم نہیں دیکھا۔ ہزار کوشش کے بعد بھی میں ان کے علم کی تھاہ معلوم کرنے میں ناکام رہا۔ یہ ایک فاضل دیوبند کی شہادت ہے، جس پر غلوئے عقیدت کا الزام عائد نہیں کیا جا سکتا۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

علم وتحقیق کی ایک نادر مثال:

میرے ولی نعمت حضور حافظ ملت، دوران درس اکثر فرمایا کرتے تھے کہ فراغت سے پہلے پہلے آدمی کو تقریر، تدریس، تحریر، ان تین میں سے کسی ایک صلاحیت کا مالک تو بن ہی جانا چاہئے۔ ورنہ سمجھ لینا چاہئے کہ دور طالب علمی یوں ہی ضائع گیا۔ پھر اس اجمال کی تفصیل اس طرح بیان فرماتے:

سب سے آسان کام تقریر ہے۔ جب تک عوام سے مخاطب ہیں اپنی گفتگو پر اعتراض کے لئے جواب دہ ہیں۔ جلسہ ختم، ساری جوابدہی بھی ختم۔ اس سے مشکل کام تدریس ہے۔ مدرس کے لئے کتابوں پر اتنا عبور ہونا ضروری ہے کہ ہر مشکل مسئلہ طلباء کو ذہن نشیں کرا سکے۔ اور ذہین طلباء کے اعتراضات کا تشفی بخش جواب دے کر انہیں مطمئن کر سکے۔ اور سب سے دشوار کام تصنیف ہے۔ مصنف اپنی تحریر کا جواب دہ زندگی بھر رہتا ہے۔ بلکہ اس کے بعد بھی اس کے تلامذہ پر جواب دہی کا بوجھ رہتا ہے۔

آیئے اب ہم حافظ ملت کے اس بیان کی روشنی میں حضور صدر العلماء کی تصنیفی ذمہ داری کی ایک جھلک دکھا کر گفتگو تمام کرتے ہیں۔ ایک بار میرے ہمدرس حضرت مولانا محمد عبید الرحمٰن پورنوی نے البشیر الکامل سے ایک ایسا نحوی قاعدہ ڈھونڈ نکالا، جو شرح جامی سے متصادم تھا۔ ہم لوگوں کی شرح جامی استاذ الاساتذہ حضرت مولانا حافظ عبد الرؤف صاحب بلیاوی علیہ الرحمہ کے درس میں تھی۔ اس لئے انہوں نے اسے حضرت ہی کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت نے بغور دیکھنے کے بعد فرمایا: اگرچہ شرح جامی علم نحو کی ایک مسلم کتاب ہے۔ مگر یہ

تحریر بھی کسی اور کی نہیں امام النحو کی ہے میری کیا مجال کہ میں راجح اور مرجوح کا فیصلہ صادر کروں۔ تمہاری خوش نصیبی یہ ہے کہ صاحب کتاب ابھی موجود ہیں۔ تم براہ راست ان ہی کی طرف رجوع کرو۔

مولانا عبید الرحمٰن نے صدر العلماء کی خدمت میں استفسار متضمن مسئلہ نحو لکھ بھیجا۔ حضرت نے اپنی تحریر کی تائید میں ستر اقوال نحویین نقل فرمانے کے بعد تحریر فرمایا کہ اگرچہ شرح جامی علم نحو کی ایک معتبر کتاب ہے۔ مگر میری نظر میں ایک طرف نحویوں کے یہ سارے اقوال تھے اور دوسری طرف صرف حضرت ملا جامی اس لئے میں نے کثرت رائے کو ترجیح دی ہے۔ آخر میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ مجھے آں عزیز کا خط دیکھ کر خوشی ہوئی کہ ابھی اشرفیہ میں ایسے طلبا موجود ہیں جن کو مسئلہ کی تحقیق کی جستجو رہتی ہے۔

مولانا عبید الرحمٰن نے وہ تحریر پر تنویر حضرت الاستاذ کی خدمت میں پیش کی۔ آپ نے اسے دیکھ کر اپنی انگلی دانتوں تلے دبائی اور فرمایا: "میں نے جو کہا تھا، سامنے آیا۔ اسی لئے چھوٹوں کو اپنے بڑوں کی شان میں حرف زنی سے بچنا چاہئے۔" سچ پوچھئے تو "امام النحو" آپ کا خطاب اسی دن میری سمجھ میں آیا۔

یہ تھے سواد اعظم اہل سنت کے سرمایہ صد افتخار "حضور صدر العلماء" جن کی حیات وخدمات سے دنیا کو متعارف کرانے کی غرض سے ایک ضخیم مجلہ کی اشاعت کا بیڑا حضرت مولانا محمد ایوب اشرفی صاحب نے اٹھایا ہے جس کے لئے وہ قابل صد مبارکباد ہیں۔ مولائے قدیر وکارساز اپنے حبیب پاک ﷺ کے طفیل ان کی کوششیں جلد از جلد بارآور فرمائے۔

کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے اس بزم سے جن کو
تم ڈھونڈنے نکلوگے، مگر پا نہ سکوگے

سید رکن الدین اصدق
آستانہ چشتی چمن پیر بیگہہ شریف، ضلع نالندہ (بہار)

صدر العلماء ایک ہمہ جہت شخصیت

فاضل نبیل حضرت مولانا رمضان اصغر قادری عثمانی
صدر شعبہ تحقیقات اسلامیہ (اتر پردیش)

اسی سے شان وشوکت ہے نمایاں تیرے ایواں کی
پڑا ہے در پہ تیرے آسماں بھی آستاں ہوکر

جس عالم بے بدل فاضل بے مثال، عارف علوم، ماہر فنون، سید السادات منبع برکات، عارف باللہ، عاشق رسول اللہ کی بارگاہ علم وحکمت میں اس حقیر سراپا تقصیر، ہیچ مداں، ننگ ناموس علماء کے قلم نے خراج عقیدت پیش کرنے کا عزم بالجزم کیا ہے اس معظم ومقدس ومشرف ومکرم اور معطر ومعنبر ذات ستودہ صفات کی حیات و خدمات، سیرت وسوانح کو برسوں پہلے دیدۂ کور کے لئے سرمہ طور کی خاطر یکجا ہوکر شائع ہوجانا چاہئے تھا۔

جس کا اظہار حضرت شمس العلماء، ابوالمعالی شمس الدین احمد جعفری رضوی علیہ الرحمہ نے ان دردانگیز جملوں میں فرمایا تھا جس کا نمبر نکالنا چاہئے لوگ اس کا نہیں نکالتے جس کا نمبر نکالنا چاہئے لوگ اس کا نہیں نکالتے (دو مرتبہ) عرض کیا گیا کس کا نمبر نکالنا چاہئے اور نہیں نکالتے فرمایا: میرے سید کا (یعنی علامہ سید الشاہ غلام جیلانی میرٹھی کا)

اب حضرت مولانا ایوب اشرفی شمسی سنبھلی نے حضور پر نور صدر العلماء بدر الفضلا، رازی زماں غزالی دوراں، عمدۃ المحققین رئیس المدرسین علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات، سیرت وسوانح، اوران کے دینی وملی، علمی وعملی، روحانی وعرفانی، تدریسی وتصنیفی کارناموں کے متعلق علمائے زمانہ خصوصا وقت کے سرخیل فضلاء اور حضرت کے فیض یافتگان سے مقالات تحریر کروا کر انہیں کتابی شکل دینے کا اعلان فرما کر حضرت کی تحقیق وتدقیق اور طریقۂ استدلال سے متاثر دنیائے علم وفن کو خوشیوں کا ایک نیا پیغام دیا ہے۔ جو یقینا تراجم رجال اور سوانح اسلاف کے میدان میں ایک اہم قدم ہے۔

اس عصبیت زدہ ماحول اور تنگ نظر معاشرے میں حضرت مولانا ایوب صاحب قبلہ کے اس کارنامے کو ہم حضور صدر العلماء کی کرامت وتصرف سے تعبیر کر سکتے ہیں:

تائید ہے ادھر سے جو کرتا ہوں کچھ بیاں
ورنہ میری زبان کہاں یہ بیاں کہاں

اگر چہ میں بھی اپنے کو ان کے دستر خوانِ علم وفن کے ٹکڑوں سے پلا، ان کی بارگاہ کا ایک ادنیٰ غلام سمجھتا ہوں مگر یہ مری عقیدت نہیں بلکہ میرا ایقان و وجدان بولتا ہے کہ آپ کی تصنیفات وتالیفات کے مطالعے کے بعد کوئی بھی حق گو برملا اس کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ کے عالمانہ اعتراضات اور فاضلانہ جوابات متکلمانہ طریقہ استدلال اور مناظرانہ انداز خطاب کے سامنے اچھے اچھے کے چھکے چھوٹتے نظر آتے ہیں۔ آپ کے علمی رعب ودبدبہ، تحقیقات علمیہ، تصنیفات فتوحیہ سے کہیں کہیں اپنی جماعت کے اکابر بھی دنگ نظر آتے ہیں، ایک مشکل ترین نحوی مسئلہ پر ستر نحویوں کے اقوال کو بطور استدلال جمع فرماتے ہیں اور جب آپ کی اس علمی آشنائی کو علامہ الحافظ عبدالرؤف صاحب قبلہ استاذ مدرسہ اشرفیہ مبارک پور ملاحظہ فرماتے ہیں تو انگلیاں دانتوں تلے دباتے نظر آتے ہیں اور فرماتے ہیں: میں نے جو کہا تھا سامنے آیا اس لئے چھوٹوں کو اپنے بڑوں کی شان میں حرف زنی سے بچنا چاہئے۔ سچ پوچھئے تو صدر العلماء کے لئے 'امام النحو' کا خطاب اسی دن میری سمجھ میں آیا"۔ (بحوالہ مضمون سید رکن الدین اصدق)

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندو پاک کے جملہ علمائے اہل سنت کے درمیان 'صدر العلماء' مشہور ہیں، 'امام النحو' سے مگر ان کی ہمہ جہت شخصیت کا مطالعہ کرنے والا بخوبی سمجھ لیگا کہ وہ صرف ''امام النحو'' نہیں بلکہ اپنے زمانہ کے ''بحر العلوم'' تھے۔

یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ صرف ایک نحوی عالم کے وجود سے دنیائے سنیت کا عظیم محافظ صدر الشریعہ مطمئن ہوجائیں اور اپنی آخری عمر میں کبھی کبھی یہ ارشاد فرمائیں: ''میں دنیا سے مطمئن جاؤنگا کہ اپنے بعد سید غلام جیلانی میرٹھی کو عالم چھوڑ کر جارہا ہوں۔' (بحوالہ مضمون سید رکن الدین اصدق)' اس جملہ سے صاف عیاں ہوتا ہے کہ احقاق حق و ابطال باطل تبلیغ دین متین ودفع معترضین، اشاعت دین وسنت اور حفاظت اہل سنت کے لئے جتنے علوم وفنون اور اس میں مہارت کی ضرورت ہے وہ ساری خوبیاں وصفات حضرت صدر العلماء کی ہمہ جہت شخصیت میں موجود تھیں۔

نحو وصرف، منطق وفلسفہ، فقہ واصول فقہ، تفسیر وحدیث، لغات وادب، تصنیف وتالیف، تدریس وتحریر، الغرض جملہ مروجہ علوم وفنون میں آپ کو دسترس حاصل تھی، چنانچہ حضرت امام النحو کی شرح حدیث کے تعلق سے مفتی محمد شریف الحق رضوی علیہ الرحمہ نزہۃ القاری ج ۱، ص ۸۶ / ۸۷ پر رقمطراز ہیں:

''بشیر القاری شرح بخاری'' یہ استاذی صدر العلماء علامہ غلام جیلانی صاحب میرٹھی قدس سرہ کی مایہ ناز شرح ہے، عربی، فارسی، اردو، کسی زبان میں بخاری کی اب تک کوئی شرح اتنی تحقیق اور تفصیل سے نہیں لکھی گئی۔ اس میں حضرت نے تحقیق وتدقیق کا حق ادا کردیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ہمہ دانی کا خصوصاً علم حدیث میں دعوی کرنے والوں کی غلطیوں پر ایسی مضبوط گرفت فرمائی ہے جس کا کسی کے پاس کوئی جواب نہیں، کوئی بھی عناد

اور تعصب سے ہٹ کر اگر اس شرح کا مطالعہ کرے گا تو اسے کہنا پڑے گا کہ حضرت مصنف دیگر علوم کی طرح علم حدیث کے بھی اپنے وقت کے امام تھے۔

جس سمت آگئے ہیں سکے بٹھا دیے ہیں

ان ہی تحقیقات علمیہ، تنقیدات فکریہ، برکات نسبیہ اور فیوضات حسبیہ کی بنا پر مناظر اعظم مفتی رفاقت حسین علیہ الرحمہ ساتھی ہوتے ہوئے آپ کا احترام کرتے نظر آتے ہیں تو کبھی حافظ ملت احترام سے نام لیتے دکھائی دیتے ہیں، حتی کہ صدر الشریعہ اپنے شاگرد رشید پر ایک طرح کا فخر کرتے نظر آتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا ایوب اشرفی صاحب قائد ملت حضرت علامہ ارشد القادری کی بزم میں صدر العلماء کی یاد رفتہ چھیڑتے ہیں تو تاسف بھرے لہجے میں فرمایا:

"ان کے مذہبی کارناموں کو اجاگر کرنا اور ان کی شخصیت کا تعارف کرانا قوم وملت پر ایک قرض ہے جو ابھی تک ادا نہ ہو پایا"۔ اب اس قرض کے ادا کرنے کے وقت آگیا ہے۔ ع

اے رضا ہر کام کا ایک وقت ہے

امید ہے کہ سرخیل علمائے کرام، میرے آقائے نعمت حضور صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمہ کا کما حقہ علمی تعارف پیش کریں گے اور وہ تعارف ایسی جامعیت کے لبادے میں ہوگا کہ

دل کا سکون آنکھ کی ٹھنڈک کہوں جسے

اخیر میں پروفیسر علامہ مسعود احمد صاحب قبلہ (کراچی، پاکستان) کے جامع ارشاد کو نقل کرکے میرا خامہ خاموش ہوتا ہے:

"تعلیمی ودرسگاہی، دینی ومذہبی، اخلاقی وادبی، حق گوئی وبے باکی، جسارت وبلند ہمتی، حسب ونسب اور علوم وفنون کے اعتبار سے وہ کیا کچھ نہیں تھے۔"

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا　　بول بالے مری سرکاروں کے

سگِ بارگاہ سید غلام جیلانی

احقر محمد رمضان اصغر قادری عثمانی

جامعہ نعیمیہ اور امام النحو

از: فاضل نوجواں مولانا محمد ذوالفقار خاں نعیمی

ضلع مراد آباد (یو۔ پی)

امام النحو کے مادر علمی جامعہ نعیمیہ کا تعارف:۔

بحار العلوم سند الفضلاء صدر العلماء امام النحو والصرف شیخ الحدیث والتفسیر حضرت العلام سید غلام جیلانی بدایونی ثم میرٹھی علیہ الرحمہ کی مادر علمی اور آپ کا اولین دینی مرجع ومرکز چشمۂ فیض وبرکت، دبستان علم وحکمت، مدرسہ انجمن اہلسنت المعروف بہ جامعہ نعیمیہ ہندوستان کے ان عظیم اداروں میں امتیازی حیثیت کا متحمل ہے جنہوں نے اپنے بطون علمیہ سے بے شمار مشاہیر فرزند پیدا فرمائے۔ ایک صدی قبل جب کہ ہندوستان میں اسلام دشمن طاقتیں تمام تر ریشہ دوانیوں کے ساتھ مصروف کار تھیں، ضرورت تھی ایسے وقت میں ایک ایسے اسلامی مرکز کی جہاں اسلام کی بقا وتحفظ کی خاطر قربانی دینے والے مجاہدین، ادیان باطلہ کے خلاف اعلاء کلمۃ الحق بلند کرنے والے مردان حق، اسلامی ماحول پر پڑی ہوئی صلیبی وصیہونی وہندوئیت کی کثیف گرد وغبار کو صاف کرنے والے صوفیاء، بدمذہبوں کی دسیسہ کاریوں سے قوم کی حفاظت کرنے والے مسلک اہلسنت کے ترجمان، عوامی سطح پر اسلامی پیغام پہنچانے والے مبلغین، عقائد حقہ کی اشاعت کرنے والے ناشرین، سیاسی چیرہ دستیوں کے خلاف محاذ آرا ہونے والے اسلامی سیاسی مفکرین اور قوم مسلم کے مابین اتحاد واتفاق کا درس دینے والے مصلحین پیدا کئے جائیں۔ اس ضرورت کو اس دور کے عظیم مدبر ومفکر آفاقی شہرت کے حامل نباض قوم حضور صدر الافاضل فخر الاماثل سید المفسرین مولانا مفتی حاجی حکیم سید محمد نعیم الدین محدث مرادآبادی تغمدہ اللہ تعالیٰ بالایادی نے محسوس کیا اور ماہ صفر ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۶ر فروری ۱۹۱۱ء کو ایک انجمن بنام اہل سنت تشکیل دی جس کے ناظم خود آپ اور صدر جناب محترم حکیم حامی الدین خاں صاحب رئیس مرادآبادی منتخب ہوئے۔ مرادآباد کے مشہور ہفتہ وار اخبار نیر عالم مرادآباد میں انجمن کی بنا اور اس کی غرض وغایت پر مشتمل درج ذیل خبر شائع ہوئی۔ ’’مرادآباد کے سنت الجماعت مذہب کے حامیوں نے زمانہ کی رفتار پر نظر ڈالی اور اب انہیں پھر ضرورت محسوس ہونے لگی کہ جب تک انجمن کی صورت سے اصلاح عقائد اور درستی خیالات اور واقفیت

مذہب میں کوشش نہ کی جائے گی پوری کامیابی حصول نہیں ہو سکتی کیوں کہ اس عقیدہ کے اکثر لوگ اپنے مذہب سے بےخبر ہیں۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے مراد آباد میں ۱۶ رفروری ۱۹۱۱ء سے مجلس اہلسنت منعقد ہوئی ہے جس کے صدر عالیجناب حکیم حامی الدین احمد خان صاحب رئیس مراد آباد اور ناظم جناب مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی قرار پائے ہیں انجمن کی تجاویز اور اس کی مفصل کیفیت تو پھر دکھائی جائے گی مگر سردست ہم اس کے ان قواعد وضوابط پر اظہار مسرت کرتے ہیں کہ اس انجمن کو کسی ملکی معاملہ سے کچھ تعلق نہ ہوگا اور گورمنٹی خیر خواہی اس کا پہلا فرض سمجھا جائے گا اور نہ کسی مذہب پر حملہ کیا جائے گا بلکہ اپنے مذہب کو مخالفوں کے حملوں سے بچایا جائے گا اور اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کے علاوہ اپنی اشاعت مذہب کے لئے چندہ سے سرمایہ جمع کیا جائے گا۔ مدارس کھولے جائیں گے اگر انہیں مقاصد و اغراض پر یہ انجمن جاری رہی تو ضرور فائدہ پہنچے گا۔" [مخبر عالم مراد آباد یکم جون ۱۹۱۱ء ص ۱۳]

بعدہ اس انجمن کے تحت ایک مدرسہ بنام انجمن اہلسنت کا افتتاح ہوا جو چوبیس سال بعد ۱۳۵۲ھ میں جامعہ نعیمیہ سے موسوم ہو گیا اور وہ اس طرح کہ ۱۳۵۲ھ کو مدرسہ ھذا کے سالانہ جلسہ میں حضور سید احمد ابوالحسنات نعیمی مفتی اعظم پاکستان نے دوران تقریر اس مدرسہ کا نام بجائے انجمن اہلسنت کے حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے نام نامی سے منسوب کرتے ہوئے جامعہ نعیمیہ تجویز فرمایا جلسہ میں موجود علماء کرام نے آپ کی تائید فرمائی اور اس نام پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ نیز حضور محدث اعظم ہند نے جامعہ نعیمیہ کا کتبہ نصب کرانے کا وعدہ فرمایا اور آئندہ سال کلکتہ سے سنگ مرمر پر نہایت خوش خط اور واضح الفاظ میں اس کتبہ کو کندہ کرا کے حضور اشرفی میاں کے مقدس ہاتھوں سے مس کرا کے مدرسہ کے گیٹ کے داہنی جانب علماء کرام کے ہاتھوں سے نصب کرایا۔ اس وقت سے یہ مدرسہ اسی نام سے جانا جاتا ہے بلکہ پوری دنیا میں اسی نام سے مشہور و معروف ہے۔ [افاضات صدر الافاضل ص ۴۵۰، ۴۵۱]

مدرسہ ھذا نے وقت کی تمام ضرورتوں کو پورا کیا اور جن اغراض ومقاصد کے پیش نظر اس مدرسہ کی بنا ڈالی گئی تھی ان کو بھی پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ مدرسہ نے اول دن سے اب تک نہ جانے کتنے نامور عبقری نابغہ روزگار شخصیات کو جنم دیا حکیم الامت، امین شریعت، مجاہد ملت، حافظ ملت، تاج العلماء، محدث اعظم، اور خصوصاً صدر العلماء امام النحو حضرت العلام سید غلام جیلانی بدایونی ثم میرٹھی علیہم الرحمہ اسی مدرسہ کے فیض یافتہ و تعلیم یافتہ ہیں۔ اس مضمون میں چونکہ جامعہ نعیمیہ کے تناظر میں جامع علوم عقلیہ ونقلیہ شیخ الاساتذہ امام النحو حضرت العلام مولانا مفتی سید غلام جیلانی بدایونی علیہ الرحمہ کا ذکر مقصود ہے لہٰذا ہم یہاں اسی سے متعلق قدرے بیان سپرد قرطاس کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

امام النحو کی جامعہ نعیمیہ آمد:

امام النحو نے گاؤں کے قریبی مکتب میں درجہ چہارم تک اردو وغیرہ کی تعلیم حاصل کی بعدہٗ آپ کے محترم ومکرم چچا مناظر اعظم حضرت العلام سید غلام قطب الدین صاحب برہمچاری بدایونی علیہ الرحمہ نے آپ کو علوم دینیہ کی تحصیل کے لئے جامعہ نعیمیہ میں داخل فرمایا۔ اس وقت آپ کی عمر شریف کیا رہی ہوگی اس کی صراحت راقم کی نظر سے نہیں گزری۔

جامعہ نعیمیہ میں آپ کی تعلیمی نشو ونما:۔۔۔

مدرسہ ہٰذا میں آپ نے آمدنامہ وغیرہ درس نظامی کی ابتدائی کتب سے اپنے تعلیمی سفر کا آغاز فرمایا اور کوئی لمحہ ضائع کئے بغیر محنت ولگن اور مکمل جانفشانی کے ساتھ تحصیل علم میں مشغول ہو گئے۔ لہو ولعب میں وقت کو ضائع کرنے سے کامل اجتناب فرماتے خارجی اوقات میں بھی آپ پڑھائی کرتے حصول علم میں آپ کا ذوق وشوق جنون کی حد تک تھا درج ذیل واقعہ جسے خود آپ نے بیان فرمایا ہے اس پر شاہد عدل ہے۔ ’’ایک مرتبہ محلہ کسرول میں جناب منشی علی حسن صاحب مرحوم پیشتر انسپکٹر پولیس ریاست رامپور کے مکان پر بعد نماز عشاء طلبہ مدرسہ کے ساتھ آیت کریمہ کے ختم میں شرکت کا اتفاق ہوا پڑھتے پڑھتے آنکھ لگ گئی اور بجائے آیت کریمہ دن کا یہ سبق زبان پر بآواز بلند جاری ہو گیا کہ ’’قال اصل میں قول تھا واو متحرک ماقبل اس کا مفتوح واو کو الف سے بدلا قال ہو گیا‘‘ پہلو میں دائیں بائیں پہلو میں بیٹھے طلبہ مسکرا رہے تھے کہ اتنے میں انسپکٹر صاحب مرحوم ٹہلتے ہوئے تشریف لے آئے سن کر ٹھہرے اور متعجب ہو کر بیدار کیا کہ آیت کریمہ کی بجائے پنج گنج کا ختم ہو رہا ہے۔‘‘ [مقدمہ بشیر القاری ص۶]

بارگاہ صدر الافاضل سے اکتساب علم وکسب فیض:

اس وقت چونکہ پورے ہندوستان میں صدر الافاضل کی درسگاہ علم انفرادی حیثیت کی حامل تھی اور آپ کا دریائے علم پورے جوش کے ساتھ تشنگان علوم نبویہ کی تشنگی بجھانے میں مصروف تھا ہند وپاک وغیرہ ممالک کے وہ افراد جنہیں دینی رفعت وبلندی اور عظمت وترقی کی چاہت ہوتی اور جو تعلیمی عروج کے خواہاں ہوتے وہ آپ کی بارگاہ سے خوشہ چینی کو سعادت تصور کرتے اور آپ کے سلسلۂ تلمذ میں شمولیت کو طرۂ امتیاز سمجھتے تھے۔ اور کیوں نہ سمجھتے کہ حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ کو اپنے معاصرین پر سبقت حاصل تھی۔ بلکہ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ دیگر شعبہ جات سے قطع نظر شعبۂ تدریس میں آپ اپنے معاصرین میں سرفہرست تھے جیسا کہ آپ کو آپ کے عہد میں ’’استاذ العلماء‘‘ کے خطاب سے یاد کیا جانا اس کا واضح ثبوت ہے۔ امام النحو نے بھی آپ کی اسی انفرادی خصوصیت اور عالمانہ عظمت وشہرت کے پیش نظر آپ کی بارگاہ میں شرف حضوری حاصل کیا اور تمام تر توجہات کے ساتھ آپ کی بارگاہ عالی سے اکتساب علم وکسب فیض فرمانے لگے۔ ادھر حضور صدر الافاضل نے

بھی امام النحو کے تحصیل علم میں حد درجہ ذوق وشوق کو دیکھتے ہوئے اپنی توجہ خاص آپ کی طرف منعطف فرما کر آپ پر خصوصی نوازشات فرمائیں اور علمی کو اکب و درر سے آپ کے دامن کو پر کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ۔نیز آپ کے اندر پوشیدہ استعداد کو اجاگر اور آپ کی خفتہ علمی صلاحیت و قابلیت کو بیدار کرنے میں کلیدی کردار ادا فرمایا۔گلستاں پڑھا کے زبان فارسی میں عبور بخشا تو قدوری پڑھا کے فقہی شعور عطا فرمایا،عربی مکالمہ نگاری اور عربی انشاء پردازی کے ذریعہ عربی زبان کا ماہر اور بہترین ادیب بنایا تو قال اقول کے ابتدائی حصص اور کافیہ کے ابتدائی اوراق کے ذریعہ "امام النحو" جیسے خطاب جلیل کا مصداق و متحمل بنایا۔الغرض حضور صدر الافاضل نے اپنے علمی فیضان سے خوب خوب آپ کو نوازا۔آپ بارگاہ صدر الافاضل میں تعلیمی اوقات کے علاوہ بھی فیضیابی کو حاضر رہتے اور صدر الافاضل کی خدمت میں رہ کر علمی خوشہ چینی فرماتے نیز اپنی علمی لیاقت وصلاحیت اور استعداد بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں فرماتے تھے۔خود امام النحو نے صدر الافاضل سے شرف تلمذ اور ان کی بارگاہ سے فیضیابی وخوشہ چینی کا جس انداز میں تذکرہ فرمایا ہے اسے یہاں بیان کر دینا بے محل نہ ہوگا"امام المفسرین رئیس المناظرین استاذ العلماء حضرت مولانا شاہ محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی قدس سرہ سے بھی شرف تلمذ حاصل ہوا گلستاں قدوری قال اقول کے ابتدائی حصے آپ سے پڑھے طبیعت میں تفحص اور جستجو کا مادہ آپ ہی کی خدمت سے پیدا ہوا تھا،دوپہر کو بعد طعام جب قیلولہ فرماتے تو پائے مبارک دبانے کی خدمت میرے سپرد تھی اس وقت کسی پڑھے ہوئے مسئلہ پر اعتراض کر کے فرماتے کہ جواب سوچو اور تلاش کر کے لاؤ جواب تک فہم کی رسائی نہ ہوئی تو کتب متعلقہ کی چھان بین کرتا،بھی جواب مل جاتا اور کبھی نہ ملتا تو اتا پتہ بتا کر اشارہ فرماتے اس پر اگر ذہن کی رسائی ہوگئی فبہا ورنہ صراحتاً جواب بیان فرمادیا کرتے تھے اس طرح مشکلات کے استخراج کی استعداد پیدا ہوگئی عربی مکالمہ اور عربی انشاء پردازی کی تمرین بھی آپ ہی نے کرائی تھی" [مقدمہ بشیر القاری ص ۷]

جامعہ نعیمیہ کے دیگر اساتذہ سے استفادہ:

حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے علاوہ جامعہ کے دیگر اساتذہ علم وفن سے بھی آپ نے پڑھا۔حضرت العلام امام النحو والصرف مولانا عبد العزیز خاں صاحب فتحپوری قدس سرہ جن کی تعریف میں خود آپ اس طرح رطب اللسان ہیں"خوش قسمتی سے استاذ بھی ملے تو ایسے جو مسائل صرف ونحو کے حافظ تھے یعنی استاذ معظم حضرت مولانا عبد العزیز خانصاحب فتحپوری دامت برکاتہم جو آج کل جامعہ عربیہ ناگپور میں مسند صدارت کی زینت ہیں۔قوت حافظہ اتنی زبردست کہ اپنے زمانہ کا بو علی سینا کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا یوں تو قدرت نے ذات گرامی صفات میں بہت سے اوصاف ودیعت فرمائے ہیں مگر ایک وصف ایسا ودیعت فرمایا ہے جو دور حاضر میں جماعت

علماء کے اندر معدوم یا کالمعدوم ہے وہ یہ کہ آپ اردو فارسی عربی انگریزی زبانوں کے علاوہ زبان سنسکرت کے بھی عالم ہیں الخ'' سے آپ نے خوب خوب استفادہ کیا فصول اکبری اور کافیہ وغیرہ صرفی ونحوی کتابیں آپ نے حضرت ہی سے پڑھیں بلکہ حضرت ہی کی مدد سے آپ نے فصول اکبری وکافیہ کے اکثر اسباق زبانی یاد فرمالئے تھے جنہیں حضرت جمعرات کو بعد نماز عصر آپ سے سماعت فرماتے تھے بلکہ آپ خود بھی صبح کو کافیہ کا دور فرماتے تھے۔

امام النحو کی جامعہ نعیمیہ سے رخصتی:

بقول بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب قبلہ مدظلہ آپ شرح جامی تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۲۳ء کو جامعہ نعیمیہ کو خیر آباد کہہ کر مدرسہ معینیہ اجمیر شریف تشریف لے گئے۔ جامعہ نعیمیہ چھوڑ کر مدرسہ معینیہ جانے کی کیا وجہ رہی خود امام النحو کی تحریر کے تناظر میں ملاحظہ فرمائیں'' بزمانہ ۱۹۲۳ء آگرہ کے مضافات میں راجپوتوں کے اندر فتنہ ارتداد کا طوفان برپا ہوا جس کی روک تھام کے لئے بریلی شریف سے جماعت رضائے مصطفی پہنچی اور رکاب گنج میں اپنا دفتر قائم کیا جس کے ناظم حضرت مولانا شاہ قاضی احسان الحق صاحب نعیمی مدظلہ العالی تھے مرادآباد سے استاذ العلماء قدس سرہ بھی گاہے گاہے تشریف لے جاتے آپ کی ہمرکابی میں استاذ محترم حضرت مولانا عبد العزیز خاں صاحب فتحپوری اور حضرت مولانا مفتی محمد اجمل شاہ صاحب سنبھلی بھی ہوتے تھے چونکہ یہ دورہ پندرہ پندرہ یوم اور کبھی اس سے بھی زیادہ ہوتا تھا اس لئے اسباق کا ناغہ برداشت نہ ہوسکا اور بترغیب جناب حافظ ضمیر حسن صاحب مرادآبادی یہ طے پایا کہ دار الخیر اجمیر شریف چلا جائے الخ [مقدمہ بشیر القاری ص ۸]

امام النحو کی آفاقی شہرت اور جامعہ نعیمیہ:

اخیر میں اس بات کی وضاحت بے محل نہ ہوگی کہ جامعہ نعیمیہ سے امام النحو کو کیا عطا ہوا، امام النحو کی فکر کو بلندی، ذہن ودماغ کو قوت وتوانائی، حوصلوں کو جلا، طبیعت میں تحقیق وتفحص وجستجو کا مادہ، قلب میں علمی ذوق وشوق اور روح کو ایمانی حرارت جامعہ ہی کی عطا ہے۔ اور یہ جامعہ ہی کا فیضان تھا جس کی وجہ سے آپ کامیابی وکامرانی سے ہمکنار ہوئے، آپ کی علمی عبقریت اور آفاقی شہرت میں جامعہ نعیمیہ نے جو کلیدی کردار ادا کیا وہ اہل علم پر مخفی نہیں ہے۔ بلکہ یہ کہنے میں راقم حق بجانب ہے کہ علمی حلقہ میں امام النحو جیسے خطاب جلیل سے آپ کی شہرت وپذیرائی جامعہ نعیمیہ ہی کے فیضان کا ثمرہ ونتیجہ ہے۔ نحوی صلاحیت اور علم نحو میں ملکہ آپ کو جامعہ ہی سے حاصل ہوا جامعہ نعیمیہ میں داخل ہونے کے بعد دیگر علوم سے قطع نظر علم نحو کی جانب آپ کا طبعی میلان، جامعہ میں رہ کر نحوی کتب خصوصا کافیہ جو علم نحو کی اہم کتاب ہے اس کا حفظ اور شرح جامی سامنے رکھ کر کافیہ کے مسائل دقیقہ کو حل کر لینا اس کا واضح ثبوت ہے کہ جامعہ میں علم نحو پر آپ عبور حاصل کر چکے تھے۔ نیز مدرسہ معینیہ میں داخل

ہونے کے بعد مدرسہ کے بہترین مدرس معین المدرسین حضرت العلام غلام علی صاحب معینی علیہ الرحمہ کا شرح جامی میں افعال ناقصہ کی بحث پڑھاتے وقت کسی عبارت کے مطلب کی جانب ذہن کے ملتفت نہ ہونے پر آپ کو طلب کر کے اس عبارت کی وضاحت چاہنا اور آپ کا اس عبارت کا مطلب بیان کر کے استاد محترم سے تحسین وآفریں حاصل کرنا جامعہ نعیمیہ میں آپ کی بہترین تربیت، اساتذہ جامعہ نعیمیہ کی خصوصی توجہات اور جامعہ نعیمیہ سے علم نحو پر مکمل مہارت حاصل کر لینے کا ہی ثمرہ ونتیجہ تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ راقم نے بعجلت یہ چند سطریں قلمبند کی ہیں صرف اس غرض سے کہ امام النحو کے ثناخوانوں کی فہرست میں راقم کا نام بھی درج ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ امام النحو کے درجات بلند فرمائے اور حشر تک آپ کے مزار پر انوار پر فیض افشانی فرمائے (آمین)

ذوالفقار احمد خان نعیمی ککرالوی

صدر العلماء ایک بافیض شخصیت

حضرت علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب

(ایم، اے) پرائیل، برطانیہ

حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ کی تین تصانیف البشیر شرح نحو میر، البشیر الکامل شرح شرح مائۃ عامل اور بشیر القاری جو صحیح بخاری شریف کے پہلے باب کی احادیث کی شرح ہے، اس وقت میرے سامنے ہیں۔ بشیر القاری کی وجہ تصنیف بیان کرتے ہوئے خود ارشاد فرماتے ہیں:

دار العلوم دیوبند کے مہتمم اور شیخ الحدیث مولانا انور شاہ کے درمیان جھگڑا ہوا۔ غالباً ۱۹۲۸ یا ۱۹۲۷ کی بات ہے۔ شاہ صاحب طلباء کو لے کر ڈھابیل صوبہ گجرات چلے گئے اور دار العلوم دیوبند کا دار الحدیث خالی ہو گیا۔ یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ شیخ الحدیث کے جانے سے دار العلوم پر کوئی اثر نہیں پڑا، دورۂ حدیث کا معیار گرا دیا گیا۔ یہ خبر پاتے ہی اطراف واکناف سے ناعاقبت اندیش طلباء ٹوٹ پڑے جن کا مقصود صرف کاغذی سند کا حصول تھا اور دار الحدیث سابق کی طرح لبالب بھر گیا۔ اس کا اثر دوسرے مدارس پر بھی پڑا۔ وہ بھی مصالح زندگی کے پیش نظر اپنے معمول پر ترمیم کرنے پر مجبور ہو گئے اور رفتہ رفتہ نوبت باایں جارسید کہ بدشوق، پست حوصلہ۔ نااہل طلباء کی زیارت کا اگر اشتیاق دامن گیر ہو تو دورۂ حدیث کے طلباء کو دیکھ کر پورا ہو سکتا ہے۔

ان حالات میں آپ نے بخاری شریف کی شرح سلیس اردو میں لکھنی شروع کی تاکہ طلبہ اس کے مطالب بآسانی سمجھ سکیں اور ساتھ ساتھ ان غلطیوں کی نشاندہی بھی کر دی جو اس وقت کے بعض اساتذہ کی طرف سے دہرائی جا رہی تھیں۔ آپ اندازہ فرما سکتے ہیں کہ جس عزم کے ساتھ آپ بخاری شریف کی شرح کا آغاز کر رہے ہیں اس کے لئے کتنی اہلیت درکار ہے اور اس شرح کا معیار کتنا بلند ہوگا۔ کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ بلاشبہ علامہ میرٹھی نے طلباء کے لئے سلیس اردو میں ایک ایسا تحفہ چھوڑا ہے جو باصلاحیت طلباء کے لئے ایک نعمت عظمیٰ ہے اور اساتذہ کے لئے بھی مشعل راہ ہے

علامہ بدر الدین عینی کی شرح صحیح بخاری عمدۃ القاری کا انداز اختیار کرنے کی کوشش کی ہے۔ تصوف کے دقائق کی وضاحت کی گئی ہے۔ علماء دیوبند کی لغزشوں پر خوب گرفت کی ہے۔

بیعت کی خصوصی برکات، صدق نیت پر موقوف، بیعت کی اقسام، بیعت ارادت، بیعت برکت، راہ سلوک میں صدق نیت کی اہمیت، خلوت گزینی کے فوائد، ذکر کی اقسام، سجدہ کی بحث اور اس کے اقسام وغیرہ پڑھنے سے

تعلق رکھتے ہیں۔

البشیر الکامل کے دیباچہ میں مائۃ عامل کی شرح میں اساتذہ کی غلطیوں کی نشاندہی کی ہے اور پھر ان کی تصحیح فرمائی ہے۔ خصوصاً ایسی غلطیاں جن کا تعلق ادب بارگاہ الوہیت اور ادب بارگاہ رسالت کے ساتھ ہو ان کی خوب وضاحت کی ہے۔ اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ علم نحو میں کتنی کامل دسترس رکھتے تھے۔ جن لوگوں نے ان کو امام النحو کہا ہے، وہ اس میں بلاشک حق بجانب ہیں۔ دوسری حقیقت جو آپ کے اس انداز تحریر سے ظاہر ہے وہ بارگاہ الوہیت اور بارگاہ رسالت کے ساتھ ان کی عقیدت ومحبت ہے۔ یہ عشق ومحبت کا جذبہ وہ نعمت عظمیٰ ہے جس پر ایمان کے کمال کا دارومدار ہے۔ اور اس میں آپ درجۂ کمال پر فائز معلوم ہوتے ہیں۔

نیک لوگوں کے تذکرہ کے وقت اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے اس کا تجربہ وقتاً فوقتاً ہوتا ہی رہتا ہے۔ اس قسم کی کیفیت سے آج اس وقت دوچار ہوں۔ جب علامہ غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے یہ سطور لکھنی شروع کیں ایک عجیب قسم کا سرور تھا۔ جس کی وجہ سے طبیعت ہشاش بشاش تھی۔ نماز میں خشوع وخضوع میں اضافہ ہوا۔ میں نے ذاتی طور پر یہ محسوس کیا کہ جس ہستی کے بارے میں اپنا اظہار خیال کر رہا ہوں وہ علمی دنیا میں ایک نامور شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ مقبول بارگاہ خداوندی ہونے کا اعزاز بھی رکھتے ہیں۔ اور یوں آپ کی علمی جلالت کا جو نقش میرے دل پر بیٹھا تھا اس میں اور اضافہ ہو گیا۔

آپ کو بعض احباب نے امام النحو کے نام سے یاد کیا ہے۔ آپ کی تصانیف کو دیکھنے کے بعد اس میں کوئی شک باقی نہیں رہتا کہ نحو میں فی الواقع آپ امامت کے منصب پر فائز ہیں۔ مگر میں سمجھتا ہوں صرف امام النحو کہہ دینا شاید آپ کی شان کے لائق نہیں۔ نحو کے ساتھ ساتھ دیگر علوم پر آپ کی دسترس کے جو نمونے آپ کی تصانیف میں ملتے ہیں انھیں پیش نظر رکھتے ہوئے وہ علماء حق بجانب نظر آتے ہیں جنھوں نے ان کو صدر العلماء کے لقب سے یاد کیا ہے۔

البشیر شرح نحو میر کے آغاز میں حضور صدر العلماء قدس سرہ کی علمی خدمات پر چند سطور میں آپ کے صاحب زادے سید محمد یزدانی مینجر مکتبۃ الجیلانی محلہ کوٹ غربی سنبھل مراد آباد یوپی بخاری شریف کے درس کی کیفیت بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمۃ نے جس انداز میں بخاری شریف کی شرح فرمائی اسی انداز پر بخاری شریف کا درس ہفتہ ہفتہ بھر بلکہ کبھی کبھی دس دس روز جاری رہتا تھا کسی دن صرف ونحو پر گفتگو ہو رہی ہے کسی روز بلاغت پر، کسی روز مسائل فقہیہ پر گفتگو ہو رہی ہے کسی روز تصوف پر، کسی روز اس حدیث سے مذہب اہل سنت کے احقاق پر کلام ہو رہا ہے، کسی روز بدمذہبوں کا رد ہو رہا ہے۔

اس انداز سے درس دینے والی ہستی کو صدر العلماء نہ کہا جائے تو پھر اور کس لقب سے یاد کیا جائے۔

سید محمد ریاض حسین

بریڈفیل، یو۔ کے

حضور صدر العلماء

اور

میرے والد ماجد حضور ریحان ملت

پیرِ طریقت، حضرت مولانا محمد سبحان رضا خان صاحب (سبحانی میاں)
سجادہ نشین آستانہ عالیہ رضویہ (بریلی شریف)

حضور صدر العلماء امام النحو شارح بخاری حضرت علامہ الحاج الشاہ سید غلام جیلانی میرٹھی قدس سرہ العزیز اپنے عہد میں اور اپنے ہم عصر علماء میں ایک ممتاز حیثیت کے مالک تھے، بڑے بڑے علماء کرام و مفتیان عظام کو آپ کی شاگردی کا شرف حاصل ہے، میرے والد ماجد حضور ریحان ملت علامہ الحاج الشاہ محمد ریحان رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان بھی انہیں خوش نصیب تلامذہ میں ہیں کہ جنہوں نے حضور صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمۃ کی درسگاہ میں زانوئے تلمذ طے کیا ہے۔ حضور صدر العلماء میرے والد ماجد سے نبیرہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہونے کے سبب بے انتہا محبت فرماتے تھے بلکہ حق یہ ہے کہ اولادِ اعلیٰ حضرت کی محبت کو اعلیٰ حضرت ہی کی محبت سمجھتے تھے، میرے والد ماجد بھی حضور صدر العلماء سے بے پناہ محبت اور حد درجہ ادب و احترام فرماتے تھے۔ حضور صدر العلماء کی محبت کا یہ عالم کہ ایک مرتبہ حضور والد ماجد بیمار ہوئے یہاں تک کہ بریلی ڈسٹرکٹ ہسپتال میں داخل ہو گئے۔ حضور صدر العلماء کو جب معلوم ہوا تو میرٹھ سے محض عیادت کے لئے بریلی تشریف لائے اور خانقاہ شریف پر حاضری دے کر سیدھے ہسپتال تشریف لے گئے۔ حضور والد ماجد کی مزاج پرسی کر کے دعائے صحت فرمائی۔ اور بہت دیر ہسپتال میں تشریف فرما رہے۔ اس کے بعد میرٹھ مراجعت فرمائی۔ میرے والد ماجد نے کہا اب انشاء اللہ مرض کافور ہو گیا اور توانائی بھی آجائے گی۔ اس لئے کہ میرے استاد میرے مربی حضور صدر العلماء نے دعائے صحت فرمادی ہے۔ اور مجھ پر چشم کرم ڈال دی ہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضور والد ماجد صدر العلماء کے تشریف لانے کے دوسرے دن ہی صبح کو ہسپتال سے گھر آگئے اور بہت جلد نقاہت دور ہو کر توانائی آگئی۔

حضور صدر العلماء علیہ الرحمۃ سے میرے والد ماجد کی محبت کا یہ بھی عالم تھا کہ جب آپ نے مرکز اہل

سنت دار العلوم منظر اسلام کی انتظامیہ کمیٹی کی تشکیل کی تو کمیٹی کا صدر حضور صدر العلماء کو منتخب کیا۔ چنانچہ تا حیات حضور صدر العلماء دار العلوم کی انتظامیہ کمیٹی کے صدر رہے۔ بلکہ والد ماجد فرماتے تھے۔

حضور صدر العلماء انتظامیہ کے صدر ہی نہیں دار العلوم کے سب کچھ ہیں اور جب دار العلوم کے سالانہ امتحان کے لئے ممتحن کا سوال آیا، تو حضور والد ماجد نے حضور صدر العلماء ہی کا انتخاب فرمایا اور پھر تا حیات صدر العلماء ہی ممتحن رہے۔ چونکہ عرس حامدی و جیلانی میں دار العلوم کا سالانہ جلسہ دستار بھی ہوتا ہے اس لئے حضور صدر العلماء تین دن قبل تشریف لے آتے، ان تین دنوں میں قارئین کا امتحان لیتے۔ بعدہ عرس و جلسہ دستار میں شرکت فرماتے، ان ایام میں حضور والد ماجد کا یہ حال رہتا کہ حضور صدر العلماء کے ناشتے اور کھانے کا خاص خیال فرماتے اور کسی خادم یا ہم بھائیوں سے فرماتے کہ دیکھو صدر صاحب کی خدمت میں لاپرواہی و کوتاہی نہ ہونے پائے، کبھی کبھی ایسا بھی دیکھا کہ حضور والد ماجد، حضور صدر العلما کا ناشتہ ان کی قیام گاہ تک خود پہونچاتے اور اکثر ہوتا کہ کوئی خادم یا ہم بھائیوں میں سے کوئی کھانے کی سینی لے جاتا تو حضور والد ماجد خود ساتھ رہتے اور حضور صدر العلماء کی قیام گاہ تک ساتھ جاتے، حضور صدر العلماء حقہ نوش فرماتے تھے تو حضور والد ماجد کسی خادم یا ہم بھائیوں سے فرماتے کہ دیکھو صدر صاحب کے حقہ کا خیال بھی رہے۔ ایسا بھی دیکھا کہ حضور والد ماجد خود ہی چلم بھر کر لے جاتے، بہر حال حضور صدر العلما میرے والد ماجد حضور ریحان ملت کو اپنی اولاد کی طرح سمجھتے تھے جس طرح ایک باپ اپنے بیٹے سے محبت کرتا ہے۔ حضور صدر العلماء بھی اسی طرح محبت فرماتے، اور نبیرۂ اعلیٰ حضرت ہونے کے سبب بہت قدر فرماتے تھے۔ اور میرے والد ماجد بھی حضور صدر العلماء کو ایک مشفق باپ کی طرح سمجھتے تھے۔ جس طرح ایک لائق فرزند اپنے مشفق باپ سے محبت اور اس کی خدمت کرتا ہے، بالکل اسی طرح میرے والد ماجد، حضور صدر العلماء سے محبت فرماتے اور انکی خدمت کر کے ان کی دعاؤں سے سرفراز ہوتے تھے۔ مولیٰ تعالیٰ ہمیں صدر العلماء کے فیضان اور حضور ریحان ملت کی نوازشوں سے دارین میں سرفراز فرمائے۔ آمین یارب العالمین بجاہ النبی الامی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

محمد سبحان رضا خان (سبحانی میاں)
سجادہ نشین آستانہ عالیہ رضویہ
مہتمم دار العلوم منظر اسلام، بریلی شریف یوپی

تذکار

حضرت صدر العلماء سید شاہ غلام جیلانی میرٹھی

حضرت مولانا مفتی شبیر احمد قادری نعیمی

بانی وسربراہ اعلیٰ دار العلوم چشتیہ اشرفیہ بہار

حکیم مطلق کو جب کسی شخص سے اپنے دین حق کی اشاعت و استحکام کا کام لینا مقصود ہوتا ہے تو اس کو وسعت فکر ونظر، رفعت علم، پاکیزگی عمل، سرمایہ حسن اخلاق، بلند حوصلہ، اصابت رائے، یقین وہمت واستقلال کا وہ جوہر لطیف عطا کردیتا ہے جو اس کی ہمہ گیری شہرت وقبولیت کا باعث بن جاتا ہے۔

صدر العلما حضرت سید شاہ غلام جیلانی میرٹھی قدس سرہ بھی ان خاندان اہلبیت کے خوش نصیب چشم چراغوں میں سے ایک ہیں۔ فی الحقیقت حضرت صدر العلما دور ماضی قریب میں باطل کی سازشوں کے خلاف وقت کی ابھرتی ہوئی اس آواز کا نام ہے۔ جس کو سن کر تحفظ مسلک اہلسنت کی ضمانت کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ اس حقیقت کا اعتراف، اظہار، تصنع وتکلف سے بالکل بالاتر ہے کہ موصوف نے اپنی زندگی کے لیل ونہار کو فروغ سنیت کیلئے وقف کردیا تھا، یوں بھی آپ کی شخصیت قدرت کی بیکراں فیاضیوں کا شاہکار نظر آتی تھی۔

دنیائے تصنیف میں اکثر مصنفوں کے قلم کا کوئی نہ کوئی رخ ضرور ہوتا ہے۔ مگر موصوف کی تحریرات کی ہمہ گیری کا عالم یہ ہے کہ حقائق کی روشنی میں معتقدات کی تطہیر ہو یا اصلاح عمل سے متعلق ترغیبی پہلو، فضائل نبویہ کا مقدس موضوع ہو یا عقائد باطلہ کے رد وابطال کا مبحث، علامہ جامی کی جودت طبع ہو یا امام غزالی کا فکر وتدبر، اس میں ساری چیزیں موجود ہیں۔

موخر الذکر موضوع پر جہاں درسی کتابوں کے تراجم وشروح کو زیور تحریر میں لاکر تمام ملت بیضا کے طلبہ پر احسان عظیم فرمایا، وہیں فرق باطلہ کے تراجم وشروح میں خامیوں کو بیان کرکے ان کا رد بلیغ فرمایا اور طلبہ بلکہ اکثر ابتدائی اساتذہ کو بھی گمراہیوں سے محفوظ رکھا۔

آپ خاندان سادات سے تھے جن کے والد گرامی کا نام حضرت علامہ سید شاہ غلام فخر الدین تھا اور دادا کا حضرت علامہ سید شاہ سخاوت حسین قدس سرہ، جو یگانہ روزگار تھے جن کو قدوۃ العلماء الراسخین اور امام الفضلاء الکاملین اور واقف اسرار قاب قوسین کہا جاتا تھا۔

آپ کے اسم گرامی غلام جیلانی کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ کے والد گرامی خاندانی دستور کے مطابق سرکار غوث پاک کی گیارہویں شریف بڑی پابندی سے کیا کرتے اور آپ کو ایک بھی فرزند نہ تھا۔ یکے بعد دیگرے چار لڑکیاں رب نے عطا کی تھیں، اس لئے خواہش ہوئی کہ اب کی مرتبہ رب قدیر نے فرزند عطا کیا تو سرکار غوث پاک کی گیارہویں شریف پہلے سے بھی زیادہ دھوم دھام سے منائی جائے گی۔ چنانچہ ابھی کچھ ہی دن گذرے تھے کہ خواب میں ایک بزرگ کی زیارت نصیب ہوئی اور یہ بشارت دی کہ آپ کا ایک فرزند پیدا ہوگا اس کا نام غلام جیلانی رکھنا۔ چنانچہ اس خواب کی تعبیر ۱۱ر رمضان المبارک کو ولادت باسعادت کی شکل میں رونما ہوئی۔

ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے گھر کے مکتب میں رہ کر حاصل کیا اس کے بعد امام المفسرین، رئیس المناظرین سیدنا سرکار صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ کے زیر سایہ رہ کر جامعہ نعیمیہ دیوان بازار مرادآباد میں آمدنامہ سے کافیہ تک پڑھا۔

آپ کے شرکائے درس میں چند عظیم شخصیتوں کے نام قابل ذکر ہیں ان میں سے ایک مجاہد ملت حضرت مولانا محمد حبیب الرحمن رحمۃ اللہ علیہ رئیس اعظم اڑیسہ، دوسرے رئیس المناظرین حضرت مولانا مفتی محمد رفاقت حسین بہاری رحمۃ اللہ علیہ، تیسرے شمس العلما حضرت مولانا قاضی شمس الدین جونپوری رحمۃ اللہ علیہ، چوتھے حافظ ملت حضرت مولانا عبدالعزیز بھوجپوری، مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ، پانچویں فخر الاماثل حضرت مولانا محمد سلیمان صاحب بھاگلپوری رحمۃ اللہ علیہ، چھٹے رئیس الاذکیا حضرت مولانا غلام یزدانی رحمۃ اللہ علیہ، ساتویں رئیس الاتقیاء حضرت مولانا سردار احمد صاحب گورداسپوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ وغیرہ۔

۱۹۲۳ء میں آگرہ کے مضافات میں راجپوتوں کے اندر فتنہ ارتداد برپا ہونے کی وجہ سے اس کی روک تھام کے لئے حضرت صدر الافاضل اور ان کے ساتھ حضرت مفتی محمد اجمل سنبھلی وغیرہ اکثر جایا کرتے تھے، جس کی وجہ سے تعلیم کا ناغہ ہو جاتا تھا اور آپ اس کو برداشت نہ کر سکے بالآخر اجمیر مقدس دارالعلوم معینیہ چلے گئے، وہاں حضرت صدر الشریعہ مولانا حکیم محمد امجد علی قدس سرہ درس دیا کرتے تھے۔ آپ نے ان سے ختمی درجات تک تعلیم حاصل کی۔ حضرت صدر الشریعہ چونکہ اجمیر شریف چھوڑ کر بریلی شریف منظر اسلام آگئے تھے اس لئے آپ بھی ان کے ساتھ بریلی شریف آگئے تھے یہیں آپ کی دستار بندی ہوئی۔

بیعت آپ نے قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین اشرف المشائخ سیدنا الشاہ سید علی حسین کچھوچھوی قدس سرہ کے دست حق پرست پر بریلی شریف کے عرس رضوی کے موقعہ پر غالباً ۱۹۲۲ء میں کی، اور اجمیر مقدس میں مورخہ ۱۲ر ذوالحجہ ۱۳۵۰ھ کو خلافت سے نوازا گیا۔ ساتھ ہی ایک کلاہ اور ایک استعمالی جبہ بھی عطا فرمایا جس کے متعلق اہل خانہ کو وصیت کردی کہ اس کو میرے کفن میں شامل کردیا جائے چونکہ بزرگان دین کے ملبوسات شامل کفن کرنا مسنون ہے۔ کما فی الارکان الاربعۃ بحر العلوم اللکھنوی قدس سرہ القوی۔

تدریس کے لئے سب سے پہلے حضرت صدر الافاضل کی فرمائش پر تاج المدارس قصبہ جائس رائے بریلی

پہونچے اور ڈیڑھ دو سال رہ کر احسن المدارس نئی سڑک کانپور میں کافی اصرار کے بعد خدمت تدریس پر مامور ہو گئے۔ اور علامہ حبیب الرحمٰن شیروانی کے اصرار پر کرنال بھی گئے اور بالآخر میرٹھ میں آکر اپنے علم وہنر کی دھونی رچا کر آفتاب علم ومعرفت ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

(مفتی) شبیر احمد قادری نعیمی

امام النحو حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی

عصر حاضر کے بوعلی سینا و فارابی

اور بزم ارشاد کے شبلی و جنید

حضرت علامہ و مولانا مفتی شفیق احمد صاحب شریفی

پرنسپل دار العلوم غریب نواز (الہ آباد)

استاذ الاساتذہ، صدر العلماء، تاج الفحول، امام النحو علامہ سید غلام جیلانی علیہ الرحمہ شارح بخاری کا سلسلہ نسب اس طرح ہے:

حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی بن مولوی غلام فخر الدین ابن قدوۃ العلماء امام الفضلا علامہ سید سخاوت حسین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم۔

آپ کے والد حضرت مولوی سید فخر الدین صاحب قدس سرہ نے دنیوی تفکرات کے باعث شرح جامی تک پڑھ کر چھوڑ دیا تھا۔ نواب احمد سعید خاں صاحب شیروانی والی ریاست داؤں ضلع علی گڑھ مرحوم نے استاذ زادہ ہونے کے احترام میں بجائے تعلیم مکمل کرانے کے کاشت کے واسطے تیس بتیس بیگھہ زمین عطا فرمائی تھی۔ اور اپنے حدود ریاست کی قضیات دے کر مسجد اندرون گڑھی کی پنج وقتہ امامت اور جمعہ وعیدین کی خطابت پر مامور فرمایا۔

شب ۱۸ ررمضان المبارک ۱۳۷۴ھ میں بمقام ریاست داؤں ۹۷ سال سے متجاوز ہو کر وفات پائی۔ نور اللہ مرقدہ

حضرت صدر العلماء کے عم معظم حضرت مولانا سید قطب الدین صاحب برہمچاری قدس سرہ کو استاذ بالکل حضرت مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی قدس سرہ سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ بنارس کے کسی مندر میں ہندوانہ روپ اختیار کر کے زبان سنسکرت کی تحصیل فرمائی، ہندو دھرم سے پوری واقفیت کے بعد میدان تبلیغ میں اتر آئے۔ آریہ مذہب کا رد کیا کرتے تھے، سینکڑوں کو مشرف باسلام کیا۔ ایک سوٹ کیس میں ان کی چوٹیاں محفوظ

تھیں۔ آخری وقت میں غیر مقلدین اور وہابیوں کے رد کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ میں بمقام سہوان ضلع بدایوں میں وصال فرمایا۔ بعد عید نواح سہوان کے ایک صوبیدار زیارت حرمین شریفین کے لئے حاضر ہوئے مدینہ منورہ پہنچ کر روضۂ اطہر کے سامنے دیکھا کہ برہمچاری صاحب حاضر ہیں۔ سراپا حیرت بن گئے کہ ان کا تو سہوان میں انتقال ہو چکا ہے، پھر یہاں کیسے موجود ہیں۔ بڑھ کر بعد سلام کے دریافت کیا کہ آپ یہاں کیسے؟ لب پر انگشت رکھ کر خاموش رہنے کے لئے اشارہ کیا اور نظروں سے غائب ہو گئے۔

هرگز نمیرد آنکه دلش زنده شد بعشق
ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما

جد امجد:

زبدۃ الکاملین، قدوۃ العارفین، عارف اسرار قاب قوسین، حضرت مولانا حکیم سید سخاوت حسین قدس سرہ العزیز ان علمائے شریعت سے تھے جن کی زیارت کو حدیث میں عبادت قرار دیا گیا ہے۔ اسی واسطے مجدد مأۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب رضی اللہ عنہ کی مجلس میں آپ کا ذکر ہوتا تو نام مبارک سنکر تعظیما سینہ پر ہاتھ رکھ لیا کرتے تھے۔

غدر ۱۸۵۷ء میں آپ کا نام باغیوں کی فہرست میں درج کیا گیا تھا اسی بناء پر جائداد ضبط کی گئی۔ گرفتاری کے واسطے جب گورا فوج آئی تو آپ مسجد خطیب واقع محلہ قاضی سہوان میں تشریف فرما تھے۔ آپ کو دیکھ کر فوج کا انگریز افسر بولا "یہ پادری ہے۔" نظر برآں فوج بدوں گرفتاری واپس چلی گئی۔ آپ کے بھائی اور دیگر اقربا کو گرفتار کر کے شہید کر دیا۔ اپنے عصر میں نحو وصرف کے امام تھے۔ فن مناظرہ میں ملکۂ تام تھا۔ جب کسی وہابی سے مناظرہ ہوتا تو حسن تدبیر سے مسائل صرف ونحو میں لا کر زیر فرما لیا کرتے تھے۔ فن طبابت میں بھی خاص درک تھا۔ آدمی کا چہرہ دیکھ کر صحیح کیفیت منکشف ہو جاتی تھی۔

ان کا تاریخی اسم مبارک فضل الرحمٰن تھا سن ولادت ۱۲۲۰ھ نکلتا ہے اور ۱۹ ذی قعدہ ۱۲۹۹ھ میں بمقام خیر آباد شریف اس طرح وفات واقع ہوئی کہ بروقت قل شریف فرمایا کہ میری چار پائی درگاہ شریف میں لے جا کر مواجہ شریف میں بچھا دو اور بموجب ارشاد امیر خسرو علیہ الرحمہ

ہر قوم راست ملت ہر ملتے پناہے
من قبلہ راست کردم بر سمت کج کلاہے

وہاں پہنچ کر مزار شریف کی طرف رخ کر کے لیٹے اور ادھر قل ختم ہوا ادھر آپ داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے واصل بحق ہو گئے اور یہ تمنا پوری ہو گئی۔

آرزو یہ ہے کہ دم نکلے تمہارے سامنے

تم ہمارے سامنے ہو ہم تمہارے سامنے

سند منقول:

حضرت صدر العلماء سید غلام جیلانی میرٹھی کو منقولات میں سند عالی حاصل ہے۔ صرف چار واسطوں سے آپ کا سلسلہ امیر المومنین فی الحدیث مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ سے ملتا ہے۔ صدر العلماء کو حضرت صدر الشریعہ مصنف بہار شریعت خلیفۂ اعلیٰ حضرت علامہ حکیم امجد علی سے۔ صدر الشریعہ کو مجدد مائۃ ماضیہ شیخ العرب والعجم الامام الافخم سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی سے، امام اہلسنت کو قطب الاقطاب فرد الاحباب حضرت مولانا شاہ سید آل رسول صاحب مارہروی سے اور قطب الاقطاب حامل شریعت غراء ناصر ملت بیضاء امام علمائے راسخین پیشوائے فضلائے کاملین امیر المومنین فی الحدیث حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی سے مجاز تھے جن کی سند سید الانبیاء محبوب کبریا جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ تک کتابوں میں مسطور ہے۔

سند معقول:

حضرت صدر العلماء کو حضور صدر الشریعہ سے اور حضرت صدر الشریعہ کو امام الجہابذۃ استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب جونپوری سے اور آپ کو امام المناطقہ والفلاسفہ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی سے۔

سلسلۂ بیعت:

قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، اشرف المشائخ حضرت شاہ سید علی حسین صاحب کچھوچھوی کے دست حق پر بریلی شریف میں، بموقع عرس رضوی ۱۹۲۲ء میں شرف بیعت حاصل کیا اور دار الخیر اجمیر شریف میں بتاریخ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ میں خلافت سے نوازے گئے۔ ایک کلاہ اور استعمالی جبہ بھی عطا فرمایا، سلاسل اربعہ مشہورہ کے ساتھ ساتھ سلسلہ منوریہ کی بھی اجازت عطا فرمائی جس میں وسائط قلیل ہیں حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک صرف پانچ واسطے پڑتے ہیں۔

حضرت صدر العلماء کا علم وفضل:

حضرت صدر العلماء امام النحو حضرت علامہ سید غلام جیلانی علیہ الرحمہ کے علم وفضل اور تبحر علمی پر ان کے ارشد تلامذہ اور ان کی وسیع تصنیفات سے کامل روشنی ملتی ہے۔ انہیں سید المتکلمین، رئیس المحققین، اخفش عصر، امام النحو، رأس الفقہاء والمحدثین کے باوقار خطابوں سے یاد کیا جائے تو کم ہے۔ یقیناً وہ عصر حاضر کے بوعلی سینا و فارابی تھے۔ بزم ارشاد وتبلیغ کے شبلی وجنید تھے۔ میدان تصنیف کے فاتح شہسوار تھے۔

درس حدیث:

عام مدارس کا تقریبا یہ دستور ہے کہ ختم بخاری ضروری ہے۔ خواہ طلباء کو کچھ حاصل ہو یا نہ ہو مگر آپ بخاری شریف کے درس میں بھی ہمیشہ کم کا نہیں کیف کا لحاظ فرماتے اور مقدار کے کم ہونے کا قطعا لحاظ نہ فرماتے۔ علامہ عینی شارح بخاری نے جس انداز پر شرح بخاری تصنیف کی ہے بالکل اسی انداز پر بخاری شریف کا درس ہوتا۔ ایک ایک حدیث کا درس کبھی کبھی ہفتہ ہفتہ، دس دس روز تک جاری رہتا۔ کسی روز صرف ونحو پر گفتگو ہوتی کسی دن بلاغت، معانی، بدیع پر اور کبھی راویان حدیث پر جرح وتعدیل کے گوہر لٹاتے تو کسی وقت مسائل فقہیہ پر مفصل تقریر کر کے مذہب امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل وبرہان سے عظمت وبرتری ثابت کرتے، ہر طرح کا ذوق رکھنے والے طلبا اس بارگاہ عالی میں پہنچ کر اپنی تشنگی کو بجھاتے تھے۔ یہاں نہ حدیث کی تخصیص نہ فقہ کی، نحو کی قید تھی نہ بلاغت کی، منطق کی شرط تھی نہ فلسفہ کی۔

علم نحو پر بطور خصوصی توجہ کا سبب:

علم نحو پر زیادہ زور اس لئے دیتے تھے کہ اس کے بغیر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کا سمجھنا مشکل ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ نے بدعت کی اقسام پر روشنی ڈالتے ہوئے بدعت واجبہ کی مثال میں لکھا ہے:

"علم نحو سیکھنا کہ کتاب وسنت کا فہم ہے۔ چونکہ علم نحو کی عدم واقفیت سے سرمایہ حیات سے محروم ہو جانا پڑتا ہے اس لئے اس پر زور دینا بھی اہم سے اہم تر ہو جاتا ہے۔"

تصنیفی خدمات:

حضور صدر العلماء اپنے وقت کے ایک عظیم قلم کار اور تحقیقی طرز کے مصنف تھے۔ علوم وفنون پر آپ کی کتب دیکھنے کے بعد کہنا پڑتا ہے کہ آپ کو خداداد تصنیفی ملکہ حاصل تھا۔

آپ کی مشہور زمانہ تصنیفات یہ ہیں:

بشیر القاری شرح بخاری:

بخاری شریف کی ابتدائی چند حدیثوں کی شرح ہے مگر نہایت بسط وتفصیل سے علمی گوہر لٹائے ہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے علم کا ایک سمندر موجیں لے رہا ہے۔ اسماء رجال، نحو، صرف، صنف حدیث، مسائل فقہیہ متخرجہ، تصوف اور تحقیق لغات پر زبردست بحث فرمائی ہے۔ جس کی نظیر دور دور تک شارحین کے یہاں نہ ملے گی۔ دیوبندیوں کے شیخ الحدیث انور شاہ کشمیری جن کی حدیث دانی پر پوری قوم کو فخر وناز ہے۔ ان کی مشہور شرح فیض الباری کی اغلاط وسقطات کو جگہ جگہ آپ نے تحقیقی انداز میں ظاہر فرمایا ہے۔ اور جو اس کے اوپر قلم جوش میں آیا

ہے تو وہ تحقیقات کے جوہر دکھائے ہیں کہ انور شاہ کشمیری صاحب کی علمی بے بضاعتی و بے مائگی اظہر من الشمس ہوگئی ہے۔ اور یہ بات بہت واضح ہوگئی ہے کہ علماء دیوبند نے خدمت کے نام پر علماء وطلبا کو گمراہی کے عمیق غار میں ڈھکیل دیا ہے۔

بشیر الناجیہ:

یہ نحو کی مشہور داخل درس کتاب علامہ ابن حاجب کے کافیہ کی مبسوط شرح ہے جو صرف مجرورات تک ہے۔ الفاظ کی تحقیق عبارت کا سلیس وسادہ اور تحقیقی ترجمہ ہے جو دل میں اترتا چلا جائے۔ پھر قیل وقال سے طلبہ کے ذہن کو مسائل کے حل کا عادی بنایا ہے۔ اور پھر ترکیب نحوی پیش کر کے عبارت کے فہم کو آسان اور سہل تر بنادیا ہے۔

بشیر الناجیہ دیکھ کر مدرسین شرح جامی کو بھی بہ آسانی پڑھا سکتے ہیں۔ "بشیر الناجیہ" شرح جامی کی متعدد شروح اور کافیہ کی بیسیوں شروح کا نچوڑ وخلاصہ ہے۔

البشیر الکامل:

درس نظامی کی ابتدائی نحوی کتاب "شرح مأۃ عامل" کی کامل ومکمل شرح ہے۔ جس میں ترجمہ، تشریح، قیل وقال اور ترکیب کے ذریعہ طلبہ کی صلاحیت کو مضبوط اور ٹھوس بنانے کی سعی بلیغ فرمائی ہے۔ نیز راقم السطور کا تدریسی تجربہ ہے کہ جن طلبہ کو شرح مأۃ عامل کی تعلیم حضور صدر العلما کی تصنیف "البشیر الکامل" کے انداز پر دی گئی انہیں ہدایۃ النحو اور کافیہ وغیرہ پڑھانے میں زیادہ دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ اور وہ اپنے وقت کے باصلاحیت اور کامیاب مدرس ثابت ہوئے۔

البشیر بشرح نحو میر:

سند المحققین، السید الشریف علی بن محمد بن علی الجرجانی (ولادت ۷۴۰ھ متوفی ۸۱۶ھ) کی شہرہ آفاق تصنیف نحو میر جو نحو کی ابتدائی اور بنیادی حیثیت کی حامل ہے۔ اس کی مطول شرح کا نام "البشیر" ہے۔ انداز تحریر یہ ہے کہ بین السطور ترجمہ کیا ہے۔ پھر تیکھے سوال وجواب کے ذریعہ طلباء کو فہم مسائل کا عادی بنایا ہے۔ اور پھر آخر میں تنبیہ کے زیر عنوان دیوبندیوں کی دو شرح "المصباح المنیر" اور مہر منیر کی اغلاط کو ظاہر کر کے اور حقیقت کو واضح کر کے دیوبند کے علما پر قیامت برپا کر دی ہے۔

نظام شریعت:

مدنی تاجدار کے لیل ونہار کو اچھوتے انداز میں فقہی ترتیب پر کثیر الوقوع مسائل جمع فرما کر عوام پر ایک عظیم احسان فرمایا ہے۔ جس میں عقائد، نماز پنجگانہ، نماز جنازہ، تجہیز وتکفین، حظر واباحت کے کثیر الوقوع مسائل کو جمع فرمایا ہے۔ یہ کتاب ہر مرد وعورت، عوام وخواص، ائمہ مساجد کے لئے بے حد مفید ہے۔

ان کے علاوہ آپ کے دو رسائل "تصحیح النظر فی صعود القمر" اور "تصحیح المسلک کل فی فلک" طبع ہو کر علمی دنیا سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ ان دونوں رسائل میں سے اول الذکر میں "چاند پر نہیں جایا جا سکتا" اور ثانی میں افلاک کی حقیقت پر مدلل بحث فرمائی گئی ہے۔

تلامذہ:

آپ کے مشہور تلامذہ یہ ہیں:

(۱) حافظ الملۃ علامہ شاہ عبد العزیز صاحب علیہ الرحمہ محدث مبارک پوری بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور
(۲) شمس العلما علامہ محمد نظام الدین صاحب شیخ الحدیث مدرسہ خیریہ ہسرام
(۳) فقیہ النفس شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی
(۴) صوفی ملت حضرت علامہ محمد طیب خاں صاحب شیخ الحدیث منظر حق ٹانڈہ فیض آباد
(۵) عالم ہفت زباں محقق عصر علامہ مولانا الحاج محمد عاشق الرحمٰن صاحب شیخ الحدیث جامعہ حبیبیہ الہ آباد
(۶) مبلغ عالم اسلام حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدر جمعیۃ العلما پاکستان
(۷) ریحان ملت حضرت علامہ ریحان رضا خاں صاحب رحمانی میاں علیہ الرحمہ بریلی شریف
(۸) انیس المعقولین علامہ شاہ محمد نعیم اللہ صاحب صدر مدرس منظر اسلام بریلی شریف
(۹) پیر طریقت حضرت علامہ و مولانا سید شاہ نعیم اشرف صاحب سجادہ نشیں خانقاہ اشرفیہ جائس
(۱۰) رئیس التحریر علامہ مولانا انوار احمد نظامی دربھنگوی ناظم اعلیٰ دار العلوم غریب نواز الہ آباد
(۱۱) شیخ القراء حضرت علامہ حافظ و قاری محمد حسن صاحب اشرفی سنبھل مرادآباد
(۱۲) زینت بزم افتاء علامہ قاری احمد حسن صاحب اشرفی دار العلوم حامدیہ اشرفیہ سنبھل مراد آباد
(۱۳) خطیب الہند حضرت علامہ محمد حبیب اشرف صاحب ناظم اعلیٰ دار العلوم حامدیہ سنبھل مراد آباد
(۱۴) عالمی مبلغ اسلام حضرت علامہ عارف اللہ صاحب قادری میرٹھی پاکستان
(۱۵) خطیب ایشیا و یورپ حضرت علامہ سید شاہ کلیم اشرف صاحب جائسی
(۱۶) شیخ المشائخ علامہ مولانا سید شاہ محمد اکبر میاں صاحب زیب سجادہ آستانہ محمدیہ پھپھوند شریف اٹاوہ
(۱۷) شیخ التجوید حضرت علامہ قاری محمد یحییٰ صاحب سابق ناظم اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور
(۱۸) حضرت علامہ مولانا چراغ عالم صاحب شیخ الحدیث مدرسہ اجمل العلوم سنبھل مراد آباد
(۱۹) صوفی ملت، سند المدرسین علامہ رحمت اللہ صاحب بلرام پوری شیخ الحدیث دار العلوم غریب نواز الہ آباد
(۲۰) حضرت علامہ سید محمد اصغر میاں صاحب آستانہ عالیہ محمدیہ پھپھوند شریف اٹاوہ
(۲۱) حضرت علامہ و مولانا مفتی قاضی عبد الرحیم صاحب مفتی دار الافتاء بریلی شریف

(۲۲) خطیب شعلہ بیان مولانا محمد حسین صاحب بہرائچی شیخ الحدیث حمیدیہ فاروقیہ بنارس
(۲۳) خطیب شیریں بیان مولانا محمد رئیس کوثر صاحب بہرائچی
(۲۴) رئیس العلماء علامہ صوفی نذیر احمد صاحب صدر مدرس دار العلوم شاہ عالم گجرات
(۲۵) حضرت مولانا مفتی محمد فاروق صاحب رضوی مدرس ومفتی دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف

شفیق احمد شریفی رضوی
بانی ومہتمم دار العلوم افضل المدارس کربلا باغ، الہ آباد، یوپی
(ماخوذ از: تذکرۂ اکابر اہلسنت) ص ۳۱۱ تا ۳۳۵ ملخصاً

صدرالعلماء میرٹھی مخزنِ علوم ومعارف

حضرت مولانا مفتی شمس الضحیٰ صاحب اشرفی چشتی
سجادہ نشین آستانہ عالیہ (دھاوہ شریف)

اللہ تعالیٰ نے نوع انسان پر یہ جو گوناگوں احسانات فرمائے ہیں ان میں سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ ان کی ہدایت کے لئے اور اپنے قرب ورضا اور جنت کا مستحق ان کو بنانے کے لئے نبوت ورسالت کا سلسلہ جاری فرمایا، انسانی دنیا کے آغاز سے لیکے حضور ﷺ کی بعثت تک یہ سلسلہ اس طرح جاری رہا کہ جب اور جس خطۂ زمین میں انسانوں پر گمراہی کا غلبہ ہوا اور انہیں آسمانی ہدایت کی ضرورت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنا کوئی نبی ان میں بھیج کر ان کی رہنمائی اور دستگیری فرمائی اس طرح ہزاروں سال یہ سلسلہ جاری رہا اور انسانوں کی روحانی استعداد فطری طور پر بھی اور انبیاء علیہم السلام کی مسلسل تعلیم و ترتیب کے ذریعہ بھی برابر ترقی کرتی رہی۔ یہاں تک کہ اب سے کوئی چودہ سو برس پہلے جب انسانیت روحانی استعداد کے لحاظ سے گویا بالغ ہوگئی اور دنیا کے مختلف حصوں کے درمیان اسی زمانہ میں روابط اور تعلقات بھی قائم ہونے کی صورتیں پیدا ہو گئیں اور آمد ورفت کے وہ وسائل پیدا ہونے لگے جن کی وجہ سے ایک طرف کے علوم وافکار دوسری طرف منتقل ہونا ممکن ہو گیا اور مختلف جہتوں میں جڑی ہوئی جب اس طرح کی دنیا بن گئی تو حکمت الٰہی نے فیصلہ کیا کہ اب ایک ایسی کامل ہدایت اور مکمل دین پوری انسانی دنیا کو عطا فرمادیا جائے جو قوموں کے حسب حال ہو اور ایک ایسے نبی ورسول کے ذریعہ اس ہدایت اور اس دین کو بھیجا جائے جو سب ملکوں اور سب قوموں کا نبی ہو اور پھر اس نبی پر نبوت کے اس سلسلہ کو ختم کردیا جائے۔ حکمت خداوندی نے اس فیصلہ کے مطابق حضور ﷺ کو خاتم النبیین بنا کر ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور ان کے ذریعہ بھیجے ہوئے مقدس صحیفہ قرآن مجید میں ختم نبوت اور تکمیل دین کا اعلان بھی فرمادیا۔ پھر حضور ﷺ کے ذریعہ جس وسیع اور عالمگیر پیمانہ پر اس دین حق کی تبلیغ واشاعت ہوئی۔ اور آپ کی دعوت وتعلیم کے نتیجہ میں جو عظیم الشان روحانی اور اخلاقی انقلاب دنیا میں برپا ہوا اور پوری انسانی دنیا کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت وہدایت کا جیسا دروازہ کھلا اور آپ کی اتباع کر کے دنیا کی مختلف قوموں میں جتنے لوگ حق آگاہ اور خدا رسیدہ بنے اور دنیا میں تہذیبوں اور تمدنوں کے ہزاروں انقلابوں کے باوجود انسانی زندگی کے انفرادی واجتماعی تمام شعبوں میں رہنمائی کے لئے آپ کا لایا ہوا دین تقریباً ڈیڑھ ہزار سال سے آج تک جیسا کافی ثابت ہورہا ہے یہ سب باتیں ہر سلیم الفطرت انسان کے لئے ہر حسی معجزہ سے بڑھ کر اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ بیشک ساری دنیا کے لئے آپ کے لائے ہوئے دین کا ذمہ خود لیکر اس کا ایک ظاہری انتظام اس عالم تکوین میں یہ تجویز

فرمایا کہ ہر زمانہ اور ہر دور کی ضرورت کے مطابق ایسے لوگ آپ کی امت میں پیدا ہوتے رہیں جو اس دین کی حفاظت اور خدمت ہی کو اپنا وظیفۂ حیات بنائیں۔ چنانچہ ماضی کی تاریخ اور حال کا مشاہدہ گواہ ہے کہ ہر دور میں اس امت میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی رہی ہے جنہوں نے دین کے تعلم وتعلیم اور حفاظت وخدمت کو ہی اپنا خاص مشغلہ اور وظیفہ بنایا۔ یہاں تک کہ آج بھی جبکہ مادہ پرستی اور دنیا طلبی پوری انسانی دنیا پر گویا چھائی ہوئی ہے امت محمدی میں لاکھوں کی تعداد میں ایسے افراد موجود ہیں جو دین کی تعلیم وتعلم اور اس کی حفاظت اور خدمت ہی کے کسی کام کو اپنی زندگی اور اپنی توانائیوں کا مصرف بنائے ہوئے ہیں۔ یہ دراصل اللہ تعالیٰ کے تجویز کیے ہوئے اسی انتظام اور اس کی مشیت کے اسی فیصلہ کا ظہور ہے جس کا ذکر اوپر کی سطروں میں کیا گیا ہے۔ اور چونکہ یہ دین قیامت تک کے لیے اور دنیا کی ساری قوموں کے لیے تھا اور مختلف انقلابات سے اس کو گزرنا اور دنیا کی ساری قوموں اور ملتوں اور ان کی تہذیبوں سے اس کا واسطہ پڑنا تھا اور ہر مزاج وقماش کے لوگوں کو اس میں آنا تھا اس لئے قدرتی طور پر ناگزیر تھا کہ جس طرح پہلے نبیوں کے ذریعہ آئی ہوئی آسمانی تعلیم وہدایت میں طرح طرح کی تحریفیں اور آمیزشیں ہوئیں۔ اور عقائد واعمال کی خرابی نے ان میں جگہ پائی اسی طرح خدا کی نازل کی ہوئی اس آخری ہدایت وتعلیم میں بھی تحریف وتبدیل کی کوششیں کی جائیں گی اور فاسد عناصر اس کو اپنے غلط خیالات اور اپنے نفسانی خواہشات کے مطابق ڈھالنے کے لیے حقائق دینیہ کی غلط تاویلیں کریں گے اور سادہ لوح عوام ان کے دجل وتلبیس کا شکار ہوں گے اور اس طرح یہ امت بھی عقائد واعمال کی خرابیوں میں مبتلا ہو جائے گی، اس لئے سلسلۂ نبوت ختم ہو جانے کے بعد اس دین حق کی حفاظت کے لئے ایک خاص انتظام یہ بھی ضروری تھا کہ ہر دور میں کچھ ایسے بندگان خدا پیدا ہوتے رہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین کی خاص فہم وبصیرت عطا ہو جس کی وجہ سے وہ اسلام وغیر اسلام اور سنیت وبد عقیدگی کے درمیان امتیاز کی لکیر کھینچ سکیں اور اس کے ساتھ دین کی حفاظت کا خاص داعیہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے دلوں میں ڈالا جائے اور اسی راہ میں ایسی عزیمت بھی عطا فرمائی جائے کہ ناموافق سے ناموافق حالات میں بھی وہ اس قسم کے ہر فتنہ کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو جائیں اور دین حق کے چشمۂ صافی میں الحاد وبدعت کی کوئی آمیزش نہ ہونے دیں اور امت کے عقائد یا اعمال میں جب کوئی زیغ یا فساد پیدا ہو یا غفلت یا بے دینی کا غلبہ ہو تو خاتم الانبیاء ﷺ کے ایک وفادار لشکری کی طرح وہ اس کے بیخ کنی کے لئے اپنی پوری طاقت کے ساتھ جدوجہد کریں اور کوئی لالچ اور کوئی خوف ان کے قدم نہ روک سکے۔

ایسی ہی اولوالعزم شخصیتوں میں سے ایک شخصیت کا نام صدر العلماء امام النحو الشاہ سید غلام جیلانی میرٹھی قدس سرہ النورانی ہے جنہوں نے ہزاروں تشنگان علم کی تشنگی بجھائی گویا کہ ایسی ہمہ گیر شخصیت تھے کہ اگر کوئی نحوی آتا تو برملا کہتا کہ یہ امام النحو ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ آپ اپنے دور میں حضرت سید شریف جرجانی قدس سرہ النورانی کی نیابت کر رہے تھے آپ کی کتاب البشیر شرح نحو میر، بشیر الناجیہ، شرح کافیہ، البشیر الکامل، شرح مأۃ عامل جن سے پورے برصغیر کے اساتذہ وطلبہ افادہ واستفاضہ کر رہے ہیں اس پر شاہد ہیں، فقہ پر آپ کو درک حاصل تھا اس کے لئے اگر آپ ان کی تصنیف ”نظام شریعت“ کو دیکھیں تو آپ کہیں گے کہ فقہی حقائق و

معارف کو ایک انوکھے ونرالے انداز سے ذہن وفکر کے اندر اتارنے میں بھی آپ کو کمال حاصل ہے اور اگر آپ ان کی بشیر القاری شرح بخاری کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو ایسا محسوس ہوگا جیسے کسی خانقاہی مدرسے میں زانوئے ادب تہہ کر کے درس حدیث لے رہے ہیں۔ کیونکہ آپ کی شخصیت خانقاہ اور درس گاہ کی مظہر تھی۔

یوں تو اس فقیر اشرفی چشتی کو کئی مرتبہ ملاقات کا شرف حاصل ہوا عرس حضور مخدوم سمنانی میں کچھوچھہ شریف ملاقات ہوئی۔ الجامعۃ الاشرفیہ میں حضرت نے میرا بھی امتحان لیا۔ نیا پارک بنارس میں جلسے کے اندر۔ ویسے بھی اگر کوئی پرکھنے والا ہوتا تو یقیناً آپ کے نورانی اور پروقار چہرہ ہی سے جلالت علمی اور آپ کے اوصاف حمیدہ کا اندازہ لگا لیتا اس کے لئے کچھ مشکل نہ ہوتا بڑے بڑے اس وقت کے علماء جس مودبانہ انداز میں ان کی بارگاہ میں حاضر ہوتے اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ وہ علما کے درمیان مسند صدارت کے سچے حق دار تھے۔

نیا پارک بنارس یوپی میں ایک عظیم الشان جلسہ تھا اور حضرت وہاں بحیثیت صدر جلسہ رونق افروز تھے یہ فقیر بھی حاضر تھا علمائے مندوبین کی تقاریر کے آخر میں علماء کا اصرار ہوا کہ حضرت آپ بھی اپنے ملفوظات گرامی سے نوازیں تو کرم ہوگا کیونکہ آپ عوامی جلسہ وجلوس میں شرکت بہت کم فرماتے تھے اور فرماتے تو خطاب نہیں کرتے تھے اسی لئے منع فرمایا مگر جب اصرار زیادہ ہوا تو رونق افروز ہوئے اور تقریباً ۴۰/۳۵ منٹ کا خطاب فرمایا : خطاب کیا تھا گویا علوم ومعارف کی برسات تھی جس کے پانی سے عوام کے سروں کا تو شاید کوئی بال نہ بھیگا ہوگا ہاں مگر ایسا لگا کہ اس کے ایک ایک قطرہ سے علمائے سامعین کے علوم آموختہ کو ایک نئی زندگی مل رہی ہو علماء پر ایک وجد کی سی کیفیت طاری تھی۔ گویا مختلف فنون پر مشتمل ایک کتاب ہے جو کھلی ہوئی ہے اور جس کی ایک ایک سطر سے ایمان کو تازگی روح کو بالیدگی اور یادداشت کو زندگی مل رہی ہو۔ ''خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را''

ان کے وصال کو ایک زمانہ گزرا مگر ابھی تک ان کی حیات وخدمات پر کوئی کام نہیں ہوا تھا جو انتہائی قابل افسوس رہا۔ مگر خدا بھلا کرے محب گرامی قدر مولانا محمد ایوب اشرفی شمسی کا جنھوں نے اس نقصان کی تلافی کے لئے قدم بڑھایا جد وجہد کی اور کر رہے ہیں دعا ہے کہ خدائے تعالیٰ ان کو کامیابیوں سے نوازے اور علم وعمل میں برکتیں عطا فرمائے آمین۔

سید شمس الضحیٰ اشرفی چشتی فخری (بلیکبرن یو۔کے)

سجادہ نشین آستانہ عالیہ دھاوا شریف۔ غازیپور۔ یوپی۔

سکونت پذیر (بلیک برن۔یو۔کے)

چند یادیں، چند آنسو

حضرت علامہ، مولانا محمد شمیم اشرف ازہری

(ماریشس)

شہر میرٹھ ہندوستان کا مردم خیز شہر ہے، جزیرۂ ماریشس کے لوگ اچھی طرح اس شہر سے واقف ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان سے باہر جن ملکوں میں دینی وملی خدمات کی ہیں ان میں ماریشس بھی ہے۔ ماریشس سے اکثر وبیشتر زائرین میرٹھ جاتے ہیں اور حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب نجیب الاولیاء کے مزار اقدس کی زیارت کرتے ہیں جو مولانا عبدالعلیم صدیقی کے والد گرامی ہیں۔

ہمارے ممدوح امام النحو استاذ العلماء مولانا سید غلام جیلانی علیہ الرحمہ کا مزار مبارک بھی اسی میرٹھ شہر میں زیارت گاہ عام وخاص ہے۔ ۱۱ر رمضان المبارک آپ کی پیدائش کی مبارک تاریخ اور مبارک مہینہ ہے آپ کا اسم گرامی غلام جیلانی حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت سے ہے، تاریخ پیدائش مبارک، مہینہ مبارک، نام نامی مبارک، الحمد للہ پھر آپ کی شخصیت کیوں نہ مبارک ہو آپ کی خدمات میں کیوں نہ برکت ہی برکت ہو فالحمد للہ علیٰ ذلک آپ کا علم نافع رہا آپ کے تلامذہ کا فیض جاری ہے اور رہے گا انشاء اللہ آپ علم وفن کا خزانہ دن رات دونوں ہاتھوں سے خوب لٹاتے رہے، آپ کے تلامذہ صرف کاغذی سند یافتہ نہ ہوئے بلکہ اپنے اپنے علاقہ میں دینی ودنیوی شہرت وبرکت والے ہیں، آپ کے شرکاء اسباق ماشاء اللہ تبارک اللہ یکتائے روزگار رہے، ان کے اسمائے گرامی لکھ کر آپ لکھتے ہیں "تلك عشرة كاملة" ان دس ساتھیوں میں آپ نے پہلا نام (حالات خود بقلم خود) میں مجاہد ملت مولانا الحاج محمد حبیب الرحمٰن علیہ رحمۃ الرحمٰن کا لکھا ہے ان کے مختصر حالات لکھتے ہوئے آپ لکھتے ہیں قدرت نے نبوی صفت "عزيز عليه ما عنتم" کا آپ کو مظہر اتم بنایا۔ ع

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر : سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

فقیر (راقم السطور) مجاہد ملت کا خویدم اور خویدم زادہ ہے۔ فقیر کو مجاہد ملت "الہ آباد، یو۔ پی" سے بریلی شریف، دار العلوم منظر اسلام میں فاضل ادب کی تیاری کرنے لئے خود لائے، جامعۂ ازہر مصر سے منظر اسلام بریلی شریف میں "مبعوث الازہر فی الہند" کی حیثیت سے ایک مصری استاذ آئے ہوئے تھے ان کے پاس "البیان والتبیان ومغنی اللبیب" پڑھتا رہا اور مفسر اعظم علیہ الرحمہ کے حکم پر دورۂ حدیث کے طلباء کے ساتھ بخاری شریف

کے درس میں بھی شامل ہو گیا۔ بخاری شریف مفسر اعظم ہی پڑھاتے تھے اور خوب پڑھاتے تھے، آپ اکثر فرماتے تھے کہ ہم کو بخاری آتی ہے بخار نہیں آتا۔ الحمد للہ سالانہ امتحان کا وقت آیا، حسنِ اتفاق سے ممتحن کی حیثیت سے ہمارے ممدوح مکرم (حضرت صدر العلماء) علیہ الرحمہ تشریف لائے، امتحان سے پہلے حضرت مفسر اعظم علیہ الرحمہ نے فقیر کا تعارف حضرت سے اس طرح فرمایا کہ یہ طالب علم "مجاہد ملت" علیہ الرحمہ کا لایا ہوا ہے۔ یہ مصری استاذ سے فاضل ادب کی تیاری کر رہا ہے، اور میں نے اسکو درسِ بخاری میں بھی شامل کر لیا ہے۔ حضرت نے فرمایا "عند الامتحان یکرم الرجل او یھان" پھر ہم سب شرکائے بخاری کا یکے بعد دیگرے امتحان ہوا۔ جب فقیر کا نمبر آیا تو حضرت نے فرمایا کہ آپ سے عربی ادب کے تعلق سے سوالات ہونگے اور مصری صاحب کو بھی طلب فرمایا اور سوالات عربی میں فرماتے رہے، مصری استاذ بہت متاثر ہوئے، اور کہنے لگے "عندک بسطۃ فی العلم والجسم" پھر جو کہا اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ علم حدیث اور عربی بولنے میں ید طولیٰ رکھتے ہیں، آپ ایسی اچھی فصیح عربی بولتے ہیں۔ عام علماء تو نہیں بولتے۔ امتحان ختم ہوا، اب اسناد پر حضرت دستخط کرنے لگے اور مختلف عبارتیں تحریر فرمائیں اور فقیر کی سند پر حضرت نے لکھا "حق بحقدار رسید" پھر دستخط فرمائے۔ یہ "حق" حضرت ممدوح اور حضرت مجاہد ملت کا فیضان وروحانی تصرف ہے۔ الحمد للہ۔ یہ حضرت کی پہلی زیارت تھی دل پر آج تک اس کا اثر ہے اور انشاء اللہ رہیگا۔

دوسری زیارت کا شرف ممبئی میں ہوا۔ جامعہ ازہر سے واپسی پر فقیر استاذی اشرف العلماء علیہ الرحمہ کے حکم پر ممبئی ایک گورنمنٹ کالج میں اور دار العلوم محمدیہ کے مدرسۂ شبینہ "المدرسۃ اللیلیۃ" میں عربی اور اسلامیات کا مدرس ہو گیا تھا، اسی دوران اشرف العلماء کی قیامگاہ پر حضرت کی زیارت سے مشرف ہوا، حضرت اشرف العلماء نے فرمایا کہ حضرت ماہم شریف زیارت کے لئے جا رہے ہیں تم بھی چلے جاؤ، ٹیکسی سے جاتے ہوئے بریلی شریف میں امتحان کے تعلق سے یادوں کو فقیر نے دہرایا۔ حضرت مسکرائے اور جامعہ ازہر کے تعلق سے کچھ سوالات فرمائے۔ ماہم شریف آ گیا حضرت مخدوم علیہ الرحمہ کی نگری آ گئی فقیر ٹیکسی کا کرایا دینا چاہتا تھا تو حضرت نے بڑی خفگی سے فرمایا کہ آپ میرے ساتھ آئے ہیں۔ میں کرایا دونگا۔ مفت خوری میری عادت نہیں۔ سبحان اللہ، یہ تھی اسلاف کی شان! عطر اللہ مرقدہ

صرف یہ دو زیارتیں ہوئیں مگر ان کی خوشبو اور نورانیت آج بھی باقی ہے۔ اور انشاء اللہ اسکی لطیف اور پاکیزہ خوشبو مشامِ جاں کو معطر کرتی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت کے فیوض وبرکات سے خوب خوب حصہ عطا فرمائے۔ آمین

فقیر چونکہ حضرت کے ساتھی حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کا خویدم اور خویدم زادہ ہے حضرت کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوتا رہا ہے، حضرت کی محفل میں جہاں بہت ہی مفید مفید گفتگو سننے کا موقع ملا ہے وہیں کبھی کبھی

اپنے شرکائے اسباق کا ذکر جمیل بھی فرماتے ساتھیوں کے تذکرہ کے دوران حضرت ممدوح مولانا سید غلام جیلانی علیہ الرحمہ کا ذکر بہت جذباتی انداز سے فرماتے کبھی کبھی فرماتے کہ میرا یہ ساتھی بہت تحقیق وتدقیق میں لگا رہتا ہے ''تحقیق'' کے ساتھ ساتھ ''حقہ'' بھی خوب پیتا ہے حقہ کے ساتھ تحقیق کا کچھ اور ہی لطف ہے پھر جذباتی ہو کر دعا فرماتے ''ابقاہ اللہ ذخراً لنا''

اپنی ناچیز تحریر شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے دو شعروں پر ختم کرتا ہوں

اے پیش از آنکہ در قلم آید ثنائے تو
واجب بر اہلِ مشرق ومغرب دعائے تو

اے در بقائے عمرِ تو نفعِ جہانیاں
باقی مباد آنکہ نخواہد بقائے تو

مزید عرض ہے:　ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدم وبہار آخر شد

محمد شمیم اشرف ازہری
(ماریشس)

سفر حج کی یادیں

تلمیذ حضرت ملک العلماء، حضرت مولانا شہاب الدین اشرفی
(کٹیہار بہار)

مکری حضرت مولانا محمد ایوب اشرفی شمسی زید مجدہ

سلام مسنون

معلوم ہوا کہ آپ صدر العلماء سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر مشتمل ارباب علم ودانش کے رشحات شائع کر رہے ہیں۔ میں تہہ دل سے آپ کی اس تحریک کے تمام شرکاء کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ انشاء اللہ المولیٰ تعالیٰ یہ گلدستۂ مضامین اپنی جماعت کی اس عبقری شخصیت کے حیات وکارناموں کو نئی نسل میں اجاگر کرے گا۔

میں کئی جہتوں سے حضرت صدر العلماء سے متاثر ہوں اور ان کی قدر وقیمت جو میرے دل میں ہے وہ الفاظ میں کماحقہ بیان نہیں کرسکتا۔ جی تو چاہتا ہے کہ مفصل لکھوں، مگر عمر کے اس حصے کو پہونچ چکا ہوں کہ ضعف وقلت کے باعث قلم پر اپنی گرفت نہیں بنا سکتا، ولدی الاعز مولوی آل مصطفیٰ سلمہ کو سفر حج کی کچھ یادیں املا کرا رہا ہوں۔

مجھ حقیر کو حج وزیارت حرمین شریفین میں حضرت موصوف علیہ الرحمہ کے ساتھ رہنے کا موقع ملا اور خدمت کا بھی۔ وہ حد درجہ شفیق وقدرداں تھے۔ آج بھی جب ان کی شفقتیں نوازشیں یاد آتی ہیں تو دل بے اختیار رونے لگتا ہے اور آنکھیں آنسو بہاتی ہیں۔

غزالاں تم تو واقف ہو کہو مجنوں کے مرنے کی
دیوانہ مر گیا آخر کو ویرانے پہ کیا گذری

سفر حج کی یادیں خاص طور سے حافظۂ ذہن میں محفوظ ہیں۔ اور لوح دل پر کندہ ہیں۔ کوئی بتیس (۳۵) سال کا عرصہ گذر گیا۔ لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم ان کے ساتھ محو سفر ہیں، باتیں کر رہے ہیں، اور ان کے علمی نکات سے محظوظ ہو رہے ہیں۔ اس وقت پانی کے جہاز سے سفر ہوتا تھا۔ ایک ہی جہاز میں ہم دونوں سوار تھے۔ دونوں کا ٹکٹ تھرڈ کلاس کا تھا۔ ایک متمول (سیٹھ) آدمی فرسٹ کلاس میں تھا جو حضرت صدر العلماء کو پہچانتا تھا۔ وہ حضرت کے پاس آیا اور کہا: حضور ہم دنیادار فرسٹ کلاس میں جائیں اور آپ جیسے متبحر عالم دین تھرڈ کلاس میں،

پھر اس نے حضرت کے لئے فرسٹ کلاس میں جگہ نکالی۔ بحری سفر کے دوران عموماً دن میں ایک جگہ پر ہم لوگ مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے، ایک بار حضرت صدر العلماء نے مسرت آمیز لہجے میں فرمایا: کہ حج کے لئے اپنے پیر و مرشد حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضر نہ ہو سکا جس کا مجھے سخت ملال تھا۔ لیکن حج میں روانگی سے قبل خواب میں حضرت کی زیارت سے مشرف ہوا۔

فرمایا: تم حج کو جاؤ میں تمہارے لئے دعا گو ہوں۔ مجھے بے پناہ خوشی ہوئی، خواب ہی میں سہی مجھے پیر سے اجازت مل گئی

حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً پہنچنے کے بعد ایک بڑا مسئلہ نماز کا تھا۔ وہاں کے امام وہابی تھے۔ جن کی اقتداء میں نماز جائز نہیں۔ حضرت صدر العلماء سے مشورہ کے بعد ہم لوگوں نے نماز با جماعت کے لئے اپنے ہمراہ جانے والی ٹیم کی جماعت بنالی۔ امامت کے فرائض صدر العلماء انجام دیتے تھے۔ جب ان کی طبیعت ناساز ہو گئی تو مجھ سے فرمایا کہ آپ نماز پڑھائیں۔ ان دنوں وہاں کے حکام میں اتنی سختی نہ تھی جتنی آج کل سننے میں آرہی ہے۔ تاہم کچھ ضرور شدت تھی۔ ۲۰/۱۵ آدمی ہم لوگوں کے ساتھ جماعت میں شریک رہتے۔ جب نجدیوں کی جماعت ختم ہو جاتی تو "ریاض الجنۃ" میں ہم با جماعت نماز ادا کرتے تھے۔ اور مکہ معظمہ میں بھی جماعت سے نماز پڑھتے رہے۔ ایک بار سعودی مطوا سے معمولی بحث بھی ہوئی۔ روضہ پاک علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کی حاضری کا بار بار موقع ملا۔ اور متعدد بار درود و سلام کے نذرانے نچھاور کرنے کے مواقع ملے۔ غار حراء کی اس جگہ میں ہم نے نماز بھی پڑھی جہاں فاختہ نے گھونسلا لگایا تھا۔ جبل نور پر بڑی مشکل سے جانا ہوا۔ جہاں حضور ﷺ عبادت کیا کرتے تھے اور وہیں شق صدر ہوا تھا۔ شق صدر والی جگہ کی بعض لوگوں نے نشاندہی فرمائی جس کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضرت مولانا ضیاء الدین قطب مدینہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اعلیٰ حضرت وخلیفہ اشرفی میاں کے یہاں روزانہ نشست و محفل منعقد ہوا کرتی تھی۔ جہاں دیر تک نعت رسول پڑھی جاتی۔ حضرت صدر العلماء اور یہ حقیر شہاب الدین روزانہ ان کی محفل میں حاضر ہوتے اور روحانی کیف سے لطف اندوز ہوتے۔ ادائیگی حج کے بعد جب جدہ جانے کا ارادہ ہوا بسیں ہمارے انتظار میں کھڑی تھیں۔ میں نے سوچا کہ حضرت قطب مدینہ سے آخری ملاقات کر لوں۔ بہت تیزی میں حضرت قدس سرہ کی ملاقات کیلئے گیا، انہوں نے نام و پتہ پوچھا۔ میں نے شہاب الدین اشرفی بتایا اور عرض کیا: ہندوستان سے حاضر ہوا ہوں۔ حضرت قطب مدینہ علامہ ضیاء الدین مدنی نے فرمایا کہ آپ علامہ میرٹھی کے ساتھ آتے رہے۔ مگر آپنے تعارف نہ کرایا۔ میں بھی تو اشرفی ہوں (غالباً حضرت اشرفی میاں کے خلیفہ ہونے کی وجہ سے) اور ہر سال کچھوچھہ شریف کے صاحب سجادہ کو تبرک بھیجتا ہوں۔

علامہ میرٹھی علیہ الرحمہ حلوہ بنا کر لے گئے تھے۔ اور کہتے کہ حلوہ بنا کر کھاؤں گا۔ کیوں کہ زندگی بھر کھایا

وغیرہ کھاتے رہے۔ یہاں کسی کو کھانا پکانے کی زحمت نہ دوں گا۔ اور صرف حلوہ کھا کر عبادت کروں گا۔ مکہ شریف میں ایک سید و سیدہ نے پوچھا کہ آپ کو کچھ کھاتے نہیں دیکھا۔ ان دونوں نے کھانا بنا کر کھلانا چاہا۔ آپ بمشکل تیار ہوئے۔

مجھے خاک شفا حضرت میرٹھی صاحب کی وجہ سے ملی۔ ہوا یوں کہ روضہ اطہر کے قریب ایک بزرگ تھے جن سے ملاقات پر میرٹھی صاحب علیہ الرحمہ کو انہوں نے خاک شفا دی۔ جب وہ دے کر آئے تو مجھے بتایا کہ یہ خاک شفا ہے۔ مگر ہے بہت تھوڑی۔ اس لئے آپ وہاں جائیں اور میرا سلام عرض کریں۔ اور جو ہو سکے دا ہنے ہاتھ میں نذرانہ کچھ لیں۔ عام لوگ ان کو پہچانتے بھی نہیں اور نذرانہ بھی عموماً نہیں لیتے، چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور مجھے خاک شفا مل گئی۔ جو اب تک میرے پاس بطور تبرک محفوظ ہے۔

حج سے واپسی کے بعد جامع اشرف کچھوچھہ کی تاسیس نو کے موقع پر جو تعلیمی کانفرنس ہوئی تھی اس میں حضرت میرٹھی علیہ الرحمہ بھی مدعو تھے ملاقات ہوئی۔ حضرت سرکارکلاں علیہ الرحمہ سے فرمایا کہ حضور ان کی (مولانا شہاب الدین) کی وجہ سے مجھے حج میں بڑا آرام رہا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ خلیق آدمی ہیں۔ مگر مجھے کیا معلوم تھا کہ تعلیمی کانفرنس میں یہ حضرت میرٹھی علیہ الرحمہ سے آخری ملاقات ہے۔ گویا وہ اپنی زبان حال سے کہہ رہے تھے کہ اب تم سے قیامت میں ملیں گے۔ اور میں ان سے کہہ رہا تھا۔

جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت میں ملیں گے
کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور

مولیٰ تعالیٰ ان کی قبر پر رحمت و نور کی بارش برسائے آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

محمد شہاب الدین اشرفی
شجنہ پورا۔ ضلع کٹیہار بہار

امام النحو! حیات وخدمتِ دین کا ایک جائزہ

صاحبزادہ حضرت رئیس الاتقیاء عالیجناب ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی صاحب

(علی گڑھ مسلم یونیورسٹی یو۔پی)

سرورِ کائنات فخرِ موجودات ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل" (میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیا کی مانند ہوں گے۔) اس فرمان ذیشان کی مراد یہ ہے کہ جس طرح بنی اسرائیل میں رشد وہدایت کے سلسلے کو جاری رکھنے، راہ راست کی طرف رہنمائی کرنے اور احکام الٰہی کی تلقین کرنے کے لئے متعدد علما وصلحائے بنی اسرائیل متعدد بستیوں اور قبیلوں میں متعین ہوتے تھے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی جناب سے نبوت کا مرتبہ حاصل ہوتا تھا اسی طرح میری امت کی رشد وہدایت اور صراط مستقیم کی رہنمائی کے لئے ہر دور میں متعدد علما وفضلا یہ خدمت انجام دیتے رہیں گے، لیکن چونکہ مجھ پر نبوت ورسالت کا سلسلہ ختم ہو رہا ہے، اب میرے بعد کوئی بھی شخص نبوت ورسالت کے منصب پر فائز نہیں ہوگا، اس لئے یہ علما وفضلا اور حاملین دین کارِ نبوت تو انجام دیں گے، لیکن نہ وہ نبوت کے مقام پر فائز ہوں گے اور نہ انہیں نبی کہا جا سکے گا، اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے گا تو وہ باطل ہوگا اور وہ شخص کذاب سمجھا جائے گا۔ ہاں ان خادمان دین کو علما، صلحا، فقہا، صوفیا، محدثین، مفسرین، مرشدین اور ائمہ وغیرہ کے باعزت اور مفتخر خطابات سے یاد کیا جائے گا۔ امت محمدیہ علی صاحبھا الصلاۃ والسلام انہیں قدر ومنزلت اور عزت وعظمت کی نگاہ سے دیکھے گی، ان کی اقتدا کرے گی اور انہیں اپنا مقتدا وپیشوا مانے گی۔

اس پیش گوئی اور فرمان ذی شان کا یہ اثر ہے کہ ہر دور میں اور ہر بستی میں متعدد علما نے خدمت دین متین کر کے یہ مقام حاصل کیا ہے بلکہ ہر صدی کے اختتام پر ایک ایسا زبردست خادم دین متین بھی ہوتا رہا ہے جس نے احیائے دین کی خدمت انجام دی ہے، بدعات وخرافات کے خلاف قلمی ولسانی جہاد کیا ہے، متروک اور غیر معمول بہا سنتوں کو زندہ کیا ہے۔ اسی کے صلے میں اسے امت کا سواد اعظم مجدد دین وملت تسلیم کرتا ہے اور اس کی اقتدا کو اپنا شعار بناتا ہے۔

چودہویں صدی ہجری میں یہ بلند وبالا مقام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کو حاصل ہے جنہیں وسیع پیمانے پر مجدد دین وملت تسلیم کیا گیا۔ انہوں نے گمراہی، بد دینی، اور بد مذہبی کے اس سیلاب بلا کا ...

پامردی سے مقابلہ کیا جو مغرب کے سیاسی غلبے، اس کی اندھی تقلید اور یہود ونصاریٰ کی ریشہ دوانیوں کی بدولت امت محمدیہ کو چہار جانب سے گھیرے ہوئے تھا اور افراد امت کو طرح طرح کے دام ہم رنگ زمین میں پھانسنے کے لئے کوشاں تھا۔

ان کی اپنی خدمات تو خیر بہت گراں قدر اور ہمہ جہت ہیں جن کے ذکر کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ لیکن ان کے قائم کردہ سلسلۃ الذہب کو بھی ان کے تلامذہ، متعلقین ومریدین نے اس قدر وسعت دی کہ ان میں سے ہر ایک بجائے خود اپنے نظام شمسی کا مرکز بن گیا۔ ان میں حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی قادری علیہ الرحمہ "صاحب بہار شریعت" کا نام بھی بطور خاص قابل ذکر ہے جنہوں نے برسہا برس تک علمائے دین کی فوجیں تیار کرنے میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ ان کے متعدد شاگردوں نے اپنے اپنے حلقہ میں زبردست خدمات دین انجام دیں اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے اور انشاء اللہ جاری رہے گا۔ ان کے بہت نمایاں شاگردوں میں حافظ ملت علامہ حافظ عبد العزیز صاحب مرادآبادی بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور ہیں جو اب بجائے خود ایک بڑے مرکز ثقل کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں، ان کے علاوہ محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب، علامہ حشمت علی صاحب، سید العلماء مولانا سید آل مصطفیٰ صاحب، مولانا غلام یزدانی صاحب، مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب، قاضی شمس الدین صاحب، مفتی رفاقت حسین صاحب، مولانا سلیمان اشرف صاحب، مولانا عبد المصطفیٰ ازہری صاحب، مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی صاحب، امام النحو، صدر المدرسین مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی صاحب اور رئیس الاتقیاء الحاج مولانا محمد معین الدین فاروقی قادری محدث امروہوی علیہم الرحمۃ والرضوان وہ چند قابل اسمائے گرامی ہیں جنہوں نے اپنے اپنے حلقہ میں کارہائے نمایاں انجام دے کر نہ صرف خدمت دین متین کا حق ادا کیا بلکہ اپنے استاد گرامی کے مشن کو بھی آگے بڑھایا۔

فی الوقت ان میں سے امام النحو، صدر المدرسین، سید المتکلمین، رئیس المحققین، راس الفقہاء والمحدثین مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی کا تذکرہ مقصود ہے۔

حضرت جسمانی اور علمی اعتبار سے بلند قامت شخصیت کے حامل تھے۔ دراز قد، بھاری بھرکم جسم، لمبا چوڑا کرتا، اس پر صدری مغلئی پاجامہ، سر پر سیاہ عمامہ، گھنی اور بڑی داڑھی ان کی شخصیت کو با اثر اور پر رعب بناتی تھیں، وجاہت ووقار عطا کرتی تھیں۔

آپ کا نسبی تعلق سادات کرام سے تھا۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۹۰۰ء میں ضلع علی گڑھ کی ایک چھوٹی سی ریاست دادوں میں ہوئی تھی۔ خود آپ کے بیان کے مطابق آپ سے قبل چار بہنوں کی پیدائش ہو چکی تھی اس لئے والدین کریمین فطری طور پر اولاد نرینہ کے خواہش مند تھے۔ والد محترم نے بوسیلہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ منت مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس بار بیٹا عطا فرمایا تو

گیارہویں شریف کی سالانہ فاتحہ معمول سے کہیں زیادہ بڑے پیمانہ پر پیش کی جائے گی۔

کچھ دن بعد انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ تولد فرزند کی بشارت دے رہے ہیں اور یہ تاکید کر رہے ہیں کہ تو مولود کا نام غلام جیلانی رکھا جائے۔ اسی ہدایت کے مطابق آپ کا اسم مبارک غلام جیلانی رکھا گیا۔

آپ کے دادا حضرت مولانا حکیم سید سخاوت حسین حافظی سلیمانی علیہ الرحمہ اس پایہ کے عالم اور بزرگ تھے کہ جب بھی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے سامنے آپ کا تذکرہ ہوتا یا خود آپ ان کا تذکرہ فرماتے تو فرط محبت وعقیدت سے اپنے سینے پر دست مبارک رکھ لیا کرتے تھے۔ آپ کے والد محترم مولوی حاجی غلام فخر الدین تواب، دادوں کی مسجد کے امام رہے اور انہیں کی عطا کردہ زمین کی کاشت سے گزر بسر کرتے تھے۔ آپ کے عم محترم حضرت مولانا سید قطب الدین برہم چاری نے رد آریہ میں بڑی شہرت وناموری حاصل کی تھی انہوں نے شدھی تحریک کے اثرات بد کو زائل کرنے میں محنت شاقہ کی اور ہزاروں مسلمانوں خصوصاً ملکانہ راجپوتوں کو فتنہ ارتداد سے محفوظ رکھنے کی بھرپور کوشش کی۔ انہوں نے بنارس میں رہ کر سنسکرت زبان کا علم حاصل کیا، ہندو مذہب کا بنظر غائر مطالعہ کیا اور پھر رد آریہ سماج کا فریضہ ادا کیا جو قبل آزادی کے دور میں دینی اعتبار سے کمزور اور غریب مسلمانوں کا شدھی کرن کر کے انہیں ہندو بنانا چاہتا تھا۔

مولانا سید قطب الدین برہم چاری کو فن مناظرہ میں کمال حاصل تھا۔ مناظرے عموماً جوابی الزامات اور حکیمانہ انداز سے جیتے جاتے ہیں ان طریقوں کے ذریعہ ہی مقابل کو زیر اور قائل کیا جاتا ہے۔ مولانا موصوف کو یہ فن خوب آتا تھا۔ اس قسم کے واقعات ان کی زیرکی اور موقع ومحل کی مناسبت سے گفتگو میں مہارت کو ظاہر کرتے ہیں۔

شدھی تحریک کا طوفان راجپوت مسلمانوں کو بہا کر ہندو مذہب میں دوبارا داخل کرنے کے لئے کوشاں تھا۔ آگرہ کے قریب ایک گاؤں میں آریہ سماج کے لوگوں نے شدھی کرن کے لئے ایک جلسہ منعقد کیا تھا اور گاؤں کے تمام راجپوت مسلمانوں کو ہندو بنانے کی تیاری ہو رہی تھی۔ اس وقت مولانا موصوف تن تنہا وہاں جا پہونچے اور مجمع کو مخاطب کر کے کہا کہ بھائیو! میری ایک بات سن لو اور صرف ایک بات کا جواب دیدو، پھر جو چاہے کرنا۔

بات یہ ہے کہ آج تک یہ سمجھا اور مانا جاتا تھا کہ راجپوت بڑی بہادر قوم ہے، وہ اپنی بات اور اپنی آن پر جان تو دے سکتی ہے لیکن سر نہیں جھکا سکتی، اسے طاقت کے زور پر نہ ڈرایا جا سکتا ہے اور نہ اس سے اپنی بات منوائی جا سکتی ہے۔ لیکن آج آپ لوگوں کی حالت کو دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا ہے کہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ راجپوت بڑی بزدل قوم ہے، تلوار کا زور دکھا کر اس سے اپنی بات منوائی جا سکتی ہے۔، مجمع چیخ اٹھا کہ یہ بات بالکل غلط ہے راجپوت کو تلوار سے نہیں ڈرایا جا سکتا۔ آپ نے کہا کہ میں یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ یہ آریہ

سماجی پنڈت کہہ رہا ہے۔اس نے ابھی کہا ہے کہ تمھارے باپ دادا کو مسلمانوں نے تلوار کے زور پر مسلمان بنایا تھا اس لئے اب تم اسلام چھوڑ کر اپنے آبائی مذہب کو اختیار کر لو۔اب یا تو یہ مانو کہ تمھارے باپ دادا بزدل تھے،انہوں نے تلوار کے ڈر سے اسلام قبول کر لیا تھا یا یہ کہ وہ واقعی بہادر تھے اور انہوں نے تلوار کے ڈر سے نہیں بلکہ سوچ سمجھ کر اور اسلام کو برحق سمجھ کر قبول کیا تھا۔پھر اب تم اسے کیوں چھوڑ رہے ہو؟

راجپوتو! آنکھو کہ یہ پنڈت تمہارے سامنے تمہارے باپ دادا کو بزدل بتا رہا ہے،انہیں گالی دے رہا ہے اور تم اس کی بات مان رہے ہو۔

آپ نے یہ باتیں کچھ اس قدر موثر انداز میں کہیں کہ منٹوں میں ہوا کا رخ بدل گیا۔شدھی کی تمام تیاریاں دھری رہ گئیں۔راجپوتوں نے آریہ سماجی پنڈتوں کو مار بھگایا اور اسلام پر قائم رہنے کا تہیہ کر لیا۔

اس طرح آپ کی حکمت عملی اور مخصوص انداز نے گمراہی وارتداد کا راستہ روک دیا۔

ایک صاحب جو فاتحہ وایصال ثواب وغیرہ کے قائل نہ تھے،ایک روز مولانا موصوف سے کہنے لگے کہ اپنے نیک اعمال کا ثواب تو ملتا ہے لیکن دوسرے کے عمل کا فائدہ اور ایصال ثواب کیوں کر ممکن ہے؟اس کی دلیل ہے۔؟ مولانا نے چند سیکنڈ کے وقفے بعد انہیں ماں اس پر ان کا بھڑ کنا فطری تھا۔سخت ناراض ہوتے ہوئے کہنے لگے کہ مولانا میں سمجھتا تھا کہ آپ عالم ہیں اس لئے علمی دلائل دیں گے لیکن آپ نے سخت جہالت کا ثبوت دیا اور میری مری ہوئی ماں کو گالی دے کر سخت اذیت پہنچائی ہے

اب مولانا موصوف نے سنبھل کر پہلے تو بھر پور انداز میں معذرت کی اور پھر کہا کہ بھائی! ان غلیظ ،ناپاک اور مہمل الفاظ میں جن کا کوئی خاص مطلب بھی نہیں اتنا تو اثر ہے کہ وہ آپ کو بھی سخت ناگوار گزرے اور آپ نے انہیں اپنی ماں تک پہنچتا ہوا محسوس کیا،تو کیا اللہ تعالیٰ کے بامعنی اور مقدس کلام میں اتنا بھی اثر نہیں کہ وہ جن کے لئے پڑھا گیا ہے،ان کی روحانی خوشی کا باعث بن سکے اور انہیں فائدہ پہنچا سکے؟بات دل کو چھونے والی تھی،اثر کر گئی اور وہ ایصال ثواب کے قائل ہو گئے۔

مذکورہ دونوں واقعات کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مولانا موصوف نے موقع ومحل کی مناسبت سے دلائل وبراہین کے انبار لگانے کے بجائے نفسیاتی چوٹ پہنچانا کارگر سمجھا۔حقیقت یہی ہے کہ بعض مواقع پر دلائل نہیں،نفسیاتی اپیل زیادہ کارگر اور اثر انداز ہوتی ہے۔

انہیں نامور اور پرجوش خادم دین متین عم محترم نے آپ کو دادوں کی پرائمری تعلیم کے بعد مرادآباد کے مدرسہ انجمن اہلسنت میں داخل کرا دیا جو آج جامعہ نعیمیہ کے نام سے مشہور ومعروف ہے۔یہاں مولانا عبد العزیز خاں صاحب فتحپوری اور حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب فاضل مرادآبادی جیسے نامور اور کامل اساتذہ سے آپ کو پڑھنے کا موقع ملا لیکن ان دنوں حضرت صدر الافاضل فتنۂ ارتداد کی سرکوبی میں زیادہ

منہمک تھے اس لئے تعلیم کا نقصان ہو رہا تھا اور یہ امر آپ کو گوارہ نہ تھا نتیجتاً آپ، قاضی شمس الدین جونپوری مؤلف قانون شریعت اور چند دیگر ہم سبق ساتھیوں کے ساتھ حصول علم کے لئے اجمیر شریف کے دار العلوم معینیہ پہونچے جہاں اس وقت حضرت صدر الشریعہ تشنگان علوم کو سیراب کر رہے تھے۔ وہاں مسلسل آٹھ سال تک حصول علم میں منہمک رہے اور ابتدائی ایک روپیہ ماہانہ کے وظیفے کو اعلیٰ نمبروں سے کامیابیوں کی بدولت چار روپیہ ماہانہ میں تبدیل کرالیا۔

۱۳۵۱ھ میں جب حضرت صدر الشریعہ بریلی کے منظر اسلام میں تشریف لائے تو آپ بھی ان کے ہم رکاب تھے۔ حضرت صدر الشریعہ ان پر خاص کرم فرماتے تھے۔ ۱۳۵۲ھ میں یہیں حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کے دست مبارک سے آپ کو دستار فضیلت اور سند فراغت عطا ہوئی۔

دوران تعلیم آپ کی توجہ دوسرے علوم کے مقابلے میں صرف ونحو کی طرف زیادہ رہی۔ حسن اتفاق کہ آپ کے استاذ محترم مولانا عبد العزیز خاں صاحب فتحپوری خود مسائل صرف ونحو کے حافظ تھے اور اپنے طلبہ میں بھی ان مسائل صرف ونحو کے اسرار ورموز سے غیر معمولی دلچسپی پیدا فرمادیتے تھے پھر آپ کو تو صرف ونحو سے دلچسپی وراثت میں بھی ملی تھی۔ آپ کے دادا حضرت، مولانا سید سخاوت حسین صاحب خود صرف ونحو کے یگانۂ روزگار عالم تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے نحو کی مشہور کتاب ''کافیہ'' کو اس قدر انہماک سے پڑھا تھا کہ اس کے مکمل حافظ ہو گئے تھے۔ یوں بھی طلبہ میں عام طور سے مشہور تھا۔

''کافیہ کافیست باقی دردسر'' ''جو نہ سمجھے اس کو وہ ہے بوم وخر''

فراغت کے بعد آپ تدریس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کی ابتدا جائس کے مدرسہ محمدیہ سے کی۔ وہاں ایک سال تک فریضہ تدریس انجام دینے کے بعد مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی کی دعوت پر دار العلوم عظمت نشان کرنال کی صدر مدرسی قبول فرمائی۔ سوا سال کانپور کی مرکزی درسگاہ مدرسہ احسن المدارس تشریف لے گئے۔

۱۳۵۴ھ ۱۹۳۵ء میں خان بہادر الحاج بھیا بشیر الدین رئیس اعظم لال کرتی میرٹھ کی دعوت پر ان کے مدرسہ اسلامی اندر کوٹ میرٹھ کے منصب صدارت پر فائز ہوئے اور ابتدائی تبدیلیوں کے بعد ''یک در گیر محکم گیر'' کے اصول پر عمل کرتے ہوئے تا حین حیات اسی مدرسہ سے وابستہ رہے۔ (۱۹۳۵ تا ۱۹۷۸ء)

دوران تعلیم بھی آپ علم نحو کی تعلیم پر زیادہ زور دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس علم کو حاصل کئے بغیر دوسرے علوم میں دست گاہ حاصل نہیں کی جاسکتی اسی کی بدولت دوسرے علوم کی طرف ہدایت حاصل ہو جاتی ہے۔ آپ کی خیال میں نحو کی تعلیم کے بغیر کلام عربی کے صحیح معنی سمجھ میں نہیں آتے اور کتاب وسنت کو کما حقہ نہیں سمجھا جا سکتا۔

اسی غیر معمولی دلچسپی نے آپ سے نحو کی مشہور کتب کافیہ، نحو میر، شرح مأۃ عامل وغیرہ کی شروح لکھنے پر متوجہ کیا۔

آپ کا طریقہ تدریس بھی دوسرے اساتذہ سے مختلف تھا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ درس بخاری میں ہمیشہ کیفیت کا لحاظ فرماتے تھے کمیت کا نہیں۔ اسی لئے ایک ایک حدیث شریف کا درس ہفتہ عشرے تک جاری رہتا تھا۔ کسی روز صرف ونحو پر گفتگو ہے تو کسی روز بلاغت ومعانی وبدیع پر، کسی روز صرف مسائل فقیہ پر گفتگو ہو رہی ہے تو کسی روز تصوف پر، ایک دن اس حدیث سے مذہب اہل سنت کے احقاق حق کا اثبات ہو رہا ہے تو دوسرے دن اسی سے بدمذہبوں کے عقائد کا رد ہو رہا ہے۔

اس طریقہ تدریس کی افادیت اپنی جگہ لیکن اس کے لئے عمر خضر درکار ہے اور وہ طلبہ کو حاصل نہیں ہوتی اس لئے وہ اس کے متحمل نہیں ہو پاتے اور مقررہ وقت میں دورۂ حدیث مکمل کر کے فارغ التحصیل ہونا چاہتے ہیں۔

حضرت بھیا بشر الدین سے بہت متاثر اور ان کے بڑے معتقد تھے بلکہ انہیں امارت اور ریاست کے باوجود ولی کامل سمجھتے تھے اور انہیں ولایت سلیمانی پر فائز جانتے تھے۔ (دیکھئے بشیر القاری شرح بخاری صفحہ ۵) ان کی بیشتر کتابوں کے نام اس عقیدت ومحبت کے مظہر ہیں۔ مثلاً بشیر القاری، بشیر الناجیہ، البشیر، البشیر الکامل وغیرہ۔

اسی طرح ایک اور صاحب دل بزرگ حافظ سید ابراہیم صاحب جو میرٹھ کے قریب ایک موضع سراوہ میں قیام پذیر تھے، آپ کی محبت وعقیدت کے خاص مرکز تھے۔ جب بھی آپ کسی قسم کی پریشانی محسوس کرتے تھے تو حافظ صاحب کے پاس تشریف لے جاتے تھے اور ان کے تسلی وتشفی آمیز کلمات سے سکون قلب محسوس کرتے تھے۔

۱۹۲۲ء میں شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ سید علی حسین صاحب کچھوچھوی کے دست حق پرست پر بموقع عرس رضوی آپ نے شرف بیعت حاصل کیا تھا۔ مرشد محترم کے ذریعہ ہی ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ کو اجمیر شریف میں خلافت واجازت سے سرفراز کئے گئے۔ ان کے علاوہ دوسرے بزرگوں سے بھی خلافت واجازت حاصل ہوئی خصوصاً حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ نے بھی آپ کو خلافت واجازت عطا فرمائی تھی لیکن آپ نے سلسلہ بیعت جاری نہیں فرمایا، صرف ایک بنگالی شاگرد کو بیعت شرف حاصل ہو پایا۔

درس وتدریس کے علاوہ آپ نے تجارت کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ ایک عالم کے لئے کتابوں کی نشر واشاعت اور خرید وفروخت سے بہتر کون سی تجارت ہو سکتی ہے؟ اسی کو آپ نے اپنایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں بڑی برکت اور وسعت عطا فرمائی۔ آپ کا کتب خانہ سنانی خوب مشہور ومفید ثابت ہوا۔

اسی کے ساتھ آپ تصنیف وتالیف میں بھی منہمک رہے۔ بشیر القاری شرح بخاری، بشیر الناجیہ شرح کافیہ، البشیر شرح نحو میر، البشیر الکامل شرح مائۃ عامل، نظام شریعت (فقہی مسائل پر) صحیح النظر فی صعود القمر، (چاند پر انسان کے پہنچنے کی بحث) اور تبصرہ اعجاز بر تنقید سرفراز وغیرہ آپ کے زور قلم اور علم وآگہی کا نتیجہ ہیں۔

میرے والد گرامی حضرت رئیس الاتقیاء الحاج حافظ علامہ محمد مبین الدین محدث امروہوی اور حضرت والا کے درمیان بڑے ہی گہرے برادرانہ مشفقانہ تعلقات تھے۔ دونوں ہی حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے

ارشد تلامذہ میں سے تھے لیکن حضرت والا عمر میں بڑے اور تعلیم میں بھی کافی سینیر تھے۔ جب حضرت رئیس الاتقیاء علیہ الرحمہ نے ۱۹۴۵ء میں سند فراغت حاصل کی تو حضرت والد کو آپ نے مدرسہ اسلامی اندرکوٹ میرٹھ کیلئے منتخب کرلیا جہاں دس سال تک آپ ان کی رفاقت میں درس وتدریس میں منہمک رہے۔ ۱۹۵۵ء میں مدرسہ میں زبردست تخفیف کی گئی اور حضرت والا کے علاوہ تقریباً سبھی اساتذہ کو رخصت کردیا۔ اس وقت حضرت کے مشورے اور ایماء پر آپ دار العلوم شاہ عالم احمد آباد تشریف لے گئے۔

میرٹھ چھوڑنے کے بعد بھی دونوں کے تعلقات برقرار رہے۔ خط وکتابت ہی نہیں ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا خصوصاً عرس رضوی کے موقع پر کئی دن تک دونوں میں بھرپور ملاقاتیں ہوتی تھیں اور پرانی یادیں تازہ کی جاتی تھیں۔ اکثر گھر پر والا گرامی حضرت کا تذکرہ بڑی محبت سے کرتے تھے اور ان کے ساتھ گزارے ہوئے دس سالہ دور کی باتوں اور ان کی محبتوں وشفقتوں کو یاد کرتے تھے اور برمحل پھبتی کسنے کے بعض واقعات بھی تذکرے میں آتے تھے۔ اس کا اندازہ ان کی بعض تحریروں سے بھی ہوتا ہے۔ مثلاً ایک جگہ امرجنسی کے پر آشوب حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے "یہ بریلی ہے نہ کہ اندرا کی ڈیلی" ویسا کا کردیا بھوسا وغیرہ۔

حالانکہ ان باتوں کو سنے ہوئے تقریباً ۲۵/۳۰ سال کا عرصہ گزر گیا ہے نہ اس وقت یہ خیال تھا کہ کبھی ان باتوں کو قلم بند کرنے کا موقع آئے گا۔ پھر بھی بعض باتیں حافظہ کی مدد سے لکھ رہا ہوں لیکن ان کی صحت پر اصرار نہیں ہے۔

ایک بار سخت گرمی میں رمضان تھے شب میں برائے نام سونے کو ملتا تھا اس لئے ایک بار سحر کے وقت سب سوتے رہ گئے۔ آخری سائرن پر حضرت کی آنکھ کھلی تو معاملہ کو سمجھنے دیر نہ لگی بستر سے کود کر دودھ میں بھیگی ہوئی جلیبیوں کو منھ لگادیا اور ایک دومنٹ میں جتنا ممکن ہوسکا دودھ پی لیا اور جلیبیاں کھالیں۔ باقی اہل خانہ سوتے رہ گئے صبح اس واقعہ کو خوب ہی مزے لے کر سنایا اور دوسروں کو بھی محظوظ کیا۔

بہر حال یہ حقیقت ہے کہ آپ کے یہاں صرف علمی پیوست ہی نہ تھی، برمحل رنگینی اور بذلہ سنجی بھی پائی جاتی تھی اور یہ ایک زندہ دل اور اچھے انسان کی نشانی ہے۔

میرٹھ میں تقریباً ۳۵ سالہ مستقل قیام کے بعد علم وفضل کا یہ آفتاب ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء میں روپوش ہوگیا تدفین میرٹھ ہی میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے اور انکی خدمت دین متین کو قبول فرمائے۔ این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی

علی گڑھ یونیورسٹی (یو۔پی)

حضرت صدر العلماء کا تبحر علمی

حضرت مولانا مفتی شیر محمد خان صاحب رضوی

(صدر مدرس دار العلوم اسحاقیہ جودھپور راجستھان)

حضرت امام النحو علامہ الشاہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان اُن نفوس قدسیہ میں سے تھے جن کو امت مرحومہ ہمیشہ یاد رکھے گی۔ آپ کی خدمات علیہ اس قدر تابندہ ہیں کہ جماعت اہلسنت کے ذی علم افراد تا زیست آپ کو خراج عقیدت پیش کرتے رہیں گے۔ آپ کی علمی اور فکری تحقیقات اس قدر موقر و تابناک ہیں کہ آنے والا محقق ان جواہر پاروں کو حرز جان بنا کر رکھے گا، یوں تو آپ تمام علوم متداولہ اور فنون مروجہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے، مگر علم نحو اور فلسفہ میں آپ کو ایک ممتاز مقام حاصل تھا، آپ حضرت صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کے بہت ہی چہیتے شاگرد رشید تھے۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ در حقیقت اپنے دور کے امام غزالی و رازی تھے، آپ نے اپنی تمام تر توجہ مبذول فرما کر حضرت صدر العلما علیہ الرحمہ کو تمام فنون مروجہ و علوم متداولہ میں اپنے وقت کا امام بنا دیا، فلسفہ میں اتنی زبردست مہارت حاصل تھی کہ شرح ''چغمنی واشارات'' جیسی ادق کتب زبان زد رہتی تھیں، آپ سے اکتساب علم کرنے والے علما کی زبانی بارہا سننے میں آیا ہے کہ حضرت والا جاہ نہ فقط نحو میں یکتائے روزگار تھے بلکہ منطق و فلسفہ ہو یا حدیث و فقہ تمام علوم دینیہ و آلیہ میں اپنی مثال آپ تھے، آپ کے چشمۂ علم و حکمت سے سیراب ہونے والے خوش قسمت حضرات پر نظر دوڑائیے تو عقل انسانی محو حیرت ہو کر رہ جاتی ہے کہ جب ان حضرات کی علمی وسعتوں کا یہ عالم ہے تو ان کے استاذ گرامی کے وفور علم کا کیا ٹھکانا؟

حضرت علامہ صدر العلما علیہ الرحمہ اپنے وقت کے ایک طرف فراء و کسائی تھے تو دوسری طرف امام غزالی و رازی کا پرتو تھے، علوم نقلیہ میں امام بخاری اور علامہ ابن حجر اور امام نووی علیہم الرحمۃ والرضوان کے سچے جانشین تھے، بقول ایک اہل دل کے آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ کی کرامت تھے۔

جہاں رب العزت نے آپ کو ذہانت و ذکاوت کا بے بہا خزانہ عطا فرمایا تھا وہیں تمام علوم و فنون میں آپ کوہ گراں تھے بخاری شریف کی شرح لکھنے پر آئے تو رموز و حکمت کی وہ باریکیاں بیان فرمائیں جن کو جید علما نے پڑھا تو محو حیرت رہ گئے، ان کی قوت فیصلہ منجمد ہو گئی کہ آپ کو امام النحو مانیں یا امام الحدیث؟ معانی و بیان کا استاذ مانیں یا علوم نقلیہ کا سرتاج؟

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

علمائے دیابنہ کے مسلم الثبوت محدث مولانا انور شاہ کشمیری کی حدیث دانی پر جب حضرت نے علمی گرفت فرمائی ان کی ''شرح حدیث'' میں جب لغزشوں کی نشاندہی فرمائی تو تمام فضلائے دیوبند لب بمہر تھے، اور حیرت کی وادی میں غرق تھے کہ جب امام احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کے پوتے شاگرد کا یہ عالم ہے تو خود امام اہل سنت کی علمی وسعتوں کا کیا عالم ہوگا؟

درخت از بر شناختہ می شود

رب العزت نے حضرت صدر العلماء علیہ الرحمہ کو علوم دینیہ والیہ کا بحر ذخار بنا کر خدمت دین کے لئے موفق فرمایا تھا، آپ کی تصنیف کردہ ''بشیر القاری بشرح صحیح البخاری'' سات احادیث پاک کی شرح ہے، مگر جب اس مختصر شرح کا نظر عمیق سے قاری مطالعہ کرتا ہے تو سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ صرف چند احادیث پاک کی شرح کا جب یہ عالم ہے اگر حضرت والا جاہ پوری بخاری شریف کی شرح لکھتے اور رب العزت آپ کو تھوڑا سا وقت اور مرحمت فرماتا تو دنیائے علم وفن دیکھتی کہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ کے دبستان علم وعرفان میں کیسے کیسے گل رعنا رہتے ہیں؟ اور سابقہ تمام شروح بخاری شریف اس شرح کے سامنے باب اول ثابت ہوتیں، مگر ''مرضی مولی از ہمہ اولی'' وقت نے وفا نہ کی حضرت صدر العلماء اس عجوبۂ روزگار کو مکمل کرنے سے قبل بعض عوارض میں مبتلا ہو کر دار البقاء کو تشریف لے گئے، اور یہ علوم وفنون کا بحر ذخار موجزن ہونے سے قبل پر سکون ہو گیا۔

اسی طرح آپ نے ''نحو میر'' ''شرح مأۃ عامل'' ''کافیہ'' کی بہت ہی بسیط شروح رقم فرمائیں، جن میں علم نحو کے ادق سے ادق مسائل کو اس طرح حل فرمایا کہ دیکھنے والا آپ کے تبحر علمی کا دیوانہ بن جاتا ہے۔ پھر ان شروح میں حسب مخالف کی شروح پر ایسی عجیب وغریب علمی گرفت فرمائی جس کو دیکھنے کے بعد برملا کہنا پڑتا ہے کہ حضرت تمام علوم میں بالخصوص علم نحو میں امام وقت تھے۔

''البشیر'' ''شرح نحو میر میں'' ''تنبیہات'' کے تحت ان کی لغزشوں کا تعاقب فرمایا اور ایسی سخت علمی گرفت فرمائی کہ ''مہر منیر'' اور المصباح المنیر'' کے شارح حضرات طفل مکتب نظر آنے لگے، جن پر علمائے دیوبند کو بڑا ناز تھا، اور جن کو امام الحدیث یا امام النحو کے القاب سے ملقب کرتے تھے، جب حضرت صدر العلما نے ان کا علمی تعاقب فرمایا اور لغزشوں کی طویل تر فہرست بشکل ''تنبیہ'' پیش کی تو گویا علمائے دیوبند کو سانپ سونگھ گیا اور حیرت کی وادی میں مستغرق ہو گئے۔ صم بکم عمی فهم لا یرجعون کی زندہ تصویر بن گئے۔

علم نحو میں حضرت کو جو کمال حاصل تھا وہ اپنی مثال آپ تھا شارحین دیوبند کی ایسی گرفت فرمائی کہ صرف ''نحو میر'' کی شرح میں ۲۵۳ سے زائد لغزشوں کی نشاندہی فرمائی۔

اسی طرح ان کے محدث مولانا کشمیری کی بھی خوب خبر لی ہے، ان شروح سے حضرت علامہ صدر العلماء علیہ الرحمہ کی ہمہ دانی کی تصویر ابھر کر سامنے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ علمی کمالات سے بہرہ ور فرمایا

تھا، ہر فن میں آپ اپنی مثال آپ تھے۔

مختلف مدارس میں آپ نے اپنے علمی جوہر کو تقسیم فرمایا اور تشنگان علوم دینیہ کو خوب سے خوب تر سیراب فرمایا۔

ایک خصوصی نشست میں ڈاکٹر بصیر احمد خان پروفیسر شعبہ تقابل ادیان جامعہ ملیہ نئی دہلی نے فرمایا کہ حضرت صدر العلماء علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات نہ فقط ایک متبحر عالم کی ذات تھی بلکہ آپ علوم اسلامیہ کے کوہ ہمالیہ تھے، جس مسئلہ پر گفتگو فرماتے سامع یہی چاہتا کہ آپ فرماتے جائیں اور میں مستفید ہوتا رہوں۔ علم و عرفان کے گویا گوہر ہائے تاباں آپ کے دہن سے جھڑتے تھے۔ جب تک آپ میرٹھ میں جلوہ بار رہے، حزب مخالف اپنی تمام تر حیاریوں کے باوجود مغلوب رہی اور اہل سنت والجماعت کا بول بالا رہا۔ ہر نازک مسئلہ کے حل کے لئے مخالف گروہ کے افراد بھی آپ کی بارگاہ علمی میں حاضر ہو کر تسلی پاتے تھے جب حضرت کسی بھی مسئلہ پر گفتگو فرماتے خواہ وہ فقہی مسئلہ ہو یا تاریخی، نحو پر گفتگو ہو یا علم کلام پر ایسا معلوم ہوتا تھا گویا آپ اس فن کے امام ہیں۔

جس علمی وعبقری شخصیت کے شاگرد علم وفن کے ماہ کامل ہوں، خود ان کی ذات کتنی بلند و بالا رہی ہوگی؟

آپ کے یوں تو بھی شاگرد چنداں آفتاب اور چنداں ماہتاب ہوئے ہیں مگر چند ایک ایسے کوکب تاباں بن کر آفاق عالم پر چمکے کہ ان کی تابانیاں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یادر ہیں گی۔ ان میں حضرت علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ علوم دینیہ وجدیدہ کے ایسے ماہر وفائق تھے کہ بقول ایک عالم کے ۱۴ رزبانوں پر آپ کو کامل عبور حاصل تھا، سیاسی اور تبلیغی میدان میں وہ کار ہائے نمایاں انجام دیئے جن کو ملت بیضا ہمیشہ یادر کھے گی۔

علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ کی علمی و دینی وسیاسی خدمات کی کہیں بھی اس وقت نظیر نہیں ملتی۔ وہ اپنی ذات میں نہ فقط ایک مذہبی رہنما و قائد تھے بلکہ ایک صدر رنگ انجمن تھے، جن کو صدیوں تک زمانہ یادر کھے گا۔ اور اہل سنن ان کی بے مثال علمی و دینی خدمات کو سلام پیش کرتے رہیں گے۔

حضرت شارح بخاری علامہ شریف الحق صاحب علیہ الرحمہ بھی حضرت کے شاگرد رشید تھے، جن کی علمی وعبقری شخصیت ملت بیضا کے لئے نعمت غیر مترقبہ تھی، جن کا علمی مقام بہت بلند تھا، نیز علامہ شمس العلماء حضرت نظام الدین علیہ الرحمہ الہ آبادی، جو اپنے وقت میں غزلی ادب کے متنبی تھے، حضرت علامہ پاسبان ملت مولانا مشتاق احمد صاحب نظامی علیہ الرحمہ جن پر خطابت تا قیامت ناز کرتی رہے گی، اور قلم وقرطاس ہمیشہ آپ کو یاد رکھیں گے اور ان کے علاوہ بہت سے آپ کے ایسے تلامذہ گرامی گذرے ہیں جن کو زمانہ ان کی علمی و دینی وادبی اور ملی خدمات کے باعث ہمیشہ یادر کھے گا۔ جس عبقری شخصیت کے شاگردوں میں سے ہر ایک شاگرد چنداں آفتاب اور چنداں ماہتاب گذرے ہوں۔ ان کے استاذ کامل کا کیا عالم ہوگا؟

آپ کے جس شاگرد رشید پر نظر ڈالیے وہ اپنے وقت کے غزالی نظر آتے ہیں، جب آپ کے پروردہ تلامذہ اتنے متبحر عالم ہوں پس استاذ کا کیا کہنا؟

کریم ابن الکریم ابن الکریم ہست

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ''درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے''

حضرت کے شاگردوں کے علمی کمالات وخدمات سے آپ کی علمی عظمت کا بخوبی اظہار ہوتا ہے۔

آپ کی تصنیفات علوم ومعارف کا خزانہ ہیں، جن پر آنے والا محقق ہمیشہ نازاں رہے گا اور ان سے علم کے نایاب ونادر موتی اخذ کرتا رہے گا۔

حضرت صدر العلما علیہ الرحمہ کی شہرہ آفاق تصنیف ''بشیر القاری بشرح صحیح البخاری'' کے تعلق سے ہماری جماعت کے ایک فقید المثال محقق وادیب علامہ محمد یٰسین اختر مصباحی ڈائرکٹر ''ادارہ دار القلم'' دہلی رقم طراز ہیں:

''بشیر القاری بشرح صحیح البخاری'' حضرت صدر العلما میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ایک شاہکار دینی و علمی خدمت ہے جو اس وقت میرے پیش نظر ہے۔ صحیح بخاری جلد اول کی صرف سات ابتدائی احادیث کریمہ کے ترجمہ وتشریح پر مشتمل یہ بشیر القاری علمائے اہل سنت کے ذوق تحقیق اور ان کی ژرف نگاہی وکمال ادب واحترام کا ایک بیش قیمت نمونہ ہے........ موصوف چند سطور کے بعد مزید رقم طراز ہیں:

یوں تو پوری کتاب ہی صدر العلماء میرٹھی کی تحقیق وتفحص کے اعلیٰ معیار کا نمونہ ہے مگر حدیث تسمیہ وتحمید میں دفع تعارض، بارگاہ رسالت میں درود وسلام کی پیشی اور اس کے طریقے، وحی انبیاء کے اقسام اور اس کی صورتیں، حدیث ''انما الاعمال بالنیات'' میں نیت، عزم واعمال وافعال کی تحقیق۔ ''ما انا بقاری'' کا تحقیقی معنی ومفہوم۔ سجدۂ عبادت وتعظیم کا حکم اور فرق جیسی بحثیں قابل مطالعہ ہیں۔ جن سے صدر العلماء علیہ الرحمہ کے وفور علم اور وسعت مطالعہ کا صحیح اندازہ ہوتا ہے جگہ جگہ بعض دیوبندی محدثین کی خبر گیری کی گئی ہے اور ان کی احادیث دانی کا انہیں آئینہ دکھایا گیا ہے۔ (ماہنامہ کنز الایمان دسمبر ۲۰۰۵ ص ۱۷)

اللہ تعالیٰ نے حضرت صدر العلماء علیہ الرحمہ کو دولت عشق نبوی سے مالا مال فرمایا تھا، اسی عشق نبوی کا تصدق اور سرکار غریب نواز علیہ الرحمۃ والرضوان کی خصوصی نگاہ التفات کا ثمرہ، اور سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی روحانیت کا نتیجہ ہے کہ آپ تمام علوم وفنون میں مہارت تامہ اور ید طولیٰ رکھتے تھے، جس پر آپ کی تصنیفات شاہد عدل ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علمی فیض کو جاری وساری رکھے۔ آمین

شیر محمد خان رضوی
دار العلوم اسحاقیہ جودھپور

صدر العلماء ایک بحر ذخار

شہزادۂ حضور صدر الشریعہ، حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفےٰ صاحب قادری
(سابق شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور وبانی ومہتمم جامعہ امجدیہ گھوسی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

محب گرامی قدر مولانا محمد ایوب صاحب زید شرفہ خطیب نور الاسلام مسجد بولٹن (انگلینڈ) نے حضور صدر العلماء علامہ مفتی سید غلام جیلانی صاحب قدس سرہ العزیز کی حیات وخدمات اور ان کی جلالت شان سے متعلق کچھ مضامین تحریر کیے ہیں اور کئی ارباب علم سے مضامین فراہم فرمائے ہیں، اوراب ان سب کی طباعت و اشاعت کا مرحلہ آگیا ہے۔ اپنے اسلاف اور بلند شخصیات پر احوال وخدمات کی اشاعت قوم کی روشن مستقبل کے لئے امر ضروری ہے۔ مجھے مولانا موصوف کے اس مبارک اقدام پر بہت ہی مسرت ہوئی اور میں انہیں ہدیہ مبارک باد پیش کر کے خوشی محسوس کرتا ہوں، اور دعا کرتا ہوں کہ رب تبارک وتعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور قبول عام سے نوازے۔ (آمین)

مولانا موصوف نے مجھ بے بضاعت سے بھی مضمون کی فرمائش کی مگر میں اپنی بے مائیگی اور مصروفیات کے باعث کچھ زیادہ لکھنے سے معذور ہوں۔ البتہ حضور صدر العلماء قدس سرہ العزیز کے عقیدت کیشوں کی فہرست میں اپنا نام شامل کرنے کی غرض سے پیغام تہنیت کے طور پر چند سطریں حاضر کر رہا ہوں۔

اگر چہ میں حضرت صدر العلماء کو اسی زمانے سے جانتا تھا جبکہ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ العزیز مدرسہ حافظیہ سعیدیہ ریاست دادوں ضلع علی گڑھ میں منصب صدر المدرسین پر فائز تھے اور ہم بچے بھی انہیں کے زیر سایہ وہیں قیام پذیر تھے۔ اکثر و بیشتر حضرت صدر العلماء کے گھر ہماری آمد ورفت رہتی۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ اپنی علمی مصروفیات کے سبب کسی دوسرے شہر میں ہوتے تھے اور شاید و باید ہی ان کی زیارت نصیب ہوتی تھی۔

مگر جب میں نے درس نظامیہ کی تحصیل شروع کی تو اس کے بعد سے میری طالب علمی کا بیشتر حصہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی کفش برداری میں گزرا اور انہیں کی نظر عنایت سے مجھ میں علمی بصیرت اور علماء شناسی کی استعداد پیدا ہوئی۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ جب اپنے عہد تحصیل کا تذکرہ چھیڑتے تو اس ضمن میں حضرت صدر العلماء اور محدث اعظم پاکستان علیہما الرحمہ کا ذکر جمیل بھی بڑی شان سے کیا کرتے۔ اسی دور سے حضرت صدر العلماء کی جلالت علمی دل پر نقش ہو چکی تھی، مگر مبارک پور اور میرٹھ کے درمیان کی بعد مسافت اور تعلیمی مصروفیات کے سبب شاذ و نادر ہی حضرت صدر العلماء سے شرف نیاز حاصل ہوتا اور وہ بھی ان کے کسی سفر کے دوران۔ لیکن

جب بھی آپ کی زیارت نصیب ہوئی آپ کی وجاہت علمی اور ہیبت تقوی سے میرا دل مرعوب ہی رہا۔

حضور صدر العلماء کے بشرہ سے ہی آپ کی جلالت علمی اور وقار تقوی، خلوص وللہیت اور جذبۂ اتباع سنت کا پیکر نمایاں ہوتا۔ چند ہی بزرگوں میں مجھے اتنے پرشکوہ تشخص کی دید کا موقع میسر ہوا تھا۔ جب کبھی میں نے آپ کی چہرے کی زیارت کی مجھے آپ کی آنکھوں سے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا رعب علمی، جلوۂ خدا ترسی اور آثار مروت جھلکتے ہوئے محسوس ہوتے اور آپ کی خدمت میں دیر تک حاضری کی تڑپ جاگ اٹھتی۔ میں آپ کی بارگاہ میں حاضر رہ کر ایمان میں تازگی اور علم میں بالیدگی محسوس کرتا تھا۔ حضرت صدر العلما خود تو بہت ہی کم سخن تھے مگر دوسروں کی باتیں توجہ سے سماعت فرماتے، جہاں اصلاح کی ضرورت ہوتی یا جواب ضروری سمجھتے لب کشائی فرماتے مگر بات، بہت مختصر، جامع، پر مغز اور سلیقہ کی فرماتے۔

اگر کسی مسئلہ میں کوئی آپ سے اختلاف رائے کرتا تو اس پر برہمی کے بجائے، بہت ہی خندہ پیشانی سے گفتگو فرماتے۔ ایک بار عرس اعلی حضرت قدس سرہ العزیز کے موقع سے جامعہ منظر اسلام بریلی شریف میں آپ سے شرف نیاز حاصل ہوا، وہیں چاند کے سفر سے متعلق آپ کے ایک مختصر رسالہ پر میری نظر پڑی، میں نے فوراہی اس رسالہ کو پڑھ کر چند معروضات پیش کر دیے اور ضمناً چند تفسیری حوالے بھی پیش کیے۔ آپ بغور سماعت فرماتے رہے پھر فرمایا کہ یہاں مصروف ہوں اس لئے یہ باتیں لکھ کر دے دو میں اس سفر سے فرصت لے کر جواب بھیج دونگا۔

چھوٹوں کو خوب نوازتے چنانچہ اسی عرس کے موقع پر آپ نے نماز عشاء کے لئے وضو فرمایا اور بھیگے ہوئے قدم وہیں صاف ستھری زمین پر رکھ دیے، وہیں مناظر اہلسنت حضرت علامہ مفتی محمد حسین صاحب علیہ الرحمہ بھی تشریف فرما تھے، یہ کیفیت دیکھتے ہی اعتراض کر بیٹھے کہ "نہ معلوم زمین پاک تھی یا ناپاک آپ نے اپنے بھیگے قدم اس پر رکھ دیے"۔ میں فوراعرض پرواز ہوا کہ "زمین کی طہارت ہی اصل ہے پھر مسئلہ وضع میں اعتراض کی گنجائش ہی کہاں ہے؟"۔ حضرت صدر العلماء علیہ الرحمہ بہت خوش ہوئے اور مفتی صاحب سے فرمایا شاہزادہ کی بات کا جواب دو؟

آپ کی تصنیف وتالیف میں بھی جامعیت ہوتی ہے، غیر ضروری باتوں سے گریز اور ضروری افادات کا بیان اور ذاتی استخراج کی بہتات ہوتی ہے۔ وقت کی قلت ہے ورنہ اس سلسلہ میں بھی کسی قدر اپنے تاثرات کی مثالیں پیش کرتا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت صدر العلماء علیہ الرحمہ علم کی گیرائی وگہرائی میں ایک بحر ذخار تھے، باریک باریک مسائل اس طرح مستحضر تھے کہ گویا ابھی ابھی اس کی تیاری کی ہو، آپ کی زندگی سنت رسول کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔ رب قدیر ان کے فیوض وبرکات کو صبح قیامت تک جاری رکھے۔ اور ہمیشہ ان کی قبر انور پر انوار ورضوان کی باران بکراں فرماتا رہے۔ آمین بجاہ سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وعلی سائر آلہ وصحبہ اجمعین۔

فقیر ضیاء المصطفی قادری غفرلہ وارد حال ۳۳، سرکل، لیسٹر (یو۔کے)

...ر العلماء علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی

عظیم و جلیل شخصیت

مولانا طاہر القادری کلیم فیضی بستوی

...ان جلیل القدر (مصنف کتب عظیمہ) ...
...بحر العلوم، امام النحو حضرت سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ (مصنف کتب عظیمہ) ان جلیل القدر
...فکر و بصیرت علماء ذوی الاحترام میں سے تھے جن کے علمی وفنی کمال کا پرچم بہت بلند ہے، اور جو اپنے پا
...وجود مسعود میں نوع بنوع خوبیوں کا عظیم ذخیرہ وسرمایہ سمیٹے ہوئے تھے۔ عہد حاضر میں جس کی مثال تقریبا
...ہے، ہر جہت سے آپ کی سیرت وشخصیت نمایاں وممتاز نظر آتی تھی۔ خدائے بزرگ وبرتر نے آپ کو مختلف
...یوں سے نوازا تھا، علم وفضل، زہد وتقوی، شعور وفکر سے آپ کی ذات مبارکہ مرجع ومرین تھی اور ذہانت ودانائی
...ں ایک اعلیٰ مقام حاصل تھا، آپ کی دینی ومذہبی قومی وملی ومسلکی خدمات نے آپ کو شہرۂ آفاق بنا دیا تھا۔
ہر طرف آپ کی علمی لیاقت اور فکری صلاحیتوں کے تذکرے عام ہیں، گویا کہ آپ علم وعرفان کے ایسے
...سدا بہار گلشن تھے جس کی بھینی بھینی خوشبوؤں سے آج بھی کتنے مشام جان معطر ہیں۔

امام النحو حضرت علامہ سید غلام جیلانی علیہ الرحمہ اپنے وقت کے جید، دقاق اور ممتاز عالم دین اور
بہترین مدرس، روشن خیال مفکر، ایک عظیم مصنف اور نکتہ رس محدث تھے۔ آپ کی سیرت وشخصیت کا ہر گوشہ منور
ومجلی تھا۔ البشیر الکامل، البشیر شرح نحو میر، بشیر القاری شرح بخاری وغیرہ کتب اس کی جیتی جاگتی تصویر اور آپ
کے نحوی کمال فن اور علم حدیث میں تبحر علمی کا روشن آئینہ ہے۔ بشیر الکامل آپ کے رشحات قلم کا نچوڑ اور علماء وطلبہ
کے لئے قیمتی لعل وگہر ہے۔ یقیناً یہ آپ کا عظیم اور غیر معمولی کارنامہ ہے اور مبتدی الذہن طلبہ کے لئے سراسر ہدا
یت کا چشمہ ہے۔ بشیر الکامل اپنی یگانہ خصوصیت کی وجہ سے علماء وطلبہ کے درمیان بے حد مقبول ومحبوب ہے۔ ہر در
...س نگاہی کے طالب علم کے پاس یہ کتاب نظر آئے گی کیونکہ طلبہ اس سے استفادہ کر کے اپنے علم میں پختگی اور فن
نحو میں اپنی بنیادی تعلیم کو مستحکم اور پائیدار بنانے کی پوری پوری کوشش اور جد وجہد کرتے ہیں۔

علامہ موصوف علیہ الرحمہ کا یہ عظیم علمی وفنی تحفہ اور لائق صد ستائش عطیہ ہے طلبۂ کرام پر آپ کا حد درجہ
احسان ہے کہ آپ نے ان کے تعلیمی سفر کی دشواریوں کے لئے ایک درخشاں چراغ عطا فرما دیا جس سے ان کے
ذہن وفکر کو وہ روشنی ملتی ہے جس کے اجالوں میں نحوی مسائل کے خد وخال نظر آتے ہیں اور وہ بڑی آسانی سے

صدر العلماء علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی عظیم وجلیل شخصیت

مولانا طاہر القادری کلیم فیضی بستوی

بحر العلوم، امام النحو حضرت سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ (مصنف کتب عظیمہ) ان جلیل القدر صاحب فکرو بصیرت علماء ذوی الاحترام میں سے تھے جن کے علمی وفنی کمال کا پرچم بہت بلند ہے، اور جو اپنے پاکیزہ وجود مسعود میں نوع بنوع خوبیوں کا عظیم ذخیرہ وسرمایہ سمیٹے ہوئے تھے۔ عہد حاضر میں جس کی مثال تقریبا نابود ہے، ہر جہت سے آپ کی سیرت وشخصیت نمایاں وممتاز نظر آتی تھی۔ خدائے بزرگ وبرتر نے آپ کو مختلف خوبیوں سے نوازا تھا، علم وفضل، زہد وتقوی، شعور وفکر سے آپ کی ذات مبارکہ مرصع ومزین تھی اور ذہانت ودانائی میں ایک اعلی مقام حاصل تھا، آپ کی دینی ومذہبی قومی وملی ومسلکی خدمات نے آپ کو شہرۂ آفاق بنادیا تھا۔

ہر طرف آپ کی علمی لیاقت اور فکری صلاحیتوں کے تذکرے عام ہیں، گویا کہ آپ علم وعرفان کے ایسے سدابہار گلشن تھے جس کی بھینی بھینی خوشبوؤں سے آج بھی کتنے مشام جان معطر ہیں۔

امام النحو حضرت علامہ سید غلام جیلانی علیہ الرحمہ اپنے وقت کے جید، دقاق اور ممتاز عالم دین اور بہترین مدرس، روشن خیال مفکر۔ ایک عظیم مصنف اور نکتہ رس محدث تھے۔ آپ کی سیرت وشخصیت کا ہر گوشہ منور ومجلی تھا۔ البشیر الکامل، البشیر شرح نحو میر، بشیر القاری شرح بخاری وغیرہ کتب اس کی جیتی جاگتی تصویر اور آپ کے نحوی کمال فن اور علم حدیث میں تبحر علمی کا روشن آئینہ ہے۔ بشیر الکامل آپ کے رشحات قلم کا نچوڑ اور علماء وطلبہ کے لئے قیمتی لعل وگہر ہے۔ یقیناً یہ آپ کا عظیم اور غیر معمولی کارنامہ ہے اور مبتدی الذہن طلبہ کے لئے سراسر ہدایت کا چشمہ ہے۔ بشیر الکامل اپنی یگانہ خصوصیت کی وجہ سے علماء وطلبہ کے درمیان بے حد مقبول ومحبوب ہے۔ ہر درس نظامی کے طالب علم کے پاس یہ کتاب نظر آئے گی کیونکہ طلبہ اس سے استفادہ کرکے اپنے علم میں پختگی اور فن نحو میں اپنی بنیادی تعلیم کو مستحکم اور پائیدار بنانے کی پوری پوری کوشش اور جدوجہد کرتے ہیں۔

علامہ موصوف علیہ الرحمہ کا یہ عظیم علمی وفنی تحفہ اور لائق صد ستائش عطیہ ہے طلبۂ کرام پر آپ کا حد درجہ احسان ہے کہ آپ نے ان کے تعلیمی سفر کی دشواریوں کے لئے ایک درخشاں چراغ عطا فرمادیا جس سے ان کے ذہن وفکر کو وہ روشنی ملتی ہے جس کے اجالوں میں نحوی مسائل کے حدوخال نظر آتے ہیں اور وہ بڑی آسانی سے

کٹھن راہ کو عبور کر جاتے ہیں۔ حضرت علیہ الرحمہ پوری زندگی اپنے علوم وفنون کا جام تشنگان علوم دینیہ کو پلا پلا کر سیراب اور آسودہ خاطر فرماتے رہے نہ جانے کہاں کہاں سے لوگ اس چشمۂ عرفان کی خدمت بابرکت میں طویل مسافت سفر طے کر کے آتے رہے اور آپ انہیں خوب خوب صلاحیتوں سے لیس فرما کر واپس فرماتے رہے۔ آپ کی بارگاہ کے جو بھی خوشہ چین ہیں وہ واقعی اپنے دامن میں فنی کمال رکھتے ہیں اور فن نحو میں ایک نمایاں وممتاز صلاحیت رکھتے ہیں کسی کی نحوی صلاحیت ولیاقت کی ضمانت کے لئے بس اتنا ہی کافی ہے کہ آپ سے شرف تلمذ حاصل کر چکا ہے، کئی ایسے اشخاص خود راقم السطور کے مشاہدہ میں ہیں جنہوں نے آپ سے اکتساب فیض اور علم حاصل کر کے اپنی شخصیت کو اجاگر کیا اور فن نحو کے نمایاں کمال سے اپنی الگ تھلگ شناخت قائم کی۔ فن نحو کے قواعد وگرامر انہیں سورۂ فاتحہ کی طرح ازبر ہیں۔

یقیناً اس بات کی ضرورت تھی اور شدید ضرورت تھی کہ حضرت سید علامہ غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کی گرانقدر علمی ودینی شخصیت اور ان کی سیرت طیبہ کے گوشوں کو اجاگر کر کے ایک جہان کو آشنا اور روشناس کرایا جائے تاکہ آنے والی نسل انسانی بھی جانے کہ ہماری جماعت میں علم وفن شعور ودانائی کی کیسی کیسی قدآور شخصیتیں اپنے علمی وفنی لیاقتوں کا پرچم اس کائنات رنگ وبو میں لہرا کر ہماری مادی نگاہوں سے روپوش ہو چکی ہیں اور وہ بھی حتی المقدور پورے عزم ولگن کے ساتھ کوشش اور سعی پیہم کریں اور علوم وفنون میں اپنی لیاقت واستعداد کا چراغ روشن ومنور کر کے ایک اعلی اور عظیم منصب پر فائز ہو کر لوگوں کی رشد وہدایت کیلئے مشعل بردار بنیں۔

اور اس سلسلے میں پاکستان کے قلم کار، نامور ادیب بالغ نظر مفکر اور کامیاب مدرس ممتاز عالم دین حضرت علامہ محمد منشا تابش قصوری مدظلہ العالی مدرس جامعہ نظامیہ لاہور کہ جنہوں نے جناب محترم حضرت مولانا محمد ایوب صاحب اشرفی شمسی خطیب مسجد نور الاسلام بولٹن کی خصوصی پیشکش پر حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کی سیرت وشخصیت کے بکھرے ہوئے گل وغنچے یکجا کرنے کے لئے ایک تحریک چلائی اور اس کار نیک کے لئے مکمل طور پر آمادہ اور تیار ہوئے اور اس میں کامیابی بھی حاصل کی خصوصیت کے ساتھ قابل مبارکباد ہیں کہ آپ ہی کے حکم سے راقم السطور نے یہ مختصر مقالہ قلمبند کیا۔ ویسے میں نے حضرت علامہ سید غلام جیلانی علیہ الرحمہ کی نہ تو زیارت کی اور نہ ملاقات کا شرف حاصل ہو سکا۔ کیونکہ میری کم سنی وتوعمری ہی میں حضرت وصال فرما گئے تھے۔ البتہ شعور کی دہلیز پر قدم جمانے کے بعد سے اب تک حضرت کی عالی قدر غیر معمولی شخصیت کے تذکرے سنتا چلا آرہا ہوں اور حضرت کی علمی ودینی شخصیت سے حد درجہ متاثر اور ان کی علمی جولانیوں کو اپنی عقیدتوں کا خراج پیش کرتا ہوں۔

حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ آج دنیا میں نہیں ہیں مگر ان کی یاد زندہ ہے، ان کے بے مثل علمی ودینی کارنامے زندہ ہیں۔ بشیر القاری کے علاوہ آپ نے مختلف موضوعات پر متعدد کتابیں تصنیف فرمائی

ہیں جنہیں بڑی شہرت ومقبولیت حاصل ہے۔ خاص طور پر فقہ حنفی کی نادر روزگار کتاب۔ نظام شریعت۔ آپ کی شاہکار تصنیف ہے۔ جو شہرۂ آفاق اور غیر معمولی اہمیت وشہرت کی حامل ہے۔ علماء اور عوام کے ہر طبقہ میں وہ قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ اسلامی مسائل وخصائل کا سدابہار گلدستہ اور ایک حسین مجموعہ ہے۔ جس میں اسلامی معاشرت میں روزمرہ کے پیش آنے والے مسائل نہایت سلیقے سے جمع کیے گئے ہیں تاکہ ہر قاری اس سے اپنی عملی زندگی کو تابناک بنا سکے۔

اسلوب بیان اور طرز نگارش بزاشتہ اور دل پذیر ہے لفظوں میں سادگی کی وجہ سے عام فہم اور پرکشش ہے۔

حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کے تلامذہ کی تعداد بھی کچھ کم نہیں، ملک کے طول وعرض میں آپ کے لائق اور ذی صلاحیت تلامذہ اپنے علمی وفنی کمالات سے مسلح ہو کر اسلام وسنت کی ترویج واشاعت میں ہمہ تن مصروف ہیں اور اپنی فکر کی قابلیت واستعداد کے ذریعہ قوم وملت کی رہنمائی فرما رہے ہیں، خود بھی روشن ہیں اور دوسروں کو بھی علم وعرفان اور رشد وہدایت کی دولت لازوال عطا فرما کر ان کی زندگی کے تمام گوشوں کو اسلامی سانچہ میں ڈھالنے کی پوری پوری کوشش کر رہے ہیں۔

امام النحو حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کی ذات گرامی اپنے اوصاف حمیدہ وخصائل پاکیزہ کیساتھ قومی وملی علمی ودینی مساعی اور اصلاحی خدمات کے آئینے میں جگمگا رہی ہے۔ اور ان کا نام دوپہر کے سورج کی طرح آج بھی روشن وتابناک ہے۔

کیونکہ آپ نے ملت اسلامیہ کے عروج وارتقاء کے لئے جو بے مثال کارنامے سرانجام دیئے ہیں اور رشحات قلم کے ایسے تابندہ نقوش چھوڑے ہیں جن کے تعلق سے آپ کا نام ہمیشہ زندہ وتابندہ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ تمام افراد اہل سنت کو امام النحو حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کے فیوض وبرکات سے بہرہ ور فرمائے اور ان کے نقش قدم کی مکمل پیروی کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

محمد طاہر القادری کلیم فیضی بستوی

خادم مدرسہ اہلسنت رضویہ یار علویہ انوار الاسلام
قصبہ سکندر پور ضلع بستی۔

ہمارے صدر صاحب

صدر العلماء، بحر العلوم شارح صحیح البخاری امام النحو علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی قدس سرہ

محمد عاشق الرحمٰن کاتبی، قادری، حبیبی
صدر المدرسین جامعہ حبیبیہ الہ آباد یوپی

شہر الہ آباد نے ایک ایسے زمانے کو بھی دیکھا ہے جب مدرسہ سبحانیہ سے خالص سنیت جاتی رہی اور جامعہ حبیبیہ کے نظام کو برہمی لاحق ہوگئی، اس وقت باقاعدہ درس دینے والے کوئی ایسے مدرس صاحب مجھے نہ ملے جو ہدیہ سعیدیہ پڑھادیں، حضرت شمس العلماء علامہ محمد نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ عالیہ، (گورنمنٹ اورینٹل کالج) رامپور میں مدرس اول کے عہدہ پر فائز ہو چکے تھے، آپ نے میری حالت کو دیکھ کر تسلی دی اور یہ فرمایا، کہ گھبراؤ مت، میں ہر ماہ چند روز کے لئے رامپور سے الہ آباد آؤں گا اور انہیں دنوں میں تم کو ہدیہ سعیدیہ پڑھاؤں گا۔ ایسا ہی ہوا۔ آپ ہر ماہ چند روز کے لئے الہ آباد تشریف لاتے تھے، اور ہر روز کئی نشستوں میں ہدیہ سعیدیہ کا درس دیتے تھے، لیکن مرشد برحق حضور مجاہد ملت علامہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قدس سرہ نے اس طرح پڑھنے کو اطمینان بخش نہ پایا اور مجھے رامپور بھیج دیا۔

اس وقت مدرسہ عالیہ (گورنمنٹ اورینٹل کالج) رامپور میں مختلف العقائد مدرسین درس دے رہے تھے، جو مختلف قسموں کی صلاحیتوں کے حامل تھے۔ میں مدرسہ میں استاذ گرامی حضرت شمس العلماء سے صرف وہی کتابیں پڑھ سکتا تھا جو ان سے متعلق ہوتی تھیں، دوسری کتابیں دوسرے مدرسین سے پڑھنا پڑتی تھیں، پھر بہت سی کتابیں نصاب سے خارج ہو چکی تھیں، اس لئے ان کتابوں کو میں مدرسے سے باہر حضرت شمس العلماء سے پڑھتا تھا، یا تو آپ کے مکان پر یا حضرت عبد اللہ شاہ بغدادی قدس سرہ کی درگاہ پر، شرح مرقاۃ خیر آبادی ایسی کتابوں کے درس کے لئے حضور مجاہد ملت قدس سرہ کی تاکید تھی، اس قسم کی کئی کتابیں میں نے مدرسے سے باہر ہی حضرت شمس العلماء سے پڑھیں۔

اس طرح میں درس نظامی کے آخری درجے یعنی درجۂ اولیٰ تک پہنچ گیا جس میں اس زمانے میں تفسیر بیضاوی شریف، شرح تجرید، شمس بازغہ، مسلم الثبوت، مقامات حریریہ اور رسالہ حمیدیہ پڑھائی جاتی تھیں، اس سال ان میں سے پہلی تین کتابیں حضرت شمس العلماء سے متعلق تھیں، بہر حال میں امتحان نہائی یعنی درجۂ اولیٰ

کے امتحان سالانہ میں کامیاب ہوگیا، یہ بات خصوصی طور پر قابل ذکر ہے کہ شمس بازغہ میں مجھے ۹۰ نمبر حاصل ہوئے تھے، اور اس کا پرچہ دار العلوم دیوبند کے صدر مدرس ابراہیم صاحب بلیاوی نے تیار کیا تھا۔

مدرسہ عالیہ (گورنمنٹ اورینٹل کالج) رامپور سے فارغ ہوتے ہوئے میں نے تفسیر بیضاوی پڑھی، ہدایہ اخیرین کا بھی درس لیا، مسلم الثبوت کو بھی پڑھا، لیکن حدیث شریف میں اس وقت تک صرف مشکوۃ شریف ہی باقاعدہ پڑھی تھی، اس فن کی کتابوں کے پڑھنے کا وقت اس وقت آیا اور یہ اس امر کے فیصلے کا وقت تھا کہ میں اس کے لئے کہاں جاؤں۔

حضور مجاہد ملت قدس سرہ اس سے بہت پہلے مسند تدریس کو چھوڑ چکے تھے، لیکن استاذ گرامی حضرت شمس العلماء سے میں برسوں تک باقاعدہ درس لیتا رہا، اور آپ کبھی کبھی حضور مجاہد ملت اور آپ کے رفقاء درس کا ذکر کرتے تھے، ایسے مواقع پر آپ یہی فرماتے تھے، کہ "بڑے مولوی صاحب (یعنی حضور مجاہد ملت) کے مسند تدریس کو ترک کرنے کے بعد آپ کے رفقاء درس میں سے اگر کوئی ایسی ذات ابھی مسند تدریس پر رونق افروز ہے جو تبحر کامل ہو تو وہ صدر صاحب (یعنی صدر العلماء، بحر العلوم شارح صحیح البخاری امام النحو علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی قدس سرہ) کی ذات گرامی ہے"۔ یہ وہ بات ہے جو میرے دل میں بسی ہوئی تھی، پھر یہ بات حضرت استاذ گرامی نے حضرت صدر العلماء سے کچھ پڑھے بغیر نہیں فرمائی تھی، بلکہ انہوں نے آپ سے بھی درس لیا تھا، اور آپ محبت سے انہیں، ملا نظام، کہتے تھے، اس سے وہی حضرات لطف اندوز ہو سکتے ہیں جو معقولی علماء کے اسمائے گرامی سے واقف ہیں۔

میں نے استاذ گرامی حضرت شمس العلماء سے عرض کیا کہ حضرت صدر العلماء سے مجھے حدیث شریف پڑھانے سے متعلق گفتگو کریں۔ جب دونوں کی ملاقات ہوئی اس بات سے متعلق گفتگو ہوئی اس گفتگو کے خلاصہ کو پیش کرنے سے قبل یہ ذکر کر دینا ضروری ہے کہ حضرت علامہ ابو الفتح محمد نصر اللہ خاں صاحب افغانی دامت برکاتہم العالیہ سے بھی میں نے درس لیا تھا، اور آپ نے حضرت صدر العلماء قدس سرہ سے بھی، جیسا کہ استاذ گرامی حضرت شمس العلماء نے فرمایا تھا، حضرت صدر العلماء نے دریافت کیا وہ طالب علم کیسا ہے؟ مولوی نصر اللہ جیسا ہے؟ اگرچہ میں اپنے کو حضرت علامہ محمد نصر اللہ خاں صاحب کی خاک پا کے برابر نہیں سمجھتا ہوں، استاذ گرامی حضرت شمس العلماء نے فرمایا تھا، میں نے یہ جواب دیا تھا کہ دونوں میں زیادہ فرق نہیں ہے انیس بیس کا فرق ہے۔ اس پر حضرت صدر العلماء نے فرمایا کہ ٹھیک ہے اسے میرے پاس بھیج دو۔

حضور مجاہد ملت قدس سرہ اب مجھے تدریسی خدمت پر مامور کرنا چاہتے تھے، لیکن میں نے آپ کو راضی کرلیا اور آپ نیز استاذ گرامی دونوں سے سفارشی خطوط لے کر میں میرٹھ پہنچا، اگرچہ اس سے پہلے حضرت صدر العلماء نے مجھے حدیث شریف کا درس دینے پر رضامندی ظاہر فرمائی تھی، میرے میرٹھ پہنچ جانے کے بعد آپ

نے اولاً ٹالنے کی کوشش کی، آپ نے فرمایا۔ میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ ادھر کئی سال سے صحاح ستہ کا درس نہیں دیا ہے، آج کل تدریس کے علاوہ کچھ تالیفات میں بھی مصروف رہتا ہوں۔ تم اشرفیہ چلے جاؤ، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ میرے دل میں یہ بات بسی ہوئی تھی کہ میں حضرت صدر العلماء ہی سے حدیث شریف کا درس لوں گا۔ میں اڑ گیا کہ میں اشرفیہ نہیں جاؤں گا۔ مجھے آپ ہی کی خدمت میں رہ کر حدیث شریف کا درس لینا ہے۔ تب حضرت صدر العلما نے ارشاد فرمایا اگر یہ بات ہے تو پھر میری ایک شرط کو ماننے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ میں نے دریافت کیا۔ کہ وہ شرط کیا ہے۔؟ آپ نے فرمایا کم کے زیادہ ہونے کی بات نہ کرنا، کیف کے زیادہ ہونے کی بات کرنا۔ میں نے حضرت کی اس شرط کو مان لیا اور آپ پڑھانے کے لئے تیار ہو گئے۔

اب مجھے پڑھنے کے لئے کتابوں کی ضرورت تھی، اس لئے کہ اگر چہ میں اپنے لئے کتابیں خرید چکا تھا، وہ سب دھامنگر میں تھیں، اس لئے مدرسہ اسلامی عربی میرٹھ کے کتب خانے سے کتابیں حاصل کرنے کی ضرورت تھی۔ ادھر دھامنگر میں حضور مجاہد ملت قدس سرہ کے ذاتی کتب خانہ کی دیکھ بھال کرنے کی وجہ سے، بہت سی کتابوں کے اور ان کے مصنفین کے اسماء مجھے معلوم تھے، کتب مطلوبہ کی فہرست میں میں نے یہ بھی لکھ دیا کہ عمدۃ القاری فتح الباری اور ارشاد الساری میں سے ہر ایک کی جلد اول بھی مجھے برائے مطالعہ دی جائے۔ جب حضرت صدر العلماء نے اس فہرست کو دیکھا تو فرمایا۔ تم درس لو گے یا درس دو گے؟۔ میں نے عرض کیا: حضرت مجھے پڑھنا ہے، لیکن اگر کتابیں بھی مل جاتیں سمجھنے میں آسانی ہوتی، آپ نے فرمایا، ہر بات پانی کی طرح واضح ہو جائے گی۔ جب درس شروع ہوا، حضرت صدر العلماء قدس سرہ کی اس بات کی صداقت میرے سامنے آ گئی، خصوصاً صحیح البخاری شریف کا درس آپ اسی انداز میں دیتے تھے جس انداز پر علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کی شرح فرمائی ہے۔ ایک ایک حدیث شریف کا درس ہفتہ ہفتہ بھر، بلکہ کبھی کبھی دس دس روز جاری رہتا تھا، کسی روز صرف ونحو پر گفتگو ہوتی تھی، تو کسی روز بلاغت وعروض پر۔ کسی روز مسائل فقہیہ پر گفتگو ہوتی تھی، تو کسی روز تصوف پر، کسی روز ایک معین حدیث شریف سے مذہب اہل سنت کے احقاق پر کلام ہوتا تھا، تو کسی روز اسی حدیث شریف سے متعلق بدمذہبوں کی خصوصاً انور شاہ صاحب کشمیری کی تقریر کا رد ہوتا تھا۔

حضرت صدر العلما قدس سرہ میں تبحر علم کے علاوہ بہت سی خوبیاں تھیں، میں حضور مجاہد ملت قدس سرہ کی مرید پروری کو دیکھ چکا تھا اور شاگرد پروری کو سن چکا تھا، لیکن میں یہ نہیں جانتا تھا کہ حضرت صدر العلماء ایسے شاگرد پرور ہیں۔ بہت سے حضرات شاگردوں سے مشقت خوب کروا لیتے ہیں، لیکن وسعت کے ہوتے ہوئے کسی شاگرد کو کچھ کھلانے پلانے کی بات ان کے خیال میں بھی نہیں آتی، حضرت صدر العلماء کا مزاج رئیسانہ تھا، شاگردوں کو تکلیف دینا پسند نہیں کرتے تھے، اور شاگردوں کو کھلانے پلانے اور مختلف طریقوں سے نوازنے کی بات ہمیشہ سوچتے تھے۔

آپ سے قرب رکھنے والے حضرات کو یہ بات معلوم ہے کہ مدرسہ اسلامی عربی سے آپ کو ملنے والی تنخواہ بہت کم تھی، کتابوں کی تجارت آپ کا اہم ذریعۂ معاش تھا، کتابوں کے آرڈر آتے تھے، اور وی، پی، نیز ریلوے پارسل کے ذریعہ کتابیں روانہ کی جاتی تھیں، ایک روز حضرت نے کتابوں کا ایک ریلوے پارسل بک کرنے کے لئے مجھے گھنٹہ گھر کے پاس قائم پارسل آفس بھیجا، اس پارسل کا وزن بیس کلو سے زائد تھا، آپ نے اندر کوٹ سے گھنٹہ گھر، میرٹھ تک اس پارسل کو رکشا کے ذریعے لے جانے کا حکم فرمایا۔ اور رکشے والے کی اجرت کے لائق رقم دی، اس روز اتفاق سے گھنٹہ گھر کے پاس قائم پارسل آفس بند تھا، میری جیب میں اس وقت پیسے نہ تھے، میرٹھ سٹی کا اسٹیشن دور تھا، اور دھوپ بہت تیز تھی، میں نے یہ سوچا کہ کون اسے رکشا کر کے اندر کوٹ واپس لے جائے میرٹھ سٹی اسٹیشن لے جانے سے آج ہی یہ بک ہو جائے گا۔ میں نے اس پارسل کو کندھے پر رکھا اور اس دھوپ میں پیدل چل کر میرٹھ سٹی اسٹیشن پہونچا۔ فارم بھرا اور اس پر "ٹو پے" کے الفاظ لکھ دیے۔ ٹو پے کی صورت میں پارسل بھیجنے والے کو کوئی خرچ نہیں کرنا پڑتا تھا، خرچ وصول کرنے والے کو ادا کرنا پڑتا تھا، میں نے اس طرح اس پارسل کو بک کر دیا۔ اور بلٹی لے کر اس دھوپ میں پیدل چل کر مدرسہ اسلامی عربی، اندر کوٹ واپس آیا۔ اس میں کئی گھنٹے لگ گئے۔ حضرت پہلے ہی دالان پر اترے دکھن اور دکھن سے اتر چکر کاٹ رہے تھے۔ اور بے حد پریشان تھے، جیسے ہی مجھے دیکھا اور کیفیت کو ملاحظہ کیا حالات دریافت کئے، جب میں نے سارے حالات آپ کو سنائے آپ بے تاب ہو گئے بیٹھک کے کمرے میں لے جا کر پنکھے کے نیچے بٹھایا اور زور زور سے طلبہ کو پکارنے لگے، جب طلبا آئے آپ نے ایک کو دہی لینے کو روانہ فرمایا، اور ایک کو برف لانے کو بھیجا، آپ بار بار یہی فرماتے جاتے تھے کہ تم سے کس نے یہ کہا تھا کہ اس پارسل کو کاندھے پر لاد کر اس دھوپ میں پیدل میرٹھ سٹی اسٹیشن تک جاؤ۔ جب گھنٹہ گھر والا پارسل آفس بند تھا تم رکشا میں اس پارسل کو رکھ کر اندر کوٹ واپس آجاتے۔ کیا رکشا والا تم سے پہلے اجرت مانگتا، یہاں آنے پر میں اسے پیسے دے دیتا، غضب ہو گیا۔ خواہ مخواہ اتنی تکلیف اٹھائی تم نے، جب وہ طلبہ برف اور دہی لے آئے، آپ نے اپنے ہاتھ سے لسی تیار کی اور کئی گلاس پلوانے کے بعد مطمئن ہوئے۔

میرٹھ میں شوال کی ابتداء سے اخیر تک ایک میلہ لگتا ہے، جسے نوچندی کا میلہ کہا جاتا ہے۔ پڑھنے کے زمانے میں ایک بار حضرت صدر العلماء قدس سرہ نے اپنے چھوٹے بچوں کو نوچندی کا میلہ دکھانے کے لئے مجھے حکم فرمایا، اور پیسے دیتے ہوئے یہ فرمایا کہ سنبھل سے فلاں صاحب آئے ہوں گے، ان سے لکڑی کی کنگھیاں اور لکڑی کی نقشین ڈوئیاں خرید کر لانا، ان صاحب کا نام میں بھول چکا ہوں، میں آپ کے بچوں کو لے کر میلے میں گیا، اور وہ چیزیں خرید لایا۔ اس کے بعد برسوں کا زمانہ گزر گیا، حضرت صدر العلماء کبھی کبھی الہ آباد تشریف لاتے تھے، یا تو عربی فارسی بورڈ کی میٹنگ میں شریک ہونے کے لئے یا کسی کاتب سے کسی کتاب کی کتابت

کرانے کے لئے، ایک بار جب حضرت الہ آباد تشریف لائے تھے، میں نے عرض کیا۔ اب بھی تو چندی کے میلے میں لکڑی کی ڈوئیاں بکتی ہیں؟۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا تم کو لکڑی کی ڈوئی چاہیے۔ آجائے گی۔ اس کے بعد تو چندی کا میلہ آیا۔ اور گزر گیا۔ قصبہ سہواں، ضلع الہ آباد کے ایک طالب علم نے مدرسہ اسلامی عربی میرٹھ میں داخلہ لیا تھا، جب وہ میرٹھ سے اپنے مکان آیا، لکڑی کی ڈوئی لاکر پہونچا گیا۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت الہ آباد تشریف لائے اور ملاقات پر دریافت فرمایا، تم کو ڈوئی مل گئی۔ میں نے جواب میں عرض کیا۔ حضرت لکڑی کی ڈوئی تو ملی لیکن وہ نقشین نہیں ہے، آپ نے مسکرا کر فرمایا، "اچھا تم کو نقشین ڈوئی چاہیے، وہ بھی آجائے گی، جب تو چندی کا میلہ دوبارہ آیا۔ آپ نے لکڑی کی نقشین ڈوئی منگائی اور پھر وہی سہواں کا لڑکا اسے لاکر پہنچا گیا۔

حضرت صدر العلماء قدس سرہ جب الہ آباد تشریف لاتے تھے، حضرت علامہ مشتاق احمد صاحب نظامی رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر قیام فرماتے تھے، آنے سے پہلے میرے نام آپ کا گرامی نامہ آتا تھا اور اس میں یہ مرقوم ہوتا تھا، کہ میں فلاں تاریخ سے فلاں تاریخ تک قیام کروں گا۔ چھٹی لے کر میرے پاس آنا، ایک بار آپ نے فرمایا، کل نماز فجر کے بعد آؤ، کئی مقامات پر زیارت کے لئے چلنا ہے۔ میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا، شاہ اجمل صاحب کے یہاں فاتحہ پڑھنا ہے، ہم لوگ وہاں تک گئے فاتحہ پڑھنے کے بعد نخاس کہنہ پہونچے، ایک حلوائی گرم گرم جلیبیاں چھان رہا تھا، آپ نے فرمایا جلیبی کھائیں گے، میں نے جلیبیاں خریدیں، ہم لوگ نخاس کہنہ کی مسجد میں داخل ہوئے، وہاں اعتکاف کیا، جلیبیاں کھائیں، اور نیچے اتر آئے۔ اس کے بعد حضرت نے حضرت منور علی قدس سرہ کے یہاں فاتحہ پڑھنے کے لئے ہمت گنج چلنے کا ارادہ فرمایا، اور ہم لوگ رکشا میں بیٹھ کر ہمت گنج پہنچے، وہاں فاتحہ پڑھنے کے بعد آپ نے حضرت شاہ عبد الحلیم صاحب ابو العلائی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں فاتحہ پڑھنے کے لئے محلہ چک چلنے کا قصد فرمایا۔ اور ہم لوگ رکشا میں بیٹھے، اس زمانے میں میں تمبا کو کے ساتھ پان کھاتا تھا، حضرت صدر العلماء کئی بار پان کھا چکے تھے، لیکن ڈبہ اور بٹوا پکڑنے کے لئے مجھے ہی دیتے تھے، میں نے اس روز صبح ہی سے پان نہیں کھایا تھا، عرض کیا، حضرت اجازت ہو تو ایک پان کھالوں، فرمایا۔ فوراً کھاؤ تم کو میں نے ڈبہ اور بٹوا پکڑنے کے لئے کیوں دیئے ہیں۔ تم پان تمباکو کھاتے ہو، ڈبہ اور بٹوا کیوں نہیں رکھتے ہو۔ میں نے عرض کیا، ڈبہ تو خرید لیا ہے ابھی بٹوا میرے پاس نہیں ہے۔ اس کے بعد ہم لوگ محلہ چک پہونچے اور فاتحہ پڑھنے کے بعد رکشا سے واپس آنے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ لسی پینے کو جی چاہتا ہے۔ پھر میں نے رکشا والے سے سبزی منڈی چلنے کو کہا، قادر بخش کی دکان پر گرم گرم امرتیاں چھانی جارہی تھیں، میں نے امرتیاں خریدیں اور لسی منگوائی، آپ نے امرتیاں کھانے کے بعد لسی پی، اور فرمایا۔ اور ایک گلاس لسی پیوں گا۔ پھر لسی منگائی گئی، آپ نے اسے پی لیا اور ہم لوگ رکشا سے چلے، اتنے میں ایک قلفی والا ملا، جو ملائی قلفی، کی آواز بلند کر رہا تھا، ہم لوگ جامع مسجد الہ آباد کے قریب پہنچ چکے تھے، حضرت صدر العلماء نے فرمایا قلفی کھائیں گے، میں قلفی

خرید کرلایا، وہاں سے چلے اور محلہ دائرہ شاہ اجمل میں حضرت علامہ نظامی صاحب کے یہاں پہونچے۔ ہم لوگ صبح ہی چلے تھے، اور واپس آنے میں کئی گھنٹے لگ گئے مکتبہ کے منیجر صاحب حضرت کے پاس آئے اور ناشتہ کرنے کے لئے عرض کیا، آپ نے فرمایا مولوی عاشق الرحمٰن نے مجھے جلیبی کھلائی، پھر امرتی کھلائی، لسی پلائی، اس کے بعد قلفی بھی کھلائی، اب کوئی گنجائش نہیں ہے کہ میں ناشتہ کرسکوں، انہوں نے کہا: ایسی بات ہے تو صرف انڈا کھا کر چائے پی لیں، آپ نے فرمایا: اب کوئی گنجائش نہیں ہے۔ انہوں نے علامہ نظامی صاحب کو اس بات سے مطلع کیا وہ خود حضرت کے پاس آئے اور بالکل اسی طرح ناشتہ کرنے کے لئے عرض کیا پھر حضرت کے انکار کرنے پر صرف انڈا کھا کر چائے پینے کے لئے عرض کیا۔ لیکن حضرت نے ان سے بھی وہی فرمایا، جو اس سے قبل ان کے مکتبہ کے منیجر صاحب سے فرمایا تھا۔ یعنی مولوی عاشق الرحمٰن نے مجھے یہ کھلا دیا ہے وہ کھلا دیا ہے۔ اب کوئی گنجائش نہیں ہے۔ جب نظامی صاحب چلے گئے اور حضرت کے پاس میرے سوا اور کوئی نہ رہا تب آپ نے چپکے سے میرے کان کے پاس یہ فرمایا۔ کہ تمہارا کتنا پیسہ خرچ ہوا، مجھے چپکے سے بتاؤ، میں نے عرض کیا، حضرت آپ یہ کیا دریافت فرمارہے ہیں۔؟ آپ نے فرمایا، مولانا تم ہمارے شاگرد ہو، ہمارے مزاج سے واقف ہو، بتادو کتنے روپے خرچ ہوئے ہیں۔ اس کے بعد سوائے بتانے کے اور کوئی چارہ نہ تھا، میں نے جو کچھ خرچ کیا تھا، آپ نے ادا فرمادیا۔ اس کے بعد جس زمانے میں حضور مجاہد ملت قدس سرہ کو "میسا" کے تحت جیل میں رکھا گیا تھا، آپ کی رہائی کے سلسلے میں کوشش کرنے کے لئے مجھے دوبار حضرت صدر العلماء قدس سرہ کے حکم پر میرٹھ جانا پڑا تھا، ایک بار آپ مجھے اپنے ساتھ لے گئے تھے، اور دوسری بار آپ کے حکم پر میں خود میرٹھ گیا تھا، اس سلسلے میں جو کچھ کیا گیا، اس کی تفصیل میں اپنی تصنیف "حبیب امیر" میں ذکر کر چکا ہوں، اور عنقریب یہاں بھی اس کا ذکر آئے گا۔ اسی زمانے میں ایک روز میں مدرسہ اسلامی عربی، میرٹھ میں واقع آپ کی بیٹھک میں حاضر تھا، آپ نے ایک بڑے اسٹیل کے بکس کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا۔ اسے کھولو، میں نے اسے کھولا، اس کے اندر آپ کے کپڑے تھے، آپ نے فرمایا۔ کپڑوں کو باہر نکالو، میں نے سارے کپڑے بکس سے باہر نکالے۔ دیکھا تو کپڑوں کے نیچے کئی مخملی بٹوے رکھے ہوئے ہیں، آپ نے فرمایا۔ تم نے کہا تھا کہ میرے پاس ڈبہ ہے، بٹوا نہیں ہے، ان میں سے جو بٹوا تم کو پسند ہوا سے لے لو، اور ڈبہ بٹوا رکھا کرو، میں نے سیاہ رنگ کے مخملی بٹوے کو اس لئے لیا کہ جلد میلا معلوم نہ ہو۔ یہ تھا حضرت کا عالم، ڈوئی کی بات کب ہوئی تھی اور بغیر کسی یاد دہانی کے ڈوئی کب آئی۔ اسی طرح بٹوے کی بات کب ہوئی تھی اور بغیر کسی یاد دہانی کے بٹوا کب ملا۔

آپ جب جب میرٹھ سے الہ آباد تشریف لاتے تھے، میرے لئے اور ملنے والے دوسرے لوگوں کے لئے کچھ نہ کچھ لے کر آتے تھے، کئی کئی قینچیاں لاتے تھے، اور تقسیم کردیتے تھے، جاڑے کے موسم میں میرٹھ کا گل بگا لاتے تھے۔ اور ملنے والوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک ڈبہ دیتے تھے، ایک بار میرے ساتھ ایک دوسرا شخص

بھی گیا تھا، اسے بھی ایک قینچی اور ڈبیہ تل لگا عنایت فرمادیا۔

حضرت صدر العلما قدس سرہ لال کرتی، میرٹھ کے رئیس بھیا بشیر الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی دعوت پر مدرسہ اسلامی عربی، میرٹھ کے منصب صدر المدرسین کو رونق بخشنے کے لیے تشریف لائے تھے، جیسا کہ حضرت نے ارشاد فرمایا تھا، بھیا بشیر مرحوم صاحب کشف تھے، "الصبح المنیر فی میلا د البشیر النذیر" آپ کی تصانیف میں سے ہے۔ بھیاجی صدر العلما کا بڑا احترام کرتے تھے، اور حضرت بھی ان کی بہت عزت فرماتے تھے، آپ کے اپنی تالیفات کے نام "بشیر القاری، البشیر الکامل، بشیر الناجیہ اور البشیر رکھنے سے اس امر کا بخوبی اندازہ لگتا ہے، بھیاجی کا گھرانہ حضرت مولانا عبد السمیع صاحب بیدل رامپوری سہارنپوری، رحمۃ اللہ تعالی علیہ ایسے حصلب سنی علما سے نسبت رکھتا تھا اور ایک زمانہ ایسا تھا جب اس گھرانے کے لوگ صحیح العقیدہ ہی ہوتے تھے، میرے پڑھنے کے زمانے میں ایک روز لال کرتی میں اس گھرانے کے پرانے لوگوں کے مشائخ میں سے کسی بزرگ کے عرس وفاتحہ کے سلسلہ میں ایک محفل منعقد ہوئی۔ اگر چہ لوگوں میں پلپلا پن آچکا تھا، پھر بھی ان کے بڑوں کے مشائخ کے عرس وفاتحہ کی محفلیں منعقد ہوتی چلی آرہی تھیں، اس دن اور اس محفل میں حضرت صدر العلماء کو تقریر کرنا تھی، لیکن آپ یہ چاہتے تھے کہ آپ سے پہلے آپ کے تلامذہ میں سے کسی کی تقریر ہو جائے۔ اور ایسی صوفیانہ تقریر جس کی اہمیت کو لال کرتی کے وہ رئیس زادے لوگ محسوس کریں۔ میں یہاں پر یہ بتانا چاہتا ہوں، کہ آپ اپنے اہم تلامذہ کی کس طرح عزت افزائی فرماتے تھے، یہ حضور مجاہد ملت قدس سرہ کے قدموں کی برکت ہے کہ تصوف کے ایسے بہت سے مسائل ہیچ مداں کیلئے مستحضر رہے اور ہیں۔ حضرت صدر العلماء نے مجھے طلب کیا اور فرمایا، لال کرتی چلنا ہے، وہاں فاتحہ کی محفل ہے، تقریر کرنا ہے، جاؤ علامت مولویت (یعنی شیروانی) پہن کر آجاؤ۔ حضور مجاہد ملت قدس سرہ کے چھوٹے بھائی قاری محمد مجیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے ایک ایسی بات بتادی تھی جس کی وجہ سے شیروانی کو جائز سمجھنے کے باوجود میں نے اس کا استعمال کبھی نہ کیا۔ ہاں اہم جلسوں میں جبہ پہن لیتا ہوں، لیکن اس زمانے میں میرے پاس اگر شیروانی نہ تھی تو جبہ بھی نہ تھا، میں نے عرض کیا حضرت میرے پاس علامت مولویت نہیں ہے، صرف صدری ہے، اگر علامت مولویت کی ضرورت ہے تو فلاں صاحب کو اپنے ساتھ لے جائیں، میں نے حضرت کے پرانے شاگردوں میں سے میرٹھ ہی میں قیام کرنے والے ایک مرادآبادی صاحب کا نام لے کر یہ عرض کیا، حضرت تھوڑی دیر تک خاموش رہے، اور فکر مند ہوئے اس کے بعد آپ نے فرمایا، نہیں تم ہی کو چلنا ہے، جاؤ صدری پہن کر آؤ۔ پھر ہم لال کرتی گئے۔ حضرت کی مختصر صوفیانہ اور پر مغز تقریر سے پہلے میں نے تقریر کی، اس بات کو دنیا جانتی ہے کہ میں اس قسم کی تقریر کا عادی نہیں ہوں، جس قسم کی تقریر کو دنیا مانگتی ہے، مگر وہاں کی محفل دوسری قسم کی تھی، میری تقریر ہوگئی، اختتام تقریب کے بعد لال کرتی کے رؤسا دریافت کرنے لگے کہ یہ مولانا کون ہیں، حضرت نے نہایت ہی فخر کے ساتھ فرمایا ہمارے

شاگرد ہیں۔

جناب شبیر احمد خان غوری، رجسٹرار امتحانات عربی و فارسی، اتر پردیش، کے رٹائرڈ ہونے کے بعد جناب عبدالمجیب خان صاحب اس عہدہ پر آئے۔ ان کے آنے کے بعد عربی و فارسی بورڈ، اتر پردیش، کی ایک میٹنگ ہوئی۔ حضرت صدر العلماء قدس سرہ بھی ممبر کی حیثیت سے تشریف لائے، اس میٹنگ میں اس بات کا فیصلہ ہونا تھا، کہ پرانے ممتحنوں میں سے کن لوگوں کو رکھا جائے اور کون کون نئے ممتحن منتخب کئے جائیں، آپ نے میری بہت تعریف کی، پھر ایک بدعقیدہ مگر پرانے ممتحن کا نام کٹوا کر اس کی جگہ مجھے فاضل معقولات کا ممتحن منتخب کروایا۔ پھر میں برسوں تک فاضل معقولات اور فاضل دینیات وغیرہ کا ممتحن رہا۔

ہیچمداں سے آپ بہت ہی محبت فرماتے تھے، آپ یہ چاہتے تھے کہ مجھے اپنی حیات ظاہرہ ہی میں اپنے بعد کا صدر المدرسین مدرسہ اسلامی عربی، میرٹھ نامزد فرمادیں۔ چنانچہ آپ نے الہ آباد میں اس سے متعلق ایک بار ایسے وقت میں ارشاد فرمایا جب حضور مجاہد ملت قدس سرہ اور ہم لوگ ایک ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، میری سمجھ میں نہ آیا، کہ میں کیا کروں، میں نے عرض کیا، یہاں پر آپ دونوں حضرات تشریف فرما ہیں، جس پر آپ دونوں حضرات راضی اس پر میں بھی راضی، اس کے بعد آپ نے حضور مجاہد ملت سے فرمایا، لیکن رضا مندی نہ ملی، ان دونوں حضرات کے اس دار فانی سے رحلت فرما جانے کے بعد بھی لال کرتی کے وہی رئیس حیات رہے اور مدرسہ اسلامی عربی کے مہتمم رہے، اگر چہ میرے پڑھنے کے زمانے ہی میں ان میں پلپلا پن آچکا تھا جیسا کہ، میں اوپر ذکر کر چکا ہوں، انہوں نے مسجد دہلی دروازہ، میرٹھ کے امام صاحب کی ایک تحریر کے ذریعہ سے مجھ تک یہ پیغام پہنچوایا کہ مجھے مدرسہ اسلامی عربی، میرٹھ کا صدر المدرسین بنانے کی ان کی خواہش ہے، حضرت صدر صاحب کی فیملی کے لئے زینے پر واقع جو کوارٹر دیا گیا تھا وہی کوارٹر فیملی کے لئے دیا جائے گا۔ اور جس کمرہ کو آپ بیٹھک کے لئے استعمال فرماتے تھے اس کو بیٹھک کے طور پر استعمال کرنے کے لئے دیا جائے گا، فی الحال اتنے روپے ماہانہ تنخواہ کے طور پر دیئے جائیں گے، اس تحریر میں ماہانہ تنخواہ کی جس رقم کا ذکر تھا، اس وقت جامعہ حبیبیہ الہ آباد سے اس کی آدھی رقم مجھے ماہانہ تنخواہ کے طور پر مل رہی تھی، لیکن میرے سامنے چند باتیں تھیں، اول یہ کہ اس سے متعلق حضرت صدر العلماء نے حضور مجاہد ملت سے فرمایا تھا لیکن آپ راضی نہ ہوئے، دوم یہ کہ سر پر گناہوں کا بوجھ لدا ہوا تھا اور آخرت میں اپنے مرشد کامل کی شفاعت کی بھی ضرورت ہے، جس پر آپ اپنی حیات ظاہرہ میں صراحۃ انکار فرما چکے ہیں، آپ کے حیات برزخی کی طرف رحلت فرمانے کے بعد اس کو قبول کر کے قیامت میں کس طرح منھ دکھایا جائے گا۔ سوم یہ ہے کہ اگر چہ میری اہلیہ مرحومہ میری اہلیہ موجودہ کی طرح حضور مجاہد ملت قدس سرہ کے خاندان کی نہ تھیں، (کہ یہ اہلیہ آپ کے خاندان ہی کی ہیں اور آپ کے حقیقی ماموں کی حقیقی پر پوتی ہیں) پھر بھی آپ کی مریدہ تھیں، اور اپنی مرضی سے جامعہ حبیبیہ الہ آباد کو چھوڑنے سے میری طرح

وہ خود ڈرتی تھیں، اور یہ کہتی تھیں، کہ اس در کو چھوڑ کر آدھی روٹی کے بدلے میں پوری روٹی کی طلب میں دوسرے مدرسہ میں ہرگز نہ جانا، کہیں ایسا نہ ہو کہ پوری روٹی بھی نہ ملے اور آدھی روٹی بھی چھن جائے۔ ان وجوہ کی بنا پر میں نے اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔

جس زمانے میں میں رامپور میں پڑھ رہا تھا، چند بیرونی مدرسین اور ان سے بھی کم بیرونی طلبہ کو صحیح العقیدہ پاتا تھا، مقامی باشندگان میں بھی صحیح العقیدہ حضرات تھے، لیکن ان کی تعداد اور کم تھی، اکثر مقامی لوگوں میں سنیت کی بوباس تھی لیکن اپنی جہالت کی وجہ سے اپنے شہر کے پڑھے لکھے بدعقیدہ لوگوں کو بھی بزرگ سمجھتے تھے، میرٹھ میں پڑھنے کے زمانے کا حال یہ تھا کہ مدرسہ اسلامی عربی، کے مدرسین وطلبہ ہی کو صحیح العقیدہ سنی کہا جاسکتا تھا، بعض سنی طلبہ مساجد میں اس طرح امامت کررہے تھے، کہ لوگ ان کی سنیت کو پہچان نہ جائیں۔ رہے میرٹھ کے مقامی صحیح العقیدہ سنی لوگ تو انہیں انگلیوں پر گنا جاسکتا تھا، لال کرتی کے روسا میں ڈھیلا پن آچکا تھا، لیکن محلہ جلی کوٹھی کے صوفی ضمیر صاحب صحیح العقیدہ سنی تھے، مرحوم اکبر میرٹھی نے انہیں میلاد شریف قائم کرنے میں اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا۔ اور جہاں جہاں موقع ملتا تھا، وہ میلاد شریف قائم کرتے تھے، یہ صوفی صاحب حضرت صدر العلماء قدس سرہ کی خدمت میں بھی حاضری دیتے تھے۔ جس زمانے میں حضور مجاہد ملت قدس سرہ "میسا" کے تحت بالیسر جیل میں مقید تھے، آپ کی رہائی کے سلسلے میں کوشش کرنے کے لئے حضرت صدر صاحب کے ارشاد پر میں دوبارہ میرٹھ حاضر ہوا تھا۔ اسی زمانے میں چونڈھیرا شریف (پنیر یا مرشد آباد) میں ماہ فاخر ربیع الآخر شریف میں منعقد ہونے والی عرس وفاتحہ کی تقریبات کے دن آگئے۔ یہ مقام ضلع بلند شہر میں ہے۔ اور علی گڑھ سے انوپ شہر جانے والی سڑک پر واقع ہے۔ اور بہت پر فضا ہے۔ یہاں حضرت بہاؤ الدین بدر الہند قادری بنگلوری قدس سرہ کا مزار ہے۔ جیسا کہ میں نے سنا تھا انہوں نے یہ فرمایا تھا کہ میں قادریت کی تبلیغ کے لئے بھیجا گیا ہوں، میری وفات کے یوم پر کوئی خاص اہتمام نہ کرنا، ربیع الآخر شریف میں گیارہویں کے موقع پر تقریبات انجام دینا۔ ایسا ہی ہوتا چلا آرہا تھا۔ صوفی ضمیر صاحب کے چند ساتھی چونڈھیرا شریف کی حاضری کے لئے تیار ہوگئے اور سفر شروع کرنے سے قبل حضرت صدر العلماء قدس سرہ سے ملاقات کے لئے مدرسہ میں آئے۔ حضرت نے مجھ سے فرمایا ان لوگوں کے ساتھ تم بھی چونڈھیرا شریف چلے جاؤ، میرا دل نہیں چاہ رہا تھا، میں نے کوئی عذر پیش کردیا، حضرت کو ناگوار ہوا اور فرمایا۔ اچھا مت جاؤ۔ میں نے دیکھا کہ حضرت خوشی سے ایسا نہیں فرمارہے ہیں۔ اسی لئے صوفی ضمیر صاحب کے ساتھ چل دیا۔ چونڈھیرا شریف ایسے پر فضا مقام میں پہونچ کر اور تقریبات قادریہ کو ملاحظہ کرکے بڑی مسرت حاصل ہوئی۔ تقریریں بھی ہوئیں، وہاں کے وہ پرانے بزرگ قتل کیے جاچکے تھے، جن کی حضرت صدر العلماء بہت تعریف فرماتے تھے، ضلع بلند شہر میں وہابیہ کی کثرت رہتی ہے۔ ان لوگوں نے آکر خدام کے ذریعہ سے یہ کہلوایا کہ کوئی مقرر اختلافی باتیں نہ کریں گے، بہرحال میں نے حضور

نبی کریم ﷺ کے فضائل اور حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مناقب اولیاء کرام کی شان گرامی کے موضوع پر تقریر کی، جب میں چونڈھیرا شریف سے واپس آیا، میں نے حضرت صدر العلماء قدس سرہ سے یہ بات بیان کی، آپ نے فرمایا، میں نے اور کس لئے تم کو چونڈھیرا جانے کے لئے کہا تھا، اسی مقصد کے لئے میں نے کہا تھا، اور تم وہاں جانے کو راضی نہ تھے۔

میرٹھ کے مقامی صحیح العقیدہ سنیوں کی تعداد کے بارے میں میں اوپر ذکر کر چکا ہوں غالبا اسی حالت کا استمرار ہوتا چلا آرہا ہوگا، ۱۴۰۲ھ میں حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہ کی فاتحہ چہلم کے موقعہ پر میں بریلی شریف میں حاضر تھا، صوفی ضمیر صاحب سے ملاقات ہوئی، بات چیت کے دوران میں نے میرٹھ کے مقامی لوگوں کی سنیت اور بدمذہبی کے بارے میں دریافت کیا، انہوں نے جواب میں کہا، وہی حالت ہے جو آپ کے پڑھنے کے زمانے میں تھی ایک مسجد میں ایک صحیح العقیدہ مسلمان آگئے، وہ بہت ہی اچھے قاری تھے، ایک بدعقیدہ میرٹھی کو جب ان کی قرأت کی خوبی کا علم ہوا، ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا ارادہ کیا اور ان کی مسجد میں گیا، لیکن تھوڑی ہی دیر میں واپس آگیا، اور لوگوں سے یہ کہا کہ میں نے سنا کہ فلاں مسجد میں ایک بہت اچھے قاری صاحب آئے ہیں، میں نے سوچا کہ ایک بار چل کر ان قاری صاحب کے پیچھے نماز پڑھ آؤں۔ لیکن جب میں اس مسجد کے دروازے پر پہونچا تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ قاری صاحب بریلوی ہیں، یہ سنتے ہی میں وہاں سے الٹے پاؤں بھاگا، الٹے پاؤں بھاگنے کی کیفیت اس شخص نے باقاعدہ نقل کر کے دکھائی تھی، اس لئے صوفی ضمیر صاحب نے اس کی باتوں کی نقل کرتے ہوئے اس کی حرکت کی بھی نقل کر کے دکھائی۔ ایسی حالت کے باوجود میرے پڑھنے کے زمانے میں کئی سنی طلبہ مساجد میں امامت کرتے تھے اور اس طرح رہتے تھے کہ انہیں کوئی نہ پہچانے، لیکن حضرت صدر العلماء قدس سرہ کسی سے یہ نہیں فرماتے تھے کہ اگر کسی مسجد میں کوئی وہابی نماز پڑھانے کے لئے بڑھ جائے تو تم اس کی اقتدا کر لینا، نہ آپ خود کسی وہابی کے پیچھے نماز ادا فرماتے تھے، نہ ہی یہ بات آپ کو برداشت ہوتی تھی، کہ کوئی صحیح العقیدہ سنی کسی بدعقیدہ شخص کی اقتداء کرے، موسم اگر اچھا ہوتا تھا تو آپ سرائے لال دامن کی مسجد میں اپنے شاگرد کے پیچھے جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لئے تشریف لے جاتے تھے، ایک بار ایک محلہ کے لوگ آئے اور وہاں کی مسجد کی امامت کرنے کے لئے کسی شخص کو طلب کیا، ان لوگوں نے یہ بتایا کہ جو امام صاحب وہاں نماز پڑھائیں گے، وہ متصل ہوٹل میں کھانا کھائیں گے۔ حضرت نے مجھے بھیج دیا، میں وہاں امامت کرنے لگا، اس زمانے میں میرٹھ میں ایک قصیر القامت نابینا بوڑھا دیوبندی تھا جو دیوبندی دھرم کا بہت بڑا پرچارک تھا۔ اور ایک بچہ کا ہاتھ پکڑ کر شہر شہر محلہ محلہ کوچہ کوچہ گھومتا تھا۔ جہاں جاتا تھا وہاں دیوبندی دھرم کا پرچار کرتا تھا۔ اور اس دھرم کی کتابیں فروخت کرتا تھا۔ میں نے اس کے بارے میں سنا تھا لیکن نہ اسے دیکھا تھا نہ ہی یہ جانتا تھا کہ وہ کس محلہ کا رہنے والا ہے۔ ایک روز مغرب کی نماز پڑھانے کے لئے جب میں مصلی کی طرف بڑھ رہا تھا،

اچانک وہی قصیر القامت نابینا دیوبندی بوڑھا آگیا اور مصلی پر جا کر کھڑا ہو گیا۔ میں اس وقت تک اس کی آئیڈینٹیٹی سے ناواقف تھا۔ نماز کے بعد جب میں نے اس کے بارے میں لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ وہی ہیں اور یہی اس مسجد کے اصل امام ہیں، میں فوراً مدرسہ واپس آگیا، حضرت اپنی بیٹھک میں تشریف فرما تھے۔ میں نے سلام کرنے کے بعد عرض کیا، کہ میں اس مسجد میں امامت کرنے سے بھر پایا۔ حضرت نے سبب دریافت فرمایا۔ میں نے قصہ سنایا، آپ نے اس کی پرواہ نہ کی کہ یہ میرا شاگرد ہے، فوراً میرے ہاتھوں کو پکڑ کر بوسہ دیا، اور فرمایا اب تمہیں اس مسجد میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ دوپہر کی جاگیر سے موضع پھپھونڈا والا وہ طالب علم تمہارا کھانا لاویگا۔ اور رات کا کھانا آج سے تم میرے ساتھ کھاؤ گے۔ اس زمانے میں بہاری طلبہ میں سے درجہ کافیہ کے ایک طالب علم کے لئے ایک خصوصیت کی وجہ سے آپ دونوں وقت کا کھانا اپنے گھر سے بھیجتے تھے۔ جسے وہ دار الطلبہ کے کمروں میں سے اپنے کمرہ میں کھاتا تھا۔ لیکن اس نے ایسی بدتمیزی کی کہ جس کی وجہ سے آپ نے اسے مار کر اپنے مدرسہ سے نکال دیا۔ اس کے بعد آپ نے حکم فرمایا کہ اب دونوں وقت میرے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانا۔

حضور مجاہد ملت قدس سرہ اور حضرت صدر العلماء قدس سرہ ایسے حضرات علم کو قیمتی سمجھتے تھے لیکن سند کی ان حضرات کے نزدیک کوئی خاص قدر نہ تھی، آپ نے میرے امتحان کے لئے مدرسہ قومیہ کے اس وقت کے صدر مدرس صاحب کا انتخاب فرمایا تھا۔ انہوں نے امتحان لینے کے بعد اچھے نمبر دیئے اور میں مرتبہ علیا میں کامیاب ہوا۔ اس کے بعد دھامنگر واپس آنے سے قبل میں نے حضرت سے سند کے لئے درخواست کی آپ نے فرمایا، خود سند بنو، سند لے کر کیا کرو گے۔ میں نے عرض کیا۔ کہیں نہ کہیں تدریس ہی کرنا ہوگی، اگر مدرسہ والے سند دیکھنا چاہیں تو میں کیا دکھاؤں گا۔ آپ نے فرمایا اچھا یہ بات ہے۔ لیکن دشواری یہ ہے کہ اس وقت منشی اصغر علی نہیں ہیں، وہی ہمارے خوش نویس ہیں، میں نے عرض کیا، حضرت خود ہی تحریر فرمادینگے تو وہی کفایت کرے گا۔ آپ نے خود اپنے قلم سے سند میں امور ضروریہ تحریر فرمادیئے۔ اور مہتمم صاحب سے دستخط کروانے کے بعد مجھے عنایت فرمادی۔

حضور مجاہد ملت قدس سرہ کی توجہات کے صدقے میں حج وزیارت کے لئے سرکار دوجہاں ﷺ نے ۱۳۸۷ھ (۱۹۶۸ء) میں بلالیا۔ اور مکہ مکرمہ نیز مدینہ منورہ کے حضرات علماء اہل سنت اور مشائخ کرام قدست اسرارہم نے مختلف قسموں کی اجازت سے نوازا۔ اس کے بعد ۱۳۸۸ھ میں عرب شریف سے اس وقت واپسی ہوئی جب الہ آباد میں فرقہ وارانہ فساد ہو چکا تھا۔ اور جامعہ حبیبیہ کا ایک طالب علم شہید ہو چکا تھا۔ اس وقت جامعہ حبیبیہ اور اس کے مقر مسجد اعظم میں اتنی تعمیرات نہیں ہوئی تھیں۔ جتنی آج ہو چکی ہیں۔ رمضان شریف کا مہینہ آیا، میں پروفیسر محمد رفیق صاحب الہ آبادی صدر سابق شعبہ عربی وفارسی، الہ آباد، یونیورسٹی سے فرانسیسی پڑھ رہا تھا۔

جس کو بہت سی دوسری زبانوں کی طرح میں اس وقت تقریباً بھول چکا ہوں۔ پروفیسر صاحب جارج ٹاؤن الہ آباد میں رہتے تھے۔ اور میں وہاں تک پیدل جاتا تھا۔ میں روزہ کی حالت میں تقریباً دن کے آٹھ بجے پیدل جارج ٹاؤن چلا گیا۔ واپسی سے پہلے ایک حادثہ رونما ہوگیا۔ کوئی شخص دروازہ کا کنڈا توڑ کر اس کمرے میں داخل ہوگیا جس میں میں رہتا تھا۔ اور میرا بکس لحاف نیز ایک طالب علم کی چھتری لے کر چلا گیا۔ تھانے میں رپورٹ کی گئی۔ لیکن کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ اس بکس میں میری دوسری اشیا کے ساتھ میری کئی اسناد اور اجازت نامے بھی تھے۔ میں اسے برداشت کرتا ہوا خاموش رہا۔ جو اجازت نامہ یا سند دوبارہ مل سکتی تھی، اس کی تحصیل کے لئے بھی کوئی کوشش نہیں کی۔ ۱۹۶۹ء میں آندھرا پردیش میں غیر مقلدوں سے مناظرہ کی بات چیت شروع ہوگئی۔ اس سلسلے میں حضور مجاہد ملت وشاکھا پٹنم اور راجمنڈری تشریف لے گئے۔ لیکن اس پہلے سفر میں مجھے اپنے ساتھ نہیں لے گئے تھے۔ غیر مقلدوں نے خصوصاً ان کے پیشوا عبد العزیز کرنولی نے مختلف قسموں کی بدتمیزیاں کیں۔ جیسا کہ حضور مجاہد ملت قدس سرہ نے فرمایا۔ عبد العزیز کرنولی اپنی کوئی سرٹفکٹ لے کر آیا ہوا تھا۔ اسے دور سے دکھاتا تھا۔ پھر کرسی پر اس کو رکھ کر اس پر اپنے آپ سے بیٹھتا تھا۔ اور یہ کہتا تھا کہ میں عالم ہوں، یہ میری سند ہے۔ آپ اگر عالم ہیں تو اپنی سند دکھائیں۔ آندھرا پردیش کے اس پہلے سفر سے واپس آنے کے بعد حضور مجاہد ملت نے یہ قصہ سنایا۔ اور فرمایا۔ تمہاری جو سندیں اور اجازت نامے چوری ہوگئے ہیں ان میں سے جو چیزیں دوبارہ حاصل ہوسکتی ہیں ان کو ضرور حاصل کرو۔ اس لئے میں اس طرف دوبارہ متوجہ ہوا۔ اور ملاقات ہونے پر۔

حضرت صدر العلماء قدس سرہ سے عرض کیا کہ دوبارہ سند عطا فرمادیں۔ اب منشی اصغر علی مدرسے میں موجود تھے۔ حضرت نے امور ضروریہ کو ان سے لکھوایا۔ پھر خود دستخط ثبت فرماتے ہوئے آپ نے منشی اصغر علی صاحب سے میرے نام سے قبل وہ الفاظ لکھوائے جو اس پہلی سند میں نہ تھے۔ وہ الفاظ ہیں، وحید الزماں، علم دوست حضرات ہی اس نوازش کی کیفیت کو سمجھ سکتے ہیں، ان جذبات کو محسوس کر سکتے ہیں۔ اس جوش لطف وکرم کا پتہ لگا سکتے ہیں۔ اور آپ کی بصیرت کی آنکھوں کے کمال کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

حضرت صدر العلماء کے پاس منقول ومعقول کا ایک اجازت نامہ تھا۔ یہ اجازت نامہ مطبوع تھا۔ اور اس کے کئی نسخے آپ کے پاس تھے۔ اس سند منقول میں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تک کے شیوخ کے اسماء مذکور ہیں اور سند معقول میں حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی قدس سرہ تک کے اسماء کا ذکر ہے۔ اجازت دینے والے شیخ کا نام مطبوع نہیں ہے۔ مجھے اس اجازت نامے کا علم تھا، اور میں نے اس کے لئے درخواست کی تھی، حضرت نے اس اجازت نامے کے ایک نسخے پر میرا نام لکھ کر آخر میں یہ ذکر فرمایا تھا کہ صحاح ستہ اور شرح معانی الآثار کی اجازت دی جارہی ہے۔ اور اپنا دستخط ثبت فرمایا۔ یہ اجازت نامہ بھی اس بکس میں تھا، جو ۱۳۸۸ھ یعنی ۱۹۶۸ء میں چرالیا گیا تھا۔ اس کے بھی دوسرے نسخے کے لئے میں نے عرض کیا۔ اور

مضمون شائع ہوا ہے۔ جس کی نسبت حضرت استاذ گرامی علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی قدس سرہ کی طرف کی گئی ہے۔ اس مضمون میں یہ آیا ہے کہ ''فقیر نے شرح تجرید پر محقق دوانی قدس سرہ النورانی کے حواشی قدیمہ اور جدیدہ بھی آپ کے (یعنی حضرت صدر الشریعہ کے) قلمی نسخوں سے نقل کر کے پڑھے۔''

جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، یہ مخصوص نمبر ۱۹۹۵ء میں شائع ہوا ہے۔ اب حضور صدر العلماء میرٹھی قدس سرہ کی حیات ظاہرہ میں شائع شدہ آپ کی عظیم تصنیف ''بشیر القاری شرح البخاری'' کے دیباچہ میں ''شرکاء اسباق'' کے تحت آئی ہوئی یہ عبارت ملاحظہ کیجئے۔

(۱) مجاہد ملت حضرت مولانا الحاج محمد حبیب الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی جن کا فقیر ممنون احسان بھی ہے کہ زمانہ تحصیل میں خیر آبادی نایاب حواشی عاریۃً برائے مطالعہ عنایت فرمائے تھے۔ اور محقق دوانی کے غیر مطبوعہ حواشی برائے تحصیل۔

حضور مجاہد ملت قدس سرہ حضرت صدر العلماء قدس سرہ کے رفیق درس تھے، دونوں میں بڑی محبت تھی، ۱۹۷۵ء میں حضور مجاہد ملت کے ''میسا'' کے تحت بالیسر جیل میں مقید ہو جانے سے حضرت صدر العلماء کو صدمہ پہونچا، اور آپ نے اپنے رفیق درس کی رہائی کے لئے کوشش کی۔ اس کی تفصیل کے سطور کو میں یہاں اپنی تصنیف ''حبیب اسیر'' سے نقل کر رہا ہوں۔

ملک کے تمام سنیوں کو اس واقعہ سے صدمہ پہونچا، خصوصا مریدین و متعلقین کو، متعدد لوگوں نے اپنے اپنے طور پر آپ کی رہائی کے لئے کوشش کی۔ دسمبر ۱۹۷۵ء میں حضور مجاہد ملت کے رفیق درس اور بندہ کے استاذ جلیل حضرت صدر العلماء، بحر العلوم شارح البخاری امام النحو، علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی صاحب قبلہ قدس سرہ الہ آباد تشریف لائے تھے۔ اور بندہ آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا اس سلسلے میں مجھے بھی کوشش کرنا ہے۔ اور بندہ کو اپنے ہمراہ میرٹھ لے گئے۔

جون ۱۹۷۵ء میں سنی جمعیۃ العلماء کا ایک وفد مسٹر موریہ یونین منسٹر کے ہمراہ دہلی میں اندرا گاندھی سے ملا تھا۔ حضرت صدر العلماء بھی اس وفد میں شامل تھے۔ آپ نے اس کا حوالہ دیتے ہوئے ۲۱ دسمبر ۱۹۷۵ء کو ایک درخواست بھیجی، اور حضور مجاہد ملت کی رہائی کا مطالبہ فرمایا۔ لیکن اس کا کوئی جواب نہ ملا۔ تب آپ نے ۳ر اپریل ۱۹۷۶ء کو وزیر اعظم کے سکریٹری کے نام ایک خط لکھا اور بندہ کے علاوہ مسٹر بشیر احمد خان، ممبر نیشنل اکزیکیوٹو آف انڈین یونین مسلم لیگ وغیرہ کے ہمراہ وزیر اعظم سے ملاقات کے لئے وقت طلب فرمایا۔ اس پر وزیر اعظم کے سکریٹری آر کے گویل نے اپنے خط نمبر ۱۰/۱/۶/۷ر اپریل کے ذریعہ حضرت صدر العلماء کو مطلع کیا کہ وزیر اعظم آپ کا تین اپریل کا خط پا چکی ہیں، انہوں نے یہ بتانے کے لئے کہا ہے کہ وہ اس وقت بہت مصروف ہیں۔ اور ان کا مستقبل قریب میں آپ سے ملاقات کرنا دشوار ہے۔ ایسی صورت میں میں آپ کو یہ رائے دینا چاہتا ہوں

کہ آپ ان تک جو پہنچانا چاہتے ہیں، اسے تحریری صورت میں بھیج دیں۔

جیسا کے تحت قید میں رہنے کے زمانے میں حضور مجاہد ملت بیمار ہوگئے، آپ کی اسی علالت کے زمانے میں بندہ نے الہ آباد سے وزیر اعظم کے نام ایک درخواست ۱۱؍مئی ۱۹۷۶ء کو بھیجی، اور آپ کی فوری رہائی کا مطالبہ کیا۔ بندہ کو اس کا جواب نائب وزیر داخلہ ایف ایچ محسن نے ۱۴؍مئی کو اپنے خط D.O.No. D.M./M.H.A./1-76

کے ذریعہ بھیجا جس میں انہوں نے یہ لکھا کہ ''حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب سے متعلق وزیر اعظم کو ۱۱؍مئی ۱۹۷۶ء کے آپ کے لکھے ہوئے خط کی نقل مجھے مل گئی ہے۔ اس میں غور کررہا ہوں۔

حضرت صدر العلماء قدس سرہ نے اس سلسلے میں درخواست اور خط بھیجنے کے علاوہ میرٹھ کی حسنی بانو وغیرہا کے پاس بندہ کو بھیجا، دہلی کے ضامن نظامی صاحب وغیرہ کے یہاں بندہ کو ساتھ لے کر کئی بار تشریف لے گئے۔ اس طرح ان سیاسی یا حکام رس لوگوں کے ذریعہ سے حکومت پر حضور مجاہد ملت کی رہائی کے لئے دباؤ ڈالنے کی کوشش کی گئی۔ جیسا کہ اس سے قبل ذکر کیا جاچکا ہے۔ متعدد لوگ کوشش میں لگے ہوئے تھے۔ ضلع مرزاپور کے عزیز امام صاحب، ایم پی، کی طرف بھی رجوع کیا جارہا تھا۔ اسی دوران ۲۵؍مئی ۱۹۷۶ء کو حضرت صدر العلماء نے بندہ کو ایک خط تحریر فرمایا، جس کا ماحصل یہ تھا، کہ آپ بندہ کو دوبارہ میرٹھ بلائیں گے اور نئے طریقے سے کوشش کی جائے گی۔ اس کے بعد آپ نے اپنے ۴؍جون کے خط کے ذریعہ بندہ کو میرٹھ طلب فرمایا۔ بندہ دوبارہ میرٹھ پہونچا، پچھلی بار کی طرح حضرت صدر العلماء بندہ کو لے کر ضامن نظامی صاحب وغیرہ کے پاس تشریف لے گئے۔ بعض لوگ وعدہ کرتے تھے کہ کوشش کریں گے۔ بعض لوگ خاموش رہتے تھے۔ بعض لوگ یہ کہتے تھے کہ عزیز امام صاحب نے اس کے لئے بہت کوشش کی ہے، پہلے یہ تو معلوم ہو کہ اس کا نتیجہ کیا ہوا۔

۳؍اگست ۱۹۷۶ء کو دہلی سے جناب علی رضا صاحب حبیبی بنارسی کا ۲۸؍جولائی ۱۹۷۶ء کا لکھا ہوا ایک خط دھامنگر پہونچا۔ اس کا ماحصل یہ تھا کہ عزیز امام صاحب نے حضرت کے بارے میں بہت جان توڑ کوشش کی ہے۔ یہاں سے رہائی کا آرڈر ہوچکا ہے۔ یہ بات ہم کو انہیں سے معلوم ہوئی۔ انہوں نے دریافت کیا ہے کہ رہائی کا پروانہ وہاں پر پہونچا ہے یا نہیں۔ اگر نہ پہونچا ہو تو یہاں پر پھر پیروی کی جائے۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ کیا بات ہے وہاں سے کوئی اطلاع نہیں مل رہی ہے۔

اسی زمانے میں حضرت صدر العلماء نے دہلی جاکر پھر اندرا گاندھی سے ملنے کا ارادہ فرمالیا، اس سے پہلے جون ۱۹۷۵ء میں یونین منسٹر موریہ کے ہمراہ آپ وزیر اعظم سے مل چکے تھے۔ اس وقت بھی آپ نے ایک درمیانی شخص کی تلاش فرمائی۔ ایک نہیں دو دو نے آپ سے وعدہ کیا کہ ہم آپ کو لے کر چلیں گے، لیکن وقت پر ان میں سے صرف ایک ہی شخص دکھائی دیا وہ بھی اپنا ذاتی مقصد لے کر۔ اس شخص نے کسی منسٹر کے ذریعہ وزیر

اعظم سے ملنے کے لئے وقت حاصل کرلیا تھا۔ اور حضرت صدر العلما کو لے کر ویلنگڈن کرسنٹ پہونچ گیا حضرت صدر العلما تو حضور مجاہد ملت کی رہائی کے لئے درخواست پیش کرنا چاہتے تھے، وہاں دو دو درخواستیں اور آگئیں۔ ایک صاحب کی ایم ایل سی بننے کے لئے درخواست تھی اور یہ وہ صاحب تھے جو وعدہ کرکے نہ آئے۔ دوسرے صاحب کی درخواست راجیہ سبھا کا ممبر بننے کے لئے تھی، اور یہ وہ صاحب تھے جو حضرت صدر العلماء کو اندرا گاندھی کے یہاں ساتھ لے کر گئے تھے۔ خود حضرت صدر العلماء نے بندہ سے فرمایا، جس وقت ہم لوگوں کی ملاقات ہوئی اس شخص نے مجاہد ملت کی رہائی سے متعلق میری درخواست کو نیچے کردیا، اور ان درخواستوں کو اوپر رکھ دیا۔ اندرا گاندھی نے تینوں درخواستوں کو ہاتھ میں لے لیا اور ان پر غور کرنے کا وعدہ کیا لیکن اس وقت نظریں اوپر ہی کی درخواست پر تھیں۔ اس کے بعد ہم لوگ واپس چلے آئے۔ اندرا گاندھی نے حضور مجاہد ملت کی رہائی کے سلسلے میں کچھ بھی نہ کہا۔ البتہ وہ دونوں کچھ روز کے بعد ایم ایل سی، اور راجیہ سبھا کے ممبر بن گئے، معتبر ذرائع سے پہونچی ہوئی اطلاعات کے مطابق موخر الذکر سے کفریات بار بار سرزد ہوتا رہا۔

ادھر حضور مجاہد ملت کی علالت نے شدت اختیار کرلی، پھر رمضان شریف کا مہینہ بھی قریب تھا، پیرول پر عارضی رہائی کے لئے آپ نے درخواست دے دی، یہ درخواست منظور کرلی گئی، اور ستمبر ۱۹۷۶ء کے اخیر میں صرف ایک ماہ کے لئے آپ جیل سے باہر تشریف لے آئے۔ مدت ختم ہوتے پر آپ کو دوبارہ بالیسر جیل پہنچنا پڑا۔ لیکن چند ماہ کے بعد جنوری ۱۹۷۷ء کے اخیر میں آپ کو رہا کردیا گیا۔

اس سے پہلے حضرت صدر العلماء قدس سرہ کے بخاری شریف کا درس دینے کی کیفیت ظاہر کی جا چکی ہے۔ آپ نے صحیح البخاری کے باب اول کی شرح فرمائی ہے جس کا نام "بشیر القاری" ہے، یہ شرح علماء اور باصلاحیت طلبہ کے لئے بہت مفید ہے۔ علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح صحیح البخاری، "عمدۃ القاری" کا انداز ملحوظ ہے، لیکن حضرت صدر العلماء کی تحقیقات ایسی عرائس دلربا ہیں کہ ان سے ہر ذہن ثاقب محظوظ ہے۔ دقائق تصوف کی جا بجا وضاحت کی گئی ہے۔ ان امور کے علاوہ دیوبندیہ کی خصوصاً انور شاہ صاحب کشمیری کی لغزشوں کے اظہار کو ظاہر کرکے احقاق وتحقیق کی نوازشوں کے انوار سے قلوب کو منور کیا گیا ہے۔ مقسم کتاب وسنت علم نحو کے سمندر میں غوطے لگا کر ایسے ایسے دُرّ وگہر کو لاکر پیش کیا گیا ہے کہ حق شناش کے لئے دانتوں تلے انگلی دبانے کے سوا کوئی دوسرا چارہ نہیں رہ جاتا۔

علم نحو کی اسی خصوصیت یعنی اس کے مفہم کتاب وسنت ہونے کے پیش نظر نیز ذلل اقدام سے دیوبندیوں کے محفوظ ہو سکنے سے مایوس ہو کر کہ بارگاہ شیخ میں گستاخی کی وجہ سے ان پر راہ حق مسدود کردی گئی ہے۔ آپ نے شرح مأۃ عامل کی شرح "البشیر الکامل" کافیہ کی شرح "بشیر الناجیہ" اور نحو میر کی شرح "البشیر" تالیف فرمائی۔ اذہان صافیہ رکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ ان شروح کا مرتبہ کیا ہے۔ جہاں جہاں

قلم صدر العلماء نحوی عقدوں کو سلجھاتا ہوا نظر آتا ہے۔ وہیں وہیں دیو بندکا باغیچہ علم مرجھاتا ہوا نظر آتا ہے۔

ایک بار حضرت صدر العلماء قدس سرہ نے فرمایا، آج کل کے مدرسین کا حال یہ ہے کہ اگر درس دیتے وقت کوئی بات ذہن میں نہ آئی تو آئیں بائیں شائیں بک دیتے ہیں، کوئی یہ نہیں کہتا ہے کہ میں اس وقت یہ بات نہ بتا سکوں گا۔ اس وقت یہ بات میرے ذہن میں نہیں آرہی ہے۔ میں نے عرض کیا، ''میں تو ایسا ہی کرتا ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا، تو پھر تم تیسرے شخص ہو، ایک میں ہوں، دوسرے ایک صاحب ہیں تیسرے تم ہو، یہ تھا، حضرت صدر العلماء قدس سرہ کا عالم کہ کبھی اپنے تلامذہ کو غلط بات بتا کر خاموش نہیں کرتے تھے۔

اشاعت علم وفن کا حضرت صدر العلماء کو عجیب شوق تھا، کبھی یہ نہیں سوچتے تھے، کہ اس کتاب کی اشاعت کے بعد اسے کون خریدے گا۔ آپ نے ابن الاجدابی طرابلسی کی کفایۃ المتحفظ کو شائع فرمایا۔ وحدۃ الوجود میں حضرت علامہ محمد فضل حق خیر آبادی قدس سرہ کی تصنیف کی ہوئی، الروض المجود، کو جو کہ ایک عرصے سے نایاب تھی، شائع فرمایا۔ اس کتاب کی اشاعت پر حضور مجاہد ملت قدس سرہ کو بڑی خوشی ہوئی، آپ نے حکم فرمایا، کہ جامعہ حبیبیہ میں معقولات کے منتہی طلبہ کو یہ کتاب پڑھائی جائے۔ اسی طرح حضرت صدر العلماء نے حضرت سید عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ کی تصوف میں تالیف کی ہوئی شرح کافیہ کو شائع فرمایا۔

لال کرتی، میرٹھ کے بھیا بشیر رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اوپر ذکر کیا جا چکا ہے، اور یہ بھی مذکور ہو چکا ہے کہ بعد کے رئیس لال کرتی میں بلپلا پن پیدا ہو گیا، مدرسہ اسلامی عربی، اندر کوٹ میرٹھ کی چند دکانیں تھیں، حضرت صدر العلماء کی کوششوں کی بدولت ان میں اضافہ ہوا، اس کے بعد آپ نے مجھ سے فرمایا کہ ''میں نے وقف نامہ لکھوا دیا ہے، اور اس کی شرائط میں یہ ہے کہ یہاں کے مدرسین طلبہ اور ملازمین سب حضرت مولانا عبد السمیع صاحب بیدل رامپوری سہارنپوری مصنف انوار ساطعہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عقیدہ ہوں گے، اس زمانے میں رئیس لال کرتی سے اس وقف نامہ میں ایسا لکھوا دینا کسی دوسرے کے لئے آسان کام نہ تھا۔ لیکن حضرت صدر العلماء اس بات سے واقف تھے، اس خاندان کے پرانے لوگ حضرت مولانا عبد السمیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایسے بزرگوں کے مرید تھے، اس لئے اس تحریر سے انکار کر دینا ان کے لئے آسان نہ ہوگا۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مدرسہ اسلامی عربی، میرٹھ کی سنیت کی حضرت کو کتنی فکر تھی۔

آخر کار ۱۳۹۸ھ میں فلک علم وحکمت کا شاہ خاور غروب ہو گیا، سمائے جود وسخا کا طشت زر ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا، اس وقت حضور مجاہد ملت قدس سرہ الہ آباد میں نہ تھے، چند روز کے بعد تشریف لائے اور مجھ سے دریافت فرمایا۔ میرٹھ چلو گے، فاتحہ پڑھنے کے لئے۔ انکار کرنے کا کوئی سبب نہ تھا، ہم دونوں میرٹھ پہونچے، اور حضرت صدر العلماء کی قبر مطہر پر فاتحہ پڑھنے کے بعد واپس آئے، لیکن میری حماقت کی وجہ سے بغیر ریزرویشن کے ٹرین میں آنا پڑا، اور حضور مجاہد ملت کو تکلیفیں پہونچیں، رجب میں اجمیر شریف کے عرس کے بعد ہی فاتحہ چہلم کا

انعقاد ہوتا تھا، ادھر حضور مجاہد ملت کو بعد وہی کے جناب جمیل احمد خان صاحب حبیبی مرحوم کے ساتھ آگرہ جانا تھا، اور وہاں سے آگے کا سفر کرنا تھا، میری طبیعت خراب ہوگئی تھی، لیکن حضرت کی کرم فرمائی اور جمیل احمد خان صاحب کی اس وقت کی ہمدردی کی بدولت میں آپ لوگوں کے ساتھ بس کے ذریعہ آگرہ پہونچا۔ ایک ہوٹل میں جمیل صاحب کا آفس تھا، وہیں قیام ہوا اور شام سے پہلے یہ حضرات روانہ ہوگئے۔ میں رات میں حضرت سیدنا ابو العلا صاحب قدس سرہ کے آستانہ پر فاتحہ خوانی کے لئے حاضر ہوا، اور صبح بس کے ذریعہ علی گڑھ ہوتا ہوا میرٹھ پہنچا۔
حضرت صدر العلماء کے سنبھل کے اعزاء کے علاوہ حضرت مولانا محمد طریق اللہ صاحب حضرت علامہ مفتی رفاقت حسین صاحب مفتی اعظم کانپور، حضرت شمس العلماء علامہ محمد نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہم ایسے علماء کرام موجود تھے، قبر مطہر پر غسل شریف چادر پوشی، گل پاشی، عطر بیزی و فاتحہ خوانی وغیرہ کے علاوہ، رات میں مدرسہ اسلامی عربی، کے صحن میں جلسہ ہوا، اور حضرات علماء کرام کی تقریریں ہوئیں۔ مدرسہ کے مدرسین وطلبہ حضرت کے فرزندان، آپ کے سنبھل والے اعزہ اور رئیس لال کرتی کے بعض سنی اقربا نے اس بات پر اتفاق کرلیا کہ سب سے اخیر میں حضرت کے علمی فضائل پر میں تقریر کروں گا۔ میرے لئے بڑا مشکل مقام تھا، اس لئے کہ حضرت شمس العلما میرے استاذ تھے، اور حضرت مفتی اعظم کانپور، حضور مجاہد ملت اور حضرت صدر العلماء کے رفیق درس تھے، مگر وہ لوگ اسی پر بضد رہے۔ تب میں نے یہ صورت بتائی کہ ان دونوں حضرات کو پہلے تقریر سے فارغ کردیا جائے، اور چھت پر ان کے لئے بستر لگا دیا جائے۔ یہ لوگ چل کر وہاں آرام کریں، میں تقریر کردوں گا۔ ایسا ہی ہوا ان دونوں حضرات نے پہلے تقریر کی اور چل کر چھت پر آرام کیا۔ تب میں نے لوگوں کی خواہش پر سب سے اخیر میں حضرت صدر العلماء کے علمی فضائل پر تقریر کی۔ بیشک یہ میری خوش نصیبی ہے،
یہ سوچے بغیر کہ اس کا عنوان کیا رکھا جائے گا۔ میں یہاں تک لکھ چکا، اب مجھے ایک بات یاد آئی، جیسا کہ حضور مجاہد ملت قدس سرہ نے مجھ سے فرمایا ہے اور آپ کے رفقائے درس حضرت صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی صاحب اعظمی قدس سرہ کے لئے صدر صاحب کا استعمال کرتے تھے۔ میں جب بھی حضور مجاہد ملت سے کوئی بات حضرت صدر العلماء سے نقل کرکے عرض کرتا تھا، اور یوں کہتا تھا، کہ صدر صاحب نے ایسا فرمایا ہے۔ آپ مسکراتے ہوئے فوراً دریافت فرماتے تھے، کہ ہمارے صدر صاحب، یا تمہارے صدر صاحب، حضرت صدر الشریعہ سے میرے براہ راست کسی بات کو نقل کرنے کا سوال ہی نہیں ہے، اس لئے کہ ۱۹۴۸ء میں آپ کا وصال ہوگیا، جب میں بچہ تھا، اور اسکول میں پڑھ رہا تھا، نہ میں نے آپ کو دیکھا نہ آپ نے مجھے، جواب میں عرض کرتا تھا، ہمارے صدر صاحب، اس لئے یہی عنوان رکھ رہا ہوں۔

محمد عاشق الرحمٰن کاتبی، قادری، حبیبی

رئیس المدرسین جامعہ حبیبیہ، الہ آباد

صدر العلماء میرٹھی

جامع العلوم والفنون

استاذ المدرسین حضرت علامہ مولانا حافظ عبد الستار صاحب سعیدی

(ناظم تعلیمات وشیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

صدر العلماء، مرجع الفضلاء، امام النحو، عمدۃ المحققین، زبدۃ المدققین، فخر المتکلمین، بحر العلوم سیاح بادیۂ شریعت، سباح بحر طریقت، سباق میدانِ معرفت وحقیقت، شیخ الحدیث والتفسیر، شارح بخاری حضرت علامہ مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی رحمہ اللہ تعالیٰ ونور مرقدہ، رب کریم جل مجدہ کی نشانیوں میں سے ایک عظیم نشانی تھے۔ جن کی زیارت کرنے سے خدا یاد آجاتا۔ آپ کو پروردگارِ عالم نے متعدد ومتنوع کمالات واوصاف اور فضائل ومناقب سے مالا مال فرمایا۔ تبلیغ واشاعتِ دین کے طرقِ ثلٰثہ یعنی تدریس، تصنیف، اور تقریر میں سے اول الذکر دونوں وصف آپ کی ذاتِ والاصفات میں علیٰ وجہ الکمال موجود تھے۔ اور بعض اوقات تقریر بھی فرماتے تو وہ بھی دلائل وبراہین سے مزین ومجلی ہوتی۔ علوم دینیہ، فوائد تفسیریہ وحدیثیہ اور مسائلِ فقہیہ وکلامیہ میں مہارتِ تامہ رکھنے کے ساتھ ساتھ علومِ عقلیہ میں بھی آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ علاوہ ازیں علمِ بلاغت ونحو میں کوئی معاصر ان کے ہم پلہ نہیں ہوا۔ چنانچہ آپ کی علمِ نحو میں تحریر کردہ تصانیفِ جلیلہ "بشیر الناجیہ شرح کافیہ، البشیر الکامل شرح شرح مائۃ عامل، اور البشیر شرح نحو میر اس پر شاہد ہیں۔ اور بشیر القاری بشرح صحیح البخاری کو دیکھ کر علمِ حدیث، اصولِ حدیث، اسماء الرجال، اور جرح وتعدیل میں آپ کی تبحر علمی اور تعمق نظری کا اندازہ ہوتا ہے۔

آپ نے اپنی تمام تصانیف میں جہاں تحقیقات وتدقیقات کے دریا بہاتے ہوئے علمی وفکری ذخائر وخزائن لٹائے ہیں وہیں مصنف، محشی، اور شارح بننے کے شوقین جھوٹے مدعیانِ علم وفن کی فنی، فکری، ادبی، اور اعتقادی خطاؤں پر انتہائی مضبوط، مدلل اور دیانتدارانہ گرفت بھی فرمائی ہے۔ اسی اسلوب نے ان تصانیف کی افادیت کو مزید بڑھا دیا ہے۔ آپ کے تلامذہ میں ہزار ہا جید علماء، کامل محققین، اور شیوخ حدیث وتفسیر کا موجود ہونا آپ کے متبحر عالمِ دین ہونے کی بین دلیل ہے۔

راقم الحروف نے یہ کلمات حضرت مولانا علامہ محمد ایوب اشرفی شمسی زید مجدہ الکریم (خطیب جامع مسجد نور

الاسلام بولٹن، یو۔کے) کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے قلمبند کیے، جس کی فرمائش تابش اہلِ سنت حضرت علامہ الحاج مولانا محمد منشا تابش قصوری مدظلہ العالی (سینئر مدرس جامعہ نظامیہ، رضویہ لاہور) نے کی تھی۔ جو میں نے حج وزیارت سے واپسی پر پوری کردی۔

حافظ محمد عبدالستار سعیدی
ناظمِ تعلیمات وشیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری گیٹ، لاہور

حضور صدر العلماء اور علم نحو

ماہر رضویات حضرت علامہ عبدالستار ہمدانی مصروف برکاتی نوری پوربندر۔ گجرات

مخدوم ملت صدر العلماء استاذ الفضلاء امام النحو حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے جہاں تک عربی ادب اور درس نظامی سے تعلق رکھنے والی کتابوں بالخصوص کتب علم النحو کا تعلق ہے ہر وابستہ فن علم نحو کے دل میں آپ کی شخصیت طلائی تخت پر جلوہ افروز ہے اور رہے گی۔ آپ کے علم کا پایہ کوہ ہمالیہ سے بھی بلندتر اور گہرائی بحر ذخار سے بھی زیادہ تھی، آپ جیسا مدبر، وسیع النظر، عمیق الفکر اور علوم وفنون کا رمز آشنا طویل عرصہ کے بعد اس دھرتی پر رونما ہوتا ہے

صدر العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے علم کی گہرائی وگیرائی کا پتہ آپ کی تصانیف جلیلہ وعظیمہ سے بخوبی ملتا ہے، آپ کی نوک قلم سے علم کے ایسے ایسے دریا بہے ہیں کہ ہزاروں تشنگان علم ان دریاؤں سے سیرابی حاصل کررہے ہیں۔ اور انشاء اللہ صبح قیامت تک کرتے رہیں گے۔ جہاں تک عربی ادب اور خصوصاً علم نحو کا تعلق ہے آپ کی وسعت علم کی یہ حالت تھی کہ آپ کے معاصرین اور ان کے بعد آنے والے بڑے بڑے ماہرین فن آپ کے تبحر علمی کے سامنے نیازمندانہ سر تسلیم خم کرتے رہے ہیں۔

ہمارے اس دعوے کی ثبوت میں آپ کی تصنیف کردہ کتب البشیر شرح نحو میر۔ البشیر الکامل بحل شرح ماۃ عامل۔ بشیر القاری فی شرح صحیح البخاری۔ بشیر الناجیہ شرح کافیہ شاہد عدل ہیں۔

علم نحو کے دقیق مسائل جو ایک طالب علم کے ذہن میں بآسانی نہیں سماپاتے ایسے مسائل کو آپ نے مثالیں دے کر اتنا آسان کردیا ہے کہ وہ ایک مبتدی کے ذہن میں اس طرح منقش ہوجاتے ہیں کہ وہ انہیں کبھی فراموش نہیں کرپاتا۔

غالباً ۱۹۶۹ء کی بات ہے کہ میں تجارت کے سلسلے میں ہندوستان کے صوبۂ یوپی کے دورہ پر گیا ہوا تھا اور اسی سفر میں میرٹھ جانے کا بھی اتفاق ہوا، حضور صدر العلماء کے نام سے میں اچھی طرح واقف تھا اور آپ کی کتابوں کے ذریعہ آپ کا غائبانہ تعارف بھی میرے ذہن میں موجود تھا، اس وقت یہ جذبہ دل میں ابھرا کہ جب میرٹھ آیا ہوں تو ایسی عظیم شخصیت سے شرف ملاقات اور دست بوسی کی سعادت سے کیوں محروم رہوں، لہذا میں اندرکوٹ کی مسجد میں پہونچا جہاں ایک وسیع حجرے میں آپ قیام پذیر تھے۔ وہاں کا منظر دیکھ کر میں محو حیرت تھا کہ آپ وسط کمرہ میں مسند علم، پر جلوہ افروز ہیں اور چاروں طرف کتابوں کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ اور ایسا

محسوس ہوتا تھا کہ علم کے سمندر کے بیچ میں ایک جلیل القدر عالم ذیشان بشکل جزیرہ مکمل عالمانہ سطوت کے ساتھ جلوہ طراز ہے۔اس وقت آپ فتاویٰ رضویہ کتاب الطہارۃ کی تصحیح و پروف ریڈنگ میں مصروف ومنہمک تھے۔

میں نے اپنا مختصر تعارف پیش کیا اور حضرت بھی مجھ سے غائبانہ متعارف تھے۔

آپ انتہائی شفقت آمیز انداز سے ملے اور اپنی کچھ تصانیف بطور ہدیہ محبت عطا فرمائیں، میں تقریباً دو گھنٹہ وہیں ٹھہرا اور اس قیام کے دوران مختلف موضوعات پر علمی گفتگو ہوتی رہی، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپ کی زبان فیض ترجمان سے علم وعرفان کا چشمہ رواں دواں ہے۔جس کا حاصل یہی تھا کہ سنیت ومسلک اعلیٰحضرت کی صحیح معنی میں خدمت انجام دینے اور فرق باطلہ کے عقائد فاسدہ کا پردہ چاک کرنے کے لئے ایک عالم کو ضروری ولازمی ہے کہ وہ عربی ادب اور فن صرف ونحو میں کامل دسترس حاصل کرے تاکہ وہ گستاخان رسول کے ذریعہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کے غلط تراجم اور مفہومات کی کاٹ کر سکے۔اور اسی نیک مقصد کے تحت آپ نے اپنی پوری زندگی وقف فرما کر نادر ونایاب تصانیف قوم کے سامنے پیش فرمائی ہیں۔آپ کی کتابیں انتہائی علمی ہیں۔ انشاءاللہ ان کتابوں کے ذریعہ آپ رہتی دنیا تک ملت اسلامیہ کے درمیان زندہ رہیں گے۔یہ امر مسلم ہے کہ ہر کتاب سے صاحب کتاب کے علم کا اندازہ ہوتا ہے اور اسی کی روشنی میں اہل علم اس کی علمی حیثیت متعین کرتے ہیں۔حضرت تاحیات تالیف وتصنیف پر زور دیتے رہے اور اسی مقصد کے لئے آپ نے اپنی زندگی وقف کردی تھی یوں تو آپ کی بہت ساری کتابیں ہیں اگر سب پر الگ الگ تبصرہ کیا جائے تو اس کیلئے کافی وقت کی ضرورت ہے۔اس وقت ہم ذیل میں چند کتابوں پر روشنی ڈالتے ہیں۔

(۱) <u>البشیر شرح نحو میر</u> فن نحو میں یہ حضرت کی بے مثال تصنیف ہے اور دار العلوم کے مبتدی کے لئے ایسا سہارا ہے کہ جس کے ذریعہ وہ نحوی اصولوں اور اس کی بہت ساری باریکیوں سے آگاہ ہو سکتا ہے۔پہلے ہم اصل کتاب نحو میر کے تعلق سے کچھ باتیں پیش کرتے ہیں۔

نحو میر کے مصنف سند المحققین السید الشریف امام النحو حضرت علامہ سید علی بن محمد بن علی جرجانی کی ولادت ۷۴۰ھ میں ہوئی اور وصال ۱۶ ربیع الآخر ۸۱۶ھ میں ہوا۔

یہ کتاب علم نحو کے سیکھنے والے کے لئے چراغ راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔اس کتاب پر عالم اسلام کے ماہرین علم نے حواشی لکھے اور اس کی مختلف شروحات کی ہیں۔ہندوستان میں بھی اس کتاب کی شروحات ہوئی ہیں جن میں سے مندرجہ ذیل کتابوں کو دیوبندی مکتبہ فکر کے لوگ بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

عبیر شرح نحو میر شارح :مولوی عمر احمد عثمانی تھانوی، سن تالیف : ۱۳۶۲ھ

المصابیح المنیر شرح نحو میر شارح:مولوی حسن ابن مولوی نبیہ حسن مدرس دار العلوم دیوبند، سن تالیف ۱۳۷۷ھ

مولوی نبیہ حسن مدرس دار العلوم دیوبند کو دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء **"امام النحو"** کے لقب سے یاد کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ اور مندرجہ بالا کتابوں کو بطور سند پیش کر کے بڑے طمطراق اور طنطنے کے ساتھ دعویٰ کرتے ہیں کہ علماء دیوبند ہی نے ادب کی صحیح معنی میں خدمت انجام دی ہے۔ اور علم نحو کے مبتدی کے سر پر احسان جتانے کا بھاری پتھر رکھتے ہوئے فخریہ کہتے ہیں کہ ہمارے دار العلوم کے مدرس کا درس نظامی کے طلبہ پر احسان ہے کہ انہوں نے نحو میر جیسی مشکل کتاب کی آسان زبان میں شرح اور ترکیب لکھ کر ایک عظیم کارنامہ انجام دیا ہے۔

لیکن صدر العلماء حضرت مولانا سید غلام جیلانی کی نادر زمن کتاب **البشیر شرح نحو میر** نے دیوبندیوں کے مذکورہ بالا دعوؤں کی دھجیاں اڑا کر رکھ دی ہیں۔ کیوں کہ علم نحو سے واقفیت رکھنے والا کوئی شخص اگر دیوبندی مکتبہ فکر کی کتاب **مہر منیر** اور **المصباح المنیر** کا امام النحو کی کتاب **البشیر** کی روشنی میں جائزہ لے گا تو اسے دیوبندیوں کے ڈھول کا پول معلوم ہو جائیگا۔

دیوبندی مکتب فکر کے دونوں شارح نے "چور کا بھائی گرہ کترا" والی کہاوت کا رول ادا کیا ہے کیونکہ دونوں شارح نے اپنی شرح میں علمی ابحاث کے بجائے لغویات کی طرف زیادہ زور دیا ہے اور اس پر طرہ یہ کہ دونوں نے اصل کتاب کے مصنف علامہ جرجانی پر اعتراضات و افترأت کئے ہیں جب کہ ان کے یہ اعتراضات خود ان کی جہالت کی گواہی دیتے ہیں کیوں کہ ان دونوں کتابوں میں اس قدر مساوات ہے کہ یہ کہنے میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا کہ آخر الذکر نے اول الذکر کی اندھی تقلید کی ہے۔ کیوں کہ دونوں کتابوں کے مضامین یکساں ہیں بلکہ عبارات کے الفاظ بھی بعینہ ہیں گویا کہ پچھلے نے اگلے کا چربہ اتارا ہے۔ دونوں کتابیں طلبہ کے لئے گمراہی کا پلندہ ہیں۔ دونوں کتابوں کے مصنفین کو نہ تو نحو میر کی عبارت سمجھ میں آئی اور نہ ہی اپنا لکھا ہوا انہیں یاد رہا ہے کیونکہ کہ مسائل کے بیان میں تضاد بیانی کی اتنی کثرت ہے کہ ان کی ایک بات دوسرے کی تضاد معلوم ہوتی ہے۔

یہاں اتنی گنجائش نہیں کہ ان تضاد بیانیوں کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا جائے۔

صدر العلماء نے اپنی نادر زمن کتاب **البشیر شرح نحو میر** میں دیوبندی مکتبہ فکر کی دونوں کتابوں کی غلطیوں پر جرح فرما کر اول الذکر کتاب **مہر منیر** میں ایک سو باون (۱۵۲) اور آخر الذکر کتاب **المصباح المنیر** میں ایک سو چونسٹھ (۱۶۴) غلطیوں کی نشاندہی فرمائی ہے۔ اور ہر غلطی پر نحو کی روشنی میں ایسی سخت گرفت فرمائی ہے کہ اس گرفت سے چھوٹنا محال ہے۔ علاوہ ازیں حضرت صدر العلماء نے ان غلطیوں کا تدارک فرماتے ہوئے علم نحو کی روشنی میں اس کی صحیح ترکیب اور صحیح معنی بیان فرما کر یہ ثابت کر دیا کہ دیوبندیوں کا امام النحو بریلوی علماء اہل سنت کے سامنے مبتدی النحو کی بھی حیثیت نہیں رکھتا۔

(۲) **بشیر الناجیه شرح کافیه** یہ کتاب فن نحو میں بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ عبارت مختصر ہونے کی وجہ سے طلبہ کو سمجھنے میں بڑی مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اس کی بہت ساری شروحات ہیں اور زیادہ تر عربی میں ہیں، اس لئے جو طلبہ عربی عبارت کے فہم کی کامل صلاحیت نہیں رکھتے، انہیں دشواری ہوتی ہے اس لئے ضرورت اس بات کی تھی کہ اردو زبان میں سہل پیرائے میں اس کی شرح لکھی جائے، صدر العلما نے اس بات کو شدت کے ساتھ محسوس کیا اور آپ نے اس کی اتنی سلیس زبان میں اتنی آسان شرح تحریر فرمائی جس سے طلبہ کو نحوی اصولوں کو سمجھنے میں بڑی آسانی ہوگئی ہے۔

اوہر جمال الملة والدین ابو عمرو عثمان بن ابی بکر بن یونس المصری المالکی۔ (المتوفی ۱۶ر شوال ۶۴۶ھ) کی کتاب کافیہ پر دیوبندی مکتبۂ فکر کے ملا مولوی محمد حیات سنبھلی مدرس مدرسہ امدادیہ مرادآباد نے **"سعیدیه شرح کافیه"** کے نام سے شرح لکھنے کی کوشش کرکے "کوا چلا ہنس کی چال اپنی ہی بھول گیا" کی روش اختیار کی ہے۔

صدر العلماء نے اپنی کتاب **"بشیر الناجیه شرح کافیه"** میں مذکورہ دیوبندی شرح پر گرفت فرما کر ایک سو پچاس (۱۵۰) سے بھی زائد غلطیاں شمار کرائی ہیں۔ صرف شمار ہی نہیں کرائیں بلکہ ان غلطیوں کی اصلاح میں علم نحو کے قوانین سے ایسی رہنمائی فرمائی ہے کہ مبتدی کیلئے بھٹکنے کا کوئی امکان نہیں رہتا۔

(۳) **البشیر الکامل بحلِّ شرح مأۃ عامل** عارف باللہ عماد الدین شیخ عبد الرحمن جامی خراسانی۔ (المتوفی ۱۸ر محرم الحرام ۸۹۸ھ)۔

"شرح مأۃ عامل" پر صدر العلما امام النحو، حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ایسی بے نظیر شرح وترکیب فرمائی ہے کہ آپ کو امام النحو کہنا بجا ہے بلکہ آپ اپنے وقت کے امام النحو تھے۔ حالانکہ دار العلوم دیوبند کے درجۂ عالیہ کے مدرس مولوی ظہور احمد نے **"ایضاح العوامل"** کے نام سے شرح مأۃ عامل کی شرح لکھنے کی ناکام سعی کی ہے۔ ناکام سعی کا جملہ اس لئے لکھا ہے کہ دیوبندی مولوی کی "ایضاح العوامل" کے جائزہ لینے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ شارح کو صرف میر اور ہدایۃ النحو کے مسائل بھی یاد نہیں تھے۔ ایضاح العوامل میں آپ نے کل ۱۸۶ر غلطیوں کی نشاندہی، اس پر گرفت اس کا رد بلیغ اس کی صحیح ترکیب اس کا صحیح معنی اور صحیح تفہیم پر مبسوط بحث فرماتے ہوئے آپ نے **"البشیر الکامل"** تصنیف فرما کر صحیح معنی میں طلبہ کو دیوبندی ہتھکنڈوں سے نجات بخشی ہے۔

صدر العلماء نے ہمیشہ علم نحو کی صحیح تعلیم پر زور دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک طالب جب کبھی کسی درسی کتاب کا مطالعہ کرتا ہے تو اس کے ذہن میں مختلف شبہات اٹھتے ہیں۔ لیکن جب وہ اس کتاب کی شرح یا حاشیہ دیکھتا ہے۔ تو وہ شبہات دور تو ہوجاتے ہیں لیکن ساتھ ساتھ نئے نئے شبہات انگڑائیاں لینے لگتے ہیں۔ یہ

بات حقیقت ہے کہ علم نحو کی صحیح تفہیم کے بغیر عربی زبان کے صحیح معنی سمجھ میں نہیں آسکتے اور اس کے بغیر قرآن وحدیث کا سمجھنا دشوار ہے۔ محسن ملت امام الفقہا علامہ ابن عابدین شامی نے اپنی کتاب **"ردالمحتار المعروف به فتاوی شامی"** میں اقسام بدعت کی قسم پنجم میں "بدعۃ واجبہ" کی مثال میں لکھا ہے کہ علم نحو کا سیکھنا کتاب وسنت کی تفہیم کے لئے ضروری ہے اس لئے کہ علم نحو کی تفہیم کے بغیر عربی ادب کی معلومات بغیر نمک کے کھانے کی طرح ہیں۔ لہذا صدر العلماء نے علم نحو کی صحیح تعلیم پر ہمیشہ اصرار فرمایا۔ اور خود اپنی زندگی کو علم نحو کی خدمت کے لئے وقف فرمادیا اور فرقۂ باطلہ دیوبندی مکتبۂ فکر کا عربی ادب پر جو نام نہاد ٹھیکہ تھا اس کی حقیقت منکشف کردی کہ عربی ادب کی خدمت کے دعوے دار وہابی دیوبندی ملا علم نحو کے ابتدائی قوانین سے بھی واقفیت نہیں رکھتے۔ ہم اہل سنت وجماعت کے لوگ صدر العلماء حضرت علامہ غلام جیلانی علیہ الرحمہ کی ذات پر فخر کرتے ہیں کہ انہوں نے عربی ادب کی خدمت کے سلسلہ میں اپنی بیش بہا خدمات پیش کر کے تمام علمائے اہل سنت کو سرخروئی بخشی ہے۔ اور ہم سینہ تان کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ عربی ادب اور علم نحو کی سچی تعلیم وتفہیم اہل سنت میں ہی پائی جاتی ہے۔

آج صدر العلماء ہمارے درمیان نہیں لیکن ان کے تلامذہ ان کے روحانی فرزندوں کی حیثیت سے دنیا کے چپے چپے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور مسند درس وتدریس پر جلوہ افروز ہو کر علم وادب کی بیش بہا خدمت انجام دے کر آپ کا نام روشن کررہے ہیں آپ کے تلامذہ میں مشاہیر علمائے اہل سنت کی بڑی تعداد شامل ہے۔ چند کے اسماء ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور
شمس العلماء حضرت مفتی شاہ نظام الدین الہ آبادی علیہ الرحمہ
شارح بخاری نائب مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ
خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ
حضرت علامہ مفتی نعیم اللہ صاحب صدر مدرس دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف
خطیب الہند حضرت علامہ حبیب اشرف صاحب، سنبھلی
عالم جلیل مولانا شاہ احمد نورانی صاحب پاکستان
حضرت علامہ مفتی قاضی عبد الرحیم بستوی وغیرہ

الحمد للہ یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ جناب مولانا محمد ایوب شمسی سنبھلی خطیب وامام مسجد نور الاسلام بولٹن (U.K.)Bolton کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی کہ "صدر العلماء حیات وخدمات" کے ذریعہ حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی کی شخصیت کو متعارف وروشناس کرارہے ہیں۔ اس کی بہت پہلے ضرورت تھی لیکن دیر آید

درست آید کے مطابق صدر العلماء امام النحو کی حیات وخدمات پر کتاب کا اجراء کر کے ان کے تعارف کا جو قرض باقی تھا وہ ادا ہو رہا ہے۔

مولی تعالی حضرت سید صاحب کے مزار پر انوار پر اپنی رحمتوں کے پھول برسائے اور حضرت کی خدمات جلیلہ کو دنیائے اسلام میں عام فرمائے۔ نیز جملہ مومنین ومومنات کو حضرت کے فیوض وبرکات سے مستفیض فرمائے۔ **آمین یا رب العالمین بجاہ السید النبی الکریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم**

عبدالستار مصروف ہمدانی

پوربندر گجرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حیات صدر العلماء

بقیۃ السلف، بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی صاحب قبلہ
مبارکپور۔ یو۔ پی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

سب کہاں کچھ لالہ وگل میں نمایاں ہوگئیں ۔۔۔ خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہوگئیں

سلسلۂ نسب:

حضرت صدر العلماء بدر الفضلاء مولانا سید غلام جیلانی صاحب میرٹھی علیہ الرحمہ ابن جناب مولوی سید غلام فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ابن قدوۃ العلما، امام الفضلاء، مولانا مولوی سید شاہ سخاوت حسین صاحب قدس سرہ۔

وطن مالوف: ریاست داووں ضلع علی گڑھ۔ یہ ریاست اپنے نوابوں کی دینداری، علم پسندی، اور دینی خدمت کے لئے شہرت رکھتی ہے۔ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ عرصہ تک دار العلوم حافظیہ سعیدیہ میں صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز رہے۔ اور آپ کی رہنمائی میں یہاں ذی استعداد علماء کی بڑی تعداد پیدا ہوئی۔

ولادت:

۱۱ر رمضان المبارک اپنی ولادت کے سلسلہ میں آپ خود تحریر فرماتے ہیں:

میرے والد ہر پنجشنبہ کو گھر کی پالتو بھینس کے دودھ میں کھیر پکواتے، اور بزرگان دین اور جملہ مومنین اور مومنات کو ایصال ثواب کرتے، اور خاندانی دستور کے موافق گیارہویں شریف کی فاتحہ بھی آپ کے معمولات میں تھی۔

مجھ سے پہلے میری چار بہنیں یکے بعد دیگرے پیدا ہوئیں، جن سے گھر بھر گیا۔ اس لئے والدین کو فرزند کی بڑی آرزو تھی۔ پانچویں مرتبہ امید ہونے پر آپ نے حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منت مانی۔ یا اللہ اگر اس بار فرزند متولد ہوا تو معمول سے زیادہ وسیع پیمانہ پر گیارہویں شریف کی فاتحہ پیش کی جائے گی۔ کسی بزرگ نے خواب میں بشارت دی کہ ,, دعا مقبول ہوئی اور بچہ کا نام غلام جیلانی رکھا جائے،،

(بشیر القاری ص ۶)

پیدائش کے سلسلہ میں حضرت صدر العلماء اپنے استاد گرامی اور مخدوم ومطاع حضرت استاذ العلماء مولانا سید نعیم الدین رحمۃ اللہ علیہ سے یک گونہ مشابہت رکھتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد عمر صاحب نعیمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"استاذ العلماء سے قبل آپ کے چار بھائی کم عمری میں ہی حفظ مکمل کر کے اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔ جس سے والد گرامی کو سخت قلق تھا۔

استاذ العلماء کی ولادت کے وقت آپ کے والد نے بھی منت مانی یا اللہ اگر یہ بچہ عمر طبعی کو پہونچا، تو میں اس کو خدمت اسلام کے لئے وقف کر دونگا۔"

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ولادت کے سلسلہ میں منت کی سنت، ابرار وصالحین کا قدیم طریقہ رہا ہے۔

و اذ قالت امرأۃ عمران رب انی نذرت لک ما فی بطنی محرراً فتقبل منی انک انت السمیع العلیم.

حضرت عمران کی بیوی نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی: مولا تعالیٰ میں نے اپنے پیٹ کے اس بچہ کو تیرے پاک گھر کی خدمت کے لئے آزاد کرنے کی منت مانی تو تو اسے قبول فرما تو سننے اور جاننے والا ہے۔

آبائے کرام:

آپ کے والد سید غلام فخر الدین صاحب نے شرح جامی تک تعلیم حاصل کر کے، تعلیم ترک کر دی تو نواب احمد سعید شیروانی نے دادوں میں ہی تینتیس ۳۳ بیگھہ زمین دی اور قلعہ کے اندر کی مسجد میں جمعہ وجماعت کی امامت وخطابت پر مقرر فرمایا۔

والد کو زیارت حرمین شریفین کا مدت سے اشتیاق تھا۔ ایک دفعہ ولولہ اٹھا، تو بعزم زیارت میرٹھ آ گئے، نہ ٹیکے لگوائے، نہ روپیہ داخل کیا، نہ کسی کمپنی سے مراسلت کر کے سیٹ ریزرو کروائی، متوکلا علی اللہ چند احباب کے ساتھ بمبئی پہنچ گئے۔ پہلے سے درخواست نہ ہونے کی وجہ سے ٹکٹ نہیں ملا۔ آپ فرماتے ہیں: میں اپنی حرماں نصیبی پر کھڑا رو رہا تھا کہ ٹکٹ آفیسر کی نظر میرے اوپر پڑ گئی۔ چپراسی بھیج کر مجھے بلایا، دریافت حال کے بعد ٹکٹ بنوا دیا۔

خدا خود میر سامانست ارباب توکل را

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والوں کا وہ خود کارساز ہے۔ ۱۸ رمضان شریف رات میں انتقال فرمایا اور دادوں میں ہی مدفون ہوئے۔

دادا علیہ الرحمہ:

حضرت مولانا سخاوت حسین علیہ الرحمۃ والرضوان علم شریعت اور طریقت دونوں راہوں میں بڑی دستگاہ رکھتے تھے۔ اور صرف ونحو ومناظرہ میں امامت کے درجہ پر فائز تھے۔ شاگرد تو آپ نے بڑے بڑے حضرات کو بنایا۔ البتہ تصوف میں اپنے پیرومرشد حضرت سید محمد علی صاحب خیرآبادی کے سجادہ نشین حافظ سید محمد اسلم صاحب کی زندگی میں اوپا کسی کو مرید نہیں کیا۔ ۱۲۹۹ھ میں بمقام خیرآباد اپنے مرشد کے آستانہ پر داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور وہیں مدفون ہوئے۔ ۵۷ء میں شورش میں آپ کو بھی باغیوں کی صف میں لکھدیا گیا تھا۔ فوج نے اعزہ واقرباء سب کو شہید کرڈالا۔ ساری جائداد لوٹ لی۔ اور آپ کو پادری کہکر چھوڑ دیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وافاض علیہ من شا بیب رحمتہ

آپ کے چچا:

حضرت مولانا سید قطب الدین صاحب برہمچاری رحمۃ اللہ علیہ، استاذ الکل حضرت مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی کے شاگرد تھے۔ بنارس میں سنسکرت کی تعلیم حاصل کی اور ہندو دھرم پر پوری معرفت بہم پہونچائی۔ وہ آل انڈیا مقرر اور مشاق مناظر تھے، شروع میں آریوں سے مناظرہ اور ان کا رد کیا کرتے۔ اخیر میں غیر مقلدین کی شورش بڑھی تو ان کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ شاعر بھی آپ پرگو اور قادر الکلام تھے۔

آگرہ میں ایک دفعہ غیر مقلدین نے ایک مشاعرہ کیا جس کا مصرع اس طرح تھا:

ع : جائز نہیں ہے دوستو مولود وفاتحہ

آپ نے بھی اس مشاعرہ میں شرکت کی، اور جب تضمین کا شعر پڑھا تو پورے مجمع میں دھوم مچ گئی، اور مدت تک یہ شعر لوگوں کی زبان پر نقارۂ خدا بن کر گونجتا رہا۔ شعر یہ ہے:

مردار سود خوار وہابی کے مال پر — جائز نہیں ہے دوستو مولود وفاتحہ

رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ میں سہوان ضلع بدایوں میں انتقال فرمایا۔ ﴿انا للہ وانا الیہ راجعون﴾

تعلیم وتربیت:

سن شعور کو پہونچے تو آپ کی رسم بسم اللہ ہوئی۔ اور ناظرہ قرآن شریف ختم کیا تو مکتب میں داخل کردیے گئے۔

(۱) جہاں آپ نے منشی فیض علی صاحب اترولوی سے تعلیم حاصل کی، پھر پرائمری اسکول میں داخلہ لیا۔

(۲) جہاں آپ نے ہیڈ ماسٹر منشی تھوخاں صاحب سے درجہ چہارم تک کی تعلیم حاصل کی۔

اس کے بعد آپ کے چچا حضرت مولانا قطب الدین برہمچاری نے آپ کو مرادآباد لاکر مدرسہ انجمن اہل سنت میں داخل کیا۔ جواب جامعہ نعیمیہ کے نام سے مشہور ہے۔

(۳) وہاں کے مدرس حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب فتح پوری تھے (رحمۃ اللہ علیہ) ان سے فصول اکبری تاختم اوزان اور کافیہ تا بحث مرکبات، صرف پڑھی ہی نہیں زبانی یاد کرلی۔ ان سے صدر العلماء بے حد متاثر اوران کے علم وفضل کے بے حد مداح ہیں۔

(۴) دوران قیام مرادآباد استاذ العلماء، صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے گلستاں، قدوری، قال اقول، کے ابتدائی حصے پڑھے۔ آپ کے ہی طریقہ تعلیم سے صدر العلما کی طبیعت میں جستجو کا مادہ پیدا ہوا۔ استاذ العلما طالب علم کے پڑھے ہوئے سبق کے کسی مسئلہ پر اعتراض کرتے اور طالب علم سے اس کا جواب نکلواتے۔ غور وخوض سے مطالعہ کے ذریعہ، خود اپنی رہنمائی میں طالب علم سے مسئلہ حل کراتے، انشاء عربی کا شعور بھی حضرت صدر العلماء کو صدر الافاضل سے ہی ملا۔

(۵) اپنے اساتذہ میں صدر العلماء نے حضرت مولانا وصی احمد صاحب سہرامی کو بھی ذکر کیا ہے۔ جو اس وقت مرادآباد جامعہ نعیمیہ کے صدر المدرسین تھے۔ یہاں تک آپ کے اساتذہ کی تعداد پانچ ہوئی۔

۱۹۲۵ء مطابق ۱۳۴۳ھ میں اپنے سات ہمراہیوں کے ساتھ جامعہ معینیہ عثمانیہ دارالخیر اجمیر شریف میں مزید تعلیم کے لئے حاضر ہوئے۔ صوفی ضمیر حسن صاحب، شمس العلماء قاضی شمس الدین صاحب جونپوری، آپ کے چچازاد بھائی مولوی زین العابدین صاحب مرحوم، قاری اسدالحق صاحب، حافظ ملت مولانا عبدالعزیز صاحب اوران کے ایک ناظرہ خواں شاگرد محمد اسماعیل صاحب۔

استاذ العلماء حضرت مولانا سید نعیم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ پر غیر معمولی شفقت فرماتے، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ گلستاں، قدوری، قال اقول جیسی ابتدائی کتابیں پڑھانا آپ کی کامل توجہ پر دلالت کرتا ہے۔ خارج اوقات میں بھی ان سے مسائل کی توضیح اور وعظ وتبلیغ کے جلسوں میں بھی ساتھ لے جانا یہ سب آپ کی شفقت ورحمت کے ثبوت ہیں۔ ایک حیرت انگیز واقعہ کو حضرت صدر العلماء نے بھیگی پلکوں کے ساتھ مجھ سے خود بیان کیا، فرماتے ہیں:

میری شادی اس وقت ہو چکی تھی، پہلے فرزند کی ولادت کی خبر مرادآباد میں بذریعہ خط موصول ہوئی۔ حضرت صدر الافاضل صاحب کے مصاحبین میں ایک حاجی صاحب تھے جو آپ کی بزم میں ذریعہ تفریح تھے۔ انہوں نے مجھے چھیڑنا شروع کیا جیلانی! تمہارے فرزند ہوا ہے، مٹھائی کھلاؤ۔

ایک دن حضرت کی بزم میں بھی انہوں نے یہی کہنا شروع کیا، آواز ان کی دھیمی تھی۔ مگر مقصد ان کا یہ تھا کہ حضرت صدر الافاضل بھی سن لیں۔ حضرت نے پوچھا کیا ہے، حاجی صاحب؟ انہوں نے عرض کی حضور جیلانی میاں کے گھر میں صاحبزادے تولد ہوئے ہیں۔ میں ان سے اس کی مٹھائی مانگ رہا ہوں۔ حضرت نے ہنس کر فرمایا حاجی صاحب آپ بوڑھے ہوگئے مگر آپ کو بات کا سلیقہ نہیں آیا۔ دادا کی موجودگی میں آپ پوتے کی

خوشی کی شیرینی اس کے والد سے مانگتے ہیں۔ آپ کو مجھ سے کہنا چاہئے تھا۔ حضرت آپ کے پوتا آیا ہے ہم لوگوں کو خوشی کی سوغات ملنی چاہئے۔ جیب سے دس روپے کا نوٹ نکالا اور فرمایا، جاؤ مٹھائی لاؤ۔ اتنا کہنے کے بعد حضرت صدر العلماء نے گلوگیر آواز میں کہا۔ عبد المنان جب تک میں زندہ رہونگا حضور صدر الافاضل کی اس شفقت کی لذت بھول نہیں سکتا۔

سن ولادت:

حضرت صدر العلماء نے اپنی تاریخ پیدائش اور مہینہ کا ذکر کیا۔ سال تحریر نہیں کیا۔ ہم ۱۹۲۵ء کو جو آپ کے مرادآباد چھوڑ کر اجمیر شریف جانے کا سال ہے۔ حد مان کر آپ کے سن ولادت کے تعین کی کوشش کرتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں میری رسم بسم اللہ خوانی سن شعور میں پہونچنے پر ہوئی۔ رسم بسم اللہ خوانی کے بارے میں صاحب فرہنگ آصفیہ لکھتے ہیں:

"رسم مکتب نشینی، تقریب۔ بسم اللہ، بچہ جب ساڑھے چار سال کا ہو جاتا ہے اس کو بسم اللہ پڑھا کر مکتب میں جانے کے قابل بناتے ہیں۔ یہ رسم بھی بیاہ کی طرح منائی جاتی ہے۔ (فرہنگ آصفیہ اول ۴۰۱)

لیکن امام اہل سنت، مجدد دین وملت حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا۔ حضور بسم اللہ کرانے کی کوئی عمر شرعاً مقرر ہے؟ ارشاد ہوا: شرعاً مقرر نہیں۔ ہاں مشائخ کے یہاں چار سال چار مہینے چار دن مقرر ہیں۔ حضرت خواجہ قطب الحق والدین کی بسم اللہ اسی عمر میں ہوئی۔

(ملفوظات چہارم ص ۴۷)

حضرت صدر العلماء نے رسم بسم اللہ کے لئے سن شعور کا لفظ فرمایا، اب ہم سن شعور پر روشنی ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ فرہنگ آصفیہ دوم ص ۱۱۸۷ پر ہے:

سن شعور، سن بلوغ بلوغیت یا تمیز، سمجھ کی عمر، سیانا پن یا جوانی۔

کتب فقہ وحدیث میں اس لفظ کی مندرجہ تفصیلات ہیں:

(۱) سمجھدار بچہ کی اذان صحیح ہے۔ (بہار شریعت حصہ سوم ص ۳۱)

(۲) سمجھدار بچہ آٹھ نو سال کا اگر تنہا صف میں کھڑا ہو، صف میں کھڑا ہو سکتا ہے یا نہیں؟ ارشاد: مراقی الفلاح میں ہے:

﴿ان لم یکن جمع من الصبیان، یقوم الصبی بین الرجال﴾۔ اگر لڑکا اکیلا ہو تو مردوں کی صف میں کھڑا ہو سکتا ہے۔ (فتاوی رضویہ سوم ص ۳۱۸)

(۳) ﴿یجوز اذان الصبی المراهق﴾ قریب البلوغ بچہ کی اذان جائز ہے۔ علامہ شامی فرماتے

ہیں:

(۴) ﴿المراد به العاقل وان لم یکن مراهقا﴾ قریب البلوغ کی شرط نہیں، اس سے کم عمر کے سمجھدار بچے کی اذان بھی صحیح ہے۔ (شامی جلد اول ص۳۶۲)

نمبر۲؍ کی عبارت سے ظاہر ہے کہ آٹھ نو سال کا بچہ بھی ذی شعور اور سمجھدار ہے۔ اور علامہ شامی کی وضاحت سے ظاہر ہے کہ آٹھ نو سال کا بچہ ذی شعور اور سمجھدار ہو سکتا ہے۔

(۵) ابو الشیخ ابن حیان نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی:

﴿عن انس یعق عنه یوم السابع واذا بلغ ستة سنین ادب و اذا بلغ سبع سنین عزل عن فراشه و اذا بلغ ثلثة عشر سنین ضرب علی الصلاة﴾ (احیاء۲:۲۱)

بچہ سات دن کا ہو تو اس کا عقیقہ ہو۔ اور چھ سال کا ہو تو اس کو ادب سکھایا جائے سات سال کا ہو تو اس کا بستر علیحدہ کر دیا جائے اور تیرہ سال کا ہو تو اس کو نماز کے لئے مارا جائے۔

اس حدیث شریف میں ادب سکھانے کی عمر ۶؍ سال بتائی گئی، تو ہم حضرت کے بسم اللہ خوانی کی عمر چھ سال کی مانتے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے اپنی تعلیم کے تین مرحلے بتائے۔ ناظرہ قرآن شریف، مکتبی تعلیم، اور پرائمری درجہ چہارم تک، پرائمری درجات میں طالب علم ہر سال ایک درجہ ترقی کرتا ہے۔ تو اس مرحلہ کے لئے ہم سات سال مانتے ہیں۔ چار سال درجہ چہارم تک اور کتب اور قرآن خوانی میں تین سال، اس طرح مراد آباد پہونچنے سے قبل آپ کی عمر کے تیرہ سال مکمل ہو چکے تھے۔

مدارس اسلامیہ میں طلبہ ابتدائی فارسی سے کافیہ کی تعلیم تک پانچ چھ سال صرف کرتے ہیں۔ لیکن آپ کے دوران قیام مراد آباد ۱۹۲۳ء میں مضافات آگرہ میں مسلمان راجپوتوں کے ارتداد کا فتنہ برپا ہوا۔ جس کے انسداد کے لئے جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی شریف، اور جامعہ نعیمیہ مراد آباد کی بھرپور جد وجہد جاری رہی جس میں طلبہ کا غیر معمولی تعلیمی نقصان ہوا۔ اسباق کے مسلسل ناغہ سے گھبرا کر صدر العلماء اور ان کے ہم سبق ۱۹۲۵ء میں دار الخیر اجمیر پہونچے۔ اس لئے قیام مراد آباد کی مدت بھی ہم پانچ سال کے بجائے سات سال ہی قرار دیتے ہیں۔

اس طرح روانگی تک آپ کی عمر تقریباً بیس سال ہوئی جس کو ۲۵ء سے وضع کر دیا جائے تو آپ کی پیدائش ۱۹۰۵ء یا اس کے آس پاس ہوگی۔

قیام اجمیر:

(۶) اجمیر مقدس میں اپنے استاذ مفتی امتیاز احمد صاحب کے آپ بے حد مداح ہیں، ان کے فضل،

ادب وتواضع، استحضار علم سے آپ بے حد متاثر ہیں۔ فرماتے ہیں: ادبی قابلیت کا یہ عالم تھا کہ حماسہ، حریری اور متنبی وغیرہ کے الفاظ آپ کے نوک زبان پر رہتے تھے۔ دریافت کرنے پر حوالہ بیان فرماتے کہ متنبی نے اس کو فلاں قافیہ میں اس معنی میں استعمال کیا۔ اور حریری نے اس کو فلاں مقامے میں اس معنی میں تحریر کیا ہے۔

عبادت وریاضت کا یہ عالم تھا کہ خالی وقت میں ستون سے ٹیک لگا کر قرآن عظیم کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ تواضع وبے نفسی ان کا سراپا تھا، پڑھاتے وقت اگر کسی نے کوئی سوال کیا۔ اور آپ کو اس مسئلہ میں کچھ مطالعہ کی ضرورت ہوتی تو صاف بتادیتے کہ اسکو کل بتائیں گے۔ اور دوسرے دن پوری تشفی فرمادیتے۔

شرح جامی، نفحۃ الیمن، سبع معلقات، متنبی وغیرہ ان سے پڑھی، اور علامہ ہشام کی قطر الندی تنہا ان کو پڑھائی۔

(۷) رأس المنطقیین حضرت مولانا سید عبد المجید صاحب سے بعض کتابیں پڑھیں۔

(۸) ممتاز المناطقہ حضرت مولانا عبد الحی صاحب افغانی شاگرد حضرت مولانا برکات احمد ٹونکی سے کچھ کتابیں پڑھیں۔

(۹) رأس الفلاسفہ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب افغانی شاگرد حضرت مولانا پردل صاحب سے شرح تہذیب کی منطقی ترکیب پڑھی۔

(۱۰) امیر النحاۃ سید امیر احمد صاحب پنجابی جو حاشیہ عبد الغفور اور تکملہ مولوی عبد الحق اور شرح ملا جامی پڑھانے میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔ ان سے حاشیہ اور تکملہ پڑھی یہ فی سبیل اللہ پڑھاتے تھے۔ اور وقت کے بے حد پابند تھے۔ جس طالب علم میں ذرا بد شوقی پائی اس کو پڑھانا بند کر دیتے تھے۔

(۱۱) استاذ القراء قاری غلام نبی صاحب ٹونکی سے قرأت سیکھی جو قاری عبد الرحمن صاحب کے ہم درس تھے۔

(۱۲) حضرت صدر الشریعہ، بدر الطریقہ، مولانا محمد امجد علی صاحب قدس سرہ صدر المدرسین جامعہ معینیہ سے حواشی زاہدیہ، شرح مواقف مع حاشیہ مولانا عبد الحق قاضی مبارک مع حاشیہ فضل حق اجمیر شریف میں پڑھی۔

اجمیر سے واپسی:

۱۳۵۱ھ میں درگاہ شریف کے متولی اور دار العلوم معینیہ عثمانیہ کے متولی کی ریشہ دوانی اور ایذا رسانی سے کبیدہ خاطر ہو کر حضرت صدر الشریعہ نے استعفاء دیدیا اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب کی درخواست پر چالیس طلبہ کے ساتھ جن میں حضرت صدر العلماء مولانا غلام جیلانی بھی تھے۔ دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف بعہدۂ صدر المدرسین تشریف لائے۔

حضرت صدر العلماء رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں آپ سے شرح چغمینی محقق دوانی کے حواشی قدیمہ و جدیدہ، شرح تجرید اور اشارات امام رازی اور محقق طوسی کی شروح کے ساتھ سبقاً سبقاً پڑھی۔ اس وقت آپ کے شریک درس حضرت مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

حضور صدر الشریعہ کے بارے میں حضرت صدر العلماء فرماتے ہیں کہ آپ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ شدید بخار کی حالت میں بھی سبق ناغہ نہ ہوتا تھا'' اسی لئے آپ کی تعلیم میں بڑی برکت تھی۔ حافظ ملت حضرت مولانا عبد العزیز صاحب فرماتے ہیں: ہم لوگوں نے ان کی خدمت میں جو کتابیں پڑھیں سب مکمل اور پوری پڑھیں۔ ملا حسن کو قیوم تک پڑھ کر ہم نے یہ سمجھا کہ کورس ختم ہوا تو درس بھی ختم ہوا۔ آپ نے فرمایا تم لوگوں کو پوری کتاب مکمل تصورات تک پڑھنی ہوگی۔

آپ عبارت خوانی اور ترجمہ اس طرح کراتے کہ عبارت پر واقع ہونے والے اعتراض اسی مرحلہ میں ختم ہو جاتے۔ حضرت مولانا محبوب رضا بریلوی فرماتے ہیں:

بخاری شریف میں حدیث قرطاس میں لفظ ''اہجر'' آیا ہے۔ اس کو اگر ''ھجر'' پڑھا جائے تو سوال و جواب کی گنجائش ہے، شروح میں اس پر بہت قیل و قال ہے۔ ہم نے پوری محنت سے وہ مقام یاد کر لیا تھا کہ یہ فرمائیں گے تو یہ پہلو اختیار کر کے یہ کہیں گے مگر جب سبق پڑھتے وقت قاری نے اس لفظ کو ''اہجر'' پڑھا تو آپ نے فرمایا کہ ''ہ'' کو ساکن نہ پڑھو، مفتوح پڑھو کہ مفتوح پڑھنا ہی صحیح ہے۔ بس ایک جملہ میں ان سب قیل و قال کا جواب ہو گیا کہ ان کی گنجائش ''ہ'' کو ساکن پڑھنے کی صورت میں نکلتی ہے۔''

حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب نے آپ کے طریقہ درس کے بارے میں فرمایا۔ آپ کے درس کی تقریر وا تحقیق حاصل کرنے کی سعی یا ایجاز مخل کی مصداق نہیں ہوتی تھی۔ آپ مختصر جملوں میں حقیقی صورت حال جامع اور سہل الفاظ میں بیان فرماتے جو طالب کے ذہن کے قریب ہوتی، گویا۔

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ سمجھا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں تھا

دستار بندی:

بریلی شریف میں آنے کے بعد وہیں سے دستار بندی اور حضور صدر الشریعہ سے سند تکمیل حاصل کی ہے۔ معقولات میں آپ کو حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا شاہ محمد امجد علی صاحب سے سماع و اجازت تھی۔

اسناد علوم:

ان کو حضور مجدد مأۃ رابع عشر مولانا الشاہ احمد رضا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ان کو حضرت پیر طریقت

خاتم الاکابر حضرت شاہ آل رسول احمدی نور اللہ مرقدہ سے اور ان کو مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے۔

''معقولات'' میں آپ کو حضرت صدر الشریعہ سے سماع واجازت ہے۔ اور ان کو حضرت مولانا شاہ ہدایۃ اللہ خان صاحب جونپوری سے۔ اور ان کو حضرت مولانا شاہ مجاہد آزادی فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے۔

طریقت میں حضرت اشرف المشائخ سیدنا ومولانا شاہ علی حسین کچھوچھوی علیہ الرحمہ سے ارادت و خلافت حاصل ہے جن کا سلسلہ حضرت علاؤ الحق پنڈوی، محبوب الٰہی حضور نظام الدین اولیاء سے حضور خواجہ خواجگاں چشت اہل بہشت تک پہنچتا ہے۔

اجمیر شریف میں ہی حضرت اشرفی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کو بھی خلافت بخشی، آپ نے معذرت کی حضور میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ حضور اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے برجستہ فرمایا'' داد حق را استطاعت شرط نیست'' جس کو عہدہ دیتے ہیں اسے اس کا اہل بھی بنا دیتے ہیں۔

حضرت صدر صاحب نے لال کرتی میرٹھ کے رئیس بھیا بشیر الدین صاحب اور'' سراوہ'' کے بزرگ حضرت حافظ محمد ابرہیم سے بھی اکتساب فیض کا اظہار کیا ہے۔

آپ کی سندوں پر نظر ڈالنے سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ معقولات قدیم ومنقولات کے وہ عظیم مراکز جو ہندستان میں درجہ اول پر شمار ہوتے تھے ان سب سے آپ کا سلسلہ تلمذ قائم رہا ہے۔ جیسے خیر آباد کا علمی گھرانا، کہ معقولات میں ان کے علم وفضل کا پرچم پورے ہندوستان پر لہرا رہا تھا۔ منقولات میں دہلی میں شاہ ولی اللہ صاحب کا خاندان پورے ہندستان میں سر آمد روزگار تھا، بریلی شریف میں امام احمد رضا کا دائرہ علمیہ تھا جن کی فقہی مہارت کا ستارۂ اقبال بغض وعناد کے تمام پردوں کو پارہ پارہ کر کے آج بھی اوج ثریا پر جگمگا رہا ہے۔ معرفت و تصوف میں حضرت شیخ المشائخ اشرفی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت میں عرب وعجم کے ممتاز بزرگوں میں سے تھے۔

اس پر حضرت صدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خلقی اور کسبی صلاحیتیں مستزاد ہیں، تو اس موقع پر چاہے یہ مشہور مثل دہرایئے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے، یا اس حقیقت کا اعتراف کیجئے کہ بازار میں باغ اور درخت کے نام سے پھل بیچے اور خریدے جاتے ہیں۔

شرکائے درس:

آپ نے اپنے شرکائے درس میں بے دس افراد کا نام لیا ہے، جن میں سے اکثر اپنے عہد اور علاقہ میں اہلسنت وجماعت کے عمائد اور اساطین ملت میں شمار ہوتے تھے۔ پس حضرت صدر العلما کو ذاتی حیثیت سے دیکھا جائے۔ مشائخ واساتذہ کی نسبت سے دیکھا جائے یا شرکائے درس اور ہم جلیسوں کے لحاظ سے، بے اختیار

یہ کہنا پڑتا ہے:

ایں خانہ ہمہ آفتاب است   ایں سلسلہ طلائے ناب است

لگ بھگ ۲۶ ر ۲۷ سال کی عمر حضرت صدر العلماء نے اپنی تعلیم میں صرف کی، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے بزرگوں نے حصول علم کی راہ میں کبھی بھی وقت کی پرواہ نہیں کی۔ اور اب ہمارا یہ حال ہے کہ وقت بچانے کے لئے تعلیم سے بالکل بے نیاز ہو گئے ہیں۔ تعلیم گاہوں میں داخلہ اور کتابوں کی رونمائی کے بعد ہی سے مارکشیٹ اور سند کا چکر شروع ہو جاتا ہے۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

حلیہ وسراپا:

چھ فٹ سے ابھرتا ہوا قد، اسی کی مناسبت سے بھاری بھرکم جسم، رنگت سرخ وسفید، ہاتھ پیر اور جسم کے اعضا مضبوط، سر بڑا نہ بالکل گول نہ لانبا، چاند کے بال غائب اور کنارے کنارے کے بال موجود تھے۔ ٹوپی پہن لیتے یا پگڑی باندھ لیتے تو معلوم ہوتا سارے بال موجود ہیں۔ لباس صاف اور ستھرا پہنتے تھے یوں بھی جامہ زیب تھے اور جب کہیں جانا ہوتا اور پورا لباس پہن کر نکلتے تو آپ کی شخصیت بارعب قابل توجہ اور متاثر کن ہوتی۔

آنکھیں بڑی اور فراخ، ڈھیلے کا سفید حصہ بالکل سفید اور سیاہ حلقہ بالکل سیاہ، سفید حصہ میں باریک سرخ ڈورے خوب بہار دیتے۔ ان میں سرمہ لگانے کی سنت پر بھی عمل تھا۔

رخسار بھرے ہوئے ناک ستواں، دہانہ فراخ اور چہرہ پر بھرپور داڑھی الغرض اپنے خلقی محاسن میں بھی آپ خوب محبوب تھے۔ صدر العلما کا لقب آپ پر خوب پھبتا تھا۔

ایک دفعہ مبارکپور تشریف لائے، آپ کے ساتھ حضرت ساجد میاں صاحب مہتمم دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف بھی تھے۔ جو قد وقامت، جسم وجثہ میں حضرت صدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ڈھانچہ کے تھے۔ اتفاق سے وہ فوج میں بھی رہ چکے تھے۔ اعظم گڑھ تک ان کی پذیرائی کے لئے میں گیا تھا۔

وہ حضرات سواری سے اترے تو میں ان حضرات کو چائے کے لئے ایک قریبی ہوٹل میں لے گیا۔ راستہ مختصر تھا پھر بھی یہ لوگ جدھر سے گئے، دائیں بائیں کے لوگ کھڑے ہو کر دونوں حضرات کو تکنے لگے۔ گویا یہ سوچ رہے ہوں کہ یہ سرحدی لوگ ادھر کیسے بھٹک آئے۔

لیکن مذکورہ بالا شاہانہ مزاجی جس کو ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ عام طور پر کسی کی تعلیم اور کسب سے حاصل سے نہیں ہوتی بلکہ یہ تو قدرت کا انعام اور فطرت کی عنایت ہوتی ہے۔ اور آدمی کی جبلت کی اسی پر تخلیق ہوتی ہے۔ البتہ اس میں کسی کی صحبت کی تاثیر کے جلا ضرور پیدا ہو جاتی ہے۔

تو اس سلسلہ میں حضرت صدر العلماء رحمۃ اللہ علیہ پر اپنے محترم استاذ حضرت صدرالا فاضل استاذ العلماء مولانا سید نعیم الدین صاحب مرادابادی رحمۃ اللہ علیہ کا بھرپور اثر پڑا۔

چنانچہ حضرت مولانا سلیمان صاحب بھاگلپوری جو خود بھی ایک جاگیردار اور عالی خاندان بزرگ تھے وہ جب تک دار العلوم اشرفیہ میں رہے عربی مدرسین کی عام روش کے خلاف کھانا اپنی طبیعت کے موافق اپنے خرچ سے تیار کراتے اور کھاتے۔ دوسرے مدرسین کی طرح جاگیر کا کھانا کبھی نہیں کھایا۔ وہ فرماتے ہیں:

آج کل کے طالب علم تو استاذ کو ملازم سمجھتے ہیں کہ طبیعت موزوں ہو نہ ہو گھنٹی بج گئی تو استاذ کو سبق ضرور پڑھانا ہے۔ ہم لوگوں نے صدرالا فاضل علیہ الرحمہ سے پڑھا ہے۔ وہ بادشاہ تھے بادشاہ۔۔۔۔۔۔ان کے مکان پر مختلف ضرورت مندوں کی بھیڑ ہوتی تھی غربا اور حاجت مند۔ مریض اور دعا کے خواہاں اسی میں جامعہ نعیمیہ کے انتظام کار' درس نظامیہ پڑھنے والے طلبہ اور طب سیکھنے والے لوگ بھی ہوتے۔ اور آپ سبھی کی ضرورتوں کے موافق سلوک کرتے۔ مریضوں کو دیکھ کر طب کے طلبہ کو نسخہ املا کراتے دعا تعویذ والوں کے لئے حاضر باش لوگوں میں سے کسی صاحب سے فرماتے ان کو فلاں تعویذ لکھدو! کبھی خود لکھ دیتے۔ استفتا کا جواب کا املا فرماتے یا کسی عالم کے حوالہ کرتے کہ ان کا جواب لکھدو! جب سب سے فرصت پالیتے تو طب یا درس نظامی کی کسی جماعت کو بلا لیتے' اور اسی مشغلہ میں ظہر کا وقت آجاتا۔ اور بقیہ کا درس دوسرے دن موقوف۔ اسی طرح کبھی کبھی ہم لوگ ہفتہ بھر تک آپ کی خدمت میں آتے جاتے رہتے۔ تو کسی دن ہمارا سبق بھی ہو جاتا۔ اور جس دن سبق پڑھ لیتے تو ہفتوں کے انتظار کی کلفت دور ہو جاتی اور ایسا پڑھا دیتے کہ اس اتفاقی درس کو دولت بے بہا سمجھتے۔ اور کئی دن تک اسکی لذت میں سرشار رہتے۔

حضرت صدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی روش پر کار بند تھے جس کی تائید بھی انہیں حضرت صدرالا فاضل کے طرز عمل سے مل گئی تھی۔ لیکن بالالتزام وبلا ناغہ درس کے وہ خود بھی بیحد مداح تھے۔

ایک دفعہ مجھ سے انہوں نے فرمایا۔ جب میں نے بشیر القاری لکھی تو مقدمہ میں حمد میں نے ان الفاظ میں لکھی۔ کہ اصلاتو وہ حمد ہی ہو لیکن نام میرے استاذ صدر الشریعہ کا آجائے میں نے لکھا "الحمد لله الذى هو امجد علی" اس خدا کی حمد جو بزرگ اور اعلیٰ ہے۔ اس پر میرے احباب میں سے بعض نے کہا۔ کہ آپ تو حضرت استاذ العلماء کے مخصوص طالب علموں میں سے ہیں۔ آپ نے یہ کیا کیا کہ خطبے کے شروع ہی میں حضرت صدر الشریعہ کا نام لے بیٹھے۔ اتنا کہہ کر ان کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ اور فرمایا عبدالمنان! میں ایسا کیوں نہ کرتا آپ رحمۃ اللہ علیہ ایسے شفیق تھے کہ شدید بخار کی حالت میں بھی روزانہ سبق پڑھاتے۔ اور فرمایا ہمارے استاذ حضرت مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ سبق ناغہ کرنے سے تعلیم کی برکت ختم ہوجایا کرتی ہے۔

آپ کا دستر خوان۔ آپ کے دستر خوان کے بارے میں تو میں یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ اس پر کس کا پرتو تھا ۔لیکن میں حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا شاہ امجد علی صاحب علیہ الرحمہ مصنف بہار شریعت کی بارگاہ میں آٹھ دس روز مہمان رہا اور اس کے بہت دنوں کے بعد حضرت صدر العلماء علیہ الرحمہ کے وہاں پر حاضری کا اتفاق پڑا۔ اور ان کے دستر خوان نعمت کو بھی میں نے دیکھا بلکہ برتا۔ مجھکو تو دونوں جگہ یکساں اہتمام و انتظام نظر آیا ۔بقول کسی شاعر

وہی عظمت وہی شوکت وہی شان دلاویزی

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے دستر خوان پر مختلف قسم کے کھانے ہوتے گوشت مچھلی سبزی وغیرہ روٹی چاول دال سلاد و چٹنی وغیرہ سبھی کچھ عمدہ اور لذیذ بنا ہوا ہوتا۔ اور آپ اپنے مہمان کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھلاتے اگر کوئی دوسرا بلا اجازت آپکے مہمان کو اپنے یہاں لیجاتا اور کھانا کھلا دیتا تو کھانے اور کھلانے والے میں سے کسی کی بھی خیر نہیں ہوتی۔ دونوں سے سختی سے باز پرس فرماتے کہ تم گئے کیوں اور آپ نے میری بغیر اجازت کے انکو کھلایا کیوں۔

ایک روز افطار کے وقت مسجد میں ہی آپ کی افطاری آئی۔ میں بھی اس وقت خدمت میں حاضر تھا ۔ساتھ میں بٹھالیا متعدد پیالوں میں کچھ نہ کچھ تھا ہریرہ صرف ایک پیالی میں تھا۔ اس میں سے تھوڑا پی کر مجھے دیا اور باصرار پلایا۔ کتابوں میں بزرگوں کے جوٹھے کے متعلق بہت کچھ پڑھا تھا۔ اب بھی آپ کا یہ لطف کریمانہ جب یاد آتا ہے تو بیحد ذوق محسوس کرتا ہوں۔

حضرت صدر العلماء کے دستر خوان کا بھی یہی حال تھا۔ دونوں وقت نہایت عمدہ بکرے کا گوشت غالبًا اصلی گھی میں بنا ہوا کبھی اس کے ساتھ پچھمی علاقہ کی دال بھریری۔ اور اس علاقہ کے لوگ خوشکہ چاول نہیں کھاتے اسی لئے دستر خوان پر جب بھی چاول آتا تو نمکین پلاؤ یا میٹھا زردہ۔

سالن سامنے آتے ہی انگاروں پر خوب سینکی ہوئی روٹیاں اتنی ہی مقدار میں جتنے لوگ دستر خوان پر ہوں ایک ایک سب کے سامنے رکھ دی جاتی اور ان روٹیوں کے ختم ہوتے ہی ویسی ہی تازہ دم روٹیاں پھر آتیں ۔جب تک کھاتے رہتے بچوں کی دوڑ لگی رہتی۔ اس پر حضرت مولانا علیہ الرحمہ کا یہ حال کہ جب لقمہ اٹھا کر منھ کے قریب لیجاتے تو زبان پر الحمد للہ سبحان اللہ کا نعرہ ہوتا تب لقمہ منھ میں رکھتے اور ہم حیران کہ خود کھا کر اتنا خوش ہو رہے ہیں یا ہم کو کھلا کر اور حق یہ کہ دونوں ہی باتیں تھیں۔

دل کو تھاما ان کا دامن تھام کے
ہاتھ میرے دونوں نکلے کام کے

حساب جو جو بخشش سو سو

یہ محاورہ مزاح نگار فرحت اللہ بیگ نے اپنے استاذ نذیر احمد کے سلسلہ میں لکھا ہے۔ کہ انہوں نے

مختلف دوکانداروں کو منافع کے جز حصہ پر اپنی رقم دے رکھی تھی اور روزانہ شام کو باری باری ضرور پہنچتے اور بکری پر قبضہ کر کے حساب کرتے اور کہتے جاتے کہ بھائی "حساب جو جو بخشش سو سو" پھر اپنا ایک جملہ ان پر چست کیا کہ ہم ڈپٹی صاحب کے حساب جو جو کا مشاہدہ تو روز ہی کرتے رہے۔ لیکن سو سو تو کیا کبھی سو پیسے بھی بخشش کرتے نہیں دیکھا۔

حضرت مولانا صدر العلماء رحمۃ اللہ علیہ میں بحمدہ تعالیٰ دونوں ہی باتیں بدرجہ کمال پائی جاتی تھیں ۔جن کا اجتماع اعلیٰ درجہ کی خصلتوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

حساب کتاب کا یہ عالم تھا کہ جب مبارکپور سنی دارالاشاعت سے پہلی بار فتاویٰ رضویہ جلد سوم شائع ہوئی تو نہ اس کی جلد بندی کرائی گئی تھی اور نہ سلائی۔ حضرت چونکہ کتابوں کا کاروبار کرتے تھے۔ جس کا نام سنانی کتب خانہ تھا۔ الحمدللہ یہ کتب خانہ خود کفیل بلکہ منافع بخش تھا۔ حضرت نے اپنی بہت سی مطبوعات اور اعلیٰحضرت وغیرہ علما کی مطبوعات اسی سے شائع کی تھیں۔ اسلئے آپ نے فتاویٰ رضویہ جلد سوم کا آرڈر کیا۔ کتابیں مقررہ ہدیہ پر ان کی خدمت میں روانہ کردی گئیں قیمت کی ادائیگی پر آپ نے فرمایا۔ آج کل یہی اصول رائج ہے کہ غیر مجلد کتابیں بھی سلا کر بھیجی جاتی ہیں۔ اور تم لوگوں نے بغیر سلی ہوئی بھیج دیں۔ اس کام میں ہمارے پچاس پیسے فی جلد خرچ ہوئے۔ اسلئے معینہ دام سے مجموعی جلدوں کے پیسے اسی حساب سے کم کر کے دیئے جائیں گے۔ ادارہ سنی دارالاشاعت نے حضرت کے اصرار پر آپ کی حسب منشا حساب کردیا۔

یہ ہے آپ کا حساب جو۔جو۔ مولوی رحمت اللہ صاحب کے سامنے اس کا ذکر آیا تو انہوں نے بھی اس کی تصدیق کی کہ حضرت حساب کتاب کے معاملات میں نہایت سخت تھے طالب علم بھی آپ سے کتاب خریدنے جاتا تو ایک ہی دام بتاتے کچھ کم کرنے کے لیے کہتا تو فرماتے کہ ایک پیسہ کم نہیں ہوگا جتنا بتادیا لینا ہو تو لو اور کم کرانا ہو تو کتاب رکھدو اور جاؤ اس معاملے میں خود کچھ لینا ہو تو اپنی رعایت بھی نہیں کرتے تھے۔

ایک دفع میں خدمت میں حاضر ہوا تو اپنے کسی فرزند کے بارے میں فرمایا، میرا لڑکا یہاں تو پڑھ نہیں سکا تم اسے اشرفیہ لیجاؤ چنانچہ وہ اشرفیہ آگئے، آپ نے مجھے کچھ پیسے دیے کہ ان کی ضرورت پر پوچھ تاچھ کرنا سب ایک دفع مت دے دینا، اتفاقاً چند مہینوں کے بعد اپنی عادت کے موافق وہ کہیں چلے گئے اور جو تھوڑا پیسہ میرے پاس بچا تھا وہ بھی چھوڑ گئے، اس کے بعد جب میری ملاقات حضرت صدر العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہوئی تو میں نے واقعہ عرض کیا اور ان کے چھوڑے ہوئے پیسے واپس کرنا چاہا، تو میری ہزار کوشش کے بعد بھی قبول نہیں کیا ،اور فرمایا میں نے یہ پیسے اسے دے دئے تھے تم سے ملاقات ہو تو معاملہ کر لینا میں اسے واپس نہیں لے سکتا۔ میں اس کو بھی آپ کی اسی وجہ اصول پرستی میں شمار کرتا ہوں کہ جو رقم اپنے حساب سے الگ کردی اسے واپس لینے کے روادار نہیں۔

اوراب بخشش سوسواور آپ کی فیاضی کے بھی چند واقعات سماعت فرمائیں۔ مولوی رحمت اللہ صاحب نے فرمایا کہ حضرت صدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ طلبا پر بڑی شفقت فرماتے تھے اور جن کو ضرورت مند سمجھتے تھے وقتاً فوقتاً علی الاعلان اور لوگوں کو بتائے بغیر بھی برابر مدد کرتے رہتے تھے۔ یہ آپ کی عادت کریمہ کا کس درجہ دلچسپ منظر ہے کہ ابھی جس طالب علم کیلئے کتاب کی قیمت میں چند پیسوں کی رعایت کرنے سے......؟ لاتوکی علیک؟......اللہ کی راہ میں مدد کرتے وقت حساب اور بندش مت کرو ورنہ تمہارے اوپر بندش کردی جائے گی۔

مہمان نوازی اور عنایت کریمانہ کا ذکر تو آپ پڑھ آئے ہیں حضرت مولانا عاشق الرحمٰن صاحب قبلہ نے آپ کی اس خصلت مبارکہ کا مفصل ذکر کیا ہے کہ آپ کی یہ عادت شریفہ بھی تھی کہ مہمان کو رخصت کرتے وقت میرٹھ کی مشہور مصنوعات کا تحفہ بھی عنایت فرماتے تھے۔

آپ برف بہت پسند کرتے تھے، گرمیوں میں برف کی ڈلی منھ میں رکھکر چوستے رہتے، آپ کے استاذ گرامی حضرت صدر الشریعہ کو بھی ہر موسم میں ٹھنڈا پانی بڑا مرغوب تھا۔ جس وقت کا میں ذکر کر رہا ہوں اس وقت مبارکپور میں برف کم یاب تھی حضرت تشریف لائیں تو ٹھنڈے پانی کی فرمائش ضرور کریں۔ ایک مسجد کے کوئیں کا پانی نسبتاً ٹھنڈا تھا، اسی کا پانی منگوائیں اور کورے گھڑے میں رکھوائیں اور اسی کو استعمال کریں اور جاڑے کے موسم میں بھی آپ ٹھنڈا پانی بڑے شوق سے پیتے۔ آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا قاری رضاء المصطفےٰ صاحب قبلہ کی روایت ہے کی اباجی اکثر فرماتے لوگ اللہ تعالی کے احسان کی ناقدری کرتے ہیں اللہ ٹھنڈا پانی عطا فرماتا ہے اور لوگ اس سے بھاگتے ہیں۔

عبدالمنان اعظمی
گھوسی (ضلع مئو)

حضرت صدر العلماء

میری معلومات کے اجالے میں

حضرت مولانا مفتی عبد المنان صاحب کلیمی

صدر المدرسین و مہتمم جامعہ اکرم العلوم (مرادآباد)

صدر العلماء سے میری روشناسی

فقیر راقم السطور 1965ء میں صدر العلماء امام النحو حضرت علامہ مفتی سید شاہ غلام جیلانی میرٹھی (1398ھ 1978ء) علیہ الرحمہ کی علمی جلالت اور حدیث وفقہ، تفسیر وکلام اور صرف ونحو میں تبحر علمی سے اس وقت واقف ہوا جب میں قادریہ مصباح المسلمین علی پٹی نیپال میں اپنے اول استاد ومربی (جن کی نسبت سے میں اپنے کو "کلیمی" لکھتا ہوں) استاد گرامی علامہ اجل حضرت علامہ مفتی کلیم الدین صاحب رضوی مدظلہ العالی شاگرد رشید حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم صاحب آروی علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث ومفتی جامع فیض الغرباء (آرہ) کے زیر شفقت تھا۔ جب میرے سامنے حضرت امام النحو کے تبحر علمی کا ذکر جمیل فن نحو میں آپ کی مشہور زمانہ کتاب "البشیر الکامل" کے تعلق سے ہوا۔ استاد گرامی حضرت علامہ مفتی کلیم الدین صاحب رضوی کی ایک روز ہدایت ملی کہ "شرح مأۃ عامل" کے ساتھ "البشیر الکامل" بھی مطالعہ میں رکھو۔ موصوف کی ہدایت پانے کے بعد البشیر الکامل کی تلاش وجستجو کا جذبہ بیکراں بڑھتا گیا۔ کسی ذریعہ سے معلوم ہوا کہ یہ کتاب میرٹھ میں ملے گی اور اس کی مصنف امام النحو حضرت علامہ مفتی سید غلام جیلانی میرٹھی صاحب کی ذات گرامی ہے۔ میں نے علی الفور بذریعہ ڈاک حضرت سے رابطہ قائم کیا اور دس دن کے اندر وہ کتاب مجھے مل گئی۔

جب میں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا تو "فن نحو" ہی نہیں بلکہ فن نحو کی شکل میں علم مناظرہ وکلام کا ایسا وسیع سمندر پایا کہ کما حقہ اس کی ترجمانی کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔

کبھی کبھی اپنے استاذ گرامی حضرت علامہ کلیم الدین صاحب مدظلہ العالی سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

"اگر طلبہ اپنے اندر قوت استعداد اور ردومناظرہ کی صلاحیت پیدا کرنا چاہیں تو شرح مأۃ عامل، ہدایت النحو، کافیہ اور شرح جامی کے ساتھ مستقل اپنے مطالعہ میں البشیر الکامل کو رکھیں" آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ:

"اس کتاب سے صرف "نحو" کی ہی معلومات نہیں ہوتیں بلکہ درس نظامی کے منتہی طلبہ کے ذہن میں ایسی جولانیت پیدا ہو جاتی ہے کہ آخر تک کام دیتی ہے۔"

۱۹۵۹ء میں جب میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، استاذ العلماء جلالۃ العلم، حضور حافظ ملت کے زیر سایہ داخل ہوا تو اب فقیر راقم السطور کا شعور بیدار ہو چکا تھا، اور درسی اور فنی کتابوں کے علاوہ بہت ساری خارجی کتابیں بھی زیر مطالعہ آچکی تھیں۔ اور اسی تناظر میں امام النحو حضور سیدنا علامہ غلام جیلانی صاحب میرٹھی علیہ الرحمہ کے تمام تر علمی، فقہی انوار و تجلیات فقیر راقم الحروف پر کافی حد تک عیاں ہو چکے تھے۔ میں نے اگرچہ ان سے شرف تلمذ حاصل نہیں کیا، لیکن آپ کی مایہ ناز کتاب البشیر الکامل، بشیر الناجیہ، نظام شریعت اور بشیر القاری سے اس قدر گہرائی کے ساتھ اکتساب علم و فیض کیا کہ اگر میں اپنے کو ان کا شاگرد سمجھوں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

حضرت امام النحو کے ان عدیم المثال علمی متروکات سے اتنا کچھ حاصل کیا کہ اگر اس پر مختصر تفصیل کے ساتھ بھی کچھ تحریر کروں تو مستقل ایک مضمون تیار ہو سکتا ہے۔ حضرت امام النحو کی ہمہ گیر علمی شخصیت کا ہمہ گیر چرچا اس وقت سامنے آیا جب استاذی حضور حافظ ملت اور استاذی حضور شمس العلماء کی درسگاہ عالی شان میں بحیثیت ایک شاگرد اور حضور مجاہد ملت اور حضور مفتی اعظم کانپوری کی بارگاہ قدس میں بحیثیت معتقد متعدد بار حاضری کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت صدر العلماء اور حضور حافظ ملت:

مجھے خوب یاد ہے کہ بارہا حضور حافظ ملت نے مختلف موقعوں پر حضرت امام النحو کا ایسا ذکر خاص فرمایا کہ سننے کے بعد عقل دنگ رہ جائے اور ان کی زیارت پر انوار کے لئے دل بے قرار ہو جائے۔ حضور حافظ ملت نے حضرت امام النحو کے جن اوصاف حمیدہ کا ذکر فرمایا ان میں خاص طور سے آپ کا تبحر علمی قابل ذکر ہے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں میرے دوران قیام ایک بار جشن دستار فضیلت کے موقعہ سے حضرت صدر العلما مبارک پور تشریف فرما ہوئے تھے۔ اس موقعہ سے فقیر راقم السطور آپ کی پہلی زیارت سے مشرف ہوا۔ اور گولہ بازار کے جلسے میں خود حضور حافظ ملت نے آپ کا زبردست تعارف کرایا تھا۔ اور آپ نے بخاری شریف کی پہلی حدیث پر نہایت بصیرت افروز خطاب فرمایا تھا۔

مجھے یہ بھی یاد ہے کہ اس موقع سے علامہ بدر القادری مصباحی نے الجامعۃ الاشرفیہ اور حضور حافظ ملت کے تعلق سے ایک نظم پیش کی تھی جس کو حضرت نے کافی پسند کیا اور مسکرا مسکرا کر داد تحریک و تحسین عطا فرما رہے تھے۔ غالباً یہ وہی نظم ہے جس کا مطلع مندرجہ ذیل ہے۔

وہ کون اٹھا ہند شمالی کی زمیں سے
علم اور حقائق کی سنبھالے ہوئے قندیل

حضرت صدر العلماء اور حضور شمس العلماء:

فقیر راقم الحروف نے درس نظامی کی ختمی کتب شمس بازغہ، امور عامہ اور بخاری شریف وغیرہ کا گراں قدر درس آپ سے لیا۔

دوران درس بارہا آپ نے حضرت امام النحو کا ذکر شریف فرمایا اور اس بات کا اعادہ فرمایا کہ میری ان سے زبردست گہری رفاقت تھی اور ہماری جماعت میں وہ ممتاز اور فائق تھے۔ کبھی کبھی ان کے تعلق سے طنز و مزاح اور علمی سیر و تلمیح کے واقعات بھی پیش فرمایا کرتے تھے۔

حضرت صدر العلماء اور حضور مجاہد ملت:

مجھے خوب یاد ہے کہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اور مدینۃ العلماء گھوسی کے دوران قیام کچھ پیچیدہ موضوعات پر میں نے ان سے رجوع کیا۔ تو آپ نے بلا خوف لومۃ لائم نہایت برجستگی کے ساتھ ارشاد فرمایا: کہ اب میرا کتابوں سے مشق و ممارست کا سلسلہ کافی دنوں سے ترک ہو چکا ہے۔ اب ان موضوعات پر میرے ساتھی مولوی غلام جیلانی میرٹھی سے رجوع کر لیا کرو۔ حضور مجاہد ملت کے اس ارشاد گرامی کا ذکر ضلع مراد آباد کے کئی علمانے فرمایا:

حضرت صدر العلماء اور حضور مفتی اعظم کانپور:

فقیر راقم السطور نے بارہا آپ کی خدمت میں رہنے کا شرف حاصل کیا اور کبھی کبھار آپ کی موجودگی میں دینی جلسہ سے خطاب کرنے کا بھی موقع ملا۔ مجھے خود یاد ہے کہ مدینۃ العلماء گھوسی کے دوران قیام حضور سیدنا صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے تعلق سے ان کی یادداشت حاصل کی تو ہر موقع پر آپ نے حضور سیدنا صدر العلماء کا ذکر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ "میرے دوست علامہ غلام جیلانی میرٹھی نہایت کروفر کے عالم دین ہیں اور وہ ہماری جماعت ہی نہیں بلکہ تمام علمائے اہل سنت میں ایک آفتاب اور ماہتاب کی حیثیت رکھتے ہیں"

حضرت صدر العلماء اور حضرت علامہ ازہری:

فقیر راقم الحروف کو علامہ موصوف سے مدینۃ العلماء گھوسی اور کراچی پاکستان میں متعدد بار ملاقات اور ان کی ہمہ گیر علمی مجلسوں میں شریک ہونے کا موقع ملا۔ جب بھی ہندوستان کے اکابر علما اور ان کے والد ماجد حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا ذکر جمیل آیا تو ہر مرتبہ آپ نے حضرت امام النحو کے تبحر علمی کا اعتراف فرماتے ہوئے تفصیل کے ساتھ ذکر فرمایا:

قارئین کرام پر یہ واضح ہو کہ حضرت علامہ عبد المصطفیٰ الازہری علیہ الرحمۃ والرضوان حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے سچے علمی وارث اور جانشین ہونے کے ساتھ ہندو پاک کے تمام اکابر علماء میں مقتدا کی حیثیت رکھتے تھے اور آپ آسانی کے ساتھ کسی کی علمی حیثیت کے قائل نہیں ہوتے تھے۔ فقیر راقم السطور تحدیث نعمت کے طور پر یہ عرض کرنے میں اپنی سعادت سمجھتا ہے کہ آپ نے اس ناچیز کو کافی نوازا۔ یہاں تک کہ حضرت حجۃ الاسلام، حضور مفتی اعظم ہند، حضرت صدر الشریعہ حضرت علامہ ضیاء الدین المدنی کے واسطے سے حضور سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تمام خلافتوں اور اجازتوں سے سرفراز فرمایا اور میری کوششوں سے فتاویٰ امجدیہ جلد اول پر ایک وقیع تقریظ فرما کر مجھ ہیچمداں کو بہت کچھ نوازا۔

حضرت صدر العلماء اور حضور سیدنا صدر الشریعہ:

یہ سب کو معلوم ہے کہ حضرت صدر العلما حضرت صدر الشریعہ کے ایسے لائق شاگرد تھے جن پر آپ فخر کرتے تھے اور حضرت صدر الشریعہ حضرت صدر العلما کے ایسے استاذ تھے جن کو آپ اپنے لئے طرۂ امتیاز اور باعث صد افتخار اپنا علمی ماوی وملجا سمجھتے تھے۔ اس تعلق سے یہاں یہ تحریر کردینا عبث اور بے کار نہ ہوگا کہ جب میں نے مدینۃ العلماء گھوسی کے دوران قیام جامعہ شمس العلوم میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے فتاویٰ کی ترتیب و تبویب کا بیڑا اٹھایا تو اس میں حضرت صدر العلماء کے بہت سارے استفتا ملے جن کا جواب حضور سیدنا صدر الشریعہ نے نہایت مشفقانہ انداز میں تحریر فرمایا۔ آپ کے بعض بعض استفتا کے ساتھ الگ سے آپ کے کچھ خطوط بھی ملے جن میں آپ نے اپنے استاذ محترم کے ساتھ جس حسن عقیدت اور قلبی تعلق کا ذکر فرمایا ہے وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ آپ نے ایک خط میں ایک جگہ تحریر فرمایا ہے کہ:

''حضور میرے سوالات اور استفتا سے بار خاطر محسوس نہ فرمائیں۔ میری حیثیت آپ کی بارگاہ قدس میں یہ ہے کہ:

تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

اس مختصر تمہید سے بلاشبہ یہ واضح ہوجاتا ہے کہ علم وفقہ کے پیچیدہ پہلوؤں پر استفتا فرمانا اور حضرت صدر الشریعہ کی بارگاہ میں عاجزانہ عریضہ پیش کرنا۔ بلاشبہ آپ کی علم دوستی، تبحر علمی جولانیت طبع کی بین دلیل ہے۔ کاش آپ کے خطوط پر حضرت صدر الشریعہ کے جوابات آج موجود ہوتے تو وہ عظیم الشان گرامی قدر قلمی تبرکات کی حیثیت رکھتے۔

اعتراف حقیقت:

مجھے اس بات کا مکمل اعتراف ہے کہ اپنی بے پناہ مصروفیات اور گوناگوں مشاغل کی بنا پر حضرت صدر العلماء امام النحو کے تعلق سے اپنی تمام یادداشتوں کو قلم بند نہ کرسکا۔ لیکن مخدوم زادہ حضرت علامہ مفتی محی الدین احمد ہشام میاں صاحب جعفری جونپوری اور فاضل گرامی حضرت علامہ محمد ایوب صاحب اشرفی سنبھلی کے حکم پر یہ چند سطور قلم بند کرکے اپنی انگلی کٹا کر شہیدوں میں اپنا نام درج کرانے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ دعا فرمائیں کہ آئندہ ترتیب وتسلسل کے ساتھ حضرت امام النحو کی علمی شخصیت اور عبقری خدمات پر کچھ زیادہ عرض گزار ہونے کی سعادت حاصل کرسکوں۔

فقیر عبد المنان کلیمی

جامعہ اکرم العلوم، مولانا اکرم روڈ لال مسجد مرادآباد یوپی۔

صدر العلماء

کچھ یادیں کچھ باتیں

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی بریلی شریف

خاک میں ملنے والی صورتوں میں ہر صورت پنہاں نہیں ہوجاتی بلکہ کچھ صورتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو خاک میں مل کر خاک کو پاک کر دیتی ہیں، اور لالہ وگل بلکہ ان سے بھی زیادہ رنگ ورعنائی اور عطر بیزی کے ساتھ نمایاں ہو کر غلامان مصطفیٰ کے چمنستان ایمان کو بہاروں کا شباب عطا کرتی رہتی ہیں۔ اور عقائد وایمان کی سرسبزی و شادابی کا یہ سلسلہ رہتی دنیا تک جاری رہے گا۔

یہی وہ صورتیں ہوتی ہیں جنہیں دیکھ کر خدا یاد آ جاتا ہے، یہی وہ شخصیتیں ہوتی ہیں جن کا شمار "انعمت علیہم" کے زمرے میں ہوتا ہے۔ اللہ اکبر، یہ اللہ والے زمین پر ہوتے ہیں تو آسمان بن کر رہتے ہیں، اور اپنے آسمان فیض وکرم سے بندگان الٰہی کو سیراب وسرشار کرتے رہتے ہیں، اور زیر زمین جانے کے بعد ان کی توانائی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ نگاہیں لوح محفوظ سے لگی رہتی ہیں۔ نیاز مندانہ حاضری دینے والے معتقدین کی تیرہ نصیبی کو روشن بختی میں تبدیل کر دیتے ہیں۔

قربان جایئے اللہ کے ان احسان یافتہ وانعام یافتہ بندوں اوران صالحین اولیاء کاملین وعلماء ربانیین پر کہ یہی تو وہ ہیں جن کی پیروی مسلمانوں کو صراط مستقیم پر گامزن رکھتی ہے۔

اللہ کے ایسی ہی انعام یافتہ بندوں، خاک کو پاک کر دینے والی مقدس ہستیوں میں ایک ہستی کو زمانہ امام النحو صدر العلماء حضرت علامہ مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام نامی اسم گرامی سے جانتا ہے۔

جہاں شیخ المشائخ حضرت سیدنا اشرفی میاں قدس سرہ العزیز کے مریدین میں وہ ایک اہم مقام ومرتبہ کے حامل ہیں وہاں حضرت صدر الشریعہ کے تلامذہ میں بھی ایک بلند وبالا مقام رکھتے ہیں، آپ اپنے معاصر علماء کی اگلی ہی صف میں ایک منفرد شان کے ساتھ نظر آتے ہیں۔

حضرت صدر العلما حسب ونسب، شکل وصورت، شخصی وجاہت، علم وفضیلت، عزم وہمت، صحت و قوت، اخلاق وکردار، عادات واطوار، بہر اعتبار عظیم تھے۔ گلشن علوی وفاطمی کے خوش رنگ پھول اور حقیقی معنی میں نائب رسول تھے۔ آپ صرف ونحو کے تو امام تھے ہی عظیم المرتبت محدث وفقیہ بھی تھے، خطابت سے کوئی خاص دل چسپی نہیں تھی، درس وتدریس ہی میں عمر گزاری، البتہ تصنیف وتالیف سے ضرور شغف تھا، آپ نے تقریباً دس

کتب ورسائل تصنیف فرمائے جن میں مندرجہ ذیل کتب قابل ذکر ہیں:

۱۔نظام شریعت: ۲۔بشیر القاری فی شرح صحیح بخاری۔

۳۔البشیر الکامل بتکمل شرح مأۃ عامل۔ ۴۔البشیر شرح نحو میر۔

۵۔بشیر الناجیہ فی شرح کافیہ وغیرہ

نامورانِ اہل سنت آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔

۱۔حضرت علامہ مولانا نظام الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمہ،

۲۔حضرت علامہ مولانا مفتی شریف الحق امجدی قبلہ علیہ الرحمہ

۳۔حضرت علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ

۴۔ریحان ملت حضرت علامہ مولانا محمد ریحان رضا خان قبلہ علیہ الرحمہ

۵۔حضرت علامہ مولانا شاہ عارف اللہ قبلہ قادری

۶۔حضرت علامہ مولانا مفتی قاضی عبدالرحیم قبلہ وغیرہم

حضرت صدر العلماء کو دیکھ کر اپنے ان اسلاف کی یاد تازہ ہو جاتی تھی جنکی ہیبت سے کفر لرزاں تھا اور جنھوں نے اپنے علم وفضل، شجاعت وجرأت حق گوئی وبیبا کی اور ایمانی قوت سے غلبہ اسلام کا عظیم کارنامہ انجام دیا تھا۔ گرانڈیل، قوی الجثہ، دمکتا ہوا چہرا، چہرے کی نورانیت سے باطن کا نور اور علمیت آشکارا تھی، چال میں ایسا وقار جیسے شیر ببر گشت کر رہا ہو، گرجدار آواز، اہل باطل کے لئے شمشیر آبدار اور اہل حق کے لئے شاخ گل کی طرح لچکدار۔ کیا شخصیت تھی، واللہ ایسوں کے دیکھنے کو اب آنکھیں ترستی ہیں۔

ایمرجنسی پیریڈ میں حضرت علامہ ریحان رضا خان رحمانی میاں علیہ الرحمۃ کے ساتھ سیدنا صدر العلما نے اس وقت کی پرائم منسٹر اندرا گاندھی سے ملاقات کے دوران انہیں ایمرجنسی اور جبری نس بندی کے خاتمے پر ایسا للکارا کہ وہ گھبرا اٹھیں۔

حضرت قبلہ رحمانی میاں سے آپ بڑی محبت فرماتے تھے، وہ بھی آپ کو دیکھ کر بچھ جاتے تھے، آپ کو سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ سے زبردست عقیدت تھی اور اسی حوالے سے آپ خانوادہ رضویہ کے ہر فرد سے محبت فرماتے تھے۔ حضرت رحمانی میاں صاحب تو آپ کے شاگرد تھے، آپ انہیں کبھی کبھی پیار میں رحمانی بیٹے کہہ کر پکارتے تھے۔

حضور صدر العلماء سے ملنے ان کو سننے، ان سے بات کرنے اور ان کی خدمت کا شرف راقم کو بریلی شریف ہی میں حاصل ہوا۔ ۱۹۷۵ء میں طلبہ دورۂ حدیث کے امتحان کے لئے حضور قبلہ علیہ الرحمہ بریلی شریف تشریف لائے تو حضور ریحان ملت علامہ ریحان رضا خان صاحب قدس سرہ نے آپ کے قیام وطعام کا بڑا ہی

شاندار اہتمام کیا، حضرت کی دیکھ بھال آرام اور طعام وغیرہ کے لئے راقم کی بھی ڈیوٹی لگادی، ایک نائب رسول آل رسول کی خدمت کا شرف حاصل ہونے سے راقم اپنی فیروز بختی پر جھوم اٹھا، حضرت کا کھانا خالص دیسی گھی میں بنتا تھا، آپ بکرے اور مرغ کا گوشت تناول فرماتے تھے، دیسی گھی کا حلوائے بادام بہت مرغوب تھا، صبح بعد نماز فجر آپ ہلکی پھلکی ورزش بھی کرتے تھے، شب میں کھانا تناول فرمانے کے بعد چہل قدمی بھی آپ کے معمول میں تھا۔ گفتگو میں اعلیٰ حضرت کا تذکرہ لازمی تھا۔

پہلی ملاقات میں حضرت کی دست بوسی وقدم بوسی کے بعد جب راقم نے اپنا تعارف کرایا کہ راقم عزیزی ہے تو بہت مسرور ہوئے اور کئی منٹ تک حضور حافظ ملت اور حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہم کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔ تین روزہ قیام کے دوران راقم کو آپکی خدمت کا اچھا موقع ملا، راقم نے اور دو طلبہ نے حضرت کے بدن کی مالش کے بعد انہیں غسل بھی کرایا۔ آپ کے علمی جلال کے پیش نظر طلبہ بہت گھبراتے تھے، اور اساتذہ بھی کچھ کچھ پریشان تھے، کہ دیکھئے نتیجہ کیسا رہتا ہے۔

دوران امتحان حضرت صدر العلماء کا طلبہ سے نرم رویہ اور علمی انداز میں سوال نیز غلطی پر اصلاح نے طلبہ کی گھبراہٹ کو دور کردیا اور ان کی ذہانت نے ساتھ دینا شروع کردیا۔ نتیجہ بہت اچھا رہا، حضرت نے طلبہ منظر اسلام کی ذہانت، اساتذہ کی تدریسی صلاحیت اور حضرت ریحان ملت کے اہتمام کو بہت سراہا۔

اسی دوران حضور صدر العلماء نے سرکار مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مفتی محمد مصطفیٰ رضا خان نوری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ملاقات کی، اللہ اکبر حضور مفتی اعظم کی علالت کا زمانہ، بستر پر آرام فرماہیں جیسے ہی صدر العلماء پردہ کے بعد زنان خانے میں پہونچے اور سرکار مفتی اعظم کو معلوم ہوا کہ حضرت صدر العلماء تشریف لائے ہیں وہ بستر سے اٹھنے لگے صدر العلماء نے انہیں یہ کہہ کر حضور آرام فرمائیں اٹھنے سے روک دیا۔ اور دست بوسی کے لئے بڑھے۔ ادھر مفتی اعظم بھی ان کی دست بوسی کے لئے بستر ہی سے لپکے، کیا منظر تھا، دونوں نے ایک دوسرے کی دست بوسی کی، سید اور عالم ہونے کے ناطے مفتی اعظم نے صدر العلماء کا بڑا ہی احترام فرمایا۔ چائے ناشتہ آیا۔ صدر العلماء حضرت سے ان کی طبیعت کے بارے میں پوچھتے رہے۔

حضرت صدر العلماء نے حضور مفتی اعظم کو نذر پیش کی تو حضرت تڑپ کر بولے، سادات کرام کی خدمت تو مجھے کرنی چاہیے، حضرت نے صدر العلماء کو نذر پیش کی اور بیماری کے سبب شایان شان احترام اور خاطر نہ کر پانے پر معذرت کرتے رہے۔

دوسری بار حضور صدر العلماء سے نیاز کا شرف اس وقت حاصل ہوا جب وہ شوال کے بعد دوبارہ بریلی شریف تشریف لائے۔ خبر ملتے ہی حضرت ریحان ملت قدس سرہ العزیز فوراً ان کی پیشوائی کیلئے پہنچے ان کے قیام کا انتظام کرایا۔ راقم نے بھی حضرت کی دست بوسی کی۔

ناشتہ کے بعد حضرت صدر العلماء نے مزار اعلیٰ حضرت کی حاضری دی، دیر تک فاتحہ خوانی کرتے رہے، ساتھ میں حضرت ریحان ملت اور دار العلوم کے کئی اساتذہ نے بھی حاضری دی، حضور صدر العلماء کہیں باہر سے تشریف لائے تھے اور پھر میرٹھ جانا تھا۔ انہوں نے حاضری کے بعد سفر کا ارادہ کیا لیکن حضرت ریحان ملت نے باصرار انہیں ایک شب کے لئے روک لیا۔ بعد عشاء علماء کی نشست جمی، بڑی ہی علمی گفتگو رہی، اعلیٰ حضرت اور قبلہ اشرفی میاں کے تعلق پر دیر تک گفتگو کرتے رہے۔

تقریباً گیارہ بجے سب لوگ حضرت کی خدمت سے واپس ہوئے تا کہ وہ آرام کریں، راقم نے دو تندرست طلبہ کو حضرت کے سر مبارک اور ہاتھ پیروں کی مالش کے لئے لگا دیا، حضور ریحان ملت نے طلبہ سے فرمایا کہ جب حضرت سونے لگیں تو تم لوگ اپنے کمروں میں چلے جانا۔

۱۹۷۶ء میں دوسری بار حضور صدر العلماء طلبہ منظر اسلام کے امتحان کے لئے بریلی شریف تشریف لائے راقم سے آپ کی یہ تیسری ملاقات تھی، اس بار دورہ کے ایک طالب علم مولوی خلیل احمد نوری کی خواہش پر راقم نے حضرت ریحان ملت علیہ الرحمۃ سے اجازت لے کر انہیں حضور صدر العلماء کی خدمت پر مامور کر دیا، مولوی خلیل نے آپ کی بڑی خدمت کی، مالش کیا، غسل کرایا، حضرت ان کی صحت و عاقیت سے بھی خوش ہوئے اور امتحان میں ان کی ذہانت سے اور انہیں یعنی مولوی خلیل کو فرسٹ کلاس نمبر دیئے۔ راقم کو حضرت نے بہت بہت دعاؤں سے نوازا۔ حضرت کے کئی صاحبزادگان کی حضرت مولانا توصیف رضا خان صاحب سے دوستی بھی تھی، وہ جب بھی بریلی شریف آتے، ان کی بڑی پذیرائی ہوتی۔

حضرت صدر العلماء نے میرٹھ جیسی سنگلاخ دھرتی پر دار العلوم قائم کر کے ایک اہم کارنامہ انجام دیا، اسلام و سنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے غلبے کا، آپ کے وصال کے بعد میرٹھ کی وہابیت نے پھر سر اٹھا لیا ہے۔ ضرورت ہے کہ دار العلوم عربیہ اسلامیہ اندر کوٹ کو ایک بڑے جامعہ کی شکل دی جائے، حضرت صدر العلماء کی تصانیف کو خوبصورت انداز میں طبع کر کے شائع کیا جائے۔ ان پر تحقیق و تدقیق کا کام انجام دیا جائے۔ آپ کے ملفوظات جمع کئے جائیں، نیز دیگر علمی و تحریری کاموں کو بھی منظر عام پر لایا جائے تا کہ جماعت کی ایک اہم اور عظیم شخصیت کی حیات اور کارناموں سے موجودہ اور آنے والی نسلیں واقف ہوں، اور انہیں ایک روشنی ملے۔

حضرت صدر العلماء کے داماد حضرت مولانا ایوب اشرفی شمسی خطیب مسجد نور الاسلام، بولٹن۔ یو کے۔ (برطانیہ) قابل مبارکباد ہیں کہ وہ اردو اور انگریزی میں حضرت صدر العلماء رحمۃ اللہ علیہ کی حیات اور کارناموں پر تحقیقی کتب اور میگزین تیار کرا رہے ہیں۔ حضرت صدر العلماء زندہ باد

ہزاروں رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر
فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری

(ڈاکٹر) عبد النعیم عزیزی
بریلی شریف

صدر العلماء

ایک انجمن

شیخ اعظم حضرت پیر محمد علاء الدین صاحب صدیقی نقشبندی

(سجادہ نشین آستانۂ عالیہ نیریاں شریف آزاد کشمیر، پاکستان)

(نور۔ ٹی، وی۔ یو۔ کے)

الحمد لله رب العالمين و الصلوٰة و السلام علىٰ رسوله الكريم و علىٰ اٰ له و اصحابه واهل بيته و اوليا امته و علماء ملته اجمعين اما بعد

دنیا میں روزانہ کروڑوں انسانوں کا اضافہ ہوجاتا ہے۔ جواپنی زندگی گزار کر چلے جاتے ہیں۔ لیکن دنیا کو انکے آنے جانے سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ مگر اسی دنیا میں کچھ لوگ اپنی خداداد صلاحیتوں سے اپنے لئے کچھ ایسا مقام بنالیتے ہیں کہ انکے چلے جانے کے بعد ایک دنیا ان کا غم مناتی ہے۔ محفلوں میں انکے تذکرے مسلسل ہوتے رہتے ہیں۔

یہ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کا احسانِ عظیم ہے کہ اسنے امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ السلام کوکسی بھی دور میں ایسی عظیم تر شخصیات سے بانجھ نہیں رکھا۔ یہی وہ شخصیات ہیں کہ سالہا سال بلکہ صدیاں گذر جانے کے باوجود ان کی یادیں ان کے تذکرے اوران کی خدمات کاغذوں کے سفینوں میں رہتے ہوئے انسانیت کے سینوں کو بھی مسلسل حرارتِ ایمانی دیکر اپنی عظمت منواتی رہتی ہیں۔ ان ہی عظیم رہنماؤں کے سلسلۂ عالیہ میں ایک روشن نام حضرت فقیہ الامت، امام النحو، صدر العلماء شیخ الحدیث والتفسیر فخر المدرسین والمحققین حضرت سید شاہ غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ الرضوان کا بھی ہے جواپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ اور جنہوں نے ماضی قریب میں ایک عرصہ دراز تک دینی وملی رہنمائی کے ساتھ اپنی طویل متاعِ گراں لٹا کر اصلاحِ امت کی زبردست خدمت سر انجام دی۔ آپ نے مسندِ درس وتدریس پر جلوہ گر ہوکر جو انمول ہیرے تراشے وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ جو کتابیں تصنیفات فرمائیں وہ لاجواب ہیں۔ آپ کی کوششوں کی لڑی کا ہر دانہ دیدۂ بینا کے لئے ایک درۂ آبدار ہے۔ مری اس بات کی صداقت کا اندازہ آپکو آپکی تصنیفات کے علاوہ آپکی آغوشِ تربیت کے پروردہ عظیم مبلغ عالم اسلام،

قائدِ اہلسنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی میرٹھی اور آپ جیسے دیگر مشہور زمانہ شاگردوں سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ انشاء اللہ یہ کرۂ ارض رہتی دنیا تک آپ کی تنویرِ عالم گیر سے علمی وروحانی روشنی حاصل کرتا رہیگا

مجھے خوشی ہے کہ آپ کی حیات وخدمات پر محبِّ گرامی قدر، جناب مولانا محمد ایوب صاحب اشرفی شمسی (بولٹن، یو۔کے) نے ایک ضخیم کتاب ترتیب دیکر ایک عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ مری دعا ہے کہ اللہ رب العزت مولانا موصوف کو دین ودنیا کی بھلائیاں عطا فرمائے۔ اور اس کتاب کو مقبول اور نفع بخشِ عام فرمائے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین)

پیر محمد علاء الدین صدیقی نقشبندی
(سجادہ نشین آستانہ عالیہ، نیریاں شریف، آزاد کشمیر پاکستان)

باسمہ تعالیٰ

سیدنا اعلیٰ حضرت اور حضور صدر العلماء

علامہ مفتی محمد فاروق صاحب رضوی بریلوی
دار الافتاء منظر اسلام بریلی شریف

مجدد دین وملت، امام اہلسنت، سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ العزیز سے کون متعارف نہیں، مشرق ومغرب، شمال وجنوب میں آپ کی علمی وجاہت کے پرچم لہرا رہے ہیں، اور آپ کے تجدیدی کارناموں کی دھوم مچی ہوئی ہے، آپ کی خدمات دینیہ کی موافق ومخالف ہر ایک کے دل پر دھاک بیٹھی ہوئی ہے، آپ کے ہم عصروں نے آپ کو مجدد دین وملت مانا، آپ کو امام اہل سنت جانا، اعلیٰ حضرت علی الاطلاق فرمایا، آپ کے تلامذہ میں کوئی حجۃ الاسلام، کوئی مفتی اعظم، کوئی اشرف العلماء، کوئی صدر الشریعہ، کوئی محدث اعظم، کوئی ملک العلماء، اور آپ کے تلامذہ کے تلامذہ میں کوئی صدر العلما، کوئی مجاہد ملت، کوئی حافظ ملت، کوئی امین شریعت، کوئی اجمل العلماء، کوئی شیر بیشۂ اہل سنت۔

سبحان اللہ حضور صدر العلماء، امام النحو، شارح بخاری علامہ الحاج الشاہ مفتی سید غلام جیلانی میرٹھی صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان بھی صرف ایک واسطے سے حضور سیدنا اعلیٰ حضرت کے جید تلامذہ میں ہیں، حضور صدر العلماء میرٹھی قدس سرہ کو حضور صدر الشریعہ علامہ شاہ محمد امجد علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضور صدر الافاضل علامہ شاہ سید محمد نعیم الدین محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

حضور صدر العلماء علیہ الرحمہ کی حیات طیبہ اور ان کے علمی کارہائے نمایاں اہل علم سے پوشیدہ نہیں، آپ کے تلامذہ کی فہرست نہایت طویل ہے، جن میں بڑے بڑے جید علما وفضلا ومفتی اور مدرس ومقرر ہیں، جو ساری دنیا میں خدمات دینیہ کر رہے ہیں، مذہب ومسلک کے فروغ کے لئے انتھک سعی وکوشش فرما رہے ہیں، حضور صدر العلماء نے اپنی تحریرات کے ذریعہ جو علمی ودینی خدمت انجام دی ہے، وہ آفتاب نیم روز سے زیادہ روشن وتابناک ہے، آپ نے جہاں اپنی کتب کے ذریعہ دینی وعلمی خدمات انجام دی ہیں وہیں اکابر علمائے اہل سنت کی کتب کی اشاعت فرما کر عظیم مسلکی وعلمی خدمت انجام دی ہے۔

حضور صدر العلماء علیہ الرحمہ کو حضور اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت فاضل بریلوی قدس سرہ کی کتب و رسائل طبع کرانے، انہیں زائد سے زائد شائع کرنے کا بہت شوق تھا، اعلیٰ حضرت یا اعلیٰ حضرت کی کسی تصنیف کا تذکرہ آجاتا تو بہت دیر تک اس تصنیف کی خوبیاں بیان فرماتے، اور اعلیٰ حضرت کے خداداد علم کی تعریف و

توصیف فرماتے، اکثر فرماتے کہ اعلیٰ حضرت تو آیۃ من آیات اللہ اور معجزۃ من معجزات رسول اللہ ہیں۔(عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

حضور صدر العلماء کو سیدنا اعلیٰ حضرت سے کس درجہ عشق تھا اور کتنی محبت فرماتے تھے، اس کا اندازہ مشکل ہے، جب کبھی کوئی علمی بحث چھڑ جاتی یا دینی خدمات کا تذکرہ ہوتا یا عشق رسول کی بات آجاتی تو حضور صدر العلماء، سیدنا اعلیٰ حضرت کا ضرور ذکر فرماتے، اور فرماتے اعلیٰ حضرت نے اس مسئلے میں یہ فرمایا ہے اور یہی حق ہے، عشق رسول ﷺ کی بات آتی تو عشق ومحبت پر اعلیٰ حضرت کے متعدد اشعار پڑھتے اور فرماتے: کہ اعلیٰ حضرت تو مجسم عشق رسول ہیں ﷺ، سیدنا اعلیٰ حضرت کے معاصرین میں بڑے بڑے جید علماء وفضلاء تھے، مگر صدر العلما علمی اور کار دینی کے تحت جتنا ذکر اعلیٰ حضرت کا فرماتے تھے، کسی دوسرے کا اتنا ذکر نہیں فرماتے تھے، اسی طرح معاصرین میں جب عشاقان نبی کا ذکر فرماتے (ﷺ) تو اعلیٰ حضرت کو امام العاشقین فرماتے تھے، اور جب سادات کرام اولاد رسول کی گفتگو ہوتی تو فرماتے کہ اعلیٰ حضرت اولاد رسول کی محبت کو عین محبت رسول سمجھتے تھے، (ﷺ) یہی وجہ ہے کہ اپنے جد کریم زبدۃ الکاملین، قدوۃ العارفین، عارف اسرار قاب قوسین حضرت مولانا حکیم سید سخاوت حسین قدس اللہ سرہ العزیز کے متعلق لکھتے ہیں کہ جب ان کا ذکر مجدد مائۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں ہوتا تو نام مبارک سن کر تعظیما سینہ پر ہاتھ رکھ لیا کرتے تھے۔(بشیر القاری، ص۱۴)

بہر حال میں عرض کر رہا تھا کہ حضور صدر العلماء علیہ الرحمہ، سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے سچے محب اور آپ کے بے حد مداح تھے، حضور صدر العلماء کی کوئی تصنیف ایسی نہیں کہ جس میں کسی نہ کسی طرح سے سیدنا اعلیٰ حضرت کا ذکر نہ آگیا ہو۔

آپ کی مقبول تر کتاب "نظام شریعت" اس کے ص ۹۷، پر ستر عورت کے تحت فرماتے ہیں، کہ ۹ عضو ہیں، پھر فرماتے ہیں کہ جن کا شمار اور ان کے تمام احکام کو اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ نے ان چار شعروں میں جمع فرما دیا ہے۔

ستر عورت بمرد نہ عضو ست	از تہ ناف تا تہ زانو
ہر چہ ربعش بقدر رکن کشود	یا کشودی دمے نماز مجو
ذکر و انثیین و حلقۂ پس	دو سرین ہر فخذ بزانوئے او
ظاہر افصل انثیین و دبر	باقی زیر ناف از ہر سو

اسی طرح جب آپ نے "بشیر الکامل بحل شرح مائۃ عامل" تصنیف فرمائی تو آپنے اس کی شرح میں سرکار اعلیٰ حضرت کا ذکر فرمایا ہے۔ اور جب "شرح مایۃ عامل" کی ترکیب نحوی کی ابتدا فرمائی ہے تو ابتداء خطبہ کی

جگہ درود رضویہ جس کو سیدنا اعلیٰ حضرت نے عشق رسالت میں سرشار ہو کر استخراج فرمایا۔ یعنی

اللہ رب محمد صلیٰ علیہ وسلما   نحن عباد محمد صلیٰ علیہ وسلما

اسی درود پاک سے ابتدا فرمائی جس میں حمد الٰہی بھی ہے اور درود رسالت پناہی بھی،

اور جب ”بشیر الناجیہ بشرح الکافیہ“ تصنیف فرمائی تو اس میں سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے حافظہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: کہ

”ایسا ہی حیرت ناک حافظہ مجدد مایۂ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مولانا حافظ قاری شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ القوی کا تھا جو واقعہ ذیل سے ظاہر ہوتا ہے۔

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا سنت ہے اور حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استدلال کرتے ہیں جو ترمذی شریف میں مذکور ہے، لیکن یہ حدیث قابل استدلال نہیں کہ اس کا مدار حنظلہ بن عبد اللہ سدوسی پر ہے اور وہ محدثین کرام کے نزدیک ضعیف ہیں۔

(التفصیل فی صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین لمجدد المأۃ الحاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

غیر مقلدین نے اپنے اس قول کے ثبوت میں قاضی خاں کا حوالہ دیا کہ اس میں ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کو سنت لکھا ہے، اور اس فتاویٰ کو علمائے احناف قابل اعتماد سمجھتے ہیں، چنانچہ اس سلسلے میں فتاویٰ قاضی خان کے مختلف مطابع میں طبع شدہ نسخے اور قلمی نسخے تلاش کر کے دیکھے گئے، حوالہ غلط ثابت ہوا۔ اسی سلسلہ میں صدر الافاضل حضرت مولانا محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی تغمدہ اللہ تعالیٰ بالایادی نے ایک نسخہ قلمی بریلی پہنچ کر گرمی کے موسم میں تقریباً ساڑھے گیارہ بجے دن کے پیش کیا۔ اس میں فہرست مضامین نہ تھی۔ دوپہر میں اس کا مطالعہ کر کے بعد عصر فرمایا کہ مولانا آپ کے اس فتاویٰ میں فہرست نہیں ہے اگر فرمائیں تو بنا دی جائے۔ عرض کی کرم ہوگا! چنانچہ وہیں بیٹھے بیٹھے پورے فتاویٰ کی فہرست تحریر فرما دی۔ (بشیر الناجیہ۔ ص ۳)

نیز حضور صدر العلماء نے جب اسی بشیر الناجیہ بشرح الکافیہ، کی شرح اور ترکیب نحوی لکھی تو شرح اور ترکیب دونوں کو سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے استخراج کردہ درود رضویہ سے شروع فرمایا۔ اسی طرح جب حضور صدر العلماء نے ”البشیر بشرح نحو میر“ تصنیف فرمائی، تو اس میں مبتدی طلبہ کو جملہ کے کلمات سمجھانے کے لئے یہی درود رضویہ مستخرجۂ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرمایا۔ اور طلبہ کو اس درود پاک کے ایک ایک حرف کو بڑی آسانی سے سمجھا دیا ہے کہ اس درود پاک میں یہ اسم ہے، یہ حرف ہے، یہ فعل ہے، اور یہ معرب ہے، یہ مبنی ہے، اور یہ جمع ہے یہ واحد ہے، یہ ضمیر ہے اور یہ معمول ہے یہ عامل ہے، یہ غیر عامل ہے، اور یہ مسند الیہ ہے، یہ مسند ہے، یہ حرف جار ہے، یہ مجرور ہے، اور یہ ظرف لغو ہے، اور یہ مضاف ہے، یہ مضاف الیہ ہے، یہ حرف اشباع ہے، اس کے بعد درود رضوی کے معنی لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:؛

کہ اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کا مالک ہے اللہ ان پر درود وسلام بھیجتا رہے، ہم محمد ﷺ کے مملوک ہیں اللہ تعالیٰ ان پر درود وسلام بھیجتا رہے۔

اس کے بعد اس درود پاک کا مدعا بھی سیدنا اعلیٰ حضرت کے ہی شعر سے ظاہر فرماتے ہیں، لکھتے ہیں:

ہم ہیں ان کے وہ ہیں تیرے تو ہوئے ہم تیرے
اس سے بڑھ کر تری سمت اور وسیلہ کیا ہے (البشیر ،ص۲۱-۲۲)

نیز البشیر کے صفحہ ۲۷ پر (واو) حرف عطف اور اردو میں اسکا معنی بیان کر کے سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے تحریر کردہ مشہور ومقبول سلام کے دو آخری شعر تحریر فرماتے ہیں:

کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور
بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

اور جب حضور صدر العلماء نے بشیر القاری بشرح صحیح البخاری، لکھی تو اس کے خطبہ ہی میں صنعت تلمیح کے تحت سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی لائے جو حضور صدر العلماء کی عربی دانی نیز عربی ادب، تلمیح واستعارہ، صنائع بدائع، لغت، معانی، بیان تمام فنون پر یکساں مہارت کی روشن دلیل ہے۔

فرماتے ہیں:

الحمد لله الذی هو امجد علی، والذی هو احمد رضا عند كل ذكی، والصلاة والسلام على نبيه الامی۔ الذی تجلی له كل شئی من الجلی والخفی، و علی آل رسول هو عبد العزیز علی كل عات و ناری، وهدايت الله لكل مسلم و بخاری و علی اصحابه الذين هم فضل حق لمن قفا هم سيما الترمذی والنسائی ما دام ابو داؤد و ابن ماجه بايدی الطالبين، لا بل الی ابد الآبدين۔

اہل علم پر اسی خطبہ سے حضور صدر العلماء کی سند منقول ومعقول بھی ظاہر ہے۔

اسی بشیر القاری کے دیباچہ میں صفحہ ۱۵ پر سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ترجمۂ قرآن کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، کے متعلق فرماتے ہیں، کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے قرآن کریم کا نہایت نفیس اردو ترجمہ فرمایا، جس کا تاریخی نام ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن'' ہے، فقیر کے دیکھے ہوئے اردو تراجم میں صرف یہی ایک ترجمہ ہے جس میں کوئی غلطی نظر نہیں پڑی، ورنہ ہر ترجمہ میں ایسی فحش غلطیاں ہیں جن کے اعتقاد سے ایمان جاتا رہے۔

پھران غلطیوں کواسی بشیر القاری کے صفحہ ۲۳۸ پرظاہرفرمادیااوران غلط ترجموں اور غلط مترجمین کی نشان دہی بھی فرمادی ہے۔

اسی بشیر القاری کے صفحہ ۱۸۷، پر سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر بایں طور فرماتے ہیں کہ عاشقان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی اپنی استعداد اور محبت کے اعتبار سے درود پاک کے مختلف صیغے استخراج کئے جو خصوصی برکات کے لئے مثمر ہیں اوران کی مداومت دفع مضرات اور جلب خیرات کے لئے مجرب ہے، اس چودھویں صدی کے مجدد اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ القوی کا عاشق رسول ہونا موافق اور مخالف ہرایک کے نزدیک مسلم ہے، انکے استخراج کردہ درود پاک کے دوصیغے ہدیہ احباب کئے جاتے ہیں۔

پہلا درود رضوی:

صلی اللہ علی النبی الامی و آلہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃ وسلاما علیک یا رسول اللہ۔

دوسرا رضوی درود:

اللہ رب محمد صلی علیہ وسلما نحن عباد محمد صلی علیہ وسلما

بہر حال عرض کرنا یہ ہے کہ حضور صدر العلماء کو سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے جو ولی محبت تھی وہ بیان سے باہر ہے، آپ کی ہر تصنیف میں سیدنا اعلیٰ حضرت کا کسی نہ کسی نوعیت سے ذکر، سالانہ عرس اعلیٰ حضرت میں شرکت، اعلیٰ حضرت کے ساتھ حضور صدر العلما کا قلبی تعلق، ان کے دارالعلوم سے دلی محبت، ان کی اولاد سے بے پناہ انسیت، اور اولاد پر والہانہ شفقت، کسی سے ان کا ذکر سن کر یا خود ان کا ذکر کر کے روحانی انبساط و مسرت کی لذت میں کھو جانا، یہ سب باتیں ایسی تھیں کہ ان سب باتوں کو دیکھ کر بہت سے لوگ حضور صدر العلما کو قادری رضوی سمجھتے تھے۔ حالانکہ حضور صدر العلما قدس سرہ قادری چشتی اشرفی تھے، خود فرماتے ہیں:

قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، ملجاو ماوی بیکساں، مرجع وملاذ کاملاں، اشرف المشائخ سیدنا ومولانا الشاہ سید علی حسین صاحب کچھوچھوی قدس سرہ القوی کے دست حق پرست پر بریلی شریف میں بموقع عرس رضوی غالباً ۱۹۲۲ء میں شرف بیعت حاصل ہوا اور دار الخیر اجمیر شریف میں، بتاریخ ۲۲رذی الحجہ ۱۳۵۰ھ خلافت سے نوازا تھا، خلافت نامہ کے ساتھ ایک کلاہ اور ایک استعمالی جبہ بھی عطا فرمایا تھا۔ جس کے متعلق اہل خانہ کو وصیت کردی ہے کہ میرے کفن میں شامل کردیا جائے، کیوں کہ بزرگان دین کے ملبوسات شامل کفن کرنا مسنون ہے۔ کما فی الارکان الاربعہ لبحر العلوم الکھنوی، قدس سرہ القوی۔

سلاسل اربعہ مشہورہ کے ساتھ سلسلۂ منوریہ کی بھی اجازت عطا فرمائی جس میں وسائط اقل قلیل ہیں،

فقیر سے حضور غوث اعظم سیدنا الشیخ سید عبد القادر جیلانی قدس سرہ النورانی تک صرف پانچ واسطے پڑتے ہیں۔ ارباب کشف نے فرمایا کہ آپ حسن معنوی کے اعتبار سے اولیائے کرام میں محبوبیت کے مرتبہ چہارم پر فائز تھے، اول محبوب سبحانی حضور غوث اعظم، دوم محبوب الٰہی حضرت سلطان المشائخ، سوم محبوب یزدانی حضور مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی، چہارم محبوب رحمانی، (آپ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، مجدد مائۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت، مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ القوی کے قلم حقیقت رقم نے اپنے محققانہ انداز میں آپ کے مذکورہ بالا ہر دو حسن صوری ومعنوی کی جانب رہنمائی کرتے ہوئے عرض کیا تھا:

اشرفی اے رخت آئینۂ حسن خوباں
اے نظر کردۂ و پروردۂ سہ محبوباں

بہر حال یہ حقیقت ہے کہ حضور صدر العلماء اشرفی ہوتے ہوئے بہت سے لوگوں کو بایں وجہ رضوی معلوم ہوتے تھے کہ حضور صدر العلما سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ذکر ایمانی وایقانی خوبیوں کے ساتھ کثرت سے کرتے تھے۔

دعا ہے کہ خالق لوح وقلم عز جلالہ اپنے حبیب طبیب ﷺ کے طفیل سرکار اعلیٰ حضرت اور حضور صدر العلماء قدس سرہ کے فیضان سے مجھے اور جملہ اہل سنت کو دارین میں مستفیض ومستفید فرمائے۔ آمین، آمین، یا رب العالمین، بجاہ طٰہٰ ویٰسین ﷺ

خاک پائے حضور صدر العلماء
محمد فاروق رضوی،
خادم دار الافتاء منظر اسلام رضا نگر، بریلی شریف

حضور مفتی اعظم ہنداور صدر العلماء

مفتی مولانا محمد فاروق صاحب رضوی

خادم الافتاء منظر الاسلام، رضا نگر بریلی شریف

میں فقیر نوری حضور مرشدِ برحق سرکار مفتی اعظم قدس سرہ کی کماحقہ کیا سیرت نگاری کرسکتا ہوں، جب کہ حضور مفتی اعظم ہند کے معاصرین جید علمائے کرام وفضلاے ذوی الاحترام نے انکو مرجع العلماء فرمایا اور لکھا ہے۔ نیز حضور اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ نے اپنے اس لختِ جگر پر ناز فرمایا ہے بلکہ خاتم الاکابر، توشہ بزم برکاتیت، مرشد حضور مفتی اعظم سید ابوالحسن احمد نوری مارہروی قدس سرہ القوی نے حضور مرشد برحق منظور حضور مفتی اعظم کوان کی ولادت مبارکہ کے بعد ہی فیض بخش اور فیض رساں اور ولی کامل فرمایا تھا۔

بہر حال حضور مفتی اعظم اور حضور صدر العلماء محدث میرٹھی کے مابین جو روابط اور محبت وتعظیم کے جو قلبی رشتے تھے۔ فقیر نوری عرض کرتا ہے۔ مجھ فقیر نوری کو حضور صدر العلماء محدث میرٹھی علیہ الرحمۃ سے شرف تلمذ حاصل ہے اور تقریباً دس سال میرٹھ میں رہ کر مدرسہ اسلامی عربی محلہ اندرکوٹ میں حضور صدر العلماء محدث میرٹھی کی درس گاہ میں صدر العلماء محدث میرٹھی کے حضور زانوے ادب تہہ کیا ہے۔

میں جب کبھی بھی اپنے غریب خانہ بریلی شریف حاضر آیا۔ حضرت صدر العلماء محدث میرٹھی کے بمو جب صدر العلماء محدث میرٹھی کا سلام حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی خدمت میں پیش کیا تو حضور مرشد برحق سرکار مفتی اعظم نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ کون صدر صاحب۔ کہاں کے صدر صاحب بلکہ فوراً سلام کا جواب عطا فرمایا اور ساتھ ہی فوراً دریافت فرمایا کہ صدر صاحب خیریت سے ہیں۔ جب آپ جائیں تو میرا سلام بھی صدر صاحب کی خدمت میں پیش کردیں۔ یہاں یہ بات عرض کرتا چلوں کہ حضور صدر العلماء محدث میرٹھی علیہ الرحمۃ معاصرین علماء کے درمیان لفظ ''صدر صاحب'' سے اس قدر مشہور تھے کہ ''صدر صاحب'' کہہ دیا جاتا تو ہر ایک کا ذہن معاً صدر العلماء محدث میرٹھی کی ہی جانب جاتا تھا۔ یہ فقیر نوری جب غریب خانہ سے واپس ہوتا اور حضور استاذ معظم صدر العلماء محدث میرٹھی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ حضور مرشد برحق سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کا سلام پیش کرتا۔ بعد جواب حضور صدر العلماء محدث میرٹھی بھی حضور مفتی اعظم کی مزاج پرسی فرماتے اور ہر طرح کی خیریت دریافت فرماتے۔ دوران سبق جب کبھی حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کا ذکر آتا تو حضور صدر العلماء محدث میرٹھی سرکار مفتی اعظم کا ذکر نہایت ادب وتعظیم سے فرماتے اور آپ کے وقار علمی وعملی کو سراہتے ہوئے

ارشاد فرماتے تھے کہ فی زمانہ حضور مفتی اعظم کی ذات مبارکہ فقید المثال ہے۔

حضور صدر العلماء محدث میرٹھی علیہ الرحمۃ تاحیات عرس رضوی وحامدی میں شرکت فرماتے رہے اور دار العلوم منظر اسلام کے تاحیات ممتحن بھی رہے۔ جب بریلی شریف تشریف لاتے تو یہ فقیر نوری اور چند طلبہ ہمرکاب ہوتے۔ حضور ریحان ملت علیہ الرحمۃ، حضور صدر العلماء محدث میرٹھی کے بریلی شریف پہنچنے سے پہلے ہی مدرسہ کا دار الحدیث خالی کرادیا کرتے تھے۔ رضانگر سوداگران پہنچ کر سامانِ سفر وغیرہ دار الحدیث میں رکھ دیا جاتا اور حضور صدر العلماء وضو فرماتے سب سے پہلے درگاہِ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ میں پہنچتے۔ بعدہ کوشش فرماتے کہ حضرت مفتی اعظم سے ملاقات ہوجائے۔ چنانچہ حضور ریحان ملت سے معلوم فرماتے کہ حضرت سے ملاقات کہاں اور کس صورت سے ہوسکتی ہے۔ حضور ریحان ملت، حضور مرشد برحق، سرکار مفتی اعظم کے متعلق بتادیتے اور صدر العلماء خود ہی ہم میں سے کسی طالب علم کو ساتھ لے کر ملاقات کرتے چلے جاتے۔ حضور مفتی اعظم حضور صدر العلماء محدث میرٹھی کو پان پیش فرماتے۔ اکثر ناشتہ کا بھی انتظام ہوتا تھا۔ حضور صدر العلماء محدث میرٹھی کے پاکیزہ قلب میں حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی جو علمی قدر ومنزلت تھی وہ بیان سے باہر ہے۔ ہم جیسے خوشہ چیں اس کو کیا بیان کرسکتے ہیں قارئین کرام اس بات سے کچھ اندازہ لگائیں کہ حضور صدر العلماء محدث میرٹھی علیہ الرحمۃ نے علم نحو کی مشہور کتاب شرح ماۃ عامل کی بنام "بشیر الکامل بحل شرح مأۃ عامل" شرح اور ترکیب فرمائی تو آپ کے عنوان سے بشیر الکامل کو حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں پیش فرمایا ہے۔ چنانچہ حضور صدر العلماء علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ:

زمانہ قدیم سے آج تک معمول ہے کہ ارباب علم اپنی تصانیف کو قدر شناس سلاطین اور علم دوست اہل دُول کی خدمت میں پیش کرتے ہیں تاکہ علمی انکشافات منصہ شہود پر آکر ہر خاص وعام کے لئے جلوہ ریز ہوں اور سلسلہ تالیفات جاری رہ کر علوم وفنون ترقی پاتے رہیں۔ مگر فقیر اپنی اس علمی خدمت کو شہریار علم وہدایت، تاجدار اہل سنت، مفتی اعظم بھارت، ملجائے جوازم ونواصب، ماوائے افاضل جلیل المراتب۔ حضرت مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خان صاحب زیب سجادۂ رضوی۔ دام ظلہ السوی کی خدمتِ بابرکت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کرتے ہوئے درخواست کرتا ہے کہ جلوات وخلوات کی مخصوص دعاؤں میں اپنے اس دیرینہ نیاز مند کو پیش نظر رکھیں کہ۔ انکا ولطف کے امیدوار ہم بھی ہیں۔

؎ گر قبول افتد زہے عز وشرف

طالب دعا: فقیر سید غلام جیلانی صدر المدرسین مدرسہ اسلامی عربی اندر کوٹ محدث میرٹھی

البشیر الکامل صفحہ 2

نیز حضور صدر العلما محدث میرٹھی علیہ الرحمۃ کی نظر میں سرکار مفتی اعظم قدس سرہ کی علمی قدر ووجاہت

یوں بھی ہے کہ آپ نے سرکار مفتی اعظم کی خدمت میں چند استفتے بھی پیش کیے ہیں جن کا جواب سرکار مفتی اعظم قدس سرہ نے عنایت فرمایا ہے۔ فتاوی مصطفویہ میں ہے۔

مسئلہ از میرٹھ۔ مرسلہ جناب مولنا مولوی سید غلام جیلانی صاحب صدر مدرس مدرسہ اسلامی عربی 10ء جمادی الاولی ۵۸ھ

(سوال): اگر مسجد میں ایسا نل لگا ہو جس میں ٹنکی سے چوبیس گھنٹے پانی آتا ہو کیا اس نل سے اہل محلہ پانی لے سکتے ہیں۔

الجواب: لے سکتے ہیں جبکہ نل لگانے والے کی کنواں بنانے والے کی طرح سب کو لینے کی اجازت ہو اور اگر نل لگانے والے کی خاص مسجد ہی کے لیے نیت ہو کہ وضو وغسل وغیرہ نماز کے لیے طہارت ہی کے کام میں لیا جائے یا اس نل کے پانی کی قیمت مسجد کے مال سے ادا کی جاتی ہو تو گھروں کے لے جانا جائز نہیں۔ واللہ تعالی اعلم۔

فتاوی مصطفویہ جلد 3

نیز فتاوی مصطفویہ کی اسی جلد 3 میں دو سوال اور بھی ہیں وہ بھی حضور صدر العلماء محدث میرٹھی علیہ الرحمۃ سے متعلق ہیں۔ وہ سوال و جواب بھی قارئین کرام کے سامنے پیش کرنا افادہ سے خالی نہیں ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ۔ (سوال): اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالی عنہ کے اس شعر پر ہے

یاد حضور کی قسم غفلت عیش ہے ستم۔ الخ۔

بہ ظاہر یہ شبہہ ہوتا ہے کہ اس میں غیر ذات وصفات عزوجل کے ساتھ قسم کھائی گئی ہے جو شرعاً مکروہ ہے۔

سوال نمبر 2: اعلیٰ حضرت ؒ کے دستخط فتاوی آخر میں بطریق ذیل ہوتے تھے۔

کتبہ احمد رضا عفی عنہ

بمحمد ن المصطفیٰ ا

بعض اشخاص کا خیال ہے کہ اعلیٰ حضرت ؒ کا کمال ادب اس ترتیب کے عکس کا مقتضی تھا یعنی اسم گرامی نیچے اور سرکار دو جہاں کا نام پاک اوپر تحریر فرماتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ترتیب کاتب کی تراشیدہ ہے۔

الجواب: یہاں جواب یہ خیال میں آتا ہے کہ سارے حلف بغیر اللہ مکروہ وحرام نہیں اور حرام ومکروہ حرمت و کراہت میں متساویۃ الاقدام نہیں۔ بعض تو اس قدر اشد حرام ہیں کہ جیسے طواغی وانداد کفار کے ساتھ حلف کہ ایک صورت میں کفر یقینی۔ ایک میں .... پھر وہ حلف جو طواغی وانداد کے ساتھ خاص ہو جیسے امانت

کے ساتھ حلف کہ اہل کتاب کا حلف تھا۔ پھر حلف بالآباء وغیرہ لمعات میں زیر حدیث

من حلف فقال فی حلفه باللات والعزی فلیقل لااله الا الله ۔ یحتمل ان یکون معناه انه سبق لسانه فلیتدارکه بکلمة التوحید لانه صورة الکفر والا فان کان علی قصد التعظیم فهو کفر و ارتداد یجب العود عنه بالدخول فی الاسلام۔

مرقات میں ہے:

من حلف بالاصنام فقد اشرکها بالله فی التعظیم فوجب تدارکها بکلمة التوحید الحلف بغیر اسماء الله تعالیٰ و صفاته سواء فی ذلک النبی صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم والکعبة والملئکة والامنة والحیاة والروح وغیرها ومن اشدها کراهة الحلف بالامانة.

اشعۃ اللمعات میں ہے۔ باید کہ توبہ کند و تدارک نماید بکلمہ توحید اگر ایں سوگند خوردن بلات وعزیٰ بطریق سبق لسان وعادت جاہلیت ست پس تدارک بکلمہ توحید بجہت بودن اوست صورت کفر وامر مستحسن است وظاہر آنست کہ مراد ہمین است والا اگر بقصد تعظیم بود کفر وارتداد صریح است وواجب ست عود ازاں بدر آمدن دراسلام۔ اسی میں زیر حدیث

"من حلف بالامانة فلیس منا" ہے

ہے۔ گفت آنحضرت کسے کہ سوگند خورد بامانت پس نیست آں کس از ما وبر طریقہ مائل کہ از متشبہین بغیر ماست زیرا کہ آن از عادت اہل کتاب ست واز جہت نابودن او از اسماء وصفات الٰہی تعالیٰ۔

بعض وہ کہ صورۃً حلف۔ مگر یمین مراد نہیں مجرد تقریر وتاکید مقصود ہو جیسے کبھی صیغہ ندا کلام میں بے قصد ندا محض برائے اختصاص زیادہ کیا جاتا ہے یہ ناجائز وحرام نہیں۔ حدیث میں ہے خود حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا:

افلح وابیہ

مرقات میں زیر حدیث

ان الله ینهاکم ان تحلفوا بآبائکم هے . قال القاضی فان قیل هذا الحدیث مخالف لقوله صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم افلح وابیه فجوابه ان هذه کلمة تجری علی اللسان لا یقصد بها الیمین بل هو من جملة ما یزاد فی الکلام لارد التقریر والتاکید ولا یراد به القسم کمایراد بصیغة النداء مجرد الاختصاص دون القصد الی النداء . انتهی

نیز امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں۔

فان قیل الحدیث مخالف لقوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وآله وسلم افلح وابیه ان صدق فجوابه ان هذه کلمة تجری علی اللسان لاتقصد بها الیمین۔

پھر ملا علی قاری لکھتے ہیں۔

والاظهر ان هذا وقع قبل ورود النهی او بعده لبیان الجواز لیدل علی ان النهی لیس للتحریم.

تو ہر حلف بغیر اللہ پر حکم کراہت تحریم نہیں۔

یادِ حضورا کی قسم میں بھی یا تو قسم، مراد نہیں مجرد تقریر و تاکید مقصود ہے نہ قسم۔ یا قسم مقصود ہو تو یا تو وہ غیر خدا کی قسم ہی نہیں۔ یا غیر خدا کی قسم ہے مگر نا جائز نہیں۔ ''یادِ حضورا'' یادِ الٰہی ہی ہے حدیث قدسی میں ہے۔

جعلتک ذکراً من ذکری فمن ذکرک فقد ذکرنی.

تو ذکرِ الٰہی کی قسم غیر خدا کی قسم ہی نہیں۔ اگر کوئی کہے یوں تو حضورا بھی ذاتِ خدا سے جدا نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک مگر حضورا خدا بھی نہیں نہ اس کی صفت۔ لہٰذا ذاتِ حضورا کی قسم نہ چاہیے اور ذکر حضورا ذکرِ خدا ہی ہے لہٰذا اس میں حرج نہیں۔ ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ''یادِ حضورا کی قسم'' میں ''یاد'' سے مراد وہ یاد جو ان کی رب عزوجل فرماتا ہے۔ یا ''یادِ حضورا'' سے مراد کہ وہ یادِ الٰہی جو حضورا کے قلبِ اقدس میں ہر آن جلوہ فرما ہے، وہ ذکرِ خداوندی جس میں حضورا مشغول ہر آن اور حضور جانِ نور کا۔ پر نور رواں رواں ہے۔ یا ''یادِ حضورا'' میں لفظ ''حضورا'' مرادف شہود ہے، ضد غیب، منافی غفلت یعنی شہود و شاہد و مشاہد و مشاہد و شہودِ حقیقی عزوجلالہ کے ذکر و یاد کی قسم کہ غفلت عیش ستم ہے۔ یا ''یادِ حضورا'' کا یہ مطلب کہ وہ یاد جو ولادتِ اقدس پھر جب سے لے کر وفاتِ اقدس تک بلکہ اس کے بعد بھی آج تک اور تا قیامِ قیامت دنیا و برزخ و حشر میں جو امتِ مرحومہ کی فرمائی، فرمار ہے ہیں۔ فرماتے رہیں گے۔ اس یاد کی قسم اس حیثیت سے کہ وہ وحیِ خدا ہے کہ فرمایا۔

(وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ. (سورۃ ؛)

ترجمہ: یعنی اس خاص وحیِ الٰہی کی قسم جسے یادِ حضورا سے تعبیر کیا ہے۔

اور وہ جو حدیث میں فرمایا!

من حلف بغیر اللہ فقد اشرک

اس سے مراد یہی ہے کہ جو مشرکوں کی طرح کہ جس اعتقاد سے مشرکین بتوں کی قسم کھاتے تھے۔ غیر خدا کی قسم کھائے۔ شراحِ حدیث نے اس کا مطلب یہ فرمادیا کہ غیر خدا کی قسم بہ اعتقادِ تعظیم آں غیر کھائے تو شرک ہوگا۔ اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کا ترجمہ فرمایا۔ کسے کہ سوگند خورد بغیر خدا با عتقادِ تعظیم آں غیر پس بہ تحقیق

شریک گردانید آں غیر را بخدا اور تعظیم اگر یہ مطلب نہ ہو تو معاذ اللہ کیا وہابی کی طرح کوئی احمق یہ کہے گا کہ خود حضور ا نے اسے شرک قرار دیا اور خود غیر خدا کے ساتھ حلف زبانِ مبارک سے ادا فرمایا۔ یہاں یا تو غیر ذات وصفاتِ خدا کی قسم ہی نہیں۔ یا یمین مراد نہیں مجرد تقریر و تاکید مراد ہے اور اس میں اصلاً محذور نہیں۔ حدیث میں مراد علی الاطلاق حکم شرک نہیں۔ اوپر مرقات کی عبارت سے معلوم ہو چکا کہ خود حضور ا نے

"افلح وابیہ"

فرمایا: غیر خدا کے ساتھ حلف کی نہی سے پہلے فرمایا ہے یا بعد کہ صدور شرک حضور ا اور ہر نبی سے محال ہے اور وہابی تو گنگوہی کی طرح اسے صاف شرک کہہ دے گا جیسے گنگوہی نے تقدیس القدیر میں صاف کہہ دیا کہ صدور شرک آں جناب سے لامحالہ ممکن حبط اعمال بدرجہ اولیٰ ممکن بل کہ اسی کے صفحہ 24 پر حضور ا سے معاذ اللہ شرک کا وقوع ثابت کیا کہ شرک کے افراد مباح تک ہیں (تا) خود فخر عالم آپ ہی تو شرک ثابت کرتے ہیں اور خود اس کے.................. کہہ دے گا کہ خود حضور ا نے حلف بغیر اللہ کو شرک کہا اور خود "افلح وابیہ" فرما کر معاذ اللہ شرک کیا۔

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ تعالٰی اعلم.

2: الجواب: اعلیٰ حضرت قدس سرہ فتوے کے آخر میں اکثر یوں اپنا نام نامی تحریر فرماتے۔

کتبہ

عبد المذنب الفقیر احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی ا

اور کبھی اس طرح فقیر احمد رضا غفرلہ۔ جس طرح سوال میں نقل کیے ہیں کہ طرز حضرت قدس سرہٗ کا نہ تھا کاتب کا ایجاد ہے۔ اور یہ بھی سوءِ ادب نہیں کہ جہاں مہر نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم سے بیادب معلوم ہوا کہ بہ رسم جلالت یا لامکتوب تھا اس ترتیب پر مہر اقدس پشتِ مقدس پر تھی

اللہ

رسول

محمد

وہاں قرآن عظیم میں یوں بھی ہے محمد رسول اللہ تو معلوم کہ یہ بھی سوئے ادب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فتاویٰ مصطفویہ جلد 3

حضور صدر العلما محدث علیہ الرحمۃ کا اپنی عظیم تالیف بشیر الکامل کو مرشد برحق سرکار مفتی اعظم قدس سرہٗ کی جانب منسوب کرنا اور فتوے حاصل کرنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ حضور صدر العلما کی نگاہ میں مرشد برحق سرکار مفتی اعظم قدس سرہ کی علمی قدر و منزلت اس قدر تھی کہ ہم جیسے خوشہ چیں اس کے بیان سے قاصر ہیں اور

حضور مفتی اعظم قدس سرہ بھی سیدی واستاذی صدر العلماء محدث میرٹھی علیہ الرحمۃ کی معاصرین علماء محدثین کے مابین جو عزت وتکریم فرماتے تھے وہ بھی بیان سے باہر ہے۔ محترم برادر طریقت الحاج سعید نوری (ممبئی) نے مجھ جیسے بے بضاعت سے سیدی استاذی حضور صدر العلماء امام النحو علامہ الحاج الشاہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ اور شاہزادۂ اعلیٰ حضرت مرشد برحق افقہ الفقہا نائب غوث اعظم سیدی مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ کے مابین قلبی روابط اور آپس میں اس کے عزووقار پر مضمون لکھنے کی فرمائش کی میں نے اپنے علم ویقین کے طور پر ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں تحریر کردیا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب اکرم ﷺ کے صدقے مجھے میرے مرشد برحق کنزی وذخری لیومی وغدی سرکار مفتی اعظم اور استاذ معظم سیدی وسندی حضور صدر العلماء محدث میرٹھی قدس سرہما کی سچی غلامی عطا فرمائے اور ان کا سایہ لطف وکرم دارین میں نصیب فرمائے۔

☆☆☆

حیات صدر العلماء طلبہ عصر کے لئے انمول نمونہ

﴿ولادت ۱۱ر رمضان ۱۳۱۸ھ/ وصال ۲۹ر جمادی الاولی ۱۳۹۸ھ﴾

علامہ، مولانا فروغ احمد صاحب اعظمی مصباحی
صدر مدرس دار العلوم علیمیہ (جمداشاہی)

اپنے دور طالب علمی کا تجربہ اور مدرسہ کے ماحول میں شب و روز کا مشاہدہ ہے کہ: ﴿لکل شئی آفة وللعلم آفات﴾ ہر چیز کے لئے ایک آفت ہے اور علم کے لئے بہت سی آفتیں ہیں، حصول علم کی راہ میں قدم قدم پر یہ آفتیں رکاوٹ بن کر سامنے آتی ہیں، کوئی بھی طالب علم ان آفتوں سے گذرے بغیر تکمیل علم کی منزل تک نہیں پہنچ سکتا، اس لئے طالب علم کے اندر ان آفتوں سے مقابلے کے لئے غیر متزلزل عزم اور غیر معمولی حوصلہ اولین شرط ہے۔

پھر بقول امام شافعی علیہ الرحمہ (۱) ذہانت (۲) سچی لگن (۳) محنت (۴) گزارے کا سامان (۵) اچھے استاذ کی رہنمائی اور (۶) لمبا وقت بھی درکار ہے۔

منقولات میں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (متوفی ۱۲۳۸ھ/۱۸۲۳ء) اور معقولات میں علامہ فضل حق خیر آبادی (متوفی ۱۲۷۸ھ) کے دبستان درسیات کے گل سر سبد مدرس علی الاطلاق صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت (متوفی ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) کے شاگرد رشید امام النحو صدر العلماء علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان کی طالب علمی کے حالات وواقعات کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ مذکورہ بالا شرائط پر کھرے اترتے ہیں اور آپ تحصیل علم کے مقصود میں کامیاب، ایک مثالی طالب علم نظر آتے ہیں۔

تحصیل علم کی راہ میں خاص طور سے آٹھ رکاوٹیں سامنے آتی ہیں۔ (۱) شیطان (۲) نفس (۳) خلق "بالخصوص ہم سبق ساتھی" (۴) طلب عزت (۵) تحصیل مال (۶) خطر مآل (۷) مہربان استاذ کا نہ ملنا اور (۸) فکر معاش۔

عزم وحوصلہ:

طالب علم کو چاہئے کہ وہ علم جیسی بیش قیمت دولت حاصل کرنے کے لئے پورے حوصلے اور پختہ عزم وارادے کے ساتھ جو بھی رکاوٹیں سامنے آئیں، ان کو برداشت کرے اور ہرگز ہمت نہ ہارے، وہ اپنے دل میں یہ بات بٹھالے کہ آج ہم تک جن علما کے ذریعہ دین پہونچا ہے، انہوں نے طالب علمی کے زمانے میں بڑی بڑی دشواریاں جھیلی ہیں اور اپنی نیت صاف اور ارادے مستحکم رکھے اور ثواب کی نیت سے علم حاصل کرے، اسے حصول دنیا، طلب عزت وشہرت مقصود نہ ہو اور وقت گذاری یا طلب سند کے لئے نہ پڑھے، وقت کی قدر کرے

اور ایک لمحہ بھی اپنے ہدف سے جدا نہ ہو۔

وہ اپنے اکابر بالخصوص اصحاب صفہ کو اپنا آئیڈیل بنائے اور ان کی طالب علمی کے دور کے واقعات گاہے گاہے پڑھتا رہے، سب سے پہلے اسلامی مدرسے "صفہ" کے طلبہ یعنی صحابہ کرام کا حال تھا کہ کئی کئی دن فاقہ کرتے تھے، اگر کسی نے معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کچھ پیش کر دیا تو اس کو آپ نے ان طلبہ پر تقسیم کر دیا، اس حالت میں انہوں نے آپ سے علم حاصل کیا مگر ہمت نہیں ہاری اور پھر تمام عالم کو اپنے علم سے سیراب کیا۔

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے: یہ علم حاصل نہیں ہو سکتا، جب تک اس کی راہ میں فقر و فاقہ کی لذت نہ چکھی جائے، امام مالک نے اپنے استاد ربیعہ کی غربت اور مصیبت بیان کی اور فرمایا: امام ربیعہ اس قدر نادار ہو گئے تھے کہ ان کو گھر کی چھت تک فروخت کرنی پڑی ان کی غذا یہ تھی کہ مدینہ منورہ کے گھوڑے پر سے سڑی ہوئی کشمش چن چن کر ان کو صاف کر کے کھا لیا کرتے۔

امام بخاری علیہ الرحمہ بعض اوقات پورا پورا دن دو تین بادام پر گذار دیتے تھے، بیمار پڑے تو اطبا نے قارورہ دیکھ کر تشخیص کی کہ یہ بعض نصرانی راہبوں کے قارورہ سے مشابہ ہے، جو نانخورش (سالن) استعمال نہیں کرتے تھے، آپ نے تصدیق کرتے ہوئے فرمایا: کہ میں چالیس سال سے نانخورش استعمال نہیں کرتا ہوں

(دیباچہ بشیر القاری ص ۲۴، ۲۵)

صدر العلماء اپنے اسلاف کی سنت پر عمل پیرا تھے اور طلب علم کی راہ میں غیر متزلزل عزم وارادہ رکھتے تھے، انہیں بھی اس راہ کی دشواریوں نے قدم قدم پر گھیرا مگر آپ پوری ہمت مردانہ کے ساتھ ان دشواریوں کے گھیرے توڑ کر آگے بڑھتے رہے ان کے درج ذیل بیان سے ان کے غیر معمولی عزم وحوصلہ کا پتہ چلتا ہے، وہ مراد آباد سے اجمیر کے اپنے علمی سفر میں پیش آنے والی دشواریوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مراد آباد سے سات نفر پر مشتمل ایک قافلہ زیر سرپرستی امیر قافلہ جناب حافظ ضمیر حسین صاحب مراد آبادی روانہ ہوا، جس میں باقی ماندہ پانچ اصحاب یہ تھے، قاضی شمس الدین صاحب جونپوری (متوفی ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۱ء) عم معظم کے صاحب زادے مولوی زین العابدین صاحب مرحوم، قاری اسد الحق صاحب، حافظ عبد العزیز صاحب (حافظ ملت متوفی ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء) اور ایک ان کا شاگرد و ناظرہ خواں جس کا نام غالباً اسمٰعیل تھا، یہ قافلہ دہلی پہنچ کر ایک شب دار العلوم نعمانیہ میں استاذ معظم حضرت مولانا وصی احمد صاحب شہسرامی صدر المدرسین دامت برکاتہم کے یہاں مہمان ہوا، پھر تقریباً آٹھ بجے پسنجر ٹرین سے روانگی ہوئی اور رواڑی اسٹیشن پر بوجہ قلت زادراہ دو آنے کے نخود بریاں (بھونے ہوئے چنے) خریدے جو سن رسیدہ ہو چکے تھے اور ان میں ناشگفتہ دانتوں کی اکثریت تھی، مگر شدت جوع (سخت بھوک) کے باعث بریانی سے زیادہ مزے دار محسوس

ہوئے دوپہر اور شب دونوں اوقات انہیں پر قناعت کی گئی۔

دوسرے دن دس بجے کے قریب اجمیر شریف اسٹیشن پر اتر کر دار العلوم معینیہ عثمانیہ کے دار الاقامہ واقع محلہ پیر شاہ میں پہنچے اور شاہ جی کے حجرے میں سامان رکھا گیا، بھوک کی شدت بیتاب کر رہی تھی دروازۂ حجرہ کے سامنے طاق میں روٹی کے ٹکڑوں سے بھری ایک ٹوکری پر نظر پڑی، فوراً بلا اجازت اتار کر سب کے سب بیٹھ گئے۔ اور آن کی آن میں صاف کر ڈالا۔

پھر حسب قواعد داخلہ کے لئے درخواست پیش کی گئی، تو امتحان داخلہ کے بعد مشہور اصول (اول طعام بعدہ کلام) کے برعکس دو رجہ شرح جامی کی کتابیں تو پہلے دیدی گئیں اور انتظام خوراک کے لئے کہہ دیا گیا کہ مجلس شوری کی نشست کا انتظار کیجئے۔ کوئی دم بھی نہ مار سکا، ایک بنگالی طالب علم صاحب سے دس روپے بطور قرض حسنہ لئے اور معمول یہ رہا کہ صبح وشام مدرسہ جاتے وقت آٹا بھٹیارے کو دے جاتے اور واپسی میں روٹیاں لے کر دار الاقامہ میں ایک افتادہ سل پر خالص نمک مرچ کی چٹنی پیسی جاتی، پھر اس کے گرد اگرد حلقہ باندھ کر بیٹھتے اور ان روٹیوں کو چٹ کر جاتے۔

ابھی اس حلقۂ اکل کو دونوں وقت پابندی کے ساتھ قائم ہوئے کامل ایک ماہ نہ گذرا تھا کہ امیر قافلہ کی برداشت سے باہر ہو گیا اور اپنے قافلہ کو سپرد خدا کر کے چلتے ہوگئے۔ اور اس وقت سے آج تک تجارت میں مشغول ہیں، تقریباً دو ماہ کے بعد مجلس شوری نے خوراک اور ایک روپیہ ماہوار وظیفہ کی منظوری دی، تو خدا خدا کر کے اس دو وقتہ حلقہ سے چھٹکارا نصیب ہوا۔ (ایضاً ۸، ۹)

خط کشیدہ عبارتوں پر غور کیجئے (۱) کئی کئی وقت باسی اور ناشگفتہ چنوں پر اکتفا (۲) سوکھی روٹی بڑے چاؤ سے صاف کر جانا (۳) تقریباً دو ماہ تک محض روٹی اور خالص نمک مرچ کی چٹنی پر صبر کر کے گذارہ کرنا، کتنے عزم و حوصلے کا کام ہے، ان حوصلہ شکن حالات کا سامنا اگر آج کے طلبہ کو کرنا پڑے تو صرف دو روز میں تعلیم چھوڑ کر بھاگ جائیں گے، ہمیں اپنے ان بزرگوں کے ان حالات وواقعات سے سبق لینا چاہئے۔

ذہانت:

اچھا عالم بننے کے لئے طالب علم کا ذہین ہونا بھی ضروری ہے، ذہانت کوئی کسبی چیز نہیں ہے، اگر طالب علم فطری طور سے ذہین نہ ہو تو تقویت دماغ کی ممکنہ مادی تدبیریں کرنے کے ساتھ ساتھ استاذ کی خدمت واطاعت کے عملی وسیلے سے خدائے علیم وقوی جل جلالہ سے اس کی توفیق کی دعا کرتے رہنا چاہئے کہ تاریخ میں بہت سے ایسے جلیل القدر علما کا تذکرہ ملتا ہے جو اولاً کند ذہن رہے، پھر اللہ تعالی کے فضل سے ذہانت پیدا ہوگئی۔

ذہانت کے بغیر علمی گہرائی اور رسوخ وکمال پیدا ہونا ممکن نہیں ہے، بلکہ ذہانت نہ ہونے پر اکثر طلبہ ہمت ہار کر تعلیم چھوڑ دیتے ہیں یا پھر تعلیم کی روایتی تکمیل وفراغت کے باوجود ان میں علمی صلاحیت مفقود ہوتی ہے

اور پڑھے لکھے جاہل سمجھے جاتے ہیں۔

صدر العلماء انتہائی ذہین وفطین طالب علم تھے، انہیں پوری کافیہ زبانی یاد تھی، اپنے دور میں علم نحو کی جزئیات کے استحضار اور نحوی تحقیقات کے معاملے میں بے نظیر تھے، دار العلوم دیوبند کے محقق نحوی استاذ ان کے سامنے بونے نظر آتے ہیں، نحو جیسے خشک فن کی گہرائیوں تک پہنچنا ان جیسے ذہین عالم ہی کا حصہ ہے، شرح جامی کی مشہور اور مشکل ترین سمجھی جانے والی بحث "حاصل ومحصول" جس کا سامنا ہوتے ہی طلبہ واساتذہ دونوں گھبرا جاتے ہیں اور عموما انصاف کا خون کر کے سبق آگے بڑھا دیا جاتا ہے، عام ممتحن اس کا سوال کرنے سے بچتے ہیں اور عام طلبہ جواب دینے سے قاصر رہتے ہیں، ذہین ومحنتی اساتذہ ہی اس بحث کے سمجھنے سمجھانے اور سوال و جواب کی ہمت جٹا پاتے ہیں۔

دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف کے زمانۂ قیام میں صدر العلماء نے شرح جامی مفتی امتیاز احمد انبیٹھوی علیہ الرحمہ سے پڑھی تھی، اور ذہانت کا بھرپور فائدہ اٹھا کر سمجھ کے پڑھی تھی، اس لئے حاصل ومحصول کی بحث پر آپ کو پورا قابو تھا، اور امتحانی سوال کے جواب کی تقریر سن کر ان کے دوسرے استاذ کتنا متاثر ہوئے؟ اسے خود صدر العلما کی زبانی سنئے، فرماتے ہیں:

"ششماہی امتحان استاذ معظم شیخ الادب حضرت مولانا حافظ سید حامد حسین صاحب اجمیری مرحوم نے اس کے مشہور مقام حاصل ومحصول میں لیا، اس مقام کی تقریر سن کر بہت خوش ہوئے اور انعام میں ایک مجلد مجموعہ عطا فرمایا۔ جواب تک محفوظ ہے، بفضلہ تعالیٰ یہ فخر صرف اس فقیر کو حاصل ہوا، ورنہ آپ کی عادت کریمہ تھی کہ اپنی کتاب کسی کو بطور عاریت بھی نہ دیتے تھے۔ (ایضا ص ۹)

دور طالب علمی میں ہی آپ کی ذہانت، علمی گہرائی اور نحوی رسوخ طلبہ واساتذہ سب میں مسلم ہو چکا تھا، ثبوت کے لئے ایک اور واقعہ انہی کی زبانی سنئے فرماتے ہیں:

"اس سے بڑھ کر ایک حیرت انگیز واقعہ پیش آیا، گھنٹہ خالی ہونے کی وجہ سے معین المدرسین حضرت مولانا غلام علی صاحب منطقی مرحوم کے پاس بیٹھا تھا اور آپ خدام کے صاحبزادگان کو شرح جامی میں افعال ناقصہ کی بحث پڑھا رہے تھے، پڑھاتے پڑھاتے رکے اور فرمایا: جیلانی کو بلاؤ، طلبی پر حاضر ہوا، فرمایا: اس عبارت کا مطلب کیا ہے؟ میں سن کر پانی پانی ہو گیا اور عرض کی، حضور! آپ کے سامنے میں کیا عرض کر سکتا ہوں، کرخت لہجے میں فرمایا: بتاؤ؟ چونکہ اساتذہ میں آپ کا رعب غالب تھا اور سارے طلبہ آپ سے خائف رہتے تھے، اس لئے چار و ناچار کتاب لے کر دیکھی، اور عرض کیا سن کر تحسین کی اور فرمایا: جاؤ"۔

(ایضا: ص ۹)

ایں سعادت بزور بازو نیست

تانہ بخشد خدائے بخشندہ

سچی لگن:

طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دل میں طلب علم کی سچی لگن راسخ کرلے اور ایک لمحہ بھی اسے دل سے جدانہ کرے تاکہ اس کے ثمرات واثرات اس کے اعضا پر اور اس کی عملی زندگی میں نمایاں ہوں، اور لیلائے علم کا ایسا دیوانہ بن جائے کہ اس کی ہر ہر ادا اور ہر ہر عمل میں اس کی جھلک نظر آئے، اس طرح کا شوق اور دیوانگی پیدا کرنے کے لئے علم وعلما کی فضیلت واہمیت میں وارد قرآن وسنت کے ارشادات اور بزرگوں کے فرمودات وواقعات کو پڑھتا رہے اور طلب علم کے ثواب اور دنیوی فوائد وثمرات پر بھی اخلاص کے ساتھ نظر رکھے۔ یہ سب چیزیں طلب علم کے شوق اور اس میں محنت مسلسل کے لئے مہمیز کا کام کریں گی اور طالب علم کبھی بھی غفلت وسستی نہیں برتے گا اور بے تکان اپنے کام میں لگا رہے گا اور طلب علم کی ساری رکاوٹیں اور دشواریاں اس کے لئے آسان ہوجائیں گی۔

اس سلسلے میں امام ابو یوسف علیہ الرحمہ ہمارے لئے بہترین نمونہ ہیں، آپ کو شروع ہی سے لکھنے پڑھنے کا شوق تھا، مگر ان کے والد اپنی غربت کی وجہ سے چاہتے تھے کہ حصول معاش میں ان کا ہاتھ بٹائیں، اس وجہ سے ان کو بہت دنوں تک باقاعدہ تحصیل علم کا موقع نہ مل سکا، مگر ان کے ذوق علم نے ان کو اتنا اکسایا کہ اسی تنگی و ترشی میں اپنے والد سے چھپ کر علمائے کوفہ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ کوفہ میں فقہ وحدیث کی بہت سی مجلسیں برپا تھیں، تقریباً ۸، ۹ برس تک محمد بن ابی لیلی کی مجلس میں کسب فیض کرتے رہے، پھر امام ابوحنیفہ کی مجلس درس میں شریک ہونے لگے اور ان کو یہ مجلس ایسی بھائی کہ پھر امام صاحب کی زندگی میں اس سے علیحدہ نہیں ہوئے۔ ایک دن ان کے والد پہنچے اور زبردستی ان کو اٹھا کر گھر لے گئے اور سمجھایا کہ ابوحنیفہ کھاتے پیتے آدمی ہیں، تم ان کی ریس کیوں کرتے ہو؟ لیکن امام ابو یوسف باز نہیں آئے۔ (تبع تابعین ص ۵۴، ۵۵ ملخصاً)

گویا امام ابو یوسف طلب علم کے دیوانہ ہوگئے تھے۔ ایسا ہی کچھ دیوانہ پن اور شیفتگی کا عالم صدر العلما کے اندر بھی تھا، اور طلب علم کا نشہ ہی ان پر سوار رہتا تھا، جو سوتے جاگتے انہیں اپنی گرفت میں لئے رہتا تھا، آپ کے اندر یہ شوق فطری تھا، وہ خود اپنی حالت یوں بیان کرتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کا یہ فضل عظیم ہوا کہ طبیعت میں شوق تحصیل پیدا فرما دیا تھا، کبھی قسر قاسر کی ضرورت پیش نہ آئی، یہ شوق تحصیل ہی کا اثر ہے کہ دن کا یاد کردہ سبق رات کو سوتے میں زبان پر جاری ہوجائے، چنانچہ ایک مرتبہ محلہ کسرول میں جناب منشی علی حسن صاحب مرحوم ہیڈ انسپکٹر پولس ریاست رامپور کے مکان پر بعد نماز عشا طلبہ مدرسہ کے ساتھ آیت کریمہ کے ختم میں شرکت کا اتفاق ہوا، پڑھتے پڑھتے آنکھ لگ گئی اور بجائے آیت کریمہ دن کا یہ سبق زبان پر باآواز بلند جاری ہوگیا کہ "قال اصل میں قول" تھا واو متحرک ماقبل اس کا مفتوح واو کو الف

سے بدلا "قال" ہو گیا۔ پہلو میں دائیں بائیں بیٹھے طلبہ مسکرا رہے تھے کہ اتنے میں انسپکٹر صاحب مرحوم ٹہلتے ہوئے تشریف لے آئے، سن کر ٹھہرے اور متعجب ہو کر بیدار کیا کہ آیت کریمہ کے بجائے بیچ گنج کا ختم ہو رہا ہے۔؟

موجودہ دور میں حالات طلبہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ دنیائے تحصیل کی کایا پلٹ ہو گئی، مولی تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھ ناچیز پر بیکراں فضل فرما دیا تھا، بلکہ حق یہ ہے کہ شکر ادا نہیں ہو سکتا۔

من شکر چوں کنم کہ ہمہ نعمت تو ام
نعمت چہ گونہ شکر کند بر زبان خویش (دیباچہ بشیر القاری ص ۶، ۷)

صدر العلماء کو سفر و حضر ہر جگہ طلب علم ہی کی دھن سوار رہتی تھی، ایک مرتبہ اپنے استاذ صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۳۶۸ھ/۱۹۴۸ء) کے ہمراہ سفر ممبئی میں گھومتے پھرتے ایک مسجد میں پہنچ گئے، اتفاق سے اس مسجد میں ایک کتب خانہ بھی تھا، اب کیا تھا، شوق علم میں محافظ کتب خانہ کے پاس پہنچ گئے آگے کا حال انہیں سے سنئے، فرماتے ہیں:

"فہرست کتب طلب کی، انہوں نے فرمایا: کس فن کی کتاب دیکھنا چاہتے ہیں؟ چونکہ علم نحو کی جانب طبعی رغبت تھی، اس لئے خواہش ظاہر کی کہ علم نحو کی کتابیں دیکھنا چاہتا ہوں، انہوں نے فہرست کھول کر سامنے رکھدی، اس میں فوائد ضیائیہ (شرح جامی) کا ایک حاشیہ نظر سے گزرا، طلب کرنے پر محافظ صاحب نے نکال کر دیا، مطالعہ کیا تو اس میں مشہور اعتراض اور اس کا جواب دونوں تھے، مشہور اعتراض یہ ہے کہ: ﴿الکلمۃ لفظ وضع لمعنی مفرد﴾ میں "الکلمۃ" کو مبتدا قرار دینا درست نہیں اس لئے کہ "الکلمۃ" الف لام حرف تعریف اور کلمہ سے مرکب ہے، ان میں اول غیر مستقل اور ثانی مستقل ہے اور مستقل اور غیر مستقل سے مرکب غیر مستقل ہوتا ہے اور غیر مستقل محکوم علیہ نہیں ہوتا، تو مبتدا بھی نہ ہوگا کیوں کہ ہر مبتدا محکوم علیہ ہوتا ہے، لہٰذا "الکلمۃ" کو مبتدا قرار دینا درست نہ ہوا۔

جواب: یہ مذکور تھا کہ حرف تعریف عارض اور کلمہ معروض ہے اور مجموعہ مبتدا نہیں حتی کہ اعتراض لازم آئے بلکہ مبتدا صرف معروض ہے۔

تقریباً دو گھنٹے مطالعہ کرتے کے بعد نماز ظہر ادا کر کے بغرض سیر بازار کی طرف رخ کیا۔" (ایضاً ص ۷، ۸)

غور کا مقام ہے کہ آج کے طلبہ ممبئی جاتے ہیں تو کتاب و مطالعہ گھر یا مدرسے کے طاق پر رکھ کر خالص سیر و تفریح اور لذت کام و دہن ہی میں سارا وقت ممبئی کے اندر گزار دیتے ہیں، اور کتاب و مطالعہ کا انہیں خیال بھی نہیں آتا، مگر صدر العلماء کی ممبئی کی سیر بھی علمی سیر تھی، اور تفریح بھی علمی و تحقیقی تفریح تھی۔

محنت:

کسی چیز کا شوق اور لگن پیدا ہو جائے تو لازماً اس چیز کے حصول کے لئے انتھک محنت بھی آسان ہو جاتی ہے، طالب علم کو چاہئے کہ خوب محنت کرے، وقت ضائع نہ کرے، نہ سستی وکاہلی کا شکار ہو، کیوں کہ کاہلی محرومی کا سبب بنتی ہے، جتنی زیادہ محنت ہوگی، اتنا ہی زیادہ فائدہ بھی حاصل ہوگا، اور محنتی آدمی اپنے مقصد میں ایک دن ضرور کامیاب ہوتا ہے، اور محنت کا فائدہ بھی بھی نہ کبھی کسی نہ کسی شکل میں ضرور ظاہر ہوتا ہے۔ ﴿الجد یفتح کل باب مغلق﴾ کوشش کرنے سے ہر بند دروازہ کھل جاتا ہے، من جد وجد، جس نے کوشش کی اسے کامیابی ضرور ملی، ایک بزرگ فرماتے ہیں: علم تم کو اپنا کچھ حصہ اس وقت تک نہیں دے سکتا، جب تک کہ تم پورے طور سے اپنے کو علم کے لئے وقف نہ کردو، طالب علم غبی اور کند ذہن بھی ہو تو محنت ومداومت سے اچھا با صلاحیت عالم بن جاتا ہے، اور ذہانت ومحنت دونوں جمع ہو جائیں تو کیا پوچھنا۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے شاگرد امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: تم بہت کند ذہن تھے مگر تمہاری محنت اور مداومت نے تمہیں آگے بڑھادیا۔

محنت کے لئے (۱) مطالعہ (۲) سبق کی پابندی (۳) تکرار و مذاکرہ بہت ضروری ہے، اور اگر روزانہ کم از کم ایک سبق کی تقریر لکھ لی جائے تو اس سے کئی فائدے حاصل ہو جاتے ہیں، (۱) زود نویسی اور لکھنے کی خوب مشق ہو جاتی ہے (۲) املا درست ہو جاتا ہے، (۳) باتیں خوب ذہن نشین ہو جاتی ہیں، (۴) تفہیم کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے اور طالب علم زمانۂ طالب علمی ہی میں ایک مشاق مدرس اور سلیقہ مند مصنف بن جاتا ہے۔

صدر العلماء کی محنت کا حال پڑھ کر پرانے بزرگوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے، استاذ اور شاگرد دونوں محنتی ہوں اور دونوں بھر پور وقت دیں تو سونے پہ سہاگہ کا کام کرتا ہے، آپ اپنی اور اپنے استاذ حضرت مولانا عبد العزیز خان صاحب فتح پوری کی محنت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''آپ نے فصول اکبری کے مسائل تا ختم اوزان جمع اور کافیہ کے مسائل مع عبارت تا ختم بحث مرکبات بتدریج زبانی یاد کرادیئے تھے جن کو پنجشنبہ بعد نماز عصر اپنی جائے قیام سے مدرسہ میں قدم رنجہ فرما کر سنا بھی کرتے تھے اور فقیر روزانہ بعد نماز صبح حفاظ کی طرح کافیہ کا دور کیا کرتا تھا، رمضان المبارک کی تعطیلات میں مکان پہونچ کر باقی ماندہ کافیہ کی اس طرح تکمیل کی کہ دوپہر تک شرح جامی سامنے رکھ کر کافیہ کی عبارت کا ایک حصہ حل کر کے بعد نماز ظہر اس کو زبانی یاد کر لیتا اور بعد نماز فجر کافیہ لے کر دور کے واسطے میل بھر مسافت تک جانا معمول میں داخل تھا''۔ (ایضاً ص ۷)

گذارے کا سامان:

ایک صحت مند طالب علم ہی صحیح معنوں میں محنت کر کے با صلاحیت عالم بن پاتا ہے، اور صحت کا سب

سے بڑا ادارۂ غذائیت سے بھرپور دو وقت کا کھانا ہے، اگر اطمینان سے حسب منشا کھانا نہ ملے تو محنت میں خلل واقع ہوتا ہے، اور شوق ودلچسپی مدھم پڑ جاتے ہے، بہت کم ایسے طلبہ ہوتے ہیں جو کھانے پینے اور دیگر ضروری گذارے کا سامان فراہم نہ ہونے کی صورت میں بھی صبر وشکر کے ساتھ تحصیل علم کا سلسلہ جاری رکھ پاتے ہیں۔

ایسے ہی کامیاب طلبہ میں صدر العلماء کا بھی شمار ہے جنہیں دو دو ماہ تک صرف روٹی اور اپنے ہاتھ سے پیسی ہوئی خالص نمک اور مرچ کی چٹنی پر گذارہ کرنا پڑا، مگر ماتھے پر شکن نہیں آئی اور نہ یہ چیز آپ کی تعلیم میں حارج ہوئی۔

اچھے استاذ کی رہنمائی:

طالب علم کے باذوق، ذہین اور محنتی وباہمت ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ استاذ بھی باذوق محنتی اور شفیق ملے، اور قدم قدم پر شاگرد کی علمی رہنمائی اور بہی خواہی کرتا رہے، اس لئے کہ طالب علم صرف کتاب کے سہارے کماحقہ علم حاصل نہیں کر سکتا ہے، استاذ کی علمی پختگی و وثوق، اور علمی اور تعلیمی تجربہ ایک دیگر چیز ہے، جس سے کسی طور بے نیازی ممکن نہیں ہے، استاذ ہی علمی مشکلات کا حل بتاتا ہے، وہی شبہات کا ازالہ کرتا ہے، وہی شاگرد کی مطالعہ میں حل کردہ باتوں کی تصحیح وتوثیق کرتا ہے۔

قسمت سے صدر العلماء کو جو استاذ ملے وہ معقولات میں عبقری وقت اور فن میں اتھارٹی مانے جانے کے ساتھ ساتھ انتہائی علم نواز اور بہی خواہ ومہربان تھے جو وقت وبے وقت اور سفر وحضر میں اپنے شاگرد کی علمی تشنگی بجھانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتے تھے۔

صدر العلماء اپنے استاذ صدر الافاضل کی علمی رہنمائی اور شفقت ومحبت کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"امام المفسرین، رئیس المناظرین استاذ العلما حضرت مولانا شاہ محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی قدس سرہ سے بھی شرف تلمذ حاصل ہوا، گلستاں، قدوری، قال اقول کے ابتدائی حصے آپ سے پڑھے، طبیعت میں تفحص اور جستجو کا مادہ آپ ہی کی خدمت سے پیدا ہوا تھا، دوپہر کو بعد طعام جب قیلولہ فرماتے تو پائے مبارک دبانے کی خدمت میرے سپرد تھی، اس وقت کسی پڑھے ہوئے مسئلہ پر اعتراض کر کے فرماتے کہ جواب سوچو اور تلاش کر کے لاؤ، جواب تک فہم کی رسائی نہ ہوتی تو کتب متعلقہ کی چھان بین کرتا کبھی جواب مل جاتا اور کبھی نہ ملتا، تو ناچہ بتا کر اشارہ فرماتے، اس پر اگر ذہن کی رسائی ہوگئی فبہا ورنہ صراحۃً جواب بیان فرمادیا کرتے تھے، اس سے استخراج کی استعداد پیدا ہوگئی، عربی مکالمہ اور عربی انشا کی تمرین بھی آپ ہی نے کرائی تھی"۔

(ایضاً ص ۷)

صدر العلماء اپنے ایک اور بڑے اہم اور انتہائی قابل ومہربان استاذ حضرت صدر الشریعہ مصنف بہار

شریعت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"باقی فوقانی کتب استاذ محترم حضرت مولانا حکیم محمد امجد علی صاحب صدر المدرسین قدس سرہ سے پڑھی تھیں، آپ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ شدید بخار کی حالت میں بھی سبق ناغہ نہ ہوتا اور اپنے استاذ محترم حضرت مولانا ہدایت اللہ خان صاحب جونپوری قدس سرہ (۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء) (شاگرد علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ) سے نقل کر کے فرماتے کہ ناغہ سے برکت جاتی رہتی ہے۔ حواشی زاہدیہ، شرح مواقف، امام المناطقہ حضرت مولانا عبد الحق صاحب خیر آبادی قدس سرہ کے حاشیہ کے ساتھ آپ سے پڑھے تھے، اور قاضی مبارک کا حاشیہ فضل حق سبقا سبقا صرف فقیر کو پڑھایا تھا، ۱۳۵۱ھ میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب قدس سرہ (متوفی ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء) کی درخواست پر چالیس طلبہ کو اپنی رکاب میں لئے دار العلوم منظر اسلام بریلی میں تشریف لا کر مسند صدارت پر رونق افروز ہوگئے، یہاں پر آپ سے شمسی اور محقق دوانی کے غیر مطبوعہ حواشی "قدیمہ" اور "جدیدہ" کے ساتھ "شرح تجرید" اور امام رازی علیہ الرحمہ اور طوسی کی شروح کے ساتھ "اشارات" پڑھی تھی۔" (ایضاص ۱۰)

لمبا وقت:

کہتے ہیں کہ طالب علم کبھی بوڑھا نہیں ہوتا، یعنی تحصیل علم کی کوئی عمر نہیں ہوتی، حکم ہے کہ گہوارے سے قبر تک علم حاصل کرتے رہو، حضرت عیسی علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ علم کب تک حاصل کرنا چاہئے؟ تو فرمایا: جب تک زندگی رہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: علم سے مومن کو کبھی سیری نہیں ہوتی، یہاں تک کہ جنت میں پہنچ جائے۔

ابو حاتم رازی نو عمری ہی میں طلب علم کے لئے وطن سے نکل پڑے، برسوں سفر میں رہتے، وطن واپس ہوتے اور جلد ہی پھر روانہ ہو جاتے۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے علم کی طلب میں بے شمار شہروں کا سفر کیا۔

صدر العلماء کی طالب علمی کا زمانہ سن شعور سے ۱۳۵۲ھ تک تقریباً تیئیس (۲۳) سال کو محیط ہے، مذکورہ سن میں دار العلوم منظر اسلام بریلی میں آپ نے تحصیل علم سے فراغت حاصل کی، مگر تیئیس سال کی یہ مدت معروف معنی میں صدر العلماء کی طالب علمی کا دور ہے، ورنہ حدیث شریف کے مطابق جنت میں پہنچنے تک آپ کو علم سے سیری نہیں ہوئی۔ ﴿سقاہ اللہ و اطاب مثواہ﴾

فروغ احمد اعظمی مصباحی

دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی یوپی انڈیا

صدر العلماء کا علمی وفنی اختصاص

حضرت علامہ محمد فروغ القادری (ایم اے)
اسکاٹ لینڈ (یو۔ کے)

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنجہائے گرانمایہ کیا کیے؟

بیسویں صدی عیسوی کے نصف اول میں برصغیر ہندوستان کے علمی افق پر ایک ایسی قد آور اور جاہ وجلال کی حامل شخصیت جلوہ بار ہوئی جس کے فکر وفن کی شعاعیں آج بھی فصیل شہر دانش پر اپنے پورے رنگ وآہنگ کے ساتھ نظر آتی ہیں۔ یہ زمانہ ہندوستان کی تحریک آزادی کا زمانہ تھا جہاں ایک نئے اور جمہوری قومی تشخص کی بنیاد ڈالی جارہی تھی، یہ زمانہ عظیم شخصیتوں کا زمانہ تھا۔ یہ عہد عظیم قومی افکار اور عظیم قومی قدروں کا عہد تھا۔ اپنی تمام تر متاع حیات اور نقد جاں لے کر جرأت رندانہ اور پائیداری عزم ویقین کے ساتھ ہر مجاہد میدان عزیمت وعمل میں موجود تھا۔ باطل قوتوں کو شکست وریخت سے دوچار کرنے کے لئے بے لوث، وفا شعار اور جذبۂ ایمان کی لافانی قوتوں سے سرشار شخصیتیں جام شہادت نوش کرنے کے لئے اس درجہ بے تاب تھیں جیسے کہ وہ آب حیات پی رہی ہوں، اس جدوجہد آزادی کے سیل رواں میں علما، فضلا، ارباب طریقت، صاحبان فکر ونظر، شعرا، ادبا اور ماہرین صحافت بھی موجود تھے، جو عزم انقلاب کی جملہ توانائیوں کو سمیٹے اپنی تابناک منزل کی جانب رواں دواں تھے۔

نئی قدروں اور عہد ساز صلاحیتوں کے ساتھ اس دور میں اس سرزمین ہند سے بے شمار شخصیات اٹھیں جن کی علمیت، شرافت، پاکیزہ نفسی اور اولوالعزمی کے واقعات آج بھی معلوم تاریخ کے صفحات پر ثبت ہیں۔ انہی ہمہ جہت اور عہد ساز شخصیات میں جنہوں نے تصورات کی شاہراہوں پر اپنا دیرپا اثر اور نقش حیات چھوڑا، صدر العلماء، رئیس المتکلمین، امام النحو حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ تغمدہ اللہ بغفرانہ کی ذات گرامی بھی ہے۔ جو نصف صدی سے زائد عرصے تک علم وفن کے تشنہ کاموں کو اپنے میکدۂ حرف وآگہی سے شراب دو آتشہ پلاتی رہی۔ قدرت کی نوازشات نے تحریر وتدریس، معقول ومنقول، فن وادب، نحو وصرف، معانی وبلاغت اور حکمت وتفقہ کی اتنی صلاحیتیں ان میں مرکوز کردی تھیں کہ انہیں "مجمع الاوصاف" کہا جائے تو مناسب ہوگا۔ اور ہر وصف میں انہیں مقام امتیاز حاصل رہا۔ جیسے ایک زندگی نے مختلف زندگیوں کو اپنے اندر سمو لیا ہو۔ ان کی تبحر

علمی، اوران کے اعلیٰ ترین ذہن ودماغ کے نقش ونگار کو ان کے معاصرین نے بھی احترام کی نظروں سے دیکھا اور محسوس کیا ہے۔ ان کی ناقابل تسخیر ذہانت، خداداد صلاحیت اور متاع فکر کی دہلیز پر ارباب علم ودانش کی گردنیں ہمیشہ جھکی رہتیں۔ ان کی شعوری بالیدگی، ان کی عالمانہ ندرت، ان کی فراست مومنانہ، ان کی تخلیقی جولانگی اور ان کی علمی بصیرت کا عکس ان کی نگارشات وتصنیفات پر دور دور تک چھایا ہوا ہے۔ وہ اصناف علم کے ہر شعبے پر حد درجہ ذہنی استحضار کے ساتھ ہر لمحہ حاوی نظر آتے ہیں۔ تاہم فن نحو میں انہیں خصوصی امتیاز اور ملکہ حاصل تھا۔

اس فن کے مضامین اور گرانقدر حواشی کو ضبط قلم کرنے میں آپ نے جس قدر دقت طرازی، دقیقہ سنجی اور کشود عقدۂ مشکل سے کام لیا ہے وہ آج بھی اس فن کے طلبا اور مدرسین کی ذہنی وفکری دراکی کے لئے معاون ہے۔

''بشیر الناجیہ شرح کافیہ، البشیر الکامل شرح شرح مأۃ عامل، البشیر شرح نحو میر'' آپ کی وہ معرکۃ الآراء تصانیف ہیں جن کے ایک ایک حرف سے علم ومعانی کے چشمے پھوٹ رہے ہیں۔ ان شروحات کی وساطت سے بلاشبہ نحوی مسائل کی تفہیم مبتدی طلبا کے لئے آسان ہوگئی ہے۔ کائنات علم پر ان کے قلمی اور تدریسی احسانات کے تذکرے ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ اہل بصیرت اس کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ حضرت امام سیبویہ اور حضرت امام کسائی کی روح پاک کس قدر خوش ہوگی آپ کی علمی تحقیقات وتصانیف دیکھ کر۔

مذکورہ کتابوں کے مطالعے سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ حضور صدر العلما نے کس فنی مہارت اور اسلوب بیان کی دل آویزی ودلکشی کے ساتھ عربی زبان وادب کے اعجازی وابلاغی پہلو کو اجاگر کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ خصوصا وضع دخل مقدر کی تحلیل وتشریح میں اپنی رشحات قلم اور رفعت فکر کو بکھیرتے ہوئے احوال اسناد خبری، احوال مسند، احوال مسند الیہ، احوال متعلقات فعل، قصر، انشاء، فصل ووصل، ایجاز واطناب، تقدیم وتاخیر، اور اعتراض وتذئیل کا جس خوبصورتی سے جائزہ لیا ہے، وہ اپنے اندر دقیق وعمیق معانی وبلاغت کو سموئے ہوئے ہے۔ اظہار وبیان کا یہ مابہ الامتیاز وصف اسی شخص کو بالاستمرار حاصل ہوسکتا ہے جو عربی زبان وادب کی باریکیوں سے پوری طرح آشنا ہو۔ تائید غیبی نے فصاحت فی الکلام کا ایسا ملکہ انہیں عطا فرمایا تھا کہ اس کے ذریعہ سے وہ مقصود ومطلوب کی تعبیر پر ہر لحہ قادر تھے۔ انہیں بلاشبہ فن نحو میں مقام تفرد اور مرتبہ اختصاص حاصل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ اس حوالے سے گفتگو فرماتے تو صرف اس فن کے ائمہ کے نحوی مسالک کے بیان پر ہی اکتفانہ کرتے بلکہ جب عبارت مختلف وجوہ اعراب کی محتمل ہوتی ہے تو اس کی نحوی اور کلامی حیثیت حد درجہ وقار اور علمی تمکنت کے ساتھ واضح کرتے ہیں۔ اور ان وجوہ میں سے ایک کو ترجیح دیکر اس کی راجح دلیل پیش کرتے ہیں۔

زبان میں نزاکت کا وجود خواہ وہ لفظی ہو یا معنوی یا ترکیبی، اس کی خوبصورتی اور دلآویزی میں چار چاند لگادیتا ہے۔ عربی زبان اس نقطۂ نظر سے دنیا میں بڑی سامعہ نواز اور موثر زبانوں میں سے ہے۔ اس کے حروف

عجمی میں حروف ثقیلہ وغیرہ کے نہ ہونے کی وجہ سے اس کے الفاظ بہت شیریں اور سامعہ نواز ہو گئے ہیں۔ غیر زبانوں کے جو الفاظ اس میں مستعار آئے ہیں انہیں عربی ذوق کا ایسا جامہ پہنا دیا گیا ہے کہ وہ معرب ہو کر بھی عربی زبان کے حسن میں ڈھل کر نکھر گئے ہیں۔ عربی زبان وادب کی نزاکت بیانی کا یہ عالم ہے کہ معانی کے جزئیات بھی پوری طرح واضح ہو جاتے ہیں اور کوئی گوشہ تشنہ نہیں رہتا۔ عربی زبان وادب میں صلات کے علم کو اتنی اہمیت حاصل ہے کہ بعض علمائے نحو نے یہاں تک کہدیا ہے کہ زبان دانی صرف صلات کا علم ہے۔ انسان کے اوصاف اور اس کے جذبات واحساسات کی ترجمانی کے لئے جو موزوں ترین طریقے اور جو الفاظ عربی زبان میں پائے جاتے ہیں شاید اس کی مثال دوسری زبانوں میں نہ ملے۔ چنانچہ صرف محبت کے جذبات اور اس کے مختلف نازک ترین مراحل کے اظہار کے لئے عربی زبان میں کم سے کم دس الفاظ پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح نفرت وحسد اور بخل وسخاوت اور ان کے مختلف مراحل کے لئے بھی متعدد الفاظ پائے جاتے ہیں، جو ان صفات و احساسات کے جزئیات تک کو واضح کر دیتے ہیں۔

عام طور پر دنیا کی ہر زبان میں کم الفاظ کے ذریعہ بہت سارے معانی پیدا کرنے کے طریقے رائج ہیں جسے اصطلاح میں اعجاز وایجاز کہا جاتا ہے۔ عربی زبان ابلاغ واعجاز کے اعتبار سے ایک منفرد زبان ہے۔ اس میں بکثرت ایسے الفاظ پائے جاتے ہیں جن کی تشریح کے لئے ایک دفتر چاہئے۔ مثلاً لفظ ”الحمد“ کو لے لیجئے جس سے قرآن مقدس کی سورہ فاتحہ شروع ہوتی ہے۔ جس کے معانی علماء یہ بتاتے ہیں کہ انعامات واحسانات کے اعتراف کے جذبے کے ساتھ انسان نے شکر ادا کرنے کے جتنے طریقے ایجاد کئے ہیں وہ سب اس خدائے منعم ومحسن کے لئے مخصوص ہیں۔ اس ایک لفظ میں ایسی جامعیت اور شمولیت ہے کہ دفتر اس معنی کو ادا کرنے کے لئے ناکافی ہے۔ اور الفاظ کی یہ صفت جامعیت عربی زبان میں بہت عام ہے۔ بات کو اشاروں کے ذریعہ پر لطف بنانے کے لئے کنایہ، مجاز اور اسلوب بیان کو مزید موثر بنانے کے لئے معانی وبدیع کا استعمال عربی زبان کی ایک امتیازی خصوصیت ہے۔

ابن خالویہ کہتے ہیں کہ میں نے عربی لغت سے شیر کے پانچ سو اور سانپ کے دو سو اسماء جمع کئے ہیں۔ اور حمزہ اصبہانی نے مصائب وآفات کے چار سو نام لغت عرب سے جمع کر کے فرمایا: ”ان تكاثر اسماء الداهية حتى من الدواهى“ یعنی مصائب کے نام بہت ہونا بھی مصائب ہی سے ہے۔ عربی زبان میں لغات کی حد درجہ کثرت ہے۔ پھر اعراب اور اشتقاق کے بدلنے سے ایک ایک لفظ میں دس دس معنی پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ مجازات، استعارات، تمثیل وتشبیہ اور کنایات کے ان خاص طریقوں نے جن کو عرب نے اختیار کیا ہے اس زبان کو اور بھی زیادہ وسیع اور سہل وشیریں بنا دیا ہے۔ کلام میں ایجاز واطناب یعنی طول واختصار بھی عرب کے کلام میں ایک حیرت انگیز صنعت ہے کہ اگر اختصار کرنا چاہیں تو بڑے سے بڑے کلام اور جملے کو بھی صرف

ایک یا دو حرف سے ادا کردیں۔ الفاظ وکلمات کے بجائے ضمیروں سے کام لینا بھی عربی کی خصوصیات میں سے ہے۔ جس میں اختصار کے علاوہ اور بہت سے فوائد ہیں۔ اسی قسم کی خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے قرآن کریم نے عربی زبان کی صفت میں "بلسان عربی مبین" فرما کر صفت بیان میں اس زبان کا دوسری زبانوں سے بہتر اور افضل ہونا متعین فرمادیا ہے۔ (مقدمہ المنجد مطبوعہ کراچی)

اس فن کی سب سے پہلی باضابطہ تصنیف خلیل بن احمد نحوی کی ہے جو "کتاب العین" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے بعد ابن درید نے جمہرۃ اللغہ تصنیف کی۔ علامہ اصمعی نے لغت کی ایک خاص قسم اجناس پر کتاب لکھی۔ ابوزید انصاری نے نوادر پر اور ابوعبیدہ نے "کتاب النوادر واللغات" تصنیف کی۔ ابوعبیدہ قاسم بن سلام نے غریب اللغۃ پر کتاب تصنیف فرمائی۔ ابوعلی فارسی نے "تذکرہ" اور ازہری نے "تہذیب" ابن فارس نے مجمل" فارابی نے "دیوان الادب" صاحب ابن عباد نے "محیط" قزاز نے جامع، پھر مختلف طبقات اور مختلف اوقات میں اس موضوع پر بے شمار کتابیں لکھی گئیں۔ صاحب ابن عباد کا یہ واقعہ مشہور ہے کہ ان کو کسی بادشاہ نے اپنے ہاں طلب کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں یہاں سے کہیں اور منتقل ہوں تو مجھے ساٹھ اونٹ فن لغت کی کتابیں منتقل کرنے کے لئے چاہئیں۔ یہ ہر شخص جانتا ہے کہ اونٹ کتنا عظیم اور بھاری وزن اٹھالیتا ہے۔ اس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ صاحب ابن عباد جیسی شخصیت کے پاس علم لغت کی کتنی کتابیں موجود ہوں گی۔

متاخرین جن کی کتابیں لغت عرب میں متداول اور مشہور ہوئیں وہ جوہری کی "صحاح" اور ابن سیدہ اندلسی کی "کتاب المحکم والمحیط" اور شیخ مجد الدین فیروز آبادی کی "قاموس" ہے۔ اور اس آخری دور میں "قاموس" کو زیادہ شہرت وقبولیت ہوئی۔ بہت سے علماء نے اسے پڑھا اور پڑھایا ہے۔ سید مرتضیٰ زبیدی ہندی نے اس پر ایک نہایت عمدہ مبسوط شرح "تاج العروس من جواہر القاموس" دس ضخیم جلدوں میں لکھی ہے۔ تاہم عصر حاضر کی موجودہ درسگاہوں میں علامہ ابن حاجب کی تصنیف لطیف "کافیہ" اور پھر اس کی حد درجہ معنی خیز جامع ترین شرح "شرح جامی" اپنی سلک تقریر سمط تحریر کے حوالے سے اپنا ایک مقام رکھتی ہے۔ شرح جامی بظاہر فن نحو کے معانی ومطالب پر مشتمل ایک کتاب ہے۔ مگر اس کے اسلوب بیان اور مضامین کی عظمت وجامعیت کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے دامن سیماب میں مختلف علوم وفنون کے گوہر آبدار کو سموئے ہے۔ اس کا پڑھانے والا علم معانی و بلاغت، علم کلام، اور علم منطق وفلسفہ کے اعلیٰ ترین مسائل کے ذہنی استحضار کے بغیر پڑھا ہی نہیں سکتا۔ علم فلکیات، علم الٰہیات، علم ارضیات، علم نجوم، علم طبعیات، علم لغت وبیان، علم حساب، جدل، احداث، ابعاد، احکام، اصول، مبادی، معرفت ونفس کے یہ وہ علوم ہیں جن کا شرح جامی نے باضابطہ احاطہ کیا ہے۔ خصوصاً مسائل کی ترسیل وابلاغ میں منطق وفلسفہ کو ذریعۂ استدلال بنا کر ایک نئی طرح وطرز کی بنیاد رکھی اور ان فنون کو اختصاص کا درجہ عطا فرمادیا گیا۔

اسی تتبع میں بلاشبہ میرے ممدوح نابغۂ عصر امام النحو علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ نے بھی اپنی گرانقدر تصنیف، ،بشیر الناجیہ شرح کافیہ، ، لکھتے وقت ان تمام فنی وکلامی خصوصیات کو اپنایا ہے۔ انہوں نے نحوی مسائل بیان کرتے وقت مختلف علوم وفنون اور فلسفہ وادب کے نئے نئے آفاق تلاش کئے ہیں۔ جس سے ان کی حیرت انگیز تخلیقی صلاحیت، فنی مہارت اور عقل وادراک کی انفرادیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ان کی اعلیٰ دماغی، وسعت علمی اور فکری واستدلالی تفوق کا اعتراف ان طلبا کو تو بہر حال تھا جو ان کی درس گاہ فیض سے براہ راست مستفید تھے۔ تاہم ان کے وہ ہمدرس معاصرین جن کے طغرہائے جمال سے آج علم وعمل کی ایک کائنات روشن ہے وہ بھی ان کی جولانی طبع، استحضار علمی اور روشنی دراکی کے قائل اور مداح رہے ہیں۔

حضور صدر العلماء کے علمی وفنی اوصاف اس درجہ متنوع ہیں کہ ان کے کسی ایک پہلو پر بھی عہدہ برآ ہونا مجھ جیسے کم علم کے لئے دشوار گذار مرحلہ ہے۔ وہ اپنی سرشت میں انتہا درجہ ذہین، معاملہ فہم اور حاضر دماغ واقع ہوئے تھے، وہ تاریخ، فلسفہ، منطق اور کلام کا گہرا مطالعہ رکھتے تھے۔ ان کی اعلیٰ ترین ذہانت کے نقش ونگار، متن کی بلاغت، تبحر علمی، تخیلات ومحاکات کی فراوانی، جذب دل کا انکشاف، قوت حافظہ، وسعت نظر، موثر ترین انداز تدریس اور قائدانہ صلاحیت یہ تمام تر مابہ الامتیاز خصوصیات دراصل فوق الفطرت تھیں، جسے لوح وقلم کے دامن میں سمیٹا جا نہیں سکتا۔ ”بشیر الناجیہ“ میں ان کے علمی کمالات اور بلاخیز فنی مہارت دیکھ کر ارباب علم ودانش کے لئے یہ کہنا حد درجہ برمحل ہوگا کہ حضور صدر العلماء فن نحو میں اپنی جملہ متاع فکر وفن کے ساتھ مجتہدانہ منصب پر فائز تھے۔ ان کی تحریروں میں فارابی کا کمال فن، ابن سینا کی بے مثال عبقریت، غزالی کی تہافۃ الفلاسفہ اور جوہر اخلاق، ابن ماجہ کا فلسفۂ حیات، ابن رشد کی حریت فکر، رازی کا طرز استدلال اور معقولیت پسندی، اور سیبویہ کی نحوی وفنی مہارت شامل ہے۔ گویا کہ ایک وحدت میں علوم ومعارف کی نہ معلوم کتنی کائناتیں جمع ہوگئی ہیں۔

ان کی تحریروں کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مطالب ومعانی کی تشریح کرتے وقت نفس مسئلہ اور اصل بحث سے ان کا رابطہ نہیں ٹوٹتا۔ ان کا اشہب فکر اور معنی خیز قلم بیک وقت پورے مضامین کا احاطہ کئے ہوتا ہے۔ فنی تنظیم ونسق کا یہ اہتمام اردو شارحین میں بہت کم دیکھنے میں آیا ہے۔ فنی تناسق کا تعلق بلاغت بیان اور عبارت کی تالیف وترکیب سے ہے۔ یہ مصنف کا خاص کمال اور اس کی تدریسی وقلمی مہارت ہے کہ وہ متعلق بالبحث اور مناسب الفاظ کو منتخب کر کے ان کو ایک خاص طریقے سے مرتب کرے جس کے ذریعہ وہ کلام انتہائے فصاحت کو پہنچ جائے۔ محققین بلاغت نے جن بلاغی رموز ونکات سے آگاہی فرمائی ہے ان سے زبان وادب کے غایات ومقاصد کا معنوی تسلسل، منقطع نہیں ہوتا۔ اور ان سے عبارت کا داخلی حسن اور صوتی ہم آہنگی اپنی پوری جولانی کے ساتھ نکھر کر سامنے آتی ہے۔ یاد رہے کہ الفاظ وعبارات کا اپنا ایک ظل وعکس ہوتا ہے۔ حالات وواقعات کی منظر کشی کے علاوہ بھی عربی بلاغت کے بہت سارے آفاق ہیں اور جب تک ان کی بادیہ پیمائی نہ کی

جائے فنی ولغوی اعتبار سے زبان وادب کی قدر وقیمت کا اندازہ ایک مشکل ترین امر ہے۔ بشیر الناجیہ اور بشیر الکامل کی ہر ہر سطر سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضور صدرالعلماء نے اپنے تمام تر لوازمات ہنر اور کمال فن کے ساتھ تعبیر وبیان کے جملہ محاسن اور اسلوب سخن کے ہر آفاق کا احاطہ کیا ہے۔

بلاشبہ یہ عربی زبان وادب کی خوبی ہے کہ وہ اپنے اندر دنیا کی ہر زبان کا نقش ونگار اور اس کی انفرادیت کو اپنے وسیع وعریض دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جو کتاب افصح العرب والعجم معلم کائنات علیہ التحیۃ والثناء پر اتاری گئی وہ اسی عربی میں ہے۔ محض ایک مذہبی کتاب نہیں بلکہ تقریبا تین سو علوم وفنون کا منبع ہے۔ مثلا شرح، لغت، تاریخ، ادبیات، طبعیات، فلکیات، فلسفہ وغیرہ۔ ان میں سے اکثر علوم کا ماخذ خود قرآن پاک ہے۔ جن کو علماء نے اس کے نصوص سے مستنبط کیا ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے علوم قرآن عظیم کی خدمت کیلئے مدون کئے گئے اس قسم کے علوم کو وسائط یا وسائل کہتے ہیں۔ علم نحو بھی انہیں میں سے ہے۔ اس علم کو اس لئے وضع کیا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ کے ساتھ ملانے کا قاعدہ معلوم ہو۔ ساتھ ہی اس سے کلموں کے آخری حروف کی حالت معلوم کرسکیں کہ عامل کے آنے سے بدلیں گے یا نہیں۔ اس کا موضوع "کلمہ وکلام" ہیں مگر مطلقاً نہیں بلکہ آخری حروف کے بدلنے اور نہ بدلنے کی حیثیت سے۔ اس کی غرض وغایت عربی کلام میں خطائے لفظی سے بچنا ہے۔ یہی وہ فن ہے جس پر شروح وحواشی کا کام صدیوں سے ہو رہا ہے اور آج بھی جاری ہے۔ اس فن کی جامعیت سے عربی زبان وادب کی غیر معمولی جدت، تنوع اور نظم وضبط کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

قرآن پاک کی فنی واساسی خوبیوں کے حوالے سے ڈاکٹر میر ولی الدین پروفیسر جامعہ عثمانیہ لکھتے ہیں کہ: "یہ کتاب جس نے اپنے پیرووں کو شدت کے ساتھ متاثر کیا، نہ صرف شریعت بلکہ قانونی، سیاسی، اجتماعی، اور مدنی نظامات پر بھی مشتمل ہے۔ اس کے سوا دوسری تمام آسمانی کتابوں میں محض حیات اخروی کی تعلیمات پائی جاتی ہیں، اس کتاب میں اکثر جگہ ایسی نصوص پائی جاتی ہیں جن میں مسلمانوں کو تحصیل علم کے ساتھ، زمین وآسمان کی تخلیق، کواکب واجرام علویہ کے نظامات، دن اور رات کے اعتبار سے امتیاز، تمام کائنات پر اس کے تفوق اور جمادات نباتات، حیوانات کے اس کی خدمت کے لئے مسخر ہونے پر (جن سے اس کو مادی اور اخلاقی زندگی میں بہت کچھ منفعت حاصل ہوتی ہے) غور وفکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ اس میں تاریخی شواہد اور امم سابقہ وحالیہ کے واقعات بھی موجود ہیں۔ ایسی جامع کتاب کی جن قوموں نے اتباع کی ان کی دماغی قوتوں میں وسعت پیدا ہونا لازمی ہے۔ (علامہ محمد لطفی جمعہ کی عربی کتاب کا ترجمہ)

عربی قواعد وضوابط کی تحصیل وتعلیم کا اصل مطلوب بھی قرآن عظیم اور حدیث نبوی کی تفہیم ہے، تاکہ مسائل کا صحیح استنباط کیا جاسکے۔ دنیا بھر کی درسگاہوں میں آج بھی اس فن کی تحفیظ کے لئے ارباب علم وہنر وقت نظر صرف کر رہے ہیں۔ لوح وقلم کی راہوں میں ان کی مایہ ناز فنی وعلمی تحقیقات دیکھ کر حد درجہ خوشی ہوتی ہے۔ ان

کی شب وروز کی محنتوں نے طلباء کے فکری جمود کو توڑا ہے، اور مطالعہ علوم اور بحث ونظر کا شوق دلاتے ہوئے انھیں علم وعمل کی کائنات میں ایک روشن وتابناک جہت سے آشنا کیا ہے۔

اسلام کی پہلی اور دوسری صدی کا ثلث حصہ فلسفیانہ ترقی کے اسباب مہیا کرنے میں گذرا۔ یہاں تک کہ عباسیوں کا پہلا دور شروع ہوا۔ اسی دور میں علوم قرآن وحدیث پر بھی گراں قدر اور تاریخ ساز کام ہوئے۔ اور اس موضوع پر مضامین وکتب کی تدوین وترتیب کا کام تقریباً ایک صدی تک جاری رہا۔ ۱۳۲ھ تا ۲۳۲ھ اس عہد زریں میں اسلامی سلطنت تمدنی، معاشی اور سیاسی اعتبار سے انتہائی عروج کو پہنچ چکی تھی۔ اسی صدی میں اور بھی دیگر اسلامی علوم وفنون نے نشوونما پائی۔ اسی زمانے میں دوسری زبانوں سے مختلف علوم عربی زبان وادب میں منتقل کیئے گئے۔ یہی وہ زمانہ تھا جہاں بغداد، سمرقند وبخارا کی دانش گاہوں میں علماء، اطباء، ادباء، اور شعراء اپنے میدان فکروفن میں پوری دنیا کی رہنمائی کر رہے تھے۔ جبکہ اس زمانے میں (یعنی ساتویں صدی عیسوی کے اواخر اور آٹھویں صدی عیسوی کے ابتداء میں) یورپ میں جہالت وبربریت ہر طرف چھائی ہوئی تھی، حتی کہ خود یورپ کے مورخین اس عصر کو اور اس سے قبل کے زمانے کو قرون مظلمہ (The Dark Ages) سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسلام کا یہ دور بیدارئ عمل کا دور تھا، اس کے پیہم اثرات صرف مسلمانوں تک محدود نہ تھے، بلکہ اس نے تمام مشرق پر اپنے گہرے اثرات مرتب کیئے، اس نے اقطار عالم کے ارباب فضل وکمال سے اپنی عظمت کا لوہا منوایا۔ اس نے صدیوں کے جمود توڑے اور انسانی رگ وپے میں ایک تازہ روح پھونک دی۔

اٹھارہویں اور انیسویں صدی عیسوی کا زمانہ بھی برصغیر ہند میں علمی، تحقیقی اور سیاسی جد وجہد کے حوالے سے مسلمانوں کا تاریخ ساز زمانہ رہا ہے۔ علامہ فضل امام خیرآبادی، علامہ فضل حق خیرآبادی، امام احمد رضا محدث بریلوی، علامہ فضل رسول بدایونی، علامہ حامد رضا خاں بریلوی، علامہ محمد نعیم الدین مرادآبادی، علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی، علامہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں بریلوی (قدست اسرارہم) یہ وہ عہد آفریں شخصیات ہیں جنھوں نے اپنی اعلیٰ ترین علمی صلاحیت، فکری بصیرت، اور قائدانہ مہارت کے ذریعے اسلامیان ہند کو علم وعمل کی راہوں میں ایک نئی شناخت، نئی حیات اور نئی توانائی عطا فرمائی ہے۔ جن کے ایوان علم وفضل کی خداداد حکمت اور شوکت جاہ وجلال کے آگے کج کلاہان زمن کی گردنیں خمیدہ تھیں۔ جن کے انداز تدریس، فنی معقولیت، طرز کلام اور مملکت لوح وقلم کی شہنشہی نے بغداد وسمرقند کی دانش گاہوں میں ہلچل پیدا کردی تھی، جن کی ذہنی ذکاوت، تخلیقی کاوش اور مجاہدانہ کارناموں کے نتیجے میں وہ لعل وگوہر عالم وجود میں آئے جنہوں نے عرب وعجم کو روشن وتابناک کردیا۔ اسی سلسلۃ الذہب کی ایک خوبصورت کڑی صدر العلماء، امام النحو، حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی نور اللہ مرقدہ کی ذات ستودہ صفات بھی ہے۔ امتداد ازمنہ کے باوجود آج بھی ہندوپاک کی دینی درسگاہوں میں ان کا علمی استحضار موجود ہے۔ یہ آج بھی درسگاہوں کی زینت ہیں، یہ آج بھی ہماری درسگاہوں میں طلبا ومدرسین

کو بشیر الناجیہ اور بشیر الکامل کے ذریعہ فن نحو کے اعلیٰ ترین مسائل کا حل پیش فرمارہے ہیں۔

مر کے کب ٹوٹتا ہے یہ سلسلۂ قید حیات
فرق اتنا ہے کہ زنجیر بدل جاتی

صدر العلماء علامہ غلام جیلانی میرٹھی ۱۹۲۳ء میں اپنے چند رفقاء کے ہمراہ دار الخیر اجمیر مقدس کی عظیم درسگاہ دار العلوم معینیہ حاضر ہوئے۔ جہاں مسلسل آٹھ سال تک امام الفقہاء صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت اور دیگر اساتذہ سے اکتساب علم وفن فرماتے رہے۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ: ''اجمیر شریف میں پہلے سالانہ امتحان پر درجۂ اوسط میں کامیابی حاصل ہوئی۔ پھر مسلسل آٹھ سال اعلیٰ درجہ میں کامیاب ہوتا رہا۔ ہر سال دار العلوم کی طرف سے انعام میں کتابیں ملتی رہیں۔ دار العلوم کا سالانہ امتحان اکثر تحریری ہوتا۔ جس سال ملا حسن کا امتحان تھا تو ممتحن صاحب نے تحریری جوابات پر اتنی تحسین فرمائی کہ مجلس شوریٰ نے چار روپیہ ماہانہ جاری کر دیا (جو آج کل چار ہزار روپے کے مساوی ہے) وہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ شرکائے درس کے درمیان فقیر جیلانی کا تمغۂ امتیاز تھا''۔

اجمیر مقدس میں صدر العلماء نے جن اساتذہ سے باضابطہ اکتساب فیض کیا ان کے اسمائے گرامی تبرکا یہاں درج کیے جاتے ہیں:

(۱) امام الفقہاء صدر الشریعہ مولانا الحاج حکیم محمد امجد علی صاحب قبلہ قادری رضوی اعظمی صاحب بہار شریعت (صدر المدرسین)
(۲) رأس المتقین والمحققین حضرت مولانا حکیم سید عبد المجید صاحب
(۳) ممتاز المناطقہ جامع معقول حضرت مولانا عبد الحی صاحب افغانی
(۴) رئیس العلماء حضرت مولانا برکات احمد صاحب ٹونکی
(۵) حضرت الافاضل رئیس الفلاسفہ حضرت مولانا عبد اللہ صاحب افغانی
(۶) امام النحاۃ حضرت مولانا سید امیر صاحب پنجابی
(۷) استاذ القراء حضرت قاری غلام نبی صاحب ٹونکی (قدست اسرارہم)

۱۳۵۱ھ میں جب حضور صدر الشریعہ دار العلوم معینیہ اجمیر مقدس سے مستعفی ہوکر، حجۃ الاسلام شہزادۂ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی حضرت مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب قادری رضوی قدس سرہ کی دعوت پر مرکز اہلسنت دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف کے منصب صدارت پر جلوہ بار ہوئے تو تقریباً چالیس طلباء ان کی ہم رکابی میں بریلی وارد ہوئے۔ ان طلباء میں صدر العلماء بھی شامل تھے۔ یہاں رہ کر آپ نے حضرت صدر الشریعہ سے شرح چغمینی، محقق دوانی کے غیر مطبوعہ حواشی قدیمہ وجدیدہ کے ساتھ شرح تجرید اور امام رازی علیہ الرحمہ

وعلامہ طوسی کی شروحات کے ساتھ اشارات کا درس لیا۔ ۱۳۵۲ھ میں دار العلوم منظر اسلام بریلی کے سالانہ جلسے میں اعلیٰ حضرت امام اہلسنت محدث بریلوی کے بڑے صاحبزادے حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ نے اکابر علماء کی موجودگی میں اپنے مبارک ہاتھوں سے سند فراغت اور دستار فضیلت سے نوازا۔
صدر العلماء کے ہم درس ساتھیوں میں حضور حافظ ملت مولانا عبد العزیز محدث مبارکپوری بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ، محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد لائلپوری، شمس العلماء مولانا قاضی شمس الدین جونپوری، مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اڑیسوی جیسی نابغۂ روزگار شخصیتیں ہیں۔

ہجوم کیوں ہے یہ زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیر مغاں ہے مرد خلیق (اقبال)

محمد فروغ القادری (ایم اے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نابغۂ عصر صدر العلماء

لسان العصر حضرت علامہ قمر الزماں خاں صاحب اعظمی

جنرل سکریٹری ورلڈ اسلامک مشن مانچسٹر۔ (برطانیہ)

بیسوی صدی میں جن عظیم شخصیات نے علم وفضل، تحقیق وتفتیش، تصنیف وتالیف کے میدانوں میں نمایاں مقام حاصل کیا اور صفحات تاریخ پر انمٹ نقوش ثبت فرمائے ان میں نابغۂ عصر حضرت صدر العلماء علیہ الرحمہ کی شخصیت بہت نمایاں ہے۔ حضرت صدر العلماء علیہ الرحمہ بیسوی صدی کے اوائل میں ہندوستان کے ایک ایسے خانوادے میں پیدا ہوئے جو صدیوں سے اسلام اور علوم اسلامیہ کی خدمت کرتا چلا آ رہا تھا۔ آپ نے جب شعور کی آنکھ کھولی تو آپ کے جد امجد زبدۃ العارفین حضرت علامہ مولانا حکیم سید سخاوت حسین علیہ الرحمۃ والرضوان کے علم وفضل کا تذکرہ بارگاہ امام احمد رضا سے لے کر عوام تک زبان زد تھا۔ علمائے کرام آپ کے خانوادے اور خاص طور سے آپ کے جد امجد علیہ الرحمہ کا نام بڑے ہی احترام سے لیتے تھے۔ آپ کے جد امجد کے علاوہ ان کے دیگر برادران جنھیں اسلامی غیرت وحمیت اور فتاوی جہاد کی تائید وحمایت کی بناء پر انگریزوں نے گرفتار کر کے شہید کر دیا تھا، ان کی جرأت وشجاعت اور جہاد آزادی میں ان کی شرکت مسلمانان ہند کے لئے باعث فخر تھی۔

آپ کے جد امجد کے ارشد تلامذہ میں جناب نواب احمد سعید خاں صاحب شیروانی والی ریاست دادوں علی گڑھ کافی مشہور ہوئے۔ یہ نواب احمد خاں صاحب ہی ہیں جنھوں نے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی تدریسی خدمات دادوں کے لئے حاصل کی تھیں اور ان کی تدریس کے بارے میں وہ کہا کرتے تھے کہ موجودہ زمانے میں صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی جیسا مدرس ہندوستان میں ناپید ہے۔

آپ کے والد محترم مولانا سید غلام فخر الدین علیہ الرحمہ عالم دین ہونے کے علاوہ ایک انتہائی متقی پارسا اور صاحب دل بزرگ تھے۔ آپ کے عم محترم حضرت علامہ غلام قطب الدین صاحب برہمچاری علیہ الرحمہ جو استاذ الکل حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھی علیہ الرحمہ کے ممتاز اور قابل فخر تلامذہ میں سے تھے، جنھوں نے درس نظامیہ کی تکمیل کے بعد ہندو دھرم اور ویدک دور کے علوم۔

بالخصوص ویدوں اور اپدیشوں پر عبور حاصل کیا اور پوری زندگی صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین

مرادآبادی، حضور مفتی اعظم ہند، امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب، شیر بیشۂ اہلسنت حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب علیہم الرحمۃ والرضوان کی معیت میں جماعت رضائے مصطفےٰ کے زیر اہتمام برصغیر کے طول وعرض میں مناظرے کیے، اور اصنام پرستوں کو شکست فاش دی۔

یہ وہ دور تھا جب شدھی سنگھٹن کی تحریک نے ہزاروں مسلمانوں کو مرتد بنا دیا تھا۔ مگر ان اکابر اہلسنت کے مسلسل تبلیغی دوروں نے انہیں دوبارہ دائرۂ اسلام میں داخل کر دیا۔ مناظر اسلام حضرت مولانا قطب الدین صاحب برہمچاری اور دیگر علماء اہلسنت کے ہاتھوں پیہم شکستوں کے بعد یہ خطرناک تحریک ہمیشہ کے لئے دفن ہوگئی۔

حضرت صدر العلماء کے عظیم علمی خانوادے اور علمی اور تحقیقی ماحول نے آپ کو جملہ علوم اسلامیہ میں مہارت تامہ حاصل کرنے کا حوصلہ دیا، خوش قسمتی سے آپ کو اساتذہ بھی ایسے میسر آئے جو اس دور میں جملہ علوم وفنون میں امام تھے۔

چنانچہ ابتدائی علوم بالخصوص علم نحو آپ نے حضرت مولانا مفتی عبد العزیز صاحب فتح پوری علیہ الرحمہ سے حاصل کیا، علم تفسیر امام المفسرین صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین علیہ الرحمہ اور فقہ ومعقولات کا علم حضور صدر الشریعہ فقیہ اعظم حضرت مولانا امجد علی علیہ الرحمہ سے حاصل فرمایا۔ ان عظیم اساتذہ کے علاوہ خوش قسمتی سے آپ کے ہم درس ایسے طلبہ تھے جن میں ہر ایک چندے آفتاب اور چندے ماہتاب تھا۔ بالخصوص:

استاذ العلماء جلالۃ العلم حافظ ملت حضرت مولانا حافظ عبد العزیز صاحب علیہ الرحمہ شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

مجاہد ملت سید التارکین حضرت مولانا الحاج محمد حبیب الرحمٰن صاحب رئیس اڑیسہ علیہ الرحمہ

رئیس المناظرین حضرت مولانا مفتی رفاقت حسین صاحب قبلہ علیہ الرحمہ

شمس العلماء حضرت مولانا مفتی شمس الدین صاحب علیہ الرحمہ

فخر الاماثل حضرت مولانا غلام یزدانی علیہ الرحمہ

فخر الاقران حضرت مولانا مفتی محمد سلیمان صاحب بھاگل پوری علیہ الرحمہ

محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب فیصل آبادی علیہ الرحمہ

ظاہر ہے ان عظیم طالبان علوم نبوت کی محنت اور آپس میں مسابقت کے جذبے نے ہر ایک کو نمایاں مقام عطا فرمایا، ان میں حضرت صدر العلماء کی ذات خود ان کے ہم درس ساتھیوں کے لئے بھی باعث فخر تھی۔ جملہ علوم متداولہ معقول ومنقول کے حصول اور فراغت کے بعد آپ نے تصنیف وتالیف کی طرف توجہ دی۔ آپ کے تلامذہ کی ایک کثیر تعداد ہندوپاک اور یورپ وامریکہ میں مصروف تعلیم وتدریس وتبلیغ ودعوت ہے۔ آپ کے

مشاہیر تلامذہ میں شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق جیسی عظیم اور قد آور ہستی اور قائد اہلسنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی جیسی عالمی شخصیت بہت نمایاں ہیں۔ میں نے بار بار حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ سے آپ کے علمی مقام ومرتبہ کا ذکر سنا، شارح بخاری آپ کے ذکر کا آغاز ہمیشہ استاذ محترم کے لفظوں سے کیا کرتے تھے، میرا خیال ہے کہ شارح بخاری علیہ الرحمہ کی شرح بخاری بشیر القاری کے اجمال کی تفصیل ہے۔

یونہی قائد اہلسنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی جن کے ساتھ سفر وحضر میں تقریباً تیس سال تک رہا، وہ جب بھی اپنے زمانہ طالب علمی کا تذکرہ فرماتے تو وہ حضرت صدر العلماء کے علمی مقام، ان کے انداز تدریس اور ان کی بے پایاں شفقتوں کا تذکرہ بہت محبت وعقیدت سے کیا کرتے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ حضرت صدر العلماء عناوین اور موضوعات کا انتخاب خود فرماتے اور پھر اپنے طلبہ کو ان عناوین پر مواد اور حوالجات کی تلاش وجستجو کا کام سپرد کر دیتے تھے۔ اس طرح ان کے تلامذہ صرف درسی کتابوں تک محدود نہیں رہتے تھے بلکہ ہر فن میں سیکڑوں غیر درسی کتابیں نگاہ سے گزر جاتی تھیں۔ حضرت قائد اہلسنت نے بارہا یہ فرمایا کہ حضرت صدر العلماء اور ان کے معاصرین وہمدرس اساتذہ کے نزدیک تدریس ایک عبادت تھی اس لئے وہ ہر غرض سے بے نیاز ہو کر کمال خلوص وللّٰہیت کے ساتھ تدریس کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ وہ الجامعۃ الاشرفیہ اور ان کے اساتذہ وطلبہ سے اس لئے بھی محبت کرتے تھے کہ وہ صدر العلماء کے ہمدرس حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے شاگرد ہیں۔

حضرت صدر العلماء علیہ الرحمہ نے اپنے ان عظیم شاگردوں کے علاوہ متعدد تصانیف بھی اہل علم کے حوالے فرمائی ہیں، جن میں علم حدیث میں بشیر القاری شرح بخاری اور علم نحو میں بشیر الکامل بحل شرح مأۃ عامل کو بے پایاں مقبولیت حاصل ہوئی۔ بشیر الکامل کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت صدر العلماء علم نحو میں مقام اجتہاد پر فائز تھے، اور اس اعتبار سے انہیں اپنے وقت کا سیبویہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ اس کتاب نے عوامل النحو کے فن پر تمام کتابوں سے بے نیاز کر دیا ہے۔

بشیر القاری شرح بخاری کی خصوصیات پر تو پوری کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ یہ تالیف تو علماء اور محققین کے لئے ریسرچ، تحقیق وتنقید کے سینکڑوں گوشے نمایاں کرتی ہے، اور صرف اس ایک کتاب پر کسی بھی یونیورسٹی سے پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی جا سکتی ہے۔

چنانچہ بشیر القاری میں حضرت صدر العلماء نے امام بخاری کی مکمل سوانح کے علاوہ بخاری شریف میں احادیث کا شمار، آداب کاتب، کتب حدیث کی تعریفات، علم حدیث کی اصطلاحات، اقسام حدیث باعتبار نسبت، حدیث مرفوع کی اقسام باعتبار رفع، اقسام حدیث باعتبار ذکر رواۃ، حدیث مدلس، حدیث کی روایت بالمعنی، متابعت، اقسام حدیث باعتبار تعداد راوی، قابل حجت اور نا قابل حجت احادیث، ثبوت احادیث موضوعہ، کونسا امر کس حدیث سے ثابت ہوتا ہے، حدثنا اور اخبرنا کی تفصیلات تحریر فرما کر بہت سی کتابوں سے بے نیاز کر دیا

ہے۔

حضور صدر العلماء نے بشیر القاری کی وجہ تالیف میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ دیوبندی علماء نے علم حدیث سے بے اعتنائی برتنا شروع کردی ہے، اور وہاں شیخ الاسلام کہلانے والے لوگ احادیث کی تشریح اس طرح کرنے لگے ہیں کہ انہیں امام بخاری کی روح کوستی ہوگی۔ اور تعجب نہیں کہ بروز قیامت منتقم حقیقی اللہ واحد قہار کے دربار میں ازالۂ حیثیت عرفی کا استغاثہ پیش کریں۔

چنانچہ حضرت صدر العلماء نے رد تقریر البخاری، رد فیض الباری، رد علی فتح الملہم، رد علی ابن الصلاح، معروضہ علی حاشیۃ العلامۃ السندی، رد علی کشف الملہم، معروضہ علی المحدث وم المحدث شاہ ولی اللہ الدہلوی قدس سرہ، رد علی شیخ الہند، شیخ الہند کی قرآن میں معنوی تحریف، شیخ الہند کی تہذیب، شیخ الاسلام کا امام بخاری پر افتراء، شیخ الاسلام کی بدولت وحید احمد دین کی تکفیر۔

انداز تحریر یہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنی بدعقیدگی یا خیانت مجرمانہ کی بنا پر احادیث کی تشریح وتعبیر میں دانستہ یا نادانستہ غلطی کی ہے ان کا سختی سے مواخذہ کیا ہے، مگر جن علماء حق سے نادانستہ طور سے کوئی تسامح ہوا ہے ان کی بارگاہ میں مودبانہ معروضہ پیش فرمایا ہے۔ یہ بالکل وہی انداز ہے جو فقہ کے ابواب میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے تطفلات کی شکل میں تحریر فرمایا ہے۔

حضرت صدر العلماء ایک عظیم محقق، مصنف، محدث، فقیہ، مدرس ہونے کے علاوہ ایک عظیم مرشد طریقت بھی تھے۔ آپ نے قدوۃ السالکین اشرف المشائخ حضرت مولانا ومخدومنا سید علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بریلی شریف میں عرس رضوی کے موقع پر بیعت کی اور دار الخیر اجمیر شریف میں ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ میں خلافت سے نوازے گئے۔ آپ کے مرشد گرامی حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے بارے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا یہ شعر ان کی روحانی عظمت کا گواہ ہے۔

اشرفی اے رخت آئینۂ حسن خوباں　　　اے نظر کردۂ پروردۂ سہ محبوباں

مجھے خوشی ہے اس بات کی کہ محب مکرم مولانا محمد ایوب صاحب اشرفی جو سرزمین بولٹن انگلینڈ پر درسی و غیر درسی خدمات دین میں مصروف کار ہیں انہوں نے حضرت صدر العلماء کے تعلق سے بھی ایک گراں قدر اثاثہ فرزندان ملت اسلامیہ کے لئے جمع فرمالیا ہے، جو مختلف عنوانات، مقالات کی شکل میں میری نظر سے بھی گزرا۔ بلاشک وشبہ وہ بعد میں آنے والوں کے لئے ایک ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے۔ خدائے تعالیٰ مولانا کی اس کاوش کو قبول فرمائے۔ اور یہ چند صفحات بھی انہیں کے اصرار کا نتیجہ ہیں۔ فقط

محمد قمر الزماں خاں اعظمی　　　مانچسٹر انگلینڈ

صدر العلماء کی یادوں کے نقوش

حضرت علامہ مولانا محمد قمر عالم قادری صاحب
شیخ الحدیث دار العلوم علیمیہ (جمدا شاہی)

تقریباً ۱۹۷۸ء کی بات ہے جب میں جامعہ عربیہ سلطانپور میں تعلیم حاصل کر رہا تھا، علاقہ میں جائس کے قریب ایک مقام پر جلسہ کا اہتمام کیا گیا۔ سیدی ومرشدی امین شریعت حضرت علامہ شاہ رفاقت حسین صاحب اور صدر العلماء حضرت علامہ سید شاہ غلام جیلانی میرٹھی علیہما الرحمۃ والرضوان اس جلسہ میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے جلوہ افروز ہوئے تھے، حضور امین شریعت علیہ الرحمہ کی زیارت کی سعادت سے تو بارہا بہرہ ور ہوتا رہا کیونکہ آپ میرے پیر ومرشد اور رشتہ میں پھوپھا ہوتے ہیں۔

مگر ممدوح مکرم حضرت صدر العلماء علامہ سید غلام جیلانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیات سے میں پہلی بار مشرف ہوا۔ ان کی بھاری بھرکم شخصیت، ان کا علمی وقار وتمکنت، ان کی شگفتہ بیانی وخوش کلامی نے پہلی ہی ملاقات میں بے حد متاثر کیا۔ میں بار بار ان کے چہرۂ انور کو دیکھتا تھا اور ان کی پرکشش شخصیت سے میں بہت مرعوب ومحظوظ ہو رہا تھا، حضور امین شریعت علیہ الرحمۃ والرضوان نے میری اندرونی کیفیت کو اور میرے جذبہ تاثر کو خوب بھانپ لیا، اور ارشاد فرمایا کہ تم کس کے روبرو کھڑے ہو؟ کس کی زیارت سے تم اس وقت فیضیاب ہو رہے ہو؟ یہ حضرت صدر العلماء ہیں یعنی علماء کرام کی صف میں بہت اعلیٰ مقام رکھتے ہیں، یہ علم کے بادشاہ ہیں، ان سے معقولات پڑھے جائیں یا منقولات سب میں یکساں مہارت رکھتے ہیں، علم حدیث میں اس عہد جدید میں ان کے جیسا عالم دین محدث کبیر ملنا مشکل ہے۔

حضور امین شریعت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت صدر العلماء کی شخصیت کو مجھ جیسے طفل نوخیز کے سامنے ایسا اجاگر کیا کہ میں حیران وششدر رہ گیا میں بے شعور نہیں تھا، بلکہ شعور کی منزل کو پہونچ گیا تھا، اس لئے میرے متعلق ارشاد فرمایا گیا کہ اگر تم چاہو تو حضرت صدر العلماء کی خدمت عالیہ میں علوم اسلامیہ کی تحصیل کے لئے تم کو رکھ دیا جائے، اس لئے کہ یہاں جو کچھ ملے گا اس سے زیادہ کسی عالم دین کے پاس ملنا اس زمانہ میں ناممکن نہ سہی مشکل ضرور ہے، میرے اندر جرأت وہمت نہیں تھی کہ میں کچھ گفتگو کرتا، میں خاموشی کے ساتھ اپنے مرشد کے ارشادات عالیہ کو سن کر حیرانی میں مبتلا رہا، سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میں کیا کچھ کہوں، اور میں کچھ بول نہ سکا، اسی

زمانہ سے میں حضرت صدر العلماء کی شخصیت سے متاثر رہا اور ان کے علمی مقام کا قائل رہا۔

لیکن یہ میری بدقسمتی رہی کہ گوناگوں عوائق واسباب کی بنا پر حضرت صدر العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر باضابطہ طور پر شرف تلمذ حاصل نہ کرسکا لیکن آج جبکہ میں عمر کے پینتالیس (۴۵) سال طے کر چکا اور اپنے بچپن کے اس واقعہ کو یاد کرتا ہوں تو مجھ کو بڑی حسرت ہوتی ہے کہ ایسی عظیم شخصیت کو پا کر ان کے دریائے علم سے اپنی علمی پیاس کو بجھا نہ سکا، اور نہ ان کے طور زندگی کو اپنانے کی جرأت وہمت اپنے اندر پیدا کرسکا۔

میری زندگی کے اسی ایک واقعہ سے سمجھا جاسکتا ہے کہ حضرت صدر العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان ایسے بلند پایہ عالم دین تھے کہ ان کے معاصرین اور ہم درس علماء بھی ان کی تعریف ومنقبت میں رطب اللسان رہتے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ جتنے علوم متداولہ تھے ان پر ان کو کامل عبور حاصل تھا، اپنے قلم کی جولانی کا رخ جدھر پھیر دیے علم کے جواہر پارے ان کے قلم سے منصۂ وجود میں آجاتے اور ہمارے بزرگ حضور امین شریعت علیہ الرحمۃ والرضوان گو کہ ان کے معاصر اور رفیق درس تھے تاہم ان کی عدم موجودگی میں نہ صرف ان کے بچپن کے واقعات بیان کرتے تھے بلکہ ان کا علمی شغف، مطالعہ کتب میں ان کا انہماک، درس وتدریس میں ان کی محنت ومشقت، دنیا سے بے نیاز ہو کر صرف علمی مشاغل میں اپنے آپ کو وقف کر دینا بارہا بیان کرتے، یہی وجہ ہے کہ لسان قوم نے ان کو صدر العلماء کے معزز لقب سے نوازا، پھر کچھ عرصہ کے بعد اگر "صدر" کا لقب بولا جاتا، یا یوں کہئے کہ یہ کہا جاتا کہ جناب صدر صاحب نے یہ فرمایا ہے تو اس اطلاق وعموم کے پردے میں حضرت علامہ ومولانا غلام جیلانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تصور ابھرتا اور عوام وخواص سب یہی سمجھتے کہ صدر سے مراد صدر العلماء ہیں۔

اسی ایک نکتہ سے یہ بات باور کرلینا چاہئے کہ حضور صدر العلماء جماعت اہل سنت کے بلند پایہ عالم دین تھے جن کے علمی کارناموں کو ان کی بلند پایہ تصانیف اور ان کے شاگردان عزیز سے سمجھا جاسکتا ہے، بالخصوص حضرت علامہ ومولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ جیسے ارشد تلامذہ سے ان کی شخصیت پر بھرپور روشنی پڑتی ہے کہ انہوں نے کیسے کیسے گوہر گراں مایہ کی چمک ودمک میں اضافہ کیا، دار العلوم علیمیہ جمداشاہی ضلع بستی یوپی انڈیا میں قیام کے دوران علامہ نورانی رحمۃ اللہ علیہ جب اپنے استاذ گرامی حضرت صدر العلماء کا ذکر فرماتے تو ان کی آنکھوں میں ایسا محسوس ہوتا کہ آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہوجائیں گی، اپنے استاذ مکرم کی یاد میں چشم پرنم رہتے تھے۔

مولی تعالیٰ صدر العلماء علیہ الرحمہ والرضوان کے فیوض وبرکات سے مجھ کو مستفیض ومستنیر فرمائے۔

آمین

محمد قمر عالم قادری
دار العلوم علیمیہ جمداشاہی بستی یوپی

صدر العلماء کی یادوں کے نقوش

شہزادۂ حضور محدث اعظم ہند حضرت پیر سید حسن مثنیٰ انور اشرفی جیلانی (علیگ)

کچھوچھہ مقدسہ، یو۔پی

حضرت صدر العلماء علامہ مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی (المتوفی ۱۹۷۸ء) کی گرانقدر اور ہمہ جہت شخصیت دینی اور علمی دنیا میں محتاج تعارف نہیں۔ سب جانتے ہیں کہ وہ بہ یک وقت مفسر و محدث بھی تھے اور فقیہ و متکلم بھی۔ لیکن انہیں جو شہرت عام اور عظمت دوام حاصل ہے وہ ان کے منطقی اور استدلالی ذہن کی مرہون منت ہے۔ علم صرف ونحو اور معانی وبیان پر انہیں مہارت تامہ حاصل تھی اور وہ ان فنون کے ذریعہ فرق باطلہ کا رد بلیغ بھی کرتے تھے۔ یہ وہ نمایاں وصف تھا جو انہیں اپنے تمام ساتھیوں اور ہم سبقوں میں ممتاز و ممیز رکھتا تھا۔

حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب قادری علیہ الرحمہ کے ارشد تلامذہ میں حضرت صدر العلماء کا شمار ہوتا تھا اور دوران طالب علمی ہی وہ اپنے ساتھیوں اور ہم سبقوں کو درس دیا کرتے تھے۔ واقف کاروں اور مزاج آشناؤں کا کہنا ہے کہ حضرت حافظ ملت علامہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمہ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور ضلع اعظم گڑھ، حضرت صدر العلماء کے ساتھی بھی تھے اور شاگرد بھی۔ غالباً حضرت صدر العلما ہی کا ارشاد ہے:

فقیر نے انہیں (حافظ ملت کو) سبقاً سبقاً کافیہ پڑھائی تھی۔ اور اسکی تائید جشن صد سالہ منظر اسلام نمبر ص ۹۷ اور "ماہنامہ" استقامت کانپور، فروری ۱۹۷۶ء سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت کے دیگر شاگردوں میں حضرت شمس العلماء علامہ نظام الدین صاحب الہ آبادی۔ علامہ شاہ احمد نورانی میاں صاحب (پاکستان) علامہ مفتی ابوالفتح محمد نصر اللہ خاں صاحب سابق رئیس دار الافتا سپریم کورٹ (افغانستان) علامہ مشتاق احمد نظامی۔ علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی۔ علامہ مفتی عاشق الرحمٰن صاحب حبیبی اور علامہ مولانا عارف اللہ صاحب قادری (پاکستان) کے بھی اسمائے گرامی خاص طور پر نمایاں ہیں۔ بقول ایک تذکرہ نگار:

ان کے بے شمار تلامذہ ان کی دینی وعلمی مساعی جمیلہ کی منہ بولتی تصویریں ہیں۔

حضرت صدر العلماء کی تصنیفات میں بشیر القاری بشیر الناجیہ البشیر الکامل البشیر اور نظام شریعت کو خصوصی اہمیت حاصل ہے اور ہندو پاک کے مختلف دینی اداروں کے نصاب میں مذکورہ کتابیں بھی شامل ہیں۔

ایسی دینی اور علمی وجاہت کے حامل ہونے کے باوجود حضرت صدر العلماء نے روحانی قائد ومرشد کی ضرورت کو محسوس کیا تا کہ حیات کائنات کے اسرار ورموز منکشف ہو سکیں۔ چنانچہ انہیں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت ہم شبیہ غوث الثقلین حضرت علامہ مولانا الحاج ابو احمد سید شاہ علی حسین اشرفی میاں سجادہ نشین سرکار کلاں قدس سرہ (المتوفی ۱۳۵۵ھ،۱۹۳۶ء) کی صورت میں ان کا مطلوبہ قائد ومرشد مل گیا۔ بیعت وارادت کے بعد اعلیٰ حضرت اشرفی میاں صاحب سے سلوک ومعرفت وتصوف کی تعلیم حاصل کی اور روحانی انبساط سے مالا مال ہوئے، اپنے پیر ومرشد اوران کے گھرانے سے ان کا جو والہانہ تعلق خاطر تھا وہ تمام عمر خون بن کر ان کی رگوں میں دوڑتا رہا۔اس حقیقت کا برملا اظہار صدر العلماء نے اپنی گرانقدر تصنیف بشیر القاری کے مقدمہ میں بڑی عقیدت سے کیا ہے۔

حضرت صدر العلماء کے کردار اور سیرت کے رنگارنگ مظاہر کے اس پس منظر میں اب یادوں کے نقوش پیش کیے جاتے ہیں۔ملاحظہ فرمایئے:

۲۵/دسمبر ۱۹۶۱ء مطابق ۱۶/رجب المرجب ۱۳۸۱ء کو خانوادۂ اشرفیہ تیز دنیائے سنیت کے ایک ممتاز عالم ودانشور یعنی مخدوم ملت حضرت محدث اعظم ہند کا وصال ہو گیا تھا۔اس سنگین والمناک موقع پر حضرت صدر العلماء نے جو تعزیتی پیغام بھیجا تھا اس کی گونج آج بھی دل ودماغ پر مسلط ہے۔

حضرت صدر العلماء نے تحریر فرمایا تھا:

میرے مخدوم زادو! آج آپ کے سروں سے ایک شفیق باپ کا سایہ اٹھ گیا جو بجائے خود باعث رنج والم ہے لیکن دنیائے سنیت کے ان ہزاروں اور لاکھوں سوگواروں کو بھی دیکھئے جن میں علماء ومشائخ،دانشور اور عوام سب ہی شامل ہیں اور اپنے سینوں میں غم کی چنگاری لئے راضی برضائے الٰہی ہیں۔فقیر آپ کو تلقین صبر وضبط کے سوا اور دے ہی کیا سکتا ہے۔

۱۹۶۲ء میں حضور محدث اعظم کے چہلم کی تقریب میں شرکت کے لئے صدر العلما کچھوچھہ شریف پہونچے اور پھر بالمشافہ گفتگو کی اور کرید کرید کر ایک ایک بات پوچھتے رہے آخر میں فرمایا:

الحمد للہ اب میں بالکل مطمئن ہو گیا ہوں ان شاء اللہ تعالیٰ اب علم ودانش کی وہ گدی خالی نہ رہے گی جسے حضرت محدث اعظم قبلہ چھوڑ گئے ہیں۔اب دنیائے سنیت کی شادابی کا ایک نیا دور شروع ہوگا۔

حضرت صدر العلماء سے دوسری ملاقات کا شرف اس وقت حاصل ہوا جب وہ جامع اشرف کے زیر اہتمام منعقدہ دینی تعلیمی کنونشن میں شرکت کے لئے خانقاہ اشرفیہ حسینہ سرکار کلاں تشریف لائے تھے۔اختتام

جلسہ کے بعد رات ہی میں مجھ سے فرمایا کہ صبح کا ناشتہ آپ کے گھر پر کچھوچھہ شریف میں کروں گا میں نے حضرت کا شکریہ ادا کیا اور بہ عجلت ممکنہ گھر پر اطلاع پہنچادی دوسرے دن صبح میں جب میں حضرت کو لیکر گھر پہونچا تو وہاں سارا انتظام درست تھا۔ حضرت نے دسترخوان پر ایک سرسری نظر دوڑاتے ہوئے فرمایا:

ماشاء اللہ" اس حسن انتظام کو دیکھکر میں کیسے کہہ سکتا ہوں کہ آج محدث اعظم نہیں رہے۔ ناشتہ کے بعد مختلف موضوعات پر گفتگو فرمائی جب حضور محدث اعظم ہند کے ترجمہ قرآن کی بات آئی تو میں نے عرض کیا کہ وہ مکمل ہو چکا ہے اور اسکی اشاعت کے لئے میرے عزیز القدر فاضل علوم اسلامیہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی جیلانی منصوبہ بنا رہے ہیں اپنی یادداشت کے مطابق حضرت کو مختلف آیات کے ترجمے سناتا رہا انہیں شاداں وفرحاں پاکر میں نے ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ میں جب "قل" کا ترجمہ سنایا ہے: تم کہتے رہو، حضرت پھڑک اٹھے اور فرمایا کہ لذت استمرار نے مجھے جھومنے پر مجبور کر دیا۔ بڑی دیر تک وہ اس ترجمہ کو دہراتے اور لطف لیتے رہے۔ پھر بات اہل سنت کی تنظیموں کی چل پڑی، حضرت صدر العلماء نے پوچھا ان چار تنظیموں (یعنی جماعت رضائے مصطفی، آل انڈیا سنی جمیعۃ العلماء، آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ، اور سنی تبلیغی جماعت) کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ میں نے عرض کیا: حضور! پانچویں تنظیم کا نام آپ نے کیسے فراموش کر دیا۔ وہ حیرت سے بولے کہ پانچویں تنظیم میں کون لوگ ہیں؟ میں نے ادب کے ساتھ کہا وہی لوگ ہیں جو ان چاروں تنظیموں سے مطمئن نہیں ہیں۔

میرے اس برجستہ جواب پر حضرت کھل کھلا کر ہنس پڑے اور دعاؤں سے نوازا۔ یہ بھی فرمایا کہ آپ کی گفتگو نے حضرت محدث اعظم کی یاد دلادی۔

حضرت صدر العلماء سے راقم الحروف کی تیسری ملاقات اس وقت ہوئی جب مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور، اضطراب وانتشار کی آغوش میں ہچکولے کھا رہا تھا۔ یہ ایک عبرت انگیز اور دردناک لمبی کہانی ہے جسے سر دست نظر انداز کر دینے ہی میں ذہنی عافیت ہے۔ البتہ سیاق وسباق کے لئے اتنا عرض کرنا ضروری ہے کہ "۲۲؍ مئی ۱۹۷۱ء کو سرپرست اعظم حضرت مولانا سید محمد مختار اشرف سجادہ نشین سرکار کلاں اپنے ہمراہ ارکان مجلس شوری کو لے کر مبارک پور پہنچے۔ ان ہی ارکان میں حضرت صدر العلماء سید غلام جیلانی میرٹھی صاحب قبلہ شیخ الحدیث جامعہ عربیہ میرٹھ یو۔ پی۔ بھی موجود تھے اور ان سب کی دیکھ بھال کے لئے حضور سرکار کلاں نے راقم الحروف کو بھی ساتھ میں رکھا تھا۔ جب سرپرست مدرسہ نے حسب سابق ناظم مدرسہ قاری محمد یحیٰ صاحب سے ایجنڈا جاری کرنے کو فرمایا تو ناظم صاحب نے بتایا:

مبارک پور کے عوام نے تمام اختیارات حافظ ملت حضرت مولانا عبد العزیز صاحب بھوجپوری کو سونپ دیئے ہیں۔ اب آپ سرپرست بھی نہیں رہے۔

اس گفتگو کے بعد حضرت سرپرست اعظم مع ارکان شوری مدرسہ سے نکل کر اپنے مرید مسمی طفیل احمد

کے مکان پر تشریف لے گئے۔ یہ خبر پاکر ناظم صاحب کے رویہ کے خلاف قصبہ میں مزید ہیجان پیدا ہوا۔ حضرت سرپرست اعظم کے گرد ایک بہت بڑا مجمع اکٹھا ہوگیا۔ حضرت نے لوگوں سے پر سکون رہنے کی ہدایت فرمائی اور اسی روز مع ارکان مجلس شوریٰ مبارکپور سے لوٹ گئے۔ [ماخوذ از اشرفیہ کی پکار، ناشر عبدالمنان اشرفی مبارکپوری]

اس ہنگامی آمد ورفت سے حضرت صدر العلماء بہت زیادہ آزردہ خاطر ہوئے۔ مبارکپور سے واپسی پر وہ ایک شب کے لئے کچھوچھہ شریف میں قیام پذیر رہے۔ اس دوران انتہائی حق پسندی، صاف گوئی، دیانتداری سے لبریز بلند خیالی، مستقبل بینی۔ گہرائی اور گیرائی اور دین وملت کے درد سے بھرپور لہجے میں بہت سی باتیں ارشاد فرمائیں جنہیں اس خیال سے قلم انداز کرتا ہوں کہ اقتدار کے متوالوں، دین میں سیاست کرنے والوں کا بھرم کہیں کھل نہ جائے!

بہر حال مجھے پہلی بار یہ محسوس ہوا کہ حضرت صدر العلماء صرف علم کتابی ہی نہیں رکھتے تھے بلکہ دنیاوی معاملات میں بھی ان کی نکتہ رسی۔ دور بینی، دروں بینی، فراست ایمانی، فکر وتدبر، معاملہ فہمی، روشن خیالی، اور انصاف پسندی نے انہیں ایک انفرادی بلندی پر فائز کردیا تھا، شاید یہی سبب ہے کہ ان کی یادوں کے نقوش بیش قیمت بھی ہیں اور لازوال بھی۔

ع حق مغفرت کرے عجب انمول ذات تھی۔

سید حسن مثنیٰ انور اشرفی جیلانی

کچھوچھہ مقدسہ انڈیا

یادگارِ سلف افتخار خلف

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی

حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مجددی (علیہ الرحمہ)
(کراچی پاکستان)

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

صدر العلماء حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ اکابر علمائے اہلسنت میں تھے۔ بارہ ربیع الاول شریف کی محفل میلاد النبی ﷺ میں حضرت والد ماجد مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ آپ کو یاد فرماتے تھے۔ ۱۹۴۰ء اور ۱۹۳۶ء کے درمیان نو عمری میں فقیر نے کئی بار ان کی زیارت کی ہے۔ چھریرہ بدن، گندمی رنگ، سر پر عمامہ، بہت وجیہ اور شکیل معلوم ہوتے تھے۔ ان کے علمی فیض سے نہ معلوم کتنے طالبان علم مستفید ہوئے ہوں گے۔ وہ علم و دانش کا ایک سر چشمہ تھے، بقول مفتی محمود اختر القادری وہ بہت ذہین و فطین، طباع و حاضر جواب، خوش خلق، خوش آواز، اور خوش پوشاک تھے۔ حق بات کہنے میں کسی کی پرواہ نہ کرتے، وہ اس شعر کا مصداق تھے،

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی کے والد ماجد کا اسم گرامی سید غلام فخر الدین علیہ الرحمہ (م۔ ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۵ء) تھا اور جد امجد کا نام نامی سید سخاوت حسین علیہ الرحمہ تھا۔ جو جید عالم اور صرف ونحو کے ماہر استاذ تھے۔، اور عم محترم مشہور و معروف مبلغ اسلام اور فاضل مولانا سید قطب الدین برہم چاری علیہ الرحمہ (م۔ ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۲ء) تھے جو مولانا لطف اللہ علی گڑھی کے شاگرد رشید تھے۔

حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی کی ولادت باسعادت ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء میں ریاست دادوں (ضلع علی گڑھ، یوپی، بھارت) میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم ایک مکتب میں حاصل کی، پھر پرائمری اسکول میں درجہ چہارم کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ کے عم محترم مولانا سید غلام قطب الدین برہم

جاری نے مدرسہ انجمن اہل سنت ضلع مراد آباد (جو بعد میں جامعہ نعیمیہ کے نام سے مشہور ہوا) میں داخل کرا دیا۔ جہاں مولانا عبدالعزیز فتح پوری اور صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ سے اکتساب فیض کیا۔ پھر ۱۹۲۳ء میں دار العلوم معینیہ عثمانیہ، اجمیر شریف میں حاضر ہوئے اور ان اکابر علمائے اہل سنت سے منقولات ومعقولات کی تحصیل کی۔

۱۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ

۲۔ حضرت علامہ عبدالمجید علیہ الرحمہ (عم محترم مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی علیہ الرحمہ)

۳۔ حضرت مولانا عبدالحیٔ افغانی علیہ الرحمہ

۴۔ حضرت مولانا عبداللہ افغانی علیہ الرحمہ

۵۔ حضرت مولانا امیر احمد پنجابی علیہ الرحمہ

۶۔ حضرت مولانا امتیاز احمد انبیٹھوی علیہ الرحمہ

حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کی غیر معمولی ذہانت وفطانت کا یہ عالم تھا کہ کبھی کبھی آپ کے اساتذہ بھی عبارت کا مفہوم بیان کرنے کا آپ کو حکم دیتے اور آپ بیان فرما دیتے۔ قیام اجمیر شریف کے زمانے میں آگرے کے مضافات میں راجپوتوں کے اندر فتنۂ ارتداد کا طوفان اٹھا تو بریلی سے جماعت رضائے مصطفیٰ کا ایک وفد پہنچا جس نے اس فتنے کی سرکوبی کے لئے اپنا دفتر قائم کیا۔ حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی کے استاذ جلیل حضرت صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی بھی کبھی کبھی اس فتنے کی سرکوبی کے لئے تشریف لے جاتے۔ مولانا عبدالعزیز فتح پوری مولانا محمد اجمل شاہ سنبھلی بھی آپ کے ساتھ ہوتے۔

۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء میں صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف سے دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف آگئے۔ بہت سے طلبہ کے ساتھ حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی بھی دار العلوم منظر اسلام میں حاضر ہوئے اور دوسرے سال ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان علیہ الرحمہ نے آپ کی دستار بندی فرمائی۔

حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی کا سلسلۂ حدیث تین واسطوں سے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ سے ملتا ہے۔ ۱۔ صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی ۲۔ مجدد اسلام اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ۔ ۳۔ حضرت شاہ آل رسول مارہروی علیہ الرحمہ

۴۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ

معقولات کا سلسلہ مولانا ہدایت اللہ جونپوری سے ملتا ہے۔ فن تجوید وقرأت استاذ القراء حضرت قاری غلام نبی ٹونکی سے حاصل کیا۔ بقول مفتی شفیق احمد شریفی حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ، اردو،

فارسی، عربی، انگریزی زبانوں کے علاوہ سنسکرت کے بھی عالم تھے، آپ نے علم نحو، پر زیادہ زور دیا۔ اس لئے کہ اس کے بغیر کتاب وسنت کا مفہوم سمجھنا مشکل ہے۔

آپ نے کافیہ زبانی یاد کیا۔ آپ کے جد امجد حضرت مولانا سید سخاوت حسین علیہ الرحمہ صرف ونحو میں یگانۂ روزگار تھے۔ مندرجہ ذیل اکابر اہل سنت آپکے ہم درس رہے۔

۱۔ محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد علیہ الرحمہ

۲۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن (رئیس اڑیسہ) علیہ الرحمہ

۳۔ حضرت مولانا رفاقت حسین (کانپوری) علیہ الرحمہ

۴۔ حضرت مولانا عبدالعزیز (مبارکپوری) علیہ الرحمہ

۵۔ حضرت مولانا قاضی شمس الدین جونپوری علیہ الرحمہ

منقولات ومعقولات سے فارغ ہونے کے بعد حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ نے مختلف مدارس عربیہ میں درس وتدریس کے فرائض انجام دیئے۔ جس کا آغاز مدرسۂ محمودیہ قصبہ جائس (ضلع رائے بریلی، یو۔ پی، بھارت) سے کیا۔ پھر صدر یار جنگ نواب حبیب الرحمٰن شیروانی کی دعوت پر دارالعلوم عظمت نشان کرنال میں بحیثیت صدر المدرسین تشریف لے گئے۔ اس کے بعد مدرسۂ احسن المدارس قدیم کانپور کے صدر مدرس رہے۔ ۱۹۳۵ء میں حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی کے حکم پر مدرسہ اسلامیہ عربیہ اندر کوٹ، میرٹھ تشریف لے گئے۔ اور صدر المدرسین کے عہدہ جلیلہ کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ جہاں پہلے مولوی بدر عالم (جامع فیض الباری) کے مرشد قاری اسحٰق صدر المدرسین تھے یہ بات مولوی بدر عالم کو ناگوار گزری اور انہوں نے حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی کا علمی تعاقب کیا۔ چنانچہ آپ نے بھی فیض الباری کی فاحش علمی اور فنی غلطیوں کی گرفت کی۔ یہ تنقیدات بشیر القاری شرح صحیح البخاری میں شامل ہیں۔ شعبہ سنی دینیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے صدر ڈاکٹر رضوان اللہ مرحوم نے انور شاہ کشمیری پر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کیا تھا۔ جب ان کو ان تنقیدات کا علم ہوا تو انہوں نے پاکستان کے ایک فاضل کو اس مقالے کی کاپی اس خواہش کے ساتھ دی کہ اس مقالے کے ساتھ ساری تنقیدات شائع کر دی جائیں۔ علامہ مفتی نور اللہ بصیر پوری علیہ الرحمہ نے بھی غالباً فتاویٰ نوریہ میں انور شاہ کشمیری کا تعاقب کیا ہے۔

اہل سنت وجماعت میں جوہر قابل کی کمی نہیں، پروپگنڈے کے ذریعہ علمی دنیا میں کسی کو بہت آگے کر دیا جاتا ہے اور کسی کو بہت پیچھے، ۔ یہ طرز عمل غیر علمی بھی ہے، اور افسوسناک بھی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کے ساتھ بھی یہی کچھ کیا گیا۔ گذشتہ سالوں میں ملک وبیرون ملک ان پر جو تحقیقی کام ہوا تو محسوس ہوا کہ وہ اپنے معاصرین پر چھائے ہوئے ہیں۔ اور اسلام کا آفتاب وماہتاب ہیں۔

حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ فن حدیث میں اپنی مثال آپ تھے، ان کا درس حدیث بھی رسمی نہ ہوتا جیسا کہ آجکل ریڈنگ کرا دی جاتی ہے اور بس۔ علامہ موصوف ایک ایک حدیث پر ایک ایک ہفتے گفتگو فرماتے، کبھی صرف ونحو پر کبھی بلاغت اور معانی وبدیع پر، کبھی راویان حدیث پر جرح وتعدیل کبھی مسائل فقہیہ پر مفصل تقریر، اور ساتھ ساتھ مذہب امام اعظم کی اولیت اور اولویت ثابت کرتے جاتے۔ ہر علمی ذوق کا طالب علم یہاں آکر فیض یاب ہوتا۔

تعلیم وتدریس میں حضرت علامہ علیہ الرحمہ وقت کی پابندی کا خاص خیال رکھتے، اور طلبہ کو ذوق وشوق سے پڑھاتے۔ ان حقائق کا علم حضرت شاہ احمد نورانی زید عنایۃ کی گفتگو سے ہوا جوان کے تلمیذ رشید ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

۱۔ حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ میرٹھ میں تقریباً چالیس سال رہے۔

۲۔ وقت کے بہت پابند تھے، مدرسہ میں وقت پر تشریف لاتے۔

۳۔ پڑھانے میں بہت ہی مستعد تھے، حتی کہ غیر نصابی کتابیں اپنے شوق سے پڑھاتے اور طلبہ کو پڑھنے کی ترغیب دیتے۔

۴۔ صبح سے دوپہر تک پڑھاتے پھر عصر سے مغرب تک پھر مغرب سے رات گئے تک۔

کبھی کبھی کتابیں خریدنے دہلی تشریف لے جاتے حضرت شاہ احمد نورانی بھی ساتھ ساتھ ہوتے جو جمعہ کو مسجد فتح پوری دہلی میں حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ کی محفل میں شریک ہوتے کہ آپ کے والد ماجد حضرت علامہ محمد عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمہ کی یہی ہدایت تھی۔

حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ ۱۹۳۵ء میں مدرسہ اسلامیہ عربیہ میرٹھ تشریف لائے۔ اور آخر عمر تک درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔

حضرت مولانا موصوف کو ایام جوانی میں ۱۹۲۲ء میں بریلی شریف میں عرس رضوی کے مبارک موقع پر حضرت شاہ علی حسین اشرفی کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل ہوا اور ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۲ء میں دارالخیر اجمیر شریف میں سلاسلِ اربعہ کی اجازت کے ساتھ ساتھ سلسلہ منوریہ کی بھی اجازت عطا فرمائی۔ جس میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک صرف پانچ واسطے ہیں۔ (بحوالہ مفتی شفیق احمد شریفی)

۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء میں حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔

۲۹ رجمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ/۸ مئی ۱۹۷۸ء بروز پیر آپ نے وصال فرمایا۔ ﴿انا للہ و انا الیہ راجعون﴾

مثل ایوانِ سحر مرقد فروزاں ہو ترا

نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا آمین

حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کے تلامذہ کی ایک طویل فہرست ہے، یہاں چند تلامذہ

کے نام پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ علامہ عبدالعزیز مبارکپوری علیہ الرحمہ
۲۔ علامہ مولانا محمد نظام الدین علیہ الرحمہ
۳۔ علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ
۴۔ علامہ محمد تحسین اللہ خاں صدر المدرسین منظر اسلام بریلی
۵۔ ریحان ملت علامہ ریحان رضا خان علیہ الرحمہ
۶۔ قاری احمد حسین اشرفی علیہ الرحمہ
۷۔ مولانا شاہ عارف اللہ میرٹھی
۸۔ علامہ شاہ احمد نورانی

حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ ۱۹۳۳ء سے ۱۹۷۸ء تک مسلسل چوالیس پینتالیس سال درس وتدریس میں مصروف رہے۔ لیکن اس کے باوجود تصنیف وتالیف کے لئے بھی وقت نکالا۔ چنانچہ چند کتب ورسائل آپ سے یادگار رہیں، جو علوم وفنون میں آپ کی مہارت اور وسعت علم پر شاہد ہیں۔

۱۔ بشیر القاری بشرح البخاری
۲۔ البشیر الکامل (شرح مأة عامل)
۳۔ بشیر الناجیہ (شرح کافیہ)
۴۔ البشیر بشرح نحو میر
۵۔ نظام شریعت
۶۔ مصرف چرم قربانی
۷۔ تشکیل المذہبین فی حکم رفع یدین۔

الغرض فاضل جلیل حضرت علامہ غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ اپنے وقت کے جلیل القدر عالم تھے، آپ کو اجمیر شریف اور کچھوچھہ شریف سے بھی فیض ملا تھا، اور بریلی شریف سے بھی، مجمع البحرین تھے۔

آپ کا اٹھ جانا ایک جہاں کا اٹھ جانا ہے، آپ نے علم ودانش کے جو چراغ روشن کئے ان شاءاللہ وہ روشن رہیں گے، اندھیریاں چھٹتی رہیں گی، اور روشنیاں پھیلتی رہیں گی، بہاریں آتی رہیں گی، پھول کھلتے رہیں گے۔

نہ پنداری کہ من بے او بماندم
زبند این و آں آزاد رفتم
چو با صبح گردیدم دمے چند
گلاں را آب ورنگ دادہ رفتم

احقر محمد مسعود عفی عنہ
کراچی۔ سندھ اسلامی جمہوریہ پاکستان

نوٹ: اس مقالے کی تیاری میں ذاتی یادداشتوں، علمائے عصر کے ملفوظات اور مندرجہ ذیل کتابوں سے مدد لی گئی ہے۔ ۱۔ مولانا محمود احمد قادری۔ تذکرہ علمائے اہل سنت، کانپور۔ ۱۹۷۲ء، ص ۲۰۳

۲۔ مفتی شفیق احمد شریفی، تذکرہ اکابر اہل سنت، الہ آباد، ص ۳۱۲، ۳۳۵

۳۔ مفتی محمود اختر القادری، صدر العلماء حضرت علامہ سید شاہ غلام جیلانی میرٹھی، ص ۔۳۲۸۔۳۳۲۔

امام النحو صدر العلماء

حضرت علامہ ومولانا مفتی محمد مکرم صاحب نقشبندی مجددی
شاہی امام فتحپوری مسجد دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد

امام النحو صدر العلماء حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کا شمار اہل سنت کے مایۂ ناز علمائے کرام میں سے ہوتا ہے۔ حضرت فاضل بریلوی، مجدد مائۃ رابع عشر، امام اہل سنت، مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان، حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان، حضرت مفتی اعظم ہند علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمۃ والراضوان، جد امجد علامہ مولانا سید سخاوت حسین قدس سرہ، صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ، اور صدر الشریعۃ حضرت علامہ مولانا حکیم محمد امجد علی رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی تربیت میں آپ کی نشوونما ہوئی۔ ان اکابر کی صحبتوں اور ان کے باطنی وظاہری فیوض وبرکات نے قدم قدم پر علامہ غلام جیلانی علیہ الرحمہ کی رہنمائی فرمائی۔

علامہ سید غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اسلاف کی یادگار تھی، علمی استعداد میں وہ امام النحو اور استاذ الاساتذہ کے جلیل القدر منصب پر فائز ہوئے، مدرسہ انجمن اہل سنت بازار دیوان مرادآباد سے ان کے تعلیمی سفر کا آغاز ہوا۔ یوں کہنا چاہیے کہ ہوش سنبھالتے ہی انہیں جلیل القدر علمائے اہل سنت کی زیارت وصحبت نصیب ہوئی تھی جس کا اثر ان کے مزاج پر تازندگی قائم رہا۔ شروع سے ہی آپ کو تعلیم کا ذوق تھا، بہت ذہین تھے، اسباق میں پابندی سے شرکت کرتے تھے، اساتذہ کا احترام حد درجہ فرماتے تھے، صرف ونحو میں تو آپ کو بہت ملکہ تھا، گاہے گاہے ان کے اساتذہ بھی دوران اسباق ان سے نحوی مسائل پر استفسار فرمالیا کرتے تھے، اور ان کے جوابات سن کر فرحت کا اظہار فرماتے تھے۔ (صفحہ ۹۔ دیباچہ بشیر القاری)

اساتذہ کی نظر میں کسی شاگرد کو یہ مقام حاصل ہونا سند کی حیثیت رکھتا ہے۔

علامہ غلام جیلانی کو علوم منقولہ اور علوم معقولہ میں مہارت حاصل تھی، امام النحو ہونے کے ساتھ ساتھ وہ بہترین فقیہ، تجربہ کار مفتی، مفسر قرآن کریم، محدث اور منطق وفلسفہ کے ماہر عالم تھے، علم حدیث میں ان کی

مہارت ''بشیر القاری شرح بخاری شریف'' سے ظاہر وباہر ہوتی ہے۔ کتاب کے آغاز میں دیباچہ کا اضافہ کر کے انہوں نے فن حدیث اور اصول حدیث کے متعلق مفید معلومات کا اضافہ فرمایا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات وسوانح کو مستند انداز میں اس طرح پیش کیا ہے کہ طلبہ کی نظر میں فنی عقیدت اور شوق کا اضافہ ہوتا ہی چلا جاتا ہے۔ مصنف نے اپنے حالات، اپنے بچپن اور اپنے تعلیمی سفر کو بھی ''حالات خود بقلم خود'' کے عنوان کے تحت ذکر کیا ہے۔ جس کو پڑھنے سے بہت سی تاریخی حقیقتوں سے واقفیت حاصل ہوتی ہے۔

''بشیر القاری شرح بخاری شریف'' کا آغاز اس خطبہ سے ہوتا ہے جس میں صنعت تلمیح بھی پائی جاتی ہے، اس خطبہ سے علامہ میرٹھی کا اپنے بزرگوں سے والہانہ تعلق ظاہر ہوتا ہے۔

﴿الحمد لله الذي هو امجد علي، والذي هو احمد رضا عند كل ذكي. والصلاة والسلام على نبيه الأمي۔ الذي تجلى له كل شيئ من الجلي و الخفي. و على آل رسول هو عبد العزيز على كل عات و ناري. وهداية الله لكل مسلم و بخاري۔ و على آله و اصحابه الذين هم فضل حق لمن قفاهم سيما الترمذي والنسائي۔ مادام ابو داؤد و ابن ماجة بايدي الطالبين لابل ابد الآبدين﴾

(ص ا۔ دیباچہ بشیر القاری۔ مطبوعہ مکتبۃ الجیلانی سنبھل)

یہ کہنا بجا ودرست ہے کہ انہوں نے اپنے اساتذہ سے جو علم حاصل کیا تھا اسے دیانت داری واخلاص کے ساتھ اپنے شاگردوں کو پہنچایا، اور قدم قدم پر امت مسلمہ کی رہنمائی کی، ان کی سیرت، ان کے علم وفضل، کردار وگفتار، اخلاق وعادات، تواضع وانکساری، سادگی اور ملنساری، اخلاص ومحبت کو اگر تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے تو اس کے لئے بڑے بڑے دفتر درکار ہوں گے۔

امام الانبیا، سید المرسلین، رحمۃ للعالمین، محبوب رب العالمین ﷺ کے عشق ومحبت میں سرشار ہو کر امام بخاری نے صحیح البخاری لکھی، تعظیم وتوقیر، احتیاط وادب، کی وہ مثال قائم فرمائی کہ دوسری کوئی مثال ہی نہیں ملتی، علامہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی صحیح البخاری کی شرح بشیر القاری میں اسی ادب وتعظیم وتوقیر کو ملحوظ رکھتے ہوئے عشق ومحبت میں سرشار ہو کر شرح فرمائی ہے۔ مسلک اہل سنت کو مدلل انداز میں پیش کرتے ہوئے انہوں نے جگہ جگہ صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کا بھی تذکرہ فرما کر شرح کو مزید پر مغز اور موثر بنا دیا ہے۔ مثلاً۔ علامہ غلام جیلانی ﴿انما الاعمال بالنيات﴾ حدیث مبارک کی تشریح کرتے ہوئے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس وعظ کا تفصیل کے ساتھ ذکر فرماتے ہیں، جس میں آپ نے اپنے خادم ابو الرضا کو شونیزی قبرستان میں روانہ فرماتے ہوئے فرمایا تھا'' وہاں ایک بوڑھا ملے گا جو عود بجا رہا ہے۔ یہ سو اشرفیاں اس کو دینا اور ہمارے پاس اس کو بلا لانا، اشرفیاں لیتے ہی اس بوڑھے نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑا، جب ہوش میں آیا تو

خادم اسے حضرت کی بارگاہ عالیہ میں لایا اور اس نے اپنا سارا قصہ سنایا کہ کس طرح لوگوں نے مجھے نظر انداز کر دیا تھا، لیکن میں خلوص نیت کے ساتھ سبوح وقدوس کی بارگاہ میں پیش ہوا اور عرض کرنے لگا تو ابھی۔

"میری عرضداشت جناب باری میں ختم نہ ہونے پائی تھی کہ حضور غوث اعظم کا خادم یہ سو اشرفیاں لے کر پہونچا اور مجھ کو دے دیں۔ یہ قصہ بیان کر کے اس قوال نے عود کو توڑ ڈالا اور تائب ہو گیا، توبہ کی تو (دربار میں موجود) باقی انتالیس اشخاص نے بھی اپنی اپنی اشرفیاں اس قوال کو دے دیں، حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضرین مجلس کو مخاطب کر کے فرمایا کہ فقیرو! مقام غور ہے۔ اس قوال نے لہو ولعب میں نیت صادق کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے دامن مراد کو بھر دیا تو جو شخص اپنے فقر وغیرہ تمام احوال اور جملہ طاعات وافعال میں نیت صادق سے کام لے اس پر مولیٰ تعالیٰ کا کس قدر عظیم الشان کرم ہوگا۔ لہٰذا تم پر لازم ہے کہ صدق نیت اور صفائی باطن اختیار کرو، اگر یہ دونوں نہ ہوتے تو کوئی بشر قرب الٰہی حاصل نہ کر سکتا تھا۔ کیا تم نے حق جل مجدہ کا قرآن کریم میں یہ ارشاد نہیں سنا۔ ﴿اذا قلتم فاعدلوا﴾ یعنی جب بات کرو تو صدق نیت کے ساتھ ہو۔ (قلائد الجواہر)

مذکورہ بالا احادیث وواقعات سے آفتاب نیمروز کی طرح ظاہر ہو گیا، کہ ہر نیت صادق کے ساتھ دنیوی اور اخروی دونوں منفعتیں وابستہ ہیں، اور نیت صادق کو عمل پر حریت حاصل ہے کہ بغیر اس کے اعمال پر اخروی منفعت کا استحقاق نہیں ہوتا۔ نظر برآں سیدی مولوی معنوی قدس سرہ القوی نے ارشاد فرمایا:

مثنوی

سید "الاعمال بالنیات" گفت — نیت خیرت بسے گلہا شگفت

نیت مومن بود بہ از عمل — ایں چنیں فرمود سلطان دُوَل

سلسلۂ بیعت میں داخل ہونے والے مرید پر بالخصوص صدق نیت کا التزام ہر قول وفعل میں واجب ہے کہ بغیر اس کے بیعت کی خصوصی برکات سے محروم رہے گا۔ عام ازیں کہ بیعت برکت میں داخل ہو یا بیعت ارادت میں۔ صرف تبرک کے لئے داخل سلسلہ ہو جانے کو بیعت برکت کہتے ہیں آج کل عام بیعتیں یہی ہوتی ہیں۔ وہ بھی نیک نیت اشخاص کی، ورنہ بعضوں کی بیعت دنیوی فاسد اغراض کے ماتحت ہوتی ہے وہ خارج از بحث ہے۔ یہ بیعت برکت بھی بیکار نہیں مفید اور بہت مفید۔ دنیا وآخرت میں کام آنے والی ہے۔ محبوبان خدا کے غلاموں کے دفتر میں نام لکھ جانا اور ان سے سلسلہ متصل ہو جانا فی نفسہ سعادت ہے۔ **اولاً**۔ ان کے راہ سلوک طے کرنے والے خاص غلاموں سے اس امر میں مشابہت، اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ﴿من تشبہ بقوم فھو منھم﴾ جو شخص جس قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ انہیں میں سے ہے۔ سیدنا شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عوارف المعارف شریف میں فرماتے ہیں، (عربی عبارت) ترجمہ۔ واضح ہو کہ خرقے دو ہیں۔

خرقۂ ارادت اور خرقۂ تبرک، مشائخ کا مریدوں سے اصلی مطلوب خرقۂ ارادت ہے۔ اور خرقۂ تبرک اس سے مشابہت رکھتا ہے۔ تو حقیقی مرید کے لئے خرقۂ ارادت ہے، اور مشابہت چاہنے والے کے لئے خرقۂ تبرک، اور جو جس قوم سے مشابہت چاہے وہ انہیں میں سے ہے۔ **ثانیاً**۔ ان غلامان خاص کے ساتھ ایک سلک میں منسلک ہونا۔

ع۔ بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ رب تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ھم القوم لا یشقی بھم جلیسھم﴾

یعنی وہ ایسے لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا بھی بد بخت نہیں رہتا۔

ثالثاً: محبوبان خدا آیت رحمت ہیں، وہ اپنا نام لینے والے کو بشرطیکہ صدق نیت سے لیتا ہو اپنا کر لیتے ہیں، اور اس پر نظر رحمت رکھتے ہیں، مریدین کی دینوی اور اخروی فلاح و بہبود ان کے پیش نظر رہتی ہے، بارگاہ الٰہی میں حضوری کے وقت اپنے مریدین کو یاد رکھتے ہیں، ان کے لئے طالب مغفرت ہوتے ہیں۔ حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی گئی اگر کوئی شخص حضور کا نام لیوا ہو اور اس نے نہ حضور کے دست مبارک پر بیعت کی ہو اور نہ حضور کا خرقہ پہنا ہو کیا وہ حضور کے مریدوں میں شمار ہوگا؟ فرمایا۔ (عربی عبارت) جو اپنے آپ کو میری طرف نسبت کرے اور اپنا نام میرے دفتر میں شامل کرے تو اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے گا۔ اور اگر وہ کسی ناپسندیدہ راہ پر ہو تو اسے توبہ کی توفیق عطا فرمائے گا۔ اور وہ میرے مریدوں کے زمرے میں ہے۔ اور بے شک میرے رب عزوجل نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میرے مریدوں اور میرے ہم مذہبوں اور میرے چاہنے والوں کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ (ماخوذ ص ر ۶۰، ۶۱، بشیر القاری)

قارئین، اندازہ کر سکتے ہیں کہ علامہ جیلانی میرٹھی قدس سرہ کا انداز بیان کتنا سلیس اور سادہ ہے، موثر اور جامع ہے۔ ہر حدیث مبارک کے ترجمہ اور تشریح میں کئی کئی صفحات پر آپ ایسے دریائے بیکراں کی طرح گوہر بکھیرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ (ملاحظہ ہوں ص ۶۳۔۶۵)

علامہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت مفکر ملت اور مصلح قوم کا پیکر تھی، وہ اپنی تحریروں اور تقریروں میں ہمیشہ ہی امت کی رہنمائی کا خیال رکھتے ہیں ان کی ہر تصنیف اسی جذبہ سے ہے گویا تمام زندگی ملت اسلامیہ کے لئے وقف فرما دی تھی، اسی مقصد سے انہوں نے درسی کتب کے ترجمہ اور تشریح کا بیڑا اٹھایا تھا تا کہ تلامذہ کی علمی استعداد پختہ ہو سکے، اور یہ نونہالان ملت مستقبل کے روشن مینار بن سکیں۔ صرف ونحو کے مسائل تو انہیں ازبر تھے، ان کا مطالعہ وسیع اور طبیعت ناقدانہ تھی، جب بھی کوئی فنی غلطی نظر میں آتی تھی تو آپ فوراً اسے درست فرما دیتے تھے، جیسے ایک خطاط املا کی غلطیوں کو ایک ہی نظر میں بھانپ لیتا ہے اسی طرح علامہ بھی مہارت رکھتے تھے، دار

العلوم دیوبند کے اساتذہ کی شروح بھی انہوں نے ملاحظہ کیں تو غلطیوں کی نشاندہی میں آپ نے کسی تکلف سے کام نہیں لیا۔ وہ ایک ہمدرد ملت تھے، اور ہمدرد کبھی بھی غلطی کو برداشت نہیں کر سکتا۔

البشیر شرح نحو میر کے دیباچہ میں علامہ تحریر فرماتے ہیں:

اما بعد فقیر، ارباب علم کی خدمات میں عرض پرداز ہے کہ عربی مدارس میں صرف ونحو کی ابتدائی کتابوں کی تعلیم ویسی نہ رہی جیسی پچاس سال پیشتر تھی، جس کی وجہ سے طلبہ کی استعداد پر بہت برا اثر پڑ رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ آخر تک خام رہتے ہیں۔

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

بعض طلبہ کے اصرار بیکراں اور عزیز گرامی قدر مولوی رحمت اللہ بلرام پوری کے تقاضائے فراواں پر نحو میر کی شرح لکھی، تا کہ طلبہ گمراہی سے محفوظ رہیں، جو دیوبندی شروح نے پھیلا رکھی ہیں۔

(دیباچہ، البشیر شرح نحو میر)

دیوبندی اساتذہ کی دو شرحوں المصباح المنیر (مصنفہ ۱۳۷۷ھ) اور مہر منیر۔ (مصنفہ ۱۳۶۵ھ) کے بارے میں علامہ جیلانی تحریر فرماتے ہیں۔

دونوں کے مضامین یکساں ہیں، حتی کہ الفاظ میں بھی اتحاد، کہیں کہیں اقل قلیل اختلاف پایا جاتا ہے، اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اول نے دوم کا چربہ اتارا ہے۔ اور دوم کی عبارات بجنسہ نقل کر دی ہیں۔ بہر کیف دونوں طلبہ کے لئے گمراہی کا "پاور ہاؤس" ہیں۔ ان دونوں فاضلان دیوبند کو (سید حسن صاحب مدرس دار العلوم دیوبند، اور مولانا عمر احمد عثمانی تھانوی کو) علم نحو کی ابتدائی کتابوں کے مسائل مستحضر نہیں بلکہ خود نحو میر بھی سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ان دونوں فاضلان دیوبند کا حال یہ ہے کہ مصنف علیہ الرحمہ پر افترا، نحویوں کی جانب نسبت ناروا، مسائل کے بیان میں تضاد، نہ نحو میر میں لکھا سمجھے نہ اپنا لکھا یاد، کتابی مثالوں کے ترجمے غلط سلط، خود ساختہ مثالوں میں شطط بر شطط، اصطلاحات پر وقوف ناتمام، اور ترکیب تو خام در خام، یہ ہیں نحو میر کی شروح یا ہیں دیوبندی قروح، نعوذ باللہ السبوح، انہیں وجوہ بالا کی بناپر دونوں صاحبان سے یہ اغلاط کثیرہ صادر ہوئے جن کی تعداد سینکڑوں تک پہونچتی ہے۔ ہم نے صرف ان اغلاط کو بعنوان "تنبیہ" بیان کیا ہے، جن کو مبتدی طلبہ بخوبی سمجھ لیں اور دونوں شروح کی گمراہی سے محفوظ ہو جائیں۔ (ص، ۷، ۸۔ البشیر شرح نحو میر)

البشیر ۲۸۴ رصفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا سنہ تصنیف ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۷ء ہے۔ علامہ نے مذکورہ بالا اغلاط کو ہر ہر صفحہ نمبر کے حوالہ سے "تنبیہ" کا عنوان قائم کر کے درست فرمایا ہے۔ اور ہر تنبیہ پر نمبر بھی ڈالا ہے۔ اس طرح کل ۲۶۰ تنبیہات علامہ نے ذکر کی ہیں۔

البشیر الکامل شرح مأۃ عامل کی اردو تشریح ہے، شارح نے اسے ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۴ء میں لکھا ہے۔ آپ کے سامنے ایک اور شرح مأۃ عامل کی اردو شرح بھی تھی اس پر تبصرہ فرماتے ہوئے آپ رقم طراز ہیں۔

ناظرین کرام مقام غور ہے کہ (ایضاح العوامل کے) صفحہ/۶ سے ترکیب نحوی شروع ہو کر صفحہ/۱۱۱ پر ختم ہوئی تو کتاب کے کل صفحات ترکیب ۱۰۵ رہوئے جن میں (۱۸۶) غلطیاں ہیں اور وہ بھی موٹی موٹی جن کو دیکھ کر مبتدی بھی انگشت بدنداں رہ جائیں، کتاب کا کوئی صفحہ غلطی سے خالی نہیں۔ ہم نے کل اغلاط بالاستیعاب بیان نہیں کیں ورنہ اغلاط کی تعداد کئی سو تک پہونچتی، یہ ہے دار العلوم دیوبند میں درجہ علیا کے مدرس مولانا ظہور احمد کی نحودانی۔ (دیباچہ البشیر الکامل، ص ۲۹)

بشیر الناجیہ۔ یہ کافیہ کی مایہ ناز شرح ہے جسے علامہ جیلانی نے ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء میں لکھا ہے۔ اس کے دیباچہ میں موصوف تحریر فرماتے ہیں:

"آج کل عموماً اردو کی وہ شروح مل رہی ہیں جن کو دیوبندی علماء نے تالیف کیا ہے، یہ شروح اغلاط کثیرہ پر مشتمل ہیں، چنانچہ اس وقت اردو کی شروح میں سے ہمارے پاس صرف ایک شرح ہے، جس کا نام سعیدیہ ہے، یہ مولانا محمد حیات سنبھلی صدر مدرس مدرسہ امدادیہ مراد آباد کی تصنیف ہے۔ جو دیوبندی مسلک رکھتے ہیں، علمائے دیوبند کی دیگر شروح کی طرح یہ بھی اغلاط پر مشتمل ہے۔ جس کو پڑھ کر طلبہ گمراہ ہو رہے ہیں۔ مناظر اہل سنت حضرت مولانا مفتی محمد حسین صاحب سنبھلی سلمہ اللہ القوی کی فرمائش کے پیش نظر بوجہ قلت وقت اس کی بعض اغلاط کے بیان پر اکتفا کرتا ہوں۔ (دیباچہ بشیر الناجیہ، ص ۴، (حصہ اول تا مجرورات)

بشیر القاری شرح بخاری شریف میں بھی جابجا علامہ جیلانی قدس سرہ کی باریک نظر نے علمائے دیوبند پر گرفت فرمائی ہے۔ جہاں بھی انہیں کوئی غلطی نظر آئی انہوں نے بلا جھجک اس کی نشاندہی کی، اور اس پر دلائل قائم فرمائے۔ جس کی یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ بشیر القاری کے ص/۲۸۲ پر آپ تحریر کرتے ہیں:

سوال: حضرت شیخ الکل، حضرت حکیم الامت، شیخ الحدیث حضرت مولانا خلیل احمد اور حضرت شیخ الہند، حضرت شیخ الاسلام، شیخ الحدیث حضرت مولانا انور شاہ کشمیری، وغیرہ مذکورہ بالا علمائے دیوبند ہندوستان کی ان مایہ ناز ہستیوں میں ہیں جن کا طنطنۂ علمی زمانہ ماضی میں بلند ہوا تھا۔ اور اب تک ان کے علمی وقار کی آواز جرس سے ربع مسکون کا چپہ چپہ گونج رہا ہے۔ پھر کیا وجہ ہوئی کہ اول الذکر ہر سہ حضرات سے شان نبوی اور جناب خداوندی میں کھلی ہوئی بے ادبیاں صادر ہوئیں، اور کیا وجہ ہے کہ بخاری پڑھنے اور برسوں تک پڑھانے کے باوجود موخر الذکر ہر سہ حضرات سے بخاری کے پہلے ہی باب میں ایسی غلطیاں واقع ہوئیں جو کسی ادنیٰ سمجھدار طالب علم سے بھی متصور نہیں ہوسکتیں۔

جواب: مرید کے لئے تیرہ شرائط ہیں ان میں سے شرط دوم کو "لطائف اشرفی" میں صفحہ/۱۹۳ پر یہ

بایں الفاظ بیان فرمایا ہے۔(فارسی عبارت) ترجمہ: شرط دوم یہ ہے جس کو حضرت خواجہ نے فرمایا کہ پیر کی کسی بات پر اعتراض نہ کرے اگر چہ باعتبار ظاہر اس کی صحت معلوم نہ ہو، اور جب پریشان ہو اور تاویل سمجھ میں نہ آئے تو حضرت موسی وخضر علیہما السلام کا قصہ یاد کرلے اور یقین رکھے کہ اس راستہ میں کوئی چیز اتنی مضر نہیں جتنا کہ اکابر پر اعتراض کرنا مضرت رساں ہے، مشائخ نے ارشاد فرمایا کہ ہر چیز کی تلافی ہو سکتی ہے مگر "پیر پر" اعتراض کی ممکن نہیں، کیونکہ معترض کو کسی حال میں معذور نہیں رکھا گیا۔ اور جو حجاب اعتراض سے پیدا ہو جاتا ہے وہ کسی تدبیر سے دور نہیں ہوتا۔ اور پیر پر اعتراض انتہا درجہ نحوست اور نا مبارک ہے، اور اعتراض کی خاصیت یہ ہے کہ اس سے فیض کے راستے بند ہو جاتے ہیں، تو اے طالب تجھ پر لازم ہے کہ اس سخت روگ سے بچتا رہے۔ مرشد کامل عارف واصل حضرت حاجی امداد اللہ شاہ صاحب قدس سرہ ان محبوبان بارگاہ الہی سے ہیں جن کے متعلق حدیث میں ارشاد ہوا۔

اذا احب الله عبدا علمه من غير تعلم۔

حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے ہندوستان سے مکہ مکرمہ چلے جانے کے بعد مذکورہ بالا دیوبندی علماء اور بحر العلوم حضرت مولانا شاہ عبد السمیع صاحب بیدل قدس سرہ کے درمیان مسائل میں شدید اختلاف پیدا ہو گیا، کیوں کہ دونوں صاحبان حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے دامن سے وابستہ تھے، اس لئے یہ بات طے قرار پائی کہ اپنے پیر دستگیر کی جانب رجوع کیا جائے، ان کا فیصلہ ہر فریق کے حق میں واجب التسلیم ہوگا۔ چنانچہ وہ مسائل مکہ معظمہ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں بھیج کر استفتا کیا گیا۔ آپنے ان کا جواب تحریر کرکے ارسال فرمایا جو بنام فیصلہ ہفت مسئلہ موسوم ہے۔ یہ جواب مذکورہ بالا دیوبندی علماء کی رائے کے خلاف آیا.........

.........جواب مذکور دیکھ کر یہ بولے کہ ہم تو حاجی صاحب کے طریقت میں مرید ہیں، اور یہ ہیں مسائل شریعت جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ علم شریعت ہم کو حاجی صاحب سے زیادہ ہے اور اپنی تحقیق کے خلاف ان کا جواب تسلیم نہیں کیا جا سکتا، چونکہ یہ قول مرشد کامل پر اعتراض اور ان کی جناب میں بے ادبی اور گستاخی تھا، اس لئے قائلین اور متبعین دونوں کے دونوں عتاب میں ماخوذ ہوئے جس کا انجام یہ ہوا کہ فیض کے راستے مسدود ہونے کے ساتھ ساتھ عقل وحواس دونوں رہنمائی کے قابل نہیں رہے۔ کسی سے شان الوہیت میں بے ادبی سرزد ہوئی اور کسی سے شان رسالت میں، کوئی امام بخاری پر افترا اور جملہ مسلمین سے ایمان کا انکار کر بیٹھا اور کسی کو برسوں بخاری پڑھانے کے باوجود اس کے پہلے باب کا ترجمہ ہی نظر نہ آیا۔ سچ ہے کہ شیخ کامل کی ناراضگی کے بعد کسی مرید کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔

(تیسیر القاری، شرح بخاری، جلد، اول، ص ۲۲۸)

قارئین اس سے بخوبی اندازہ کررہے ہوں گے کہ علامہ جیلانی علیہ الرحمہ کا مزاج کس طرح کا تھا، کوئی بھی غلطی کسی کی بھی ہو ان کی نظر سے بچ نہیں پاتی تھی، اس مختصر مضمون میں تفصیل کی تو گنجائش نہیں ہے، ورنہ ہم تفصیل کے ساتھ ان مباحث کو پیش کرتے جن کو پڑھ کر حق اور ناحق جدا جدا نظر آجاتا۔ ان اقتباسات کو پڑھ کر تحقیق طلب نگاہ ضرور بے چین ہوگی اور ہمیں امید ہے کہ اصل کتاب کو مطالعہ کرکے قارئین کو بے حد مفید معلومات حاصل ہوں گی۔

حضرت علامہ جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ نے اپنے تلامذہ کو اکابر کا گرویدہ اور سچا عقیدت مند بنا رکھا تھا، آپ اپنی محفلوں میں، درسگاہوں میں، تقاریر میں اور ملاقاتوں میں اکثر وبیشتر اپنے اساتذہ اور علمائے اہل سنت کا ذکر مبارک فرماتے تھے، گویا آپ اسلامی تہذیب، تعلیم اور تاریخ کا ایک ربط باہمی قائم فرماتے تھے، تاکہ تلامذہ اس سے استفادہ کرتے رہیں، اور سینہ بہ سینہ یہ فیوض وبرکات منتقل ہوتے چلے جائیں۔

تاریخ اسلام اور تاریخ آزادی ہند پر ان کو خاص ملکہ تھا" ہندوستان کی آزادی کے محرک اول" کے عنوان کے تحت حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی قدس سرہ العزیز کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

"ظالم انگریز کے خلاف، ہندوستان کی تحریک آزادی کے محرک اول آپ ہی ہیں، اوروں کی طرح آپ کی خدمات تحریک خرید کردہ نہ تھیں بلکہ دشمن دین ودنیا انگریز کے وجود سے ہندوستان کو لوجہ اللہ پاک کرنے کے لئے تحریک آزادی کا علم بلند کیا تھا۔ اسی واسطے مخلصانہ خدمات کی قدردانی کرتے ہوئے بھارت سرکار نے آپ کے موجودہ پس ماندگان کے لئے وظائف جاری کئے ہیں۔

ہندوستان کے وہابی صاحبان اس تحریک کی نسبت مولانا اسماعیل دہلوی مصنف "تقویۃ الایمان" کی جانب کرتے ہیں جس کے سفید جھوٹ ہونے میں کسی باخبر انسان کو شبہ بھی نہیں ہوسکتا۔ وہابی مؤرخین نے ان کو مجاہد اور شہید قرار دے کر فن تاریخ کو مسخ کیا ہے۔ وہ درحقیقت ظالم انگریز کے آلۂ کار تھے، اور یہ اس کی شاطرانہ چال تھی، کہ خود بظاہر علیحدہ رہا اور اپنے لئے راستہ صاف کرنے کی خاطر جہاد کے نام پر انکو آگے بڑھا کر لاہور میں سکھوں پر حملہ کرایا تھا۔ ورنہ یہ موٹی سی بات ہے کہ گھر میں ظالم انگریز مسلط، اس سے جہاد نہیں کیا جاتا۔ مولانا موصوف گھر سے باہر جاکر جہاد فرماتے ہیں۔ یہ کونسی تک ہے۔ پھر یہ جہاد سکھوں ہی تک محدود نہیں رہا بلکہ اس کی زد میں سرحدی مسلمان بھی آگئے تھے۔ آپ کے لشکر اسلام نے مسلمانوں پر بے پناہ غارت گری کی، لوٹ مار میں کوئی دقیقہ فرد گزاشت نہیں کیا اور مسلمانوں نے ہی مدافعت میں آپ کو قتل کیا تھا۔ تو شہادت کس قانون سے حاصل ہوگئی؟ اسی واسطے مجدد مائۃ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

وہ جسے وہابیہ نے دیا ہے لقب شہید وذبیح کا
وہ شہید لیلی نجد تھا وہ ذبیح تیغ خیار ہے

(بشیر القاری، ص ۱۷۱)

ناظرین کرام ملاحظہ فرماسکتے ہیں کہ علامہ جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان کی باریک بین نظر کہاں کہاں رہنمائی فرمارہی ہے۔ انہوں نے عوام وخواص احباب واجانب، اساتذہ اور تلامذہ کی تربیت میں ان کی اصلاح میں اور انہیں راہ ہدایت دکھانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ اسی مقصد کے تحت انہوں نے متعدد درسی کتب کا اردو ترجمہ اور تشریح کی، ان کی شروح آج مدارس عربیہ کے طلبہ کے لئے بیش بہا علمی خزانے ہیں۔ انہوں نے مصنفین کے حالات اور ان کے فضائل ومناقب، نیز ان کے علمی کمالات کو مستند انداز میں دیباچہ میں شامل کرکے مفید اضافہ کیا ہے، مصنفین کے حالات پڑھ کر طلبہ کی عقیدت میں اضافہ ہوتا ہے، اور اصل فن کے ساتھ بھی ان کی دلچسپی قائم رہتی ہے، یوں کہنا چاہیے کہ وہ اپنے انداز بیان سے تلامذہ کو مصنفین سے اتنا قریب کردیتے ہیں کہ اجنبیت کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ آپ نے تجربہ کیا ہوگا کہ جو اساتذہ اپنے طلبہ کے ساتھ خوش اخلاق اور منکساری سے پیش آتے ہیں ان کے کلاس میں طلبہ شوق سے حاضر ہوتے ہیں۔ استاد کی تقریر کو دلچسپی سے سنتے ہیں، اور زیادہ استفادہ بھی کرتے ہیں۔ ایسے ہی علامہ میرٹھی کا طلبہ کے ساتھ سلوک ہوتا تھا۔ طلبہ ہنستے کھیلتے میں سب کچھ سیکھ لیا کرتے تھے، ان کے دل میں خلوص تھا۔ جذبہ تھا۔ درد تھا۔ عربی مدارس کو اور اہل سنت کے اداروں کو علامہ کے علمی ذخیروں سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنا چاہئے تاکہ طلبہ کی علمی استعداد میں کوئی نقص نہ رہ جائے۔ عوام کے اذہان کو مدنظر رکھ کر انہوں نے نظام شریعت مع مسنون دعائیں، تالیف کی، نئے نئے انداز میں انہوں نے امت مسلمہ کو شریعت کا خوگر بنانے اور عالم باعمل بنانے کی کوشش کی۔ مدنی تاجدار ﷺ کے لیل ونہار نظام شریعت کے ص ۳ پر آپ لکھتے ہیں۔

کامیابی کا صرف ایک طریقہ ہے۔ اس کے علاوہ جس قدر طریقے ہیں سب کے سب درحقیقت زندگی کو خراب کرنے والے ہیں، اور وہ ایک طریقہ یہ ہے کہ دنیوی زندگی میں انسان کے دو تعلق ہیں، ایک خالق سے دوسرا مخلوق سے، ان دونوں تعلقات کو تازیست اسی طرح قائم رکھے، جس طرح سید الابرار مدنی تاجدار ﷺ نے قائم رکھا اور ان کے متعلق جو ہدایات فرمائیں ان سب کو اپنا نصب العین بنائے۔ یعنی اپنی زندگی کو محبوب خدا کی زندگی کے سانچے میں ڈھال کر آپ کے رنگ میں رنگ جائے۔ اپنے لیل ونہار کو آپ کے لیل ونہار کے ساتھ اس طرح مطابق کرلے کہ عبادت وریاضت میں، معاشرت ومعاملات میں، گفتار ورفتار میں، نشست و برخاست میں، خورد وبزرگ اور احباب کی ملاقات میں، خورد ونوش اور لباس میں، انسانی ضروریات سے فراغت اور جسم کی طہارت میں، بیداری اور خواب راحت میں، الغرض جملہ اعمال اور اخلاقیات میں آپ کے نقش قدم کو اپنا پیشوا بنالے یہاں تک کہ اسی حالت میں دار فانی سے ملک جاودانی کی طرح رخصت ہوجائے۔

دنیا میں ہر قوم اپنی مذہبی معاشرت اور اپنے پیشوا کے طرز عمل کی مضبوطی سے پابند رہتی ہے، بلکہ اپنی معاشرت، اپنا تمدن، اپنے طریقے، دوسری اقوام میں رائج کرنے کے لئے ہر قوم نہ صرف مالی ایثار بلکہ جانی

قربانی بھی کر گزرتی ہے۔

مگر بڑے شرم کی بات ہے کہ مسلم کہلوائیں اور اسلامی معاشرت، اسلامی آداب، ترک کرتے جائیں، انگریز کو دشمن اسلام سمجھیں مگر معاشرت میں انگریز کو اپنے اوپر مسلط اس درجہ کرلیا ہے کہ بول چال میں انگریزی انداز مرغوب، کھانے پینے میں انگریزی طریقے محبوب، اٹھنے بیٹھنے میں انگریزی آداب مطلوب، یہاں تک کہ شکل وصورت میں انگریز نمودار، اولاد کی تعلیم وتربیت میں انگریزی اصول درکار، مستورات کے لباس اور زیب و زینت میں میم صاحب کے اطوار پسند ہیں۔

آہ! مقام غیرت ہے کہ زبان سے خدا ورسول کی محبت کا دم بھریں اور عمل میں دشمنان خدا ورسول کا ساتھ دیں، کیا اہل محبت کا شیوہ یہی ہے؟۔

اے پیارے بھائیو اور اے اسلام کے شیدائیو! سنو اور خوب غور سے سنو کہ شہنشاہ مدینہ نے اپنی زندگی کے لیل ونہار، اس طرح گزارے کہ دنیوی مشاغل اور ضرورت زندگی کو انجام دیتے وقت بھی یاد الٰہی سے غفلت نہ ہوئی۔ فقیروں کی صدا "یادرکھ بھولے مت" کا مطلب یہی ہے۔ اور اخروی زندگی کی کامیابی اسی طریقہ سے حاصل ہوتی ہے۔ (نظام شریعت، ص ۴،۳)

علامہ جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان کی یہ تصنیف "نظام شریعت" اردو میں بہت مفید مجموعہ ہے جس میں ہر طرح کے روزمرہ کے مسائل، طہارت، نجاست، فرائض ونوافل، واجبات ومستحبات، فضائل و مناقب، مسلک اور عقائد تقریباً زندگی کے ہر شعبہ کے آداب کے ساتھ ساتھ اکابر ملت کے مفید واقعات اور چند ونصائح دلنشیں اور مؤثر انداز میں پیش کیے گئے ہیں، تقریباً چار سو ستیس ابواب پر مشتمل یہ کتاب ہر اعتبار سے بیش بہا ذخیرہ ہے جس سے علامہ کی علمیت، فقاہت، مہارت، اور عقیدہ، آشکارا ہے۔ علامہ نے عنوانات کو نرالے انداز میں ترتیب دیا ہے۔ سب سے پہلا عنوان ہے "سونے کا اسلامی طریقہ" اور آخری عنوانات ہیں "شہید کی تعریف" "فرشتے غسل دے رہے ہیں، ان کے سوا چھتیس شہدا اور ہیں، دربار الٰہی میں ایک مقدمہ کی پیشی اور فیصلہ، جب عام آدمی اس کتاب کو پڑھنا شروع کرتا ہے تو اس کی عملی زندگی شروع ہوجاتی ہے، آہستہ آہستہ وہ سب ہی مسائل سے واقفیت بھی حاصل کرلیتا ہے اور مخالفین کے اعتراضات کے جوابات بھی ذہن نشین ہوتے چلے جاتے ہیں۔

نظام شریعت میں علامہ عنوان قائم فرماتے ہیں، اذان کی ابتداء، اس امت مرحومہ کی خصوصیت، آگ بجھانے کے واسطے اذان، پریشانی دور کرنے کے لئے اذان، میت کی وحشت دور کرنے کے لئے اذان، بارش طلب کرنے اور وبا دفع کرنے کے لئے اذان، مرض ام الصبیان سے حفاظت کے لئے اذان، جنگل میں راستہ معلوم کرنے کے لئے اذان، اذان نماز کے جواب کا اسلامی طریقہ۔ جواب اذان کا ثواب، آنکھیں دکھنے کا

علاج اور بینائی کی گارنٹی، اس عنوان کے ذیل میں علامہ لکھتے ہیں،

"حضرت خضر علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں جو شخص مؤذن سے اشہدان محمد رسول اللہ سن کر مرحبا بحبیبی و قرۃ عینی محمد بن عبد اللہ ﷺ۔ ترجمہ۔ میرے محبوب اور میری آنکھ کی ٹھنڈک محمد ابن عبداللہ ﷺ کے نام پاک کو سننے کی وجہ سے میرا غنچہ قلب شگفتہ ہوگیا۔ کہے پھر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔ مسجد مدینہ طیبہ کے امام وخطیب علامہ شمس الدین محمد بن صالح اپنی تاریخ میں حضرت مجد مصری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جو شخص نبی ﷺ کا ذکر پاک اذان میں سن کر کلمہ کی انگلی اور انگوٹھا ملائے اور انہیں بوسہ دے کر آنکھ سے لگائے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔ علامہ موصوف فرماتے ہیں، کہ حضرت مجد مصری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت فقیہ محمد علیہ الرحمۃ ان دونوں بزرگوں نے اپنا تجربہ بھی بیان فرمایا ہے۔ کہ ہم جب سے یہ عمل کرتے ہیں ہماری آنکھیں نہ دکھیں، فقیر غفرلہ بھی تقریباً بیس سال سے اس عمل پر عامل ہے اور بحمد للہ اس وقت سے آج تک آنکھیں دکھنے کی شکایت نہ ہوئی۔ اور اس عمل پر کاربند ہونے سے پیشتر ہر سال یہ شکایت ہوتی تھی، حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مؤذن سے اشہدان محمد رسول اللہ سن کر مذکورہ بالا دعا پڑھے اور انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے تو نہ کبھی اندھا ہوگا، نہ آنکھیں دکھیں گی۔

(منیر العینین۔ نظام شریعت، ص ۹۷)

جوانوں کو مری آہ سحر دے   پھر ان شاہیں بچوں کو بال و پر دے
خدایا آرزو میری یہی ہے   میرا نور بصیرت عام کر دے

(اقبال)

علامہ کی آرزو یہی ہے کہ ملت مسلمہ زیور عمل سے آراستہ ہو، صحیح العقیدہ سنی علمائے کرام اور مشائخ عظام کے دامن سے وابستہ ہو کر دینی اور دنیاوی اسفار کو کامیابی کے ساتھ طے کرتی چلی جائے۔ ان کا عمل "سورۃ العصر" پر تھا۔

والعصر ط ان الانسان لفی خسر ط الا الذین آمنوا وعملوا الصلحت وتواصوا بالحق، وتواصو بالصبر

اس زمانہ محبوب کی قسم بیشک آدمی ضرور نقصان میں ہے، مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔ (کنز الایمان)

صدر العلماء حضرت علامہ جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ کا ذکر احقر کے والد ماجد قبلہ رئیس المشائخ قائد اہل سنت شیخ شریعت وطریقت علامہ مفتی الحاج محمد احمد صاحب۔ (م ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء) سابق شاہی امام مسجد جامع فتحپوری دہلی، اکثر فرمایا کرتے تھے۔ حضرت قبلہ والد صاحب حضرت صدر العلماء سے بہت محبت بھی فرماتے

تھے، اور ایسا لگتا تھا کہ دونوں بزرگوں کے درمیان دیرینہ تعلقات تھے، جب بھی حضرت مسجد فتح پوری کی نورانی روحانی مجالس، اعراس، اور بالخصوص عید میلاد النبی ﷺ کا ذکر فرماتے تو اکابر اہلسنت کے ساتھ علامہ میرٹھی کا ذکر بھی ضرور آتا تھا۔ رئیس المشائخ نے یکم رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ بروز جمعۃ المبارکہ بوقت تہجد وصال فرمایا۔ احقر العباد مسند نشین، جانشین، شیخ طریقت، در سلاسل عالیہ چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ مجددیہ سہروردیہ اور شاہی امام و خطیب جامع مسجد فتح پوری مقرر ہوا۔ اس سے پہلے نائب امام اور نائب مفتی کے عہدہ جلیلہ پر فائز تھا۔

حسن اتفاق کہ ۳-۲-۱۹۷۲ء میں حضرت امام اہل سنت عارف کامل، زبدۃ الاصفیاء، قدوۃ العارفین، شیخ الاسلام، حضرت قبلہ استاذی ومرشدی جدامجد، مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء) کے ایک قریبی محلّہ کے مرید وعقیدت مند کے صاحبزادے کا رشتہ میرٹھ کے شاہ پیر محلّہ میں ہوا اور ان کے شدید اصرار پر بحیثیت جانشین ومسند نشین وخلیفہ کے احقر کو بھی بارات میں میرٹھ جانے کا اتفاق ہوا۔ نکاح پڑھانے کے بعد احقر علامہ جیلانی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت میری عمر قریب بیس سال تھی اور بچپن کی بہت سی یادیں ذہن میں محفوظ نہیں تھیں۔ جب میں حاضر خدمت ہوا تو ایسا محسوس ہوا کہ میرا انتظار فرما رہے تھے، آپ نے مسجد فتح پوری کے کچھ واقعات احقر کو بتائے اور بے حد محبت واحترام سے حضرت شیخ الاسلام جدامجد علیہ الرحمۃ اور حضرت رئیس المشائخ والد ماجد علیہ الرحمہ کے ساتھ اپنی محبت اور دیرینہ تعلقات کا ذکر فرمایا۔ احقر کی تعلیم کے بارے میں کچھ سوالات فرمائے کچھ مشورے عنایت فرمائے۔ وہاں موجود طلبہ سے تعارف کرایا۔ اور پرتکلف ناشتہ اور چائے سے خاطر فرمائی۔ حضرت علامہ کی عادت بالکل والد صاحب علیہ الرحمہ کی سی معلوم ہو رہی تھی، وہ سادگی اور بے تکلفی شفقت اور محبت سے تذکرہ فرماتے وقت آنکھ میں عقیدت کے آنسو، تیس سال بعد بھی آج وہ ملاقات احقر کے لئے سرمایہ حیات ہے۔

مہکا ہے میرے بوئے دہن سے عالم
یاں نغمۂ شیریں نہیں تلخی سے بہم (رضا)

عمائدین ملت اور اکابرین اہل سنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے ساتھ یہ معاملہ بے حد تکلیف دہ ہے۔ کہ ان کی علمی خدمات کو منظر عام پر لانے کے لئے کوئی اہتمام نہیں کیا جاتا، برعکس اس کے دوسرے لوگ اپنے اکابر کو خوب مشہور کرتے ہیں، ان کی مجالس کی یادیں ان کی کتابیں کم ہدیہ پر یا مفت جگہ جگہ شائع کر کے اداروں میں وافر تعداد میں پہنچا دیتے ہیں، جس سے ہم خود بخود آگے رہتے ہوئے بھی پیچھے ہو جاتے ہیں۔

پیراں نمی پرند مریداں می پرانند، والا معاملہ ہوتا ہے، دوسرے جتنا کام کرتے ہیں ہم عشر عشیر بھی نہیں کر پاتے، آج کے علماء اور اداروں کو اس طرف توجہ کرنی بہت ضروری ہے کثرت اشاعت سے عوام وخواص ان کے شکار بن جاتے ہیں اور عوام کا قصور بھی کیا ہے؟

سعادت لوح وقلم مسعود ملت، محقق اہل سنت، یادگار سلف، ماہر رضویت، حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی کے ہم شکر گزار ہیں اور شکر گزار رہنا بھی چاہیے کہ انہوں نے پچھلے تیس برس کی مسلسل علمی کاوشوں سے کائنات علم وفضل میں پھر سے اجالا کر دیا، ان کا انداز بیان واضح اور موثر، ان کا اسلوب سلیس اور نرالا، ان کی فکر صاف شفاف، ان کا معیار تحقیق پیارا پیارا، نہایت بلند اور مدلل، پیش کش پاکیزہ اور شگفتہ، انہوں نے حضرت مجدد مائۃ حاضرہ امام اہل سنت فاضل بریلوی علامہ مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کی عظمتوں کو عالمی پیمانے پر پیش کیا ہے آج الحمدللہ ایشیا، یورپ، افریقہ، اور ہر ہر جگہ ہر ہر ادارے میں جامعات اور دراسات میں ان کا نام سند کی حیثیت رکھتا ہے، جامعہ ازہر بھی گلہائے عقیدت نچھاور کر رہا ہے۔ حال ہی میں عراق کی کتابی نمائش میں امام اہل سنت کی تصانیف کو عظیم الشان نذرانۂ عقیدت پیش کیا گیا تھا۔ (راشٹریہ سہارا، اردو روزنامہ، نئی دہلی، مورخہ یکم ذی القعدہ ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۶ر جنوری ۲۰۰۲ء بروز بدھ) جامعہ ازہر کے اساتذہ بھی امام اہل سنت کے علمی خزانوں سے خوشہ چینی کر کے گلہائے عقیدت پیش کر رہے ہیں (الامام الاکبر المجدد محمد احمد رضا خان والعالم العربی، تالیف، الاستاذ السید حازم محمد احمد عبدالرحیم محفوظ، جامعۃ الازہر الشریف، القاہرۃ، مصر ۱۴۱۹ھ)

دھواں دھار تقریریں، لفاظی، مسجع اور مقفی عبارات کے ساتھ شعلہ بیانی بھی مفید ہے، لیکن بہت محدود دائرہ میں اور تھوڑے وقفہ کے لئے، آج کل عوام میں اردو، عربی اور فارسی کی لیاقت بہت ہی کم ہے، تو علماء کی تقریر پر وہ واہ واہ تو کر دیتے ہیں لیکن سمجھتے نہیں، علماء کرام کا انداز بیان بھی عالمانہ اور خطیبانہ ہوتا ہے اور یہ لوگ ٹھہرے طفل مکتب، اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ جید علما اور فقہا شعلہ بیانی سے کم کام لیتے ہیں، نعروں کا استعمال کم کراتے ہیں، اپنے قلم سے زیادہ کام لیتے ہیں، اگر خطاب بھی فرماتے ہیں تو بہت سلیس عام فہم اور سادہ زبان میں ٹھہر ٹھہر کر بات فرماتے ہیں، جو مسنون طریقہ ہے۔ عوام میں واہ واہ کرانا اور بات ہے فنی تحقیق کے ساتھ علمی دنیا میں اپنا سکہ جمانا اور بات ہے۔ پروفیسر صاحب تو مسلم پروفیسر ہیں بلکہ استاذ الاساتذہ، ہیں، ہزاروں کالمین ان سے فیضیاب ہو چکے ہیں، متعدد یونیورسٹیوں میں ان کی عبقری شخصیت پر ایم، فل، اور پی، ایچ، ڈی، کے مقالے لکھ کر عام ہو چکے ہیں، لیکن انہوں نے حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کی شخصیت پر اور بالواسطہ طور پر عظیم جماعت اہل سنت پر جو علمی خدمات انجام دیں ہیں وہ تا قیامت باقی رہنے والی ہیں، اللہ تبارک وتعالی اپنے حبیب سرور کائنات ﷺ وآلہ واصحابہ کے صدقہ ووسیلہ سے موصوف کو صحت وسلامتی کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے، آمین۔

احقر ممنون ومشکور ہے اپنے مخلص وکرم فرما، حضرت علامہ محمد ایوب صاحب اشرفی چشتی سنبھلی مدظلہ العالی کا جو امام وخطیب ہیں جامع مسجد نورالاسلام بولٹن انگلینڈ کے جنہوں نے علامہ سید غلام جیلانی کی حیات اور

علمی خدمات پر ایک عظیم الشان سوونیر شائع کرنے کا ارادہ فرمایا ہے۔ تا کہ عصر جدید کے علماء اور طلبہ اپنے اکابر کی عظمتوں سے روشناس ہوسکیں، اور ان کے نقش قدم کی پیروی کر کے اپنی زندگی سنوار سکیں۔ میری نظر میں علامہ ایوب صاحب کا یہ ایک بہترین مفید اور قابل تقلید قدم ہے، اہل علم ودانش کو اس کام میں فراخدلی کے ساتھ تعاون کی ضرورت ہے اور سب کو ہی اس کار خیر میں تعاون کر کے اجر دارین حاصل کرنا چاہیے، یہ صدقہ جاریہ ہے، جو ہمیشہ ہی کام آنے والا ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ ایسے جلیل القدر علما گوشہ گم نامی میں چلے گئے ہیں۔ تجارتی طبقہ جو کتابیں شائع کرتا ہے اس کے فوائد دیگر ہیں اور اخلاص کے ساتھ بے لوث جذبہ کے ساتھ جو کام کئے جائیں گے ان کے فوائد بے شمار ہیں، رب تبارک وتعالیٰ حضرت علامہ جیلانی کو اعلیٰ علیین میں درجات رحمت سے سرفراز فرماتا رہے۔ اور جو لوگ علمی خدمات میں مصروف ہیں ان کو اجر جزیل عطا فرمائے آمین۔ مرحوم ومغفور کے لئے بھی سب سے بہتر نذرانہ عقیدت ہے۔ ﴿وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین﴾

(مفتی) محمد مکرم نقشبندی چشتی قادری سہروردی

خطیب وامام جامع مسجد فتح پوری دہلی، ۶۔ ہند

محترم علامہ محمد ایوب صاحب مدظلہ العالی

سلام مسنون............... مزاج گرامی

حسب الحکم یہ چند سطور حضرت صدر العلماء علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق ارسال کر رہا ہوں۔ ان کی شخصیت کی مناسبت سے یہ مقالہ ادھورا ہی ہے۔ لیکن مصروفیات میں سے کچھ وقت فارغ کر کے انھیں میں لکھا تا کہ نذرانہ عقیدت عند اللہ مقبول ہو جائے۔

رفقائے ادارہ کو اور اہل خانہ کو سلام کہیئے۔ اپنی دعاؤں میں ضرور یاد فرماتے رہیں۔

مفتی محمد مکرم احمد نقشبندی چشتی قادری، سہروردی۔

شاہی امام وخطیب مسجد جامع فتح پوری دہلی۔ ۶

ماضی قریب کے فخر المتکلمین، عمدۃ المحققین، علام النحو

علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علامہ مولانا محمد منشا تابش قصوری

مدرس جامعہ نظامیہ لاہور (پاکستان)

علوم وفنون اسلامیہ میں تاریخ سیر وسوانح کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یہ ایک ایسا وسیع وعریض سمندر ہے۔ جس کی غواصی ارباب علم ودانش اور صاحبان حکمت وفراست کرتے چلے آ رہے ہیں، محققین ومفکرین ومور خین اور سیرت نگاروں نے اس سلسلہ کو ہر دور میں آگے بڑھاتے میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اور اپنی مساعی جمیلہ سے لاتعداد موضوعات وعنوانات پر اس نہج سے قلم چلایا کہ زمانہ ان کی بے پایاں علمی تحقیق اور تاریخی خدمات پر خراج تحسین ومحبت پیش کرنے میں فخر محسوس کرتا ہے۔

رجال پر ان گنت کتب لکھی گئیں اور ہمیشہ لکھی جاتی رہیں گی۔ یہ ایسا عظیم اور پرکشش فن ہے جس سے ہر صاحب علم دلچسپی رکھتا ہے۔ لیکن ہر ایک کی تاریخ نہیں لکھی جاتی۔ ہر ایک صفحہ قرطاس کے لائق نہیں سمجھا جاتا۔ اور نہ ہی ہر ایک کے لئے تاریخ میں جگہ ہوتی ہے، مگر تاریخ اپنے اندر جنہیں محفوظ رکھتی ہے، زمانہ جنہیں دوام بخشتا ہے ان کی خاص بات ہوتی ہے۔ وہ اپنے کمالات اور خصائص وخصوصیات کے باعث قلم کی زینت بنتے ہیں

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمیں ہزاروں برس پہلے کے انسان کے احوال وآثار، اوصاف وکیفیات پر تفصیل سے آگاہی حاصل ہو سکتی ہے جسے ہم نے دیکھا تک نہیں۔ صرف صفحات تواریخ میں دیکھا پڑھا اور پھر اتنے متاثر ہوئے کہ جگہ جگہ اس کی باتیں، اس کی حکایتیں اور اس کے تذکرے، اس کی داستان اور اس کی کہانی آخر کیوں؟

اس کا سیدھا سا جواب ہے کہ اہل علم وقلم نے اس کے کارناموں کو اجاگر کیا اس کے اعمال وافعال کی تشہیر ہوئی۔ اس کے علوم وفنون نے نہ صرف اسے ذاتی طور پر مقبولیت کا شرف بخشا بلکہ اس کے علمی کردار وخدمات اور اس کی روح پرور پرسوز آواز نے اتنا متاثر کیا کہ گم گشتگان راہ راست پر گامزن ہوئے، بیگانے یگانہ بنے اور آفاق نے اسے شہرت کی بلندیوں تک پہنچا دیا۔

لیکن نامور اور تاریخی شخصیات کی فہرست طویل ترین ہے۔ ماضی قریب میں ہماری ان گنت لاتعداد نابغۂ روزگار ہستیاں برّاعظم ایشیا پاک و ہند میں ظہور پذیر ہوئیں جنھوں نے بڑی عرق ریزی محنت اور جہد مسلسل سے اسلامی علوم وفنون، شریعت وطریقت، حقیقت ومعرفت کی آبیاری فرمائی کہ آج ان کے اسمائے گرامی آسمان شہرت پر پوری آب وتاب سے چمک رہے ہیں، مگر ان تمام فیض بار اور بابرکات محسنین کے احوال وکوائف، کمالات وحقائق کو اس مختصر سے مقالہ میں لانا ممکن نہیں۔ یہاں صرف اہل سنت وجماعت کی ایک نہایت ہی بلند مرتبت شخصیت ممدوح اکابر، مخدوم اصاغر، فخر ملت، فخر المتکلمین، عمدۃ المحققین، منبع فیوض وبرکات، فخر سادات، استاذ الاساتذہ، صدر المدرسین، سید العلما، امام النحو، حضرت علامہ الحاج سید غلام جیلانی، اشرفی میرٹھی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذات معلی صفات کی حیات مقدسہ کے چند پہلو نمایاں کرنے کی کوشش کی جارہی ہے تاکہ حضرت کی روح پرفتوح کو اس طریقہ سے ایصال ثواب کیا جاسکے اور مستقبل کے مورخ کے لئے بتمامہ نہ سہی کچھ تو حالات پیش کردیئے جائیں تاکہ وہ اپنے قلم کو آپ کی حیات مبارکہ سے تر کرنے لگیں تو دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

خاندانی پس منظر اور ولادت کی بشارت

استاذ الاساتذہ صدر العلما، امام النحو حضرت علامہ سید غلام جیلانی اشرفی میرٹھی رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۱۸۔۱۳۱۷ھ ۱۹۰۰ء کو ریاست دادوں علی گڑھ (بھارت) میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت علامہ مولانا سید غلام فخر الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ہے جب کہ آپ کے دادا جان کا نام نامی حضرت علامہ مولانا سید سخاوت حسین فخری سلیمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہے۔

بشارت عظمیٰ

آپ کی ولادت باسعادت سے قبل آپ کی چار ہمشیرگان متولد ہوچکی تھیں۔ لیکن آپ کے والد ماجد حضرت مولانا سید غلام فخر الدین شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے دل میں نرینہ اولاد کی خواہش بیدار رہتی۔ فرزند دلبند کی آرزو نے کچھ ایسی محبت پیدا کررکھی تھی کہ انھوں نے محبوب سبحانی، شہباز لامکانی قطب ربانی حضرت سیدنا غوث اعظم جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز کے نہایت تزک واحتشام سے انعقاد کی نذر مان لی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے فرزند ارجمند کی نعمت سے نوازدے تو بڑے وسیع پیانہ پر گیارھویں شریف کی جائے گی حالانکہ پہلے بھی آپ کے والد ماجد علیہ الرحمہ ہر ماہ گیارھویں شریف کی تقریب باقاعدگی سے مناتے آرہے تھے۔

چنانچہ آپ کے والد ماجد علیہ الرحمہ کی دلی آرزو کی تکمیل کا وقت قریب آرہا تھا کہ ایک شب خواب میں کسی بزرگ نے زیارت سے مشرف فرماتے ہوئے کہا "سید صاحب" اللہ تعالیٰ آپ کو بیٹا عطا فرمائے گا اس کا نام غلام جیلانی رکھنا۔ نہ جانے آپ کے والد ماجد اس ایمان افروز، روح پرور، اور امید افزا حسین ترین خواب کی عملاً تعبیر کے لئے شب وروز کس بےتابی سے منتظر رہے ہوں گے کہ گیارہ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ کو اللہ تعالیٰ

نے اس بزرگ کی بشارت کو "غلام جیلانی" کی صورت میں پورا فرمادیا۔ جب کہ آپ کی ولادت باسعادت پر خاندان میں خوشیوں کی لہر دوڑ گئی۔ اور پھر وہی نام رکھا جس کا خواب میں حکم ہوا تھا۔ نیز بڑی دھوم دھام سے گیارہویں شریف منا کر منت پوری کی گئی "عجیب اتفاق کہ عین گیارہ تاریخ میں متولد ہوئے، گیارہویں کے ساتھ کتنی حسین اور پیاری مناسبت ہے جب کہ حضور غوث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ماہ رمضان المبارک میں ۴۷۰ھ کو پیدا ہوئے تھے: "ذلك فضل الله يؤ تيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم "

امام النحو حضرت سید غلام جیلانی اشرفی رحمہ اللہ تعالیٰ خود بھی زندگی بھر اس بشارت پر شاداں وفرحاں رہے بلکہ ان کی تو یہ دعا رہی "فقیر کی یہ دلی تمنا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقے اور حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طفیل میں اس ماہ مبارک (ماہ رمضان) میں وفات نصیب کرے۔

ایں دعا از بندہ آمین از ملک پوزش از بندہ اواجابت از فلک

آپ کے والد ماجد کی داستان حج

زیارت روضہ پر نور کی ہو حج کعبہ ہو
ہے بس یہ التجا اے سونے والے سبز گنبد کے (تابش قصوری)

حضرت امام النحو فرماتے ہیں:

میرے والد ماجد سید غلام فخر الدین قدس سرہ نے دنیوی تفکرات کے باعث شرح جامی تک پڑھا تھا کہ نواب احمد سعید خاں صاحب شیروانی ریاست دادوں ضلع علی گڑھ نے استاذ زادہ ہونے کی نسبت کا احترام کرتے ہوئے اپنی حدود میں تیس بتیس بیگھ زرعی زمین عطا کی اور ساتھ ہی مسجد اندرون گڑھی کی امامت وخطابت کے فرائض سونپ دیے۔ جس میں جمعہ وعیدین کے باقاعدہ خطاب سے آپ نے اسلام ومسلمین کی بھرپور خدمات سرانجام دیں۔

آپ تحریر فرماتے ہیں: والد ماجد کی طبیعت میں بے تکلفی اور مزاج میں سادگی تھی جیسے اسلاف میں پائی جاتی تھی۔ زیارت حرمین شریفین کا مدتوں سے اشتیاق تھا۔ ایک مرتبہ دل میں ولولہ اٹھا احرام سفر میرٹھ تشریف لے آئے۔

محبت کی بے تابیاں کچھ نہ پوچھو
رخ مصطفیٰ کا خیال آ گیا ہے (نسیم بستوی)

اس مبارک سفر کے لئے کچھ لوازمات ہوتے ہیں جن کا آپ نے کچھ لحاظ نہ رکھا، نہ ٹیکے لگوائے، اور نہ رقم جمع کرائی، نہ درخواست دی، نہ کسی کمپنی سے مراسلت فرمائی۔ کہ سیٹ ریزرو ہو جاتی میں نے بھی توکلا علی اللہ میرٹھ کے بعض احباب کے ساتھ سوار کردیا۔

مری تقدیر بن جائے مری عقبیٰ سنور جائے

مریضان محبت میں بٹھا دو یا رسول اللہ (تابش قصوری)

جب ٹرین نے روانگی کے لئے سیٹی بجائی اور میں بھی اجازت لے کر اترا تو دو آدمی سوار ہوئے جنہیں دیکھ کر شبہ سا ہوا کہیں یہ جیب تراش نہ ہوں اسی وجہ سے "سراوہ" حاضر ہوا اور اپنے آقائے نعمت فقیر کامل عارف واصل حافظ حضرت سید محمد ابراہیم صاحب قبلہ قدس سرہ سے سارا واقعہ بیان کیا۔

آپ نے اطمینان بخش کلمات فرمائے تو تردد رفع ہوا۔ آپ فرماتے ہیں: والد ماجد مرحوم نے واپسی پر فرمایا بمبئی پہنچ کر ساتھیوں کے ٹکٹ مل گئے اور مجھے نہ ملا تو ایک طرف کھڑا ہو کر اپنی حرماں نصیبی پر رونے لگا اور ہچکی بندھ گئی۔

پریشاں حال ہوں للہ نگاہ لطف ہو جائے

سنو آہ و فغاں غم کو مٹا دو یا رسول اللہ ﷺ (تابش قصوری)

ایک صاحب بشکل قلی نظر آئے اور انہوں نے دیکھتے ہی کہا "بڑے صاحب کیا بات ہے" میں نے کہا ٹکٹ نہ ملا وہ بولے آیئے میں دلواتا ہوں، مجھے لے جا کر ایک بیرونی دفتر میں بٹھا دیا اور فرمایا ابھی آتا ہوں، جب بیٹھے بیٹھے ایک گھنٹہ کے قریب گزر گیا اور وہ نہیں آئے اور مجھے پریشانی لاحق ہوئی تو بحالت پریشانی میں نے چند مرتبہ اندرونی کمرے کی طرف جھانک کر دیکھا

ایک مرتبہ افسر نے دیکھ لیا جو میرٹھی ٹوپی پہنے ہوئے اور باریش تھا، چپراسی بھیج کر مجھے طلب کیا، میں اندر گیا تو مجھے دیکھ کر تعظیماً کھڑے ہو گئے کرسی پر بٹھا کر دریافت کیا آپ کیوں پریشان ہیں میں نے کہا ٹکٹ نہیں ملا برابر میں ایک صاحب ٹکٹ دے رہے تھے ان سے فرمایا ٹکٹ بند کر دیجئے اور پہلے انہیں دیجئے، چنانچہ تعمیل حکم میں فوراً ٹکٹ بند کر دیئے گئے اور بعجلت ٹکٹ بنا کر مجھے دے دیا، کسی نے سچ کہا ہے:

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

ہو گر ذوق یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

آپ کے والد ماجد مولانا سید غلام فخر الدین صاحب قدس سرہ ۱۸ ماہ رمضان المبارک ۱۳۷۴ھ کی رات بمقام ریاست دادوں نوے سال سے زیادہ عمر پا کر اس دار فانی سے راہی بقا ہوئے۔ (نور اللہ مرقدہ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

جائز نہیں ہے دوستو مولود و فاتحہ؟

امام النحو حضرت سید غلام جیلانی اشرفی قدس سرہ العزیز کا خاندان عالی مقام علم و فضل میں یگانہ روزگار تھا جس کی علمی و عملی ظاہری و باطنی روحانی و جسمانی خدمات کا زمانہ معترف ہے، چنانچہ آپ اپنے عم محترم حضرت

علامہ مولانا محمد سید غلام قطب الدین برہمچاری قدس سرہ جنہیں استاذ الکل حضرت علامہ مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی قدس سرہ القوی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ انھوں نے ہندوانی روپ اختیار کر کے زبان سنسکرت کی تحصیل کی اور ہندو دھرم سے پوری واقفیت حاصل کرنے کے بعد میدان تبلیغ میں اترے۔ آریہ مذہب کا خوب رد کیا سینکڑوں مشرکین کو مشرف با سلام کیا۔ ایک سوٹ کیس میں ان کی چوٹیاں محفوظ تھیں۔

آخری عمر میں غیر مقلدین اور وہابیوں کے رد کی جانب متوجہ ہوئے، نظم لکھنے میں ان کا انداز بڑا نرالا اور انوکھا تھا، طبیعت میں فطری ظرافت اور حاضر جوابی تھی، سائل کو دیکھتے ہی بھانپ لیتے کہ اس کے لئے "الزامی جواب" کارگر اور مسکت کیا ہوگا۔ ایک بار علی گڑھ اسٹیشن پر رخصت کنندہ احباب کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک غیر مقلد نے آکر سوال کیا۔

مولانا: یہ تو فرمایئے کہ بدعتی لوگ تیجہ میں کلمہ اور قرآن پڑھ کر مردوں کو پہنچاتے ہیں یہ کس طرح پہنچ جاتا ہے، آپ نے بے ساختہ فرمایا "تیری ماں کی............ غیر مقلد صاحب سن کر برہم ہوگئے اور کہنے لگے آپ عالم ہو کر میری ماں کو گالی دیتے ہیں، آپ نے فرمایا معاف فرمانا۔ میں یہ سمجھا کہ آپ کے دماغ پر شیطانی تخیلات مسلط ہو چکے ہیں، اس لئے ان کا اتار شیطانی بات سے ہی ہوگا؟ اب ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمایئے۔

آپ کے خیال میں گالی اتنی طاقتور ہے کہ مردوں تک پہنچ جائے تو کلمہ طیبہ اور کلام الٰہی مردوں تک کس طرح نہ پہنچ سکے گا کیا یہ دونوں گالی کے برابر بھی طاقت نہیں رکھتے۔

فتنہ ارتداد کے زمانہ میں آگرہ میں ایک مشاعرہ ہوا جس کا مصرع طرح یہ تھا:

ع: جائز نہیں ہیں دوستو مولود و فاتحہ

آپ رقم طراز ہیں: میرے عم محترم مولانا سید قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس بحر میں ایک غزل لکھ کر لے گئے۔ جس وقت اس "طرح" پر ضم کردہ مصرع پڑھا مجلس مشاعرہ میں تحسین و آفریں کی دھوم مچ گئی وہ مصرع یہ تھا:

کنجوس، سود خور، وہابی کے مال پر
جائز نہیں ہے دوستو مولود و فاتحہ

ماہ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ میں بمقام سہسوان ضلع بدایوں میں وصال فرمایا، وصال سے قبل آپ نے آفتاب و ماہتاب طریقت عم معظم حضرت مولانا شاہ مصباح الحسن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں فرمایا کہ میری نماز جنازہ بھائی مصباح الحسن پڑھائیں۔ جب کہ موصوف پھپھوند ضلع اٹاوہ میں تشریف فرما تھے۔ حاضرین نے انہیں اطلاع تک نہ دی، مگر قدرت الٰہی کہ ان کے دل میں خود بخود سہسوان جانے کا ارادہ بلا کسی ضرورت پیدا ہوا اور اسی وقت بعد مغرب پہنچ گئے۔ جس میں حضرت برہمچاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے وصال فرمایا

تھا اور حسب وصیت انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔

بعد از وصال زیارت مدینہ منورہ؟

نماز "عید الفطر" کے بعد سہوان کے ایک صوبے دار صاحب زیارت حرمین شریفین کے لئے حاضر ہوئے مدینے منورہ پہنچ کر روضۂ اطہر کے سامنے دیکھا کہ حضرت برہمچاری صاحب حاضر ہیں "صوبے دار صاحب" سراپا حیرت بن گئے کہ ان کا تو سہوان میں انتقال ہو چکا ہے پھر یہاں کیسے؟

آگے بڑھ کر بعد از سلام دریافت کیا کہ آپ یہاں کیسے؟ لب پر انگشت رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ فرمایا اور نظروں سے غائب ہو گئے۔

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما (نور اللہ مرقدہ ورحمہ اللہ تعالی رحمۃ واسعۃ)

امام النحو کے جد امجد

حضرت صدر العلماء سید غلام جیلانی اشرفی رحمہ اللہ تعالی رقم طراز ہیں کہ میرے جد امجد زبدۃ الکاملین، قدوۃ العارفین، عارف اسرار قاب قوسین حضرت مولانا حکیم سید سخاوت حسین قدس اللہ سرہ العزیز ان علمائے شریعت سے تھے جن کی زیارت کو حدیث میں عبادت قرار دیا گیا ہے۔ اسی لئے مجدد ملت اعلی حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ تعالی عنہ کی مجلس میں آپ کا ذکر ہوتا تو نام مبارک سن کر تعظیما سینہ پر ہاتھ رکھ لیا کرتے تھے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں آپ کا نام باغیوں کی لسٹ میں تھا جس کی بنا پر جائداد ضبط کی گئی۔

انگریزی فوج جگہ جگہ مجاہدین آزادی کو تلاش کر رہی تھی جب آپ کی گرفتاری کے لئے آئی تو اس وقت آپ مسجد محلہ قاضی سہوان میں تشریف فرما تھے۔ اس مسجد میں آپ خطابت کے جوہر دکھایا کرتے تھے انگریزی فوج کو پتا چلا کہ آپ مسجد میں ہیں تو فوج نے ادھر کا رخ کیا آپ بے خوف وخطر وہیں رہے، افسر کی جیسے ہی نگاہ آپ کے چہرۂ منور پر پڑی تو پکار اٹھا یہ "پادری" عالم ہے، اسے نظر انداز کرو۔

یہ کہتے ہوئے فوج واپس چلی گئی، جب کہ آپ کے بھائی اور دیگر کو گرفتار کر کے شہید کر دیا گیا۔

آپ اپنے وقت میں علم نحو کے امام تھے، فن مناظرہ میں ملکۂ تام تھا، جب کسی وہابی سے مناظرہ ہوتا تو حسن تدبر سے مسائل صرف ونحو میں لا کر شکست سے دوچار کر دیتے۔ فن طب میں بھی خاص درک رکھتے تھے۔

ادب واحترام مرشد

حضرت صدر العلماء علیہ الرحمہ بیان فرماتے ہیں کہ میرے جد امجد حضرت مولانا حکیم سید سخاوت حسین

قدس سرہ العزیز قدوۃ الاولیا زبدۃ الاصفیا حضرت حافظ سید محمد علی شاہ صاحب خیر آبادی قدس سرہ کے دست حق پر بیعت تھے اور انہیں سے خلافت تھی مگر آپ کے سجادہ نشین، رہنمائے کاملین، سردار عارفین، حافظ سید شاہ محمد اسلم صاحب خیر آبادی چوں کہ حیات تھے اس لئے احتراماً کبھی کسی کو مرید نہ فرماتے، جب کبھی کوئی صاحب آپ کی خدمت میں مرید ہونے کے لئے حاضر ہوتے تو آپ موصوف کی طرف رجوع کرنے کا حکم فرماتے۔

حضرت سید سخاوت حسین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ لازماً ایک بھینس رکھتے جس کا گھی اپنے پیر ومرشد کے سالانہ عرس شریف کے لئے تھوڑا تھوڑا کر کے جمع فرماتے رہتے یہاں تک کہ ایک کنستر بھر جاتا، اس زمانہ میں ریلوے لائن سیتاپور تک ہی تھی، وہاں سے خیر آباد پیدل یا تانگے پر سفر کرنا پڑتا، آپ کا معمول تھا کہ گھی کا بھرا ہوا کنستر سر پر رکھتے اور سیتاپور سے خیر آباد شریف تک پیدل مرشد کی بارگاہ میں حاضر ہوتے اور جب تک وہاں قیام رہتا کبھی جوتا نہ پہنتے، ننگے سر اور برہنہ پاؤں رہتے۔ اور کبھی مرشد گرامی کے حجام سے خط بنوانے کا اتفاق ہوتا تو اسے چارپائی پر سرہانے کی طرف بٹھاتے اور خود پائنتی کی طرف بیٹھتے۔

حضرت صدر العلماء فرماتے ہیں میرے جد امجد کو اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری کا عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ جب بھی کسی بزرگ کے آستانہ عالیہ پر حاضری کا ارادہ ہوتا تو پیدل سفر اختیار کرتے۔ چنانچہ جس زمانے میں دار الخیر اجمیر شریف تک ریل نہیں جاتی تھی۔ آپ پیدل ہی حاضری دیا کرتے۔ شاگردوں کی ایک جماعت ہمراہ ہوتی۔ سلسلۂ تدریس دوران سفر جاری رہتا گویا کہ چلتا پھرتا دار العلوم تھا۔ آپ کے ان خوش بخت تلامذہ میں آپ کے حقیقی خالہ زاد بھائی فخر العلما، سند الفضلا، واقف اسرار حقیقت، دانائے رموز شریعت، حافظ القرآن والحدیث، جد امجد حضرت مولانا شاہ عبد الصمد صاحب چشتی پھپھوندوی قدس سرہ القوی بھی تھے۔ انہوں نے حالات سفر بیان کرتے ہوئے فرمایا: جب ہم ریاست کشن گڑھ کے علاقے میں پہنچے تو استاذ معظم کو ٹھوکر لگی جس سے ایک پاؤں کا انگوٹھا پھٹ گیا۔ اور آپ عالم کیف ومستی میں آ کر رقص فرمانے لگے اور زبان پر یہ شعر جاری تھا۔

آرزو یہ ہے کہ تیری راہ میں
ٹھوکریں کھاتا ہوا یہ سر چلے

حکماء واصفیاء میں ایک مسئلہ مختلف فیہ ہے، وہ یہ کہ زخم ہونے سے راحت حاصل ہوتی ہے یا نہیں۔ حکما نفی کرتے ہیں جب کہ اصفیاء نے اثبات فرمایا ہے۔ استاذ معظم پر کیف طاری ہونے سے صوفیائے کرام کے اس ارشاد کا مشاہدہ ہو گیا کہ زخم لگنے سے راحت حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ عالم کیف ومستی اسی وقت ہوتا ہے جب فرط سرور اور ازدیاد راحت سے قلوب مملو ہو جاتے ہیں۔

بر سبیل تذکرہ

یہاں ایسا ہی ایک واقعہ صاحبان طریقت کی نذر کر رہا ہوں، میرے پیرو مرشد شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ مولانا الحاج حافظ خواجہ محمد قمر الدین صاحب چشتی سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سیال شریف، زبدۃ الاصفیاء امام الاولیاء فرید الملۃ والدین خواجہ خواجگاں حضرت خواجہ بابا فرید الدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پاک پاکپتن شریف حاضری کے لئے جا رہے تھے کہ اچانک پاؤں کو چوٹ لگی اور پاؤں کے ایک انگوٹھے کا ناخن ابھر گیا، کٹا نہیں تھا، جب چلتے تو کپڑے سے چھو جاتا، کسی مرید صادق نے دیکھا تو محسوس کیا اس طرح آپ کو تکلیف ہو رہی ہے، لہذا وہ قینچی لے آیا اور عرض کیا! حضور! پاؤں بڑھایئے میں یہ ناخن کاٹ دیتا ہوں! آپ نے فرمایا! عزیزم! سنئے! جب ہم اولیائے کرام کی بارگاہوں میں حاضری دیتے ہیں تو احرام کی نیت سے سرشار ہوتے ہیں اور احرام کی حالت میں بال کاٹنا جائز نہیں، تو حرم اولیاء کی حدود میں ناخن کیسے کاٹ سکتا ہوں۔

ان کی عظمت کو اللہ سے پوچھئے
فیصلہ یہ ہمارا تمہارا نہیں (نسیم بستوی)

میٹھے خربوزے پھیکے اور پھر میٹھے ہو گئے؟

حضرت صدر العلماء فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اولیائے کرام کو بھی یہ قدرت عطا فرمائی ہے، کہ اشیا کے کو سلب فرمالیں اور سلب کردہ چیز واپس کرالیں چنانچہ اس سلسلہ میں آپ رقم فرماتے ہیں: میرے جد امجد حضرت مولانا سید سخاوت حسین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے حقیقی خالہ زاد بھائی سید المفسرین، سند المحدثین حافظ کلام باری وصحیح البخاری حضرت الحاج مولانا شاہ سید عبد الصمد صاحب مودودی چشتی نظامی فخری سلیمانی قدس سرہ النورانی کا ایک واقعہ اسی قبیل سے ہے کہ آپ نے سلب کردہ مزہ کو اپنی خداداد قدرت سے واپس کرلیا تھا جس کو سفر وحضر میں ہمراہ رہنے والے آپ کے شاگرد رشید حضرت مولانا حافظ محمد اسماعیل صاحب محمود آبادی علیہ رحمۃ الباری نے بایں طور بیان کیا کہ......

حضرت کوٹھی عثمان پور تشریف لے جا رہے تھے، لکھنؤ سے دو ٹوکرے خربوزے چکھ کر کے لئے جو بڑے شیریں تھے تاکہ مناسب وقت پر خود کھائیں اور رفقائے سفر کو کھلائیں گے۔ ٹرین بارہ بنکی رات کو پہنچی جہاں سے کوٹھی عثمان پورہ جانا تھا، اسٹیشن کے باہر ایک شہید صاحب کا مزار ہے۔ جس پر ایک وسیع چبوترہ بنا ہوا ہے۔ عموماً اسی پر مسافر آرام کیا کرتے ہیں۔ حضرت نے سامان وہیں رکھوایا اور طہارت خانے میں چلے گئے

مولانا حافظ محمد اسماعیل صاحب مذکور پر مذاق انسان تھے۔ انہوں نے خربوزوں کے دونوں ٹوکرے "مزار شہید" کے قریب کر کے کہا "حضرت یہ آپ کی نذر ہیں" آپ نے بعد از فراغت وضو کیا نماز ادا فرمائی اور

کھانا طلب فرمایا جو توشہ دان میں ساتھ تھا۔ کھانا کھانے کے بعد خربوزے طلب فرمائے، جو خربوزہ کاٹا جاتا پھیکا نکلتا حتی کہ وہ خربوزے بھی پھیکے ہو چکے تھے جو چکھ کر لئے تھے۔ آپ نے تعجب دریافت فرمایا کہ اس کا سبب کیا ہے؟ حافظ صاحب مذکور نے بلا تکلف کہا کہ ایک حرکت تو مجھ سے سرزد ہوئی ہے، میں نے حضرت شہید صاحب سے کہا تھا کہ یہ تمہاری نذر ہیں۔

آپ فورا کھڑے ہوئے فاتحہ پڑھی پھر ان "شہید صاحب" سے باواز بلند مخاطب ہوئے کہ حضرت نذر کرنے والا خربوزوں کا مالک نہیں تھا۔ ان کا مالک میں ہوں، میں نے تو نذر کئے ہی نہیں۔ پھر فرمایا: اب کھا کر دیکھیں۔ چنانچہ پھر جو خربوزہ کھایا گیا شیریں نکلا، جو پھیکے ہو گئے تھے وہ بھی میٹھے ہو چکے تھے۔

حضرت بشر حافی رحمہ اللہ تعالی نے خربوزے کو ہاتھ لگایا؟

حضرت امام النحو رحمہ اللہ تعالی نے اپنے جد امجد علیہ الرحمۃ کے خربوزوں پر تصرف کا جو واقعہ بیان فرمایا اسی کے پیش نظر درج ذیل حکایت بھی ملاحظہ فرمایئے کہ اولیائے کرام کے مبارک ہاتھوں میں اللہ تعالی نے کتنی تاثیر اور برکت رکھی ہے۔

حضرت ابو علی رودباری رحمہ اللہ تعالی بیان کرتے ہیں کے بغداد میں ایک جماعت نے کسی ساتھی کو خربوزے خریدنے کے لئے بازار بھیجا جب کہ وہ جماعت مبتلائے معصیت تھی۔ اس شخص نے خربوزے فروخت کرنے والے سے ایک خربوزا خریدنا چاہا تو وہ بولا۔ اسے حضرت بشر حافی نے ہاتھ لگایا ہے۔ یہ سنتے ہی لوگوں نے اس کی قیمت بڑھادی۔ تو میں نے اسے بیس درہم میں خرید لیا۔ جب واپس آیا اور ہم نے اس خربوزے کو کھایا تو سب کے دل روشن ہو گئے اور گناہوں سے توبہ کرلی۔

شجر وحجر میں محبت علی رضی اللہ تعالی عنہ

اسی سے ملتی جلتی ایک اور حکایت ملاحظہ فرمایئے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں ایک بار حضرت بلال اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہما کے ساتھ میرا بازار جانا ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے خربوزے خرید فرمائے۔ جب ہم اپنی جگہ آئے اور ایک خربوزے کو کاٹا تو وہ کڑوا نکلا۔ آپ نے فرمایا! بلال! اسے واپس کر آؤ اور ساتھ ہی کہنے لگے کیا تمہیں اس بات سے آگاہ نہ کروں جو نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی تھی کہ اے ابو الحسن علی! المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ اللہ تعالی نے بشر، شجر حجر پر تمہاری محبت پیش کی۔ جس نے اسے پسند کیا وہ طیب شیریں اور طاہر ہوا اور جس نے تمہاری محبت سے اعراض کیا وہ تلخ کڑوا اور ناپسندیدہ ہوا میرا گمان ہے یہ خربوزا میرے ساتھ محبت کرنے والوں میں شامل نہیں ہے۔

(زینت المحافل ترجمہ نزہۃ المجالس جلد دوم ص ۶۱۲۔۶۱۳) (از تابش قصوری)

تعلیم وتربیت

حضرت صدر العلماء علامہ سید غلام جیلانی اشرفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب سن شعور میں قدم رکھا تو خاندانی واسلامی معمول کے مطابق تسمیہ خوانی کی رسم ادا کی گئی۔ آغاز سے ہی آپ بڑے ذہین وفطین ہونہار اور ہوشیار تھے۔ بقول سعدی شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

بالائے سرش زہوشمندی

می تافت ستارہ بلندی

بہت جلد آپ نے قرآن کریم ناظرہ مکمل کرلیا۔ پھر اسکول میں داخل ہوئے اور چوتھی کلاس تک جب پڑھ چکے تو آپ کے عم محترم حضرت مولانا الحاج سید غلام قطب الدین صاحب برہم چاری رحمہ الباری نے اپنے ساتھ لیا اور مدرسہ انجمن اہل سنت مراد آباد میں داخل کرادیا۔ جسے آج عالم اسلام میں جامعہ نعیمیہ کے نام سے شہرت دوام حاصل ہے۔ آپ اپنی خود نوشت داستان حیات رقم کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: یہاں پر آمد نامہ سے تعلیم کا آغاز ہوا اور چند سال میں کافیہ تک رسائی ہوئی جس کے متعلق طلبا میں مشہور ہے۔

کافیہ کافیست باقی دردسر

جو نہ سمجھے اس کو وہ ہے بوم وخر

اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہوا کہ طبیعت میں شوق تحصیل پیدا کردیا گیا۔ کبھی قسر قاسر کی ضرورت پیش نہ آئی۔ یعنی کبھی کاہلی وسستی سے کام نہ لیا یہ شوق تحصیل کا ہی اثر تھا کہ دن کا یاد کیا ہوا سبق رات کو سوتے میں بھی زبان پر جاری ہوجاتا۔

بجائے آیۂ کریمہ پنج گنج کا ختم شریف

چنانچہ آپ بیان فرماتے ہیں ایک مرتبہ محلہ کسرول میں جناب منشی علی صاحب مرحوم پنشنر انسپکٹر پولیس ریاست رام پور کے مکان پر بعد نماز عشاء مدرسے کے طلباء کے ساتھ آیۂ کریمہ کے ختم شریف میں شرکت کا اتفاق ہوا۔ پڑھتے پڑھتے آنکھ لگ گئی اور بجائے آیۂ کریمہ کے دن کا یہ سبق زبان پر باآواز بلند جاری ہوگیا کہ "قال اصل میں قول تھا واؤ متحرک ماقبل اس کا مفتوح واؤ کو الف سے بدلا قال ہوگیا۔ پہلو میں دائیں بیٹھے طلبا مسکرا رہے تھے۔ اتنے میں انسپکٹر صاحب ٹہلتے ٹہلتے آئے۔ سن کر ٹھہرے اور متعجب ہوکر بیدار کیا کہ آیۂ کریمہ کی بجائے پنج گنج کا ختم ہورہا ہے۔ پھر آپ آج کل کے سست وکاہل طلباء کی حالت پر یوں تبصرہ فرماتے ہوئے اپنی کیفیت پر شکر ادا کرتے نظر آتے ہیں۔

موجودہ دور میں حالت طلبہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ دنیائے تحصیل کی کایا پلٹ گئی۔ مولا تعالیٰ کا لاکھ

لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھ ناچیز پر یکراں فضل فرما دیا تھا بلکہ حق یہ ہے کہ شکر ادا ہو ہی نہیں سکتا۔

من شکر چوں کنم کہ ہمہ نعمت تو ام
نعمت چو گوئہ شکر کند بر زبان خویش

آپ اپنے علمی ذوق اور حصول علم کی کیفیت انتہائی والہانہ انداز میں تحریر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

فقیر روزانہ بعد نماز صبح حفاظ کی طرح کافیہ کا دور کیا کرتا تھا۔ ماہ رمضان المبارک کی تعطیلات میں مکان پہنچ کر باقی ماندہ کافیہ کی اس طرح تکمیل کی کہ دو پہر تک شرح جامی سامنے رکھ کر کافیہ کی عبارت کا ایک حصہ حل کر کے بعد نماز ظہر اس کو زبانی یاد کر لیتا اور بعد نماز فجر کافیہ لے کر دور کے لئے میل بھر مسافت تک جانا معمول میں داخل تھا۔

صرف ونحو میں یگانہ روزگار

"چنانچہ" ایک مرتبہ واپسی پر ایک سن رسیدہ بزرگ سے ملاقات ہوئی جو نواب ابو بکر خاں صاحب مرحوم کے یہاں سے رخصت ہو کر تشریف لا رہے تھے۔ میں نے سلام کیا بعد جواب سلام ہاتھ میں کتاب دیکھ کر فرمایا یہ کون سی کتاب ہے؟ میں نے عرض کیا "کافیہ" فرمایا اسے کیوں لئے ہوئے ہو؟ میں نے عرض کیا: زبانی یاد کرتا ہوں۔ اس پر قدرے متعجب ہو کر استفسار کیا کس کے لڑکے ہو؟ والد صاحب کا نام بتانے پر فرمایا اچھا ٹھیک ہے۔ تمہارے دادا مولوی سخاوت حسین صاحب صرف ونحو میں یگانہ روزگار تھے۔ یہ انہیں کا اثر ہے پھر کچھ دعائیہ کلمات فرما کر تشریف لے گئے۔ بفضلہ تعالیٰ اس ماہ رمضان المبارک میں فقیر پورے کافیہ کا حافظ ہو گیا۔

حضرت صدر الافاضل رحمہ اللہ تعالیٰ

امام النحو حضرت مولانا سید غلام جیلانی اشرفی قدس سرہ کو حضرت صدر الافاضل فخر الاماثل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی شرف تلمذ حاصل تھا۔ آپ جس انداز میں اپنے استاذ گرامی کا ذکر خیر کرتے ہیں ملاحظہ فرمایئے۔

آپ فرماتے ہیں "مجھے امام المفسرین، رئیس المناظرین، استاذ العلماء، حضرت مولانا شاہ محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ سے بھی شرف تلمذ حاصل ہے۔ گلستاں، قدوری، قال اقول کے ابتدائی حصص آپ سے پڑھے۔ تلاش وجستجو کا مادہ آپ ہی کی خدمت میں پیدا ہوا۔ دوپہر کو بعد طعام جب قیلولہ فرماتے تو پائے مبارک دبانے کی خدمت میرے سپرد تھی۔ اس وقت کسی پڑھے ہوئے مسئلہ پر اعتراض کر کے فرماتے کہ جواب سوچو اور تلاش کر کے لاؤ۔

جواب تک فہم کی رسائی نہ ہوتی تو کتب متعلقہ کی چھان بین کرتا، کبھی جواب نہ ملتا تو اتا پتا کر اشارہ

فرماتے اس پر اگر ذہن کی رسائی ہو گئی تو فبہا اور نہ خود جواب فرمادیا کرتے تھے، اس طرح مشکلات کے استخراج کی استعداد پیدا ہو گئی اور عربی انشاء کی تمرین بھی آپ ہی نے کرائی تھی۔

اور...... بھاگ کھڑا ہوا

حضرت امام النحو فرماتے ہیں ایک مرتبہ ممبئی کے سفر میں بحیثیت خادم حضرت کے ہمرکاب تھا۔ اور آپ کے دیرینہ مخلص دوست حافظ امیر حسین صاحب مرادآبادی مرحوم آپ کی مرافقت میں تھے سیٹھ ابراہیم مرحوم کے یہاں قیام کیا گیا جو لکڑی کا کاروبار کرتے تھے۔

حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ ایک دن کتابیں خریدنے کے ارادے سے کسی کتب فروش کی دکان پر تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر پان طلب فرمایا، میں نے ڈبیہ جیب سے نکال کر پیش کی اور بٹوے (پرس) کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا تو وہ ندارد، راستے میں کسی نے نکال لیا یا کہیں گر گیا، میری بے احتیاطی پر جلالی کیفیت میں فرمایا: جاؤ چلے جاؤ۔

یہ سن کر شیطانی غیرت پیدا ہوئی اور میں چل دیا۔ چلتے چلتے اسٹیشن سامنے آگیا۔ دوپہر کا وقت ہو چکا تھا۔ بھوک لگ رہی تھی ایک خوانچہ فروش نظر آیا۔ اس سے ایک ''آنے'' کے ابلے ہوئے چنے خرید کر زہر مار کئے، پھر خراماں خراماں ایک مسجد میں پہنچ گیا۔ جہاں کتب خانہ بھی تھا۔ میں نے وضو کیا اور کتب خانہ میں داخل ہو گیا، محافظ (لائبریرین) صاحب سے فہرست کتب طلب کی انہوں نے فرمایا کس فن کی کتاب دیکھنا چاہتے ہو۔ چونکہ علم نحو کی جانب طبعی رغبت تھی اس لئے خواہش ظاہر کی کہ علم نحو کی کتابیں دیکھنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے فہرست کھول کر سامنے رکھ دی اس میں فوائد ضیائیہ کا ایک حاشیہ نظر سے گزرا۔ طلب کرنے پر محافظ نے نکال کر دیا۔

مطالعہ کیا تو اس میں مشہور اعتراض اور اس کا جواب دونوں تھے مشہور اعتراض یہ کہ ''الکلمۃ لفظ وضع لمعنی مفرد'' میں الکلمۃ کو مبتدا قرار دینا درست نہیں، اس لئے کہ الکلمۃ ''الف لام'' حرف تعریف اور ''کلمہ'' اسم سے مرکب ہے، ان میں اول غیر مستقل ہے اور ثانی مستقل، مستقل اور غیر مستقل سے مرکب غیر مستقل ہوتا ہے اور غیر مستقل محکوم علیہ نہیں ہوتا تو مبتداء بھی نہ ہوگا؟ کیونکہ ہر مبتداء محکوم علیہ ہوتا ہے لہذا ''الکلمۃ'' کو مبتدا قرار دینا درست نہ ہوا۔

جواب:

یہ مذکور تھا کہ حرف تعریف عارض اور کلمہ معروض ہے اور مجموعہ مبتداء نہیں حتی کہ اعتراض لازم آئے۔ بلکہ مبتدا صرف معروض ہے۔

ادھر استاذ معظم حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ میری وجہ سے پریشان بازار ہی میں تشریف فرما تھے۔ قیام گاہ پر مراجعت نہ فرمائی تھی اور حافظ صاحب مرحوم تلاش میں مصروف۔ تقریباً ایک گھنٹہ مطالعہ کرنے کے بعد

نماز ظہر ادا کر کے بغرض سیر بازار کی طرف رخ کیا حافظ مرحوم نے کہیں سے دیکھ لیا بآواز بلند" جیلانی" "جیلانی" کہتے ہوئے دوڑ پڑے۔

مرحوم طویل قد دراز ریش اور بھاری بھر کم انسان تھے ان کے دوڑنے کا منظر عجیب جاذب نظر تھا۔ دوکا ندار اور راہگیر محو تماشا ہو گئے۔ آواز سننے پر میں نے پلٹ کر دیکھا کہ بے تحاشا دوڑے چلے آرہے ہیں قریب آکر کچھ دیر دم لیا پھر فرمایا۔

حضرت مولانا تمہاری وجہ سے پریشان ہیں اب تک کھانا بھی نہیں کھایا، بازار ہی میں موجود ہیں، انہوں نے تو غصہ میں فرما دیا تھا تم سچ مچ آگئے، چلو۔ اور ملاطفت کے ساتھ فہمائش کرتے اپنے ساتھ لے گئے۔

مرادآباد سے اجمیر شریف تک......؟

حضرت صدر العلماء علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ۱۹۲۳ء آگرہ میں فتنۂ ارتداد کا طوفان برپا ہوا جس کی روک تھام کے لئے بریلی شریف سے جماعت رضائے مصطفیٰ پہنچی اور رکاب گنج میں اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کیا جس کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا شاہ قاضی احسان الحق نعیمی تھے۔ مرادآباد سے استاذ العلما قدس سرہ بھی گاہے بگاہے تشریف لے جاتے۔ آپ کی ہمرکابی میں استاذ محترم حضرت مولانا شاہ عبد العزیز خان صاحب فتح پوری اور حضرت مولانا مفتی محمد اجمل شاہ صاحب سنبھلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم بھی ہوتے۔ پندرہ پندرہ دن بلکہ اس سے زیادہ دنوں تک اسباق کا ناغہ ہو جاتا اور جب ہم سے اسباق کا ناغہ برداشت نہ ہو سکا تو جناب حافظ ضمیر حسین صاحب مرادآبادی کے ایما پر ماہ رمضان المبارک کے بعد سات طلبا کا قافلہ موصوف کی امارت میں دار الخیر اجمیر شریف کی طرف روانہ ہوا۔ جو ان حضرات پر مشتمل تھا، قاضی شمس الدین صاحب جونپوری، عم محترم کے صاحبزادے مولوی زین العابدین صاحب مرحوم، قاری اسد الحق، حافظ عبد العزیز صاحب اور ایک ان کا شاگرد ناظرہ خواں جس کا نام غالباً اسماعیل تھا۔

ہمارا یہ قافلہ دہلی پہنچا، ایک رات جامعہ نعمانیہ میں استاذ معظم حضرت مولانا وصی احمد سہرامی صدر المدرسین رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مہمان ہوا۔ دوسرے روز صبح آٹھ بجے پسنجر ٹرین سے روانگی ہوئی۔ ریواڑی اسٹیشن پر بوجہ قلت زادراہ بھنے ہوئے چنے دو آنہ کے خرید کئے جو اپنی عمر پوری کر چکے تھے، زیادہ تر ان میں ناشگفتہ دانے (یعنی روڑ) تھے۔ مگر بھوک کی شدت کے باعث بریانی سے زیادہ مزے دار محسوس ہوئے، دوپہر اور رات کو انہیں پر قناعت کی گئی۔

دوسرے دن تقریباً دس بجے اجمیر شریف اسٹیشن پر اتر کر جامعہ معینیہ عثمانیہ محلہ پیر مٹھا کے دار الاقامت پہنچے اور حضرت شاہ جی کے حجرے میں سامان رکھا گیا۔ مرادآباد میں ان سے کافی راہ و رسم پیدا ہو چکی تھی اور موصوف ہم سے بہت پہلے آگئے تھے بھوک کی شدت بے تاب کر رہی تھی، دروازہ حجرہ کی بالائی منزل میں سوکھے

ٹکڑوں سے بھری ایک ٹوکری پر نظر پڑی فوراً بلا اجازت اتار کر بھی کھانے لگے اور آن کی آن میں چٹ کر گئے۔

اے سیر ترا نان جویں خوش نماید
معشوق من است آنکہ بنزدیک تو زشت است

پھر قواعد وضوابط کے مطابق درخواست پیش کی گئی تو امتحان داخلہ کے بعد ''مشہور اصول'' اول طعام بعدہ کلام کے برعکس درجہ شرح جامی کی کتابیں تو پہلے دی گئیں اور انتظام خوراک کے لئے کہہ دیا گیا کہ مجلس شوریٰ کی نشست کا انتظار کیجئے۔

ایک بنگالی طالب علم سے دس روپے بطور قرض حسنہ لیے اور معمول یہ رہا کہ صبح وشام مدرسہ جاتے وقت آٹا بھٹیارے کو دے جاتے اور واپسی پر روٹیاں لے کر دار الاقامہ میں ایک پتھر کی سل پر خالص نمک مرچ کی چٹنی بنائی جاتی اور پھر اس کے گرداگرد بیٹھ کر بڑے مزے سے ان روٹیوں کو چٹ کر جاتے، ایک ماہ تک یہ سسٹم پابندی کے ساتھ چلتا رہا۔

مگر ہمارے امیر قافلہ مولانا حافظ ضمیر حسین صاحب مراد آبادی کی قوت برداشت جواب دے گئی اور اپنے قافلے کو سپرد خدا کرتے ہوئے چل دیئے اور پھر تجارت کو اپنا پیشہ بنالیا، دوماہ بعد مجلس شوریٰ نے کھانے کے لئے روپیہ ماہوار (فی کس) وظیفہ منظور کیا تو خدا خدا کر کے اس دو وقتہ ''سل چٹنی'' کے حلقہ سے چھٹکارا نصیب ہوا

شرح جامی استاذ معظم حضرت مولانا محمد امتیاز احمد صاحب انبیٹھوی مرحوم کے پاس تھی۔ ششماہی امتحان استاذ المعظم شیخ الادب حضرت مولانا سید حافظ سید حامد حسین صاحب اجمیری مرحوم نے اس کے مشہور مقام ''حاصل محصول'' میں لیا۔ اس مقام کی تقریر سن کر بہت خوش ہوئے اور انعام میں ایک مجلد مجموعہ عطا فرمایا جس میں: "حاشیہ الشیخ الحنفی علی شرح ایسا غوجی شیخ الاسلام قدس اللہ روحہما" اور "حاشیہ الشیخ الصبان علی ملوی السلم اسنکہ اللہ فسیح جنتہ" تھا۔

حضرت امام النحو فرماتے ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ یہ فخر صرف اس فقیر کو حاصل ہوا۔ ورنہ آپ کی عادت کریمہ تھی کہ اپنی کتاب کسی کو بطور عاریت نہ دیتے تھے اگر کوئی طالب علم طلب کرتا تو یہ شعر پڑھ دیا کرتے۔

فمحبوبی من الدنیا کتاب   وهل ابصرت محبو بایعار

دنیا میں مجھے کتاب محبوب ہے اور محبوب عاریت میں نہیں دیا جاتا ہے، نفحۃ الیمن، سبع معلقات، متنبی ، دیوان حماسہ وغیرہ کتب ادب آپ ہی سے پڑھی تھیں اور ایک غیر درسی کتاب ''قطر الندیٰ'' للعلامۃ ابن ہشام بھی صرف فقیر کو پڑھائی۔

حافظ ملت علیہ الرحمۃ کا اخراج محبت

اجمیر شریف: ہندوستان کا مشہور اور مرکزی شہر ہے، اہل کمال کا مرجع ہے، دار العلوم معینیہ عثمانیہ

اندرون درگاہ معلیٰ محفل خانہ میں تھا، درس میں بڑے بڑے علماء ومشائخ آپ کے ہاں تشریف لاتے اسباق سنتے اور بہت خوش ہوتے۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے تبحر علمی پر داد دیتے تھے، آپ کے تلامذہ حضرت مولانا سید غلام جیلانی صاحب شارح بخاری شریف وحضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب محدث اعظم پاکستان جیسے آفتاب علم وفضل آپ کے تبحر علمی پر روشن دلیل ہیں، کیونکہ درخت اپنے پھل سے اور استاذ اپنے شاگردوں سے پہچانا جاتا ہے، آپ کی وسعت درس کا یہ عالم تھا کہ زمانہ طالب علمی سے ہی پڑھانا شروع کیا اور آخر عمر تک پڑھاتے رہے،

تبرکات حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز صاحب محدث مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ

(شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ یونیورسٹی مبارک پور) (از صدر الشریعہ نمبر ماہنامہ اشرفیہ اکتوبر ونومبر ۱۹۹۵ء) (ص ۱۲)

دور آخر کا امام النحو

مولانا علامہ مختار احمد صاحب رضوی مدظلہ کا خراج عقیدت:

چودھویں صدی کے علمائے نحو میں صدر العلماء حضرت علامہ سید غلام جیلانی صاحب میرٹھی متوفی ۱۳۹۸ھ کو خصوصی اہمیت وعظمت حاصل ہے۔ علم نحو میں آپ ایسی کامل بصیرت اور عظیم تبحر کے حامل تھے جس کی مثال ہندوستانی علماء میں بہت کم نظر آتی ہے۔ بجا طور پر آپ کو دور آخر کا امام النحو کہا جا سکتا ہے۔ (مقدمہ الغاز النحویہ (نحوی پہیلیاں) مصنفہ مولانا محمد حنیف رضوی بریلوی (ص ۷۵)

اجمیر شریف سے بریلی شریف آمد......؟

اپنے رفقاء کے ہمراہ امام النحو ۱۹۲۳ء میں اجمیر شریف پہنچے جن کا مجمل سا ذکر گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے، اس سلسلہ میں آپ مزید رقم فرماتے ہیں کہ عموماً اساتذہ کی عادت ہے کہ اگر اثنائے درس میں کوئی طالب علم سوال کرے اور اس کا جواب ذہن میں نہ آئے تو زور بیاں سے مرعوب کر کے ساکت کر دیتے ہیں مگر ایسے مواقع پر استاذ المکرم حضرت مولانا حافظ سید حامد حسین صاحب اجمیری مرحوم کی عادت تھی کہ دوسرے دن پر ٹال فرما دیتے اور پھر دوسرے دن سوال کا تشفی بخش جواب بڑی تفصیل سے ارشاد فرمایا کرتے عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس طریقہ پر عمل پیرا ہونے سے طلبا کی نگاہ میں عزت کرکری ہو جائے گی۔ حالانکہ یہ خیال غلط ہے عزت وذلت تو اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہیں جس کی شان ہے: وتعز من تشا وتذل من تشا اس سے بڑھ کر ایک حیرت انگیز واقعہ پیش آیا۔

پیریڈ خالی ہونے کی وجہ سے معین المدرسین حضرت مولانا غلام علی صاحب مفتی مرحوم کے پاس بیٹھا تھا

اور آپ خدام کے صاحبزادگان کو شرح جامی میں افعال ناقصہ کی بحث پڑھا رہے تھے پڑھاتے پڑھاتے رکے اور فرمایا ''جیلانی کو بلاؤ'' طلبی پر حاضر ہوا فرمایا اس عبارت کا مطلب کیا ہے؟ میں سن کر پانی پانی ہوگیا اور عرض کی حضور آپ کے سامنے کیا عرض کرسکتا ہوں۔ ذرا کرخت لہجے میں فرمایا بتاؤ، چونکہ اساتذہ میں ان کا رعب غالب تھا اور سارے طلبا آپ سے خائف رہتے تھے اس لئے چاروناچار کتاب لے کر دیکھی اور عرض کیا۔

سن کر تحسین کی اور فرمایا جاؤ! ناظرین یہ نہ سمجھیں میں اپنی فضیلت بیان کر رہا ہوں ''عیاذاباللہ عیاذا باللہ'' میں تو ان کی خاک پا کے برابر بھی نہیں، بتانا یہ ہے کہ وہ ذات قدسی صفات سراپا ہدایت تھی کسی وقت بھی شائبہ نفس دامن گیر نہ ہوتا، ادبی قابلیت کا یہ عالم کہ حماسہ اور حریری وغیرہ کتب ادب کے لغات نوک زبان پر رہتے، دریافت کرنے پر مع حوالہ بیان فرماتے۔ متنبی نے اس لفظ کو فلاں قافیہ میں بایں معنی استعمال کیا ہے، اور حریری نے اس لفظ کے فلاں مقالے میں یہ معنی مراد لئے ہیں۔

خالی وقت میں ستون سے ٹیک لگا کر قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہتے، مرض الموت میں عیادت کے لئے حاضر ہوتا تو قصیدہ بردہ شریف کا کوئی شعر پڑھ کر فرماتے اس کا مطلب کیا ہے؟ عرض کرنے پر فرماتے یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے، چند معانی بیان فرماتے جو نہایت پر لطف اور ایمان افروز ہوتے وصال ہونے پر بفضلہ تعالیٰ خدمت غسل کا شرف اس فقیر (جیلانی) کو بھی حاصل ہوا۔ نور اللہ مرقدہ،

تمغائے امتیاز.........؟

حضرت امام النحو علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اجمیر شریف میں پہلے سال سالانہ امتحان پر درجۂ اوسط میں کامیابی حاصل ہوئی۔ پھر مسلسل آٹھ سال اعلیٰ درجہ میں کامیاب ہوتا رہا ہر سال دار العلوم کی طرف سے انعام میں کتابیں ملتی تھیں۔ دار العلوم کا سالانہ امتحان تحریری ہوتا۔ جس سال ''ملا حسن'' کا امتحان تھا تو ممتحن صاحب نے تحریری جوابات پر اتنی تحسین فرمائی کہ مجلس شوریٰ نے چار روپیہ ماہانہ انعامی وظیفہ جاری کردیا۔ (آج کل کے چار ہزار روپے) جو شرکائے درس کے درمیان فقیر جیلانی کے لئے تمغائے امتیاز تھا۔

اجمیر شریف میں حضرت صدر العلماء مولانا سید غلام جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جن دیگر اساطین علوم وفنون سے اکتساب فیض کیا ان کے اسمائے گرامی تبرکا یہاں درج جاتے ہیں۔

امام الفقہا حضرت صدر الشریعہ مولانا الحاج حکیم امجد علی صاحب اعظمی صاحب مصنف بہار شریعت

راس المحققین حضرت مولانا حکیم سید عبد المجید صاحب قدس سرہ

ممتاز المناطقہ حضرت مولانا عبد الحی صاحب افغانی مرحوم

رئیس العلماء حضرت مولانا برکات احمد صاحب ٹونکی مرحوم

راس الفلاسفہ حضرت مولانا عبد اللہ صاحب افغانی تلمیذ رشید استاذ الاساتذہ حضرت مولانا بردل

صاحب مرحوم۔

امام النحاۃ حضرت مولانا سید امیر صاحب پنجابی

استاذ القراء حضرت قاری غلام نبی صاحب ٹونکی مرحوم

۱۳۵۱ھ میں درگاہ شریف کے متولی اور دار العلوم کے مہتمم کے نامناسب رویہ سے دل برداشتہ ہوکر حضرت صدر الشریعہ نے استعفیٰ دے دیا اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب قدس سرہ کی درخواست پر چالیس طلباء کو اپنی ہمرکابی میں لئے دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف، تشریف لاکر مسند صدارت پر رونق افروز ہوگئے۔ ایک سال تک آپ کی خدمت اقدس میں رہ کر شرح چغمینی، محقق دوانی کے غیر مطبوعہ حواشی قدیمہ اور جدیدہ کے ساتھ شرح تجرید اور امام رازی علیہ الرحمۃ اور طوسی کی شروح کے ساتھ اشارات کا درس لیا۔ ۱۳۵۲ھ میں مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کے بڑے صاحبزادے حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے سند فراغت اور دستار فضیلت سے نوازا۔

سعادت بیعت؟

صدر العلماء امام النحو حضرت علامہ مولانا سید غلام جیلانی اشرفی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی بیعت کے سلسلہ میں یوں رقم فرماتے ہیں:

قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، ملجای وماوی بیکساں، مرجع وملاذ کاملاں اشرف المشائخ سیدنا ومولانا الشاہ علی حسین صاحب کچھوچھوی قدس سرہ القوی کے دست حق پرست پر بریلی شریف میں بموقع عرس غالبا ۱۹۲۲ء میں شرف بیعت حاصل ہوا اور دار الخیر اجمیر شریف میں بتاریخ ۱۲ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۵۰ھ میں خلافت سے نوازا گیا۔

خلافت نامہ کے ساتھ ایک کلاہ اور ایک متبرک مستعمل جبہ بھی عطا ہوا جس کے متعلق اہل خانہ کو وصیت کردی گئی ہے کہ میرے کفن میں شامل کریں، کیونکہ بزرگان دین کے ملبوسات شامل کفن کرنا مسنون ہے۔ (کما فی الارکان الاربعۃ لبحر العلوم اللکھنوی قدس سرہ القوی)۔

سلاسل اربعہ مشہورہ کے ساتھ ساتھ سلسلۂ منوریہ کی بھی اجازت عطا ہوئی جس میں وسائط اقل قلیل ہیں فقیر (غلام جیلانی) سے حضور محبوب سبحانی حضور غوث اعظم سیدنا الشیخ سید عبد القادر جیلانی قدس سرہ النورانی تک صرف پانچ واسطے آتے ہیں۔ ارباب کشف نے حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمۃ کے بارے میں فرمایا کہ آپ حسن صوری کے اعتبار سے اپنے جد امجد حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم شبیہ تھے۔ اور حسن معنوی کے اعتبار سے اولیائے کرام میں محبوبیت کے مرتبہ چہارم پر فائز تھے۔

☆اول محبوب سبحانی حضور غوث اعظم جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆دوم محبوب الٰہی حضرت سلطان المشائخ نظام الدین دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆سوئم محبوب یزدانی سلطان التارکین حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

☆چہارم محبوب رحمانی حضرت شاہ علی حسین المعروف بہ اشرفی میاں کچھوچھوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قلم حقیقت رقم نے اپنے محققانہ انداز میں آپ کے مذکورہ بالا ہر دو حسن ظاہری ومعنوی کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے عرض کیا تھا

اشرفی اے رخت آئینۂ حسن خوباں

اے نظر کردہ وپروردۂ سہ محبوباں

حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ سید الفقراء، امام العرفا، ولایت پناہ، حقیقت آگاہ، حضرت میاں راج شاہ قدس سرہ کی خدمت میں بھی سوند شریف ضلع گوڑ گاواں حاضر ہوئے تھے جن کا وصال ۸ رمضان المبارک ۱۳۰۶ میں ہوا۔ انہوں نے بھی آپ کو خلافت سے نوازا اور ایک دو آنی عطا فرمائی جس کے بعد فتوحات کے دروازے ایسے کھلے کہ کوئی سائل کسی وقت محروم نہ ہوتا تھا۔ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کی ماہ فاخر ربیع الآخر ۱۲۶۶ھ پیر کے دن بوقت صبح صادق ظہور میں آئی اور ۱۲ رجب المرجب ۱۳۵۵ھ بوقت نصف شب اپنے وطن مالوف کچھوچھہ مقدسہ ضلع فیض آباد میں وصال فرمایا۔ نور اللہ مرقدہ وافاض علینا من برکاتہ

تدریسی خدمات

حضرت صدر العلماء مولانا سید غلام جیلانی اشرفی قدس سرہ العزیز نے تدریس کے فرائض جن مدارس میں باضابطہ طور پر سرانجام دیئے ان میں خصوصیت سے درج ذیل قابل ذکر ہیں۔

☆مدرسہ محمدیہ جائس ضلع رائے بریلی

☆دار العلوم عظمت الاسلام کرنال

☆مدرسہ احسن المدارس کان پور

☆مدرسہ اسلامیہ عربیہ اندرکوٹ میرٹھ

تقریباً ہر مدرسہ میں منصب صدارت پر فائز رہے۔ موخر الذکر مدرسہ میں آپ اپنے استاذ معظم استاذ الاساتذہ صدر الافاضل فخر الاماثل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے ۱۹۳۵ء میں صدر المدرسین کے منصب جلیلہ پر متمکن ہوئے اور زندگی کی آخری سانس تک پوری شان وشوکت کے ساتھ مسند تدریس کو عروج وترقی کی بلند ترین منازل سے مزین فرمایا ۱۳۸۹ میں زیارت حرمین شریفین کی سعادت عظمیٰ حاصل کی۔ چالیس سال تک مدرسہ اسلامیہ عربیہ اندرکوٹ میرٹھ میں علوم وفنون کے دریا

بہانے والے یہ تبحر فاضل ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ/ ۸ مئی ۱۹۷۸ء پیر کے دن سہ پہر چار بجکر دس منٹ پر اس دا رفانی سے دارالبقاء کی طرف چل دیئے (انا للہ وانا الیہ راجعون)

ان کا سایہ اک تجلی ان کا نقش پا چراغ
وہ جدھر گزرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

نشرواشاعت یا عملی زندگی

عالم عموماً تین طرح سے نشرواشاعت کرسکتا ہے۔(۱) تدریس (۲) تقریر (۳) تصنیف یعنی مدرس ہو مقرر ہو یا پھر مصنف ہو۔

درس وتدریس

خدمت علم کا پہلا بڑا شعبہ درس وتدریس، تعلیم وتعلم ہے، تبلیغ دین کی انجام دہی میں اسے اولیت کا شرف حاصل ہے۔ مدرس کی خوبیوں میں بنیادی وصف ''حسن اخلاق'' ہے قابلیت اور محنت کو ثانوی درجہ دیا جاتا ہے، مسند درس پر وہی استاذ کامیاب وکامراں نظر آئے گا جو اخلاق کریمانہ سے طلباء پر اثر انداز ہو، رعب وجلال اور علمیت کا بھاری بھر کم تازیانہ تلامذہ کے دل میں ادب واحترام اور محبت وعظمت کا سکہ نہیں بٹھا سکتا۔ دوران سبق طلباء کرام سے پدری شفقت کا اظہار بھی ہو اور ان کی حرکات وسکنات پر بھی کڑی نظر رہے تاکہ اپنے حقوق کو بروئے کار لاتے ہوئے سرزنش بھی کرسکے کیونکہ علاج کے لئے مرہم کے علاوہ انجکشن یا آپریشن بھی کرنا پڑتا ہے، نیز طلباء کی کسی حرکت کو مستقل طور پر اپنے دل میں جگہ نہ دے ورنہ طالب علم کے دل میں نفرت یا بغاوت کے جراثیم نشوونما پانے لگتے ہیں۔

مدرس کی خوبیوں میں ایک یہ بھی ہے کہ خارجی بحث کو سبق سے ہمیشہ خارج رکھے اپنے علم وفضل کے تحکمانہ انداز میں ٹھونسنے کے بجائے ان کے دل ودماغ میں بٹھانے کی کوشش کرے۔ نفس کتاب کو ذہن نشین کرا نے والے استاذ تلامذہ کے دل موہ لیتے ہیں۔ دیکھا گیا ہے کہ بعض مدرس تنے تنے طلباء پر سختی کی انتہا کردیتے ہیں ۔نتیجۃً طالب علم ایک ایک کرکے پرندوں کی طرح غائب ہوجاتے ہیں اور استاذ کے لئے مسند ہی زینت رہ جاتی ہے اور وہ پھر بھی اس بیماری کو دور کرنے کی طرف متوجہ نہیں ہوتے کہ آخر کیا وجہ ہے میرے تلامذہ داغ مفارقت کیوں دے گئے۔

اگر تدریسی خوبیوں کو صدر العلماء امام النحو حضرت مولانا سید غلام جیلانی اشرفی علیہ الرحمہ میں دیکھا جا ئے تو بفضلہٖ تعالیٰ ان اوصاف حمیدہ اور کمالات درسیہ سے آپ پوری طرح مرصع ہیں، راقم السطور نے آپ کے ایک شاگرد رشید عالمی مبلغ اسلام ملت اسلامیہ کے نامور خطیب قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی میرٹھی

صدر جمعیت العلماپاکستان سے اس سلسلہ میں انٹرویو کیا تو آپ نے فرمایا۔

ہمارے استاذ معظم کے کیا کہنے، انہیں تدریس سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا، دن تو دن رات کے بارہ بارہ بجے تک اسباق ہوتے رہتے، طالب علم سے محبت شفقت مثالی تھی، سبق کو اتنے احسن طریقہ سے پڑھاتے اور سمجھاتے کہ وقت کی طوالت کا احساس تک نہ ہوتا۔ پھر سوالات کے جوابات اس انداز سے عطا فرماتے کہ فوراً دل کی گہرائیوں میں نقش ہو جاتے، یہی وجہ ہے کہ پاک وہند میں آج جتنی قابل ذکر درسگاہیں ہیں ان میں آپ کے تلامذہ ہر شعبہ ہائے علم کی آبیاری کرتے نظر آتے ہیں، آپ کے انداز تدریس کی تعریف اور آپ کی شفقت کا اظہار خطیب الاسلام حضرت مولانا عارف اللہ شاہ صاحب میرٹھی اشرفی رحمہ اللہ تعالیٰ جنھوں نے برس ہا برس آپ کی خدمت میں رہکر علوم وفنون کی بے پایاں دولت کو سمیٹا تھا، بڑے شیریں کلمات سے فرمایا کرتے تھے ناچیز کو ان کی زیارت وملاقات کا شرف متعدد بار نصیب ہوا۔ ہر بار انھوں نے خردہ نوازی کی انتہا کردی، میرے زمانہ طالب علمی میں ان کا مرکزی دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور آنا ہوا۔ مجھے خدمت کی سعادت میسر آئی دو روز تک آپ وہاں جلوہ افروز رہے، موقع غنیمت جانا اور علمائے ہندوستان کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا جن میں حضرت مولانا علامہ الحاج ضیاء القادری بدایونی شاعر آستانہ ولی رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام النحو کے متعلق باتیں ارشاد فرمائیں، آپ ماہنامہ سالک راولپنڈی سے نکالا کرتے تھے اور اس میں ایک مستقل کالم۔ "متعریوں ہی تمام ہوتی ہے۔

ہر ماہ نظر نواز ہوتا، جب آپ بصیر پور شریف کے سالانہ جلسۂ دستار فضیلت وسند فراغت کے بعد تشریف لے گئے تو ۲۰ دسمبر ۱۹۶۳ء کی روئیداد میں راقم الحروف کے متعلق کچھ اس طرح کے کلمات درج تھے۔ دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف جانا ہوا فقیہ اعظم الحاج ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی اشرفی قادری بانی ومہتمم کی شخصیت سے بے حد متاثر ہوا جنھوں نے میری خدمت کے لئے دار العلوم کے ایک ہونہار مستعد طالب علم مولوی محمد منشا تابش قصوری کو مقرر کر رکھا تھا....."

اس طویل اقتباس سے مقصد یہ ہے کہ حضرت امام النحو رحمہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ تدریس ان تمام خوبیوں کا حسین مرقع تھا جن سے ایک عالی ظرف مدرس کا مرصع ہونا از بس ضروری ہے۔

حضرت مولانا شاہ احمد نورانی دامت برکاتہم العالیہ کا بیان ہے کے تلامذہ آپ کو اپنا محسن ومربی تصور کرتے، یہی وجہ ہے کہ آپ کے ارشد تلامذہ جنہیں شہرۂ آفاق عظمتیں حاصل ہیں آپ کی بہترین صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت اور آپ کی شہرت وناموری کا باعث ہیں۔

تقریر؟

مقرر کے لئے ضروری ہے کہ وہ بیان وزبان پر پوری طرح قدرت رکھتا ہو پورے اعتماد اور وثوق سے

حروف وکلمات تراکیب ومترادفات پر نگاہ رکھے، عوام وخواص ہر دو طبقے مستفیض ہوں، مضحکہ خیز حرکات وسکنات سے اپنے آپ کو بچانے کا ملکہ رکھتا ہو۔ فن خطابت کے جوہر دکھانے کے ساتھ ساتھ مخالفین کو دلائل سے مرعوب کرنے کی پوری پوری صلاحیت سے مرصع ہو یوں کہ میدان مناظرہ کا ایک کامیاب شہسوار نظر آئے مجمع کی قلت کثرت کا بوجھ تک محسوس نہ کرے، علمائے کرام کے اجتماع میں آداب اکابر کو ملحوظ رکھنے کے ساتھ ساتھ اظہار خیال کے وقت احساس کمتری میں مبتلا نہ ہوتو وہ ایک کامیاب مقرر بھی ہے اور اعلیٰ ترین خطیب تیز بے باک قسم کا مناظر بھی۔ گو کسی صاحب قلم نے آپ کے احوال میں فن گویائی وخطابت پر قلم نہیں اٹھایا مگر آپ کے تلامذہ کی فہرست میں جب مقررین وخطباء پر نظر پڑتی ہے تو وہ ایسے ایسے نامور خطیب نظر آتے ہیں جو برصغیر پاک وہند میں ہی نہیں بلکہ عالمی سطح پر ان کا نام آسمان خطابت پر گونج رہا ہے جن میں دو حضرات کے نام تو ابھی مذکور ہوئے، دیگر حضرات کے نام آپ کے تلامذہ کی لسٹ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ حقیقت ہے کہ ایک مقرر یا خطیب میں ناموری کی جتنی خوبیاں پائی جاتی ہیں وہ مسند تدریس پر جلوہ افروز استاذ ہی کی مرہون منت ہوتی ہیں ورنہ جو زمانہ تعلیم میں بول نہ سکے اس کو خاک خطیب بنتا ہے، لہٰذا اس سلسلہ میں آپ کے خطیب ومقرر تلامذہ آپ کی تقریری صلاحیتوں کا مظہر ہیں۔

تصنیف وتالیف

اظہار علم اور خدمت دینیہ کا تیسرا بڑا شعبہ قلم سے متعلق ہے یہ ایک ایسا شعبہ ہے جو اپنی آفاقی حیثیت اور ہمہ گیری کے باعث بڑا ممتاز ہے۔ قلم کی طاقت زمانے کے ساتھ محدود نہیں۔ پہلے دونوں شعبے زندگی سے وابستہ ہیں۔ انسان زندہ ہے تو میدان خطابت کا شہسوار بھی ہے اور مسند تدریس کی زینت بھی مگر فانی سے راہی بقا ہوا تو محراب ومنبر اور مسند درس وتدریس وارشاد خالی کسی اور کی راہ تکتی ہے، لیکن قلم کو زوال نہیں، مرنے کے بعد بھی اس کی زندگی کے شواہد قلم اور قرطاس ہوتے ہیں، نہ صرف موجودہ لوگ قلم کے فیضان سے بہرہ مند ہوتے ہیں بلکہ نسلاً بعد نسل اس کی قلمی تبلیغ اپنا اثر دکھاتی اور پھیلاتی رہتی ہے، قرآن کریم نے بڑے عمدہ پیرائے میں قلم کی تحسین فرمائی اور اس کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ ﴿نٓ ۚ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ﴾ اس پر شاہد عادل ہے کسی نے کیا خوب کہا۔

یہ حقیقت افروز بات اس خوبصورتی سے ادا کی گئی ہے کہ اسے اہل قلم کے دل کی آواز کہا جاسکتا ہے اور پھر اس مترنم لے میں قلم کے ساز ہی حیاں ہیں! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدات ومکتوبات سے بھی قلم کے تقدس کو بام عروج عطا فرمایا۔

ماضی حال مستقبل قلم سے ہی مربوط ہیں، قلم نے ماضی کے افسانے سنائے قلم نے حال کو بحال رکھا اور قلم ہی وہ واحد ذریعہ ہے جس نے مستقبل کی خبریں نوک زبان سے بیان کیں۔ قرآن کریم کتب سماویہ کتب

احادیث وتفاسیر تاریخ وسوانح، ادب وفلسفہ، طب اور سائنس نیز صرف ونحو اور جملہ علوم وفنون کے جلووں میں قلم ہی کی طاقت کارفرما ہے۔

ہر صاحب علم وادب قلم کی ان گنت خوبیوں کا معترف ہے اور یہی قلم ہے جسے صدر العلماء امام النحو حضرت علامہ مولانا سید غلام جیلانی اشرفی میرٹھی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بڑی مستعدی سے چلایا، دوران تدریس فنی علوم پر شب وروز علمی جواہرات سے قرطاس ابیض کو آراستہ پیراستہ کیا اور علم نحو کی شہرہ آفاق کتابیں نحو میر شرح مائۃ عامل اور کافیہ کی ایسی کامیاب شرحیں لکھیں جن کی مثال نہیں ملتی، اسی طرح شرعی اور روزمرہ پیش آنے والے مسائل پر نظام شریعت تصنیف فرما کر عوام مسلمین کی ضروریات شرعیہ کو بڑی حد تک خود کفیل بنانے کی طرح ڈالی نیز بشیر القاری کے نام سے بخاری شریف کی عدیم النظیر شرح قلم بند فرمائی جس سے زمانہ ہمیشہ مستفیض ہوتا رہے گا۔

محمد منشا تابش قصوری

جامعہ نظامیہ لاہور پاکستان

صدر العلماء سے پہلی ملاقات

حضرت مولانا پیر سید محمد مہدی میاں صاحب چشتی
گدی نشین آستانہ عالیہ اجمیر شریف

راقم الحروف جن دنوں حصول علم دین کا شرف بہرائچ شریف میں حاصل کرتا تھا اسی دور کی بات ہے کہ اپنے چند شرکائے درس ومستند رفقاء کے ساتھ حصول فیض وبرکت کی نیت سے آستانہ رضویہ پر حاضر ہوا۔

چونکہ وہ زمانہ عرس مبارک کا تھا، عرس مجدد اعظم فنافی الرسول اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کی خصوصیت یہ رہی ہے کہ حاضرین میں عوام کی تعداد کم علماء ومشائخ عظام کی تعداد زیادہ ہوتی ہے، موروثی طور پر یہ راقم الحروف خاندانی تربیت کی وجہ سے علمائے کرام ومشائخ عظام کی صحبت وخدمت کا غیر معمولی جذبہ ذوق وشوق کی حد تک رکھتا چلا آیا۔ اسی شوق نے ابھارا تو میں نے متعلقین آستانہ رضویہ سے معلومات فراہم کیں کہ" تقریبات عرس میں کہاں کہاں سے کون علماء ومشائخ تشریف لائے ہیں۔ بہت سے علماء ومشائخ کا نام ذکر میں آیا دل باغ باغ ہوگیا، جب حضرت صدر العلماء امام النحو سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کا ذکر جمیل سامنے آیا تو حضرت کا نام سنتے ہی دل میں بے پناہ اشتیاق دید پیدا ہوا۔ اس سے پہلے کبھی حضرت سے شرف ملاقات حاصل نہ ہوا تھا، علی الفور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حضرت کی قیام گاہ پہنچا۔

سلام کر کے باادب ایک گوشہ میں بیٹھ گیا، بہت سے علماء کے درمیان حضرت کی ذات ایک نمایاں شان سے جلوہ ریز تھی۔ اس وقت حاضر باش علماء حضرت سے محوِ کلام تھے، کچھ لاینحل مسائل کی گتھیاں سلجھا رہے تھے، علماء محظوظ ہورہے تھے، یہ خادم بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ حضرت کی حکیمانہ گفتگو سے محظوظ ومسرور ہورہا تھا، اگرچہ کم عمری کی وجہ سے کچھ باتیں میری سمجھ سے بالاتر تھیں۔ مگر دل یہی چاہ رہا تھا کہ حضرت بولتے جائیں اور ہم سنتے جائیں اسی محویت اور استغراق میں جب گھڑی پر نظر گئی تو مجھے مجلس میں آئے تقریباً ایک گھنٹہ ہو چکا تھا مگر وقت کا احساس تک نہ ہوا۔ اب دل میں خیال آیا کہ اب دست بوسی کروں اور رخصت کی اجازت لوں۔ جوں ہی مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا حضرت نے اپنا دست کرم بڑھایا میں نے فوراً دست بوسی کی اور اجازت چاہی۔

مگر حضرت نے میرا ہاتھ نہیں چھوڑا ساتھ ہی سوال فرمایا کہ بیٹا تم کہاں سے آئے ہو۔ میں نے جواباً عرض کیا، کہ بہرائچ شریف سے" فرمایا کہ میرا مطلب ہے کہ آپ کا گھر کہاں ہے۔ فقیر نے عرض کیا کہ حضور غریب خانہ دار الخیر اجمیر شریف میں ہے اتنا سننا تھا کہ حضرت کی کیفیت میں تبدیلی پیدا ہوئی پھر فرمایا کہ بیٹے تم

کیا استاذ مکرم حضرت مولانا سید غلام علی صاحب کے دو فرزندوں کو جانتے ہو؟

جوں ہی حضرت نے والد گرامی کا نام لیا میرا دل عجیب کیفیت میں ڈوب گیا اور والد گرامی کی یاد ایسی تازہ ہوئی کہ انہیں کے تصور میں کھو گیا، میں نے عرض کیا کہ حضرت میں انہیں کا چھوٹا فرزند ہوں اتنا سنتے ہی حضرت کی چشمان مبارک اشکبار ہو گئیں حضرت چونکہ گاؤ تکیہ سے ٹیک لگا کر بیٹھے تھے مجھے سینہ سے لگا لیا اور کھینچ کر اپنے پاس چارپائی پر بٹھا لیا۔ جو علماء حاضر تھے وہ عجیب نظروں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ کہ یہ کون ہے جس کی اتنی پذیرائی حضرت فرمارہے ہیں۔ معاً ان کے خیال کا جواب دینے کے لئے حضرت نے فرمایا تم میرے استاد زادہ ہو" عرس اعلیٰ حضرت کے بعد میرٹھ چلے آؤ میں تمہیں پڑھا کر اپنا کچھ تو حق ادا کر دوں

حضرت صدر العلماء نے اپنے جملہ میں کس حق کا ذکر فرمایا آنے والے واقعہ سے اس کی وضاحت ہو جاتی ہے، چنانچہ حضرت صدر العلماء اپنی تصنیف لطیف تیسیر القاری کے دیباچہ میں والد گرامی کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں حضرت مولانا غلام علی متقی علیہ الرحمۃ کے پاس بیٹھا تھا اور آپ خدام کے صاحبزادگان کو شرح جامی میں افعال ناقصہ کی بحث پڑھا رہے تھے پڑھاتے پڑھاتے رکے اور فرمایا (جیلانی) کو بلاؤ، طلبی پر حاضر ہوا فرمایا اس عبارت کا مطلب کیا ہے؟ میں سن کر پانی پانی ہو گیا اور عرض کی حضور آپ کے سامنے کیا عرض کر سکتا ہوں کرخت لہجہ میں فرمایا بتاؤ۔

چونکہ اساتذہ میں آپ کا رعب غالب تھا اور سارے طلباء آپ سے خائف رہتے تھے اس لئے چاروناچار کتاب لیکر دیکھی اور عرض کیا۔ سن کر تحسین کی اور فرمایا جاؤ۔

اس لئے حضرت نے فرمایا تھا کہ تم میرٹھ آجاؤ تمہیں پڑھا کر کچھ حق ادا کروں گا۔ ہائے افسوس کہ میں حضرت سے شرف تلمذ حاصل نہ کر سکا۔ بہرائچ شریف و ضلع بستی میں تعلیم کسی حد تک حاصل کر کے بریلی شریف میں سند و دستار حضرت مفتی اعظم کے دور میں حاصل کی۔ آج بھی صدر العلماء امام النحو علیہ الرحمۃ کی جملہ تصانیف کے مطالعہ سے علماء و فضلاء تیز ارباب علم وفن پیچیدہ سے پیچیدہ اور ذہنوں میں الجھے ہوئے سوالات و اعتراضات کے جوابات حاصل کرتے ہیں، اور حضرت کی گرانقدر تصانیف سے مکمل فائدہ حاصل کر کے تشنگان علم وفن کی پیاس کو بجھاتے ہیں مزید یہ کہ صدر العلماء دیوبندی اکابر علماء و فضلاء کی تدریسی گمراہ کن عبارات کا رد و ابطال فرما کر بے نقاب کیا کرتے ہیں۔ جس کی نشاندہی آج بھی اساتذہ اپنے شاگردوں کو کرا کر تسلی بخش جواب دیتے ہیں۔

دوران حصول تعلیم طلباء کو جن مسائل نحویہ اور متن حدیث میں عبارات محذوفہ اور اس کے فہم مطلب میں جو دقتیں پیش آیا کرتی ہیں، ان سے تعلیم یافتہ طلبہ بخوبی واقف ہیں۔ حضرت والا کی توضیح و تشریح سے ان مسائل کا حل متن حدیث کا مطلب اس کے معانی کی تحقیق مکمل طور پر ہو جاتی ہے آپ کی شروح و حواشی کچھ ایسے انمول جواہر پارے ہیں جو ہر جگہ نہیں ملتے جنہیں آپ در نایاب کہہ کر پکاریں تو بجا و درست یا گوہر بے مثال کہیں تو حق

اور سچ۔

غرض یہ کہ امام النحو صدر العلماء حضور سید غلام جیلانی علیہ الرحمۃ اپنے دور کے عالم ربانی محقق دوانی درس وتدریس کے شہنشاہ علوم شریعت وطریقت کے سمندر اور علم کے میدان میں ایک منفرد مقام کے حامل تھے جن کی نگاہ کرم نے ہزاروں کو سنوارا۔ مولیٰ کریم اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے وطفیل حضور شہنشاہ ہندوستان حضور خواجہ خواجگان سرکار غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

جب مجھ سے حضرت مفتی ایوب صاحب بولٹن انگلینڈ نے برطانیہ کے سفر میں ذکر فرمایا کہ حضرت صدر العلماء کی درسی خدمات کیا کیا ہیں اور آپ کی ذات والا صفات نے ملت کو کیا دیا اسی موضوع پر ایک تفصیلی کتاب عنقریب منظر عام پر لائی جارہی ہے یہ سنکر راقم الحروف کو بے حد مسرت ہوئی جس کا اظہار میں لفظوں سے نہیں کر سکتا۔

فقیر گدائے چشتی دعا گو ہے مولیٰ کریم قبلہ مفتی صاحب اور ان کے رفقاء کار کو اس اقدام کا اجر وافر عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

سید محمد مھدی میاں چشتی

۸۶/۹۲ھ

محترم مفتی صاحب.............................سلام وتحیت

خیریت مطلوب

حسب وعدہ چند سطور حضرت صدر العلماء علیہ الرحمۃ کی غیر معمولی شخصیت کے لئے معمولی سا مضمون ارسال ہے۔ جس سے میری کیفیت کا اندازہ آپ فرمارہے ہوں گے۔ میں بارگاہ رب العزت میں دعا گو ہوں کہ مولیٰ کریم آپ کے حوصلے کو بلند سے بلند تر فرمائے اور دین وسنیت کی خوب سے خوب تر خدمت کا موقع مرحمت فرمائے آمین ثم آمین۔

احباب مجلس کو سلام ودعا فقط والسلام

سید محمد مھدی میاں چشتی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی حبیبہ الرؤف الرحیم

اس فقیر کے اساتذہ، ان کا افاضہ اور ان سے اس فقیر کا استفاضہ و استفادہ ان کا اجمالی بیان و تذکرہ

سمجھدار وہ ہے جس نے کلام متکلم یعنی کہنے والے کے کہے کے مرادی معانی جان لیے نہ وہ کہ جس نے صرف کلام کے معانی بطور حصر و قصر سمجھ لیے وبس۔ لان فهم كلام الشخص المتكلم ما هو بان يعلم وجوه ما تتضمنه تلك الكلمة بطريق الحصر مما تحوى عليه مما تواطأ عليه اهل هذا اللسان وانما الفهم ان يفهم ما قصده المتكلم بذلك الكلام هل قصد جميع الوجوه التي يتضمنها ذلك الكلام او بعضها فينبغي ان تفرق بين الفهم للكلام والفهم عن الكلام وهو المطلوب (باب ۳۳۳، ص ۱۲۷، الفتوحات المکیہ شریف)

یعنی کلام متکلم کا سمجھنے والا وہ نہیں جو اس کلام کے وہ تمام معانی بطریق حصر و قصر جان لے جن پر اہل زبان کا اتفاق ہے بلکہ سمجھدار و سمجھنے والا کلام کا وہی ہے جو کلام متکلم کے مرادی معانی سمجھ لے پس چاہیے کہ تو فرق کر لے درمیان کلام متکلم کے معانی سمجھنے میں اور متکلم کے اپنے اس کلام سے مرادی معانی سمجھنے میں اور یہی مطلوب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد و اعلان ہے: وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ (آیت ۲۸۲۔ البقرہ ۲) اور اللہ سے ڈرو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد و اعلان فرمایا: وَيَزِيدُ اللّٰهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى ۗ وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِندَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ مَّرَدًّا (الآیۃ ۷۶، مریم ۱۹)

اور جنہوں نے ہدایت پائی اللہ انہیں اور ہدایت بڑھائے گا اور باقی رہنے والی نیک باتوں کا تیرے رب کے یہاں سب سے بہتر ثواب اور سب سے بہتر بھلا انجام۔

سید دوسرا علیہ التحیۃ والثناء کا ارشاد و اعلام ہے: وَمَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ اَوْرَثَهُ اللّٰهُ عِلْمَ مَا لَمْ يَعْلَمْ اور جس نے عمل کیا اپنے علم پر اللہ نے اسی کو وارث بنایا ان اشیاء کے علم کا جن کا علم اسے نہ تھا۔ اور سیدنا علی شیر خدا کا ارشاد گرامی ہے: اَلْعِلْمُ مَقْرُوْنٌ بِالْعَمَلِ وَالْعِلْمُ يَهْتِفُ بِالْعَمَلِ فَاِنْ اَجَابَهٗ وَاِلَّا ارْتَحَلَ یعنی علم عمل کے ساتھ پیوست ہے اور علم عمل کو آواز دیتا ہے (کہ ساتھ رہے) تو اگر اس نے قبول کیا فبہا نعمت ورنہ علم کوچ کر رواتہ ہو جاتا ہے۔

فصل اول

میرے اساتذہ کرام تقوی کے زیور سے شایستہ تھے اور علم و عمل کے پیراستہ لباس میں ملبوس و آراستہ۔ اس فقیر نے سیدنا و مولانا

صدر المدرسین جناب سید غلام جیلانی قدس سرہ السامی سے استفادہ اس وقت کرلیا جبکہ الہ آباد یوپی میں درس وتعلم کے ساتھ ساتھ مختلف متعدد علوم وفنون کی سات سال تدریس وتعلیم بھی مکمل ہوئی تھی درس نظامیہ کی تکمیل کے ساتھ ساتھ درس عالیہ ۔۔۔ مولوی، عالم، فاضل دینیات کے امتحانات بھی پایہ تکمیل تک پہونچ چکے تھے اس سے پہلے بھی بہت سے علوم وفنون حاصل ہو چکے تھے بچپن کا حال یہ تھا کہ زرادی پڑھ لی تو زنجانی کے ساتھ اس کی مغلق شرح سعدیہ بھی پڑھتا اور سمجھتا رہا پھر تو تعلیم وتدریس کا ایسا سلسلہ جاری ہوا کہ مشہور ومعروف ترین مدرسین کرام سے جو کتاب پڑھتا تھا تو اس سے قبل والی پڑھی ہوئی کتاب کی تدریس بھی جاری رہتی اور طلبہ کا حال یہ تھا کہ وہ نہایت شوق وذوق اور بڑی رغبت اور محبت سے مجھ سے پڑھتے رہے۔ اس پاکیزہ عمل نے اس فقیر کی تحصیل علم، تعلیم وتدریس کے جذبہ صادقہ کو مزید جلا بخش دی اور افغانستان کے علماء وفضلاء کی اکثریت کی زبانوں پر یہ کلمہ جاری ہوا کہ "نصر اللہ فضلی ہے"۔ اس اصطلاح کا مطلب وہاں یہ رہا ہے کہ اللہ ورسول جل مجدہ وصلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی جناب سے اس کو موہوبہ علوم ملے ہیں۔ سب اصول ومنقول، معقول وفرائض مروجہ جارحیہ اور ریاضی میں کتب اللباب کی روشنی میں خلاصۃ الحساب مدقق ومحقق شمس العلماء محمد نظام الدین قدس سرہ السامی سے اس طرح پڑھ لیے ہیں کہ شرعی ابواب کے لحاظ میں اکثر فرض استفادہ وعرض استنباط مسائل فقہیہ تین تین گھنٹے بحث ومباحثہ جاری رہتا تھا اور خلاصۃ الحساب بچپن میں بھی پڑھی تھی ریاضی کا کچھ حصہ میں نے جناب قبلہ منظور عالم صاحب سے پڑھ لیا ہے جو اسلامیہ کالج الہ آباد میں ریاضی کے بڑے معتبر مدرس اور حساب کی کتابوں کے مصنف رہے سنا یہ تھا کہ آپ کی لکھی ہوئی کتابیں علی گڑھ یونیورسٹی میں بھی پڑھائی جاتی ہیں۔

آپ قدس سرہ الہ آباد میں جمنا کے کنارے رسول پور مشہور ومعروف بستی کے رہنے والے ہیں۔ اور علم الکلام کے مشکل اور باریک مسائل میں نے میرے استاذ اکرم ذہین وباریک بین ذکی وذکی جناب شبیر احمد غوری قدس سرہ السامی سے بھی پڑھ لیے ہیں آپ قدس سرہ السامی یوپی کے دروس عالیہ کے رجسٹرار رہے تھے اور شاہ گنج الہ آباد میں ہماری قیام گاہ کے بہت قریب قیام پذیر رہے تھے۔ عربی علم ادب میں نے الہ آباد یونیورسٹی کے جینئس ملک الخیر پروفیسر جناب سید رفیق احمد سلمہ اللہ الاحد سے پڑھ کر ازبر کر لیا تھا پورے یوپی میں مشہور ومعروف ہے مجھے یاد ہے ایک روز میں عبارت بہتر لہجے کے ساتھ سنا رہا تھا اور آپ قدس سرہ خوش تھے مسکرا رہے تھے میں نے جب آپ کی طرف دیکھا تو فرمایا آپ عربی کے مشہور شہسوار ہو گئے ہیں۔ اور جناب پروفیسر رفیق احمد سلمہ اللہ الاحد کے دولت کدہ میں یونیورسٹی کے طلبہ بھی پڑھنے آتے تھے عربی لسان کی فصاحت وبلاغت وسعت بے نظیر تھی اور عربی کے مقابل میں دیگر السنہ اور زبانوں کی تنگی اور قلت کی بھی مجھے خبر تھی ایک روز یونیورسٹی کے طلبہ سے آپ کے دولت کدہ میں مکالمہ ہوا تھا۔ یہ گفتگو میں میں نے طلبہ سے کہا کہ جو انگریزی آپ لوگ دس سال میں پڑھتے ہیں ہم اس کی تیاری صرف چھ مہینے میں کر سکتے ہیں ان میں سے ایک لڑکے نے کہا" کر کے دکھائیے" میں نے کہا آج کی تاریخ نوٹ کر لیجیے میں نے انگریزی میٹرک کی کتابیں The Immortal Dead اور Patterns of English Prose اور گرامر کی کتاب Wren اور ایک پوئٹری کی کتاب جو اس وقت میٹرک کے کورس میں پڑھائی جاتی تھی لے لیں اور جناب پروفیسر رفیق احمد صاحب سے عربی میں پڑھنا شروع کر لیا ان کے لکھے ہوئے عبارات اور ترجمے میرے پاس اب تک موجود ہیں۔ اور گرامر کی کتاب Wren اسلامیہ کالج الہ آباد میں پڑھتا تھا۔ انگلش میں تحلیل (Analysis) (۱) اور ترکیب (Synthesis) (۲) میں کافیہ کے طرز پر پڑھنا چاہتا تھا جس میں بڑی توضیح وتشریح، افادہ واستفادہ ہوتا ہے اس طرز کی تحلیل وترکیب سے سننے اور پڑھنے والے محظوظ وملذوذ ہوتے ہیں اس قسم کی

تحلیل سے ایک جملہ پوری کتاب بن جاتا ہے اور ترکیب سے پوری کتاب ستّر دور گز وزہ کی مانند ایک جملہ بنتی ہے اس کا نام زنجیری ترکیب ہے وہ انگریزی پڑھنے پڑھانے والوں کو میسّر نہیں نہ ہی ان کے نصیب میں ہے کیونکہ انگریزی بہت مختصر ہے افادہ و استفادہ کے خصوصیات سے محروم ہے جو افادہ و استفادہ فصیح میں موجود ہے وہ انگریزی میں مفقود ہے اس لیے کہ یہ زبان مُبہم ہے اور جو زبان مبہم ہو وہ قابلِ افادہ نہیں یہ دونوں مقدمات یقینی ہیں تو نتیجہ بدیہی ہے کہ جو زبان قابلِ افادہ نہیں اس سے استفادہ ممکن نہیں۔ بہر حال پڑھنا و لکھنا جاری رکھا اللہ تعالیٰ اور رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کا کرم تھا کہ چھ مہینوں میں مکمل کرلیا اور تیاری ہوگئی چاہیے تو یہ تھا کہ اس کی تکمیل چھ مہینوں سے پہلے ہوگئی ہوتی اس لیے کہ انگریزی زبان کے کلام سے مذکر، مؤنث، مفرد، تثنیہ وجمع نیز غائب، مخاطب و متکلم کی تمیز و پہچان نہیں ہوتی کلام کے صیغوں "Moods" میں پہچان کی کوئی علامت نہیں ہوتی کلام فعل ماضی کا ہو یا حال خواہ استقبال صرف بعض صیغوں میں کبھی مفرد کے لیے "S" کا الحاق کرتے ہیں تاہم اس سے تانیث و تذکیر کی تمیز نہیں ہوتی ایک جملۂ فعلیہ خبریہ "Assertive verbal Sentence" کے لیے کتابت سے فصیح میں ماضی مطلق "Pret erite Past Tense" کے تیرہ صیغے ہیں۔

(प्रेट-इर-इट)

(۱) (۲) (۳)
Singular - Dual - Plural

(۱)

	مفرد	تثنیہ	(Dual) جمع
غائب مذکر	كَتَبَ	كَتَبَا	كَتَبُوا
غائب مؤنث	كَتَبَتْ	كَتَبَتَا	كَتَبْنَ
مخاطب مذکر	كَتَبْتَ	كَتَبْتُمَا	كَتَبْتُمْ
مخاطب مؤنث	كَتَبْتِ	....	كَتَبْتُنَّ
متکلم مذکر و مؤنث	كَتَبْتُ		كَتَبْنَا

انگریزی میں ان سب صیغوں کے لیے صرف اور صرف ایک ہی صیغہ "Wrote" "لکھا" استعمال کرتے ہیں۔

3rd Person 2nd Person 1st Person
Masculine Gender Feminine Gender

(۲) ماضی قریب "Present Perfect Tense" میں بھی صرف ایک ہی صیغہ لکھتے ہیں "Have Written"۔

(۳) ماضی بعید "Plu Perfect Tense" کے لیے بھی صرف ایک صیغہ "Had Written" لکھتے ہیں۔

(۴) ماضی مستقبل "Future Perfect Tense" کے لیے بھی ان کے ہاں صرف ایک ہی صیغہ ہے مثلاً "Shall Have Written" لکھ دیا ہوگا یا لکھ لیا ہوگا۔

(۵) ماضی احتمالی "Past Potential Tense" کے لیے بھی ایک ہی صیغہ "Might Write" لکھ دیا ہوتا، لکھ لیا ہوتا کہتے ہیں۔

(۶) ماضی استمراری "The Continuous Preterite Tense" کے لیے "Was Writting" یا "Were

"Writting" لکھتے بولتے ہیں یہاں پر صرف مفرد کے لیے "Was" کا الحاق کرتے ہیں تاہم اس میں مذکر ومؤنث کا امتیاز مفقود ہے۔

(۷) زمانہ حال "Present Tense" کے لیے "Write" اور "Writes" لکھتے ہیں۔

(۸) اور مستقبل "Future Tense" کے لیے "Will Write" استعمال کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ عربی اور فصیح عربی کا عالم انگریزی والوں کی اس مبہم زبان کا تیرہ سالہ کورس اللہ تعالیٰ اور رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے فضل وکرم سے ایک سال میں بال صرف ایک سال میں مکمل کرسکنے پر قدرت رکھتے ہیں۔

مسلمانانِ عالم پر واضح رہے کہ جس زبان میں تمیز وافادہ نہ ہو اس کے پڑھنے اور یاد کرنے سے عقل کی روشنی ختم ہوجاتی ہے اور دیا اس پر پردہ پڑ جاتا ہے ہم ہمیشہ اپنے لیے اور تمامی مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ اور رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے علم وعمل اور عقل ودانش کے خواستگار رہے ہیں۔

اور علمِ قرآن عظیم جناب ایڈووکیٹ السید محمد عاقل قدس سرہٗ سے بھی حاصل کرلیا ہے یہ جناب پروفیسر رفیق احمد صاحب مدظلہ العالی کے بڑے بھائی اور یوپی کے باوقار مبارک خاندان کے چشم وچراغ ہیں اور باوقار وکیل ہیں اور بہتر باہمی زندگی کے مالک رہے تھے۔

الہ آباد آنے سے پہلے مثنوی شریف کو میں نے جناب علامہ قاری عیاض علی خان رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھ لیا تھا جو بندیل کھنڈ کے مشہور ومعروف علمی خاندان کی نسل سے رہے تھے ان کے آباء واجداد سب متقین گذرے ہیں مجھے خوب یاد ہے میں مثنوی شریف پڑھتا ان کو سناتا رہتا تھا اور وہ غور سے سنتے تھے پندرہ دن میں مجھے سندِ شہادت نامہ عطا فرمادیا اس سے پہلے باونی سٹیٹ کدورا ضلع جالون میں ۱۹۳۲ء میں میں نے ہندی صرف ایک ہفتے میں پڑھ کر ازبر کرلی جو آج تک میں لکھ پڑھ سکتا ہوں۔

اور الہ آباد میں جب میں جناب محقق ومدقق شمس العلماء سے پڑھتا تھا تو بغرض استفادہ وبغرض استنباط مسائل فقہیہ مسلسل تین تین گھنٹے شرقی ادب کے میدان میں بحث ومباحثہ جاری رہتا تھا اور آپ قدس سرہ السامی بڑے مہر وکرم سے پڑھاتے سکھاتے اور شافی ووافی جوابات دیتے رہے۔ ملاحظہ ہو آپ کے مقدس ارشادات اور قدسیہ کلمات جو آپ قدس سرہ السامی نے اپنے اس شاگرد کے حق میں القاء کر دیئے ہیں۔

عزیز از جان سلّمہ الرحمٰن: دعوات وافرہ! تینتیس سال کے بعد تین خطوط آپ کے یکے بعد دیگرے ملے۔ ایک ہمراہ اور دو الہ آباد کے پتے پر۔

عزیزم سلّمہ اشرف علی کا نام دیکھتے ہی مسرت کی بے پناہ لہروں نے دست وپا، رگ وریشے میں وہ کیفیت پیدا کردی جس نے "از جا رفتم" سے کہیں بلند وبالا منزل پر پہنچادیا۔ قد وقامت، رفتار وگفتار، عادات واطوار، لب ولہجہ، انداز بیان، اسباق کی گہرائیوں میں غوطہ زنی یہ سب یک لخت تجلی بن کر کھڑے ہوگئے اور میں یہ محسوس کرنے لگا کہ مولانا اشرف اللہ خان سلّمہ حسبِ عادتِ قدیم میرے روبرو مؤدبانہ دست بستہ کھڑے ہیں اس وقت مجھے یہ احساس نہیں تھا کہ یہ ۵۶ء ہے یا ۸۹ء آپ کے خط میں خلوص کا وہ مرقع ہے جس سے پچھلا علم تو آبدیدہ اور بچہ محو حیرت ہوگئے۔ الخ۔ آپ کا یہ آبی نامہ اور اپنے ذکر میں اسی مقدس کتاب کے صفحہ ۹۶-۹۷-۹۸ پر ثبت ہے۔ پورا ملاحظہ ہو۔

یہ کرم نوازیاں مجدِ برکت کی ہیں ان میں سے اکثر کا ذکر اجمالاً اسی مقدس کتاب کے ص ۹۲-۱۰۱ میں بعنوان "سوانح شیخ المحدث"

میں مندرج ہو چکا ہے اور مجاہد ملت سیدنا و مولانا جناب حبیب الرحمٰن قدس سرہ السامی صاحب نے دیگر کثیر و بیشتر نعم و کرم کے ساتھ ساتھ اس فقیر کو تمام مجاز سلاسل طریقت کی اجازت کا مجاز بنا کر بھی نواز دیا ہے آپ کی حب و کرم کی پیہم و مسلسل و لگاتار بارش بھی اس غلام کے حق میں و حسن کو تعمیر کچھ ہیں ہمیشہ میرے آبا کرام جناب نظام الملۃ والدین قدس سرہ کو تاکید کرتے رہے نصر اللہ خان کا خیال رکھیں ہمیشہ پوچھتے رہتے تھے نصر اللہ خان کا کیا حال ہے۔

قرآن و حدیث، اجماع و قیاس اور ان سے استنباط مسائل کا شوق و ذوق رگ و پے میں پیوست ہو چکا تھا اور اس شوق و ذوق کے باعث جناب نظام الملۃ والدین اور مجاہد ملت قدس سرہما کے ارشادات اور گفتگو سے استفادہ اور حسان الہند جناب مولانا غلام علی بلگرامی قدس سرہ السامی کی تصنیف لطیف "ماثر الکرام" کا بار بار مطالعہ ہوا۔ حسان الہند نے اپنی اس مشہور و معروف تصنیف لطیف میں ان اسی (۸۰) مشائخ صوفیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ (۳ء تا ...) کے احوال درج کر دیے ہیں جو ابتدائے فتح ہندوستان سے لے کر ۱۲۰۰ھ بارہویں صدی تک گذرے ہیں اور جنہوں نے دیار ہند میں سکونت اختیار کی۔ جناب حسان الہند مولانا غلام علی بلگرامی قدس سرہ السامی نے "ماثر الکرام" مطبوعہ ۱۹۱۰ء مطابق ۱۳۲۸ھ کے صفحہ ۲۰۰-۲۰۱ پر جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا کے احوال یوں قلمبند کر دیے ہیں:

الحمد للہ کہ نوشی جہانیان را نواختہ و خامۂ مشکین رقم بہ تحریر مناقب ہمایون اجمالاً و تفصیلاً پرداختہ۔ سطرے چند بر لوح رنگین نقش کردہ در رقیمۂ مزار فائض الانوار تعبیہ کردہ آمد۔ دریں جریدہ بعبارت توضیح اکتفا نمودہ۔ و آن اینست۔ نبذۂ از احوال کرامت منوال این مقتدای وقت صاحب المفاخر ابوالمجد عبدالحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آنکہ از مبادی شعور بہ طاعت حق و طلب علم گرائیدہ نزدیک با وان بلوغ اکثر علوم دینی تحصیل کردہ در بیست و دو سالگی بہ حفظ قرآن فارغ شدہ و کلام مجید از بر کردہ بہ منشور افادہ نشستہ و ہم در عنفوان جوانی جاذبۂ الٰہی در رسید بہ یک بار دل از یار و دیار بر کندہ متوجہ حرمین شریفین شد و مدتے مدید بہ آن مقامات شریفہ اقامت ورزیدہ با انتخاب زمان و اولیای کبار صحبت ہا داشتہ بہ ذخائر از فتوحات و عطایا بہرۂ وافر یافتہ و علاوہ (این) تکمیل فن حدیث نمودہ با برکات فراوان بہ موطن مالوف مراجعت فرمودہ مدت پنجاہ و دو سال بہ جمعیت ظاہر و باطن تمکن یافتہ بہ تکمیل فرزندان و طالبان بجا آوردہ بہ نشر علوم خصوصاً علم شریف حدیث پرداختہ بہ تجلی کردہ دیار ہند احمدی را از علو ... وحقائق دین و شریعت ... متمتع گردید و در فنون علمیہ خاصۃ فن حدیث کتب معتبرہ تصنیف کرد چنانکہ علماء زمان از آن اقتباس آن را دیدہ و دستور العمل خود ساختند و اہل دانش از خواص و عوام بہ جان خریداری می نمایند۔ تصانیف این فائض الانوار از صغیر و کبیر بہ صد مجلد و بہ حسب شمار ابیات پانصد ہزار رسیدہ است در محرم ۹۵۸ این نور اتم پرتو ظہور بہ عالم عنصری داد و در ۱۰۵۲ھ بہ مقام آگہی و گشادہ پیشانی بہ عالم قدس خرامید۔ تاریخ ولادت "شیخ اولیاء" (۹۵۸) و تاریخ رحلت "فخر العالم" است (۱۰۵۲)۔ انتہی کلامہ الشریف۔

یعنی آپ قدس سرہ السامی کی شہرت نے جہان والوں کے کانوں کو نواز نواز کر خوش کر دیا جب کہ ان میں آپ کی شہرت کی آواز گونج اٹھی اور آپ کے محامد و مناقب کی تحریر نے اجمالاً ہو وہ خواہ تفصیلاً ہو مشکین کے اقلام کو آراستہ کر دیا میں اپنے اس جریدہ میں چند سطور پر جو ایک پتھر کی تختی پر نقش کیے اور مزار فائض الانوار کے گنبد میں تعبیہ کیے ہیں اکتفا کرتا ہوں اجمالی طور پر اس مقتدائے وقت صاحب المفاخر ابوالمجد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے احوال کرامت منوال یوں ہیں کہ جب آپ کو شعور ہوا اس وقت سے آپ قدس سرہ السامی حق جل مجدہ کی طاعت اور

طلبِ علم کے لیے کمربستہ ہو کر اوانِ بلوغ کے قریب تک (اس قلیل مدت میں) آپ نے اکثر و بیشتر علوم حاصل کر لیے اور بائیس سال کی عمر میں ان تمام علوم سے فارغ ہوئے اور کلام مجید کو ازبر یاد کر لیا تو افادہ کی مسند پر نشست فرما کر جلوہ افروز ہوئے نیز آغاز و ابتدائے جوانی میں آپ کو الٰہی جاذبہ پہنچا ایک بار کی یاد دہانی سے دل برداشتہ ہو کر حرمین محترمین کی جانب متوجہ ہوئے اور عرصہ دراز تک ان مقامات مقدسہ میں اقامت اختیار کر لی اور وہاں پر آپ کو اقطابِ زمانہ اور اولیائے کبار رضی اللہ عنہم کی بہت صحبت میسر ہوئی انہوں نے آپ کو بہت قیمتی اور گرانمایہ گرامی قدر راہنماؤں اور ارشاد مریدان کی اجازتوں سے نوازا دیا بعض سلاسل کا مجاز بنا دیا ان کے علاوہ فن حدیث کی تکمیل کر لی تو بہت آیات و برکات کے ساتھ اپنے وطن مالوف لوٹ آئے اور ظاہر و باطن کی جمعیت خاطر کے ساتھ باون (۵۲) سال قرار و ثبات و قابو پا کر فرزندانِ طریقت اور طالبانِ دین کی تکمیل کا فریضہ بجالایا اور نشر علوم، خاص کر علم شریف حدیث کی نشر و اشاعت کو آپ نے اس نہج و طریقے پر آراستہ کیا ادھر عرب و عجم میں متقدمین و متاخرین علماء کو وہ میسر نہ آسکا تو اس نہج پر آپ قدس سرہ ممتاز ہوا اور دیگر علماء سے مستغنی ہوئے اور فنون علیہ علی الخصوص فن حدیث میں اتنی اور ایسی معتبر کتابیں تصنیف فرمائیں کہ زمانے کے تمام علماء نے ان پر غور شروع کر لیا تو آپ کی تصانیف کو دستور العمل پا کر دستور العمل بنا لیا اور آپ کی تصانیف کو عوام و خواص اپنی جانوں سے خریدتے ہیں قیاس والا کے چھوٹے بڑے تصانیف سو مجلدات تک پہنچ گئے ہیں اور گنتی کے لحاظ سے آپ کے پانچ لاکھ ابیات ہیں محرم شریف میں سنہ ۹۵۸ھ اس نور اتم نے عالم عنصری پر تجلی کا ظہور فرمایا اور ۱۰۵۲ھ میں پوری آگہی اور دانش کے ساتھ خندہ پیشانی سے لا دو ناک کے ساتھ عالم قدس کا راستہ اختیار کیا۔

ہجرت کے لیے یہ مذکورہ وجوہ و اسباب باعث بنے اور یہ بواعث دامن گیر ہوئے تو جناب شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے مزار اقدس پر حاضری دینے کا قصد کیا دہلی روانہ ہوا فساد کا زمانہ تھا بہت خطرہ تھا میرے ساتھ دوسرا شخص بھی تھا مزار اقدس پہنچ کر دیکھا دروازہ مزار چن لیا گیا ہے دروازے کا اوپری حصہ کھلا تھا اس سے اندر گیا دیکھا وہی سنگ و خشت جس کا ذکر علامہ بلگرامی قدس السامی نے "مآثر الکرام" میں کیا تھا دیکھا مزار پر مؤدبانہ حاضر ہوا فاتحہ پڑھی اور سلام کیا تین گھنٹوں میں پوری دلائل الخیرات شریف (میرا خیال ہے زور سے) بصورت تحیہ ادب کے لباس میں پڑھی دعائیں کی اور حب نبوی کی خوشبو میں معطر اور مہکتا دستار علم و عمل کا تمغہ لیا واپس الہ آباد آ گیا۔

کچھ عرصے کے بعد مجاہد ملت الہ آباد آئے حسب عادت سابقہ مشفقانہ کلام سے نوازا میں نے عرض کیا کہ آپ دورۂ حدیث پڑھانا شروع کر دیجئے یہ مجلس جناب نظام الملۃ والدین کے دولت کدہ میں تھی آپ کا دولت کدہ الہ آباد میں ہے معتبر اور صاحب رائے حضرات حاضر تھے کچھ سوال و جواب کے بعد مجلس میں دورۂ حدیث پڑھانے پر آپ قدس سرہ راضی ہوئے مدرسے کے لیے اچھے مدرسین کا تقرر بھی ہوا ان کے مشاہروں کا تقرر و تعین بھی ہوا صرف کمی رہی تھی جس کے لیے تنخواہ کا نام نہیں لیا علمائے کرام و حاضرین نے باری باری بار بار میرا نام لیا اور تنخواہ کا استفسار کیا تو مجاہد ملت نے میری طرف اپنی نظر کرم سے رخ کیا میں نے عرض کیا "میں ابا جی کے مدرسے میں تدریس و تنخواہ نہیں کرتا" میرے اس کہنے پر آپ قدس سرہ اتنا خوش ہوئے کہ آپ نے مجھے اپنے پہلو سے لگا لیا فرمایا مجھے یہی امید تھی کہ آپ یہی کہیں گے۔ دورۂ حدیث کے آغاز و افتتاح سے پہلے اسی سال آپ رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا سلطان پور میں گرفتار کر لیے گئے پرسان حال و دید کے لیے علماء و فضلاء سلطان پور جاتے رہے مجھ کو پیغام بھیجا کہ تم میری جگہ بیٹھ کر دورۂ حدیث پڑھاؤ تکمیل حکم و ارشاد کرتے ہوئے دورۂ حدیث پڑھانا شروع کر دیا آپ کی روحانی قوت و توجہ رہی اس سال کا دورۂ حدیث بڑا کامیاب رہا دورۂ حدیث کے ہمارے اپنے طلبہ بہت

خوش تھے۔ جو مخالفین طلبہ بھی آتے تھے برائے اعتراض کی غرض سے سکھائے گئے سوالات کرتے تھے میں اُن کے سوال پر ایک سوال وارد کرتا تھا کہ اُن کے سوال بے کار ہو کے بس ایسے کام ہوئے ختم ہو جاتے تھے جب تسلیم کر لیتے تھے کہ ان کے سوال غلط ہیں تو اس پر میں کہہ دیا کرتا تھا کہ جب تک سائل اپنے سوال کی تصحیح نہیں کرتا اس کے سوال کا جواب دینا نادانی و حماقت ہے نتیجہ یہ رہا کہ سال کے آخیر میں دستار بندی کی تقریب ہوئی بلائے گئے علماء و فضلاء تشریف فرما و جلوہ گر ہوئے تقریب بہت کامیاب رہی۔

تحریر و ارادے میرے دل میں فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت از بر طور پر پڑھنے یاد کرنے کا ارمان باقی رہا شوق موجزن تھا چاہتا یہ تھا کہ اسے کما حقہ پڑھوں اس کے لیے جناب سیدی مولانا شمس العلماء محمد نظام الدین قدس سرہ نے علامہ فہامہ ہندوستان کے اشہر مشاہیر عالم متبحر، شاہ و ملک العلماء مولانا ظفر الدین صاحب الافقہ الافضل والبہاری و صلاً قدس سرہ السامی کو خط لکھا جس میں جامع کمالات الدقہ علی استعداد ای الکامل ذکر تھے جواب خط بھیجا مضمون یہ تھا میں جسمانی طور پر کمزور ہوں ایسے طالب علم کو میں اس وقت نہیں پڑھا سکتا دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اس کے لیے اسباب پیدا فرمائے اس کے بعد میں کانپور گیا مشہور عالم رئیس المناظرین حضرت مولانا رفاقت حسین قدس سرہ السامی سے ملاقات ہوئی آپ مدرسہ حبیبیہ کے جلسہ دستار بندی میں بھی تشریف فرما ہوئے تھے آپ سے اس بارے میں میں نے ذکر کیا آپ نے مجھ سے فرمایا اس وقت آپ کو فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت پڑھانے والے صرف دو عالم موجود ہیں ایک ہیں ہند میں اور وہ ہیں مولانا سید غلام جیلانی صاحب جو میرٹھ میں ہیں اور دوسرا مولانا سردار احمد جو پاکستان میں ہیں میں نے پاکستان جانے سے انکار کیا تو فرمایا میں مولانا سید غلام جیلانی صاحب کو خط لکھتا ہوں پر آپ یہ یاد رکھیے کہ جس طرح وہ نسب کے لحاظ سے بادشاہ ہیں اسی طرح ان کا مزاج بھی ہے خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا یہ جناب مولانا محمد نظام الدین کے شاگرد رشید ہیں آپ سے فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت پڑھنا چاہتے ہیں۔ آپ چاہیں تو یہ مدرسے کے طلبہ کو بھی پڑھا سکتے ہیں آپ جو وقت دینا چاہیں اس میں ان کو فواتح الرحموت پڑھا دیا کریں خط لے کر میں میرٹھ گیا میرے ساتھ بلاسپور کا شاعر اور سید محمد نعیم جان آغا بھی تھے خط دیا دیکھ کر خوش ہوئے فرمایا فواتح الرحموت پڑھنا چاہتے ہو عرض کیا "جی" فرمایا اس شرط پر پڑھاؤں گا کہ آپ مدرسے کے طلبہ کو پڑھائیں اور وقت بھی آدھا گھنٹہ دوں گا وہ بھی رات میں، میں نے عرض کیا بہت اچھا، طلبہ مجھ سے پڑھنا چاہیں تو آپ نے کسی شاگرد کو آواز دی فواتح الرحموت کتب خانہ میں عرصے سے رکھی گئی ہے وہ نکال کر لے آؤ پرانے زمانے کا طالب علم آیا ہے۔

میں نے پڑھانا شروع کر دیا طلبہ ایک ایک کر کے آئے بڑا اہل تھا دور فاصلے پر آپ قدس سرہ السامی پڑھا رہے تھے، مجھے پڑھاتے دیکھا بہت خوش ہوئے فرمانے لگے ہاں! نظام الدین کے شاگرد ہو ایسا فرمایا اس لیے کہ یوپی میں مولانا شمس العلماء محمد نظام الدین قدس سرہ السامی عقلی روشنی کے لحاظ سے بھی مشہور تھا بالبنان تھے خلاف فرمایا کرتے تھے کہ مولانا نظام الدین کو میں گزر یہ بھی نہیں پاتی نظر آتا ہے۔ آپ قدس سرہ السامی مجھے رات میں فواتح الرحموت پڑھاتے رہے اور فواتح الرحموت کی عظمت کے ہی خیال میں پڑھاتے رہے۔ فواتح الرحموت، مولانا بحر العلوم کی تصنیف ہے۔ یہ وہ جامع العلوم مقدس کتاب ہے جس میں سابق درس نظامی کے نصاب میں شامل تمام علوم و فنون و اصول کا ذکر و بیان اجمالاً شامل ہے اور کشف سے بابت انواع العلوم پر بھی مشتمل ہے ہمارے ممالک کے تمام تجربہ کار علمائے کرام جانتے سمجھتے ہیں کہ ہمارے اسلاف نے جس فن میں جو کتاب لی ہے اس میں ہر فن کے اصول و مسائل درج کر دیے ہیں ہر فن کی ہر کتاب ہر فن کے اصول و مسائل پر مشتمل ہے میرے اور حضرت قدس سرہ کے زیر مطالعہ دونوں نسخے نولکشور کے چھاپے تھے ہر ہر صفحہ پر کتابت کی بہت سی غلطیاں تھیں آپ نے

مجھ سے فرمایا کہ ان غلطیوں کی تصحیح کیا کرو جس کلمے میں کاتب نے غلطی کی ہو اس پر سر صاد لکھ کر اس کا صحیح کلمہ حاشیہ پر لکھو میں دیکھ لیا کروں گا کوئی غلطی ہو تو اس کی تصحیح میں کر دوں گا اس کے لیے مجھے گہرا مطالعہ کرنا پڑتا تھا یہ آپ کی نظرِ کرم اور آپ کی تعلیم و پڑھائی اور آپ کی بہتر تربیت کا یہ نتیجہ تھا کہ جتنے تصحیحات میں نے کر لیے ان سب کو آپ نے صحیح قرار دے دیا یہ بے مہر و کرم کی نظر ہے اور بڑی شفقت سے اپنے خداداد فصیح لہجے میں پڑھاتے تھے اور اس وقت میں محسوس کرتا تھا کہ جناب صدر المدرسین خود اصول و بدیع، بیان و علم معانی کا مجسمہ ہیں۔

علم معانی و بیان کی مرجع کتاب مطول جس کے سات سو اٹھاون (۷۵۸) صفحات ہیں مدرسے میں پڑھاتے رہے میں اس میں بھی شریک رہتا تھا اور میری تاحرکت سے قدس سرہ السامی بہت خوش رہے تھے میں نے آپ قدس سرہ السامی کی تدریس و سلیقہ کو دیکھ لیا اور جان لیا کہ جس کو آپ نے جو پڑھا دیا جس نے آپ رضی اللہ عنہ سے جو پڑھا پڑھ لیا اس نے یہ سمجھا کہ آپ اپنی فن میں امام ہیں پر میں نے آپ قدس سرہ السامی سے وہ پڑھا ہے جو تمام علوم و فنون پر حاوی و مشتمل ہے اس لیے میں نے جان لیا اور میرا یہ جاننا مشاہدہ کی حقیقت پر مبنی ہے کہ میرے استاد گرامی علوم و فنون میں یکتا اور امام ہیں۔

فواتح الرحموت اور فتوحات مکیہ اور شرح مولانا بحر العلوم لمثنوی مولانا روم علم و عمل اور عقائد صحیحہ کی محک و کسوٹی ہیں فواتح الرحموت مولانا و سیدنا عبد العلی بحر العلوم الانصاری الہروی ثم اللکھنوی المدراسی کی مشہور تصنیف لطیف ہے۔

بحر العلوم قدس سرہ السامی نے بے شمار کتابیں ہر فن میں لکھی ہیں اور فتوحات مکیہ کے سب سے بڑے عامل و عالم ہیں آپ نے مولانا روم کی مثنوی کے چھ دفتروں کی فتوحات مکیہ کی روشنی میں تشریح فرمائی ہے جو شخص ان مقدس و بلند پایہ کتابوں کو جانتا، پڑھاتا یا پڑھا سکتا ہے وہ خود بھی علوم و فنون کا امام ہے اور امام کی پہچان کے لیے اس کی رائے بھی بہتر کسوٹی ہے اور اس پر نص و دلیل بھی ہے کہ وہ رائے تحقیق و مشاہدہ پر مبنی ہے اور اگر نہیں جانتا تو نہ تو وہ خود امام ہے نہ ہی امام کی پہچان کے لیے اس کی رائے نص و دلیل بن سکتی ہے وہ اگر کسی امام کو امام بھی کہہ دے اور اس کی جانب امامت کی نسبت بھی کر دے تب بھی اس کی اس نسبت کا اعتبار اور اس پر اعتماد نہیں ہو سکتا کہ اس کی اس نسبت کا مبنی اس کی ذاتی رائے یا شنید ہے اور وہ نہ صرف یہ کہ ممکن الزوال ہے بلکہ قابل الزوال بھی ہے کہ شنیدہ کی بود مانند دیدہ اور وہ شخص جس کو حقیقت کا مشاہدہ ہو وہ اگر مخالف بھی ہو تب بھی وہ اس نسبت و حقیقت کا انکار نہیں کرتا۔ ہر ذی عقل جانتا و مانتا ہے کہ سورج کی گرمی سے کوئی اگر جلا بھی ہو تب بھی وہ سورج کی روشنی و گرمی سے انکار نہیں کرتا۔ میرے رہبر و مشفق استاذ اکرم صدر المدرسین جناب مولانا سید غلام جیلانی قدس سرہ السامی کا مخالف بھی اقرار کرتا تھا کہ آپ کا علمی و عملی مقام بہت بلند و بالا ہے گو وہ جلا بھی تو بھی یہ ان کا مقام رہا۔

رہے میرے شیخ و آقا مجاہد ملت، ہاں ہاں وہ مجاہد ملت جو ہمیشہ اور ہمیشہ آپ فتوحات مکیہ کے مصاحب رہے تھے آپ کے بارے میں جناب صدر المدرسین قدس سرہ السامی کے قول کو نقل کرتا ہوں کہ ولی ولی را مے شناسد امام کو امام جانتے ہیں۔ سیدنا الشیخ الاکبر رضی اللہ عنہ و ارضاہ عنا فرماتے ہیں۔ لَا یَعْرِفُ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ لَا النَّبِیَّ اِلَّا النَّبِیُّ وَ لَا الْوَلِیَّ اِلَّا الْوَلِیُّ وَ اللّٰہِ مَا عَرَفَ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (فتوحات مکیہ، باب ۳۱۰، ص ۴۲، باب ۳۳۰، ص ۱۱۲) (اللہ کو اللہ ہی جانتا ہے نبی کو نبی ہی جانتے ہیں اور ولی کو ولی ہی جانتے ہیں اللہ تعالیٰ کی قسم اللہ کو نہیں پہچانا مگر اللہ نے)

فرمایا مجاہد ملت حضرت مولانا الحاج قدس سرہ السامی جن کا فقیر ممنون احسان بھی ہے کہ زمانہ تحصیل میں خیر آبادی نایاب حواشی

عاریۃً برائے مطالعہ عنایت فرماتے تھے۔ اور محقق دوانی کے غیر مطبوعہ حواشی برائے تحصیل۔ آپ درس نظامی کے پختہ کار استاد ہیں۔ آپ نے چند سال مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں اکبر اللہ خدمات صدارت انجام دیں۔ قدرت نے نبوی صفت (عزیز علیہ ما عنتم) کا آپ کو مظہر اتم بنایا ہے۔

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیرؔ
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

فقہائے تو حنب کا شیوع دیکھ کر تدریس کو خیر باد کہتے ہوئے مجاہدہ تبلیغ اختیار فرمالیا۔ دور اندیش احباب نے آل انڈیا تبلیغ سیرت الہ آباد کی عنان صدارت آپ کے مبارک ہاتھوں میں دے دی ہے۔

آپ کے مشغولیٔ تبلیغ پر درس افروز نہ ہونے سے بڑی کمی محسوس ہو رہی ہے۔ (ص ۱۰، ص ۱۱، تیر القاری)

صدر المدرسین اس قسم کی تعلیم و تربیت میں خصوصی دلچسپی رکھتے تھے، مجھے بڑے شوق و بڑے کرم سے پڑھاتے تھے مجھے محسوس تو ہوتا تھا پر بیان میں کما حقہ نہیں آتا۔ مجھے یاد ہے میں ایک ضروری ذاتی کام سے دہلی گیا وہاں جناب حضرت زید ابوالحسن آغا کے یہاں شاہ ابوالخیر قدس سرہ السامی کی خانقاہ شریف میں ٹھہرا چند دن گذرے دیکھا میرٹھ سے ایک طالب علم آیا مجھے غالب گمان ہے کہ اس کا نام عبد اللطیف ہے بڑا خوش نویس ہے اور جناب صدر المدرسین قدس سرہ السامی کی خدمت اقدس میں ہمیشہ گرویدہ رہتا تھا میں نے آنے کا سبب پوچھا تو کہا کہ سب طلبہ سلام کہتے تھے آپ جلدی آیئے آپ ہوتے ہیں تو صدر صاحب خوب پڑھاتے ہیں، خیال رکھتے ہیں اور آپ نہیں ہوتے ہیں تو صدر صاحب پڑھاتے ہیں مگر جلال میں ہوتے ہیں لڑکے سوال نہیں کر سکتے۔ مجھے یہ بھی یاد ہے کہ دہلی میں مجھے کسی وزیر سے ملنا تھا اس کام کے لیے آپ خود بہ نفس نفیس مجھے لے کر لال کرتی کی چھوٹی سرکار نواب زادہ جناب محمد اسحاق صاحب کے ہاں تشریف لے گئے اطلاع پائی ننگے پاؤں آپ کے استقبال کے لیے نکلے اور بیٹھ جب حال معلوم ہوا تو عرض کی حضرت! آپ حکم دیتے اس کام کے لیے خود تکلیف کیوں فرمائی آپ قدس سرہ السامی نے فرمایا یہ بہت اچھا طالب علم ہے پرانے زمانے کا طالب علم ہے میں نے چاہا کہ اس کے کام کے لیے خود آؤں۔

مجھے یہ بھی یاد ہے کہ آپ مجھے اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ کے عرس پر بریلی شریف لے گئے اسٹیشن پہنچے مجھے بہت خوب، جاں افروز دلنواز خوشبو آئی میں نے یوں سمجھا کہ چونکہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ کا عرس مبارک ہے۔ اس لیے لوگوں نے شہر پر خوشبو کا چھڑکاؤ کیا ہے جس سے شہر مہک گیا ہے اور اس کو حسب معمول سمجھا اس لیے سبب نہیں پوچھا اور یہی خیال بریلی شریف سے واپسی کے بعد بھی مدت تک دل میں قائم و باقی رہا بعد میں خیال آیا کہ شہر کی ذوق و مہک تو اتنی حضرت عظیم البرکت کی درگاہ شریف کے سرچشمہ فیض کی تاثیر کا اثر رہا تھا جس سے پورا شہر مہک رہا تھا ورنہ کس کے بس میں ہے کہ اتنی خوشبو چھڑکا دے جس سے پورا شہر مہک جائے۔

شہر میں لاکھوں حاضرین و زائرین تھے بہر حال درگاہ و دربار پہنچے مفتی اعظم قبلہ نے صدر صاحب کے لیے اپنے دولت کدہ میں کمرا خالی کرایا تھا ہم داخل ہوئے اس میں سامان رکھ دیا اور قبلہ مفتی اعظم کی حضور میں حاضر ہوئے دربار میں اکابر علماء و اشراف اس طرح خاموش بیٹھے تھے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں اور وہ نہیں چاہتے کہ وہ اڑیں۔ مفتی اعظم قبلہ جلال میں تھے صدر صاحب نے مجھے آپ کے بالکل سامنے بٹھا دیا اور کہا یہ افغانستان کا ہے یہ میرا بہت اچھا شاگرد ہے پرانے زمانے کا طالب علم ہے بہت قابل ہے (میرے حق میں بہت اچھے اور دینی محبت سے بھرے پیارے کلمات کہے) اس پر مفتی اعظم قبلہ کی نگاہ کرم سے مجھ پر شفقت ظاہر ہوئی مجھے اور قریب کر لیا اور اپنا

دستِ کرم میرے سر پر کافی عرصے تک رکھا اور بہت دیر تک اپنے حسن آرا حسن بیان کلمات سے نوازا۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے حسنات و علوم، استقامت و تقویٰ بیان فرماتے رہے اور مجھے دین متین، مذہب مہذب اہل السنۃ والجماعۃ کی بہتر سے بہتر خدمت کرنے کی تلقین و وصیت فرما دی۔ پھر ہم مزار اقدس پر حاضر ہوئے اس وقت دولت کدہ اور مزار اقدس کے درمیان کچھ میدانی فاصلہ تھا اس کے بعد حال یہ ہوا کہ جب اور جس گلی سے میں گزرتا تھا بڑے بڑے عظیم المرتبت، مشاہیر علمائے کرام مجھ سے ملتے تھے اور میرے ہاتھوں کو چومتے، شرف بخشتے تھے آپس میں کہتے تھے یہ مولانا سید غلام جیلانی کا خاص شاگرد ہے اس وقت بھی میں جانتا تھا کہ :۔

گلے خوشبوئے در حمام روزے رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری کہ از بوئے دلآویز تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم و لیکن مدتے با گل نشستم
جمال ہمنشیں در من اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

کہ میں گارے کی دیوار ہوں پر مجھ پر میرے اساتذہ کرام کا نور منور و جلوہ افگن رہا ہے تو لوگ مجھے نور سمجھنے لگے ہیں۔ اور اب تک میں یہی بات بڑے بڑے جلسوں میں کہتا رہا ہوں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ

تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے

وَ لَا بِشَیْءٍ مِّنْ اٰلَآءِ رَبِّنَا نُکَذِّبُ

ہم اپنے رب کی کسی بھی نعمت کو نہیں جھٹلاتے نہ جھٹلائیں گے

سبحان اللہ و بحمدہ ہمارے معظم، بے مثل و یکتائے زمان اساتذہ کرام نے مجھے کثیر نعمتوں سے نوازا ہے ان کی نوازش کو اجمالاً میں نے اس نظم میں پرو دیا ہے اور اس اجمالی نظم کو ہمیشہ سے گاتا رہا ہوں وہ یہ ہے :۔

ہشیارم کرم بے شمار رحمن کردہ پیایہ بجمن کردہ پیایہ بجمن
ہشیارم کرم بے انکار کرم دادہ پیایہ بجمن کردہ پیایہ بجمن
ہر آن و دم بدم ہر وقت و ہر دم صورت و سیرت و نورت بیادم
دیدہ ام کرم خوردہ ام رحم ناری سن تہ ام ناری تہ منم
نظام و رحمت ہم دین و سنت تعلیم ہمہ تن جیلانی کرم
آن دین و یقین نظام متین عقیدہ دادم نظام است و دین
عنایت زمان ہر وقت و ہر آن یادت داد بجمن و راحت داد بجمن

تقصیرم کردی بصیرم کردی
رحمم و بخشش تکریم دادی
از ذات احسن ممتاز کردی
کلام حسنی سلام دادی
عطا و دعا سلامم و تحفی
معقول و منقول اصول و بعضا

نصر اللہ عاجزم نامی من نہ اسم
نعم شاکرم کافر من نہ اسم
اعتبر کرم بخشش دارم
یا اکبر کرم پیشت بے آرم
دادی آموختی ای ذات صفی
لا آموختی آقا من عاجزم قصی

فصلِ دوم

اِعْلَمْ اَیَّدَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکَ آپ کو معلوم ہوا کہ کل اساتذہ کرام نے مجھ کو نظرِ رحمت سے باالشفقت سے پڑھایا علوم وفنون سکھایا، تہذیب وتمدن کی تربیت سے آراستہ کیا، ورزش وتمرینس کی مشق وتجربہ سے شائستہ کر دیا، رذیل صفات اُخُذی پر جھوٹ، بہتان لگانے، ناجائز خواہش، حرص ولالچ، بخل، حسد وکینے، انتقامی جذبے، نفرت، کرسی کی محبت اور تکبر سے دور رکھا۔ اسی آراستہ وپیراستہ لباس میں جب میں پاکستان آیا اور شیخ الحدیث حضرت کشور جناب مولانا سردار احمد قدس سرہ السامی کے دیدار کے لیے لائل پور گیا وہاں اپنے ایک عزیز کے ہوٹل میں ٹھہرا جمعہ کا دن تھا جامع مسجد گیا رقعہ لکھا نام کے ساتھ "فاضل الٰہ آباد" لکھا آپ قدس سرہ السامی کے شاگرد رشید سید زاہد شاہ کے ہاتھ حضرت تک بھجوایا۔ شاہ صاحب محترم نے کہا کہ پرچی دے کر واپس زینوں پر اتر رہا تھا کہ آپ نے آواز دی شاہ جی، شاہ جی یہ الٰہ آباد والے نہیں ہیں یہ میرٹھ والے ہیں ان کو دفتر میں بٹھالو، ناشتہ کھلا دو اور کہہ دو کہ اس وقت میں نے پسینہ لیا ہے میں ان سے ملوں گا، بٹھایا، ناشتہ کھلایا باتوں باتوں میں جمعہ کا وقت ہو گیا مسجد گیا، مسجد کا اندر وباہر بھرا تھا، نماز کے بعد نمازیوں کے اژدہام میں میں نے بھی مصافحہ کیا اور واپس ہوٹل گیا جہاں ٹھہرا تھا تین دن تک مجھے تلاشتے رہے ہوٹل کا پتہ چلا تو وہی شاہ صاحب آئے کہ حضرت صاحب ہم پر بہت ناراض ہوئے فرما رہے تھے ہمارے مہمان آتے ہیں تم ان کا خیال نہیں رکھتے پتا نہیں پوچھتے۔ ہم بہت پریشان تھے اب پتہ ملا تو آیا چلیے آپ کو حضرت صاحب نے بلایا ہے۔ حاضر ہوا جھپٹ پڑے گئے میرا ہاتھ اپنے دستِ اقدس میں لیا پوچھا آپ میرے پاس رہو گے؟ میں نے کہا نہیں فرمایا اگر وہ لکھ دیں تو میں نے کہا رہوں گا فرمایا انہوں نے لکھ دیا ان اشارات کا مفہوم میں نے صاف طور پر سمجھ لیا کہ "وہ" اور "انہوں نے" سے اشارہ جناب صدر القدسین کی جانب تھا حالانکہ لائل پور آنے یا ٹھہرنے کا میں نے جناب صدر صاحب سے کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا نہ ہی انہوں نے اس قسم کا کوئی حکم دیا تھا بعد میں جناب صاحبزادہ صاحب، نقل رسول حیدر رحمۃ اللہ المولی تعالیٰ مجھ سے ملے تو فرمایا کہ اباجی کے پاس جناب صدر صاحب کا خط آیا اس میں اباجی کو لکھا کہ نصر اللہ خان اگر آپ کے پاس آیا تو ان کو اپنے پاس ایک سال کے لیے رکھ لیں دورۂ حدیث پڑھاویں ان کے ساتھ جو سلوک کرم ہوگا تو میں سمجھوں گا کہ پیشانی کے ساتھ ہو رہا ہے (رحمت اللہ صدر صاحب کے بڑے شہزادے کا نام نامی ہے) جب دورۂ حدیث کا آغاز ہوا تو عاشقِ صادقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے مجھ کو بالمقابل اپنی مسند مسند پر اپنی جانب راست بٹھا لیا۔ دورۂ حدیث میں باقاعدہ رجسٹرڈ اکتالیس طلبہ تھے باہر سے سننے والے بہت آتے تھے۔ دورۂ حدیث میں ایاتِ بینات واحادیث شریفہ کے جو نکاتِ

وبیانات آپ قدس سرہ السامی کے ہوتے رہے اُن سب کو میں فصیح و بلیغ و بدیع عربی میں قلمبند کرتا رہا صبح آٹھ بجے سے لے کر نمازوں کے وقفوں کے علاوہ رات دس بجے تک پڑھاتے رہتے تھے رات کو راقم احادیث شریفہ کی کتب پر حواشی لکھا کرتا تھا۔

ایک دن ایسا ہوا کہ حسبِ معمول آپ کی مسندِ اقدس پر آپ کے پہلو کے پاس بیٹھا تھا اور حسبِ دستور آپ کے تقاریر کو عربی میں قلمبند کرتا رہا نیند کا غلبہ ہوا میں بیٹھے بیٹھے سو گیا آنکھیں تو بند تھیں پر آپ قدس سرہ السامی کے بیانات کو فصیح و بدیع عربی میں لکھتا رہا طلبہ سب مجھے تعجب سے دیکھ رہے تھے کہ سوتے میں یہ کیسا لکھ رہا ہے ان کو دیکھ کر جناب محدث ہفت کشور قدس سرہ السامی نے میری طرف رخ کیا دیکھا تو خوش ہوئے تو حسبِ عادت سابقہ فرمایا مولانا عجب ہے مولانا عجب ہے اس پر میں خواب سے بیدار ہوا دیکھا تو پورا صفحہ اس نیند کی حالت میں لکھ چکا تھا درس سے فارغ ہونے پر طلبا آئے کاپی دیکھ کر حیرت و تعجب ہوئے رنگ یہ تھا کہ اس صفحہ کے لکھے ہوئے سطور نے محدث ہفت کشور قدس سرہ السامی کے اس روز کے بیانات کو عربی ادب فصیح عربی کے بہت بہتر و خوبصورت لباس سے مزین کر رکھا تھا وہ صفحہ بڑا ہی آراستہ تھا۔

جناب محدث پاکستان کو جناب صدر المدرسین سے بڑی محبت تھی جب آپ قدس سرہ السامی کا ذکر کرتے تو فرماتے "ان کے استاد" کبھی فرماتے "آپ" کے استاد "ان کے" اور "آپ کے" کا اشارہ میری طرف ہی ہوتا تھا کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے فواتح الرحموت مجھ سے پڑھی ہے اور ان کے استاد نے پڑھی ہے۔

دورۂ حدیث کے اگلے سال یہ فقیر مسلسل پندرہ دن بیمار رہا اور اسباق میں شریک نہ ہو سکا دورۂ حدیث کے طلبہ آئے بڑی محبت و خلوص سے کہا کہ آپ کی تکلیف تو ہم دیکھ رہے ہیں پر دورہ حدیث کے طلبہ کی خواہش ہے کہ آپ دورۂ حدیث ہال میں آ جایا کریں حضرت صاحب قبلہ درس تو دیتے ہیں لیکن دورانِ درس آپ کی بیٹھک کی طرف دیکھتے ہیں تو پریشان ہو جاتے ہیں اور اس ذوق و شوق سے نہیں پڑھاتے کہ جس وقت آپ کے ہوتے ہوئے پڑھاتے ہیں۔ دستارِ فضیلت کے وقت تمام طلبہ جو فارغ التحصیل ہوئے تھے اُن کے لیے پانچ پانچ گز دستار فضیلت کا تعین ہمیشہ دستور رہا تھا مگر میرے لیے حضرت قدس سرہ السامی نے فرما دیا کہ مولانا نصر اللہ خان کی پگڑی (دستار فضیلت) سات گز کی ہوگی آپ قدس سرہ السامی کی مجلسِ اقدس میں یہ فقیر بھی بیٹھا تھا کہ مولانا معین صاحب شافعی مرحوم (ناظم یا نائب ناظم تھے) نے آپ قدس سرہ السامی سے خصوصی طور پر پوچھا کہ مولانا نصر اللہ خان کی پگڑی سات گز کی ہوگی؟ جواباً فرمایا "ہاں" جب دوبارہ پوچھا تو آپ قدس سرہ السامی نے فرمایا ہاں ہاں مولانا کی پگڑی سات گز کی ہوگی شملہ بقدرِ علم تب اُس پر عمل درآمد ہوا اور محدث اعظم ہفت کشور نے پاکستان کے علماء، طلباء، فضلاء و مشائخ سے اس عظیم مجلس اور مبارک تقریب میں سب سے اول میری تاج پوشی کرائی تو میں نے تاج رکھ لیا چونکہ اس مبارک تقریب میں قبلہ محدث ہفت کشور نے خاص الخاص اہتمام فرمایا تھا سات گز پگڑی کی خصوصیت تھی سند میں بھی حاصل شدہ ارقام درج کر دیے گئے تھے اور خاص الخاص سند امتیاز آپ قدس سرہ کا اس فقیر کے حق میں "شملہ بقدرِ علم" کا مبارک مقولہ تمام پاکستان میں مغربی ہو یا مشرقی طرۂ امتیاز رہا تھا۔ ان سب وجوہات کی بناء پر راقم نے صدر المدرسین قدس سرہ السامی کی تشریف آوری کی خواہش کی آپ کو فصیح زبان میں خط لکھا اس خط میں دیگر شائستہ پیرایہ کلمات کے علاوہ ذیل کے یہ کلمات بھی لکھے۔

"یا سیدی یا سندی رزقنی اللہ رضاک" اُن کے جواب میں آپ نے اپنے اس شاگرد کو ایک پوسٹ کارڈ لکھا

جس میں لکھا تھا!

يا قرة عيني و فرحة قلبي رزقني الله تعالى لقاءك و من شر كل غبي و غوي حماك: غب التسليمات المقرونة بالدعوات المسنونة لا يذهب عليك أن الكتاب قد وصل، و السرور قد حصل: و ازداد بخبر التعميم فإنه من أنحاء التكريم: لا سيما في حضرة رأس الأتقياء: فإنه من أعظم النعم بلا امتراء: أما حضورنا في هذا الاجتماع فهو و إن كان حضور العيد بالإجماع: لكنه بدون الدعوة كالطير بلا جناح: بل كالصلوة بغير تكبيرة الافتتاح: فعدم الحضور على هذا العذر محمول: و العذر عند كرام الناس مقبول: قل لشيخ الحديث مر ناظم المكتبة الرضوية أن يعجل إرسال القرآن الكريم و الكتب المرضية فإنا بنار الانتظار محترقون: و أنتم هناك بنار الشتاء تصطلون: و اقرأوا عليه عني التحية و السلام و سائر الأساتذة الكرام و السلام خير الختام فقط

ترجمہ: یعنی اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور میرے دل کی خوشی اللہ تعالیٰ تیرا دیدار کرادے اور تم کو ہر غبی و غوی کے شر سے محفوظ رکھے تسلیمات مسنونہ مقرونہ دعوات وافرہ کے بعد آنکہ آپ پر پوشیدہ نہ رہے کہ آپ کا مکتوب آپہنچا ہے اور خوشی حاصل ہو چکی ہے اور آپ کی دستار بندی کی اطلاع سے میری خوشی میں مزید اضافہ ہوا ہے کہ یہ تکریم و عزت افزائی کے اقسام میں سے بہت بڑی قسم ہے خصوصاً راس الاتقیاء (شیخ الحدیث) کے حضور میں بلا شک و شبہ کے بڑی نعمتوں میں سے ایک ہے رہی اس اجتماع میں میری حاضری وہ تو بالاجماع میرے لیے اگرچہ عید کی حاضری ہے پر بغیر دعوت دیے جانے کے ایسی ہے جیسی پرندہ بغیر پر و بازو کے، بلکہ اس نماز جیسی ہے جس کے آغاز میں تکبیر افتتاح نہ کہی گئی ہو پس میرا شامل نہ ہونا اسی عذر پر محمول ہے اور شرفاء کے نزدیک عذر مقبول ہے اور شیخ الحدیث سے عرض کردیں کہ کتب خانہ کے ناظم کو حکم دے دیں کہ قرآن کریم اور کتب مرضیہ جلد سے جلد بھیج دیں ہم تو یہاں پر انتظار کے آگ سے جل رہے ہیں اور آپ موسم سرما کی سردی میں آگ سے تاپتے اور گرم ہوتے ہیں اور میری جانب سے آپ کو اور اساتذۂ کرام کو سلام کہہ دو اور سلام بہترین خاتمہ ہے۔

(دستخط سید غلام جیلانی)

صدر المدرسین مدرسہ اسلامی عربی اندرکوٹ،

میرٹھ، ۲۰ جنوری ۱۹۶۱ء



Shaikh-ul-Hadeeth
Abul Fath-e-Muhammed Nasrullah Khan
The Chief Jurist of
Supreme Court of Afghanistan

پتہ: مولانا احمد رضا خان
کوٹھی B-77 بلاک-8،
گلشن اقبال، کراچی۔
فون: 4976783

جناب صدر المدرسین کے خط کا عکس +

کتب خانہ سمنانی

مدرسہ اسلامی عربی اندر کوٹ میرٹھ

یا قرۃ عینی و مہجۃ نفسی

پوسٹ کارڈ
POST CARD
केवल पता
ADDRESS ONLY





سابق رئیس دار الافتاء

ستره محکمة SUPREME COURT دولت اسلامیة

افغانستان

Shaikh-ul-Hadeeth
Abul Fath-e- Muhammed Nasrullah Khan
The Chief Jurist
of
Supreme Court of Afghanistan

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی حبیبه الرؤف الرحیم

ألمصرحی الهميسع، الأحوذی السميدع، معدن العلم و الأدب النحرير العلامة الفهامة الكالمة، محمد أيوب الأشرفی السنبلی سلمه المولى تعالى القوی

السلام علیکم و رحمة الله و برکاته!

أما بعد! آنکه جناب أدیب أریب و لبیب علامه محمد عطا تابش ألقصوری سلمه الله القوی کے توسط سے آپکے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے مقالہ بصورت اجمالی بیان و تذکرہ ارسال کر چکا ہوں، نیز یہی تذکرہ مقدمہ عید میلاد النبی ﷺ (مقدس کتاب) کے اخیر میں ضمیمہ کر دیا، چھپ بھی گیا ہے۔

عالیجاہا! یہ بات ذہن آنور میں ہمیشہ تازہ و تابندہ رہے کہ علماء أعلام و آئمہ کرام کے علوم و أفکار کی حفظ و اظہار کیلئے مبرہن و مدلل بیان کی حاجت اور انکے علمی سرمایہ کو بیان کی تحریر میں لانے کے لئے شایان شان مبنیٰ و برہان کی ضرورت ہوتی ہے نہ کہ خیال و گمان، یہ أہم کام (۱) و کام (۲) باخبر و تجربہ کار علماء أعلام کا کام (۱) و کام (۲) ہے نہ کہ بے خبر أعلام کا، نازک مقام ہے، دین متین کا کام ہے، احتیاط، احتیاط ہوتے ہوئے بھی واجب ہے رسمی شکریوں کی ﷺ سے دہوکے میں نہ آنا چاہئے۔

خاص تعلق حضور صدر العلماء کے لحاظ سے آپکا مقام و مرتبہ بھی عظیم ہے، پھر أعلیٰ مربی کی تربیت سے مربوب و تربیت یافتہ ہوتے کے لحاظ سے ہم و آپ ایک ہیں دو نہیں، اور دو ہیں تو ایک جان دو قالب کی تقدیر پر و بس درمیان میں رسمی و رواجی شکریوں کی گنجائش نہیں، رسمی رواجی شکرئے ہمسر لوگ ادا کرتے ہیں۔

شاہزادی أم ہانی اور بچوں کو ہم سب گھر والوں کی طرف سے أدعیہ خیریہ و تسلیمات مسنونہ تقدیم باد۔

شیخ الحدیث أبو الفتح نصر اللّٰہ خان

۲۱ فروری سنہ ۲۰۰۲ء، مطابق شب ۱۹ ذو الحجہ سنہ ۱۴۲۲ھ

نظامِ شریعت

ISLAMIC LAWS & ETIQUETTES

Author
Sadr al-'Ulamā Shaykh Sayyid
Ghulām Jilānī al-Merthī
[d. 1398 AH / 1978 A.D]

Translated into English by
Graduates of Madrasah Noor al-Islam
Bolton, UK

Under the Supervision and Guidance of
Hadrat 'Allama Mufti Muhammad
Ayyub Sahib Ashrafi Shamsi

Published by
Maktab-e-Qadria - Bolton – UK

حضرت صدر صاحب علیہ الرحمہ

پیر طریقت حضرت مولانا سید نعیم اشرف اشرفی جیلانی

والد گرامی حضرت سید کلیم اشرف سجادہ نشین آستانہ عالیہ (جائس)

صدر العلماء بدر الفضلاء حضرت سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کی جلالت علمی ایک مسلم امر ہے۔ ان کی فضیلت وعبقریت کا اظہار تو ان کے لقب سے ہی ہوتا ہے جو نہ صرف ان کے مستفیدین بلکہ ہم سبق اور معاصر علما کے بھی زبان زد تھا۔ معاصرین اور متاخرین میں انہیں جس درجہ احترام ووقار حاصل تھا اس کی کوئی مثال نہ ان کے عصر میں ملتی ہے اور نہ بعد میں۔

اس مختصر تحریر کے ذریعہ صدر صاحب کے فضل وکمال یا ان کے محامد ومناقب کا ذکر مقصود نہیں ہے یہ علما و محققین کا حصہ ہے۔ بلکہ ان تاثراتی سطور کے ذریعہ اس عظیم القدر شخصیت کو خراج تحسین پیش کرنے والوں میں شامل ہونا چاہتا ہوں، علاوہ ازیں اس میں ان کی حیات کے ایک ایسے گوشے کی طرف اشارہ بھی ہے جو بہت کم معروف ہے اور جس کا تعلق صدر صاحب علیہ الرحمہ کے قیام جائس سے ہے۔

صدر صاحب علیہ الرحمہ ۳۷۔۱۹۳۶ء میں بحیثیت مدرس جائس (ضلع: رائے بریلی، یوپی) تشریف لائے جہاں مجھے پہلی بار ان سے نیاز حاصل ہوا۔ میری عمر اس وقت گیارہ سال تھی۔ فارسی کی ابتدائی کتابیں گلستاں وبوستاں وغیرہ پڑھ چکا تھا اور منشعب پڑھ رہا تھا۔ اس کتاب کے علاوہ میں نے عربی صرف ونحو میں صدر صاحب سے استفادہ کیا۔ اگرچہ جائس میں صدر صاحب کے انتہائی مختصر قیام کے سبب ان کے فیوض وعطا سے کچھ زیادہ اخذ نہیں کر سکا لیکن اس کے باوصف میں آنحضرت کے تلمذ پر فخر محسوس کرتا ہوں۔ فراغت کے بعد یہ صدر صاحب علیہ الرحمہ کی پہلی یا دوسری تقرری تھی۔

ہمعصر طلبہ میں مولانا سید احمد جائسی اور مولانا جلال الدین بھیکی پوری وغیرہ تھے۔ صدر صاحب کے وجود مسعود نے جائس کے علمی ماحول کو نئی آب وتاب عطا کی، اور اس قدیم گہوارۂ علم وادب کے ماضی بعید کی یاد تازہ کردی، جہاں کے بارے میں کبھی شاہان جونپوری کا فرمان تھا کہ مملکت شرقیہ میں کوئی فتویٰ علمائے جائس کی تائید وتصویب کے بغیر جاری نہ کیا جائے، جہاں آکر اودھی زبان کے عالمگیر شہرت کے حامل شاعر حضرت ملک محمد جائسی نے عارف باللہ سیدی شاہ اشرف بولے سے توحید ومعرفت کے اسرار ورموز حاصل کئے تھے اور جہاں کبھی شیخ الاسلام سید علی اشرف قلی فاضل جائسی کی درسگاہ میں استاذ العلماء بانی درس نظامی حضرت نظام الدین فرنگی محلی نے زانوئے تلمذ تہ کیا تھا۔

لیکن جہاں کی علمی فضاء ایک عرصے سے جمود ورکود کا شکار تھی۔ صدر صاحب کی جائس آمد اس خزاں دیدہ قصبے میں آمد بہار جیسی تھی۔

صدر صاحب کے اہل وعیال بھی ان کے ساتھ تھے، قیام جائس کے دوران ہی ان کے خورد سال صاحبزادے کا انتقال ہوگیا تھا جس کی تدفین قاضی منصور صاحب کے قبرستان میں ہوئی تھی، شاید یہ صدر صاحب کے پہلے صاحبزادے تھے لیکن یہ بات یقین سے یاد نہیں ہے۔ صدر صاحب کی حیات کا یہ پہلو کم ہی لوگوں کے علم میں ہوگا۔

صدر صاحب کا قیام جائس ایک سال سے زیادہ نہیں رہا بعض وجوہ سے انہیں دوسری جگہ جانا پڑا لیکن ان کے غیر معمولی علم وفضل نے اس قلیل مدت میں جو اثرات مرتب کیے انہیں اب بھی محسوس کیا جاسکتا ہے۔ شاید یہ صدر صاحب کی علمی شخصیت کا اثر اور حسب خواہش ان کی ذات سے استفادہ نہ کرسکنے کا احساس تھا جو نور العین مولانا سید کلیم اشرف سلمہ اللہ کو تعلیم کے لئے صدر صاحب قبلہ کے پاس میرٹھ بھیجنے کا محرک بنا۔ اس میں مولانا جلال الدین مذکور کا مشورہ بھی شامل تھا۔

مولانائے محترم اہل سنت وجماعت کے بطل اور گنج گرانمایہ تھے۔ ان کے معاصر ہم سبق علما بھی ان کے فضل وکمال کے معترف تھے اور بڑے احترام سے ان کا ذکر کرتے تھے۔ صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی علیہ الرحمہ کے تلامذہ میں صدر صاحب ایک نمایاں اور ممتاز مقام رکھتے تھے علم نحو سے ان کے خصوصی شغف اور اس فن میں ان کے بے نظیر تفوق نے انہیں معاصرین میں مزید نمایاں کردیا تھا، اگرچہ انہیں دوسرے متداول علوم اسلامیہ میں بھی کامل دسترس اور مہارت حاصل تھی۔ ان کی کتابیں اس امر پر شاہد عدل ہیں، اور اس کے لئے کسی خارجی شہادت کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔

ان کے ہم درس لوگوں میں امین شریعت مولانا رفاقت حسین صاحب مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب رئیس اڑیسہ، حافظ ملت مولانا عبدالعزیز صاحب صدر مدرس جامعہ اشرفیہ مبارک پور جیسے فاضلین شامل تھے۔ ان حضرات کے بعد انفرادی طور پر بہت فضلاء پیدا ہوئے۔ لیکن اتنی بڑی جماعت پھر کبھی پیدا نہیں ہوئی۔

ایک بار حضرت محترم کے ساتھ میرٹھ کے بھیاجی خاندان کے بھیا شفیع صاحب کے یہاں میری بھی دعوت ہوئی، جس وقت وہ مجھے اور صدر صاحب کو لینے کے لئے آئے اس وقت حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اور ان کے افکار ہماری گفتگو کا موضوع تھے۔ حجۃ اللہ البالغہ اور ان کی دوسری تصنیفات کے حوالے بھی پیش کررہا تھا۔ دریں اثنا بھیا شفیع صاحب پہنچ گئے اور ہم لوگ ان کے ہمراہ ان کے دولت خانے روانہ ہوگئے، مجلس بدل گئی مگر موضوع نہیں بدلا، چنانچہ کھانے پینے کے بعد دیر تک یہی موضوع دراز رہا، حضرت صدر صاحب

خصوصی دلچسپی لے رہے تھے اور میں شاہ صاحب کی بلندیٔ مرتبت کے پورے احترام کے ساتھ ان کی شخصیت کے اس خاص پہلو پر اپنی معلومات پیش کرتا رہا۔ بھیا شفیع ان کے اہل خانہ اور دوسرے حضرات بھی بے حد دلچسپی کے ساتھ گفتگو میں شریک رہے جب ہم واپس مدرسے پہنچے تو صدر صاحب نے مجھے لپٹا لیا اور فرمایا کہ: بھیا جی کے خاندان والے حضرت شاہ صاحب کے بڑے معتقد ومداح ہیں اور ان کے خلاف تنقید کا ایک لفظ بھی سننا پسند نہیں کرتے مگر آپ کا انداز بیان اس قدر شائستہ اور معقول تھا کہ وہ کچھ بھی مداخلت نہ کر سکے۔

یوں تو حضرت صدر صاحب کی ذات خصائل حمیدہ اور اوصاف محمودہ کی ایک جامع مرقع تھی، لیکن ان میں دو وصف بہت نمایاں تھے۔ ایک عزت نفس اور دوسری اپنے تدریسی منصب کے لئے کامل سپردگی۔ احترام ذات مومن کی ایک بڑی صفت ہے، ایک عالم دین کے لئے تو اور بھی زیادہ ضروری اور لازمی ہے، کسی عالم دین کا اپنی عزت نفس سے تساہل، خواہ وہ اس کے لئے کوئی بھی عذر رکھتا ہو، نہ صرف دین کا نقصان ہے بلکہ مادی اور دنیوی نقطۂ نظر سے بھی اس کے لئے ضرر رساں ہے، اگر چہ وقتی اور عارضی طور پر اسے کچھ معمولی فائدہ ہو جائے۔ صدر صاحب اپنے عالمانہ وقار اور عزت نفس کا بڑا لحاظ رکھتے تھے، اور کبھی مصلحت کوشی سے کام نہیں لیتے تھے، ان کی نشست و برخاست، بود وباش اور خلوت وجلوت ہر ایک سے ان کا یہ وصف ظاہر ہوتا تھا۔ یونہی تعلیم وتدریس سے انہیں بے حد شغف اور والہانہ لگاؤ تھا یہی وجہ ہے کہ وہ عمر عزیز کے آخری حصے تک اس سے وابستہ رہے، ان کے لئے تصنیف وتالیف اور مشیخت وارشاد بھی کے راستے کھلے تھے لیکن انہوں نے خود اختیاری طور پر دوسرے میدانوں میں اپنے کو محدود رکھا، اوران کے اس ایثار نے انہیں مصنف ساز اور استاذ المشائخ بنا دیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ واسکنہ فرادیس جناتہ الشافعۃ۔

اسی مختصر تحریر پر اکتفا کرتا ہوں، ضعف پیری کے سبب کسی طویل مضمون نگاری کا متحمل نہیں ہوں، حضرت صدر صاحب علیہ الرحمہ کے حالات وخدمات پر یادگاری کتاب مجلہ کی تیاری پر فقیر کی مبارک باد اور دعائیں، والسلام مع الاکرام۔

سید نعیم اشرف جیلانی

سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ۔ جائس رائے بریلی، یوپی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ

عہد، شخصیت اور خدمات

صدر العلماء حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی

خدا گواہ کہ دونوں ہیں دشمن پرواز
غم قفس ہو کہ راحت ہو آشیانے کی

فاضل نوجوان، ادیب شہیر، ڈاکٹر نوشاد عالم صاحب چشتی (علیگ)

علیگڈھ یونیورسٹی (یو. پی)

اب سے تقریباً تین سال پہلے دوران ریسرچ ایک دن، ۲۷ / ایسٹ ونگ سر سید ہال، ساؤتھ، ایم، اے، کے پتے پر انگلینڈ سے ایک خط میرے پاس آیا۔ لفافے پر مرسل کا جو نام و پتہ تحریر تھا سوئے اتفاق ابھی تک اس ذات گرامی سے میں واقف نہیں تھا۔ ڈاکیہ خط کمرے میں ڈال گیا تھا۔ لفافے پر ایک نگاہ ڈالنے کے بعد میں نے اسے چاک کیا۔ بہت ہی جاذب نظر لیٹر پیڈ پر خوبصورت تحریر میں لکھا ہوا خط پڑھتا چلا گیا۔ مکمل خط پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ مکتوب کے مرسل عالی جناب حضرت علامہ مولانا محمد ایوب اشرفی صاحب ہیں جو امام النحو صدر العلما حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کے منجھلے داماد اور فی الحال انگلینڈ میں تبلیغ دین کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ کو میرا پتہ میرے مخلص کرم فرما محب گرامی ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے دستیاب ہوا تھا۔

خط میں موصوف حضرت علامہ اشرفی صاحب نے صدر العلماء پر کچھ تاریخی حوالے سے لکھنے کا حکم دیا تھا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد محب گرامی حضرت مولانا علامہ محمد حنیف خان صاحب (مرتب جامع الاحادیث) نے بھی بذریعہ خط اور فون صدر العلماء کے متعلق لکھنے کی فرمائش کی اور بعض قلم کاروں کے مقالات کے عکسی نقول بھی مواد کی فراہمی کے لئے ارسال کئے۔ دریں اثناء علامہ اشرفی صاحب مزید انگلینڈ سے فون پر یاد دہانی کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ اور بیچ میں جب بھی ہندوستان آئے مضمون کا مطالبہ مجھ سے جاری رہا۔ میرے ایک اور دوست حضرت علامہ الحاج حافظ کمال الدین اشرفی صاحب نے بھی یاد دہانی کرائی لیکن اس کے باوجود علم وفن

کے کوہ ہمالیہ حضرت علامہ صدر العلماء پر میں کچھ لکھنے سے گریزاں رہا۔اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ میں کچھ لکھنا نہیں چاہ رہا تھا۔ بلکہ اس کی اصل وجہ تھی عنوان کے مطابق مواد کی عدم فراہمی اور میری ذاتی الجھن ۔ مجھے تاریخ کے حوالے سے کچھ لکھنے کے لئے کہا جا تا رہا۔ مگر جو کچھ ملا اس میں سوائے تاریخ کے سب کچھ تھا۔ اگر تاریخ رفتار زمانہ پرمبنی ان سچائیوں کا نام ہے، جن کے مطالعے سے اقوام عالم اپنے عروج وزوال کی داستان سے واقف ہوتی ہیں تو پھر تاریخ کو نہ صرف تاریخ کے پس منظر میں سمجھنا ہوگا بلکہ تاریخ کو حرف برہنہ کے توسط سے صفحہ قرطاس پر لکھنا بھی ہوگا، جس میں رتی بھر نہ غلو ہو اور نہ مبالغہ آمیزی اور نہ ہی افسانہ نویسی ۔ One Man Show کے نظریہ پہ گامزن یہ جماعت عجیب وغریب کشمکش کی حالت میں ہے۔ نہ جانے کیسے کیسے اس جماعت کے لعل وگہر گوشہ گمنامی کی نذر ہو گئے جن کے بارے میں کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ:

نام نیکاں رفتگاں ضائع مکن

حضرت صدر العلماء عہد بنو امیہ یا دور عباسی کے نہیں بلکہ ماضی قریب ہی کے ایک عالم دین تھے۔ جنھوں نے ۸رمئی ۱۹۷۸ء میں انتقال فرمایا۔ مگر ان کی صحیح تاریخ ولادت مجھے نہیں مل سکی تو کیا تاریخ میں بھی قیاس آرائیوں سے کام نکالا جائے؟

حضرت علامہ ایوب اشرفی صاحب کے مطابق حضرت صدر العلماء کی عمر تقریبا ۷۸ سال تھی، اس اعتبار سے آپ کی پیدائش کا سال غالبا ۱۹۰۰ء ہونا چاہئے۔ صدر العلماء کی ایک مبسوط سوانح حیات وخدمات کے حوالے سے منظر عام پر لانے کے لئے ایک ذمہ دار قلم کار کو بہت محنت وتحقیق کے مراحل سے گذرنا ہوگا جو بہت دشوار ترین کام ہوگا۔ خدا کرے کہ اس فریضے کو کوئی صاحب ذوق بحسن وخوبی انجام دیں۔ اگر سال پیدائش عیسوی سن کے مطابق ۱۹۰۰ء مان لیا جائے تو ہجری سنہ ۱۳۱۸ھ کے ۱۱رمضان کو آپ کی ولادت ہوئی ہے[1]

۱۱رمضان بغیر سنہ ہجری کے خود صدر العلماء نے اپنی تاریخ ولادت لکھی ہے۔

شرفاء کے گھرانے کے دستور کے مطابق چار سال چار ماہ اور چار دن کی عمر میں غالبا آپ کی بسم اللہ خوانی ہوئی ہوگی جیسا کہ آپ نے خود لکھا ہے:

''سن شعور آیا تو اسلامی طریقہ کے ماتحت رسم تسمیہ خوانی ادا کی گئی۔''[2]

۱۹۲۳ء میں مرادآباد سے اجمیر شریف مع اپنے احباب کے ساتھ عازم سفر ہوئے، وہاں پر درجہ شرح جامی میں داخلہ ہوا۔[3]

اس اعتبار سے میرے نزدیک آپ کی تاریخ پیدائش ۱۹۰۵ء تا ۱۹۰۶ء کے درمیان ہونی چاہئے۔ اہل تحقیق کو اس پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ بعد اختتام ناظرہ آپ کو ایک اردو مکتب میں داخل کیا گیا ہے[4]

مکتب کا دورانیہ اگر صرف تین سال تسلیم کرلیا جائے تو تسمیہ خوانی سے تکمیل نصاب مکتب تک کی عمر

تقریباً ساڑھے آٹھ یا نو سال کی ہوگی۔ پھر اس کے بعد ایک پرائمری اسکول میں آپ نے درجہ چہارم تک تعلیم حاصل کی۔ھ

تو اب آپ کی عمر تقریباً تیرہ (۱۳) سال کی ہوگی۔ پھر اس کے بعد آپ کا داخلہ مدرسہ انجمن اہل سنت المعروف بہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں ہوا۔ یہاں پر آپ کی تعلیم کا آغاز آمد نامہ سے ہوا اور چند سال میں کافیہ تک رسائی حاصل کی۔ ہے

اگر یہ چند سال میرے نزدیک چار سال فرض کر لئے جائیں تو جامعہ نعیمیہ مراد آباد کو چھوڑتے وقت آپ کی عمر تقریباً سترہ (۱۷) سال کی ہونی چاہئے۔ اس طرح ۱۹۲۳ء جو مراد آباد سے اجمیر شریف وارد ہونے کا زمانہ ہے اس میں سے سترہ سال کم کیا جائے تو ۱۹۰۶ء آپ کی سنہ پیدائش قرار دیا جا سکتا ہے۔ بہر حال اس پر ابھی مزید غور وفکر کرنے اور دستاویزی ثبوت تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔

صدر العلما نے انتقال ۱۹۷۸ء میں کیا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اب اگر ۱۹۰۶ء کو ہی آپ کی سال ولادت تسلیم کر لیا جائے تو باعتبار سنہ عیسوی آپ کی کل عمر تقریباً ۷۲ سال کی ہوئی۔ مفروضہ ۱۹۰۶ء تا ۱۹۷۸ء کا عرصہ آپ کا دور حیات ہے۔ اور اسی دور کو آپ کے حوالے سے تاریخ کے مختلف پس منظر میں دیکھا جا سکتا ہے۔ بطور مثال ۱۹۲۳ء میں آپ تقریباً میرے نزدیک سترہ سال کے تھے۔ جب آپ نے مراد آباد سے اجمیر شریف کا سفر اپنے احباب کے ساتھ کیا، عمر کا یہی وہ مقام ہے جہاں سے انسانی شعور میں پختگی کی شروعات ہوتی ہے، اور انسان اپنے گرد و پیش کے ماحول سے نہ صرف واقف ہوتا ہے بلکہ ماحول اور فطرت کا تجزیاتی مطالعہ بھی شروع کر دیتا ہے، جیسا کہ آپ نے ایک جگہ لکھا بھی ہے۔

صدر العلماء نے بہت مختصر انداز ہی میں سہی لیکن اپنی اس تحریر میں اپنے عہد کی عکاسی کی ہے، شدھی تحریک یعنی فتنۂ ارتداد کے زمانے میں ابھی آپ طالب علم ہیں، دشمنان اسلام کی فتنہ سامانیوں سے نپٹنے کے لئے ہمت، جرأت، حوصلے کے ساتھ ساتھ ٹھوس علمی صلاحیت کی بھی ضرورت تھی۔ اسی لئے آپ نے علم دین کے حصول میں کافی لگن اور محنت سے دلچسپی لی۔ "حالات بقلم خود" کے زیر عنوان آپ نے اپنا ایک واقعہ بھی بشیر القاری میں تحریر کیا ہے۔ جو بڑا دلچسپ ہے۔ صدر العلما ایک بار سابق پولس انسپکٹر منشی علی حسن صاحب مرحوم کے مکان پر بعد نماز عشاء ختم آیت کریمہ کی محفل میں دیگر طلبہ کے ساتھ حاضر ہوئے پڑھتے پڑھتے آنکھ لگ گئی، اور بجائے آیت کریمہ کے دن کا سبق زبان پر باآواز بلند جاری ہوگیا، طلبہ کے ساتھ ساتھ مرحوم انسپکٹر صاحب بھی یہ منظر دیکھ کر مسکرا اٹھے، یہ بات اس وقت کی ہے جب آپ پنج گنج کی جماعت میں تھے۔

ے صدر العلما نے اپنے متعلق اس واقعے کو تحریر کیا، لیکن اس کا پس منظر اور پیش منظر بھی بہت خوبصورت بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کا یہ فضل عظیم ہوا کہ طبیعت میں شوق تحصیل پیدا فرما دیا تھا، کبھی قسر قاسر کی ضرورت پیش نہ آئی، یہ شوق تحصیل ہی کا اثر ہے کہ دن کا یاد کردہ سبق رات کو سوتے میں زبان پر جاری ہو جائے ۹"

لیکن جب آپ نے حصول علم سے فراغت کے بعد درس و تدریس کے زمانے میں طلبہ مدارس کے حالات کا مشاہدہ کیا تو اپنے تجزیاتی تاثرات کو ان لفظوں میں رقم کیا:

"موجودہ دور میں حالات طلبہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ دنیائے تحصیل کی کایا پلٹ ہوگئی ہے، مولیٰ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھ ناچیز پر بے کراں فضل فرمادیا تھا بلکہ حق یہ ہے کہ شکر ادا نہیں ہو سکتا۔" ۱۰

یہ بات موجودہ سائنسی زمانے میں بھی طے شدہ حقیقت ہے کہ انسان پر حالات، ماحول اور آب و ہوا کے ساتھ ساتھ اس کے حسب و نسب کا بھی اثر پڑتا ہے۔ فطری جبلتوں کو مضبوط بنیاد فراہم کرنے میں حسب و نسب کا بہت اہم کردار ہوتا ہے۔ اس ترقی یافتہ دور میں بھی SC ST اور آدی واسیوں کو حکومتی سطح پر تمام طرح کی سہولت اور ریزرویشن دینے کے باوجود کیا یہ لوگ ذہنی سطح پر ان قوموں کے ذہنی معیار تک پہنچ گئے ہیں جو برسوں سے آزاد، بااختیار اور مطلق العنان رہیں۔ آج قوم مسلم کی اخلاقی صورت حال پر اکثر و بیشتر سوالیہ نشان کیوں لگ رہے ہیں؟ اس کی بنیادی وجہ کیا ہے؟ بات صرف اتنی ہے کہ جب قومیں مغلوب ہو جاتی ہیں تو ان کی فکری اور ذاتی شناخت بھی مغلوب ہو جاتی ہے، کردار کی پختگی ختم ہو جاتی ہے، اور ان کے قال و حال میں ہلکاپن آجاتا ہے۔ اکثر و بیشتر بہکی بہکی باتیں کرنا، انتشار برپا کرنا، اتحاد و مفاہمت سے دور رہنا، رذیل خصلتوں کا مظاہرہ کرنا، بغض و حسد، کینہ پروری اور ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنا مغلوب قوموں کے افراد کا وطیرہ بن جاتا ہے، مایوسی، حیرت، یاس و قنوطیت اور اپنی حرکتوں کی بنا پر اپنے اوپر جبراً لادی گئی مفلسی کے ماحول میں پیدا ہونے والی اور پلنے بڑھنے والی قوم کے لئے یہی قانون قدرت ہے۔ ہاں مستثنیات سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ وہ کسی قانون کا پابند نہیں بلکہ پوری کائنات اس کے حکم کی پابند ہے۔

حضرت صدر العلماء کے دادا حضرت مولانا حکیم سید سخاوت حسین قدس اللہ سرہ العزیز اپنے دور کے ایک نہایت بلند کردار باعمل اور ذی استعداد عالم دین اور شیخ طریقت تھے۔ جن کا ذکر یا نام نامی سن کر فاضل بریلوی بھی تعظیماً سینہ پر ہاتھ رکھ لیا کرتے تھے۔ ۱۱

صدر العلماء نے اپنے دادا کے لئے مندرجہ ذیل القاب استعمال کئے ہیں:

۱: زبدۃ الکاملین، ۲: قدوۃ العارفین، ۳: عارف اسرار قاب قوسین ۱۲

آپ کے کچھ تلامذہ کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) مخدوم و معظم حضرت شاہ التفات احمد صاحب، سجادہ نشین ردولی شریف ضلع بارہ بنکی

(۲) مخدوم و معظم حضرت شاہ امتیاز احمد صاحب، سجادہ نشین خیرآباد شریف ضلع سیتاپور
(۳) مخدوم و معظم حکیم سید امجد علی صاحب، شاہ آباد ضلع ہردوئی
(۴) مخدوم و معظم جناب نواب احمد سعید خاں صاحب
(۵) مخدوم و معظم جناب نواب عبدالرؤف خاں صاحب
(۶) مخدوم و معظم جناب نواب مولوی محمد جان خان صاحب والیان ریاست دادوں ضلع علی گڑھ[۱۳]

صدر العلماء کے دادا جان کے علم و فضل کا تو یہ عالم ہے کہ بڑی بڑی معروف خانقاہوں کے سجادہ نشین حضرات اور والیان ریاست کے صاحبزادگان نے آپ کی شاگردی پر فخر کیا۔ لیکن اس کے برعکس صدر العلما نے اپنے والد کے متعلق لکھا:

''فقیر کے والد ماجد حضرت مولوی سید غلام فخر الدین صاحب نے دنیوی تفکرات کے باعث شرح جامی تک پڑھ کر چھوڑ دیا تھا۔ نواب احمد سعید خاں صاحب شیروانی والی ریاست دادوں ضلع علی گڑھ مرحوم نے استاذ زادہ ہونے کے احترام میں بجائے تعلیم مکمل کرانے کے کاشت کے واسطے تیس بتیس بیگھہ زمین عطا فرمائی، اور اپنے حدود ریاست کی قضیات دے کر مسجد اندرون گڑھی کی پنجوقتہ امامت اور جمعہ وعیدین کی خطابت پر مامور فرمایا۔[۱۴]

صدر العلماء کے دادا اور والد گرامی یہ دونوں حضرات اپنے اپنے عہد کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ دادا زبدۃ الکاملین، قدوۃ العارفین، عارف اسرار قاب قوسین، جید عالم دین اور درس و تدریس کے ماہر نابغۂ عصر ہیں، تو والد گرامی صرف شرح جامی تک پڑھے ہوئے فقط ایک مولوی محض۔ قطع تعلیم کا سبب ''دنیوی تفکرات'' کو بتایا گیا ہے۔ یہ دنیوی تفکرات کیا تھے جس سے اس عہد کا مسلم سماج، متاثر ہی نہیں تھا بلکہ سیاسی اور ملی اعتبار سے مفلوج ہو کے رہ گیا تھا۔ یہ دور استعمار کی وہ منظم مسلم کش پالیسی تھی جس کے دائرۂ عمل سے مسلم سماج کا ایک بھی فرد خارج نہیں تھا۔ فرنگی استبداد ظلم و وحشت کے سائے میں مسلمانوں کا چین و سکون سے زندہ رہنا ناممکن حد تک مشکل تھا۔ فرنگی حکومت کو استحکام بخشنے کے لئے ہر ممکن طریقے سے اسلامیان ہند کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینا انگریزی حکومت کی اولین ترجیح تھی۔ غربت، مفلسی، پھانسی، اور کالا پانی جیسے انعامات مسلمانوں کا مقدر بن چکے تھے۔ صدر العلما نے جد امجد کے ذکر میں ایک جگہ لکھا ہے کہ

''غدر ۱۸۵۷ء میں آپ کا نام بھی باغیوں کی فہرست میں درج کیا گیا تھا۔ اسی بنا پر جائداد ضبط کی گئی۔''[۱۵]

جب جائدادیں ضبط کر لی جائیں۔ ذریعہ معاش مسدود ہو جائے، اور قابل تعظیم لوگوں کی عزتیں سر عام نیلام جس حکومت میں ہونے لگیں، اس سماج میں رہنے والے افراد کا علمی مذاق اور ادبی ذوق کیسے پروان

پڑھے گا۔ کنبہ کی باعزت کفالت اور زندہ رہنے کے لئے خورد ونوش کا انتظام بھی تو ایک اہم مسئلہ ہے۔ اس ماحول میں آنکھ کھولنے والا فرد جس کے استقبال کے لئے غربت وعسرت اور تنگ حالی نے جب اپنی باہیں پھیلا دی ہوں، اسے خاندانی وقار کو واپس لانے کے لئے محنت ومشقت اور سخت جد وجہد تو کرنا ہی پڑے گی۔ اس لئے جب ہم ان کی تحریروں کو پڑھتے ہیں تو اس میں جا بجا یہ تاثر ہمیں مل جاتا ہے جیسے مراد آباد سے اجمیر شریف تک سفر فرمانے کا جو نقشہ صدر العلما نے اپنی تحریر میں کھینچا ہے اس سے متعلق ایک اقتباس ملاحظہ کریں۔ لکھتے ہیں:

''مراد آباد سے سات نفر پر مشتمل ایک قافلہ زیر سرپرستی امیر قافلہ جناب حافظ ضمیر حسین صاحب مراد آبادی روانہ ہوا۔ جس میں باقی ماندہ پانچ اصحاب یہ تھے: (۱) قاضی شمس الدین صاحب جونپوری، (۲) عم معظم کے صاحبزادے مولوی زین العابدین صاحب مرحوم، (۳) قاری اسد الحق صاحب، (۴) حافظ عبد العزیز صاحب، (۵) اور ایک ان کا شاگرد ناظرہ خواں جس کا نام غالباً اسماعیل تھا۔ یہ قافلہ دہلی پہنچ کر ایک شب دار العلوم نعمانیہ میں استاذ معظم حضرت مولانا وصی احمد صاحب سہرامی صدر المدرسین دامت برکاتہم کے یہاں مہمان ہوا۔

پھر تقریباً صبح آٹھ بجے پینجر (ٹرین) سے روانگی ہوئی۔ اور رواڑی اسٹیشن پر بوجہ قلت زاد راہ دو آنے کے نخود بریاں (بھنے ہوئے چنے۔ چشتی) خریدے، جو سن رسیدہ ہو چکے تھے اور ان میں ناشگفتہ دانوں کی اکثریت تھی۔ مگر شدت جوع (بھوک) کے باعث بریانی سے زیادہ مزے دار محسوس ہوئے۔ دوپہر اور شب دونوں اوقات میں انہیں پر قناعت کی گئی۔''(۷)

قافلے میں شامل ساتوں افراد کے خاندان کی مالی واقتصادی حالت جاننے کے لئے قارئین ''قلت زاد راہ''، ''سن رسیدہ نخود بریاں''، ''ناشگفتہ دانے'' اور ''شدت جوع'' جیسے الفاظ پر غور کریں۔ ان عوامل سے دو چار ہونے والے صرف صدر العلما اور ان کے دیگر چھ احباب کا ہی یہ خاندانی پس منظر نہیں ہے بلکہ یہ منظر نامہ ہے مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد تمام مسلمانان ہند کا جنہیں انگریزی حکومت نے اپنے رحم وکرم اور بے جا شرط پر زندہ رہنے کے لئے مجبور کر دیا تھا۔ اس قافلے میں شامل ہر ایک فرد مبارک باد کے قابل ہے۔ جنہوں نے انتہائی مخدوش اور نامساعد حالات میں بھی حصول علم دین کے لئے ایک طویل سفر اختیار کیا تاکہ تکمیل علم دین کے بعد اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر اپنی خدمات پیش کر سکیں۔

صدر العلما کے ہم سبق احباب جن میں بعض حضرات بعض کتب میں شریک درس تھے اور بعض حضرات اکثر کتب میں شریک درس رہے ان کی تفصیل صدر العلما کے ہی قلم سے ملاحظہ کریں:

(۱) مجاہد ملت حضرت مولانا الحاج محمد حبیب الرحمٰن صاحب، صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت

(۲) رئیس المناظرین حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب صدر مدرس دار العلوم شاہ عالم احمد آباد

(۳) شمس العلما حضرت مولانا قاضی شمس الدین احمد صاحب جونپوری صدر مدرس دار العلوم حنفیہ جون پور

(۴) حافظ ملت حضرت مولانا حافظ عبد العزیز صاحب بھوجپوری صدر مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۵) فخر الاماثل حضرت مولانا محمد سلیمان صاحب بھاگلپوری صدر مدرس دار العلوم حمیدیہ رضویہ بنارس

(۶) رئیس الاذکیا حضرت مولانا غلام یزدانی صاحب صدر مدرس مظہر اسلام بریلی

(۷) رئیس الاتقیاء حضرت مولانا سردار احمد صاحب گورداسپوری صدر مدرس جامعہ رضویہ لائل پور

(۸) محسن العلما حضرت مولانا محمد محسن صاحب فقیہ ساکن بھیروی ساکن کراچی

(۹) راس المقررین حضرت مولانا صدیق اللہ شاہ صاحب رئیس بنارسی

(۱۰) رئیس القرا حضرت مولانا اسد الحق خاص صاحب ساکن اندور [۲]

صدر العلما نے اپنے دس ہم سبق احباب کا ذکر اپنی تحریر میں کیا ہے اور ان کے نام کے ساتھ بالالتزام ان کے خطابات مجاہد ملت، رئیس المناظرین، شمس العلما، حافظ ملت، فخر الاماثل، رئیس الاذکیا، رئیس الاتقیا، محسن العلما، راس المقررین اور رئیس القراء کو بھی لکھا ہے۔ اگر آپ چاہتے تو صرف حضرت مولانا یا صرف مولوی فلاں وغیرہ بھی لکھ کر کام چلا سکتے تھے۔ مگر ان کے اس اسلوب تحریر سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ صدر العلما اپنے احباب کی عزت افزائی میں تنگ نظر اور معاصرانہ چشمک وعصبیت کے شکار نہیں تھے۔ بلکہ وہ ایک کھلے ذہن کے آدمی تھے اور اپنے احباب کی ہمت افزائی کے ساتھ ساتھ ان کا دل سے احترام واکرام بھی کرتے تھے جیسا کہ مجاہد ملت کے متعلق لکھتے ہیں:

”آپ درس نظامی کے پختہ کار استاد ہیں۔ آپ نے چند سال مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں لوجہ اللہ خدمات صدارت انجام دیں۔ قدرت نے نبوی صفت ﴿عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ﴾ کا آپ کو مظہر اتم بنایا ہے۔.............. آپ کے مسند درس پر رونق افروز نہ ہونے سے بڑی کمی محسوس ہو رہی ہے۔“ [۱۸]

اپنے کسی ہم سبق ساتھی کی شان جلالت علمی کا اس طرح کے واضح الفاظ میں صاف صاف اعتراف کرنا بڑی ہمت اور کمال جرأت کی بات ہے جو بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ آج کل تو لوگ بقلم خود ”علامہ“ بن رہے ہیں بلکہ خود ساختہ لقب کے ساتھ بقلم خود علامہ لکھ کر چھپوا رہے ہیں۔ یہ سب احساس کمتری اور خاندانی اثرات کے مظاہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس طرح کے کبر ونخوت اور تفوق علمی کے غرور سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

اب ایک نظر صدر العلما کے اساتذۂ کرام کی فہرست پر ڈالی جائے اور یہ دیکھا جائے کہ صدر العلما اپنے اتالیق کا ذکر کس انداز اور کن لفظوں کے پیکر میں کرتے ہیں پہلے اسمائے گرامی ملاحظہ کریں۔ پھر القاب

وآداب پر گفتگو ہوگی۔

(۱) منشی فیض علی خاں صاحب اترولوی استاذ مکتب

(۲) منشی نتھو خاں صاحب ہیڈ ماسٹر، استاذ پرائمری اسکول ۱۹

(۳) حضرت مولانا عبد العزیز خاں فتح پوری صدر مدرس جامعہ عربیہ ناگپور

(۴) حضرت مولانا شاہ محمد نعیم الدین مرادآبادی بانی ومہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد ۲۰

(۵) حضرت مولانا مفتی امتیاز احمد صاحب انبیٹھوی

(۶) حضرت مولانا حکیم سید حامد حسین صاحب اجمیری

(۷) حضرت مولانا حکیم سید عبد المجید صاحب

(۸) حضرت مولانا عبد الحئی صاحب افغانی ۲۱

(۹) حضرت مولانا عبد اللہ صاحب افغانی

(۱۰) حضرت مولانا سید امیر صاحب پنجابی

(۱۱) حضرت قاری غلام نبی صاحب ٹونکوی

(۱۲) حضرت مولانا حکیم محمد امجد علی صاحب اعظمی ۲۲

منشی فیض علی خان اور منشی نتھو خاں صاحبان کے لئے تعظیمی لفظ استاذ محترم کا استعمال کیا ہے۔ حضرت مولانا عبد العزیز خاں صاحب فتح پوری کے لئے استاذ معظم کا خطاب استعمال کیا ہے۔ حضرت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی کے لئے امام المفسرین، رئیس المناظرین اور استاذ العلما جیسے القاب تحریر فرماتے ہیں۔ مفتی امتیاز احمد صاحب کے لئے استاذ معظم اور شیخ الادب، حضرت مولانا حکیم سید عبد الحمید صاحب کے لئے رأس المتقین، حضرت مولانا عبد الحئی صاحب افغانی کے لئے ممتاز المناطقہ، حضرت مولانا عبد اللہ صاحب افغانی کے لئے راس الفلاسفہ، حضرت مولانا سید امیر صاحب پنجابی کے لئے امام النحاۃ، حضرت قاری غلام نبی صاحب کے لئے استاذ القراء اور حضرت مولانا امجد علی صاحب کے لئے استاذ معظم صدر الشریعہ جیسے القابات رقم کیے ہیں۔

صدر العلما نے جس طرح اپنے اساتذہ کے نام کے ساتھ تعظیمی القاب لکھے ہیں انہیں پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے اساتذہ کی بارگاہ میں بہت مودب طالب علم بن کر اکتساب علم وفیض کیا۔ کیونکہ با ادب بانصیب، بے ادب بے نصیب جو ایک ناقابل تردید سچ ہے۔ اس مقولے کو آپ نے اپنے ذہن وفکر میں بٹھالیا تھا۔ آج کل درس گاہوں میں اساتذہ کی وہ عزت نہیں رہی جو پہلے کے زمانے میں ہوتی تھی۔ موجودہ زمانے میں معلم اور متعلم کے درمیان جو مضبوط رشتہ تعظیم وشفقت کا ہونا چاہئے اس میں دونوں طرف سے کمی آتی ہے۔ صدر العلما کی تحریروں میں استاذ اور شاگرد کے درمیان کا رشتہ بڑا مضبوط دکھائی دے رہا ہے۔ جن لوگوں

نے بشیر القاری کا دیباچہ پڑھا ہوگا وہ اس کا کھلے دل سے اعتراف کریں گے۔ اساتذہ کے ذکر میں چند اور نکات بھی توجہ طلب ہیں۔ بطور مثال حضرت مولانا عبدالحیٔ صاحب افغانی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ رئیس العلما حضرت مولانا برکات احمد صاحب ٹونکوی مرحوم کے شاگرد تھے۔۲۳؎ ایسے ہی حضرت مولانا عبداللہ صاحب افغانی کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنے قارئین کو یہ بتایا کہ آپ کو استاذ الاساتذہ حضرت مولانا پردل صاحب مرحوم سے شرف تلمذ حاصل تھا۔۲۴؎

مقصود اپنے اساتذہ کا ذکر ہے مگر آپ نے ان کی شان جلالت علمی کو اجاگر کرنے کے لئے ان کے اساتذہ کا بھی ذکر کر دیا تاکہ قارئین کو ان کے بلند پایہ علمی مقام کا کچھ عرفان حاصل ہو سکے۔ اور قارئین جانیں کہ ان حضرات کا شجرۂ علمی کتنا روشن، منور اور مستند ہے۔ تحقیق کی زبان میں اسے اضافی علم کہتے ہیں یعنی زیر بحث موضوع یا عنوان کے علاوہ قارئین کے لئے دیگر علمی معلومات مہیا کرانا، یہ خوبی بھی بہت کم قلم کاروں کے یہاں پائی جاتی ہے۔ صدر العلما کی تحریروں میں یہ خاص وصف جا بجا نظر آتا ہے۔ جیسے صدر الشریعہ حضرت علامہ مولانا امجد علی صاحب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آپ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ شدید بخار کی حالت میں بھی سبق ناغہ نہ ہوتا۔ اور اپنے استاذ حضرت مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب جونپوری قدس سرہ سے نقل کر کے فرماتے کہ ناغہ سے برکت جاتی رہتی ہے۔"۲۵؎

پیش کردہ اقتباس کے ذریعہ صدر العلماء نے اپنے استاذ گرامی حضرت صدر الشریعہ کے تدریسی نقطہ نظر سے قارئین کو آگاہ کر دیا اور ان کے استاذ کا ذکر بھی۔ بات سے بات نکال کر اسے دلچسپ معلوماتی اور قارئین کے لئے نصیحت آمیز بنا دینا بھی ایک فن ہے اور یہ فن صدر العلما کے یہاں بدرجہ اتم موجود ہے۔

صدر العلما کی تحریرات سے واضح ہوتا ہے کہ آپ نہ صرف اپنے اساتذہ کا احترام کرتے تھے بلکہ ان کی ذات سے متاثر بھی تھے۔ صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مرادآبادی، استاذ معظم حضرت مولانا عبدالعزیز خاں صاحب فتح پوری، حضرت مولانا غلام علی صاحب مینٹی اور صدر الشریعہ علامہ امجد علی صاحب اعظمی سے صدر العلما بے حد متاثر ہیں مگر ان سب میں بھی آپ سب سے زیادہ متاثر صدر الافاضل سے نظر آتے ہیں۔ یوں ہی گھر کے افراد میں اپنے جد امجد کے علاوہ اپنے عم معظم حضرت علامہ مولانا مبلغ اعظم سید غلام قطب الدین صاحب چشتی برہمچاری قدس سرہ سے بھی بہت متاثر نظر آتے ہیں۔ آپ کا ذکر بشیر القاری میں "فقیر کے عم معظم" کے عنوان سے بڑے والہانہ انداز میں کیا ہے۔ اساتذہ کرام میں سے حضرت علامہ عبدالعزیز خاں فتح پوری، حضرت علامہ غلام علی صاحب مینٹی اور حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب اعظمی کا مزاج تدریسی تھا۔ لیکن صدر الافاضل کے مزاج میں تدریس کے علاوہ سیاست مدن کا مذاق بھی رچا بسا تھا۔ اور عم محترم مبلغ اعظم حضرت علامہ سید غلام قطب الدین چشتی برہمچاری کا مزاج خالصۃً تبلیغی تھا جیسا کہ آپ نے لکھا ہے:

''فقیر کے عم معظم حضرت مولانا سید غلام قطب الدین صاحب برہمچاری قدس سرہ کو استاد الکل حضرت مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی قدس سرہ القوی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ بنارس کے کسی مندر میں ہندوانی روپ اختیار کر کے زبان سنسکرت کی تحصیل فرمائی۔ اور ہندو دھرم سے پوری واقفیت حاصل کرنے کے بعد میدان تبلیغ میں اتر آئے۔ آریہ مذہب کا رد کیا کرتے تھے۔ سینکڑوں مشرکین کو مشرف باسلام کیا۔ ایک سوٹ کیس میں ان کی چوٹیاں محفوظ تھیں۔ آخری عمر میں غیر مقلدین اور وہابیوں کے رد کی جانب متوجہ ہو گئے تھے۔ نظم لکھنے میں انداز انوکھا تھا۔ طبیعت میں فطری ظرافت اور حاضر جوابی تھی، سائل کو دیکھ کر ایک نظر میں بھانپ لیتے تھے کہ اس کے لئے الزامی جواب کارگر اور مسکت ہوگا۔'' ۲۶؎

اسی لئے صدر العلما حضرت مولانا غلام جیلانی میرٹھی ان تمام حضرات سے متاثر ہونے کی وجہ سے ان اوصاف کے حامل بھی تھے۔ ۱۹۲۵ء تا ۱۹۲۷ء مسلمانان ہند کے لئے سیاسی اور اقتصادی اعتبار سے بڑا سخت زمانہ تھا۔ مسلمان اپنے وجود کی بقا کے لئے مختلف محاذ پر چومکھی لڑائی لڑ رہے تھے۔ انگریز کی فتنہ سامانیاں کیا کم تھیں کہ انھوں نے برادر وطن میں سے کچھ افراد کو مسلمانوں کے خلاف ورغلا کر فتنہ وفساد برپا کرنے کے لئے کئی اور محاذ کھول دیئے، آریہ سماج، ہندو مہاسبھا، شدھی سنگھٹن، اور آر۔ ایس۔ ایس جیسی فسطائی جماعتوں نے انگریزوں سے مل کر ہندوستان میں مسلمانوں کے وجود پر ایک سوالیہ نشان قائم کر دیا تھا۔ مسلمانوں کو مرتد کرنے کے ساتھ ساتھ پورے برصغیر میں فساد کا ایک نہ رکنے والا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ خوف ودہشت، لالچ اور جبر سے مسلمانوں کو یا تو عیسائی یا مرتد ہو کر ہندو بن جانے پر مجبور کیا جا رہا تھا۔ ظالم وجابر فرنگی حکمرانوں نے مسلمانوں کو سیاست سے بالکل ہی بے دخل کر دینے کی پوری پوری سازش کر لی تھی۔ ان حالات میں صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا نعیم الدین اشرفی مرادآبادی کی سیاسی بصیرت نے برصغیر کے کثیر علما اور مشائخ کو آل انڈیا سنی کانفرنس کے جھنڈے تلے جمع کیا۔ یہ حضرات فتنہ ارتداد کی سرکوبی اور مسلمانوں کی ایمان جان ومال کی حفاظت کے لئے اللہ کریم کے بھروسے پر بہت مضبوطی کے ساتھ میدان عمل میں ڈٹ گئے۔ ان میں سے اکثر وبیشتر اعلیٰ حضرت اشرفی میاں صاحب کے جاں نثار مرید وخلیفہ تھے۔ خود صدر العلما حضرت غلام جیلانی میرٹھی بھی اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کے ہی مرید وخلیفہ تھے۔ ۲۷؎ ۱۹۲۵ء تا ۱۹۲۷ء کے دبدبۂ سکندری رام پور اور ماہنامہ 'السواد الاعظم' مرادآباد کی فائلوں کا مطالعہ کیا جائے تو مجھے امید ہے کہ صدر العلما کی دینی وتبلیغی خدمات کے متعلق ان میں کافی مواد ملے گا۔ اخبار دبدبۂ سکندری رام پور شمارہ نمبر ۵ جلد ۸۲ مطبوعہ ۲۹ مارچ ۱۹۳۶ء میں 'تاریخی فتویٰ آل انڈیا سنی کانفرنس کے مشاہیر علماء ومشائخ کا متفقہ فیصلہ' کے زیر عنوان جو تفصیل شائع ہوئی ہے۔ اس میں صدر العلما حضرت مولانا غلام جیلانی صدر المدرسین مدرسہ اسلامیہ میرٹھ کا نام بھی دیگر علماء کے ساتھ شامل ہے۔ ۲۸؎ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ صدر الافاضل کی اقتدا میں مختلف آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس میں شرکت کرتے رہے ہوں گے۔ جس

کی تفصیل مذکورہ رسائل وجرائد سے حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

آپ کی تصنیفات میں حسب ذیل کتب عوام وخواص اور طلبہ کے درمیان شہرت کا درجہ رکھتی ہیں۔

(۱) بشیر القاری شرح بخاری

(۲) البشیر الکامل شرح شرح مأۃ عامل

(۳) بشیر الناجیہ شرح الکافیہ

(۴) البشیر شرح نحو میر

(۵) نظام شریعت

(۶) تبصرہ اعجاز بر تنقید سرفراز (غیر مطبوعہ)

(۷) عذاب آسمانی بر فرقۂ قادیانی

(۸) صحیح النظر فی سعود القمر

(۹) صحیح المسلک فی معنی کل فی فلک

علاوہ ازیں عظیم النجاح اور انگریزی ایجنٹ وغیرہ رسائل بھی آپ کے قلم سے نکلے ہیں۔ صحیح النظر اور صحیح المسلک کے تمام مندرجات سے میں ذاتی طور پر اتفاق نہیں کرتا۔ کیوں کہ میرے نزدیک انسان کا چاند پر جانا ممکن ہے بلکہ موجودہ زمانے میں ایک حقیقت ہے۔ چاند کے سفر کے حوالے سے ہمارے ملک کی ایک ذی علم خاتون سائنسداں کلپنا چاولہ کا حادثہ بھی جلدی ہی کی بات ہے۔ ان تمام تحقیقات وتفصیلات کو یکسر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ مگر صدر العلما نے اپنے موقف کی حمایت میں جو طریقہ استدلال استعمال کیا ہے اس سے آپ کی ذہانت کا پتہ چلتا ہے۔

بشیر القاری، بشیر الناجیہ، البشیر الکامل اور البشیر شرح نحو میر کے ذریعہ آپ نے علم کے نام پر کتب فروشی کا شیوہ اختیار کرنے والوں اور طلبہ کو گمراہ کرنے والوں کا زبردست محاکمہ کیا ہے۔ ان کی اغلاط کی نشاندہی فرما کر ایک طرف گمراہ گر علما کی علمی صلاحیت پر ایک سوالیہ نشان لگا کر ذی علم طبقے کو حق وباطل میں تمیز کرنے کے لئے روشن دلیل فراہم کردی ہے۔ اور تیسری اہم بات علمائے اہلسنت کے علمی وقار اور تفوق کو بحسن وخوبی ثابت فرما کر جماعت اہل سنت کے وقار کو بلند کرنے میں اہم کردار نبھایا ہے۔ آپ کی یہ خدمات رہتی دنیا تک بھلائی نہیں جاسکتیں۔ آپ جماعت اہل سنت کے معلم ومتعلم دونوں کے محسن ہیں۔ اور اپنے محسن کو بھلا دینا کسی با غیرت قوم کا شیوہ نہیں۔

مجھے افسوس ہے کہ صدر العلما کے شایان شان میں کوئی مبسوط مقالہ سپرد قلم نہیں کرسکا۔ اور بھی مختلف جہتوں سے آپ کی ذات پر لکھنا چاہئے تھا جسے میں نے چھوڑ دیا۔ کچھ میری عدیم الفرصتی اور کچھ مناسب سواد کا بر

وقت دستیاب نہ ہونا بھی اس کا سبب ہے۔ بہر حال جو کچھ ہو سکا وہی حضرت علامہ ایوب اشرفی صاحب کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے آپ کی بارگاہ میں نذر ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

---

۱ بشیر القاری، علامہ سید غلام جیلانی صدر العلماء، غیر مورخ، ناشر مکتبۃ الجیلانی سنبھل مراد آباد ص ۲

۲ نقس مصدر، ص ۶، ۳ نقس مصدر ص ۸ ۴ نقس مصدر ص ۶، ۵ نقس مصدر ص ۶، ۶ نقس مصدر ص ۶

"بزمانہ ۱۹۲۳ء آگرہ کے مضافات میں راجپوتوں کے اندر فتنہ ارتداد کا طوفان برپا ہوا" ۷

۷ نقس مصدر ص ۸، ۸ نقس مصدر ص ۶، ۹ نقس مصدر ص ۶

۱۰ نقس مصدر ص ۷، ۱۱ نقس مصدر ص ۱۲، ۱۲ نقس مصدر ص ۱۲

۱۳ نقس مصدر ص ۱۵، ۱۴ نقس مصدر ۱۲، ۱۵ نقس مصدر ص ۱۲

نقس مصدر ص ۸

۱۷ نقس مصدر ص ۱۱، ۱۸ نقس مصدر ص ۱۰/۱۱

۱۹ نقس مصدر ص ۶، ۲۰ نقس مصدر ص ۷، ۲۱ نقس مصدر ص ۱۰

۲۳ نقس مصدر ص ۹، ۲۴ نقس مصدر ص ۱۰، ۲۵ نقس مصدر ص ۱۰

۲۶ نقس مصدر ص ۱۳

۲۷ نقس مصدر ص ۱۷، ۲۸ خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس، مرتب محمد جلال الدین قادری، بار اول ۱۹۷۸ء ناشر مکتبہ رضویہ گجرات پاکستان ص ۳۳۸

ڈاکٹر نوشاد عالم چشتی علیگ

جنرل سکریٹری رحمت عالم نیشنل پیس فاؤنڈیشن علی گڑھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدر العلماء حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی

رئیس التحریر حضرت مولانا محمد وارث جمال صاحب قادری
صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت ممبئی

مولای صل وسلم دائما ابدا   علی حبیبک خیر الخلق کلھم

کروڑوں شکر و احسان ہے اس دائم الاحسان کا جس نے اپنے فضل سے مجھے یہ توفیق و سعادت بخشی کہ میں اس ذات گرامی مرتبت کے تعلق سے اپنے جذبات و احساسات پیش کروں جس کے شکوہ علمی کا دبدبہ پورے برصغیر ہند و پاک پر تھا، جو کاملین کی سند و تبحرین زمانہ کا امام تھا، اپنوں اور غیروں کی مجالس و دانشکدوں میں جو مسلم الثبوت اور جس کے علم و فضل کا سکہ رائج الوقت تھا، جو زندگی بھر خدمت علم دین اور اس کی ترویج و اشاعت میں لگا رہا، علم جس کی ریاست اور کتابیں جس کی ریاست کا خزانہ تھیں، کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو علم و فن کے اس بحر بیکراں تک پہونچے، اور ان کی درسگاہ میں بیٹھنے کا شرف حاصل کیا، قابل مبارکباد ہیں وہ آنکھیں جنہیں اس کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی۔ ان آنکھوں کو یہ حق ہے کہ وہ فخر سے کہیں کہ:

ع   نازم بہ چشم خویش کہ روئے تو دیدہ است

اور جنہیں زیارت کی بھی سعادت حاصل نہیں وہ علم و فضل کے اس کوہ طور کو، بشیر القاری بشرح البخاری، بشیر الناجیہ فی شرح الکافیہ، البشیر الکامل فی شرح شرح مائۃ عامل، البشیر شرح نحو میر وغیرہ میں دیکھ سکتے ہیں۔ اور بشیر القاری بشرح البخاری میں تو ان کی جلالت علمی کا سورج سوا نیزے پر دکھائی دیتا ہے۔ جلد اول جو تقریباً تین سو جہازی صفحات پر پھیلی ہوئی ہے جسے صرف سات احادیث کریمہ کے ترجمہ و تشریح پر ختم کر دیا ہے۔ ﴿ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء﴾

تو و طوبیٰ و ما و قامت یار
فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

صدر العلماء، شیخ الاساتذہ، سند المحققین، فخر المدرسین، امام النحو حضرت اقدس بابرکت علامہ مفتی الحاج الشاہ سید غلام جیلانی علیہ الرحمۃ الرضوان متولد ۱۳۱۸ھ/ متوفی ۲۹ رجمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ بن مولانا سید غلام فخر الدین بن مولانا حکیم سید سخاوت حسین اپنے وقت کے جید و متبحر علمائے دین و دانش کے درمیان ایک امتیازی شان کے مالک اور کاملین وقت میں   صدر ہر جا کہ نشیند صدر است

کے مصداق تھے، جمال وزیبائی وجاہت اور سراپا ایسا کہ آدمی دیکھے تو دیکھتا رہ جائے۔ بڑا سراسی کی مناسبت سے بلند کشادہ چمکتی ہوئی پیشانی کے نیچے بڑی بڑی روشن آنکھیں اور پرنور چہرہ جس پر گھنی لمبی داڑھی پہلی بار دیکھے تو دیکھتا رہ جائے اور دل بے اختیار کھنچا چلا جائے اور بے ساختہ زبان پر جاری ہوجائے۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

اپنے وقت کے عظیم مبلغ جن کے دست حق پرست پر لاکھوں کی تعداد میں ہندو اسلام لائے اور شدھی تحریک کے وقت جماعت اہل سنت کے ایک عظیم مبلغ اور داعی وروحانی مقتدا کی حیثیت سے متحدہ ہندوستان کی مذہبی قیادت میں ایک بلند مقام حاصل کیا۔ کفر وشرک کے نشیمن پر وہ بجلی بن کر گرتے رہے، کفر وشرک کی مذہبی قیادت کے پاس جس کی للکار کا کوئی جواب نہیں تھا، کفر کے ٹھیکداروں شرک کے بندوں کو جس نے ہمیشہ احساس بے بسی کی زنجیر میں جکڑ کر رکھا، حضرت اقدس بابرکت پیر طریقت حضرت مولانا سید شاہ قطب الدین برہمچاری خلیفہ ومرید شیخ المشائخ حضرت اشرفی میاں وتلمیذ رشید استاذ العلما حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھی علیہ الرحمہ آپ کے حقیقی چچا تھے، جنہوں نے اپنے ہونہار بھتیجے سید غلام جیلانی کو مرادآباد لے جاکر جامعہ نعیمیہ میں داخل کرایا اور انہیں حضور صدر الافاضل کے حوالے کیا۔

بیشک درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے، یوں ہی پھل بھی اپنے درخت سے پہچانا جاتا ہے تو آیئے ان بلند قامت درختوں کا جائزہ لیں جن میں ایسے تاریخی پھل لگے جن سے سارا عالم مشکبار ہوا یعنی اساتذہ کرام:

صدر الافاضل فخر الاماثل امام الہند واستاذ العلما سید المفسرین علامہ مفتی سید نعیم الدین مرادآبادی، صدر الشریعہ، بدر الطریقہ، فقیہ اعظم حضرت علامہ مفتی امجد علی (مصنف بہار شریعت)، استاذ جلیل حضرت علامہ عبد الحی افغانی تلمیذ رشید حضرت علامہ حکیم برکات احمد ٹونکی، حضرت علامہ امتیاز احمد انبیٹھوی، حضرت علامہ سید غلام علی اجمیری، والد ماجد حضرت مولانا سید محمد مہدی میاں بیت النور جھالرہ اجمیر شریف، آخر الذکر یعنی علامہ غلام علی اجمیری کا تذکرہ بطور خاص حضرت فرمایا کرتے تھے کہ دار الخیر اجمیر شریف میں میرے ایک شفیق استاذ تھے جنہوں نے خارج وقت اپنے گھر پر بطور خاص مجھے سبقا سبقا شرح چغمینی پڑھائی ہے۔ جن کا اسم گرامی سید غلام علی تھا۔ قدست اسرارہم

اصحاب الرحیل:

اب ان رفیقان درس کی فہرست پر بھی ایک نگاہ ڈالیں جو اس راہ محبت واستقامت یعنی حصول تعلیم میں آپ کے قدم بہ قدم تھے جو آگے چل کر سواد اعظم کے قائد ورہنما اور اپنے زمانے میں اساطین امت قرار پائے جن کے حسن خدمات سے آج پورا عالم مشکبار ہے، اور جن کے فیضان علم وفضل نے کئی براعظموں کو اپنی لپیٹ میں

لے رکھا ہے، خود علامہ میرٹھی کبھی کبھی عالم سرگوشی میں فرمایا کرتے تھے لائے زمانہ میرے ساتھیوں کا جواب؟ پھر ان میں سے ہر ایک کا نام بڑی محبت سے لیا کرتے تھے اور سبھوں کے نام کے آگے یہ مولوی فلاں مگر حضور مجاہد ملت کا نام نہ لیکر بالاحترام مجاہد ملت ہی فرمایا کرتے تھے، ان کے تذکرے پر آپ کا چہرہ فرط مسرت سے تمتما جاتا تھا، فرماتے تھے کہ ایک بڑا رئیس زادہ تھا مگر دل فقیروں کا پایا تھا، غریبوں اور مظلوموں کے لئے اس کا دل دھڑکتا رہتا تھا۔ نو سال کے طویل عرصے میں دار الخیر اجمیر میں صرف تین اسباق ناغہ ہوئے وہ بھی مجاہد ملت کی دوستی میں۔ کسی مظلوم کی دادرسی کے لئے کبھی وہ کمشنری کا گھیراؤ کرتا کبھی کلکٹری کا، کہتا جیلانی تمہیں بھی ساتھ میں رہنا ہے۔ اور میں دوستی کی خاطر ان کے ساتھ گھسٹتا رہتا اسی کی خاطر پورے نو سال کے عرصے میں تین اسباق ناغہ ہوئے مگر وہ بندہ انگریز کلکٹر و کمشنر یا متعلقہ آفیسر کا اس وقت تک پیچھا نہیں چھوڑتا جب تک مظلوم کی دادرسی نہ ہو جاتی نہ کسی سے دبتا تھا خوف نام کی کوئی چیز اس کے دل میں جیسے تھی ہی نہیں، ہمارے ساتھ ایک حافظ جی تھے جو ہم تمام ساتھیوں کو بہت پیارے تھے، سنجیدہ، باادب وسعادت مند ہم تمام ساتھی اس سے بہت محبت کرتے تھے، بڑی خاموشی کے ساتھ اتنا بڑا کام کر گیا کہ دنیا دیکھتی رہ گئی، ہمیں اس پر فخر ہے۔ اس تذکرے پر ہم گومگو کی کیفیت میں ہوتے تو مسکرا کے فرماتے اچھا تم سمجھے نہیں، ارے وہی جن کو تم حافظ ملت کہتے ہو دار العلوم اشرفیہ مبارک پور کے شیخ الحدیث ایک جگہ بیٹھ کر بڑی خاموشی کے ساتھ ایسے افراد تیار کر دیئے جنہوں نے دین و سنیت کا بڑا کام کیا، فرداً فرداً سب کا تذکرہ کرنے کے بعد ایک خاص کیفیت کے عالم میں فرماتے یہ ہمارے ساتھی ہیں جب ان کا کوئی جواب زمانے کے پاس نہیں تو پھر ہمارے اساتذہ کا جواب کیا ہو سکتا ہے جانتے ہو ہمارے اساتذہ کو؟ حضور صدر الافاضل اور حضرت صدر الشریعہ ہمارے استاذ تھے جن کے مثل ان کے زمانے میں نہیں دیکھا۔

﴿مضت الدهور و ما اتين بمثله﴾ ﴿و لقد اتى فعجز عن نظرائه﴾

حضرت صدر العلماء علیہ الرحمہ کے قابل ذکر رفیقان درس میں مجاہد ملت حضرت علامہ مفتی محمد حبیب الرحمٰن قادری عباسی صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت، محدث اعظم پاکستان حضرت سردار احمد صاحب قبلہ لائل پوری، امین شریعت حضرت علامہ رفاقت حسین صاحب قبلہ مفتی اعظم کانپور، شمس العلماء حضرت علامہ قاضی شمس الدین صاحب قبلہ جعفری جونپوری مصنف قانون شریعت، حافظ ملت حضرت علامہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ، خیر الاذکیا حضرت علامہ غلام یزدانی صاحب شیخ الحدیث دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف، برادر اصغر شیخ العلماء حضرت علامہ غلام جیلانی صاحب قبلہ اعظمی، شیخ المعقولات حضرت علامہ محمد سلیمان اشرفی بھاگل پوری قدست اسرارہم، جیسی نابغہ عصر ذوات قدسیہ تھیں، جن کے علمی کارناموں کا آوازہ اور جن کے فضل وکمال کا شہرہ شرق سے غرب تک ہوا۔

سیکڑوں تلامذہ میں صرف چند حضرات کو ملاحظہ فرمائیں، جن کے علمی فکری، دینی، ملی، سیاسی کارناموں، خدمات اور قربانیوں کی ایک تاریخ ہے، اور جن کے کارناموں کا شہرہ چہار دانگ عالم میں ہے۔

قائد اہل سنت سفیر اسلام مبلغ اعظم حضرت علامہ شاہ احمد نورانی جن کی حیات وخدمات وکارناموں پر مشتمل وصال کے ایک سال کے اندر ایک سو کتابیں منظر عام پر آئیں، وہ بھی قابل ذکر اہل قلم کی جانب سے۔ خلیفہ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ عارف اللہ میرٹھی، خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی، شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی۔

یہ وہ تلامذہ ہیں جو اپنے رب کے جوار رحمت میں آسودۂ خاک ہیں۔ بقید حیات قابل ذکر تلامذہ میں علامہ نصر اللہ افغانی علامہ محمد عاشق الرحمٰن الہ آبادی، سابق صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت علامہ سید کلیم اشرف جائسی، علامہ انور علی، میرے بھائی مولانا محمد عارف مصباحی مقیم ممبئی، مفتی محمد فاروق سنبھل اور راقم الحروف محمد وارث جمال قادری کو بھی شرف تلمذ حاصل ہے۔

﴿فالحمد لله رب العلمين وشكرا له على شرف التلمذ﴾

آپ کی درسگاہ کی خصوصیت: آپ کے درس وتدریس کی جو انفرادیت تھی اس کا بڑا شہرہ تھا کہ درس وتدریس ہی آپ کی زندگی اور خدمت علم دین ہی آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا، گویا یہی آپ کا پیشہ آبائے سپہ گری تھا، تو پھر ایسی باعظمت درسگاہ کے تعلق سے جو کہا جائے یا جو سوچا جائے سب کم ہی ہے۔ اس کے علاوہ ایک خصوصیت یہ تھی کہ آپ اپنے تلامذہ کے دلوں میں بزرگان دین واولیائے کرام کی عظمت وجلالت کو اتارتے تھے۔ ان کے تصرفات وکرامات پر مشتمل کوئی نہ کوئی واقعہ یا کرامت ضرور بیان کرتے تھے تاکہ آگے چل کر علم انہیں گمراہ یا مغرور نہ کر دے۔ اپنے تلامذہ کی فکر ونظر کی تطہیر کے لئے فرمایا کرتے تھے وہی علم جلا پاتا ہے اور وہی فیض بخش عام وخاص ہوتا ہے، جس پر اللہ والے کی نظر کیمیا اثر پڑ جائے۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

صاحب علم، اپنے علم پر اترائے نہیں، اور علم کی گرمی کو جسم پر نہیں بلکہ دل پر مارے اور علمائے دیوبند کی طرح اپنے علم پر نہ مغرور ہو اور نہ ہی اترائے، اور ان لوگوں کی صف میں شامل نہ ہو جن کے لئے کہا گیا ہے: ﴿فرحوا بما عندهم من العلم﴾ اپنے علم پر مغرور ہو کر انبیاء واولیاء کی عظمتوں پر کمنڈ ڈالنے لگے۔ اس لئے حضرت والا جہاں اپنے تلامذہ کو علم سے سیراب کرتے، وہیں پر اس کا بھی انتظام کرتے تھے کہ علم اسے مغرور نہ بنادے۔

فرماتے تھے یہ علمائے دیوبند کوئی معمولی علم والے نہیں تھے نہ ہی گھسیارے تھے بلکہ ان میں بھی ایک

سے بڑھ کر ایک علم والے تھے، مگر ان کے علم نے انہیں ڈس لیا، فائدہ کی بجائے الٹا نقصان پہونچایا، ان کے علم کی نحوست سے امت مسلمہ کو بھی بڑا نقصان اٹھانا پڑا، ان کو ان کے غرور نے کھالیا، اور اپنے غرور علمی ہی کے سبب یہ راندۂ درگاہ ہوئے۔ انبیا و مرسلین کی عظمتوں پر کمند ڈالی، اولیاء کرام و بزرگان دین کی تحقیر و تذلیل کی اور ان کا احترام اٹھادیا، خصوصا اپنے پیر و مرشد کی شدید توہین اور ان کی بے ادبی کی اور اپنے علم کے زعم میں ان ظالموں نے احترام مرشد اٹھا کر ﴿فرحوا بما عندھم من العلم﴾ کے مصداق ہوئے، یہ ظالم ایک طرف تو ان کے مرید وصاحب اجازت وخلافت تھے اور دوسری طرف عقیدہ ومسلک اور معمولات اہل سنت میں ان سے منحرف اور ان کے مسلک حق کے باغی۔ کسی فکری واعتقادی مسئلے یا معمولات اہل سنت میں اگر پیر ومرشد قبلہ رخ ہیں تو یہ ظالم اپنی پشت قبلہ کی طرف کئے ہوئے ہیں، جیسے فیصلۂ ہفت مسئلہ، اور جب اس بوالعجبی پر کسی دیدہ حیرت نے سوال کیا میاں! یہ کیا؟ حضور قبلہ پیر ومرشد کہاں کھڑے ہیں، اور تم لوگ کہاں بھاگے جارہے ہو، اس پر ظالم ہنس کر جواب دیتے ہیں، ہم قبلہ پیر ومرشد سے صرف طریقت میں بیعت ہیں رہ گئی شریعت تو ہم پیر ومرشد سے زیادہ جانتے ہیں:

تکبر عز ازیل راخوار کرد
بزندان لعنت گرفتار کرد

تو جس طرح تکبر اور نخوت نے ابلیس کو ذلیل وخوار کر کے راندۂ درگاہ کردیا، اسی طرح یہ ظالم اپنے غرور علمی کے سبب راندۂ درگاہ ہوئے۔

بھٹکی ہوئی دانش سے جہالت بہتر
دھوکے کی محبت سے عداوت بہتر

ڈاکٹر اقبال کی روح کو سلام بڑی صحیح عکاسی فرمائی ہے۔

عجم ہنوز نہ داند رموز دیں ورنہ
ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است

فرماتے تھے اللہ والوں کے منہ سے جو لفظ نکل جائے خواہ لغت اس کی مخالفت کرے یا موافقت، بظاہر بے معنی ہی کیوں نہ ہوں وہ اپنا ایک اثر رکھتا ہے اور جس تعلق سے وہ جملہ منہ سے نکلتا ہے اسے پورا ہوتا ہے۔

اس تعلق سے کچھوچھہ شریف جو یوپی میں ایک مشہور روحانی آستانہ ہے جس کو حافظ بخاری حضرت علامہ سید عبد الصمد چشتی علیہ الرحمہ کی وجہ سے کافی شہرت ملی اور اب تو وہاں آپ کے جانشین یادگار سلف حضرت سید اکبر میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی کی خصوصی توجہ سے ایک بڑا دینی ادارہ بھی قائم ہوچکا ہے جو خانقاہی ماحول میں دین پاک مصطفے صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی اشاعت میں مصروف ہے۔ ﴿اللھم زد فزد﴾

وہاں پر ایک درویش تھے جو بظاہر بے پڑھے لکھے تھے مگر مخلوق خدا اپنی حاجتوں کے لئے انہیں گھیرے رہتی تھی وہیں پر ایک مسلمان سرکاری ملازم بھی رہتے تھے، برسوں سے جن کی ترقی رکی ہوئی تھی ان کے بعد میں جو ملازم ہوئے وہ ان سے بہت آگے نکل گئے، مگر وہ بیچارے بہت قابل ہونے کے باوجود ایک ہی جگہ پر چپک کر رہ گئے تھے، جس کے لئے وہ اکثر فکر مند بھی رہتے تھے۔ اپنی بیوی کے بار بار توجہ دلانے پر وہ بھی بادل ناخواستہ اس درویش کے پاس پہونچے اور اپنی موجودہ صورت حال گوش گذار کرنے کے بعد ترقی کے لئے دعا کی درخواست کی، اس خدا رسیدہ بندے نے کہا جا ﴿یا حی یا قی﴾ پڑھتے رہنا سب ٹھیک ہو جائے گا، چونکہ یہ سرکاری افسر کافی پڑھے لکھے، بہت قابل تھے اپنی قابلیت سے انہوں نے یہ سمجھا میاں کو ﴿یا حی یا قیوم﴾ بتانا چاہئے مگر چونکہ وہ پڑھے لکھے نہیں ہیں اس لئے ﴿قیوم﴾ کو ﴿قی﴾ کہہ دیا۔ چنانچہ انہوں نے آکر بڑی پابندی کے ساتھ ﴿یا حی یا قیوم﴾ کا ورد شروع کر دیا، کامل ایک ماہ پڑھتے رہے مگر معاملہ جوں کا توں رہا۔ ایک ماہ کے بعد پھر اس درویش کے پاس پہونچے اور اپنی کیفیت بتائی انہوں نے پھر بڑے جھٹکے کے ساتھ وہی دہرایا کہ جا ﴿یا حی یا قی﴾ پڑھتے رہنا۔ مگر ان کی قابلیت ﴿قی﴾ کی جگہ ﴿قیوم﴾ ہی پڑھاتی رہی مگر ڈھاک کے وہی تین پات۔ بات جہاں تھی وہیں رہی۔ نیک اور بزرگوں کی عقیدت مند بیوی کے سمجھانے اور حوصلہ دلانے پر ایک بار پھر پہونچے اور کہا میاں صاحب تین ماہ ہو گئے مگر میں جہاں تھا وہیں پر ہوں۔ درویش نے بڑے غور سے اس کو دیکھتے ہوئے جھنجھلا کر کہا تو پڑھتا کیا ہے؟ اس نے جواب دیا ﴿یا حی یا قیوم﴾ انہوں نے ڈانٹتے ہوئے کہا اور میں نے تمہیں کیا بتایا تھا، کہا ﴿یا حی یا قی﴾ جھلا کر کہا جا ﴿یا حی یا قی﴾ پڑھتے رہنا، خدا بھلا کرے گا۔ اس نے دل میں کہا تین ماہ تو ﴿قیوم﴾ پڑھا اس بار ﴿قی﴾ پڑھ کر دیکھتے ہیں وہاں سے واپس آکر حسب معمول درویش کا بتایا ہوا وظیفہ ﴿یا حی یا قی﴾ پڑھنا شروع کیا ابھی تیسرا دن ہی ہوا تھا کہ اس کی ترقی کا حکم نامہ اس کو مل گیا، بڑا حیران ہوا پھر بیوی کو دعائیں دیتے ہوئے بڑی نیاز مندی اور اخلاص کے ساتھ درویش کی خدمت میں شکریہ کے لئے حاضر ہوا

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

اس نوعیت کا ایک واقعہ دہلی کے ایک مشہور بزرگ (دہلی میں جن کا آستانہ آج بھی مرجع خلائق ہے) حضرت سید حسن رسول نما کے ایک عالم دین مرید کا بھی ہے۔ جسے سید محمد ذوقی کے ملفوظات میں ان کے مرید و خلیفہ کیپٹن واحد بخش سیال شارح مرآۃ الاسرار نے تربیت العشاق میں بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، وہاں بھی بیوی ہی کے کہنے اور مجبور کرنے پر اپنی بیوی کے حوالے سے اپنی غربت و افلاس کا دکھ بڑی ندامت کے ساتھ پیر و مرشد کے حضور عرض کیا، آپ نے فرمایا مولوی صاحب اتنے زمانے یہاں آپ آتے جاتے ہیں اپنی غربت

دستگدستی کا کبھی ذکر نہیں کیا، حضور آج بھی عرض نہیں کرتا مگر بیوی نے بہت مجبور کردیا ہے کہ ہمیں جاہ وحشمت تو نہیں مگر کم از کم گھر کا چولہا تو جلتا رہے، فاقے کی نوبت تو نہ آئے، آپ کو اپنے مرید مخلص پر بڑا رحم آیا اور فرمایا مولوی صاحب بعد نماز عشا ﴿یـا بـاب﴾ پڑھتے رہیے، اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے گا۔ مگر مرید مخلص عالم وفاضل بھی تھے اس لئے ان کی قابلیت نے انہیں یہ سمجھادیا کہ حضور قبلہ پیر ومرشد کی زبان مبارک سے غالباً بے خیالی میں ﴿یـا وهـاب﴾ کی جگہ ﴿یـا باب﴾ نکل گیا ہے کہ ﴿یـا وهـاب﴾ کے معنی اے بہت عطا فرمانے والے۔ جبکہ باب کے معنی یہاں دروازہ کے ہوتے جس کا یہاں کوئی محل نہیں، بس وہ اپنی قابلیت سے تین ماہ تک ﴿یـا وهـاب یا وهـاب﴾ کا ورد کرتے رہے مگر حالات جوں کے توں رہے، غربت وافلاس کا شکنجہ ان کے گرد کستا رہا۔

ہمارے گھر کی دیواروں پہ ناصر
اداسی بال کھولے سو رہی ہے

بیوی کے بہت زیادہ ناراض ہونے پر کہ تم کیسا وظیفہ لیکر آئے ہو جس کا کچھ بھی اثر نہیں جاؤ دوسرا وظیفہ پوچھ کر آؤ، تین ماہ بہت ہو گئے۔ تین ماہ کے بعد جھجھکتے ہوئے بارگاہ مرشد میں بڑے ادب کے ساتھ عرض کیا کہ حضور حالات پہلے جیسے ہی ہیں، آپ نے تعجب سے پوچھا کہ مولوی صاحب میں نے تمہیں کچھ پڑھنے کے لئے بتایا تھا، عرض کیا جی حضور! میں بڑی پابندی سے تین ماہ سے پڑھ رہا ہوں۔ کیا پڑھ رہے تھے؟ ﴿یا وهاب﴾ میں نے کیا بتایا تھا؟ ﴿یـا بـاب﴾ پیر ومرشد نے ناراضگی کا اظہار فرماتے ہوئے کہا جایئے ﴿یـا بُوَیْبُ﴾ پڑھتے رہیں، مولوی صاحب اپنی قابلیت کے سبب بڑے پریشان ہوئے کہ یا اللہ باب تو کوئی معنی بھی رکھتا ہے مگر بویب تو کلمہ تصغیر ہے جو بے معنی ہے اب کیا کروں؟ مگر مولوی صاحب عالم وفاضل ہونے کے باوجود احترام مرشد میں خاموش رہے کہ باادب با نصیب بے ادب بے نصیب ، بعد نماز عشا حسب معمول جب وہ وظیفہ کرنے بیٹھے تو ایک بار پھر باب وبویب کی کش مکش میں مبتلا ہو گئے کہ باب پڑھوں کہ بویب اتنے میں پیر ومرشد کی سرگوشی کرتی ہوئی آواز کان میں آئی کہ پڑھ ﴿یـا بویـب﴾ چنانچہ فوراً انہوں نے "یـا بُوَیْبُ" پڑھنا شروع کردیا، حسب معمول وہ رات کو کافی دیر تک پڑھتے رہے اور جب صبح ہوئی تو بادشاہ کا خصوصی قاصد صدا دے رہا ہے ،ایک غریب ومفلس کا نام وپتہ پوچھتا ہوا ان کے غربت کدے کے دروازے پر دستک دی، اور اسی دن وہ شاہی اتالیق مقرر ہوئے، پھر تو ہر طرف دیدہ حیرت زدہ تکتا کیا ہے؟ مسلسل تین ماہ جو ایک بامعنی کلمہ ﴿یـا وهـاب﴾ سے نہیں حاصل ہوا، وہ ایک بے معنی کلمہ ﴿یا بویـب﴾ پڑھنے سے ایک ہی رات کا یا پلٹ ہوئی۔

در پیر مغاں میخانہ عشق و محبت ہے
یہاں ہے زہد وتقویٰ آپ کا بے نوش ہو جانا

اولیاء اللہ و بزرگان دین کی عظمت وجلالت اور ان کی عقیدت ومحبت کو تلامذہ کے دلوں میں راسخ

کرنے کے لئے درسگاہ میں اپنا یہ واقعہ بھی سنایا کرتے تھے کہ اسے کہتے ہیں فیضان نظر۔

فیضان نظر: میرٹھ شہر سے قریب سراوہ ایک مقام ہے جو پنجر ٹرین سے تین اسٹیشن کے فاصلے پر ہے، متعلقہ اسٹیشن سے اتر کر تین کوس یعنی چھ میل پیدل چلنا پڑتا ہے، یہ بات نصف صدی کے پہلے کی ہے، ہوسکتا ہے اب کچھ ترقی ہوگئی ہو، وہاں پر ایک اللہ کے ولی آسودہ خاک ہیں جو سراوے کے حافظ صاحب سے شہرت رکھتے تھے وہ اپنے اہل محبت کی دعوت اور ان کے اصرار پر کبھی کبھی میرٹھ شہر میں تشریف لایا کرتے تھے، یہ تقسیم ملک سے پہلے کی بات ہے، جب مدرسہ عربیہ اسلامیہ اندرکوٹ کی بڑی دھوم تھی وہ مدرسہ کم کسی نواب کی حویلی زیادہ لگتی تھی پرانے طرز کی بڑی مستحکم تعمیر نیچے بڑے تہ خانے جو گرمیوں میں موجودہ ایرکنڈیشن کا لطف وسکون دیتے تھے، تین اساتذہ اور پانچ سو طلبا کا ہجوم ہوا کرتا تھا، استاذی الکریم حضرت علامہ میرٹھی صاحب قبلہ فرماتے تھے کہ میں اسی زمانے سے اس مدرسہ اسلامیہ عربی اندرکوٹ کا صدر المدرسین ہوں، انہیں ایام میں سراوے شریف کے حافظ صاحب میرٹھ میں تشریف لائے ایک سرکاری ملازم جو امین تھے، دیندار وین پسند اور بزرگوں کے بڑے عقیدت مند مسلمان چہرے پر داڑھی اور اسلامی وضع قطع کے ساتھ رہتے تھے انہوں نے میری توجہ ان کی طرف بڑے اصرار کے ساتھ مبذول کرائی۔ شروع شروع میں تو میں احسن طریقے سے ٹالتا رہا۔ مگر آئے دن جب ان کا مودبانہ ومخلصانہ اصرار بڑھا تو محض ان کی دلجوئی اور اپنی جان چھڑانے کی خاطر ان کے بتائے ہوئے پتہ پر جو حافظ صاحب کی قیام گاہ تھی جا پہونچا، پہلی نگاہ جو ان پر پڑی تو طبیعت مکدر ہوگئی کہ ناحق آگئے کہ لباس ان کا یوں ہی معمولی سا تھا وہ بھی صاف ستھرا نہیں، میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اسلام نے صفائی ستھرائی کا حکم دیا ہے ﴿النظافة نصف الایمان﴾ صفائی کو آدھا ایمان قرار دیا ہے اور یہ کیسے بزرگ ہیں جو اسلام کی اس تاکیدی تعلیم کو نظر انداز کئے ہوئے ہیں، چونکہ استاذی الکریم اس وقت جوان تھے جوانی کے تقاضوں کے پیش نظر بڑے عالمانہ کروفر اور بڑی سج دھج کے ساتھ رہا کرتے تھے اس جذبے کے ساتھ کہ جس محفل میں پہونچ جاں محفل نظر آؤ، تنہا نظر آؤ، نگاہوں کا مرکز بن جاؤ، گویا ہر آن نیا طور، نئی برق تجلی۔

بڑی بے دلی کے ساتھ سلام کیا، سلام کا جواب دیتے ہوئے مسکرائے اور خنداں لبی ہی کے ساتھ کہنا شروع کیا، میاں صاحبزادے ایک مولوی صاحب کسی صاحب دل سے ملنے گئے، مولوی صاحب نوجوان تھے شاندار عالم تھے، بہت خوبصورت بہت وجیہہ، بالکل تمہاری طرح خیر سے وہ آل رسول بھی تھے، ہاشمی شرافت ونجابت کے آئینہ دار، جمال وزیبائی کے شاہکار، ظاہری سج دھج اور کروفر ایسا کہ بس دیکھا کیجئے۔

مصحف رخ کسی کا ہے کہ بیاض حافظ
ایسے چہرے سے تو بس فال نکالی جائے

عالم بھی بڑے زبردست تھے، ان کا علم وفضل جوانی ہی میں مسلم ہو چکا تھا، تھے بھی تمہاری طرح بڑے

بانکے سجیلے طرح دار۔

میاں اہل دل کا معاملہ بھی بڑا عجیب ہوتا ہے ظاہری رکھ رکھاؤ ان کے یہاں نہیں ملے گا کیونکہ تزکیہ نفس اور صفائی قلب پر وہ توجہ زیادہ دیتے ہیں، ظاہری ٹیپ ٹاپ کی وہاں گنجائش ہی نہیں ہوتی، خدا رسیدہ بندے وہ اہل دل اپنا علم بھی دل پر مارتے ہیں جسم پر نہیں۔ کہ انہیں ظاہری رکھ رکھاؤ سے کچھ لینا دینا ہی نہیں ہوتا۔ مولوی صاحب کی نگاہ جیسے ہی اس اللہ والے پر پڑی تو ان کی طبیعت ہی کھٹی ہو گئی اور بہت مایوس ہوئے کہ اہل دل کے بدن پر ظاہری رکھ رکھاؤ نہیں تھا لباس بہت معمولی۔ لگے سوچنے کہ یہ کیا خاک بزرگ ہوں گے جنہیں صفائی ستھرائی کا خیال ہی نہیں جبکہ اسلام میں صفائی وستھرائی پر کافی زور دیا ہے، ناحق ملنے آگئے ؎

دلوں کی بات نگاہوں کے درمیاں پہونچی
کہاں چراغ جلا روشنی کہاں پہونچی

وہ بولتے جاتے تھے اور میں احساس ندامت سے پسینہ پسینہ ہو رہا تھا، ان کا ایک ایک جملہ میرے کتابی علم پر نشتر لگا رہا تھا ابھی سلسلہ کلام جاری ہی تھا کہ میں بلبلا پڑا، بس کیجئے حضور! میرے خطرات قلبی کو اب مزید آئینہ نہ دکھائیں میں سخت شرمندہ ونادم ہوں، مجھے معاف فرمادیں، میں ہی وہ حرماں نصیب ہوں جس کے فاسد خیالات آپ پڑھ رہے ہیں، میں آپ کا گنہگار ہوں، میری آنکھوں سے ندامت کے آنسو جاری ہو گئے۔

موتی سمجھ کے شان کریمی نے چن لئے
قطرے گرے جو میرے عرق انفعال کے

آپ فرمانے لگے میاں صاحبزادے تم ناحق ہلکان ہونے لگے آخر تم نے اسے اپنے اوپر کیوں قیاس کرلیا میں تو ایک واقعہ بیان کر رہا ہوں۔ میں نے عرض کیا بے شک حضور آپ ایک بہت صحیح واقعہ بیان کر رہے ہیں مگر صاحب واقعہ کے روبرو۔ آپ اللہ ورسول کے لئے مجھے معاف کریں، میں آپ کا مجرم ہوں آپ نے بڑھ کر مجھے سینے سے لگا لیا اور ہمیشہ کے لئے اپنا اسیر بنا لیا، اپنی عقیدت ومحبت کا قیدی، سو وہ دن ہے اور آج کا دن، میں کبھی ان کے تصور سے خود کو جدا نہیں کرسکا ؎

عقل ودل ونگاہ کا مرشد اولیں ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع ودین بتکدہ تصورات

جب تک وہ میرٹھ میں رہتے مدرسہ کے اوقات کے سوا سارا وقت انہیں کی خدمت میں حاضر رہتا اور جب وہ سراوے شریف ہوتے تو جمعرات کو آدھا وقت پڑھا کر سیدھے اسٹیشن پہونچتا وہاں سے ٹرین پکڑ کر متعلقہ اسٹیشن پر اترتا پھر وہاں سے چھ میل پیدل چل کر سراوے پہونچتا، جمعرات کی شب اور جمعہ کا پورا دن انہیں کی خدمت میں گذارتا جب تک وہ باحیات رہے میرے اس معمول میں کبھی فرق نہیں آیا۔ انہوں نے بھی مجھے خوب

خوب آزمایا۔ کبھی گرمیوں میں اطلاع بھجواتے "صدر صاحب! شہر سے تھوڑا برف بھجوادیں، کبھی موسم کے اعتبار سے کسی پھل کی خواہش کی اطلاع ملتی، اور میں تیس مدرسین کا صدر ہو کر درسگاہ سے اٹھ کر سیدھا برف کے کارخانے جاتا، وہاں سے برف کی ایک پوری بڑی سل خریدتا، اسے اٹھا کر اپنے سر پر رکھتا، پیدل اسٹیشن جاتا جبکہ اسٹیشن شہر سے کافی فاصلے پر ہے، برف کی سل لئے لئے کھڑکی سے خود ہی ٹکٹ خریدتا اور وہاں سے پسنجر ٹرین پکڑ کر سراوے جانے والے اسٹیشن پر اترتا، پھر وہاں سے چھ میل پیدل برف کی سل سر پر لئے ان کی بارگاہ میں پہونچتا۔ مجھے برف کی بڑی سل سر پر رکھ کر پیدل آتے دیکھ کر فرماتے: ارے مولوی صاحب! یہ تم نے کیا غضب کر دیا، ارے تم اتنے بڑے عالم ہو، سید زادے ہو، اتنے بڑے مدرسہ کے صدر المدرسین ہو، برف کی اتنی بڑی سل لیکر اپنے سر پر ،وہ بھی پیدل آئے ہو، اور پھر میں نے تو تھوڑے سے برف کے لئے کہلوایا اور تم برف کی اتنی بڑی سل اٹھالائے وہ بھی خود، اگر لانا تھا تو ایک مزدور یا کوئی اور آدمی ساتھ میں لے آتے، یہی حال میرا پھل پہونچانے کا بھی ہوتا ،پورا ٹوکرا پھلوں کی منڈی سے خریدتا اور یوں اپنے سر پر رکھ ان کی بارگاہ میں پیدل پہونچتا، وہ مجھے کافی دنوں تک یوں ہی آزماتے رہے اور جب انہوں نے محسوس کر لیا کہ میرے نفس کی کافی اصلاح ہو چکی ہے اور مجھے اپنی عقیدت ومحبت میں، راسخ، مستحکم، پر یقین اور غیر متزلزل پایا، پھر تو مجھ پر انہوں نے فیض وعطا اور نوازشات کے دروازے کھول دیے، مجھے بھی ان کی ذات سے ایک خاص لگاؤ اور ان کی روحانیت پر نہ صرف اعتماد کامل بلکہ ایک طرح سے ناز ہو گیا کہ ان کے ہوتے ہوئے میں اپنے مقابل کسی بھی بڑی طاقت کو خاطر ہی میں نہیں لایا، یہاں تک کہ اس نواب کو بھی نہیں جس کا میں ایک ملازم تھا اور پورا ادارہ جس کا رہین منت تھا، ان کے روحانی فیوض و برکات وتصرفات وکرامات کو بڑی تفصیلات کے ساتھ بیان کرنے کے بعد فرماتے، آج غلام جیلانی جو کچھ ہے سب انہیں کا فیضان نظر ہے، میرے زمانے میں ایک سے بڑھ کر ایک صاحب فضل وکمال تھے اور آج بھی موجود ہیں، خود میرے ساتھی کیا معمولی عظمتوں کے مالک ہیں یہ مولوی سردار احمد (محدث اعظم پاکستان) یہ قاضی شمس الدین (صاحب قانون شریعت) یہ مولوی رفاقت حسین (امین شریعت مفتی اعظم کانپور)

یہ مولوی سلیمان (امام المعقولات بھاگل پوری) یہ حافظ صاحب (حضور حافظ ملت اشرفیہ مبارک پور) اور یہ مجاہد ملت (امام التارکین علامہ حبیب الرحمٰن رئیس اڑیسہ صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت) ہے ان کا اس زمانے میں کوئی جواب؟ جن میں ہر ایک اپنی جگہ پر خود ہی سند ہے، خود ہی حوالہ، سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرماتے، دیکھو! نہ پیر ہوں، نہ فقیر ہوں، نہ امیر ہوں، نہ رئیس ہوں، نہ خطیب ہوں، بلکہ میں ہوں اور یہ مدرسہ اور اس چہار دیواری خدا کے فضل وکرم سے تحدیث نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ میرے دھمک کہاں نہیں، علم وفضل کی وہ کون سی مجلس ہے جہاں پر غلام جیلانی کا تذکرہ نہ ہو، آنکھیں بند کر کے میرا جوڑ برصغیر ہند وپاک میں تلاش لو، مگر یہ سب کچھ میرا اپنا کمال نہیں بلکہ یہ صدقہ ہے، عطا ہے، ایک صاحب دل درویش کامل کی ایک نگاہ کی، جو

براوں شریف میں آسودۂ خاک ہے۔

نہ تخت وتاج میں نہ لشکر وسپاہ میں ہے

جو بات مرد قلندر کی ایک نگاہ میں ہے

اس وقت اس مجلس خاص میں میرے ساتھ میرے رفیق درس علامہ سید کلیم جائسی، علامہ مفتی محمد فاروق سنبھلی، مولانا صوفی عبد العزیز اجاگر پوری بستوی، مولانا محمد عارف مصباحی مقیم ممبئی، مولانا لعل محمد درگاہ گونڈہ، مولانا محمد شاہد سنبھلی، وغیرہ بھی تھے۔

کچھ اسی نوعیت کا معاملہ شیخ الاساتذہ حضرت علامہ مفتی بدر الدین احمد قادری رضوی صدر المدرسین غوثیہ فیض العلوم بڑھیا، ضلع سدھارتھ نگر یوپی کے ساتھ بھی پیش آیا، حضرت علامہ مفتی بدر الدین احمد قادری کے علم وفضل کی دھمک ان کے تصلب فی الدین کا شہرہ، ان کے کردار وعمل اور استقامت کی دھوم، یہ سب صدقہ وعطیہ، کرم اور فیضان نظر ہے، حضور شعیب الاولیاء شاہ محمد یار علی قدس سرہ العزیز بانی دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف یوپی کا، حضور شعیب الاولیاء کے کرم کی برسات اور ان کے فیضان نظر کا سحاب علامہ پر ٹوٹ کر برسا اور ان کے سارے وجود کو جل تھل کر گیا، اخذ واثر پذیری اور ابدی سعادتوں نے اس ابر کرم کو جذب بھی کیا۔ ان کا علم چمکا، جلا پایا، فیض بخش عوام وخواص ہوا، برصغیر ہند وپاک وبنگلہ دیش نیپال کی کم ہی دینی درسگاہیں اور مکاتب ایسے ہوں گے جہاں ان کے علم کا فیضان نہ پہونچا ہو۔ تعمیر ادب کے پانچ حصے، فیض الادب اول، دوم، جواہر المنطق عروس الادب، تعمیر قواعد، وجوہ اعراب اور سوانح اعلیٰ حضرت کے حوالے سے تو ایشیا سے لیکر یورپ وامریکہ وافریقہ تک جہاں جہاں اعلیٰ حضرت کے عشق وعقیدت کی شمع جل رہی ہے ان کے فضل وکمال اور عشق رسول کی چاندنی چٹکی ہے، ان کی محبت کی بزم سجی ہے، وہاں وہاں حضرت علامہ مفتی بدر الدین احمد قادری ایک سند وحوالہ کی حیثیت سے تشریف فرما ہیں۔ جو سرتا سر فیضان ہے عاشق اعلیٰ حضرت حضور شعیب الاولیا شاہ محمد یار علی قدس سرہ العزیز کا۔

علامہ میرٹھی کی درسگاہ کی انفرادیت:

جس زمانے کی یہ بات ہے اس زمانے میں آج کی طرح اساتذۂ فن کا قحط نہیں تھا، اور نہ وہ دور عیٰ قحط الرجال کا تھا، ایک سے بڑھ کر ایک، آج علماء کی بہتات ہے ﴿ کل شیء اذا کثر برخص ﴾ کے مطابق علما کی فوج ظفر موج جدھر دیکھیے موجیں مارتی ہوئی نظر آتی ہے۔ ایک سے بڑھ کر ایک خطیب دوراں، اہل قلم کا بھی اب قحط نہیں رہ گیا، پیروں کی بہتات کی طرف نگاہ ڈالیں تو کش مکش میں پڑ جائیں کہ اس زمانے میں مرید کم پیر ہی پیر نظر آتے ہیں۔ علمائے دین کی صفوں میں بھی بہتات ہے اگر کمی ہے تو مدرس کی استاذ کامل کی۔ ہزاروں کی بھیڑ میں شاید دو تین مل جائیں، آہ علماء دین کے ہجوم میں یہی جو خاصے کی چیز تھی یعنی اساتذۂ فن اور مدرسین اب

وہ کمیاب ہوتے جارہے ہیں اور اگر یہی حال رہا تو آگے چل کر نایاب ہو جائیں گے، پھر "تو انہیں ڈھونڈ ھو چراغ رخ زیبا لیکر" آخر کیوں؟ یہ ایک غور طلب معاملہ ہے جو تفصیل چاہتا ہے دو لفظوں میں صف علما میں یہی سب سے زیادہ قابل قدر ہیں اور یہی مظلوم بھی، اگر ان کی مظلومیت کی طرف خصوصی توجہ نہ کی گئی تو دنیا سے علم ہی اٹھ جائے گا، کہ یہی علم کی آبرو بھی ہیں اور دین کی پناہ بھی، ہاں تو میں اس زمانے کی درسگاہ کی بات کررہا تھا جس میں درسگاہ کے شہ سوار ایک سے بڑھ کر ایک تھے، مجمع البحرین حضرت علامہ غلام جیلانی اعظمی ان کے تلمیذ ارشد حضرت علامہ عبد المصطفےٰ اعظمی، امام الحکمت حضرت علامہ حافظ عبد الرؤف صاحب مبارکپوری، علامہ مفتی شریف الحق، بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی، علامہ ضیاء المصطفےٰ اعظمی، علامہ ظفر ادیبی، علامہ قاضی شمس الدین جونپوری، علامہ غلام مجتبیٰ اشرفی، علامہ مفتی حبیب اللہ نعیمی، علامہ مفتی بدر الدین احمد قادری وغیرہ وغیرہ جن میں ہر ایک کی انفرادیت مسلم، ہر ایک کا انداز جدا، ہر ایک کا رنگ سبحان اللہ جو درسگاہ کی آبرو بھی تھے اور علم کی زینت اور دین کی پناہ بھی، مگر وہ جو کہا گیا ہے کہ

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور

ان کی باکرامت وبافیض درسگاہ کی جو بات تھی اس کا کماحقہ اندازہ تو انہیں باصلاحیت حضرات کو ہوسکتا ہے جنھیں اس دریائے علم وفن سے ایک جرعہ نصیب ہو گیا ہے، اس درگاہ کا ایک حسن جو میں نے محسوس کیا وہ یہ کہ طلبا کے سوالات بظاہر خواہ کتنے ہی معمولی کیوں نہ ہوں اگر حضور والا کو محسوس ہو جاتا کہ طالب علم مطمئن نہیں ہے تو پھر یہ نہیں دیکھتے کہ سوال کتنا معمولی ہے اور اس کندہ ناتراش کو مطمئن کرنے میں کتنا وقت لگے گا، سوال بار بار دہرا کر اپنی غبی الذہنی کا لاکھ مظاہرہ کیجئے مگر وہاں نہ غصہ ہے نہ جھنجھلاہٹ بلکہ اس طالب علم پر خصوصی توجہ اور بڑھ جاتی (خود راقم الحروف محمد وارث جمال قادری اس تجربے سے گذرا ہے)

ہم حضرت قبلہ سے شرح مائۃ عامل: البشیر الکامل کے ساتھ پڑھ رہے تھے بحث تھی معرب کی، جس کا آخر عوامل کے اختلاف سے بدل جائے وہ معرب ہے، میں نے عرض کیا حضور معرب کی یہی تعریف کیوں۔ اس کے علاوہ کوئی دوسری تعریف کیوں نہیں ہوسکتی؟ آپ نے اس پر روشنی ڈالی، ایک بار، دوبار، جب تیسری بار سمجھایا اور پوچھا کہ بات سمجھ میں آئی؟ میں نے نہایت صفائی کے ساتھ تیسری بار پھر عرض کر دیا حضور میں مطمئن نہیں ہوسکا۔ میرے بازو ہی میں میرے رفیق درس حضرت سید کلیم میاں جائسی بھی تھے، چونکہ وہ ساتھیوں میں کافی ذہین تھے اس لئے ان کے نزدیک یہ سوال بہت معمولی تھا وہ بار بار کان میں سرگوشی کرتے ہوئے جھنجھلا رہے تھے کہ جمال میاں اس میں کیا رکھا ہے یہ تو بہت چھوٹی سی بات ہے کیوں سبھوں کو پھنسا رکھا ہے، آپ چلیے میں کمرے میں اس کی دلیل حصر سمجھاتا ہوں لیکن میں سنی ان سنی کرتے ہوئے حضرت کے چہرے کی طرف دیکھتا رہا

ہماری تیسری بار بے اطمینانی ظاہر کرنے پر اساتذہ کرام کی عام روش کے خلاف نہ تو ناراض ہوئے نہ جھنجلائے بلکہ اس کے برعکس بڑی خوشی ظاہر کی اور مسکرائے، چابیوں کا ایک گچھ مجھے پکڑا دیا اور فرمایا: جمال میاں میرا حجرہ کھول کر ڈسک پر تحریر سعت ہے اسے اور سامنے الماری میں حاشیہ عبد الغفور ہے اس کے بازو میں خیالی ہے وہ سب اٹھا لاؤ، حسب الارشاد جب میں ساری کتابیں لے کر آیا تو انہیں میں حضرت ڈوب گئے، کلیم میاں صاحب سرگوشی کرنے لگے، چلو آدھے گھنٹے کی اور چھٹی۔ کافی دیر کے بعد جب سر اٹھایا تو چہرہ مسرت سے تمتمایا ہوا تھا، سنو جمال میاں: پھر پانچ منٹ بڑی نفیس وضاحت کی تو کلی طور پر مطمئن ہوگیا، دراصل بات یہ تھی کہ ہدایۃ النحو کمسنی ہی میں پڑھ لی تھی، ہمارے ہدایۃ النحو کے استاذ حضرت مولانا صوفی محمد صدیق صاحب بھیرہوا راج نیپالی جو اس زمانے میں مدرسہ غوثیہ فیض العلوم بوھیا ضلع سدھارتھ نگر یوپی کے صدر المدرسین تھے، انہوں نے معرب کی تعریف میں جو دلیل حصر سمجھائی تھی وہ ذہن میں مرتسم ہوچکی تھی، میں امام النحو کی بارگاہ سے اس کی تائید یا تردید چاہتا تھا، تردید تو نہیں ہو رہی تھی مگر واضح طور پر اس کی تائید بھی نہیں ہو پا رہی تھی مگر آخری بار جب حضرت نے روشنی ڈالی تو خوشی کے ساتھ اس کا اطمینان ہوگیا، ہم نے بہت پہلے معرب کو جو سمجھا تھا وہ غلط نہیں تھا، دوران درس علمائے دیوبند کی علمیت وقابلیت کا احتساب کرتے ہوئے ان کا علمی افلاس پیش کر کے یہ پڑھتے کہ ﴿ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا ﴾ تو ان نامی گرامی علمداتوں کی بے علمی پر ہم لوگوں کو ترس آنے لگتا اور جب خطباؤ واعظین پر تنقید فرماتے تو ایسا لگتا کہ اس طبقے میں اگر کوئی طبقہ گیا گذرا اور زمین کے سینے پر بوجھ ہے تو بس یہی طبقہ ہے اس وقت یہ احساس بڑا شدید تر ہو جاتا کہ پڑھ لکھ کر سب کچھ بن جاؤ مگر واعظ وخطیب نہیں۔

حضرت علامہ میرٹھی کا وفور علم:

۲ مئی ۲۰۰۳ء کو بعد نماز مغرب رضا مسجد ٹھکر کالونی کرلا ممبئی ۹ میں جماعت اہل سنت کے ایک بزرگ عالم دین اور سرزمین بہار کی مشہور علمی و دینی شخصیت پیر طریقت حضرت علامہ سید رکن الدین اصدق ایڈیٹر جام شہود بہار نے دوران گفتگو حضرت امام النحو علامہ میرٹھی علیہ الرحمہ کے وفور علمی پر ایک واقعہ بیان کر کے ہمیں خوشگوار حیرت سے دوچار کیا۔ عالم سرگوشی میں کہنے لگے مولانا وارث جمال صاحب میری ان خوش نصیب آنکھوں نے حضرت علامہ میرٹھی علیہ الرحمہ کا دیدار کیا ہے، بات ان کے انوار علمی پر ہونے لگی اور ذکر نکل آیا البشیر الکامل کا، فرمانے لگے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں میرے ہم سبق مولانا عبد الرحمن پورنوی تھے جو پوری جماعت میں کافی ذہین تھے۔ ان کی ذہانت وفطانت کا احساس اساتذہ کرام کو بھی تھا، ایک روز دوران درس امام الحکمت رازی وقت حضرت علامہ حافظ عبد الرؤف صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے سامنے بشیر الکامل کے اس مقام کو رکھ دیا جہاں حضرت علامہ میرٹھی علیہ الرحمہ نے صاحب شرح جامی حضرت علامہ جامی کے موقف کے خلاف اپنا ایک

الگ موقف اختیار کیا تھا۔

حافظ عبد الروف صاحب قبلہ علیہ الرحمہ اشرفیہ کی روح اور اپنے استاذ محترم حضور حافظ ملت کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھے، خود حضور حافظ ملت اپنے تلمیذ رشید کو بڑے فخر اور احترام سے امام الحکمت فرمایا کرتے تھے، اپنے زمانے میں وہ امام علم وفن تھے، ریاضی میں بھی انہیں دستگاہ تھی، اس فن میں آپ حضور ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین صاحب قبلہ تلمیذ رشید اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان کے شاگرد تھے، اشرفیہ مبارکپور کے سارے بالغ نظر تلامذہ ان کے حضور بہت مودب تھے، اور آپ کی ذات سے بڑی عقیدت رکھتے تھے، اساتذۂ کرام کے دلوں میں بھی آپ کا بڑا احترام تھا، خود راقم الحروف وارث جمال قادری کو جہاں حضرت علامہ میرٹھی، حضرت علامہ غلام جیلانی اعظمی، علامہ مفتی بدر الدین احمد قادری، بحر العلوم علامہ مفتی عبد المنان اعظمی، علامہ ظفر ادیبی کی درسگاہ میں بیٹھنے کی سعادت اور ان سے تلمذ حاصل ہے وہیں حضور امام الحکمت علامہ حافظ عبد الروف صاحب علیہ الرحمہ کی شاگردی کا شرف بھی حاصل ہے، اور مجھے اس کا اعتراف ہے کہ آپ درس وتدریس کے میدان میں اللہ رب العزت کی عطا سے وہ مجمع البحرین حضرت علامہ غلام جیلانی اعظمی شیخ الادب و شیخ الحدیث دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف وامام النحو حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی کے قدم بہ قدم تھے، شکل وصورت اور جثہ تو بس یوں ہی تھا، اجنبی تو انہیں عالم ہی نہیں سمجھ پاتا، مگر وہ علم کے بحر بیکراں تھے ان کی درسگاہ کی ایک ہیبت تھی اور وہاں تلامذہ کے سر ہی نہیں دل بھی جھکے رہتے تھے، بیشک ہم خود کو بہت خوش نصیب سمجھتے ہیں کہ ہمیں ایسی ذوات قدسیہ سے شرف تلمذ حاصل ہے: "فالحمد لله علی ذلك"۔

تمہاری یاد ہے میری کتاب غم کا دیباچہ
خدا رکھے یہی ٹوٹے ہوئے دل کا ہے سرمایہ

آج فتاوی رضویہ شریف کی جلد سوم، چہارم، اور پنجم جو دنیا بھر کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی خوشگوار دھڑکن بنی ہوئی ہیں اس کی تبییض واشاعت انہیں کے خون جگر کی رہین منت ہے، اور اس راہ محبت واستقامت میں بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب قبلہ ان کے معاون تھے۔

مولوی عبد الرحمن صاحب نے البشیر الکامل کے اس مقام کو حضور حافظ جی قبلہ کے سامنے رکھتے ہوئے عرض کیا کہ حضور یہاں ہم کس کے موقف کو مانیں حضرت علامہ جامی یا حضرت علامہ میرٹھی کے موقف کو؟

بڑوں کی بڑی باتیں۔ فرماتے ہیں مولوی عبد الرحمن سلمہ حضرت علامہ میرٹھی چونکہ اس وقت پورے بر صغیر ہند وپاک میں اس فن کے امام ہیں، میری یہ مجال نہیں کہ اس پر انگلی رکھوں ہم لوگوں کی خوش قسمتی سے حضور والا ابھی باحیات ہیں دونوں موقف کو حضور والا کی بارگاہ میں رکھ کر انہیں سے کوئی فیصلہ لے لو۔ آہ! یہ تھا بڑوں کا حسن ادب اپنے بڑوں کی بارگاہ میں۔

مولوی عبید الرحمن صاحب نے دونوں موقف کو بڑی تفصیل کے ساتھ لکھ کر بذریعہ ڈاک میرٹھ حضرت قبلہ کی خدمت اقدس میں بھیجا، دس دن میں جواب بھی آ گیا، آغاز میں مولوی عبید الرحمن کو بڑی دعائیں دیتے ہوئے اپنی مسرت کا اظہار فرمایا کہ اس دور میں اتنی جستجو بڑی خوش آئند ہے ﴿اللھم زد فزد﴾

پھر بڑی تفصیل وتحقیق سے اپنے موقف کی تائید میں سترہ ائمہ نحو (حضرت سید رکن الدین اصدق صاحب نے اپنے مضمون میں "ستر" [۷۰] تحریر فرمایا ہے۔ واللہ اعلم ۔مرتب) کے اقوال ان کی اصل عبارت مع حوالجات پیش فرما کر لکھتے ہیں کہ جب اس فن کے سترہ ائمہ حضرت علامہ جامی قدس سرہ السامی کے موقف کے خلاف ہیں تو میں یہاں ان کے موقف کو کیوں کر اپنا سکتا تھا۔ حضرت کی بارگاہ سے بذریعہ ڈاک آیا ہوا جواب ہم نے حضرت حافظ جی قبلہ کے سامنے رکھا تو آپ اسے ملاحظہ فرما کر خود ہی سنانے میں آ گئے کہ حضور والا تو اس میدان میں ہم لوگوں کے وہم وگمان سے بھی آگے ہیں۔

استاذی الکریم حضرت علامہ میرٹھی علیہ الرحمہ کے تعلق سے تو میری یادوں کی زنبیل اتنی بھری ہوئی ہے کہ پچاس صفحات بھی ناکافی ہوں گے، محترم مولانا ایوب اشرفی فرزند نسبتی علامہ میرٹھی کا میں نہ صرف شکر گذار بلکہ احسان مند ہوں کہ انہوں نے جہاں اپنے اخلاص پیہم سے مجھے قلم اٹھانے کے لئے تیار کیا وہیں بڑی فراخدلی کے ساتھ صفحات پیش کیے لیکن وقت بڑا مختصر دیا، ایسے وقت انہوں نے مجھ سے فرمایا جبکہ میں اپنی اکلوتی بیٹی کی شادی کی ہماہمی میں تھا صرف پندرہ دن رہ گئے تھے اور شہر میں اونٹ بدنام کے مطابق مجھے اس کا اہتمام بھی کرنا تھا، خدا کا لاکھ لاکھ وکروڑہا کروڑ شکر واحسان ہے کہ اس فریضے سے میں سبکدوش ہوں، ممبئی کی تاریخ میں وہ ایک مثالی وتاریخی شادی تھی، میرے استاذ محترم حضرت بحر العلوم علامہ مفتی عبد المنان صاحب قبلہ حفظہ اللہ بطول حیاتہ نے اس کبرسنی وکمزوری صحت کے باوجود اپنے فرزند معنوی پر ایک بڑا احسان کرتے ہوئے بہ نفس نفیس شرکت فرمائی، نکاح کی مناسبت سے ایک مختصر یادگار خطاب فرمایا اور نکاح خوانی کی عزت سے سرفراز فرمایا، ممبئی سے چالیس کلومیٹر دور ممرا کوسہ میں آزاد میدان میں سنی دعوت اسلامی کے اجتماع کے باوجود قابل ذکر علمائے کرام و ائمہ مساجد کی ایک بڑی تعداد اندازاً شرکا کی بھیڑ دیکھ کر حضور والا اپنے شاگرد کی مذہبی وسیاسی وسماجی گرفت دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور بڑی دعائیں دیں، اس خصوص میں شکر گذار ہوں حضرت کے فرزند ارجمند آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور عصائے پیری حضرت مولانا شکیب ارسلان وحضرت علامہ معین الحق علیمی صدر دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی کا کہ ان حضرات کی خصوصی توجہ اور معاونت سے حضرت قبلہ کی شرکت ممکن ہوئی، یہ حضرات حضور والا کے میمنہ ومیسرہ کی حیثیت سے تشریف لائے، اپنی بچی کی شادی میں حضرت بحر العلوم کی شرکت خصوصی نے اس تقریب میں چار چاند لگا دیے اور اس پر آج بھی میں اتنا خوش ہوں کہ ؎ بنازم خویش کہ کارے کردم

حضرت کا ایمان کامل:

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت سیدنا امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے جس دین وسنت کی اپنے زبان وقلم سے بے مثال خدمت کی اور مذہبی فتنوں کی آماجگاہ میں بڑی جانسوزی کے ساتھ مذہب اہل سنت وجماعت کی حفاظت وصیانت اور عشق رسول کی تبلیغ اور اپنے کارناموں سے امام اہل سنت "علی الاطلاق مجدد اعظم فی الآفاق ہوئے۔ اس دین وسنیت پر آپ کا ایمان کتنا کامل اور یقین کتنا محکم تھا اس کا اندازہ آپ اس سے لگائیں۔

میرٹھ شہر کی سنیت بھی گلابی تھی اور وہاں کی دیوبندیت کا حال بھی بڑا عجیب تھا، وہ لوگ بڑی پابندی کے ساتھ نیاز فاتحہ بھی کرتے تھے اور مولود شریف بھی سنتے تھے، اس کے لئے مدرسہ اسلامیہ عربی اندرکوٹ کے طلبا کے لئے آئے دن دعوت بھی کرتے تھے، بزرگوں کے مزارات پر حاضری بالخصوص کلیر شریف کے عرس میں بڑے جوش وخروش سے شرکت کرتے تھے، عرس کے موقع پر دار العلوم دیوبند کا بھی وہاں کیمپ لگتا تھا، ان معمولات اہل سنت پر عمل پیرا ہونے کے باوجود ان کی وابستگی دیوبند سے تھی اور دار العلوم دیوبند کو اپنا ادارہ سمجھتے تھے، ویسے بھی دار العلوم دیوبند اپنے آغاز سے لیکر تیس برس تک اپنے معمولات وطریقہ کار میں اہل سنت کے طریق پر گامزن تھا کہ دار العلوم دیوبند کے بانی وموسس قادری سلسلے کے مشہور علاقائی بزرگ اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ کے مرید وخلیفہ حضرت صوفی سید عابد حسین قادری علیہ الرحمہ تھے، حضرت صوفی سید عابد حسین صاحب علیہ الرحمہ کا مسلک ومشرب وہی تھا جس کی قیادت وامامت بدایوں وبریلی ومارہرہ مطہرہ وکچھوچھہ مقدسہ کے علماو مشائخ فرماتے تھے، جس میں نمایاں حیثیت بریلی شریف کو حاصل ہے۔

چنانچہ دار العلوم دیوبند تیس برس تک اپنے بانی وموسس کے طریقے یعنی طریقہ اہل سنت ہی پر گامزن تھا۔ حاشیہ

اور کون جانے دیوبند کا خانہ ساز مذہب بطور تقیہ عوام کے سامنے دیوبندیت (جو اسلام کے مقابلے میں مستقل ایک مذہب ہے) کا اظہار ویسے کرتے رہے ہوں جیسا کہ میرٹھ کے دیوبندیوں کا طریقہ رہا۔ آخر اب تک اسلام کے اندر اسلام کے نام پر جتنے بھی فرقہائے باطلہ پیدا ہوئے ہیں انہوں نے افرادی قوت تو سواد اعظم اہل سنت وجماعت ہی سے حاصل کی ہے، اسی پاک مذہب پر شب خون مارا، عوام کو اپنی طرف راغب کرنے کے لئے اول اول انہوں نے یہی طریقہ اپنایا، جب تک ان کی ذہن سازی تقیہ بازی کے ذریعہ نہیں کر لیتے اپنی وہابیت ودیوبندیت کا اظہار نہیں کرتے، کلمہ ونماز کے نام پر تبلیغی جماعت کی چلت پھرت اور ان کا چلوں پر زور دینا یہ ذہن سازی ہی کے لئے ہوتا ہے، اور جب وہ چلے کے جال میں پھنسا لیجاتے ہیں تو بڑی خوبصورتی کے ساتھ ذہن سازی کے ذریعے کل تک معمولات اہل سنت جو ایمان کا ایک حصہ تھے وہی سب

بدعت ناجائز وحرام ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ ان کے بڑے پیشوا امام الدیابنہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے مدرسہ فیض عام کانپور میں اپنایا، شروع شروع میں انہوں نے سنی مسلمانوں کے گھروں میں خوب نیاز فاتحہ میلاد شریف، پڑھا اور جب بتدریج ذہن سازی کے ذریعے کچھ لوگوں کو اپنا ہمنوا وحمایتی بنا لیا تو بڑی بے شرمی کے ساتھ اپنا چولہ بدل دیا کہ نہیں بھائی یہاں تو اب وہابی رہتے ہیں جو نیاز فاتحہ میلاد نہیں کرتے اور نہ اسے جائز سمجھتے ہیں، میلاد و فاتحہ کے لئے کہیں اور جایئے۔

دامن پہ کوئی چھینٹ نہ خنجر پہ کوئی داغ
تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو

میرٹھ کی سنیت بھی کسی قدر رنگ لائی تھی اس کا اندازہ اس سے لگائیں، دوران تعلیم درسگاہ ہی میں ایک دن استاذی الکریم حضرت علامہ میرٹھی نے فرمایا کہ آج ایک رئیس کی دعوت پر ان کے گھر پہونچا تو وہ بہت پرتپاک انداز میں ملے اور کہنے لگے کہ اے کاش صرف دس منٹ پہلے آپ آگئے ہوتے تو بہت اچھا ہوتا کہ سنیت وہابیت کا مسئلہ جو کئی نسلوں سے سوہان روح بنا ہوا ہے، اور آئے دن اس سلسلہ میں جھگڑے واختلاف ہوتے رہتے ہیں، آپ کے آنے سے صرف دس منٹ پہلے قاری طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند اٹھ کر گئے ہیں، اگر آپ دس منٹ پہلے آگئے ہوتے تو دونوں کی ملاقات ہو جاتی اور نازک مسئلے کا کوئی حل ضرور نکل آتا کہ جہاں قاری طیب صاحب وہابیوں کے سب سے بڑے عالم ہیں وہیں آپ جماعت اہل سنت کے بڑوں میں ہیں، میں نے ان سے کہا ارے بھائی ہم دونوں کی ملاقات سے اس مسئلے کا حل نکل سکتا ہے وہ بھی صرف دس منٹ میں اگر قاری صاحب چاہیں تو ابھی تو وہ شہر ہی میں ہوں گے۔ انہوں نے بڑی حیرت سے کہا ہاں ابھی وہ شہر ہی میں ہیں مگر اس مسئلے کا حل صرف دس منٹ میں کیسے نکل سکتا ہے، جو کئی نسلوں سے میدان کارزار بنا ہوا ہے اور آئے دن اس کے لئے مباحثہ مناظرہ مجادلہ تک ہوتا رہتا ہے اس کا حل دس منٹ میں کیسے؟ میں نے بڑے اطمینان کے ساتھ ان سے کہا کہ اگر واقعی قاری طیب صاحب خلوص دل سے اس اختلاف کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو بے شک دس منٹ میں ختم ہو سکتا ہے، وہ اس طور پر کہ آپ ہم دونوں کو ہزاروں لوگوں کے سامنے بٹھا کر آدھا آدھا سیر سنکھیا زہر گھول کر ہم دونوں کو ایک ساتھ دیں اور ہم عوام کے ساتھ اپنے اپنے حصے کا زہر اس اعلان کے ساتھ پئیں کہ حق جس کے ساتھ ہے یہ زہر اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اگر حق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے ساتھ ہے تو مجھے کچھ نہیں ہوگا اور اگر حق علمائے دیوبند کے ساتھ ہے تو قاری طیب صاحب کو کچھ نہیں ہوگا۔ میری اس تجویز سے وہ گھبرا گئے نہیں حضرت ایسا کیسے ہو سکتا ہے یہ تو بڑی خطرناک بات اور پھر قانونا جرم بھی ہے حکومت بھی ایسا نہیں کرنے دے گی، فقیر نے فوراً دوسری تجویز پیش کر دی کہ ہم دونوں کو میرٹھ کے گھنٹہ گھر کی بلندیوں پر کسی طرح چڑھا دو ہم اس اعلان کے ساتھ زمین پر کودیں کہ جس کا مذہب حق ہوگا اسے بالکل چوٹ نہیں آئے گی اور باطل کا تیا پانچہ

ہو جائے گا وہ رئیس پھر گھبرا گئے ارے نہیں صاحب یہ تجویز بھی بڑی خطرناک ہے، فقیر نے فوراً تیسری و آخری تجویز پیش کی کہ میرٹھ کے فلاں میدان میں (حضرت نے میدان کا نام لیا تھا کافی دن ہو گئے نام یاد نہیں رہ گیا) ہزاروں مسلمانوں کے ساتھ فقیر اپنے اہل وعیال کو لے آتا ہے اور قاری طیب اپنے اہل وعیال کو لیکر آ جائیں اور وہیں مباہلہ ہو جائے، تھوڑی ہی دیر میں اللہ تعالیٰ حق اپنے بندوں کے سامنے ظاہر کر دے گا اور آئے دن کے اختلافات ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں گے، وہ رئیس صاحب میری اس تجویز سے بہت خوش ہو گئے اور کہا ہاں یہ کوئی بات ہوئی، میں قاری صاحب سے طے کر یہ تجویز ان کے سامنے رکھ کر آپ کو اطلاع دیتا ہوں، میں نے چلتے چلتے بطور پیش گوئی کہا یہ بھی سن لیجئے کہ قاری طیب اس پر بھی تیار نہیں ہوں گے، کچھ دنوں کے بعد وہ ملے اور بڑی ندامت سے کہنے لگے حضرت میں نے بڑی کوشش کی کہ قاری طیب صاحب آپ کی تجویز مان لیں مگر آپ کی پیش گوئی کے مطابق وہ اس پر بھی تیار نہیں ہوئے، الٹا مجھے ہی سمجھاتے رہے کہ ان سب کے چکر میں آپ نہ پڑیں، میں نے کہا بھائی، اب تو آپ کی آنکھیں کھلنی چاہئیں کہ حق کس کے ساتھ ہے، اعلیٰ حضرت بریلوی کی طرف یا علمائے دیوبند کی طرف؟

جی چاہتا ہے آئیں حقائق کی دھوپ میں
سایہ فگن سروں پہ انا کا شجر بھی ہے

میں نے حیرت سے عرض کیا حضور اگر قاری طیب صاحب تیار ہو جاتے تو کیا واقعی آپ سنکھیا زہر پی لیتے، آپ نے غور سے مجھے دیکھتے ہوئے فرمایا: جمال میاں بے شک میں تو آج بھی تیار ہوں، اور اس زہر سے میرا کچھ نہیں بگڑتا کہ میرا نہ صرف ایمان بلکہ اسپر اطمینان ہے کہ جس دین وسنیت پر ہم قائم ہیں یہی حق ہے، پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زہر خوری کا واقعہ بڑی تفصیل سے بتاتے ہوئے فرمایا: جب اس زہر ہلاہل سے انہیں کچھ نہیں ہوا تو میں بھی انہیں کا غلام ہوں اسی مذہب حق کے لئے اتنا بڑا قدم اٹھاؤں گا تو مجھے بھی کچھ نہیں ہوگا۔

بیعت و ارشاد

سراوے شریف کے حافظ صاحب قبلہ علیہ الرحمہ سے آپ کی عقیدت و وابستگی جس منزل پر تھی گذشتہ صفحات کے مطالعہ سے اس کا ایک اندازہ ہو چکا ہوگا، ان کی بارگاہ میں آپ کا حسن ادب اور عقیدت واحترام تو آپ ملاحظہ ہی کر چکے ہیں مگر بیعت جسے کہتے ہیں اس میں آپ کی وقت نظر غیر معمولی تھی، عقیدت واحترام اپنی جگہ مگر نقد جاں کی سپردگی ایک الگ چیز، بیعت کی حقیقت تو یہ ہے کہ

بک گئے جس کے ہاتھوں بک ہی گئے
یہ نہیں ہے تو رسم بیعت کیا

یہاں تو دست مرشد کے مقابلے میں دست خضر کا نوی چیز ہوتی ہے، یہاں تو مخدوم بہار حضرت یحیٰی منیری کے مرید کا کردار ہی راہنما بنتا ہے کہ دریا میں ڈوب رہا ہے، حضرت خضر دستگیری کے لئے تیار کھڑے ہیں مگر ہاتھ حضرت کے ہاتھ میں اس لئے نہیں دے رہا ہے کہ وہ ہاتھ تو یحیٰی منیری کو دے چکا تھا۔

آخر کار بکے تو ایسے ہاتھوں پر جو ان کے علم وفضل علو مرتبت اور بلند قامت شخصیت کے شایان شان تھا جس کے دامن سے وابستہ اعاظم رجال کا ایک ایسا سلسلۃ الذہب تھا جو ان کے زمانے میں کسی اور کو میسر نہیں تھا، اور تو اور ہیں اس حسن خوباں کو دیکھ کر تو وقت کا مجدد اعظم بھی تحسین ومرحبا کہہ اٹھا۔

اشرفی اے رخت آئینۂ حسن خوباں

اے نظر کردۂ و پروردۂ سہ محبوباں

مرشد کی بارگاہ کی بلندیوں کا اندازہ کرنے کے لئے مسترشد کی نیازمندیاں کافی ہیں، ملاحظہ ہو:

"قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین ملجاؤ ماوائے بے کساں، مرجع وملاذ کاملاں اشرف المشائخ سیدنا ومولانا الشاہ سید علی حسین اشرفی کچھوچھوی قدس سرہ القوی کے دست حق پرست پر بریلی شریف میں بموقع عرس رضوی ۱۹۲۲ء میں شرف بیعت حاصل ہوا، اور دار الخیر اجمیر شریف میں ۱۲ رذی الحجہ ۱۳۵۰ھ خلافت سے نوازا تھا، خلافت نامہ کے ساتھ ایک کلاہ اور ایک استعمالی جبہ بھی عطا فرمایا جس کے متعلق اہل خانہ کو وصیت کردی ہے کہ میرے کفن میں شامل کردیا جائے کیونکہ بزرگان دین کے ملبوسات شامل کفن کرنا مسنون ہے"

(دیباچہ بشیر القاری ص ۱۷)

مجدد سلسلہ اشرفی شیخ المشائخ حضرت سید علی حسین اشرفی جیلانی سے بیعت اور پھر مرشد کامل کی بارگاہ سے اجازت وخلافت حاصل کر کے اس سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی بن گئے جس میں بڑے بڑے اصحاب فضل وکمال وارباب شرف ومجد شامل ہیں جن کی یکتائی وبے نظیری اور جن کی امامت وقیادت وسیادت کا دبدبہ آج بھی دلوں پر قائم ہے۔

صدر الافاضل فخر الاماثل امام المفسرین سلطان المناظرین سید المتکلمین حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، شیخ الانام حجۃ الاسلام، امام العلماء، آیۃ من آیات اللہ حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد حامد رضا خاں بن سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی، قطب مدینہ سلطان المشائخ حضرت علامہ مفتی ضیاء الدین مہاجر مدنی، مبلغ اسلام عبقری الشرق حضرت علامہ مفتی محمد عبد العلیم صدیقی میرٹھی، امام التارکین سلطان العلماء حضور مجاہد ملت حضرت علامہ مفتی شاہ محمد حبیب الرحمٰن قادری عباسی رئیس اعظم اڑیسہ وصدر آل انڈیا تبلیغ سیرت، شمس العلماء حضرت علامہ قاضی شمس الدین جونپوری، معمار اعظم جلالۃ العلم حضور حافظ ملت محدث مراد آبادی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، سلطان المناظرین امین شریعت حضرت علامہ مفتی رفاقت حسین صاحب مفتی اعظم

کانپور، امام المعقولات حضرت علامہ محمد سلیمان بھاگل پوری، مبلغ اعظم حضرت مولانا قطب الدین برہمچاری، فخر العارفین حضرت علامہ فاخر الہ آبادی، مخزن اسرار معقول ومنقول حاوی فروع واصول مطلع العلوم، مجمع النجوم، عالم باعمل، فاضل بے بدل، منبع الاخلاق، مصدر الاحسان، شیخ الاساتذہ، سند المحققین، تاج العلماء، امام النحو، صدر العلما سیدی وسندی واستاذی حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی قدست اسرارہم، یہ وہ اعیان اہل سنت و اساطین امت ہیں جن کی مثال زمانہ پیش کرنے سے قاصر ہے، ایسے کاملین کا اعتراف ورجوع اوران کی بارگاہ سے وابستگی شیخ المشائخ حضور اشرفی میاں اشرفی جیلانی کی عظمتوں کی مشیر ہے کہ ''جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے'' اوراسی سے ان کے چمن زار ہستی کا اندازہ ہوتا ہے۔ ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

سلسلۂ بیعت وارشاد!

بیشک آپ کے ایک مرشد کامل تھے اوراس بارگاہ سے اجازت وخلافت بھی حاصل تھی اورخود علم وفضل شرف ومجد کے ایسے بلند منصب پر تھے کہ جانے کتنے پیران طریق ان کے قدموں تک پہونچنے ہی کو اپنی معراج سمجھتے، بیعت وارشاد (پیری مریدی) کے لئے جس جوہر گراں مایہ اوراوصاف حمیدہ کی ضرورت تھی ان سے وہ آراستہ پیراستہ تھے، علم وفضل ایسا کہ جس کی نوبت رہتی دنیا تک بجتی رہیگی، شرف ومجد ایسا کہ اس خصوص میں بھی وہ گل سرسبد تھے، جمال وزیبائی ایسی کہ ؎

ذکر جب بھی غزالان چمن کا نکلا
بات پہونچی تیری قامت زیبائی تک

وجاہت وجلالت شان ایسی کہ
تجھ کو دیکھوں کہ تجھ سے بات کروں

یکتائی و بے نظیری کا عالم یہ ہے کہ
وہ بھیڑ میں بھی جائے تو تنہا دکھائی دے

تو پھر آپ نے اس کوچے میں قدم کیوں نہیں رکھا، جبکہ ان کے ساتھ ''مریدان پرانند'' والی بات بھی نہیں تھی۔

بات یہ تھی کہ جس کا معیار علم وفضل اتنا بلند ہو کہ سیکڑوں قابل ذکر تلامذہ میں سے صرف چند کو ہی اپنی سند دی ہو کہ بعد کے تلامذہ خاص کو بھی اپنی سند علمی کے معیار کے لائق نہیں سمجھا، عمر کی آخری سانس تک وہ درس وتدریس ہی سے وابستہ رہے، برسوں بڑی عرق ریزی کے ساتھ انہیں پڑھایا مگر دستار فضیلت کے لئے بریلی

شریف، جامعہ نعیمیہ مرادآباد، یا دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور کے لئے مشورہ دیکر انہیں رخصت کردیتے اور جب متعلقہ اداروں کو یہ حقیقت معلوم ہوتی کہ یہ حضرت صدرالعلما کی بارگاہ سے آیا ہے تو خوش ہوکر اس انداز میں پذیرائی کرتے کہ گویا ع

بیا بیا عراقی تو ز خاصگان مائی

تو جو اپنے تلامذہ کو صرف اس احساس کے تحت اپنی سند علمی نہ دے کہ وہ ہماری سند کا متحمل نہیں وہ بھلا پیری مریدی کیسے کرسکتا تھا کہ یہ پیشہ بھی بساط سیاست کی طرح بکل، بل، چھل چاہتا ہے، اور یہی ہنر ان کے پاس نہیں تھا، وہ اپنے گردوپیش دیکھ رہے تھے کہ ـــ

قم باذن اللہ جو کہتے تھے وہ رخصت ہوئے
خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گور کن

قطب عالم حضور مفتی اعظم ہند بریلوی علیہ الرحمہ جو علم وفضل کے ساتھ ہی اقلیم روحانیت کے بھی تاجدار ہیں اس تعلق سے ان کے محسوسات بھی تو کچھ اس نوعیت کے ہیں ـــ

ہیں صفائے ظاہری کے ساز وساماں خوب خوب
جس کا باطن صاف ہو وہ باصفا ملتا نہیں
ہے ریا کاروں کا شہرہ اور ریاکاری کی دھوم
بوریائے فقر بھی اب بے ریا ملتا نہیں

جس زمانے کے یہ محسوسات ہیں اس زمانے کا عام مسلمان بھی خوف خدا، دین پسندی اور پرہیزگاری میں (آج کل کے جو خاصان خدا کا نمود لئے ہوئے ہیں) ان سے کہیں زیادہ تھا اور اب عوام کی تو بات ہی کیا جب خواص ہی خوف خدا اور فکر آخرت کو ثانوی چیز سمجھنے لگے۔ جس طرح ایک دنیادار خوف خدا سے بے نیاز ہوکر حصول دنیا کے لئے کچھ بھی کرنے کو تیار ہے، اسی طرح آج کے طبقۂ خاص کی اکثریت لباس خضر میں اہل دنیا کو پچھاڑنے کی تمام ترکل، بل، چھل اپنائے ہوئے ہے جنہیں دیکھ کر وہ سکتے میں ہیں کہ اگر یہی دینداری ہے تو پھر دنیاداری کس چڑیا کا نام ہے ـــ

اس راز کو فاش کر اے روح محمد
آیات الٰہی کا نگہبان کدھر جائے

اس طبقۂ خاص میں جو ابتری پیدا ہو چلی تھی اس کے لئے ڈاکٹر اقبال کی بے چینیوں کو بھی نظرانداز نہیں کیا جاسکتا ہے ـــ

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی
گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن

شہری ہو دیہاتی ہو مسلمان ہے سادہ
مانند بتاں پجتے ہیں کعبے کے برہمن
نذرانہ نہیں سود ہے پیران حرم کا
ہر خرقۂ سالوس میں بیٹھا ہے مہاجن
میراث میں آئی ہے اسے مسند ارشاد
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

علامہ دہر وفرید عصر کی آخری آرام گاہ

نصف صدی تک اپنے علم وفن سے تشنگان علوم اسلامیہ کو سیراب کرنے والا اور اپنے بعد بھی مدارس دینیہ کے طلبا واساتذہ کی عقدہ کشائی ہی نہیں بلکہ ان پر احسان کرنے والا وہ آفتاب فضل وکمال ۲۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ میں غروب ہوکر میرٹھ ہی کی سرزمین پر نواب میرٹھ کے ایک خصوصی قبرستان میں آسودۂ خاک ہوا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

﴿مضت الدهور و ما اتين بمثله﴾ ﴿و لقد اتیٰ فعجزن عن نظرائه﴾

تشکر وامتنان:

سیدی وسندی استاذی الکریم حضرت اقدس بابرکت علامہ مفتی الشاہ السید غلام جیلانی میرٹھی کی پر عظمت بارگاہ میں ایک مختصر قلم برداشتہ نیاز مندیاں ہیں، تنگئ وقت کے سبب نظر ثانی کا موقع نہیں مل سکا کہ ایسے نازک موقع پر مجھے حضرت مولانا محمد ایوب اشرفی نے آمادہ کیا جبکہ میری اکلوتی بیٹی کی شادی میں صرف ۱۵ دن رہ گئے تھے، چونکہ حضور والا کے تعلق سے کوئی قابل ذکر تحریر مقالے، یا کتاب اب تک نگاہ سے نہیں گذری تھی، جس کا بڑا قلق تھا، جس کا اظہار میں نے حضرت مولانا سید انور چشتی پھپھوند شریف وحضرت مولانا اسید الحق صاحب ازہری (جو حضرت علیہ الرحمہ کے نواسے ہیں) سے بھی کیا تھا یہ قرض تو مجھ پر بھی تھا کہ ان کے سیکڑوں تلامذہ کی طویل فہرست میں میرا بھی نام تھا، یہی وجہ ہے کہ ایسی شدید مصروفیات والجھنوں کے باوجود انہیں ایام میں قلم اٹھانے کی سعادت ہوئی جس پر اپنے رب کا بڑا شکر گذار ہوں، اور غالباً اسی کی برکت بھی ہے کہ میری بچی کی شادی بڑی تاریخی شادی ہوئی، بڑی عزت وآبرو کے ساتھ اس عظیم مرحلے سے میں سرخرو اور کامیاب ہوا، فالحمد للہ رب العلمین، علماء کرام، مشائخ عظام، سیاسی وسماجی قائدین وعمائدین شہر کے اژدہام میں استاذی الکریم بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب قبلہ مبارک پوری مدظلہ العالی نے نکاح خوانی کی عزت سے سرفراز فرمایا اور دولہا دولہن کو اپنی دعاؤں سے نوازا۔

اس مختصر عقیدت نامے میں اگر کوئی کمی نظر آئے تو اسے میری ذات کی طرف منسوب کردیں اور کوئی حسن محسوس کریں تو اسے حضرت علیہ الرحمہ کی روحانیت اور آپ کے فرزند نسبتی محترم ومکرم مولانا محمد ایوب صاحب اشرفی سنبھلی کے اخلاص بے کراں کی طرف منسوب فرمائیں، جو اس وقت حضرت علامہ میرٹھی علیہ الرحمہ کے حوالے سے ہم سب کے محسن ہیں، سواد اعظم اہل سنت وجماعت پر عموماً اور ہم سب فرزندان معنوی وصلبی پر جو

فرض وقرض تھا انہوں نے حضرت کی روحانیت کی مدد اور اللہ تعالیٰ کے فضل وعطا سے اتار اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم سعادت ان کے حصے میں ودیعت فرمائی، بہر حال یہ ایک کارنامہ ہے جو انہوں نے انجام دیا۔ دیر آید درست آید، کے مطابق جہاں حضرت کے تعلق سے کچھ نہیں تھا وہاں یہی بہت کچھ ہے اور انشاء المولیٰ تعالیٰ حضرت کی حیات و خدمات کے بہت سارے گوشے سامنے آئیں گے، ہم سبھوں کی طرف سے محترم ومکرم حضرت علامہ مولانا محمد ایوب اشرفی صاحب سنبھلی مقیم انگلینڈ بے پناہ مبارک باد و شکریے اور دعاؤں کے مستحق ہیں۔ مولیٰ عزوجل اپنے حبیب رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل دنیا و آخرت کی سرفرازیاں عطا فرمائے۔ آمین۔

---

۱ (اس تعلق سے ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم استاذ جامعہ ملیہ ہمدرد دہلی کی مشہور کتاب ''دار العلوم دیوبند کا بانی کون؟'' ملاحظہ فرمائیں۔۔جمال قادری)

۲ (اس پر تفصیلی گفتگو دیکھیے ہماری کتاب ''کیا اسلام میں بریلوی کوئی فرقہ ہے؟''

دعا گو و دعا کا طالب:

محمد وارث جمال قادری

صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت ممبئی

پتہ: یوپی اسٹیل مارٹ ۱۵۱/۵۳ پائپی روڈ دوٹانکی ممبئی

۴۰۰۰۰۳



نحمدہٗ ونصلی علی رسوله الکریم

صدر العلماء کی شخصیت کے چند روشن پہلو

صاحبزادہ حضرت علامہ سید وجاہت رسول قادری
صدر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل (کراچی، پاکستان)

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ایک عالم کی فضیلت وکرامت کا دارمدار تین امور پر ہے۔

(۱) تقویٰ (۲) علم (۳) عمل

اللہ تبارک تعالیٰ کا یہ ارشاد: ﴿واتقوا الله ط وَ یُعَلِّمُکم الله﴾
(اور اللہ سے ڈرو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے) (۱) اس سلسلے میں نص ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اسی مفہوم کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"دین اسلام کے تین حصے ہیں۔ ۱۔ علم ۲۔ عمل اور ۳۔ اخلاص

یہ تینوں اجزاء متحقق ہوں تو دین قائم ہوتا ہے۔ دین میں ہر چیز کا مقصود رضائے حق ہے اور یہ اس وقت ہی ممکن ہے جب روحانی مراکز شریعت کے خادم ہوں۔ روحانی مراکز میں وہ طریقے جو تقلید شخص سے الگ ہو کر اختیار کئے جائیں وہ گمراہی میں اضافے کے علاوہ کچھ نہیں" (۲)

اس لئے کہ تقوی اور اخلاص فی اللہ کے بغیر علم حقیقی ونورانی کا حصول ممکن ہی نہیں۔ اور اگر اس وصف کے بغیر کوئی انسان علم کے نام پر کچھ حاصل کر بھی لے تو وہ علم ہوگا جس پر عمل کرنے سے ہاروت وماروت باز رہنے کو فرماتے تھے۔ یعنی سفلی اور غیر نافع ہوگا۔ جو فرد اور معاشرے دونوں کے لئے تباہ کن ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے علم (غیر نافع) سے پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی ہے۔ (۳)

اسی طرح عمل کے بغیر علم غیر نافع ہے۔ اس کی مثال اس درخت کی سی ہے جو بغیر پھل اور بغیر سائے کے ہو۔ اور جو عالم علم کے فیوض وبرکات سے پہلے خود اپنے ظاہر وباطن کو مزین کرے، یعنی وہ علم وعمل کا مجسمہ ہو تو

اللہ علیم وخبیر اس پر علوم ومعرفت اور اسرار ومعانی کی وہ راہیں کھول دیتا ہے جو اس کے خواب وخیال میں بھی نہیں ہوتیں۔

ارشاد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے:

﴿وَمَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ اَوْرَثَهُ اللّٰهُ عِلْماً مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ (٤)

جو اپنے علم کے مطابق عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ان علوم ومعارف کا وارث بنا دیتا ہے جو وہ پہلے نہیں جانتا تھا۔

یہ طریقہ علم کے حصول کے لئے بہت آسان اور موثر طریقہ ہے۔

حضرت ابراہیم ادہم قدس سرہ العزیز کا ایک قول بھی اسی مفہوم کا غماز ہے۔

﴿اَنْتَ لَا تَعْمَلُ بِمَا تَعْلَمُ فَكَيْفَ تَطْلُبُ عَمَلاً مَا لَا تَعْلَمُ﴾ (٥)

یعنی جس چیز کا تجھے علم ہے جب تو اس پر عمل نہیں کرتا تو وہ کیوں مانگتا ہے جس کا تجھے علم نہیں۔

مقصد یہ ہے کہ جو چیز تو جانتا ہے جب تو اس پر عمل کرے گا تو اس کی برکت سے وہ چیز بھی تجھے حاصل ہو جائے گی جس کا تجھے علم نہیں۔

علم کا قریب ترین رشتہ عمل سے ہے اور عمل کا تعلق اخلاص (تقوی) سے ہے، جب کہ اخلاص یہ ہے کہ بندہ اپنے علم وعمل کے ساتھ اپنے معبود حقیقی کی خوشنودی حاصل کرے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسے ہی بندوں کو فرشتوں کے بعد اپنے بندوں میں سب سے افضل اور دینی اعتبار سے اعلیٰ رتبہ رکھنے والا قرار دے کر خود اپنی وحدانیت پر فرشتوں کے بعد خاص گواہ ٹھہرایا:

﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ﴾ (٦)

اور اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہو کر۔

جبکہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

علماء انبیاء کے وارث ہیں (۷)

مذکورہ آیت کریمہ اور حدیث مبارکہ پر تبصرہ فرماتے ہوئے صاحب کتاب اللمع فرماتے ہیں: ''اللہ کے نیک بندوں کی تین قسمیں ہیں: محدثین، فقہاء اور صوفیاء۔ اور انہیں تین اقسام کے لوگوں کا تعلق ''اولو العلم قائما بالقسط'' سے ہے جو کہ انبیاء کرام کے وارث ہیں۔ کیوں کہ کتاب اللہ کے مضبوطی سے تھامنے والے اتباع رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مجاہدہ کرنے والے صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کی پیروی کرنے والے اور اس کے متقی پسندیدہ بندوں کے راستہ پر چلنے والے یہی لوگ ہیں۔ (۸)

ایسا ہی عالم، صاحب فہم وفراست اور صاحب نظر وبصیرت ہوتا ہے کہ وہ کلام کو بھی سمجھتا ہے اور متکلم کو بھی، یعنی کلام کے ظاہری معانی بھی اچھی طرح سمجھتا ہے اور اس کے باطنی اور مرادی معنی کا بھی بدرجہ اتم ادراک رکھتا ہے، درحقیقت انہی خصوصیات کا حامل عالم، علوم انبیاء کا وارث ہوتا ہے اور وہی مسند درس وتدریس اور رشد وہدایت پر بیٹھنے کا اہل ہے۔ ہمارے ممدوح، استاذ الاساتذہ، صدر العلماء والمدرسین حضرت العلام مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی قدس سرہ السامی انہی مذکورہ بالا اوصاف حمیدہ کے حامل علمائے ربانیین میں سے تھے۔

اس فقیر قادری کو کبھی صدر العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان سے بالمشافہ ملاقات کا شرف تو حاصل نہ ہوسکا، لیکن والد ماجد حضرت مولانا سید وزارت رسول قادری علیہ الرحمہ، استاذ گرامی فضیلۃ الشیخ استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث والتفسیر علامہ مولانا ابوالفتح محمد نصر اللہ خاں الافغانی حبیبی قصی حفظہ الباری اور دیگر علماء سے صدر صاحب کی شخصیت، ان کے علم وفضل اور محامد ومحاسن کے متعلق بالواسطہ بہت کچھ سن رکھا ہے۔ یہ ناچیز برادر دینی وتیقنی، محقق تراث الاسلامی، ادیب شہیر، خطیب خوش بیان، شاعر بزم صدق وصفا، صاحب طرز اور نکتہ سنج قلمکار، حضرت مولانا محمد منشا تابش قصوری مدظلہ العالی کا ممنون ہے کہ انہوں نے حضرت صدر العلما پر دعوت تحریر دے کر ایک ہیچمداں کو بھی ایسی جامع العلوم شخصیت کے مدح خوانوں کی صف نعال میں شامل ہونے کی سعادت بخشی۔

ان کے معاصرین علمائے کرام، ان کے تلامذ اور تلامذۃ التلامذہ نے صدر العلماء کی شخصیت اور ان کے علمی ودینی کارناموں کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے اور وہ ان کا حق تھا۔

راقم اس وقت صدر صاحب کی شخصیت کے چند روشن پہلوؤں پر روشنی ڈالے گا جس کا تعلق مشاہدات سے ہے۔ اور جو میں نے اپنے والد گرامی علیہ الرحمہ اور استاذ گرامی قبلہ شیخ الحدیث علامہ ابوالفتح محمد نصر اللہ خاں الافغانی مدظلہ العالی سے روایتاً سماعت کئے ہیں اور میرے خیال میں شاید کسی اور جگہ مذکور نہ ہوں۔

صدر العلما اپنے معاصرین علماء وتلامذہ میں صدر صاحب کے نام سے جانے پہچانے جاتے تھے۔ آج بھی میرٹھ شہر میں اگر کسی شخص سے پوچھا جائے کہ صدر صاحب کا مزار کہاں ہے۔ تو لوگ ان کے مزار تک رہنمائی کردیں گے۔ فقیر کے والد ماجد علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ ان کو یہ لقب صدر المدرسین ہونے کی بنا پر نہیں ملا۔ حالانکہ یہ بھی ایک اتفاق ہے کہ وہ جس دار العلوم میں بھی رہے، صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز رہے، لیکن وہ اپنی شخصی وجاہت اور علمی دبدبہ کی بنیاد پر صدر صاحب مشہور ہوئے، چونکہ وہ جس محفل ومجلس میں ہوتے اپنی ظاہری وجاہت، سنجیدگی ومتانت اور عالمانہ گفتگو اور اس پر طرہ یہ کہ سادات کرام سے نسبی تعلق کی بنا پر صدر مجلس ہی سمجھے جاتے تھے۔ اس لئے عوام تو عوام خواص میں بھی صدر صاحب سے موصوف تھے، وہ فرماتے تھے کہ صدر العلما نے جب ان کے پیر ومرشد حجۃ الاسلام علامہ مولانا حامد رضا خاں (عرف بڑے مولانا صاحب) علیہ الرحمۃ سے منظر اسلام سے دستار فضیلت حاصل کی اس وقت غیر منقسم ہندوستان میں بڑے افاضل علماء موجود تھے جو علم صرف ونحو

میں کمال درجہ دسترس رکھتے تھے۔ صدر العلماء نے مسند درس وتدریس سنبھالی تو چند ہی برسوں میں پورے ہندو ستان میں امام النحو کی حیثیت سے ان کا شہرہ ہو گیا اور ملک کے طول وعرض سے تشنگان علم کشاں کشاں آپ کے پاس آنے لگے۔ حتی کہ دیوبندی مدارس سے بھی طلباء حصول کے لئے آنا شروع ہو گئے یہ ان کی تدریسی صلاحیت کا صرف ایک پہلو تھا۔ فی الحقیقت وہ تمام علوم متداولہ عقلیہ ونقلیہ کے ماہر تھے۔ صدر صاحب کی عادت کریمہ تھی کہ وہ اکثر مختلف موضوعات پر سوال بنا کر دار العلوم دیوبند کے تمام اساتذہ کو وقتی بھجواتے اور ان سے جواب طلب کرتے۔ لیکن وہاں سے سوائے خاموشی کے کوئی جواب نہ تھا۔ آج سے تقریباً ۲۷ سال قبل اس مسئلہ پر کہ امام مصلی پر موجود ہے اور اقامت پڑھی جارہی ہے تو امام کن کلمات پر اور مقتدی کن کلمات پر اٹھیں گے۔ صدر العلما نے دیوبندیوں کے مفتیوں کے پاس استفتاء جواب کے لئے بھجوایا تھا۔ بعد میں صدر صاحب نے اپنی حیات میں اسے اشتہار کی صورت میں شائع کروا کر تقسیم کیا تا کہ عوام الناس اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اس کی نقل اس مقالے کے ساتھ منسلک ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ مفتی دیوبند اس موضوع کی گرفت سے قدرے بے بس نظر آتے ہیں۔ اس اشتہار میں صدر صاحب کی طرف سے چیلنج تھا کہ اگر دیوبندی اس کا صحیح جواب دیدیں تو انہیں ایک ہزار روپیہ نقد انعام دیا جائے گا، لیکن مفتیان دیوبند آج تک جواب نہ دے پائے۔ اس سو سالہ پرانے اشتہار کی فوٹو سٹیٹ استاذ گرامی حضرت علامہ ابو الفتح محمد نصر اللہ خاں مدظلہ العالی کی وساطت سے فقیر کو حاصل ہوئی جسے قارئین کی تفنن طبع کے لئے پیش کیا جارہا ہے۔

استاذ گرامی شیخ الحدیث علامہ ابو الفتح علامہ نصر اللہ افغانی دامت برکاتہم العالیہ اس سلسلہ میں اپنا مشاہدہ تحریر فرماتے ہیں: ”عرصہ دراز سے میرے دل میں فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت از بر طور پڑھنے کا شوق وذوق موجزن تھا، چنانچہ اس بارے میں اپنے استاذ گرامی شمس العلماء مولانا نظام الدین قدس سرہ السامی سے عرض کیا، آپ نے اس وقت کے اشہر مشاہیر عالم ملک العلما مولانا ظفر الدین احمد بہاری علیہ الرحمہ کو ایک خط تحریر کیا کہ مولانا محمد نصر اللہ خاں میرے ارشد تلامذہ میں سے ہیں، آپ سے یہ فواتح پڑھنا چاہتے ہیں، لہٰذا آپ اس کے لئے انھیں وقت عطا فرمادیں، جواباً ملک العلماء نے اپنی بیماری اور کمزوری کی بناء پر معذرت تحریر فرمائی۔ بعدہ میں نے رئیس المناظرین مفتی رفاقت حسین علیہ الرحمہ سے ملاقات کی اور اس بارے میں رہنمائی طلب کی۔ آپ نے فرمایا ملک العلماء کے بعد فواتح الرحموت پڑھانے والے صرف دو عالم میری نظر میں ہیں، ان میں ایک ہندوستان میں ہیں اور ان کا نام صدر العلماء والمدرسین حضرت مولانا علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی صاحب ہیں جو میرٹھ میں ہیں۔ اور دوسرے قبلہ شیخ الحدیث علیہ الرحمہ حضرت علامہ مولانا سردار احمد صاحب لائل پور پاکستان میں ہیں۔ میں نے عرض کیا حضرت میں پاکستان نہیں جاسکتا تو مفتی صاحب قبلہ نے صدر العلماء کے نام سفارشی خط لکھ دیا اور فرمایا آپ ان کے پاس میرٹھ چلے جائیں اور مزید فرمایا کہ مولانا محمد نصر اللہ یاد رکھئے کہ

مولانا سید غلام جیلانی صاحب جس طرح نسل کے اعتبار سے بادشاہ ہیں اسی طرح ان کا مزاج بھی ہے۔ قبلہ مفتی رفاقت حسین علیہ الرحمہ نے مجھے اپنے سفارشی خط میں مولانا نظام الدین بہرامی علیہ الرحمہ کا شاگرد رشید تحریر کیا تھا، صدر صاحب خط پڑھ کر بہت خوش ہوئے اور شفقت فرمائی اور فرمایا بہت دنوں بعد پرانے زمانہ کا کوئی طالبعلم آیا ہے لیکن مولانا میں آپ کو اس شرط پر پڑھاؤنگا کہ آپ مدرسے کے طلباء کو پڑھائیں گے اور وقت بھی آپ کو فواتح الرحموت پڑھانے کے لئے آدھے گھنٹے کا دونگا اور وہ بھی آدھی رات کو۔ حضرت نے میری اس قدر ہمت افزائی اس لئے فرمائی کہ میرا تعلق شاگردگی شمس العلماء حضرت مولانا نظام الدین قدس سرہ السامی سے تھا، اس وقت پوری یوپی میں حضرت مولانا نظام الدین کا بڑا شہرہ تھا، وہ اپنی فہم روشن اور عقل وخرد کی تابانی کے لحاظ سے بہت مشہور ممتاز اور مشار الیہ تھے اور ان کے متعلق جید علماء میں یہ مقولہ زبان زد عام تھا کہ مولانا نظام الدین کو تیس گز زیر زمین پانی نظر آتا ہے۔

غرض کہ حضرت قبلہ صدر صاحب مجھ کو فواتح الرحموت پڑھاتے رہے اور میں نے حرفاً حرفاً مکمل کتاب ان سے شرح وبسط کے ساتھ پڑھی اور صدر صاحب فواتح الرحموت کی عظمت کے ہی خیال سے پڑھاتے رہے۔

اس بات کی تردید کے لئے کہ صدر العلماء صرف امام نحو تھے استاذ گرامی علامہ محمد نصر اللہ خاں صاحب مدظلہ العالی مزید فرماتے ہیں:

... فواتح الرحموت مصنفہ مولانا بحر العلوم یہ وہ جامع العلوم مقدس کتاب ہے کہ جس میں سابق درس نظامی میں شامل تمام علوم وفنون واصول کا بیان اجمالاً شامل ہے۔ نیز کشف سے ثابت انواع العلوم پر بھی مشتمل ہے۔

ہمارے ممالک کے تمام تجربہ کار علمائے کرام جانتے سمجھتے ہیں کہ ہمارے اسلاف نے جس فن میں جو کتاب تصنیف کی، اس میں ہر فن کے اصول ومسائل درج ہیں، بالفاظ دیگر ہر فن کی ہر کتاب ہر فن کے اصول ومسائل پر مشتمل ہے۔

میرے اور حضرت قبلہ صاحب قدس سرہ کے زیر مطالعہ فواتح الرحموت کے دونوں نسخے نولکشور لکھنؤ کے طبع شدہ تھے، ہر ہر صفحہ پر کتابت کی بیشمار غلطیاں تھیں۔ آپ نے حکم فرمایا کہ دوران مطالعہ اور دوران تدریس ان غلطیوں کی تصحیح بھی کرتے جاؤ جس کلمہ میں کاتب نے غلطی کی ہو اس پر سر صاد (ص) لکھ کر تصحیح شدہ کلمہ حاشیہ پر لکھتے جاؤ۔ میں دیکھ لیا کروں گا کوئی غلطی ہوئی تو اس کی تصحیح کر دونگا۔ اس اضافی ذمہ داری کے لئے مجھے سخت محنت اور گہرا مطالعہ کرنا پڑھتا تھا، لیکن میں یہ جانتا تھا کہ قبلہ صدر صاحب کی تربیت وتعلیم کا ایک انداز ہے۔ چنانچہ آپ کی خصوصی نظر کرم، توجہ وتربیت اور درس وتدریس کا یہ نتیجہ تھا کہ بحمد اللہ جتنے تصحیحات میں نے اصل کتاب پر کئے آپ نے سب کو صحیح قرار دیا۔

﴿فالحمد لله على ذلك﴾

دوران تدریس بڑے مہر و کرم کی نظر سے طلباء کو پڑھاتے ۔ آپ کے خداداد فصیح و بلیغ لہجہ میں بڑی شفقت و محبت تھی ۔ اس وقت میں محسوس کرتا تھا کہ جناب صدر المدرسین خود اصول و بدیع اور بیان و علم معانی کا ایک سمندر ہیں ۔ علم معانی و بیان و بدیع کی کتاب مطول جس کے ۵۸۷ صفحات ہیں آپ دار العلوم میں پڑھاتے رہے ہیں ۔ اس درس میں میں خود بھی شریک رہتا تھا ۔ اس شرکت سے حضرت قبلہ بہت خوش تھے ۔ میں نے آپ کے طریقہ تدریس اور سلیقہ تعلیم کو بھی بہت قریب سے دیکھا اور جان لیا کہ جس کو آپ نے جو علم و فن پڑھایا، یا جس نے آپ سے جو پڑھا اور سیکھا اس نے سمجھا کہ آپ ہی فی زمانہ اس مخصوص علم یا فن کے امام ہیں ۔ میں نے وہ پڑھ لیا (فواتح الرحموت) جو تمام علوم و فنون پر حاوی اور مشتمل ہے ۔ اس لئے میں نے جان لیا اور یہ جاننا ذاتی مشاہدہ کی حقیقت پر مبنی ہے کہ میرے استاذ گرامی تمام علوم و فنون میں یکتا اور امام ہیں ۔

فواتح الرحموت اور فتوحات مکیہ علم و عمل اور عقائد صحیحہ کی کسوٹی ہیں ۔ فواتح الرحموت جیسا کہ گزرا حضرت علامہ عبد العلی بحر العلوم الہروی ثم اللکھنوی فرنگی محلی المدارسی کی مشہور تصنیف ہے ۔ بحر العلوم قدس سرہ نے بے شمار کتابیں ہر فن میں لکھی ہیں اور فتوحات مکیہ (مصنفہ شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے سب سے بڑے عالم و عامل ہیں، آپ نے مولانا روم کی مثنوی شریف کے چھ دفتروں کی فتوحات مکیہ کی روشنی میں تشریح فرمائی ہے ۔ جو شخص ان بلند پایہ کتب کو جانتا، پڑھتا یا پڑھاتا رہا ہو وہ خود بھی بلاشبہ علوم و فنون کا امام ہے ۔ اور امام کی پہچان کے لئے اس کی رائے بہتر کسوٹی بھی ہے کہ وہ رائے حقیقت و مشاہدہ پر مبنی ہے ۔ اور وہ اگر ان کتب کو نہیں جانتا، تو نہ تو وہ خود امام ہے اور نہ ہی امام کی پہچان کے لئے اس کی رائے نص و دلیل بن سکتی ہے ۔ اگر وہ کسی امام کو بھی امام کہہ دے اور اس کی جانب امامت کی نسبت بھی کر دے تب بھی اس کی اس نسبت کا اعتبار نہیں ہو سکتا ہے کہ اس کی اس نسبت کا مبنیٰ اس کی ذاتی رائے یا شنید ہے اور وہ قابل الزوال ہے ۔ اس لئے " کہ شنیدہ کے بود مانند دیدہ " اور دوسری جانب جس کو حقیقت کا مشاہدہ ہو، وہ اگر مخالف بھی ہو تب بھی اس نسبت اور حقیقت کا انکار نہیں کرتا ۔ ہر ذی عقل جانتا اور مانتا ہے کہ سورج کی گرمی کی شدت سے کوئی اگر جلتا بھی ہو تب بھی وہ سورج کی روشنی اور گرمی کا انکار نہیں کرتا، آمدم برسر مطلب میرے رہبر اور مشفق استاذ مکرم، صدر المدرسین جناب مولانا غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ قدس سرہ السامی کا مخالف بھی اقرار کرتا تھا کہ آپ کا علمی و عملی مقام بہت بلند و بالا ہے کو وہ آپ سے جلتا بھی تھا ۔ یہ تھا ان کا مقام و مرتبہ بلاشبہ وہ جامع العلوم تھے اور ہر علم و فن کے امام تھے ۔ "

صدر العلما کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ اپنے طلبہ کی تعلیم و تربیت میں خصوصی دلچسپی لیتے تھے ۔ اور بڑے شوق اور توجہ اور کرم سے پڑھاتے تھے ۔ کتاب از بر ہونے کے باوجود بڑی تیاری سے پڑھاتے تھے ۔ طلبہ پر ان کی کرم نوازیاں اس قدر زیادہ تھیں کہ محسوس کی جا سکتی ہیں، لیکن ضبط تحریر میں نہیں لائی جا سکتیں ۔

راقم کے استاذ مکرم حضرت علامہ محمد نصر اللہ خاں اطال اللہ عمرہ نے صدر العلماء کی ذاتی کرم نوازی کے

تین واقعات بیان کئے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ صدر العلماء اپنے تلامذہ سے کس قدر شفقت فرماتے تھے، خود ان کے الفاظ میں ملاحظہ ہو:

(۱) ایک مرتبہ مجھے کسی نجی کام سے ایک وزیر سے ملنا تھا، حضرت کو پتہ چلا مجھ کو ساتھ لے کر لال کرتی (محلہ میرٹھ) کی چھوٹی سرکار نواب زادہ محمد اسحاق صاحب کے یہاں تشریف لے گئے۔ اطلاع پائی پر نواب زادہ ننگے پاؤں آپ کے استقبال کے لئے باہر تشریف لائے اور آنے کا سبب دریافت کیا۔ جب حال معلوم ہوا تو انہوں نے عرض کی حضرت آپ حکم دیدیتے، اس کام کے لئے آپ نے خود کیوں زحمت فرمائی آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا: بات یہ ہے کہ یہ میرا بہت اچھا طالب علم ہے، پرانے زمانے کے ذوق والا، میں نے سوچا اس کے کام کے لئے خود آپ کے پاس آؤں۔ سبحان اللہ کس قدر پیار ہے اس انداز میں، اور ایک استاذ کے حسن خلق کا اعلیٰ نمونہ ہے اس کردار میں۔ اس میں طلبہ کے لئے تربیت اور اساتذہ کے لئے عظیم سبق بھی ہے۔ سچ ہے ہمارے اسلاف کرام اسوہ حسنہ کا تجلی آئینہ تھے۔

(۲) صدر العلماء نور اللہ مرقدہ کی سیرت وکردار کا ایک روشن پہلو یہ بھی تھا وہ اپنے ہونہار تلامذہ کو بزرگان کرام کے سامنے پیش فرماتے تا کہ وہ اپنی نگاہ کرم سے انہیں نوازیں ان کے ذہن وقلب کا تزکیہ فرمائیں اور مفید پند ونصائح سے مستفید فرمائیں۔

چنانچہ شیخ الحدیث علامہ محمد نصر اللہ خاں صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں:

"ایک مرتبہ آپ (صدر العلماء) مجھے اعلیحضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس پر بریلی شریف ساتھ لے گئے۔ جب بریلی شریف کے ریلوے اسٹیشن پر اترا تو مجھے خوب جاں افروز اور دلنواز خوشبو محسوس ہوئی، میں یہ سمجھا کہ یہ اعلیٰ حضرت کے عرس کا زمانہ ہے اس لئے لوگوں نے شہر بھر میں خوشبو کا چھڑکاؤ کیا ہوا ہے جس کے سبب شہر مہک رہا ہے اور اس کو حسب معمول سمجھا۔ اس لئے کسی سے اس خوشبو کا سبب نہیں پوچھا، اور یہی سبب بریلی شریف سے واپسی کے بعد مدتوں قائم رہا۔ بعد میں خیال آیا کہ شہر کی دمک مہک تو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے جذبہ عشق رسول ﷺ اور آپ کی درگاہ شریف کے سرچشمہ فیض کی تاثیر کا اثر تھا کہ جس سے پورے شہر کی آبادی معطر تھی، ورنہ کس کے بس میں ہے کہ لاکھوں آبادی اور لاکھوں زائرین کے شہر میں اتنی خوشبو کا چھڑکاؤ کرے کہ شہر کی ہر گلی اور ہر کوچہ مہک اٹھے۔ بہر حال جب درگاہ شریف پہنچے تو قبلہ مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا نے صدر صاحب کے لئے اپنے دولت کدے پر ایک کمرہ خالی کرایا اور ہم اس میں داخل ہوئے سامان وغیرہ رکھ کر حضور مفتی اعظم کے حضور حاضر ہوئے۔ دربار میں اعاظم علماء واشراف اس طرح خاموش بیٹھے تھے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں اور وہ نہیں چاہتے کہ وہ اڑیں، حضرت مفتی اعظم قدس سرہ العزیز پر جلال انداز میں جلوہ گر تھے، صدر صاحب کی محبت کہ آپ علیہ الرحمۃ نے مجھ کو حضرت کے بالکل سامنے بٹھایا اور

تعارف فرمایا۔ حضرت یہ افغانستان کے باشندے ہیں اور میرے بہت اچھے اور عزیز شاگرد ہیں، پرانے زمانہ کے طالب علم ہیں ہمارے پچھلوں کا سا طلب علم کا ذوق وشوق رکھتے ہیں بڑے قابل ہیں وغیرہ وغیرہ میرے حق میں بہت سے کلمات خیر اور اپنی محبت سے بھرے جملے کہے۔ اس پر مفتی اعظم قدس سرہ العزیز نے نگاہ کرم اور شفقت بزرگانہ سے مجھے دیکھا (جس کی میں تاب نہ لاسکا) اور مجھے اپنے قریب کرلیا اپنا دست کرم میرے سر یا کندھے پر دیر تک رکھ کر دلنشیں انداز میں کلمات خیر ومحبت سے نوازتے رہے، اعلیٰحضرت عظیم البرکت کے حسنات وعلوم، استقامت فی الدین اور ان کے تقویٰ وطہارت کا بیان اس ناچیز کی تعلیم وتربیت کے لئے فرماتے رہے پھر آپ نے دین متین اور مذہب اہل سنت وجماعت کی بہتر سے بہتر خدمت کرنے کی تلقین فرمائی۔ بعدہ ہم نے مزار اقدس پر حاضری دی، مزار شریف پر حاضری کے بعد جب باہر نکلے تو یہ حال تھا کہ جب اور جس گلی سے گزرتا بڑے بڑے مشاہیر اور عظیم المرتبت علماء کرام اور مشائخ عظام راقم سے ملتے اور دست بوسی سے مجھے شرف بخشتے اور آپس میں کہتے یہ مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کے خاص شاگرد ہیں۔ میں اس وقت بھی جانتا ہوں کہ

گلے خوشبوئے درحمام روزے — رسید از دست محبوبے بہ دستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری — کہ از بوئے دلآویز تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم — ولیکن مدتے با گل نشستم
جمال ہم نشیں درمن اثر کرد — وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

اے گل بتو خرسندم تو بوئے کسے داری

آپ نے ملاحظہ فرمایا حضرت صدر العلما کی نسبت نے استاذ محترم علامہ محمد نصر اللہ خاں مدظلہ العالی پر بریلی شریف کی فضاؤں میں برکات ورحمت اور نصرت وفتوحات کے کیسے کیسے دروا کردیے۔

جانشین اعلیٰ حضرت عظیم البرکت حضرت مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہ کرم اور قرب خاص، اعاظم علماء واشراف کا صدر صاحب کے ایک نوجوان شاگرد کا دست بوسی سے اعزاز واکرام وہ جدھر سے گزریں انہیں کو سب پکاراٹھیں والا معاملہ۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمہ نے اپنے مزار اقدس میں جو عشق رخ شہ کے داغ کا چراغ جلا رکھا ہے، اس کی عطر بیز خوشبوؤں کی لپٹوں سے ان کے مشام جان کا معطر ہونا۔

پتہ چلا کہ صدر العلماء صرف بزم علم وفن کے ہی صدر نہیں تھے بلکہ مجلس روحانیت کے بھی صدر معظم تھے۔ علیہ الرحمۃ الواسعہ۔

(۳) صدر صاحب کی خصوصی شفقت اور روحانی تصرف کا ایک اور واقعہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہے:

شیخ الحدیث ہفت کشور جناب مولانا سردار احمد صاحب قدس سرہ العزیز کی زیارت کی غرض سے پاکستان لائل پور (حال فیصل آباد) آیا، پاکستان میں قیام کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ لائل پور میں ایک عزیز کے ہوٹل میں ٹھہرا، جمعہ کا دن تھا، میں نے شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام ایک رقعہ لکھا۔ اور اپنے نام کے ساتھ فاضل الہ آباد تحریر کیا اور حضرت کے ایک مرید شاگرد رشید سید زاہد شاہ صاحب کے ہاتھ حضرت تک بھجوایا۔ محترم شاہ صاحب نے واپس آکر جواب دیا کہ حضرت قبلہ شیخ الحدیث صاحب نے رقعہ دیکھتے ہی فرمایا: شاہ جی یہ فاضل الہ آباد نہیں یہ فاضل میرٹھ ہیں، اور یہ کہا کہ انہیں دفتر میں بٹھا کر ناشتہ کراؤ، بعد میں ان سے ملاقات کریں گے۔ اتنے میں جمعہ کی اذان کا وقت ہو گیا۔ مسجد میں نمازیوں کا بے حد اژدہام تھا۔ بعد نماز جمعہ میں نے بھی حضرت صاحب سے مصافحہ اور دست بوسی کی اور واپس ہوٹل آ گیا جہاں ٹھہرا تھا، ادھر شاہ صاحب کو پتہ نہیں تھا کہ میں کس ہوٹل میں اور کہاں ٹھہرا ہوں۔ تین دن تلاش ہوتی رہی تیسرے دن وہی شاہ جی تلاش کرتے ہوئے ہوٹل پہنچے اور فرمایا جلدی چلیں حضرت بہت ناراض ہیں ہم پر سخت برہم ہیں کہ تم نے ہمارے مہمان کا خیال نہیں کیا اور نہ ہی پتہ پوچھا اور یہ کہ کہیں سے ہو انہیں تلاش کر کے لاؤ۔ لہٰذا فوراً چلیں حضرت یاد فرما رہے ہیں۔ میں فوراً حاضر ہوا حضرت چھت پر تھے میرا ہاتھ اپنے دست اقدس میں لے کر فرمایا آپ میرے پاس رہیں گے۔ میں نے عرض کی نہیں۔ فرمایا اگر وہ لکھیں تو! میں نے کہا: رہوں گا۔ فرمایا انہوں نے لکھ دیا ہے۔ ان ارشادات کا مفہوم میں نے صاف طور پر سمجھ لیا کہ وہ اور انہوں سے اشارہ حضرت صدر العلماء قدس سرہ کی ذات مبارکہ کی طرف تھا۔ حالانکہ ہندوستان سے لائل پور پاکستان آنے کا یا یہاں حضرت صاحب کے پاس ٹھہرنے کا میں نے جناب صدر صاحب سے نہ کوئی تذکرہ کیا تھا اور نہ ہی انہوں نے مجھے اس سفر اور یہاں شیخ الحدیث صاحب کے پاس ٹھہرنے کا حکم دیا تھا۔

بعد میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے فرزند اکبر جناب فضل رسول حیدر سلمہ المولی المقتدر مجھے ملے اور یہ انکشاف کیا کہ قبلہ اباجی کے نام جناب صدر صاحب کا گرامی نامہ آیا تھا جس میں انہوں نے تحریر کیا تھا کہ مولوی محمد نصر اللہ خاں اگر آپ کے پاس آئیں تو ان کو اپنے پاس ایک سال کے لئے رکھ لیں اور دورۂ حدیث پڑھائیں ان کے ساتھ جو سلوک کرم ہو گا تو میں سمجھوں گا کہ سمنانی کے ساتھ ہو رہا ہے۔

(سمنانی صدر العلماء علیہ الرحمۃ کے شاہزادہ اکبر کا نام نامی ہے)

قارئین کرام! اس واقعہ سے صدر العلماء کی شخصیت اور سیرت کے کئی روشن پہلو سامنے آتے ہیں۔

(۱) اپنے تلمیذ رشید سے غایت درجہ محبت اور اس پر شفقت وکرم کی انتہا یہ ہے کہ اپنی اولاد کی طرح ان کا خیال رکھنے والے

(۲) اپنے شاگرد کی بھلائی چاہنے والے اور سب سے بڑی اہم بھلائی یہ کہ ان کا شاگرد اچھے سے

اچھے اساتذۂ کرام اچھی سے اچھی تعلیم حاصل کرے۔

(۳) وہ مرجع علماء تھے فقہاء، محدثین، صوفیاء اور علمائے راسخین میں یکساں مقبول تھے اور وہ ان کے حکم کی بجا آوری پر مسرت محسوس کرتے تھے۔

(۴) صدر صاحب سے شرف تلمذ رکھنے والے طلباء وعلماء کی جماعت علماء اور مدارس اسلامی میں بڑی قدر و قیمت تھی۔

(۵) راسخ العلم ہونے کے ساتھ ساتھ صفائے قلب میں بھی مقام عظیم پر تھے وہ ایک ولی کامل تھے۔ نظروں سے غائب رہنے والے تلامیذ کی بھی روحانی طور پر خبر گیری اور دست گیری فرماتے تھے۔ حضرت علامہ محمد نصر اللہ خاں صاحب مدظلہ کا درج بالا واقعہ اس کرامت پر دال ہے۔ علامہ صاحب نے صدر صاحب سے لائل پور پاکستان کی نہ اجازت لی، نہ از خود آپ نے علامہ صاحب کو کوچ کا حکم دیا، نہ علامہ صاحب نے لائل پور پہنچ کر ان کو اپنی موجودگی کی کوئی اطلاع دی۔ لیکن صدر صاحب اپنے قلب مصفی وحر کی کی اسکرین پر آپ کی نقل وحرکت کو ملاحظہ فرماتے رہے اور علامہ صاحب کے لائل پور پہنچنے سے قبل ہی حضرت شیخ الحدیث علامہ سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ کو ہوشیار کر دیا کہ وہ آرہے ہیں، وہ میرے عزیز شاگرد ہیں، وہ مجھے اولاد کی طرح عزیز ہیں ان کا خاص خیال رکھنا، اپنے زیر کفالت ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرنا وغیرہ۔

گویا صدر صاحب نظروں سے اوجھل شاگردوں سے فرما رہے ہیں:

اے کہ غائب شدی از نظر
می بینمت عیاں ودعامی فرستمت

صدر العلماء کی شخصیت ایک ہمہ جہت اور جامع العلوم شخصیت تھی۔ لہذا ان کو امام نحو کہنا آپ کی ذات کے ساتھ انصاف نہ ہوگا بلکہ جیسا گزشتہ سطور میں حضرت علامہ نصر اللہ خاں صاحب مدظلہ العالی تلمیذ رشید صدر صاحب نے بیان فرمایا کہ آپ ہر اس علم اور فن کے امام تھے جو آپ پڑھتے پڑھاتے تھے۔ جس طرح آپ علم صرف ونحو کے مسلم امام تھے اسی طرح آپ فقہ وحدیث اور علوم تصوف کے بھی امام تھے۔ عربی زبان وادب کے میدان کے بھی شہسوار تھے۔

عربی زبان ولغت میں ان کی مہارت وطاقت وقدرت کا اندازہ صرف ان مختصر بارہ جملوں کے خط سے لگایا جاسکتا ہے جو انہوں نے ۲۰ جنوری ۱۹۶۱ء کو اپنے شاگرد عزیز حضرت علامہ محمد نصر اللہ خاں صاحب افغانی مدظلہ العالی کو تحریر کیا تھا۔

اصل خط حضرت علامہ صاحب کے پاس موجود ہے راقم کے پاس اس کا زیروکس (فوٹو) موجود ہے۔ اس کا متن درج ذیل ہے۔ (۹)

یا قرة عینی وفرحة قلبی رزقنی الله تعالیٰ لقاك. ومن شر كل غبي وغوی حماك. غب التسلیمات المقرونة. بالدعوات المسنونة. لا یذهب علیك ان الكتاب قد وصل، والسرور قد حصل، وازداد بخبر التعمیم. فانه من أنحاء التكریم،

"لا سیمافی حضرة راس الاتقیاء: فانه من اعظم النعم بلا امتراء۔اما حضورنا فی هذا الاجتماع. فهو وان كان حضور العید بالا جماع ملكنه بدون الدعوة كالطیر بلا جناح بل كا لصلوٰة بغیر تكبیرة الافتتاح، فعدم الحضور علیٰ هذ العذر محمول، والعذر عند كرام الناس مقبول، قل لشیخ الحدیث مر ناظم المكتبة الرضویة. ان یعجل ارسال القرآن الكریم والكتب المرضیة. فانا بنار الانتظار محترقون وانتم هناك بنار الشتاء تصطلون. واقرأ علیه منی التحیة والسلام وسائر اساتذة الاكرام۔فقط والسلام خیر الختام۔

عربی ادب کا شاہکار ہے، صدر العلماء پارہ مختصر جملوں میں فصاحت وبلاغت، سجع وبراعت، سادگی وسلاست، اقتباس، کنایہ واشارات، تشبیہ واستعارات کے رنگ برنگ پھول کھلا رہے ہیں اور معانی ومطالب کے سمندر کو کوزے میں بند کردیا ہے۔ان معانی خیز شگفتہ وشائستہ جملوں سے کچھ وہی حضرات مستفیض ہوسکتے ہیں جو صحیح معنوں میں عربی ادب کا ذوق رکھتے ہوں یا پھر وہ جو اہل زبان ہوں

دوسری طرف آپ کی عربی تحریر عربی زبان ولغت کے محققین کے لئے ایک دعوت تحقیق بھی ہے کہ آپ کی عربی نگارشات کو تلاش کر کے منصہ شہود پر لایا جائے۔تا کہ اسکے اعلیٰ معیار ومحک اور علمائے لغات کو ان کی دسترس کا صحیح اندازہ ہوسکے اور عربی زبان وادب کا طالب علم ان سے استفادہ کرسکے۔

حضرت صدر العلماء علیہ الرحمہ کی بحیثیت استاد ایک اور امتیازی خصوصیت کا ذکر ضروری ہے جو راقم نے اپنے بزرگوں اور خود استاذ گرامی حضرت علامہ محمد نصر اللہ خان صاحب مدظلہ العالی سے سنی اور خود استاذ گرامی کی سیرت وکردار میں مشاہدہ کی۔وہ یہ کہ صدر صاحب نے اپنے تلامذہ کو صرف علوم وفنون ہی نہیں سکھائے اور پڑھائے بلکہ ان کی کردار سازی بھی کی، جو آج کے اسکول، کالج، یونیورسٹیوں اور خود اسلامی مدارس وجامعات میں اب عنقا ہورہی ہے۔نہایت سنجیدگی اور نگاہ رحمت سے اپنے شاگردوں کی پرورش اور تربیت فرماتے، نہایت محبت وشفقت سے پڑھاتے۔علوم وفنون سکھاتے، انہیں تہذیب وتمدن کے آداب سے مزین فرماتے، درس وتدریس کی تربیت ومشق سے شائستہ مزاج استاذ بناتے، مسند تدریس پر بیٹھنے کا سلیقہ وآداب سکھا کر تلامذہ کے گفتار وکردار کو زیور حسنات سے آراستہ وپیراستہ کرتے، رذیل صفات یعنی کذب، بہتان وغیبت، ناجائز خواہشات اور حرص وبخل، حسد وکینہ، انتقامی جذبہ، نفرت وعداوت، جاہ ومنصب کی محبت اور تکبر ونخوت سے ان کی روح اور قلب کو مزکی اور مصفی فرماتے۔

بحیثیت استاد دوسری امتیازی خصوصیت صدر صاحب کی یہ تھی کہ آپ درس وتدریس کے رسیا تھے، محنت ومشقت سے پڑھاتے، رات دیر تک پڑھتے پڑھاتے، محنتی اور ذوق وشوق رکھنے والے طلباء کی ہمت افزائی کرتے، اور ان کی تعلیم وتربیت پر زیادہ وقت صرف کرتے اور ان پر خصوصی توجہ اور نظر کرم فرماتے، غرضیکہ صدر العلما ءعلامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے وقت کے نابغۂ عصر عالم اور استاذ الاساتذہ ہونے کے باوجود انکساری وعاجزی کا پیکر اور اعلی اخلاقی قدروں کے حامل تھے۔ درس وتدریس میں حد درجہ اشتغال کے باوجود تصنیف وتالیف سے بھی شغف رکھتے تھے۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ ایسے جید عالم، ولی کامل اور بالغ نظر مصنف کی حیات، علمی، دینی، قلمی اور روحانی کارناموں کو ضبط تحریر میں لایا جائے۔

سلف صالحین کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کو اس قدر شفقت وپیار اور محنت سے پڑھاتے اور ان کی اس طرح تربیت فرماتے کہ جب وہ فارغ التحصیل ہو کر نکلتے تو علمی رسوخ، آداب وتدریس اور اخلاق وسیرت میں اپنے اساتذۂ کرام کا آئینہ ہوتے۔ صدر العلماء حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ اس معاملہ میں سلف صالحین کا مکمل نمونہ تھے۔ چنانچہ ان کے تلامذہ کی فہرست تو بہت طویل ہے لیکن چند اسمائے گرامی جنہوں نے ان کی جانشینی کا حق ادا کیا وہ یہ ہیں:

(۱) حضرت حافظ ملت علامہ عبد العزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

(۲) حضرت علامہ مولانا نظام الدین علیہ الرحمہ شیخ الحدیث مدرسہ خیریہ بہرام اور مدرسہ حبیبیہ الہ آباد

(۳) حضرت مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری میرٹھی علیہ الرحمۃ

(۴) حضرت مولانا سید شاہ نعیم اشرف سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ جائس

(۵) حضرت مولانا علامہ سید شاہ کلیم اشرف جائسی۔

(۶) حضرت مولانا انوار احمد نظامی، ناظم اعلی دار العلوم غریب نواز الہ آباد

(۷) حضرت استاذ گرامی شیخ الحدیث علامہ مولانا محمد نصر اللہ خاں صاحب افغانی حبیبی حفظہ الباری

ان محترم حضرات میں سے چند ایک سے دوران سفر ہند فقیر کو شرف ملاقات رہا ہے، لیکن آخر الذکر ذات قدسیہ کو ان سے شرف تلمذ کی بناء پر بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ صدر العلماء حضرت سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کی ذات گرامی کا صحیح معنوں میں تعارف اور آپ کے علم وفضل میں آپ کے مقام کا صحیح ادراک اس ناچیز کو سیدی، مولائی، استاذی شیخ الحدیث والتفسیر جامع المعقول والمنقول حاوی الفروع والاصول ابو الفتح محمد نصر اللہ خاں نصرہ اللہ تعالی کے آگے زانوئے ادب تہہ کرنے کے بعد ہی ہوا ہے آپ سے اس ناچیز نے عربی زبان ولغت، صرف ونحو، فقہ وحدیث، تفسیر وترجمۃ القرآن، فتوحات مکیہ، فتاوی رضویہ اور شرح کلام رضا کے چیدہ چیدہ اسباق پڑھے۔ اور آپ کے ماہانہ وسالانہ درس ومیلاد شریف اور گیارھویں شریف کی محفلوں

میں مدتوں باقاعدگی سے شریک ہوتا رہا۔ان تمام مجالس میں حضرت قبلہ کے اختتامی کلمات یہی ہوتے۔

”میں کچھ بھی نہیں ہوں، یہ جو کچھ آپ سن رہے ہیں، دیکھ رہے ہیں، یہ سب کچھ کرم نوازیاں ہیں میرے صالح سراپا کرم اساتذہ کرام کی“ اور پھر خاص طور پر اپنے اساتذہ کرام میں ان بزرگوں کے نام لیتے:

(۱) مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اڑیسوی علیہ الرحمہ

(۲) شمس العلماء حضرت مولانا نظام الدین صاحب الہ آبادی قدس سرہ السامی۔

(۳) شیخ الحدیث ہفت کشور حضرت علامہ مولانا سردار احمد صاحب لائل پوری علیہ الرحمۃ والرضوان

(۴) امام علوم نقلیہ وعقلیہ ”فی زمننا“ حضرت صدر العلماء علامہ مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ

اور فرماتے کہ ان پر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمہ کا کرم تھا، اور ان کے واسطے سے ہمیں بھی اعلیٰ حضرت کی بارگاہ سے بہت کچھ عطا ہوا ہے۔ان اساتذہ نے اولاد معنوی سمجھ کر میری تربیت کی۔قرآن وحدیث اجماع وقیاس اور ان سے استنباط مسائل کا ذوق وشوق رگ وپے میں سرایت کر دیا، مسند رشد وہدایت اور تبلیغ وارشاد کا سجادہ بھی مرحمت فرمایا یہ ان کی اعلیٰ ظرفی اور کرم گستری کی بہتر مثال ہے کہ مس خام کو کندن بنایا۔

شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد نصر اللہ خاں افغانی مدظلہ العالی کی وہ ہستی ہے کہ جن کے بارے میں خود صدر العلماء نے فرمایا کہ یہ میرا تلمیذ رشید ہے۔میں اسے اس لئے چاہتا ہوں کہ علم وحکمت سے اس کا شغف پرانے زمانے کے طالب علموں جیسا ہے۔یہ کبھی سیراب نہیں ہوتا، علوم وفنون کی ہر کتاب پڑھنے کے لئے ہر وقت مستعد رہتا ہے اور مطالعہ سے کبھی نہیں تھکتا۔

حضرت قبلہ استاذ گرامی کو صدر العلماء قدس سرہ السامی اور دیگر مذکورہ علمائے کرام کے تلمیذ رشید ہونے کے ناطے علماء اور عوام میں جو پذیرائی حاصل ہے اس کا عینی مشاہدہ راقم نے ۲۰۰۱ء میں بریلی شریف میں دیکھا۔ مظہر اسلام کے جشن صد سالہ اور عرس رضوی کی تقریبات میں شرکت کی خاطر پاکستانی اسکالر اور علما کا وفد حضرت شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا محمد نصر اللہ خاں صاحب مدظلہ العالی کی قیادت میں صاحب سجادہ حضرت علامہ سبحان رضا خاں مدظلہ العالی کے کاشانہ اقدس پر ایک کمرے میں مقیم تھا۔وفد میں راقم کے علاوہ علامہ مولانا جمیل احمد نعیمی دامت برکاتہم، جناب مولانا احمد رضا خاں ابن علامہ نصر اللہ خاں زید مجدھما اور راولپنڈی سے قائد اعظم یونیورسٹی کے ریسرچ اسکالر پروفیسر مجیب احمد صاحب زید مجدہ نبیرہ فقیہ اعظم ابو یوسف محمد شریف سیالکوٹی علیہ الرحمۃ۔

حسن اتفاق کہ صدر العلماء علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کے چھوٹے صاحبزادہ حضرت مولانا محمد نورانی زید مجدہ، بھی قیام کے لئے اسی کمرے میں تشریف لائے۔ہمارے حضرت استاذ گرامی علامہ محمد نصر اللہ

خاں افغانی مدظلہ العالی نے انہیں فوراً شناخت کرلیا۔ حالانکہ ملاقات کو چالیس سال گزر چکے تھے۔ راقم نے دیکھا کہ ابھی حضرت گرامی کو تشریف لائے ہوئے دو دن بھی نہیں ہوئے کہ لوگوں کو پتہ چل گیا کہ حضرت صاحب سجادہ کے در اقدس پر پاکستان سے آئی ہوئی ایک ایسی عظیم علمی روحانی ہستی مقیم ہے جس کو صدر العلماء و دیگر مذکورہ علماء سے شرف تلمذ حاصل ہے تو پاک و ہند، بنگلہ دیش، افریقہ وغیرہ سے آئے ہوئے علمائے زیارت و حصول برکت کے لئے جوق در جوق آنا شروع ہو گئے۔

دار العلوم منظر اسلام، مظہر اسلام، جامعہ نوریہ رضویہ کے اساتذۂ کرام اور طلبا بھی کثیر تعداد میں آئے اور عالم یہ تھا کہ علامہ غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ اور دیگر مذکورہ علماء تک اپنی سند علمی کو متصل کرنے کی خاطر کوئی استاذ گرامی سے بخاری شریف کا درس تبرکا لے رہا ہے، تو کوئی صرف ونحو کی کسی کتاب کا کوئی سبق پڑھ رہا ہے، کوئی علم تفسیر کی کسی کتاب سے اقتباس سنانے کا خواہاں ہے، تو کوئی علوم عقلیہ کی کوئی کتاب کھولے بیٹھا ہے، کوئی فتوحات مکیہ کا درس لینا چاہ رہا ہے۔ کوئی فقہ کی سند کا خواہاں ہے تو کوئی سند حدیث کا طالب ہے، بعض دلائل الخیرات اور وظائف و اوراد کی تحریری اجازت کے لئے انتظار کر رہے ہیں۔ لوگ بس یہ چاہ رہے تھے کہ کسی طرح سے ان کی نسبت صدر العلماء سے ہو جائے۔

ان کی علمی سند ان بزرگوں سے متصل ہو جائے، ایک عجیب ذوق وشوق اور فدائیت کا منظر تھا جو ان آنکھوں نے دیکھا اور کسی عالم کی اس قدر پذیرائی راقم نے پہلی بار مشاہدہ کی۔ یہ تو جائے قیام کا حال تھا اور جب بریلی شریف کے کوچوں سے گزرتے تو افاضل علماء اور اشراف دست بوسی کے لئے دوڑتے دیکھے، مدارس کے طلبا قدمبوسی اور اپنے سروں پر دست شفقت پھروانے کیلئے لپکتے، عوام الناس کو جب کچھ نہ ملتا تو استاذ گرامی کے جبہ شریف سے لپٹ جاتے، بھیڑ میں یہ نہ ہوسکتا تو عمامہ شریف کے شملہ کو بوسہ دینے کیلئے کھینچا تانی کرنے لگتے، کہ اس کے کھل جانے کا خطرہ ہو جاتا۔ لیکن ان تمام حالات میں حضرت استاذ گرامی مدظلہ العالی نہ پریشان ہوتے، نہ لوگوں کو جھڑکتے بلکہ نہایت تحمل اور بردباری کے ساتھ اعلیٰ ظرفی، خوش اخلاقی اور محبت وشفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے سب کو نوازتے اور کسی کو محروم نہ فرماتے۔ کئی مواقع پر فقیر نے حضرت گرامی کو مشورہ دیا کہ حضرت ہجوم عقیدتمنداں سے بچ کر جلد نکل چلیں۔ مبادا ان کی دھکم پیل سے آپ کو کوئی گزند پہنچ جائے تو حضرت مسکرا کر فرماتے: وجاہت صاحب! یہ یا تو اعلیٰ حضرت کے مہمان یا اعلیٰ حضرت کے شہر کے لوگ ہیں یہ اعلیٰ حضرت کی نسبت سے مجھ سے پیار و محبت کا اظہار کر رہے ہیں تو میں ان کی محبتوں اور دعاؤں سے خود کو کیوں محروم رکھوں، اسی دولت کے حصول کی خاطر تو میں اور آپ اتنی دور دراز کا سفر طے کر کے یہاں حاضر ہوئے ہیں۔ رہا یہ کہ میرے ساتھ ان کا اظہار محبت وعقیدت، تو یہ میری ذات کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ میرے شفیق وکریم فاضل وصالح اساتذۂ کرام کو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو نسبت علم وعشق تھی۔ مجھ میں یہ ان کی خو

ہو دیکھ کر یہ اظہار عقیدت ومحبت کر رہے ہیں چونکہ میرے اساتذۂ کرام نے مجھے سنوار کر اپنا آئینہ بنا دیا ہے، ہم لوگ اضافی اور طفیلی ہیں۔

سبحان اللہ کیا انکساری ہے۔ ان کا ہر قول وفعل اس بات کی غمازی کر رہا ہے کہ جن مقدس ہستیوں کی طرف ان کی نسبت ہے وہ علم وعمل اور اخلاص وروحانیت کے اعتبار سے بہت قوی ہیں۔ اس لئے منسوب انکی متنا طیسی قوتوں کا مظہر اور امین بن گیا۔

سیدنا اعلیٰ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اصطلاح نحو کے ذریعہ اس نسبت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اور اس کی توجیہ کیا خوبصورت انداز میں فرماتے ہیں:

ترا منسوب ہے مرفوع اس جا
اضافت رفع کی عامل ہے یا غوث

اتفاق سے حدائق بخشش کا درس لیتے وقت اس شعر کے صحیح معنوں کا ادراک بھی اس فقیر کو حضرت استاذ گرامی کی زبان فیض ترجمان سے اس کی تشریح سننے کے بعد ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلاف کرام کی باقیات الصالحات کا قدردان بنائے اور ان سے کسب فیض کا سلیقہ عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ہمارے ان جیسے نامور علمائے کرام ہمارے سردار اللہ کے دوست رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وارث اور قوم وملت کے محسنین ہیں۔ ان کے کارناموں کو یاد رکھنا، ان کی یادگار رمنانا اور ان کے ورثہ العلمی کی حفاظت اور ان کی نشر واشاعت کرنا ہماری دینی اور اخلاقی ذمہ داری ہے، ان کا ذکر اور چرچا ہماری زندگی کی علامت اور ان کو چھوڑ دینا اور بھلا دینا اللہ مالک وخالق اور اس کے رسول مکرم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بے وفائی، نتیجۂ ملت کی تباہی وبربادی ہے۔

یہ بات قابل اطمینان اور باعث مسرت ہے کہ ابھی ہم میں ایسے علماء اور اہل قلم موجود ہیں جو تحقیقی مزاج اور رواں قلم کے حامل ہیں اور جذبہ جہاد کے ساتھ سلف صالحین کے آثار علم کی حفاظت اور اس کی نشر واشاعت میں مستعد اور کوشاں ہیں۔ اسی حوالے سے حضرت مولانا محمد ایوب صاحب اشرفی شمسی سنبھلی کہ جنہوں نے حضور صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمہ حیات وخدمات جیسے امر اہم کی طرف پختہ اقدام کیا، اور محقق تراث الاسلامی، جید عالم دین، کہ تصنیف وتالیف کے میدان میں گذشتہ چالیس برسوں میں جنکے بہت سے کارنامے منصہ شہود پر آئے، یعنی حضرت علامہ، مولانا محمد منشاء تابش قصوری صاحب مدظلہ العالی (لاہور پاکستان) نیز اہلسنت وجماعت کے ایک اور محقق عالم دین، کہ جنہوں نے جامع الاحادیث مرتب کر کے علم دین کی ایک بے مثال خدمت انجام دی یعنی استاذ الاساتذہ حضرت علامہ محمد حنیف صاحب قبلہ رضوی (بریلی

شریف) بالخصوص راقم کی طرف سے مبارکباد کے مستحق ہیں کہ جنہوں نے بڑی کدوکاوش سے حضرت صدر العلماء میرٹھی کی حیات اور اعلیٰ کارناموں پر برصغیر پاک وہند کے نامور علماء اور اہل قلم حضرات سے مقالات تحریر کرائے۔ یہ تمام حضرات اس بے مثال کارنامے پر ہم سب کی طرف سے مبارکباد کے مستحق ہیں۔ برصغیر پاک وہند میں پہلی بار صدر العلماء جیسی جامع العلوم شخصیت پر ضخیم کتاب شائع ہو رہی ہے۔ جس سے ان کی شخصیت پر مزید تحقیق وتصنیف کے باب کھلیں گے اور انشاء اللہ نئی تحقیقات سامنے آئیں گی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان حضرات کی اس کاوش کو شرف قبول عطا فرمائے اور ان کو مزید تحقیق اور تصنیف وتالیف کی توفیق اور اس کے لئے وسائل عطا فرمائے اور ان کے علم وعمل رزق وصحت اور عمر میں برکت عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

محررہ

سید وجاہت رسول قادری عفی عنہ

صدر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی

(۱) البقرہ ۲:۲۸۲

(۲) مکتوبات مجدد الف ثانی، ج ا، مکتوب دوصد بست وکیم (۲۲۱)

(۳) ابن عبد البر اندلسی علامہ جامع البیان العلم وفضلہ (اردو ترجمہ العلم ترجمہ عبد الرزاق ملیح آبادی، مطبوعہ ادارۂ اسلامیات انار کلی لاہور، دسمبر ۱۹۷۷ ص ۱۲۱)

(۴) فتوحات مکیہ، ج ا، باب ۳۶، صفحہ ۳۲۲

(۵) ابو الحسن علی بن عثمان علی الہجویری کشف المحجوب، مطبوعہ تصوف فاؤنڈیشن ۱۹۹۸ء لاہور

(۶) آل عمران: ۳:۱۸

(۷) ابن ماجہ کتاب ۱۰ باب ۳ کتاب ۳۹ باب ۱۹

(۸) ابو نصر سراج شیخ (م ۳۷۸ کتاب) اللمع فی التصوف اردو مترجم سید اسرار بخاری مطبوعہ اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۸۴ء/۱۴۰۵ھ ص ۳۰

(۹) استاذ گرامی حضرت علامہ محمد نصر اللہ خاں صاحب مدظلہ العالی سے جتنی روایات ہیں وہ ان کے غیر مطبوعہ مضمون سے ملخصا یا پھر ان سے بالمشافہ گفتگو سے متعلق ہیں، اب ان کا یہ مضمون ان کی تصنیف عید میلاد النبی کے مقدمہ میں شائع ہو چکا ہے۔ (وجاہت)

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

جامع علوم وفنون حضرت صدر العلماء
ایک نابغۂ روزگار شخصیت

از: جامع معقول ومنقول حضرت علامہ مولانا محمد ہاشم صاحب نعیمی
(مدرس جامعہ نعیمیہ، مرادآباد یو۔پی)

جگر راہ وفا میں نقش ایسے چھوڑ آیا ہوں کہ دنیا دیکھتی ہے اور مجھکو یاد کرتی ہے

حضرات محترم! یہ حقیقت آفتاب نصف النہار کی طرح بالکل واضح ہے کہ رب کائنات نے جب اپنے بندوں کو شعور وآگہی اور فکر ودانش کی نعمت لازوال سے سرفراز کیا تو اسباب ووسائل کی دنیا میں اسکو دو درجوں میں تقسیم فرمادیا یہی وجہ ہے کہ آغاز عہد انسانی سے ہی نوع انسانی دو قسموں میں منقسم ہوتی رہی پہلی قسم میں تو وہ حضرات آتے ہیں جو عروج وارتقاء کی منازل طے کرنے کے لئے اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنیاد پر خود شاہراہیں متعین کرتے ہیں تاکہ وہ جن پر چل کر اپنے حصول مقصود میں کامیاب وکامراں ہوسکیں۔ اور دوسرے درجہ میں وہ لوگ شمار کیے جاتے ہیں جو خود تو کسی اسلوب کو ترتیب دینے کی صلاحیت نہیں رکھتے مگر مقدم الذکر حضرات کے چھوڑے ہوئے نقوش قدم اور نقوش راہ پر چل کر اپنی حیات کو کامیاب کرنے کی سعی کرتے رہتے ہیں اور یہی ان کے حق میں بہتر بھی ہوتا ہے۔ اس تقابلی جائزہ کے بعد عرض ہے کہ پیکر زہد وتقویٰ امام علم وفن حضرت علامہ سید غلام جیلانی صاحب علیہ الرحمہ کو جس حد تک بھی قریب سے دیکھنے کی مجھے سعادت حاصل ہوئی ہے اس کے پیش نظر میں کہہ سکتا ہوں کہ حضرت موصوف کو مقدم الذکر حضرات کی فہرست میں بھی صف اول کے لوگوں میں شمار کیا جانا چاہئے۔ یوں تو حضرت کے رفقاء تعلیم میں بڑی بڑی عظیم ہستیاں تھیں جو مسند تدریس وتصنیف پر علم وفضل کا آفتاب وماہتاب بن کر چمکیں ان کے افکار کی بلندیوں اور فنون کی عظمتوں میں شک وشبہہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن حضرت کی علمی وسعتوں میں کچھ خصوصیات ایسی تھیں جن کے باعث آپ کے ہمعصروں میں کوئی آپ کا ہم پلہ نظر نہیں آتا۔ علمی انفرادیت اور زہد واتقا کے علاوہ آپ کے تشخص کی جاذبیت کا عالم بھی عجیب تھا اگر کہیں کثیر التعداد علماء ومشائخ کے مجمع میں آپ تشریف فرما ہوتے تو دیکھنے والوں کی نگاہیں ہر طرف سے ہٹ کر آپ ہی کے چہرۂ زیبا پر مرکوز ہوجاتیں کسی نے ایسے ہی موقع

پر کہا ہوگا کہ ۔

ہزار مجمع خوباں ماہ رو ہوگا نگاہ جس پہ ٹھہر جائے گی وہ تو ہوگا

ساتھ ہی یہ بھی دیکھنے میں آتا تھا کہ اللہ رب العزت نے آپ کی صورت میں بے پناہ حسن وجمال اور نورانی کشش کے ساتھ ساتھ رعب وجاہت بھی عطا فرمائی تھی آدمی جب آپ کو دور سے دیکھتا تو قریب آنے کے لئے اس پر مرعوبیت اور ہیبت کا احساس مسلط ہو جاتا اور جب قریب آکر آپ سے محو گفتگو ہوتا تو بات کرتے وقت آپ کے لبوں سے مسکراہٹوں کے ایسے پھول بکھرتے کہ رعب وہیبت کا کوئی تصور باقی نہیں رہتا، بلکہ ذہن وفکر پر اخلاق کریمانہ کی ایسی تصویر مرتسم ہو جاتی کہ جس کے لئے کسی نے کہا ہے ۔

سنا ہے بولے تو باتوں سے پھول جھڑتے ہیں یہ بات ہے تو چلو بات کر کے دیکھتے ہیں

اور ایک زاہد پاک طینت اور عابد شب زندہ دار ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کی علمی انفرادیت اور فنی یکتائی کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مضمون کی تمہید میں ذکر کردہ مقدم الذکر ہستیوں میں آپ کا شمار ایک مسلم امر ہے۔ مجھے جب بھی مختلف علوم وفنون کے مباحث کے تحت حضرت سے اکتساب فیض کا موقع میسر آیا تو میں ہر فن کے پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلہ پر آپ کی دسترس کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانے پر مجبور ہو گیا کہ علم وفن کے ماہرین نے آپ کو صرف امام النحو کا خطاب دیکر آپ کی فکر ونظر کی ہمہ گیری اور ہمہ جہتی کے ساتھ فراخدلی سے کام نہیں لیا ہے۔ جب میں اپنے دور طالب علمی کے ابتدائی مراحل میں تھا تو حضرت کے تعلق سے ایک بات سنا کرتا تھا کہ آپ کا کہنا کہ میں شرح جامی پڑھانے میں اپنی ذہنی آسودگی جب محسوس کروں گا کہ طالب علم ملاحسن پڑھ کر اور سمجھ کر میرے پاس شرح جامی آکر پڑھے میرے خیال میں یہ بات ایک معمہ بنی ہوئی تھی کہ آخر شرح جامی کا ملاحسن سے کیا تعلق ہے یہ علم نحو میں ہے وہ منطق میں ہے مگر جب میرے شعور کا کارواں آگے بڑھا تو اس وقت حضرت بھی جامعہ نعیمیہ میں اکثر تشریف لایا کرتے تھے اور میرٹھ کے جلسوں میں تقریر کے لئے مجھے بھی یاد فرمالیا کرتے تھے۔ ایک روز میں نے موقع پا کر اس معمہ کو حل کرنے کی جسارت کر ہی ڈالی تو آپ نے ملاحسن منگائی اور وہ مقام کھول کر دکھایا جہاں مفرد کی قسم ثالث اداۃ کے تحت معانی حرفیہ کے استقلال اور عدم استقلال پر ایک مکمل بحث کی گئی ہے۔ حضرت نے اس بحث کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے ایک معلوماتی تقریر فرمائی اور ثابت کیا کہ بالکنہ اور بالوجہ کے لحاظ سے معانی حرفیہ میں شق کنہہ کی جہت سے استقلال فی نفسہا ہے اور شق وجہ کی جہت سے آلات للغیر ہونے کی بنیاد پر عدم استقلال فی نفسہا ہے۔ جس کو ضم ضمیمہ کی جانب احتیاج سے تعبیر کیا جاتا ہے اسی باعث حرف اپنے قسیمین سے ممیز اور ممتاز ہو جاتا ہے کیوں کہ ان دونوں میں صرف ایک شق استقلال ہی پائی جاتی ہے آپ کی تقریر میں طرز استدلال کی وہ وسعت تھی کہ ذہن کے کسی گوشہ میں مسئلہ کے تعلق سے کوئی تشنگی باقی نہیں رہی، اور پھر ارشاد فرمایا کہ مولانا! اب ذرا سوچئے کہ نحو کے تمام طلبہ کے ذہنوں میں بھی صرف اتنا ہی رہتا ہے کہ اسم وفعل کے معنی مستقل ہوتے ہیں اور حرف کے معنی

غیر مستقل ہوتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ جب تک ان تمام توضیحات کو طلبہ کے ذہن نشین نہیں کرایا جائے گا بیان مسئلہ کا حق کیسے ادا ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ایک دوسرے موقع پر تصدیقات کے باب میں قضیہ کے اجزاء ترکیبیہ کی تعداد میں جو حکماء کا اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ متقدمین نے تین اجزاء پر اکتفا کیا اور متاخرین کو جب تردد اور اذعان کا محل واحد ہونے میں استحالہ نظر آیا تو انہوں نے چوتھے جز کا اختراع بھی ضروری سمجھا اس سلسلے میں مصنفین اور شارحین کے تفصیلاتی دلائل جو مذہب متقدمین کے حق میں ہیں وہ تمام بحثیں میری نظر میں تھیں تاہم میں نے حضرت کی فکری وسعتوں سے اکتساب فیض کی خاطر یہ بحث چھیڑ دی اور حضرت سے ان کا اپنا موقف بیان کرنے کی گزارش کی تو حضرت نے متقدمین کی تائید وتوثیق میں ایک اچھوت طرز استدلال کے ساتھ جو بیان فرمایا وہ آپ کا اپنا انفرادی اور امتیازی انداز فکر تھا جو انتہائی مفید اور قابل تقلید نمونہ تھا۔ میں سوچنے لگا کہ ایسا لگتا ہے کہ منقولات کی دنیا ہو یا معقولات کا عالم

ع دیکھا تو ہر مقام تیری رہ گزر میں ہے

مزید براں یہ کہ میں نے اہلسنت کے ساتھ ہمدردی کا ایک منظر اپنی نگاہوں سے دیکھا ہے جس کی نظیر اس دور میں مشکل سے ہی نظر آئے گی وہ یہ کہ ایک موقع پر کلکتہ کی ایک کانفرنس میں حضرت بھی موجود اور میں بھی بہت سے علماء کے ساتھ حاضر تھا بابری مسجد کا مسئلہ بڑے زور وشور کے ساتھ ملک میں اٹھا ہوا تھا ایسے نازک حالات میں شاعر اسلام جناب اجمل سلطانپوری نے اپنی نظم کا ایک شعر پڑھا۔

بناؤ شوق سے تم مسجدوں کو سومنات اپنا مگر ہم غزنوی محمود بن کر ڈھائے جائیں گے

اس پر ایک ہنگامہ ہندوؤں کی طرف سے برپا کر دیا گیا اجمل صاحب کی گرفتاری کے سوال پر دس ہزار روپیہ نقد زر ضمانت مطلوب تھا کچھ چندہ کی بات نکلی تو آپ نے بلند آواز سے فرمایا کہ شاعر اہلسنت کو چھڑانے کے لئے اور اسلام وسنیت کی لاج بچانے کے لئے میرے ہوتے ہوئے کوئی چندہ نہیں ہوگا یہ رقم میں اپنی جیب خاص سے ادا کروں گا۔ حضرات!! اس دور میں یہ رقم بڑی خطیر رقم تصور کی جاتی تھی مگر حضرت موصوف نے اس کی ادائیگی کر کے جمیع علماء ومشائخ کے درمیان اپنی امتیازی شان کا مظاہرہ فرما دیا جس پر عوام وخواص سب پر حیرت طاری ہوگئی گویا آپ نے زبان حال سے اس ہمت وحوصلہ کا اعلان فرمایا کہ۔

کیا عشق نے سمجھا ہے کیا حسن نے جانا ہے ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے

دعا ہے کہ رب کریم آپ کو اپنے جوار رحمت میں خصوصی جگہ عطا فرمائے اور خواص وعوام کو آپ کے زہد وتقویٰ اور علم وفن کے نقوش راہ پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

احقر محمد ہاشم نعیمی خادم جامعہ نعیمیہ مراد آباد

صدر العلماء

سلسلۂ اشرفیہ کا کوہ نور

غازیٔ ملت حضرت مولانا پیر سید محمد ہاشمی میاں صاحب اشرفی جیلانی

شہزادۂ حضور محدث اعظم ہند (کچھوچھہ شریف)

ہم شبیہ غوث صمدانی، امام روحانی حضرت سید علی حسین اشرفی جیلانی قدس سرہ النورانی کی ذات بابرکات کو ہر صاحب قال وحال بخوبی جانتا ہے۔ خود امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ان کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:

اشرفی اے رخت آئینۂ حسن خوباں
اے نظر کردۂ و پروردۂ سہ محبوباں

اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں قدس سرہ نے ملت اسلامیہ کو کیا عطا فرمایا تو بے ساختہ تین نام زبان پر آجائیں گے:

اول: صدر الافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین اشرفی مرادآبادی

دوم: صدر المشائخ حضرت علامہ سید محمد اشرفی جیلانی معروف بہ حضور محدث اعظم ہند

سوم: صدر العلماء حضرت علامہ سید غلام جیلانی اشرفی میرٹھی

حضرت علامہ میرٹھی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، ملجاء و ماوائے مابیکساں، مرجع وملاذ کاملاں، اشرف المشائخ سیدنا و مولانا الشاہ سید علی حسین صاحب کچھوچھوی قدس سرہ القوی کے دست حق پرست پر، بریلی شریف میں بموقع عرس رضوی غالباً ۱۹۲۲ء میں شرف بیعت حاصل ہوا۔ اور دار الخیر اجمیر شریف میں بتاریخ ۱۲ ذی الحجہ المبارکہ ۱۳۵۰ھ خلافت سے نوازا۔" (دیباچہ بشیر القاری ص ۱۷)

سوچئے! سن ۱۹۲۲ء ہے۔ بریلی شریف اہلسنت کا اپنا علمی مرکز ہے جہاں شریعت وطریقت کے بحر ذخار اور علم وآگہی میں کوہ ہمالہ سے زیادہ بلند وبالا شخصیتیں جلوہ افروز ہوتی ہیں۔ سلسلہ عالیہ رضویہ کا بانی اور مجدد

الاسلام کی صورت میں ان کا بے مثال نائب وجانشین، ان کا عکس جمیل، ان کے حسن معنوی کا مظہر حضرت حامد رضا خاں اور نہ جانے کتنے سنیت کے آفتاب وماہتاب چمک رہے تھے اور چمکار ہے تھے۔ مگر اسی بریلی شریف میں خاص طور پر ''عرس رضوی'' کے موقع پر صدر العلما نے سرکار کچھوچھہ مقدسہ حضرت اشرفی میاں سے بیعت کی۔

عرس رضوی میں اشرفی بننا، اور بریلی میں کچھوچھہ پانا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

صدر العلماء مزید فرماتے ہیں:

''خلافت نامہ کے ساتھ ایک کلاہ اور ایک تبرک مستعمل جبہ بھی عطا ہوا۔ جس کے متعلق اہل خانہ کو وصیت کردی گئی کہ میرے کفن میں شامل کریں۔ کیونکہ بزرگان دین کے ملبوسات شامل کفن کرنا مسنون ہے۔ (کمافی الارکان بحرالعلوم لکھنوی قدس سرہ القوی)

سلسلہ اربعہ مشہورہ کے ساتھ ساتھ سلسلہ منوریہ کی بھی اجازت عطا فرمائی جس میں وسائط اقل قلیل ہیں۔ فقیر (غلام جیلانی) سے حضور غوث اعظم سیدنا الشیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ النورانی تک صرف پانچ واسطے پڑتے ہیں۔''

(دیباچہ بشیر القاری شرح بخاری ص ۱۷)

وہ پانچ واسطے حسب ذیل ہیں:

اول: اعلیٰ حضرت اشرفی میاں

دوم: حضرت امیر کابلی

سوم: حضرت ملا اخوند

چہارم: حضرت سید منور علی

پنجم: حضرت شاہ دولہا گجراتی اور یہ خلیفہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

صدر العلماء مزید فرماتے ہیں:

''ارباب کشف نے حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے بارے میں فرمایا کہ آپ حسن صوری کے اعتبار سے اپنے جد امجد حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شبیہ تھے اور حسن معنوی کے اعتبار سے اولیائے کرام میں محبوبیت کے مرتبۂ چہارم پر فائز تھے۔

اول: محبوب سبحانی حضور سیدنا غوث اعظم جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دوم: محبوب الٰہی حضرت سلطان المشائخ نظام الدین دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سوئم: محبوب یزدانی سلطان التارکین حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

چہارم: محبوب ربانی حضرت شاہ علی حسین المعروف بہ اشرفی میاں کچھوچھوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت سیدنا الشاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قلم حقیقت نے اپنے محققانہ انداز میں آپ کے مذکورہ بالا ہر دو حسن ظاہری ومعنوی کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے عرض کیا تھا:

اشرفی اے رخت آئینہ حسن خوباں
اے نظر کردۂ و پروردۂ سہ محبوباں
(ماخوذ از دیباچہ بشیر القاری شرح بخاری ص ۱۸/۱۷)

حضور صدر العلما بلا شک وشبہہ سلسلۂ اشرفیہ کا وہ کوہ نور ہیں جس کی چمک دمک لازوال ہے۔ وہ امام النحو والصرف تھے۔ مفسر ومحدث تھے، زبردست فقیہ تھے، مگر ان علوم وفنون میں جلا، روشنی، چمک اسی نگاہ مرد مومن سے پیدا ہوئی جو اپنے تنہا وجود میں، علی حسین بنکر آیا۔ علی کی کرامت اور حسین کی استقامت کا مظہر کامل بنکر آیا۔ فیض اشرف نے اسے اشرفی بنایا، پھر تو وہ بے شمار کنکریوں کو اشرفی بنانے لگا۔ اور اعلان کر دیا:

اشرفی ناز کر تو اشرف پر
کون پاتا ہے خاندان ایسا

حضرت صدر العلماء اسی پروردۂ سہ محبوباں کے نظر کردہ ہیں۔ اسی مرشد کامل کے مرید اور سلسلہ اشرفیہ کی مراد ہیں۔ اکثر سوانح نگار اپنی عصبیت اور تنگ نظری کو چھپا نہیں پاتے، مثلاً:

(۱) حضور صدر الافاضل مرادآبادی
(۲) حضور حافظ ملت عبد العزیز محدث مبارکپوری
(۳) حضور حجۃ الاسلام حامد رضا خاں صاحب بریلوی
(۴) حضور مبلغ اعظم عبد العلیم میرٹھی
(۵) حضور مجاہد ملت حبیب الرحمٰن دھام نگر اڑیسہ
(۶) امین شریعت حضرت علامہ رفاقت حسین اشرفی
(۷) سید العلماء حضرت سید ابو البرکات لاہوری
(۸) صدر المشائخ حضرت علامہ سید ابو الحسنات لاہوری وغیرہم

جیسے اکابر اہلسنت کا ذکر کرتے ہیں تو یہ ہرگز نہیں بتاتے کہ ان حضرات کو خلافت اشرفی بھی حاصل ہے اور یہ خلفائے سرکار اشرفی میاں بھی ہیں۔

اسی لئے راقم الحروف نے سوچا کہ صدر العلما کے بارے میں کچھ بھی لکھنے سے قبل ان کے مرشد کامل کا

ذکر ضرور کروں، اور وہ بھی انہیں کے الفاظ میں۔ بحمدہ تعالیٰ ان کی تحریر نظر نواز ہوئی جب میں نے ان کی معرکۃ الآراء کتاب بشیر القاری شرح بخاری کا دیباچہ پڑھا، وہی نذر ناظرین کردیا:

علمی دنیا میں استاذ اور روحانی دنیا میں مرشد اہم ہوتا ہے۔

﴿فی الدنیا حسنۃ﴾ کے تعلق سے اساتذہ کی اہمیت ہے۔

تو ﴿فی الآخرۃ﴾ مرشد کامل کا مرہون منت ہے۔

اس اختصار کی تفصیل میں اگر راقم الحروف چلا گیا تو مضمون مکمل کتاب کی صورت اختیار کرلے گا جس کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا اس بات کو اس گذارش پر ختم کرتا ہوں کہ ہر عظیم ہستی کی سیرت سازی میں مرشد کامل کی نگاہ کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ اس حقیقت کو ہر سوانح نگار پیش نظر رکھے اور کتمان حق سے اپنے کو بچائے۔

خود صدر العلماء فرماتے ہیں:

"چونکہ فقیر (سید غلام جیلانی) کو صحبت بابرکت میں رہنا نصیب نہیں ہوا اس لئے آپ کی کرامات مشاہدہ میں نہ آسکیں، وصال کے بعد ایک دن یہ خیال پیدا ہو کر دل پر افسردگی طاری ہوگئی کہ ہم بڑے حرماں نصیب ہیں، نہ اپنے مرشد برحق کے کشفی حالات وکرامتیں اپنی نظر سے دیکھیں نہ کسی اور بزرگ کے مکاشفات و کرامات کا ہمارے سامنے ظہور ہوا۔ کچھ دیر افسردگی رہ کر فرو ہوگئی۔ اس کے کچھ دن بعد چھوٹی سرکار قدس سرہ کے مکاشفات کا اظہار شروع ہوا۔ قلب میں مسرت موجزن ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے مجھ کو بھی دید مکاشفات سے سرفراز فرمایا مگر۔

روئے گل سیر ندیدیم بہار آخر شد

تقریباً ڈیڑھ سال تک مکاشفات کا مشاہدہ نصیب ہوا تھا کہ بتاریخ ۱۵/رجب المرجب ۱۳۶۱ھ بروز چہارشنبہ وصال فرمایا۔ نور اللہ مرقدہ۔ قلب میں تشنگی باقی رہ گئی۔ چونکہ طلب صادق تھی اسلئے مرشد برحق کی روحانیت پھر متوجہ ہوئی اور اپنے برادر طریقت، غواص بحر معرفت، آقائے نعمت، رہبر حقیقت، فقیر کامل، عارف واصل، حامل اخلاق نبوی، کاشف اسرار لم یزلی سیدی ومولائی حضرت حافظ سید محمد ابراہیم صاحب قادری قدس سرہ القوی ساکن قصبہ سراوہ ضلع میرٹھ کے سپرد فرمادیا۔ آپ کی خدمت اقدس میں پہونچ کر بفضلہ تعالیٰ سات سال تک کشف وکرامات کا جی بھر کر مشاہدہ کیا۔ طرح طرح کی کرامتیں نظر کے سامنے آئیں۔ حضرت مولانا روم کے ارشاد

اولیا را ہست قدرت از الٰہ

تیر جستہ باز گردانند زراہ

پر اب تک ایمان بالغیب تھا۔ اس بارگاہ ولایت پناہ میں حاضری کے بعد مشاہدہ سے سرفراز فرمایا گیا۔

بلکہ الحمد للہ علی احسانہ کہ اس دربار گہر بار سے دین بھی ملا اور دنیا بھی۔ اب تک اس سیاہ کار پر نظر کرم فرماتے ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ ابد الآباد تک فرماتے رہیں گے۔ (دیباچہ بشیر القاری ص ۱۸)

صدر العلماء علوم وفنون کی روشنی میں کیا ہیں۔ ان کی علمی اور دینی خدمات جلیلہ کا معیار کیا ہے اور باتفاق علماء وہ صدر العلماء کیسے ہوئے؟ اس کا جواب آپ کو اس جریدہ میں ضرور مل جائے گا، مگر اس نظر کیمیا اثر کا انکشاف میرے لئے ضروری تھا جس نے

ایک طالب علم کو جلالۃ العلم	ایک عالم کو صدر العلماء
ایک نحوی کو امام النحو	ایک مدرس کو صدر المدرسین
ایک مولوی کو صوفی	ایک مرید کو مراد

ایک ذرہ کو اشرفی، پھر سلسلہ اشرفیہ کا کوہ نور

بنادیا۔ میرے اس انکشاف کی بنیاد صدر العلما کی تصنیف بشیر القاری ہے، جو سارے منکرین پر بھاری ہے۔

اشرفی مرشدی امام جیلانی
ان کا نور نظر غلام جیلانی

اب ایک طائرانہ نظر ان کی زندگی کے سفر پر:

ولادت: ۱۱ر رمضان ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء

جائے پیدائش: ریاست دادوں علی گڑھ

والد گرامی: حضرت علامہ سید غلام فخر الدین

جد کریم: حضرت علامہ سید سخاوت حسین فخری سلیمانی

عم محترم: حضرت علامہ سید غلام قطب الدین برہمچاری خلیفہ سرکار اشرفی میاں کچھوچھوی

رمضان المبارک میں ولادت بجائے خود ایک علان ہے کہ تو مولود اس ماہ کی برکت سے زمانہ بھر میں برکتیں پھیلانے والا ہے۔ حسن ظاہری ومعنوی سے مزین، بوئے شریعت اور رنگ طریقت سے بھرپور، علوم عقلی و نقلی میں کامل دسترس والا ثابت ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

یہ بھی ماہ رمضان کی برکت ہے کہ صدر الشریعہ اعظمی جیسا شفیق اور کامل استاذ اور مخدوم الاولیاء کچھوچھوی جیسا مہرباں پیر اور کامل مرشد ملا۔ اور پھر جائے پیدائش پر غور کیجئے تو علی گڑھ، علم وآگہی کا شہر اور والد گرامی پر نظر ڈالئے تو آل رسول۔ اور جد کریم تو زبدۃ الکاملین، قدوۃ العارفین، عارف اسرار قاب قوسین، حضرت مخدومنا حکیم سید سخاوت حسین قدس سرہ العزیز ان علمائے شریعت میں تھے جن کی زیارت کو حدیث میں

عبادت قرار دیا گیا ہے۔ اسی لئے مجدد ملت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں آپ کا ذکر ہوتا تو نام مبارک سن کر تعظیماً سینہ پر ہاتھ رکھ لیا کرتے تھے۔

(تذکرۂ حیات از تابش قصوری ص ۱۲/۱۳)

عم محترم: زبردست مناظر اسلام، اعلیٰ درجہ کے خطیب، دافع فتنۂ ارتداد، قاطع بنیاد آریہ سماج، اسلام و سنیت کا تاج مبلغ دین متین حضرت سید غلام قطب الدین حضور صدر العلما کے چچا بھی ہیں اور پیر بھائی یعنی برادر طریقت بھی۔ کیونکہ دونوں کے مرشد مخدوم الاولیا سید علی حسین کچھوچھوی ہیں۔ صدر الافاضل حضرت علامہ الشاہ نعیم الدین اشرفی مرادآبادی نے ہی اپنے مقدس ہاتھوں سے صدر العلما کی علمی پرشکوہ عمارت کی بنیاد رکھی تھی۔ اپنے اس شاگرد کے استاذ بھی ہیں اور برادر طریقت بھی۔

خود صدر العلماء فرماتے ہیں:

"مجھے امام المفسرین، رئیس المناظرین، استاذ العلما، حضرت مولانا شاہ محمد نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ سے بھی شرف تلمذ حاصل ہے۔ گلستاں، قدوری، قال اقول، کے ابتدائی حصص آپ سے پڑھتے تھے۔ تلاش و جستجو کا مادہ آپ ہی کی خدمت سے پیدا ہوا۔

فصول اکبری اور کافیہ کی تعلیم استاذ العلما حضرت مولانا عبد العزیز خاں صاحب اشرفی فتح پوری خلیفۂ سرکار اشرفی میاں کچھوچھوی سے حاصل کی۔ یہاں بھی استاذ محترم پیر بھائی ہی ہیں۔

صدر العلماء فرماتے ہیں:

"ابتدا ہی سے میلان طبع صرف ونحو کی جانب زیادہ رہا تھا۔ خوش قسمتی سے استاذ بھی ملے تو ایسے جو مسائل صرف ونحو کے حافظ تھے۔ یعنی استاذ معظم حضرت مولانا عبد العزیز خاں صاحب فتح پوری دامت برکاتہم جو آج کل جامعہ عربیہ ناگپور میں مسند صدارت کی زینت ہیں۔ قوت حافظہ اتنی زبردست کہ اپنے زمانہ کا بوعلی سینا کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ یوں تو قدرت نے ذات گرامی صفات میں بہت سے اوصاف ودیعت فرمائے ہیں مگر ایک وصف ایسا ودیعت فرمایا ہے جو دور حاضر میں جماعت علما کے اندر معدوم یا کالمعدوم ہے وہ یہ کہ آپ اردو، فارسی، عربی، انگریزی زبانوں کے علاوہ زبان سنسکرت کے بھی عالم ہیں۔ آپ نے فصول اکبری کے مسائل تاختم اوزان جمع اور کافیہ کے مسائل مع عبارت تاختم بحث مرکبات بتدریج زبانی یاد کرا دیے تھے۔ جن کو بروز پنجشنبہ بعد نماز عصر اپنی جائے قیام سے مدرسہ میں قدم رنجہ فرما کر سنا بھی کرتے اور فقیر روزانہ بعد نماز صبح حفاظ کی طرح کافیہ کا دور کیا کرتا تھا۔ رمضان المبارک کی تعطیلات میں مکان پہونچ کر باقی ماندہ کافیہ لیکر دور کے واسطے میل بھر مسافت تک جانا معمول میں داخل تھا۔ ایک مرتبہ واپسی پر راستے میں ایک سن رسیدہ بزرگ سے ملاقات ہوئی جو نواب ابوبکر خاں صاحب مرحوم کے یہاں سے رخصت ہو کر تشریف لا رہے تھے، میں نے سلام عرض کیا بعد

جواب سلام ہاتھ میں کتاب دیکھ کر فرمایا یہ کیا کتاب ہے؟ میں نے عرض کیا کافیہ، فرمایا: اسے کیوں لئے ہوئے ہو میں نے عرض کیا: زبانی یاد کرتا ہوں، اس پر قدرے متعجب ہو کر استفسار کیا۔ کس کے لڑکے ہو؟ والد صاحب کا نام بتانے پر فرمایا: اچھا ٹھیک ہے۔ تمہارے دادا مولوی سخاوت حسین صاحب صرف ونحو میں یگانۂ روزگار تھے۔ یہ انہی کا اثر ہے، پھر کچھ دعائیہ کلمات فرما کر تشریف لے گئے۔ بفضلہ تعالیٰ اس رمضان المبارک میں فقیر پورے کافیہ کا حافظ ہو گیا۔ (ایضاص ۷)

ابتداہی سے صرف ونحو سے غیر معمولی دلچسپی، تحفیظ القواعد والضوابط کی صلاحیت اور حصول علم کے لئے کمال سپردگی کا یہ عالم ظاہر کرتا ہے کہ بچہ طالب علم سے عالم اور عالم سے صدر العلما ہی بنے گا۔ اور پھر اس کے صدر العلما ہونے میں کیا شک ہے جس نے اپنے ہم درس حافظ ملت جیسی عبقری شخصیت کو بھی ابتدائی کتابیں پڑھائیں ہوں۔ صدر العلما کے شاگردوں کے اسمائے گرامی سننے کے بعد بآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جب شاگردوں کا یہ عالم ہے تو استاذ کا عالم کیا ہوگا۔

(۱) حافظ ملت مولانا عبد العزیز مرادآبادی ثم مبارکپوری خلیفۂ سرکار اشرفی میاں کچھوچھوی (اور حضرت آپ کے شریک درس بھی ہیں)

(۲) فخر القراء حضرت مولانا قاری احمد حسین اشرفی خلیفہ سرکار اشرفی میاں

(۳) خطیب اسلام مولانا عارف اللہ قادری خلیفہ سرکار اشرفی میاں

(۴) قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی صدر ورلڈ اسلامک مشن۔ یو۔ کے

(۵) شیخ طریقت حضرت مولانا سید نعیم اشرف جیلانی سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ جائس

(۶) خطیب الہند حضرت مولانا سید کلیم اشرف اشرفی جیلانی

(۷) استاذ العلماء حضرت مولانا محمد طیب خاں صاحب شیخ الحدیث منظر حق ٹانڈہ۔

(۸) صدر المدرسین حضرت مولانا محمد نظام الدین مدرسہ خیریہ بہرام

(۹) صدر المدرسین حضرت مولانا عاشق الرحمن جامعہ حبیبیہ الہ آباد

(۱۰) نائب مفتی اعظم مولانا مفتی شریف الحق امجدی دار الافتاء جامعہ اشرفیہ مبارک پور

(۱۱) نائب مفتی اعظم حضرت مولانا قاضی عبد الرحیم بستوی دار الافتاء بریلی شریف

(۱۲) شیخ الحدیث حضرت مولانا تحسین اللہ خان صاحب منظر اسلام بریلی شریف

(۱۳) صدر المدرسین مولانا چراغ عالم صاحب مدرسہ اجمل العلوم سنبھل

(۱۴) شیخ الحدیث حضرت مولانا رحمت اللہ بلرام پوری دار العلوم غریب نواز الہ آباد

(۱۵) ناظم اعلیٰ مولانا انوار احمد نظامی دار العلوم غریب نواز الہ آباد

(۱۶) شیخ الحدیث مولانا محمد حسین بہرائچی جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس

(۱۷) حضرت مولانا محمد فاروق صاحب مدرس دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف

(البشیر شرح نحو میر ص ۵،۶)

ان کے علاوہ بے شمار تلامذہ ملک وبیرون ملک کے طول وعرض میں پھیل کر اشاعت علم دین کے فریضہ کو انجام دینے میں مصروف ہیں۔ اسلام کے مذکورہ بالا لشکر جرار میں کچھ تو ایسے ہیں جن میں ملت اسلامیہ کی قیادت وحفاظت کی زبردست صلاحیت ہے۔ جب لشکر اتنا بے مثال ہے تو اس لشکر کا رہبر کیسا ہوگا؟ رہبر کارواں کی حیثیت کا اندازہ شرکاء کارواں کی صلاحیتوں سے لگایا جا سکتا ہے۔

اب صدر العلماء کی طالب علمانہ زندگی، اس کے پیچ وخم، اسباق کے تسلسل اور نامی گرامی اساتذہ سے اکتساب فیض کے سلسلہ میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں وہ بھی صدر العلماء کے الفاظ میں:

”اس سے پہلے سال میں سالانہ امتحان پر درجۂ اوسط میں کامیابی حاصل ہوئی۔ پھر آٹھ سال مسلسل اعلیٰ درجہ میں کامیاب ہوتا رہا اور ہر سال دار العلوم کی جانب سے انعام میں کتابیں ملتی تھیں۔ دار العلوم میں سالانہ امتحان تحریری ہوتا تھا۔ جس سال ملا حسن کا امتحان ہوا تو ممتحن صاحب نے تحریری جوابات پر اتنی تحسین فرمائی کہ مجلس شوریٰ نے چار روپیہ انعامی وظیفہ مقرر کیا جو شرکائے درس کے درمیان فقیر کے لئے تمغائے امتیاز تھا۔ بعض کتابیں راس المتقین حضرت مولانا حکیم سید عبد المجید صاحب قدس سرہ سے پڑھیں اور بعض ممتاز المناطقہ حضرت مولانا عبد الحی صاحب افغانی مرحوم سے جو رئیس العلما حضرت مولانا برکات احمد صاحب ٹونکی مرحوم کے شاگرد تھے اور شرح تہذیب کی منطقی ترکیب راس الفلاسفہ حضرت مولانا عبد اللہ صاحب افغانی سے جن کو استاذ الاساتذہ حضرت مولانا پردل صاحب مرحوم سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ حاشیہ عبد الغفور اور اس کا تکملہ مولانا عبد الخالق صاحب بجنوری کے ساتھ امام النحاۃ حضرت مولانا سید امیر صاحب پنجابی دامت برکاتہم سے خارج میں پڑھا تھا۔ جو لوجہ اللہ پڑھایا کرتے تھے۔ ہر دو کتب مذکورہ بالا اور شرح جامی پڑھانے میں آپ کا نظیر دیکھنے میں نہیں آیا۔“

صدر العلماء مزید فرماتے ہیں:

”فن تجوید استاذ القراء حضرت قاری غلام نبی صاحب ٹونکی مرحوم سے حاصل کیا۔ جو قاری عبد الرحمن صاحب مصنف ”فوائد مکیہ“ کے مکہ مکرمہ میں ہم سبق رہے تھے۔ باقی فوقانی کتب استاذ معظم صدر الشریعہ حضرت مولانا حکیم محمد امجد علی صاحب صدر المدرسین قدس سرہ سے پڑھی تھیں۔

حواشی زاہدیہ، شرح مواقف امام المناطقہ حضرت مولانا عبد الحق صاحب خیر آبادی قدس سرہ کے حاشیہ کے ساتھ آپ سے پڑھے تھے اور قاضی مبارک کا حاشیہ فضل حق سبقا سبقا صرف فقیر کو پڑھایا تھا۔ (دیباچہ بشیر القاری ص ۹،۱۰)

مزید فرماتے ہیں:

''حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب قدس سرہ کی درخواست پر چالیس طلبا کو اپنی رکاب میں لئے ہوئے دار العلوم منظر اسلام بریلی میں (صدر الشریعہ) تشریف لاکر سند صدارت پر رونق افروز ہوگئے۔ یہاں پر آپ سے شرح چغمنی اور محقق دوانی کے غیر مطبوعہ حواشی (قدیمہ) اور (جدیدہ) کے ساتھ شرح تجرید اور امام رازی علیہ الرحمہ اور طوسی کی شروح کے ساتھ (اشارات) پڑھی تھی۔ (ایضا ۱۰)

صدر العلماء نے دس شرکاء اسباق کا نام بڑے اعزاز و احترام کے ساتھ لیا ہے۔ مگر وہ جس ذات سے بے حد متاثر ہیں وہ ذات حضور مجاہد ملت کی ہے۔ ان کا ذکر بے حد تفصیل اور خصوصیت کے ساتھ کیا ہے، جبکہ بقیہ ہم درسوں کے لئے القابات پر ہی اکتفا فرمایا۔ زیر عنوان ''شرکاء اسباق'' صدر العلماء تحریر فرماتے ہیں:

''شرکاء اسباق میں خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر یہ اصحاب ہیں۔ جن میں بعض حضرات بعض کتب میں شریک تھے اور بعض اکثر میں (۱) مجاہد ملت حضرت مولانا الحاج محمد حبیب الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی جن کا فقیر ممنون احسان بھی ہے کہ زمانۂ تحصیل میں خیر آبادی نایاب حواشی عاریۃً برائے مطالعہ عنایت فرمائے تھے۔ اور محقق دوانی کے غیر مطبوعہ حواشی برائے تحصیل، آپ درس کے پختہ کار استاذ ہیں۔ آپ نے چند سال مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں لوجہ اللہ خدمات صدارت انجام دیں۔ قدرت نے نبوی صفت (عزیز علیہ ما عنتم) کا آپ کو مظہر اتم بنایا ہے۔

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

فقہائے توہب کا شیوع دیکھ کر تدریس کو خیر آباد کہتے ہوئے مجاہدہ تبلیغ اختیار فرمایا، دور اندیش احباب نے آل انڈیا تبلیغ سیرت الہ آباد کی عنان صدارت آپ کے مبارک ہاتھوں میں دیدی ہے۔

بقول شاہ عزیز احمد ابو العلائی، حسن خدمات اور اہلیت تامہ کی بنا پر وزیر اعظم بھارت پنڈت جواہر لال نہرو کی طرح قرعۂ صدارت ہر انتخاب میں آپ ہی کے نام نکلتا ہے۔

آسماں بار امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

آپ کے مسند درس پر رونق افروز نہ ہونے سے بڑی کمی محسوس ہو رہی ہے۔

(دیباچہ بشیر القاری ص ۱۰)

مجاہد ملت کا علم وفضل بلاشک وشبہ ان کی اپنی محنت وشفیق اساتذہ کی عنایت کا نتیجہ وثمرہ ہے مگر قدرت نے نبوی صفت (عزیز علیہ ما عنتم) کا مظہر اتم جو بنایا ہے وہ نگاہ مرشد کا فیضان ہے۔ حضرت صدر العلما نے اپنے مرشد کامل سے پائی ہوئی خلافت قادریہ منوریہ کا ذکر جس خصوصیت سے کیا ہے۔ وہی بیش بہا اور بے مثال

خلافت حضور مجاہد ملت کو مخدوم الاولیا حضرت شیخ سید علی حسین اشرفی جیلانی نے عنایت فرمائی۔

حضور صدر العلماء سے کئی بار میری ملاقات رہی مگر دیدار سے آگے کبھی بات نہیں بڑھی، جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں پڑھتے وقت، بریلی شریف میں عرس رضوی کے موقع پر ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ والد گرامی وقار حضور محدث اعظم ہند کے عرس چالیسویں کے موقعہ پر دیدار کے ساتھ خدمت کا بھی موقعہ ملا۔

مگر تفصیلی ملاقات، دید وشنید اور تبادلۂ خیال کا موقعہ اس وقت نصیب ہوا جب میں درس نظامی سے فارغ ہو کر سنی جلسوں میں دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دینے لگا۔ اور ایک دینی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے مجھے صدر العلماء نے یاد فرمایا۔ ہوا یوں کہ، شہر میرٹھ میں ملت دیابنہ کی ریشہ دوانیوں اور اسیران تو ہب کی کھلی گمراہیوں سے ملت اسلامیہ کو بچانے کے لیے حضرت نے مجھے یاد فرمایا۔ اور ایک عظیم الشان جلسہ بعنوان ''شہید اعظم کانفرنس'' منعقد فرمایا۔ صدر العلماء سے میری یہ ملاقات میری زندگی کا زبردست سرمایہ ہے۔

صدر العلماء کا علم وفضل اور تقوی وطہارت کے ساتھ ساتھ ان کی سادہ زندگی دیکھنے کو ملی اور ان کا ایک ارشاد جس نے میری زندگی بدل کے رکھ دی، وہ یہ تھا:

''سید صاحب! جس بندہ نے قلت، علت، اور ذلت کا مزہ نہ چکھا ہو وہ مردود ہے۔''

اسی ایک جملہ نے میری کایا پلٹ دی، کوئی کمی، بیماری، بے عزتی اور ملامت سے متاثر ہو کر ہتھیار ڈال دینا میرے مزاج سے باہر ہو گیا۔ دکھ اور سکھ میں یکساں مزا آنے لگا۔ بس ایک نظر کیمیا اثر سے میں کیا تھا کیا ہو گا۔ ان کی یہ عطا میرے لئے اس دنیا میں طاقت ہے اور مرنے کے بعد توشۂ آخرت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میرے خلاف چلائی جانے والی منصوبہ بند تحریکیں،

میرے آباواجداد کی توہین وکردار کشی، میرے خلاف جھوٹے اور بے بنیاد الزامات مجھے مشتعل نہ کر سکے۔ میں اعتدال اور سلامت روی کی راہ پر چلتا رہا۔ اور بحمدہ تعالی اسی پر قائم ہوں۔

صدر العلماء کی اس قربت وصحبت کا فیضان تھا کہ ''شہید اعظم کانفرنس'' میں ایک تاریخی تقریر کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ اختتام کانفرنس کے بعد جب قیامگاہ پر آیا تو صدر العلماء نے جن دعاؤں سے نوازا آج وہی کام آرہی ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالی آخرت تک کام آئیں گی۔ صدر العلماء جیسا بطل جلیل کبھی کبھی پیدا ہوتا ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

فقیر چشتی وگدائے جیلانی
محمد ہاشمی اشرفی جیلانی
کچھوچھہ شریف

امام المحدثین عمدة المحققین

حضرت صدر العلماء میرٹھی

حضرت مولانا مفتی یار محمد خان صاحب قادری
صدر مدرس ومفتی دار العلوم گھنگھولیہ (نوٹنگھم، برمنگھم، یو۔کے)

ڈھونڈو گے ہمیں ملکوں ملکوں
ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم
تعبیر ہے جس کی حسرت وغم
اے ہم نفسو وہ خواب ہیں ہم

امام المحدثین، عمدة المحققین، جبل الاستقامۃ، الجامع بین الشریعۃ والطریقۃ، والفائق علی جمیع الاقران فی العلوم النقلیۃ والعقلیۃ، شیخ العرب والعجم حضرت سید غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظیر آپ کے دور میں دنیا بھر میں نہیں تھی، اگر اسلام نام ہے اتباع سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور عشق ومحبت رسول کریم ﷺ میں اپنی ہستی کو گم کر دینے کا، تو بلاشبہ اس دور نامسعود میں صرف ایک شخصیت ایسی تھی جس کے قد موزوں پر ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ کی قبائے شوخ راست آسکتی تھی، میری مراد عرب وعجم کے شیخ مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی ہے جن کی رنگا رنگ اور بوقلموں شخصیت کا اندازہ اس امر سے لگائیں کہ وہ زبردست عالم، مجاہد، مدرس، محقق، مفکر، زاہد شب زندہ دار، مفسر اور محدث تھے۔

آپ محض ایک شخصیت نہیں تھے وہ ایک ادارہ انسٹی ٹیوٹ تھے۔ آپ پچاس سال تقریباً ہماری حیات ملی کو کسی نہ کسی رنگ میں متاثر کرتے رہے اور آپ کی شخصیت ہمارے لئے آج بھی مینارۂ ہدایت کا کام دے رہی ہے۔ پیرانہ سالی کے باوجود جس لگن اور انتھک جدوجہد سے درس وتدریس کا کام کرتے تھے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے دل میں خدمت اسلام کی کس قدر رغبت تھی۔

حضرت قائد اہلسنت مبلغ اسلام حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صاحب سے ان کے وصال سے تقریباً ۴؍ ماہ قبل ۳؍۴ گھنٹہ بات ہوئی ان تین چار گھنٹہ کی گفتگو میں زیادہ تر انہوں نے اپنے استاذ حضرت علامہ سید غلام

جیلانی ہی کا ذکر کیا، اور وہ بھی بڑی عقیدت اور محبت سے۔ انہیں کے بیان کردہ حالات سے مجھے یہ اندازہ ہوا کہ حضرت علامہ سید غلام جیلانی کو دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں بمشکل دو چار گھنٹے ایسے میسر آتے تھے جن میں وہ گھریلو ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکیں یا بستر استراحت پر لیٹ سکیں ورنہ عموماً یہ صورتحال ہوتی تھی کہ وہ رات کو عشاء کی نماز کے بعد تدریس فرماتے تھے اور نماز تہجد کی ادائیگی کے بعد ٹارچ ہاتھ میں لئے ایک ایک طالب علم کو خود جگاتے تھے کہ بھائی اٹھو اور اسباق پڑھو۔ انہیں دیکھ کر خیر القرون کا عہد زریں یاد آجاتا ہے۔ جس میں صحابہ کرام وتابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ایسی ہی مضطرب اور ہنگامہ پرور زندگی بسر کیا کرتے تھے۔

میں نے جب بھی ان کے حالات زندگی کو دیکھا تو میرے ذہن میں بے اختیار وہ فقرہ آجاتا ہے جو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ ﴿کَنِیْفٌ مُلِئَ عِلْماً﴾ یعنی ایک گٹھری ہیں علم سے بھری ہوئی۔

حضرت علامہ سید غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نہایت فیاض دریادل اور صحیح معنوں میں صابر وشاکر انسان تھے۔ ان کا دستر خوان ان کی آمدنی سے زیادہ وسیع تھا، اور ان کے یہاں مہمان کثرت سے آتے۔ شاید ہی کسی دوسرے کے یہاں مہمان اس کثرت سے آتے لیکن ان کے ماتھے پر بل تک نہ آتا، وہ ہر ایک سے خندہ پیشانی سے ملتے، وہ ہر ایک کو دعوت شیراز میں شرکت پر مجبور فرماتے۔ وہ اگر چاہتے تو لاکھوں کی جائیداد پیدا کر سکتے تھے اور ضمیر کی متاع عزیز کو منڈی کی جنس بنا کر 'من قاش فروش دل صد پارہ خویشم' کی صدائیں لگاتے تو شاید دنیا کے بڑے جاگیر دار اور سرمایہ دار ہوتے۔ مگر انہوں نے اس کارزار حیات میں اپنے لئے وہ راستہ ڈھونڈا جس پر چل کر کبھی کسی نے شادکام زندگی بسر نہیں کی۔ اور یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف حضور سرور کائنات ﷺ نے اپنے ارشاد میں اشارہ فرمایا:

﴿اَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً اَلْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ﴾

لوگوں میں سب سے زیادہ دکھ اٹھانے والے انبیاء ہوتے ہیں اور پھر وہ لوگ جو ان کے نقش قدم پر چلنے والے ہوں درجہ بدرجہ۔ ان کے فیض یافتہ علماء وفضلاء برصغیر کے کونے کونے میں موجود ہیں۔ مگر آپ ان سے کم ہی ہدیے اور تحفے لیا کرتے تھے اور جو کچھ قبول کرتے وہ زیادہ تر طلباء دار العلوم اور دیگر مہمانوں پر خرچ فرما کر خود "یطعمنی ربی و یسقینی" کی سنت کی کیفیتوں سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ تصوف کے جبل منیع پر ان کا ٹھکانہ ہے۔

ہماری نگاہ کی رسائی بھی وہاں تک نہیں۔ ہمارے پاس تصوف کا جو کچھ سرمایہ ہے وہ حضرت جیسی شخصیات کی جوتیوں کے طفیل ہے۔

حضرت کے نظام الاوقات:

حضرت کے معمولات رات کے تقریباً تین بجے شروع ہو کر رات کے تقریباً بارہ بجے کے قریب اختتام پذیر ہوتے۔

(۱) ۴ ربجے صبح تہجد کی نماز وظائف وغیرہ پڑھتے۔ پھر

(۲) فجر کی نماز کے بعد تلاوت قرآن مجید اور درود شریف وغیرہ، اور پھر

(۳) اگر مہمان ہوتے تو انہیں کے ساتھ ناشتہ فرماتے، اس کے بعد

(۴) مدرسہ میں درس دیتے اور بحیثیت پرنسپل دوسرے کاموں کا بھی جائزہ لیتے اور پھر مدرسہ وغیرہ ہی سے متعلق امور کا سلسلہ کوئی بارہ بجے رات تک جاری رہتا۔

غیر معمولی ضبط واخفاء:

تفکرات کا کتنا ہی ہجوم ہو، غموں کی کتنی ہی بارش ہو مگر تبسم زیر لب جاری رہتا ان کا پرنور چہرہ ان کے اطمینان ونورانیت قلبی کی سچی تصویر ہوتا۔

بے غرضی، انکساری، حلم وتواضع کی صحیح تصویر:

پیکر اخلاص بنکر جو کوئی بھی حضرت کو دعوت دیتا وہ امیر ہوتا یا غریب ضرور اس کے یہاں تشریف لے جاتے، اگرچہ آخری عمر میں اٹھنے بیٹھنے میں قدرے تکلیف ہوتی مگر پھر بھی دعوت رد نہ فرماتے۔ ہندوستان کے شہرت یافتہ مدارس میں آپ کو سالانہ امتحان کے لئے خصوصی دعوتیں پیش کی جاتیں اور آپ انتہائی پروقار انداز میں وہاں تشریف لے جاتے۔ اعراس میں بالخصوص کچھوچھہ مقدسہ، اور بریلی شریف ضرور حاضر ہوتے۔ جب کہیں علماء کا اجتماع ہوتا اور کوئی علمی وتحقیقی مسئلہ موضوع بحث بنتا تو اپنے چھوٹوں کو بھی بولنے کا موقع دیکر ان کی ہمت افزائی فرماتے۔ اپنے اکابرین کی بارگاہوں میں ایسا ادب واحترام بجالاتے کہ ''اللہ اکبر'' جسے دیکھ کر علمائے متقدمین کی یاد تازہ ہوجائے۔ اگر کبھی علما کے اصرار پر تقریر فرماتے تو اس میں بھی وہی انداز تحقیق وتدقیق نمایاں ہوتا جو ان کی تصانیف سے ظاہر ہے۔ یہ راقم السطور (مفتی یار محمد خاں قادری) درس نظامی کی متعدد کتب مثلاً بیضاوی، مطول، دیوان متنبی، سراجی، شرح وقایہ وغیرہ کی عربی اور اردو شروحات کرنے کی سعادت حاصل کرنے کے بعد اپنے سالہا سال کے تدریسی تجربہ کی روشنی میں یہ عرض کرتا ہے کہ حضرت صدر العلما سید غلام جیلانی میرٹھی کی وہ تصانیف جو میری نظر سے گذریں مثلاً بشیر القاری، بشیر الناجیہ، البشیر الکامل، البشیر وغیرہ وہ تحقیق وتدقیق، تفتیش وجستجو کے ارفع واعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔ ان کا جو بھی انداز تحریر وترتیب ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

حضرت شاہ صاحب کے علمی وفنی جواہر پارے اور قدرے حالات اگرچہ آپ کی تصانیف میں موجود

ہیں مگر پھر بھی بہت اقوال واحوال ان سے عقیدت رکھنے والوں کی سینوں میں محفوظ تھے اور وہ بھی منتشر، خدا بھلا کرے محبّ گرامی قدر حضرت مولانا محمد ایوب صاحب اشرفی خطیب مسجد نور الاسلام بولٹن، یوکے، کا جنہوں نے ان منتشر معلومات کولوگوں کے سینوں سے نکال کر سفینوں میں اکٹھا کرنے کا عزم مصمم کرلیا اور بفضل خدا اس میں مثالی کامیابی حاصل بھی کی۔ ان کے لئے دعا ہے کہ اللہ کریم بطفیل نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم ان کی مساعی جمیلہ کوشرف قبولیت عطا فرمائے اور ان کو اور ہم سب کو بھی حضرت صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان اور ان جیسے علمائے ربانیین کے راستہ پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

فقط: مفتی یار محمد خان قادری، خادم الحدیث رئیس والافتاء دار العلوم گھمگولیہ برمنگھم یوکے

صدر العلماء میرٹھی

اور بشیر القاری

رئیس التحریر حضرت علامہ محمد یٰس اختر صاحب مصباحی

بانی دارالقلم۔ (ذاکر نگر۔ دہلی)

صدر العلماء امام النحو حضرت سیدنا غلام جیلانی علی گڑھی ثم میرٹھی (متولد ۱۳۱۸ھ ۱۹۰۰ء متوفی ۱۳۹۸ھ ۱۹۷۸ء بن مولانا سید غلام فخر الدین متوفی ۱۸ ررمضان ۱۳۷۴ھ) بن مولانا حکیم سید سخاوت حسین (متوفی ۱۹ر ذی القعدہ ۱۲۹۹ھ) اپنے وقت کے جید اور متبحر علمائے کرام کے درمیان نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ مکتب میں ناظرہ اردو اور پرائمری اسکول میں درجہ چہارم کی تعلیم کے بعد صدر العلماء میرٹھی کے عم محترم حضرت مولانا سید شاہ غلام قطب الدین برہمچاری علیہ الرحمہ تلمیذ استاذ العلماء مولانا لطف اللہ علی گڑھی نے اپنے ہمراہ لے جا کر آپ کو مدرسہ اہل سنت بازار دیوان مراد آباد (جامعہ نعیمیہ مراد آباد) میں داخل کرایا۔ آپ کا میلان ابتداء ہی سے صرف و نحو کی جانب زیادہ تھا۔ حضرت علامہ عبد العزیز خاں فتح پوری علیہ الرحمہ جو مراد آباد میں آپ کے شفیق استاذ محترم تھے۔ انہوں نے آپ کو فصول اکبری کے مسائل تا ختم اوزان جمع اور کافیہ کے مسائل مع عبارت تا ختم بحث مرکبات بتدریج زبانی یاد کرا دیے تھے۔

امام المفسرین رئیس المناظرین استاذ العلما حضرت مولانا شاہ محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی قدس سرہٗ سے بھی شرف تلمذ حاصل ہوا۔ گلستاں، قدوری، قال اقول کے ابتدائی حصے آپ سے پڑھے۔ طبیعت میں تفحص اور جستجو کا مادہ آپ ہی کی خدمت سے پیدا ہوا تھا۔

دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں آپ کے مشہور اساتذہ یہ تھے۔ حضرت مولانا امتیاز احمد انبیٹھی، حضرت مولانا سید حامد حسین اجمیری، حضرت مولانا سید عبد المجید، حضرت مولانا عبد الحئی افغانی تلمیذ حضرت حکیم برکات احمد ٹونکی، حضرت مولانا عبد اللہ افغانی تلمیذ حضرت مولانا پُردل، حضرت مولانا سید محمد امیر پنجابی، حضرت قاری غلام نبی ٹونکی علیہم الرحمۃ والرضوان۔

صدر العلماء میرٹھی تحریر فرماتے ہیں: فوقانی کتب استاذ محترم صدر الشریعہ حضرت مولانا حکیم محمد امجد علی

صاحب صدر المدرسین قدس سرہ سے پڑھی تھیں۔آپ کی عادت کریمہ تھی کہ بخار میں بھی سبق ناغہ نہ ہوتا۔حواشی زاہدیہ شرح مواقف امام المناطقہ حضرت مولانا عبد الحق صاحب خیر آبادی قدس سرہ کے حاشیہ کے ساتھ آپ سے پڑھے تھے،اور قاضی مبارک کا حاشیہ فضل حق سبقاً سبقاً صرف فقیر کو پڑھایا تھا،پھر ۱۳۵۱ھ میں درسگاہ شریف کے متولی اور دار العلوم کے معتمد میر نثار احمد کی مخالفانہ حرکتوں کی وجہ سے آپ نے استعفاء دے دیا اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب قدس سرہ کی درخواست پر چالیس طلبہ کو اپنی رکاب میں لئے ہوئے دار العلوم منظر اسلام بریلی میں تشریف لاکر مسند صدارت پر رونق افروز ہوئے،یہاں پر آپ سے شرح چغمینی اور محقق دوانی کے غیر مطبوعہ حواشی قدیمہ اور اس کے ساتھ شرح تجرید اور امام رازی علیہ الرحمہ اور طوسی کی شروح کے ساتھ اشارات پڑھی تھیں۔(ملخص ص ۱۰ اردو بیاچہ بشیر القاری)۱۳۵۲ھ میں منظر اسلام بریلی شریف سے صدر العلماء میرٹھی دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

اپنے سلسلہ بیعت کے بارے میں صدر العلماء میرٹھی تحریر فرماتے ہیں:

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین ملجا وماویٰ بےکساں مرجع وملاذ کاملاں اشرف المشائخ سیدنا ومولانا الشاہ سید علی حسین صاحب اشرفی میاں کچھوچھوی قدس سرہ القوی کے دست حق پرست پر بریلی شریف میں بموقع عرس رضوی غالباً ۱۹۲۲ء میں شرف بیعت حاصل ہوا اور دار الخیر اجمیر شریف میں بتاریخ ۱۲/ذوالحجہ ۱۳۵۰ھ خلافت سے نوازا تھا۔خلافت نامہ کے ساتھ ایک کلاہ اور ایک استعمالی جبہ بھی عطا فرمایا جس کے متعلق اہل خانہ کو وصیت کردی ہے کہ میرے کفن میں شامل کردیا جائے کیونکہ بزرگان دین کے ملبوسات شامل کفن کرنا مسنون ہے

"کما فی الارکان الاربعۃ لبحر العلوم عبد العلی اللکھنوی قدس سرہ القوی"

(ص ۱۷ اردو بیاچہ بشیر القاری)

صدر العلماء میرٹھی کے شرکاء اسباق جن کے نام آپ نے تحریر فرمائے ہیں وہ یہ دس علمائے کرام ہیں جن میں سے بعض حضرات تمام کتب میں اور بعض اکثر میں شریک درس تھے۔

(۱) مجاہد ملت حضرت مولانا الحاج محمد حبیب الرحمن صاحب صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت (۲) رئیس المناظرین حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب بہاری صدر المدرسین دار العلوم شاہ عالم احمد آباد گجرات (۳) شمس العلما حضرت مولانا قاضی شمس الدین احمد صاحب جونپوری صدر المدرسین مدرسہ حنفیہ جونپور (۴) حافظ الملۃ حضرت مولانا حافظ عبد العزیز صاحب بھوجپوری مرادآبادی صدر المدرسین دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ (۵) فخر الاماثل حضرت مولانا محمد سلیمان صاحب بھاگل پوری صدر المدرسین دار العلوم حمیدیہ رضویہ بنارس (۶) رئیس الاذکیاء حضرت مولانا غلام یزدانی سابق صدر المدرسین دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف (۷) رئیس الاتقیاء حضرت مولانا سردار احمد صاحب گورداس پوری صدر المدرسین جامعہ رضویہ لائل پور پاکستان

(۸) محسن العلماء حضرت مولانا محمد محسن صاحب فقیہ ممبئی ثم کراچی (۹) رأس المقررین حضرت مولانا صدیق اللہ صاحب رنگین بخاری (۱۰) رئیس القرا حضرت مولانا اسد الحق خاں صاحب ریاست اندور ﴿تلک عشرۃ کاملۃ﴾

آپ کے سیکڑوں با صلاحیت تلامذہ میں چند معروف حضرات کے نام یہ ہیں۔ حضرت مولانا نظام الدین الہ آبادی، حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی، حضرت شاہ احمد نورانی، حضرت مولانا عارف اللہ میرٹھی، حضرت مولانا مشتاق احمد نظامی، حضرت مولانا نصر اللہ خاں افغانی وغیرہم۔

بشیر القاری بشرح صحیح البخاری حضرت صدر العلما میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ایک شاہکار دینی وعلمی خدمت ہے جو اس وقت میرے پیش نظر ہے۔ صحیح بخاری جلد اول کی صرف سات ابتدائی احادیث کریمہ کے ترجمہ وتشریح پر مشتمل یہ بشیر القاری علمائے اہل سنت کے ذوق تحقیق اور ان کی ژرف نگاہی وکمال ادب واحترام کا ایک بیش قیمت نمونہ ہے۔ زیر بحث احادیث کریمہ یہ ہیں۔

(۱) حدیث " انما الاعمال بالنیات" از: ص ۴۲ / تا ص ۶۵

(۲) حدیث اقسام وحی۔ از: ص ۶۶ / تا ص ۸۸

(۳) حدیث غار حراء۔ از: ص ۸۸ / تا ص ۱۳۷

(۴) حدیث فترت وحی۔ از: ص ۱۳۷ / تا ص ۱۵۵

(۵) حدیث مسلسل بالشفتین۔ از: ص ۱۵۵ / تا ص ۱۶۷

(۶) حدیث دورۂ قرآن۔ از: ص ۱۶۸ / تا ص ۱۷۳

(۷) حدیث ہرقل۔ از: ص ۱۷۳ / تا ص ۲۲۹

پھر ترجمۃ الباب اور احادیث کے درمیان تطبیق از: (ص ۲۳۰ / تا ص ۲۴۸) جب کہ آغاز کتاب میں ص ا / تا ص ۴۰ / میں دیباچہ بشیر القاری ہے اور اس کے بعد دوبارہ ص ایک سے ۲۴۸ / تک پوری کتاب ہے۔ اس طرح تین صفحات کی فہرست قبل دیباچہ، چالیس صفحات کا دیباچہ قبل کتاب ہے اور بڑے سائز پر مکتبہ الجیلانی سنبھل ضلع مرادآباد یوپی نے اسے شائع کیا ہے۔ طابع وناشر کی جانب سے کتاب پر نہ کوئی تعارف وتبصرہ وپیش لفظ ہے اور نہ ہی اس پر کہیں سال طباعت کا اندراج ہے۔

یوں تو پوری کتاب ہی صدر العلماء میرٹھی کی تحقیق وتفحص کے اعلیٰ معیار کا نمونہ ہے مگر حدیث تسمیہ وتحمید میں دفع تعارض، بارگاہ رسالت میں درود وسلام کی پیشی اور اس کے طریقے۔ وحی انبیاء کے اقسام اور اس کی صورتیں۔ حدیث "انما الاعمال بالنیات" میں نیت وعزم اعمال وافعال کی تحقیق۔ ما انا بقارئ کا تحقیقی معنی ومفہوم۔ سجدۂ عبادت وتعظیم کا حکم اور فرق جیسی بحثیں قابل مطالعہ ہیں جن سے صدر العلماء کے وفور علم اور وسعت

مطالعہ کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔ جگہ جگہ بعض دیوبندی محدثین کی بھی خبر گیری کی گئی ہے اور ان کی حدیث دانی کا انہیں آئینہ دکھایا گیا ہے۔

حدیث اور صاحب حدیث کے تعلق سے دو مختلف مقامات پر صدر العلما میرٹھی نے حضرت امام مالک و حضرت امام بخاری کے ادب کا بڑا ہی ایمان افروز ذکر کیا ہے جسے طہارت قلب کے لئے یہاں نقل کرنا میں بے حد ضروری سمجھتا ہوں۔ محدث مدینہ امام دار الہجرۃ حضرت امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

علم حدیث تو سو شیوخ سے اخذ فرمایا جو بلحاظ دین پسندیدہ اور شروط روایت کے جامع تھے۔ ان میں تین تابعی اور چھ سو تبع تابعین ہیں۔ ۹۰ھ ہجری میں متولد ہوئے۔ تین سال شکم مادر میں رہے۔ اور ۱۷۹ھ میں بمقام مدینہ منورہ چودہ ربیع الاول بوقت ضحوہ وفات پائی اور بقیع شریف میں مدفون ہوئے۔ نواسی سال کی عمر شریف ہوئی۔

حدیث نبوی بیان کرنے کے لئے بیٹھتے تو پہلے وضو فرماتے اور بہترین لباس پہنتے، خوشبو لگاتے اور ریش مبارک میں کنگھا کرتے، کسی نے وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ ادباً میں ایسا کرتا ہوں۔

امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ امام مالک کی خدمت میں حاضر تھا وہ سید عالم ﷺ کی حدیث بیان فرما رہے تھے، سولہ مرتبہ بچھو نے ڈنک مارا اور چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا مگر حدیث بیان کرنا موقوف نہ کیا۔ جب مجلس برخاست ہوئی اور لوگ چلے گئے تو میں نے عرض کیا کہ آج میں نے بیان حدیث کے وقت عجیب بات دیکھی۔ واقعہ بیان کرکے آپ نے فرمایا کہ میں ادباً صبر کرتا رہا۔

علامہ ابن خلکان نے تحریر فرمایا ہے کہ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجود ضعف اور پیرانہ سالی کے مدینہ منورہ میں سواری پر سوار نہ ہوتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں اس شہر میں سواری پر نہ بیٹھوں گا جس میں سید عالم ﷺ کا جسم پاک مدفون ہے۔

(ص ۶۷ / بشیر القاری)

مؤلف صحیح بخاری ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (متولد ۱۳ / شوال ۱۹۴ھ در شہر بخارا، متوفی یکم شوال ۲۵۶ھ در خرتنگ نزد سمرقند) معروف بہ امام بخاری کے بارے میں حضرت صدر العلما میرٹھی تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت عبد الواحد طوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ اس زمانہ میں اکابر اولیائے کرام سے تھے۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ صحابہ کرام کی جماعت کے ساتھ محبوب دو جہاں مطلوب مرسلاں ﷺ کسی کے انتظار میں تشریف فرما ہیں۔ سلام عرض کرنے کے بعد عرض داشت پیش کی کہ یا رسول اللہ کس کا انتظار ہے؟ ارشاد فرمایا کہ محمد بن اسماعیل بخاری کے انتظار میں ہوں۔ حضرت عبد الواحد طوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ چند یوم کے

بعد ہمیں خبر وفات پہنچی۔ میں نے وفات کی تفتیش کی تو وہی وقت نکلا جس میں نبوی زیارت سے میں مشرف ہوا تھا
جب امام بخاری کو قبر میں رکھا گیا تو فوراً قبر شریف سے مشک کی خوشبو مہکنے لگی اور قبر کا ذرہ ذرہ مشک بن گیا۔ لوگ زیارت کے واسطے آتے اور خاک قبر کو بطور تبرک لے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ اس میں غار پڑ گیا۔ (بایں خوف کہ لوگ اسی طرح لے جاتے رہے تو تھوڑے ہی عرصہ میں قبر ناپید ہو جائے گی۔) اس کے چاروں طرف لکڑی کا جنگلہ لگا دیا گیا۔ پھر زائرین جنگلہ سے باہر کی خاک لے جانے لگے اور اس میں بھی مشک کی خوشبو پاتے تھے۔ مدتہائے دراز تک یہ خوشبو مہکتی رہی۔

جمال ہم نشین در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

شہر سمرقند میں ایک مرتبہ بارش کا شدید قحط پڑا۔ لوگوں نے متعدد مرتبہ استسقاء کی تدبیر کی مگر کامیاب نہ ہو سکے تو ایک صاحب قاضی سمرقند کے پاس پہنچے جن کی پرہیزگاری شہر میں مشہور تھی ان سے کہا کہ میری ایک رائے ہے جو آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔
قاضی صاحب نے فرمایا وہ کیا ہے بیان فرمائیے؟ انہوں نے کہا کہ میری رائے ہے کہ لوگوں کو لے کر امام بخاری علیہ رحمۃ الباری کی قبر انور پر چلئے اور وہاں بارش کے لئے دعاء کی جائے۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ بارش عطا فرمائے گا۔ قاضی صاحب نے اس رائے پر تحسین فرمائی۔ اور سمرقند سے لوگوں کو لے کر قبر انور پر مقام "خرتنگ" میں حاضر ہوئے۔ گریہ وزاری کے ساتھ امام بخاری علیہ رحمۃ الباری کے توسل سے دعاء استسقاء کی۔ فوراً اللہ تبارک وتعالیٰ نے باران رحمت کا نزول فرمایا۔ اور وہ بھی اس کثرت سے کہ اہل سمرقند سات یوم تک واپس نہ ہو سکے۔ راستے بند ہونے کی وجہ سے خرتنگ میں قیام کرنا پڑا۔
(قسطلانی وغیرہ۔ ص ۲۸ اردو دیباچہ بشیر القاری)

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: "کل امر ذی بال لا یبدأ فیہ بسم اللہ فھو اقطع (وفی روایۃ ابتر)
"رواہ ابن حبان والخطیب البغدادی" جس شاندار کام کی ابتداء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے برکت حاصل کر کے نہ کی جائے گی وہ کام بے برکت رہے گا۔
نیز یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ "کل امرٍ ذی بالٍ لایبدأ فیہ بحمد اللہِ فھو اقطع" رواہ ابو داؤد وابن ماجہ جس اہم کام کی ابتدا حمد الٰہی سے برکت حاصل کر کے نہ کی جائے گی وہ برکت سے خالی رہے گی۔
ان دونوں احادیث میں بظاہر تعارض نظر آتا ہے کہ کسی کام کا آغاز تسمیہ وتحمید دونوں سے بیک وقت

کیسے کیا جاسکتا ہے ابتدا کسی ایک سے ہی کی جاسکتی ہے؟ اس سلسلہ میں دفع تعارض کے بارہ وجوہ بیان کرتے ہوئے صدر العلما میرٹھی نے جو شاندار تحقیق فرمائی ہے ان میں سے صرف وجہ اول بطور نمونہ یہاں پیش خدمت ہے

وجہ اول: اولیت یا ابتداء کی تین قسم ہیں۔

ابتدائے حقیقی: یعنی کسی چیز کے شروع میں ایسی شئی لانا جو اپنے جمیع ماسوا پر مقدم ہو۔

ابتدائے اضافی: کسی چیز کے شروع میں ایسی شئی لانا جو بعض اشیاء سے مقدم اور بعض سے موخر ہو۔ اور بعض حضرات نے ابتدائے اضافی کی تعریف یوں فرمائی۔ کسی چیز کے شروع میں ایسی شئی لانا جو دیگر اشیاء پر مقدم ہو، خواہ کسی سے موخر بھی ہو یا کسی سے موخر نہ ہو۔

ابتدائے عرفی: کسی چیز کو شروع میں لانا جو مقصود پر مقدم ہو۔

ابتدائے حقیقی اور ابتدائے اضافی اول میں تباین ہے۔ ابتدائے حقیقی اور ابتدائے اضافی بمعنی ثانی میں عموم وخصوص مطلق یعنی حقیقی خاص اور اضافی عام ہے۔ اور ابتدائے حقیقی اور ابتدائے عرفی میں بھی عموم وخصوص مطلق کہ حقیقی خاص اور عرفی عام ہے۔ اور ابتدائے حقیقی وابتدائے اضافی بمعنی اول اور ابتدائے اضافی بمعنی ثانی اور ابتدائے عرفی میں نسبت تساوی ہے کہ جو چیز شروع میں لائی جائے گی اس کا مقصود پر مقدم ہونا مقسم یعنی مطلق ابتداء میں معتبر ہے تو لازم ہے کہ تینوں اقسام میں بھی معتبر ہو۔ پس ایسا مادہ متحقق نہ ہوگا جس میں ابتدائے اضافی بمعنی ثانی اور عرفی میں سے کسی ایک کا تحقق دوسرے کے بغیر ہو سکے۔

حدیث تسمیہ اور تحمید کے تعارض کو اس طرح اٹھایا جاسکتا ہے کہ حدیث تسمیہ میں ابتدائے حقیقی مراد لی جائے اور حدیث تحمید میں اضافی بمعنی اول یا عرفی یا دونوں میں اضافی یا عرفی بمعنی ثانی۔ حدیث تسمیہ میں ابتدائے اضافی بمعنی اول مراد لینے سے بھی تعارض اٹھ سکتا ہے مگر علمائے کرام نے اس کو بایں خیال نظر انداز فرمایا کہ اس تقدیر پر بسم اللہ کا حمد سے تاخر صحیح ہوگا اور یہ مناسب نہیں اس لئے کہ بسم اللہ میں اسم ذات کا ذکر ہے اور اس سے تبرک واستعانت مقصود۔ اور حمد سے اثبات صفات کا قصد کیا جاتا۔ اور مرتبۂ صفات مرتبۂ ذات سے موخر ہے۔

لہٰذا بسم اللہ جو اسم ذات پر مشتمل ہے اس کو حمد سے موخر نہ ہونا چاہئے جو صفات پر مشتمل ہوتی ہے بلکہ مرتبۂ ذات کا تقدم مقتضی ہے کہ بسم اللہ کو حمد پر مقدم رکھا جائے۔ (ص ۳۱ر۳ بشیر القاری)

رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں فرشتوں کے ذریعہ درود وسلام کی پیشی کے پانچ طریقے جو احادیث میں مذکور ہیں ان کا مدلل ذکر کرنے کے بعد صدر العلماء میرٹھی نے ایک سوال قائم کیا کہ کیا حضور پر نور ﷺ خود درود وسلام سماعت فرماتے ہیں؟ اس سوال کا بڑا فاضلانہ ومحققانہ جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

بیشک سرورِ کائنات فخرِ موجودات تاجدارِ انبیاء محبوبِ کبریا ﷺ ہر امتی کا درود و سلام بگوشِ خود سنتے ہیں۔ خواہ زمین کے کسی گوشے میں بسنے والا ہو یا فلک کے کسی حصے میں خواہ خشکی میں یا دریا میں رہتا ہو، یا زمین و آسمان کی درمیانی فضا میں ہو۔ غرض کہ عالم کے کسی بھی حصے میں ہو اس کا درود و سلام بگوشِ خود سنتے ہیں۔ پھر درود و سلام پر انحصار نہیں بلکہ ہر مخلوق کی ہر آواز سنتے ہیں اور ہر مخلوق کو بہ چشمِ خود دیکھتے بھی ہیں۔

بہ گوشِ خود سننے کے باوجود مذکورہ بالا طریقوں سے درود و سلام کا پیش ہونا ایک نظام کے ماتحت ہے جو علویات اور سفلیات کے قلوب پر دربارِ رسالت کی عظمت و رفعت قائم کرنے کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ دنیوی حکام کو ذاتی طور پر علم ہو جانے کے باوجود نظامِ مقرر کے تحت واقعات ان کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں اس سے جس طرح یہ سمجھنا غلط ہے کہ علم نہیں تھا ورنہ واقعات کی پیشی نہ ہوتی اسی طرح یہ بھی درست نہیں کہ علم کے باوجود واقعات کی پیشی بے کار ہے کیوں کہ یہ پیشی مقرر نظام کے تحت ہو رہی ہے جس کے لئے علم نہ ہونا شرط نہیں۔

اللہ تعالیٰ بندوں کے تمام افعال کو دیکھتا ہے اور جملہ اقوال کو سنتا ہے اس کے باوجود فرشتے صبح و شام حاضر ہو کر پیش بھی کرتے ہیں تو کیا کوئی ذی شعور یہ کہہ سکتا ہے کہ علم نہیں تھا اس لئے پیش کئے جاتے ہیں؟ یا علم کے باوجود پیشی بے کار ہے؟ ہرگز نہیں! کیونکہ یہ پیشی ایک مقرر نظام کے تحت ہو رہی ہے جس میں بے شمار حکمتیں مضمر ہیں اور یہ پیشی اللہ کی مقرر کردہ ہے، جس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں بلکہ اس کا ہر فعل اپنے اندر لامحدود حکمتیں رکھتا ہے۔

بارگاہِ رسالت میں درود و سلام کی پیشی بھی اسی کی مقرر کردہ ہے تو وہ بھی حکمتوں سے خالی نہیں ہو سکتی۔ منجملہ بہت سی حکمتوں کے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ باشندگانِ عرش اور ساکنانِ فرش کے قلوب پر محبوبِ کردگار کی شان و شوکت اور ان کی رفعت و عظمت کے سکے بیٹھ جائیں۔ اور ہر سننے والا اس نتیجہ پر پہنچے کہ خالقِ عالم کے خلیفہ اعظم اور خدائی کے شہنشاہِ معظم یہی ہیں، جن کے دربارِ دُربار کی عظمتِ شان اور جلالتِ مکان کا اظہار اس طرح کیا گیا ہے۔ (ص ۱۳ / تبشیر القاری)

رسول اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: ﴿انی اریٰ ما لا ترون واسمع ما لا تسمعون﴾ رواہ الترمذی و ابن ماجہ عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہر اس شئی کو دیکھتا ہوں جسے تم نہیں دیکھتے اور ہر اس آواز کو سنتا ہوں جس کو تم نہیں سنتے۔

اس حدیث میں کلمۂ (ما) کی نحوی تحقیق کرتے ہوئے اور پھر اس سے استدلال کرتے ہوئے صدر العلماء میرٹھی بڑے ہی عارفانہ انداز میں تحریر فرماتے ہیں:

”اسمع ما لا تسمعون“ میں کلمۂ ما عام ہے اور تخصیص پر کوئی قرینہ نہیں۔ اس (ما) میں دو احتمال ہیں۔ ما موصولہ ہو یا نکرہ ہو۔ اول تقدیر پر تو عموم ظاہر ہے کہ ما موصولہ کلماتِ عموم سے ہے اور دوسری تقدیر پر چونکہ حیز نفی میں ہے اس لئے عام ہو گیا۔ کیونکہ نکرہ تحت نفی عام ہو جاتا ہے۔

نظر برآں ہر آواز اس میں داخل ہے جس کو مخاطبین نہیں سنتے۔ خواہ وہ عالم کے کسی گوشے سے اٹھے۔ کرۂ زمین کی ہو یا کرۂ آب کی۔ کرۂ ہوا کی ہو یا کرۂ نار کی۔ کرۂ سماوات کی یا عرش وکرسی کی۔ خواہ انسان کی آواز ہو یا حیوانات کی۔ نباتات کی ہو یا جمادات کی۔ جنات کی ہو یا فرشتوں کی یا ایسی مخلوق کی ہو جسے ہم نہیں جانتے۔ خواہ از روئے شرع محمود ہو جیسے حمد کی آواز خواہ مذموم ہو جیسے گالی گلوچ کی آواز یا الفاظ کفر وشرک کی یا نہ محمود ہو نہ مذموم جیسے مباح باتوں کی آواز۔ غرض کہ تمام عالم کی جملہ آوازوں پر یہ کلمہ مشتمل ہے۔ درود وسلام کی آوازیں بھی انہیں میں داخل ہوئیں۔ پس بحمدہ تعالیٰ آفتاب نیم روز سے زیادہ روشن طریقہ پر خود نبوی ارشاد سے ثابت ہو گیا کہ ہمارے آقا ومولیٰ مالک کونین شہنشاہ دارین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ اپنے امتی کا درود وسلام خواہ وہ عالم کے کسی گوشے میں ہو بہ گوش خود سنتے ہیں۔ (ص ۱۴ ار بشیر القاری)

حدیث غار حراء میں ہے کہ جبریل امین علیہ السلام نے رسول اکرم ﷺ سے تین بار (اقرأ) کہا اور آپ نے ہر بار اس کے جواب میں فرمایا کہ: "ما انا بقارئ" کلمہ (ما) اگر اس جملہ کے اندر برائے نفی مشبہ بلیس ہے تو اس کا مطلب ہو گا کہ "ما احسن القراۃ" کیوں کہ ایک دوسری روایت میں (اقرأ) کے جواب میں "ما احسن ان اقرأ" وارد ہے اگر ما استفہامیہ ہے تو مفہوم واضح ہے جیسا کہ ابوالاسود اپنے مغازی میں عروہ سے "ما انا بقارئ" کی جگہ "کیف اقرأ" اور ابن اسحاق نے بروایت عبید بن عمیر "ماذا اقرأ" روایت کیا۔

اس طرح کی نحوی بحث وتحقیق کے بعد صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

استاذ معظم صدر الشریعہ حضرت مولانا حکیم ابوالعلی محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ القوی اپنی تقریر میں "ما انا بقارئ" کو تینوں جگہ مفید انکار فرماتے تھے جو اول کی طرح باقی دونوں جگہ بھی بلا تاویل مفہوم ہوتا ہے۔ جملہ کی اسمیت۔ مسند الیہ کی تقدیم۔ با کی زیادت اس پر شاہد ہیں کہ اگر صرف اخبار بالنفی مقصود ہوتا تو ان تاکیدات کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ اس تقدیر پر تینوں انکار کے وجوہ مختلف قرار دینے سے نبوی جوابات میں تکرار بھی باقی نہیں رہتی جس سے بچنے کے لئے محدث ابوشامہ علیہ الرحمہ نے ان کے ظاہر پہلو کو ترک کر کے غیر ظاہر اختیار فرمایا اور کوئی خفا بھی لازم نہیں آتا الفاظ جواب اپنے ظاہر پر رہتے ہیں۔

وجوہ انکار کی تفصیل یہ ہے کہ سید عالم ﷺ غار حراء میں ذکر الٰہی سے لذت اندوز ہو رہے تھے۔ قلب مبارک پر عالم کیف طاری تھا۔ اچانک جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مژدہ باد میں جبریل ہوں مجھ کو خدمت والا میں یہ پیغام پہنچانے کے لئے بھیجا گیا ہے کہ حضور اس امت کے واسطے اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ پھر وہ نوشتہ دست مبارک میں دے کر (کمافی سفر السعادۃ) اس کے پڑھنے کی استدعاء کرتے ہوئے عرض کیا "اقرأ" اس کو پڑھئے۔ آپ چونکہ محبوب حقیقی کی یاد میں سرشار تھے یہ گوارہ نہ ہوا کہ دوسرے کی جانب توجہ مبذول کی جائے اس لئے انکار کرتے ہوئے فرمایا: "ما انا بقارئ" میں تو نہیں

پڑھتا۔ کیوں کہ حلاوت ذکر کا غلبہ دوسری جانب متوجہ ہونے کی اجازت نہیں دیتا۔

جبریل امین علیہ الصلاۃ والتسلیم نے اس غلبہ کو فرد کر کے اپنی جانب متوجہ کرنے کی غرض سے پوری طاقت کے ساتھ دبوچ کر چھوڑ دیا اور پھر اس نوشتہ کو پڑھنے کی درخواست کرتے ہوئے عرض کیا "اقرأ" اس کو پڑھئے جبریل امین جیسے شدید القوی فرشتے کا اپنی پوری طاقت کے ساتھ دبوچنے سے اگرچہ وہ استغراقی کیفیت جاتی رہی مگر قلبی اقتضاء یہی تھا کہ ذکر محبوب سے لطف اندوز ہونے کے لئے پھر اسی طرف متوجہ ہو جائیں اس لئے ایک ظاہری عذر کے پیش نظر قرأت مکتوب سے انکار کرتے ہوئے فرمایا: "ما انا بقارئ" میں تو نہیں پڑھتا۔ اس لئے کہ اُمی ہوں اور اُمی کو نہ لکھنا آتا ہے نہ پڑھنا۔ جبریل علیہ الصلاۃ والتسلیم نے جسم مبارک میں مخصوص انوار داخل کرنے کے لئے دوبارہ اپنی پوری طاقت سے دبوچا اور چھوڑ کر پھر اس نوشتہ کو پڑھنے کی درخواست پیش کرتے ہوئے عرض کیا "اقرأ" اس کو پڑھئے۔ اس مرتبہ آپ نے اس نوشتہ کو پڑھنے کا ارادہ کیا مگر مولی تعالیٰ نے مشاہدۂ ملکوت عطا کرنے کے باوجود اس نوشتہ کے نقوش مبارک سے اس وقت پوشیدہ فرما دیئے تا کہ اظہار عجز اور حول وقوت سے تبری حاصل ہو جو شان عبدیت کے واسطے زیبا ہے۔ "کما فی سفر السعادۃ" اس لئے انکار کرتے ہوئے فرمایا: "ما انا بقارئ" میں تو نہیں پڑھتا کیونکہ اس نوشتہ کے نقوش ہی نظر نہیں آتے۔

جبریل علیہ الصلاۃ والتسلیم نے بغرض موانست سہ بارہ اپنی پوری قوت وطاقت سے دبوچا اور پھر چھوڑ کر سورۂ اقرأ کی ابتدائی آیتوں کو "مالم یعلم" تک پڑھا جو سید عالم ﷺ کو محفوظ ہو گئیں۔ (ص ۱۰۹ ر بشیر القاری)

بشیر القاری کے اندر اس طرح کے بہت سے نمونے ہیں جن سے صدر العلماء میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان کے تبحر علمی اور وسعت مطالعہ کے ساتھ اس کمال ادب واحترام کا بھی اندازہ ہوتا ہے جو علمائے اہل سنت کا طرۂ امتیاز ہے۔

حضرت صدر العلماء کو اولاً تدریس اور ثانیاً تصنیف وتالیف سے خصوصی لگاؤ اور شغف وانہماک تھا۔ نظام شریعت آپ کی فقہی اور البشیر شرح نحو میر، بشیر الکامل شرح شرح مأۃ عامل، بشیر الناجیہ شرح کافیہ آپ کی نحوی یادگاریں ہیں۔

آپ نے ابتدا میں تاج المدارس قصبہ جائس ضلع رائے بریلی (اتر پردیش) دار العلوم جامع عظمت نشان کرنال (پنجاب) احسن المدارس نئی سڑک کانپور (یوپی) میں تدریسی خدمات دیں۔ پھر ۱۹۳۵ء مدرسہ اسلامی اندرکوٹ میرٹھ (یوپی) آئے تو زندگی کی آخری سانس تک یہیں علم دین کی خدمت کرتے ہوئے سیکڑوں مشاہیر ومدرسین پیدا کئے۔ اور یہیں وصال (۲۹ ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ مطابق مئی ۱۹۷۸ء فرما کر یہیں مدفون بھی ہوئے۔ رحمۃ اللہ تبارک وتعالیٰ رحمۃً واسعۃ۔

محمد یسٰن اختر مصباحی

دار القلم (ذاکر نگر۔ دہلی)

تحقیق کا ایک نیا اسلوب

حضرت مولانا محمد یٰسین قادری شطاری

صدر مدرس جامعہ اسلامیہ حیدری مسجد (گوجرانوالہ۔ پاکستان)

کسی بھی علم میں کمال کے لئے اس کے مفردات میں تا حد وثوق معانی پر کامل دسترس ہونا ضروری ہے۔ پھر اس کی گرامر، انداز بیان، اسلوب تحریر، کلام کے نشیب وفراز کی طرف توجہ رہنا قابلیت کی دلیل ہے۔ محاورات زبان سے واقفیت سونے پہ سہاگہ، کہ اس کے بغیر مقصود متکلم سمجھنا دشوار ہے۔ ایک لفظ کے کثیر معانی میں سے موقع کی نزاکت کے مطابق اس کا معنی مراد لینا یا اکثر معانی کو موقع کے مطابق وموافق قرار دینا کمال علم وفہم ہی کے باعث ممکن ہے۔ تحریر میں حشو وزوائد سے بچ کر چلنا تحریر کا حسن ہے۔ ایسے افراد اقوام میں بہت ہی نادرالوجود ہوتے ہیں، اسی لئے علامہ اقبال کہتے ہیں:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ایسے بندگان خدا کی صحبت کیمیا سے بھی بڑھ کر ہے۔ نیز ان کی یاد بھی تاثیر کیمیا سے کسی طرح کم نہیں ہو سکتی۔ ان پر لکھنا لکھاری کی معراج ہے۔ میری مطلوب ومقصود شخصیت خاندان سادات کے چشم وچراغ، سرزمین ہند پر علم کے آفتاب، نقد واصلاح میں لاجواب، شارح بخاری، امام النحو، صدر العلماء، حضرت مولانا مفتی الحاج سید غلام جیلانی شاہ صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔

آپ کی تصانیف کا مطالعہ کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ آپ علم کا بحر بے کنار ہیں۔ آپ کی تصنیفات میں سے "بشیر القاری" پیش نظر ہے اس کتاب کی ورق گردانی آپ کی شخصیت کو میدان علم کا کامیاب شہسوار ثابت کرتی ہے۔ انتہائی محنت سے آپ نے یہ کام شروع کیا، پہلے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایک معلوماتی، جامع مضمون تحریر فرما کر مقام امام بخاری کو واضح کیا صفحہ ۳۰ پر لکھتے ہیں:

محدث اعظم ابوزید مروزی رکن اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان محو استراحت تھے رسول خدا ﷺ نے آپ سے ارشاد فرمایا:

"اے ابوزید کب تک کتاب الشافعی کا درس دیتے رہو گے ہماری کتاب کی تعلیم نہیں دیتے؟"

آپ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کی کتاب کونسی ہے؟

فرمایا: محمد ابن اسماعیل کی جامع (بخاری شریف)۔

اس مضمون میں آپ نے بیس عنوانات پر کافی وشافی گفتگو فرما کر احادیث کی اقسام مع تعریفات ذکر کیں پھر آپ جب احادیث بخاری کی شرح کرنے لگے ہیں تو پہلے آپ نے بشیر القاری کی ابتداء میں ضروری امور کو ذکر کر کے ترجمۃ الباب پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔

آپ کا طرز تحریر مناسب ودلکش ہے۔ شرح لکھتے وقت درج ذیل عنوانات کو اہمیت دی۔ اور خصوصیت سے ذکر کیا۔

(۱) بخاری:

اس عنوان کے تحت آپ نے سند اور متن حدیث مع ترجمہ نقل فرمایا ہے۔

(۲) اسماء الرجال:

سند کے راویوں کے حالات اور یہ کہ اس نام کے کتنے راوی صحاح ستہ میں ہیں، جیسے صفحہ ۲۲ پر "الحمیدی" سے متعلق یوں رقم طراز ہیں:

حمید بن اسامہ کی طرف نسبت ہے جو ان کی چھٹی پشت کے جد اعلیٰ ہیں۔ ان کی کنیت ابوبکر، نام عبداللہ بن زبیر ہے۔ بمقام مکہ معظمہ ۲۱۹ھ میں وفات پائی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ ہیں۔ ان کے ہمراہ مصر گئے جب انہوں نے وصال فرمایا تو مکہ معظمہ واپس آگئے تھے۔

صحاح ستہ میں عبداللہ بن زبیر نام کے صرف تین راوی ہیں۔ ایک تو یہی، دوسرے عبداللہ بن زبیر حمیدی صحابی، تیسرے عبداللہ بن زبیر بصری، ان سے ابن ماجہ نے اپنی سنن میں روایت کی اور امام ترمذی نے شمائل میں اور صحابہ میں اس نام کے صرف ایک وہی صاحب ہیں یعنی عبداللہ بن زبیر بن مطلب بن ہاشم۔

(۳) باب اللغۃ:

اس باب میں الفاظ کے لغوی معانی باعتبار صلہ کا بیان۔ اگر کوئی اعتراض وسوال ہو تو اس کا جواب۔ لفظ کس معنی میں مستعمل ہے۔ اگر کسی اصطلاح میں کوئی اور معنی ہو تو اسے بھی بیان کرنا، علم عقائد کے متعلق اگر کوئی مسئلہ دیگر مذاہب کے نزدیک واضح نہ ہو تو خوب تسلی بخش وضاحت کرنا۔

(۴) باب النحو:

میں نحوی اعتبار سے کلام کے الفاظ کا ربط اور ان کی بے شمار جگہ نحوی اعتبار سے ترکیب ومعنی میں کوتاہیوں کو واضح فرماتے ہیں اور بڑی واضح پکی گرفت فرماتے ہیں۔

(۵) باب المعانی:

وہ علم ہے کہ جس کے ذریعہ عربی الفاظ کے حالات معلوم ہوں، اور الفاظ حال کے تقاضا کے مطابق ہوں۔ اس علم کی واقفیت کے بغیر معنی مرادی کے معلوم کرنے میں غلطی ہو جاتی ہے فصیح کو غیر فصیح سے الگ کرنا مشکل ہوتا ہے۔

(۶) باب البیان:

اس باب میں الفاظ کے معانی مجازیہ اور حقیقیہ کے حوالہ سے بات ہوتی ہے۔

(۷) باب البدیع:

علم بدیع میں کلام کی وجوہ تحسین سے بحث کی جاتی ہے۔ وجوہ تحسین دو قسم پر ہیں، اول معنوی، دوم لفظی۔ کسی چیز کو اجمالاً بیان کر کے تفصیلاً بیان کرنا تحسین معنوی پیدا کرتا ہے اور اسے تفصیل بعد الاجمال کہتے ہیں

(۸) حدیث مذکور کے بیان فرمانے کا باعث:

کہ حضور سید عالم ﷺ نے اس حدیث مبارک کو ارشاد فرمایا تو اس کی کیا وجہ ہوئی تھی، اس کا سبب کیا ہوا تھا؟

(۹) ترجمۃ الباب: (باب کا عنوان) کے ساتھ حدیث کی مطابقت:

امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ احادیث کا عنوان مقرر کر کے پھر احادیث کتاب میں درج فرماتے ہیں ،حدیث کی عبارت اور باب کے عنوان میں کئی جگہ ظاہراً مطابقت معلوم نہیں ہوتی۔

اس عنوان کے تحت آپ (سید غلام جیلانی علیہ الرحمۃ) عنوان باب اور حدیث کے درمیان موافقت ومطابقت کو بیان فرماتے ہیں۔

(۱۰) باب الاحکام:

حدیث سے مسائل واحکام کا استنباط اور ائمہ کے درمیان اختلاف کا بیان۔

(۱۱) احناف کے علاوہ ائمہ کے استدلالات کا جواب:

(شافعی استدلال کا جواب) عنوان کے تحت دے رہے ہیں۔

(۱۲) مفہوم حدیث:

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک (مفہوم عنوان سے واضح ہے)۔

(۱۳) الفیض الاشرفی فی الحدیث الفاروقی:

اس عنوان کے تحت آپ نے عربی زبان میں اپنی طرف سے ایک تقریر درج فرمائی۔

(۱۴) السوالات والجوابات:

اس عنوان کے تحت حدیث پر وارد ہونے والے یا کئے جانے والے اعتراضات اور ان کے جوابات درج فرماتے ہیں۔

بعض جگہ سوال کا جواب دیتے ہوئے خود اس پر سوال وارد فرما کر اس کا تسلی بخش جواب بیان فرماتے ہیں۔ مثلاً:

سوال: نیک عمل کی نیت بھی نیکی ہے، ہر نیکی کا ثواب کم از کم دس نیکیاں ہیں، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: "من جاء بالحسنة فله عشر امثالها" ایک نیکی کرنے والے کو اس جیسی دس کا ثواب ہے۔

تو نیت پر بھی دس نیکیوں کا ثواب ملے گا۔ نہ صرف ایک کا جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث مسلم شریف کا مفہوم ہوتا ہے۔ اس صورت میں یہ حدیث آیت کے مخالف ہوئی۔

جواب اول: مخالف نہیں، اس لئے کہ آیت میں 'حسنة' سے فعل جوارح مراد ہے، کما فی فتح الباری، اور نیت فعل جوارح نہیں حتی کہ اس کے لئے بھی دس نیکیوں کا ثواب آیت سے ثابت ہو وہ تو فعل قلب ہے۔

جواب دوم: اول جواب اس پر مبنی ہے کہ "من جاء بالحسنة" بمعنی من عمل الحسنة" ہے، اور 'حسنة' سے مراد فعل جوارح ہے، چنانچہ شراح حدیث نے ان دونوں باتوں کی تصریح فرمائی ہے۔ لیکن اس پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ "جاء به بمعنی عمله" لغت عرب میں مستعمل نہیں۔ نیز 'حسنة' کو فعل جوارح کے ساتھ مخصوص کرنا تخصیص بلا مخصص ہے۔

اشکال کا حل: آیت کا ایک محمل اور ہے، جس کی جانب بعض مفسرین کے کلمات مشیر ہیں۔ اور اس پر اشکال مذکور وارد نہیں ہوتا۔ وہ یہ کہ "من جاء بالحسنة" اپنے معنی مستعمل پر ہے۔

یعنی بمعنی "اور دھـــــ" اور 'حسنة' اپنے اطلاق پر کہ فعل جوارح اور فعل قلب دونوں کو شامل۔ اب تقدیر آیت فقیر غفرلہ کے ناقص خیال میں یوں ہوگی:۔

من جاء بالحسنة فی صحيفة يوم القيمة فله جزاء عشر حسنات امثالها۔

یعنی جو شخص یوم قیامت اپنے نامۂ اعمال میں ایک نیکی لائیگا تو اس جیسی دس نیکیوں کا ثواب پائے گا۔

یہ اقل مراتب کا بیان ہے، زائد کو اس پر قیاس کر لیجئے کہ دو پر بیس کا ثواب اور چار پر چالیس کا اور آٹھ پر اسی کا اور دس پر سو کا، وعلی ہذا القیاس۔ یہ حکم ان نیکیوں کا ہوا جو نامہ اعمال میں مکتوب ہیں، قیامت میں ان پر اس حساب سے ثواب عطا ہوگا۔ اور حدیث مسلم دنیا میں نیکیوں کی کتابت کا بیان کرتی ہے کہ نیک نیت پر ایک نیکی لکھی جاتی ہے، اور نیک عمل پر دس نیکیاں۔

آیت کی رو سے اس ایک نیکی پر دس کا ثواب عطا ہوگا اور ان دس پر سو کا، واللہ ذو الفضل العظیم۔ اس تقدیر پر بھی آیت اور حدیث میں تخالف نہ رہا۔ فهذا ان كان صوابا فمن الرحمن وان كان خطاء فمني ومن الشيطان۔

(بشیر القاری ص ۳۸/۳۹)

(۱۵) باب التصوف:

اس باب میں نیت صادق کی منفعت اور فاسد کی مضرت کو بیان کرنے کے لئے آپ نے کئی واقعات سے مضمون کو آراستہ کیا ہے۔

ان کے علاوہ کئی ذیلی عنوانات ہیں جنہیں گوشہ خفا میں رکھتے ہوئے آپ گذر گئے ہیں، حدیث کی اس انداز سے تشریح کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو علوم عقلیہ ونقلیہ پر کامل دسترس تھی۔ سوالات وجوابات کا سلسلہ واضح کرتا ہے کہ آپ کی طبیعت مناظرہ کی طرف بھی خاصا میلان رکھتی تھی۔ ہر سوال کا جواب کافی وشافی کہ معترض کے لئے سوق تکلم باقی نہیں رہنے دیتے۔

آپ کو امام النحو کہتے ہیں مگر بعد از مطالعۂ کتب مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آپ امام العلوم ہیں۔ لہذا آپ کو امام المنطق، امام الصرف، امام الشارحین، امام الصوفیاء، امام المناظرین، کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ آپ کے علم وعمل کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ آپ امام الزہد، امام الورع اور امام العاملین ہیں۔

تحریر اس طرف بھی مشیر ہے کہ آپ خوف کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔ اہل حق کے خیر خواہ، لہذا ان کے لئے "رحماء بينهم" کی تصویر، اہل باطل سے متنفر ان کے لئے "اشداء على الكفار" کا گرز ثابت ہوتے ہیں۔ اس کی عملی مثال کے لئے، آپ کی البشیر شرح نحو میر دیکھئے کہ آپ نے اس جہالت کو خوب روشن کردیا جو پردۂ علمی میں پنہاں تھی، نیز بشیر القاری میں فیض الباری کی کوتاہیاں پڑھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ پاک اپنے بندوں سے دین کا کام خصوصی کمالات عطا کر کے لے لیتا ہے، اور شہد نما، زہر سے وہی بچاتے ہیں۔

اہل باطل کی کافرانہ کوتاہیاں بیان کرتے ہوئے آپ جو تنبیہ فرماتے ہیں، اس میں دعوت الی الحق بھی ہے، اور رجوع من الخطا کی دعوت بھی، جس سے امر بالمعروف ونہی عن المنکر جیسے عظیم الشان عمل پر آپ عامل ہیں۔ علامہ بدر القادری کی منقبت پر نظر پڑی اس میں میرے اس خیال ویقین کی تائید مل گئی۔ آپ فرماتے ہیں:

تو عارف منقول ہے تو واقف معقول
ہر علم میں ہر فن میں امام العلماء ہے
تحقیق کی دنیا میں ہے اونچا ترا پایہ
انداز ترا اپنے معاصر سے جدا ہے

تو بادشاہ نحو ہے تو نکتہ رس صرف
ہر علم میں رب نے تجھے ممتاز کیا ہے
میرٹھ کی زمیں پر تھا تو ہی مرجع عالم
اور اب بھی تیرا شان سے دربار لگا ہے

میرے قلم کی پروازان کے مقام شاہین تک کیسے ممکن ہے، آپ کی شخصیت جامع کمالات کیوں نہ ہو کہ فیض بریلی وکچھوچھہ کا حسین سنگم ہے۔ بحش نام ہی نہیں بلکہ وہی عشق رسول ﷺ کی جھلک، احقاق حق میں وہی جلالت جو اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریر میں ہے۔

اعداء سے کہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

سیرت مبارکہ پر ایک نظر:

نام سید غلام جیلانی میرٹھی۔

جدامجد کا نام نامی اسم گرامی سید سخاوت حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

والد کا نام سید غلام فخر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۵ء)

آپ جید عالم بالخصوص صرف ونحو کے ماہر مدرس تھے۔آپ کے چچا مشہور ومعروف شخصیت علامہ مولانا سید قطب الدین برہمچاری رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۲ء) ہیں۔آپ مولانا لطف اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ علی گڑھ کے شاگرد رشید تھے۔

ولادت:

سید غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء میں ریاست دادوں ضلع علی گڑھ، یوپی بھارت میں ہوئی۔

آغاز تعلیم:

ابتدائی تعلیم ایک درسگاہ میں حاصل کر کے آپ پرائمری اسکول میں چوتھی جماعت کا امتحان پاس کر کے فارغ ہوئے تو آپ کے چچا سید غلام قطب الدین برہم چاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مدرسہ انجمن اہلسنت ضلع مرادآباد میں داخل کرادیا۔

۱۹۲۳ء میں دار العلوم معینیہ عثمانیہ، اجمیر شریف میں حاضر ہوئے، اور منقول ومعقول علوم کی تحصیل فرمائی۔

۱۹۳۲ء میں دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف آئے، دوسرے سال ۱۹۳۳ء میں حجۃ الاسلام حضرت

مولانا حامد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کی دستار بندی کی۔

اساتذۂ کرام:

۱۔ حضرت صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۲۔ حضرت مولانا عبدالعزیز فتح پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۳۔ حضرت صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۴۔ حضرت علامہ مولانا عبدالحی افغانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۵۔ حضرت علامہ مولانا عبداللہ افغانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۶۔ حضرت علامہ مولانا امیر احمد پنجابی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۷۔ حضرت علامہ مولانا امتیاز احمد امیٹھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۸۔ حضرت علامہ مولانا قاری غلام نبی ٹونکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۹۔ حضرت علامہ مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چچا جان۔

آپ کی سند حدیث:

صدرالعلماء امام النحو رحمۃ اللہ علیہ کی سند حدیث کا سلسلہ تین نسبتوں سے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تک جاملتا ہے۔

۱۔ صدرالشریعہ علامہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ مجدد اسلام اہل سنت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ حضرت علامہ مولانا شاہ آل رسول مارہروی رحمۃ اللہ علیہ

تدریس:

آپ نے فارغ التحصیل ہونے کے بعد مختلف مدارس عربیہ میں فرائض تدریس سرانجام دیئے۔

ابتداء مدرسہ محمدیہ قصبہ جائس ضلع رائے بریلی، یوپی انڈیا سے کی۔

اس کے بعد صدر یار جنگ نواب حبیب الرحمٰن شیروانی کی دعوت پر دارالعلوم عظمت نشان، کرنال میں تشریف لے گئے۔

پھر مدرسہ احسن المدارس القدیم کان پور کے صدر مدرس ہوئے۔

آخر کار صدرالافاضل علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے مدرسہ اسلامیہ

عربیہ اندرکوٹ میرٹھ میں تشریف لے گئے۔ اورتادم واپسیں اسی جگہ علم کے عظیم فیض سے طالبین کو سیر فرماتے رہے۔

آپ کے ہم درس:

۱۔ محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا سردار احمد صاحب گورداسپوری

۲۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عاشق رسول

۳۔ حضرت علامہ مولانا رفاقت حسین صاحب رئیس المناظرین

۴۔ حافظ ملت حضرت علامہ مولانا الحاج عبدالعزیز صاحب محدث مرادآبادی

۵۔ شمس العلما حضرت مولانا علامہ قاضی شمس الدین جونپوری

۶۔ فخر الاماثل حضرت مولانا محمد سلیمان بھاگلپوری

۷۔ رئیس الاذکیا حضرت مولانا غلام یزدانی رحمہم اللہ تعالیٰ

یہ آپ کے وہ ہم درس ہیں جنہوں نے دین میں کمال پایا، اکابرین میں شمار ہوئے۔

شاگردان شہرت یافتہ:

۱۔ حافظ ملت حضرت علامہ مولانا عبدالعزیز صاحب مبارکپوری

۲۔ حضرت علامہ مولانا محمد نظام الدین صاحب الہ آبادی

۳۔ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی شارح بخاری بنام نزہۃ القاری

۴۔ حضرت علامہ مولانا محمد نعیم اللہ صاحب بستوی

۵۔ ریحان ملت حضرت علامہ مولانا ریحان رضا خاں صاحب بریلوی

۶۔ حضرت علامہ مولانا قاری احمد حسین صاحب اشرفی

۷۔ حضرت علامہ مولانا شاہ عارف اللہ صاحب قادری اشرفی

۸۔ حضرت علامہ مولانا شاہ احمد نورانی صاحب (قائد اہلسنت)

۹۔ شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا ابوالفتح محمد نصراللہ خان صاحب افغانی کراچی

تصانیف:

۱۔ بشیر القاری بشرح صحیح البخاری

۲۔ بشیر الناجیہ شرح کافیہ

۳۔ البشیر الکامل شرح شرح مائۃ عامل

۴۔ البشیر شرح نحو میر

۵۔ نظام شریعت

۶۔ تبصرۂ اعجاز بر تنقید سرفراز

۷۔ تحیح النظر فی سود القمر ۸۔ تحیح المسلک فی معنی کل فی فلک

۹۔ مصرف چرم قربانی ۱۰۔ تخلیل المذہبین فی حکم رفع یدین

شیخ المشائخ حضرت شاہ سید علی حسین صاحب اشرفی میاں رحمہ اللہ تعالیٰ کے آپ مرید تھے، اور آپ سے خلافت کا شرف بھی حاصل تھا۔ مگر سلسلہ بیعت کو آگے نہیں چلایا سوائے ایک بنگالی شاگرد کے اسے شرف بیعت سے سرفراز فرمایا۔

وصال پر ملال:

مدرسہ اسلامیہ میں ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء کے آغاز سے لے کر آخر عمر تک تقریباً ۴۵ رسال آپ فریضہ تدریس میں مشغول رہے۔

جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۹ء میں آپ نے وصال فرمایا اور میرٹھ میں ہی آپ کا مدفن بنا۔ ﴿انا للہ وانا الیہ راجعون﴾

تعظیم اور توحید:

ادب واحترام کی سب سے بڑھ کر جو ذات مستحق ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ہے، اللہ تعالیٰ کے لئے وہابیہ زمانہ نے صیغہ جمع کا استعمال شروع کر کے بظاہر اظہار تعظیم، حقیقت میں بدعت سیئہ کا ارتکاب کیا ہے۔ جسے دیکھ کر اکثر ہمارے علمی طبقہ سے مسلک حضرات بھی اس وبا کا شکار ہوئے بغیر نہ رہ سکے، جیسے کہ شرح نحو میر میں صدر العلماء رحمۃ اللہ علیہ نے نشاندہی کے بعد رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا ہے:

”خود اللہ تعالیٰ نے اپنے حق میں صیغہ واحد استعمال کرنے کی سورہ فاتحہ میں بندوں کو تعلیم فرمائی۔ کہ یوں کہو ”ایاک نعبد و ایاک نستعین “ اس میں ”ایاک“ صیغہ واحد ہے جس کا مخاطب خداوند قدوس، پھر فرمایا یوں کہو ”اھدنا الصراط المستقیم “ اس میں بھی ”اہد“ واحد کا صیغہ ہے۔ جس کا مخاطب اللہ تعالیٰ عزوجل، اپنے حبیب ﷺ سے فرمایا: ”قل رب زدنی علما “ اس میں بھی واحد کا صیغہ ہے، اور مخاطب اللہ تعالیٰ۔ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے جب بھی اللہ عزوجل کا ذکر کیا تو اس کے لئے واحد ہی کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ پورے قرآن پاک اور تمام احادیث میں واحد ہی کا صیغہ وارد ہے۔ حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام اور خود محبوب کبریا ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو واحد کے صیغہ سے ہی یاد کیا ہے۔ بلکہ تمام صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، حتیٰ کہ علمائے شریعت، بلکہ عام مومنین بھی واحد کا صیغہ استعمال کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جب مولوی اسماعیل صاحب دہلوی کا زمانہ آیا، جنہوں نے دشمن اسلام انگریز سے ساز باز کر کے افغانی مسلمانوں پر جہاد کیا تھا اور اسی میں مارے گئے تھے۔ انہوں نے ابن سبا یہودی کے مشن کے ایما پر جناب باری عزاسمہ کے حق میں صیغہ جمع استعمال کرنا شروع کیا۔ مشن مذکورہ کا مقصد یہ تھا کہ ایک دو صدی گذرنے کے بعد

مسلمانوں کو توحید سے بایں طور ہٹایا جاسکے گا کہ قرآن کے ترجمے میں علمائے اسلام نے اللہ کے لئے لفظ "ہیں" استعمال کیا ہے۔ جو صیغہ جمع ہے تو قرآن سے ثابت ہوا کہ خدا چند ہیں۔ خدا ایک ہوتا تو ترجمہ میں ایک کے لئے "ہیں" استعمال نہ کرتے، کیونکہ ایک کے لئے تو "ہے" استعمال کیا جاتا ہے۔ آتش پرست دو خدا مانتے ہیں، ایک خالق خیر اور ایک خالق شر۔ وہ بھی اسی دلیل سے مسلمانوں کے دل سے عقیدہ توحید نکال سکیں گے کہ علمائے اسلام نے قرآن کے ترجمے میں خدا کے لئے لفظ "ہیں" استعمال کیا ہے جو ایک کے لئے نہیں آتا بلکہ دو یا زیادہ کے لئے مستعمل ہوتا ہے تو کم سے کم خدا دو ہیں۔

اگر ایک ہوتا تو لفظ "ہیں" کے ساتھ ترجمہ نہ کرتے۔ یہی معلوم ہوا کہ وہ بھی کم سے کم دو خدا مانتے تھے اور ان کے نزدیک قرآن سے یہی ثابت تھا۔

انھیں مولوی اسماعیل صاحب دہلوی کی اتباع میں دیوبندی صاحبان لفظ "ہیں" استعمال کرتے ہیں۔ اور عوام کو بھی اس کی تعلیم دی جاتی ہے۔ چنانچہ عوام میں یہ وبا پھیلتی جارہی ہے، لیکن تعجب بالائے تعجب یہ ہے کہ جملہ اختلافی مسائل جیسے میلاد شریف، قیام، فاتحہ، تیجہ، دسواں، بیسواں، چہلم وغیرہ کو یہ حضرات اس لئے بدعت کہتے ہیں کہ یہ امور قرون ثلثہ یعنی صحابہ، تابعین تبع تابعین، کے زمانہ میں نہ تھے۔ تو جناب باری عزاسمہ کے حق میں صیغہ جمع کے استعمال کو بھی بدعت کہنا چاہئے، کیونکہ یہ بھی قرون ثلاثہ میں نہ تھا، بلکہ اس کو ڈبل بدعت کہنا چاہئے کہ یہ تو قرون ثلثہ کے عمل کے خلاف ہے کہ انھوں نے صیغہ واحد استعمال کیا ہے نہ کہ صیغہ جمع۔ اس استعمال میں یہ لوگ آنکھ میچ کر مولوی اسماعیل دہلوی کے مقلد ہیں۔ بلکہ قرون ثلثہ سے پہلے انبیاء کرام کے بھی خلاف ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے عہد نبوی تک جملہ انبیائے کرام صیغہ واحد استعمال فرماتے رہے اور قرون ثلاثہ کے بعد سے بجز مولوی اسماعیل صاحب اور ان کے مقلدین، اب تک جملہ محدثین، کل اولیا، سب علماحتی کہ عام مسلمین نے بھی صیغہ واحد استعمال کیا اور کررہے ہیں۔ نظر برآں ثابت ہوا کہ جناب باری عزاسمہ کے حق میں صیغہ جمع استعمال کرنا بدعت ہے۔

ہاں قرآن پاک کی صرف ایک سورہ مومنون میں اللہ عزاسمہ کے حق میں جمع کا صیغہ آیا ہے۔ یعنی "رب ارجعون" میں "ارجعوا" صیغہ جمع ہے اور مخاطب اللہ تعالی۔ لیکن یہ کافر کی زبان سے ہے، مومن کی زبان سے نہیں۔ مسلمان کی شان نہیں کہ کافر کی اتباع کرے اور انبیاء، ملائکہ، اولیاء، صحابہ، مجتہدین، محدثین کی اتباع چھوڑ دے، اور الٰہی تعلیم کردہ صیغہ واحد اختیار نہ کرے۔ استعمال کرنے والے حضرات یہ وجہ بیان فرماتے ہیں کہ صیغہ جمع استعمال کرنے میں تعظیم ہے۔ جس کو ہر عام ذہن بآسانی قبول کرلیتا ہے۔ لیکن یہ وجہ وسوسے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ ہم پوچھتے ہیں کہ باری عزاسمہ کے لئے صیغہ واحد استعمال کرنے میں تعظیم ہے یا نہیں؟۔ اگر کہیے نہیں تو لازم آتا ہے کہ باری تعالی نے اپنے بندوں کو سورہ فاتحہ میں ایسے صیغے سے خطاب کرنے کی تعلیم دی

جس میں تعظیم نہیں، اور تعظیمی صیغہ ترک فرمادیا، اور انبیائے کرام وغیرہ حضرات عمر بھر اس کو ایسے صیغے سے یاد کرتے رہے جس میں تعظیم نہ تھی دراں حالیکہ تعظیمی صیغہ موجود تھا اور یہ لازم باطل ہے۔ اور اگر کہیے کہ صیغہ واحد میں بھی تعظیم ہے تو تین حال سے خالی نہیں برابر ہے، یا کم ہے، یا زیادہ۔ اگر برابر ہے تو تعلیم الٰہی کے متعلق بصیغہ واحد ہونے اور انبیائے کرام وغیرہ کے صیغہ واحد اختیار فرمانے سے صیغہ واحد راجح ہوا اور صیغہ جمع مرجوح، عاقل کی شان نہیں کہ مرجوح اختیار کرے اور راجح کو ترک کردے۔

اور اگر کم ہے تو لازم آیا کہ کم تعظیمی صیغہ کے ساتھ خطاب کرنے کی تعلیم دی گئی۔ اور انبیاء کرام وغیرہ حضرات تمام عمر کم تعظیمی صیغے سے باری تعالیٰ کو یاد کرتے رہے۔ جو انبیاء کرام کی شان کے لائق نہیں۔ اور یہ صیغہ استعمال کرنے والے حضرات تعظیم خداوندی بجالانے میں انبیاء کرام سے بڑھ گئے۔ ﴿استغفر اللہ ثم استغفر اللہ﴾ حاش ید من۔ تعظیم خداوندی میں انبیاء کرام کے برابر کوئی نہیں ہوسکتا۔ چہ جائیکہ بڑھ جائے۔

وہ پاک ذات ہم گندہ صفات چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اور اگر صیغہ واحد میں تعظیم زیادہ ہے، یا صیغہ واحد ہی میں تعظیم ہے صیغہ جمع میں نہیں۔ تو وہی اختیار کرنا چاہیے تاکہ تعلیم الٰہی کے خلاف نہ ہو۔ اور اپنا عمل انبیاء کرام کے مطابق رہے اور ان کی سنت کے ترک کا الزام عائد نہ ہونے پائے اور مسلمانوں کو توحید سے برگشتہ کرنے کا خطرہ بھی باقی نہ رہے۔

(البشیر شرح نحو میر ص ۲ تا ۶ بالفاظ خود)

تعظیم رسول اور عشق رسول:

بلا تبصرہ آپ کی تحریر مذکور ہے، اسم محمد کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

یہ محبوب خدا ﷺ کے اسمائے شریفہ میں مشہور تر ہے۔ اس نام پاک کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ہر نام کی اصل ہے، جس طرح اس کا مسمی بحکم حدیث "و کل الخلائق من نوری" سارے عالم کی اصل ہے۔

شعر:

وہی جلوہ شہر بہ شہر ہے وہی اصل عالم و دہر ہے
وہی بحر ہے، وہی لہر ہے، وہی پاٹ ہے، وہی دھار ہے
وہ نہ تھا تو باغ میں کچھ نہ تھا، وہ نہ ہو تو باغ ہو سب فنا
وہی جان ہے، جان سے ہے بقا، وہی بن ہے، بن ہی سے بار ہے

اس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ جس طرح فرح کا تجزیہ کرنے سے اصل باقی رہ جاتی ہے۔ اسی طرح ہر نام کے اعداد بقاعدہ ذیل تجزیہ کرنے سے نام پاک کے اعداد ۹۲ رہ جاتے ہیں۔ تو یہ نام پاک ہر نام کی اصل ہوا۔

قاعدہ برائے تجزیہ اسم محمد:

وہ قاعدہ یہ ہے کہ جس نام کو چاہیں اس کے عدد کو چوگنا کریں پھر حاصل میں دو جمع کریں پھر حاصل کو پانچ گنا کریں حاصل کو بیس پر تقسیم کریں۔ پھر باقی کو نو گنا کر کے اس میں دو جمع کردیں تو حاصل بانوے ہوگا۔ جو نام پاک کے اعداد ہیں، مثلاً اس کتاب کا نام شرح مائۂ عامل ہے۔ بحساب ابجد اس کے اعداد چھ سو پچانوے (۶۹۵) ہوتے ہیں۔ ان کو چوگنا کیا تو دو ہزار سات سو اسی (۲۷۸۰) حاصل ہوئے۔ اس میں دو جمع کرنے سے حاصل دو ہزار سات سو بیاسی ہوا (۲۷۸۲) پھر اس کو پانچ گنا کیا تو تیرہ ہزار نو سو دس حاصل ہوا۔ اس کو بیس پر تقسیم کرنے سے دس باقی بچے۔ ان کو نو گنا کر کے دو جمع کیے تو بانوے حاصل ہوتے ہیں۔

خصوصیت اسم محمد:

اس نام پاک کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ دنیا میں جو مومن اس نام کے ساتھ موسوم ہیں وہ جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے۔ سیرت حلبی جلد اول صفحہ ۹۹ میں ہے۔

"وفی حدیث معضل اذا کان یوم القیمة نا دی منا دیا محمد قم فادخل الجنة بغیر حساب فیقوم کل من اسمه محمد یتوهم ان النداء له فلکرامة محمد صلی الله علیه وسلم لا یمنعون"

ترجمہ: اور حدیث معضل میں ہے جب قیامت کا دن آئے گا تو ایک منادی ندا کرے گا اے محمد کھڑے ہو جاؤ۔ جنت میں بغیر حساب داخل ہو جاؤ، تو ہر شخص کھڑا ہو جائے گا جس کا نام محمد ہے یہ خیال کر کے کہ بلاوا میرے لئے تھا۔ پس محمد ﷺ کی بزرگی کے پیش نظر ان کو روکا نہ جائے گا۔

یاد رہے کہ نام پاک محمد کے ساتھ تسمیہ فضائل اعمال سے ہے جن میں حدیث ضعیف بھی بالاجماع معتبر ہے چہ جائیکہ معضل

آپ کو اس نام کے ساتھ بالہام خداوندی موسوم کیا گیا اور آپ سے پیشتر کوئی اس نام کے ساتھ موسوم نہ ہوا۔

لفظ محمد کا مادہ اشتقاق:

لفظ محمد کا اشتقاق تحمید سے ہے۔ جو باب تفعیل سے آتا ہے۔ اور تفعیل کا خاصہ تکثیر ہے۔ تو بنظر اشتقاق اس کے معنی ہوئے۔ وہ ذات جس کے فضائل محمودہ کثیر ہوں اور آپ کے فضائل کی کثرت کا یہ عالم ہے جس کو محقق علی الاطلاق شیخ محمد عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی نے مدارج النبوۃ شریف میں بایں الفاظ بیان فرمایا۔ شعر

ہر مرتبہ کہ بود در امکاں بروست ختم

ہر تحفے کہ داشت خدا شد برو تمام (التشریر الکامل ص ۳۰۴)
عطر آں باشد کہ خود بوید، کے مطابق عشق رسول ایسا عطر ہے جسے ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ خود بخود ظاہر ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ اپنے فضل و کرم حضور ﷺ کے تصدق سے ایسے بزرگوں کے ساتھ ہمارا حشر فرمائے۔ ان کے عقائد حقہ عقائد اہل سنت پر خاتمہ عطا فرمائے۔ آمین۔

فکر ملت اسلامیہ:

بحیثیت عالم دین آپ نے جذبۂ اسلامی کی بناء پر عوام و خواص، احباب و اجانب، اساتذہ اور تلامذہ کی تربیت میں، ان کی اصلاح اور انہیں راہ ہدایت پر چلانے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ اسی جذبہ کی تکمیل کے لئے آپ نے درسی کتب کی شروحات لکھی ہیں۔ یہ شروح آج کل مدارس اسلامیہ کے طلبہ کے لئے انتہائی مفید ہیں۔

آپ کی ایک تصنیف "نظام شریعت" ہے (جسے راقم نے جامع مسجد نور اسلام بولٹن انگلینڈ میں بچوں کے نصاب میں بھی داخل پایا ہے) انہوں نے ہر ممکن طور پر کوشش فرمائی ہے کہ امت مسلمہ شریعت پر عمل پیرا ہو جائے اور عالم باعمل ہو۔

آپ لکھتے ہیں:

کامیابی کا صرف ایک طریقہ ہے۔ اس کے علاوہ جس قدر طریقے ہیں۔ سب کے سب درحقیقت زندگی کے خراب کرنے والے ہیں۔ اور وہ ایک طریقہ یہ ہے کہ دنیوی زندگی میں انسان کے دو تعلق ہیں۔ ایک خالق سے دوسرا مخلوق سے۔ ان دونوں تعلقات کو تازیست اسی طرح قائم رکھے جس طرح سید ابرار مدنی تاجدار ﷺ نے قائم رکھا۔ اور ان کے متعلق جو ہدایات فرمائیں ان سب کو اپنا نصب العین بنائے۔ یعنی اپنی زندگی کو محبوب خدا کی زندگی کے سانچے میں ڈھال کر آپ کے رنگ میں رنگ جائے۔ اپنے لیل و نہار کو آپ کے لیل و نہار کے ساتھ اس طرح مطابق کر لے کہ عبادت و ریاضت میں، معاشرت و معاملت میں، گفتار و رفتار میں، نشست و برخاست میں، خرد و بزرگ اور احباب کی ملاقات میں، خورد و نوش اور لباس میں، انسانی ضروریات سے فراغت اور جسم کی طہارت میں، بیداری اور خواب راحت میں۔ الغرض جملہ اعمال اور اخلاقیات میں آپ کے نقش قدم کو اپنا پیشوا بنالے۔ یہاں تک کہ اس دار فانی سے ملک جاودانی کی طرف رخصت ہو جائے۔

دنیا میں ہر قوم اپنی مذہبی معاشرت اور اپنے پیشوا کے طرز عمل کی مضبوطی سے پابند رہتی ہے۔ بلکہ اپنی معاشرت، اپنا تمدن، اپنے طریقے، دوسری اقوام میں رائج کرنے کے لئے ہر قوم نہ صرف مالی ایثار بلکہ جانی قربانی بھی کر گزرتی ہے۔

مگر بڑے شرم کی بات ہے کہ مسلم کہلائیں اور اسلامی معاشرت، اسلامی ادب ترک کرتے جائیں،

انگریز کو دشمن اسلام سمجھیں مگر معاشرت میں انگریز کو اپنے اوپر مسلط اس درجہ کرلیا ہے کہ بول چال میں انگریزی انداز مرغوب، کھانے پینے میں انگریزی طریقے محبوب، اٹھنے بیٹھنے میں انگریزی آداب مطلوب، یہاں تک کہ شکل وصورت میں انگریز نمودار، اولاد کی تعلیم وتربیت میں انگریزی اصول درکار، مستورات کے لباس اور زیب وزینت میں میم صاحب کے اطوار پسند ہیں۔

آہ! مقام غیرت ہے کہ زبان سے خدا اور رسول کی محبت کا دم بھریں اور عمل میں دشمنان خدا اور رسول کا ساتھ دیں۔ کیا اہل محبت کا شیوہ یہی ہے؟

اے پیارے بھائیو! اور اے اسلام کے شیدائیو! سنو! اور خوب غور سے سنو! کہ شہنشاہ مدینہ نے اپنی زندگی کے "لیل ونہار" اس طرح گزارے کہ دنیوی مشاغل اور ضروریات زندگی کو انجام دیتے وقت بھی یاد الٰہی سے غفلت نہ ہوئی۔ فقیروں کی صدا "یادرکھ بھولے مت" کا مطلب یہی ہے۔ اور اخروی زندگی کی کامیابی اسی طریقہ سے حاصل ہوتی ہے۔

(نظام شریعت ص ۴،۳)

یہ ساری تحریر آپ کے جذبات کی ترجمان ہے۔ نیز ان کی شخصیت کا بہترین من وجہ تعارف ہے۔ نیز یہ کتاب کوزہ میں سمندر بند ہے کہ ایمانیات یعنی عقائد، فضائل مناقب اور حکایات بزرگان دین کے علاوہ فقہ کے مسائل روزمرہ پر مشتمل ہے۔

تقریباً چار سو سینتیس (۴۳۷) عنوانات پر مشتمل اس کتاب میں بہت ساری پند ونصائح نہایت موثر اور دل پذیر انداز میں درج ہیں جسے پڑھ کر قاری اپنی زندگی سے متعلق سوچے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ایک بار یہ فکر ضرور پیدا ہوتی ہے کہ کاش! میں اپنی زندگی کو اللہ اور رسول کے حکم کے مطابق بسر کروں۔ اگر یہ فکر پیدا ہو جائے تو پھر رہنمائی کے لئے کسی اور کی ضرورت نہیں اکثر وبیشتر مسائل میں یہ کتاب ہی بہترین رہنما ثابت ہوتی ہے۔ الغرض یہ کتاب ہر اعتبار سے بہت بڑا علمی ذخیرہ ہے۔ جس سے آپ کی قادر الکلامی کا پتہ چلتا ہے کہ کتاب نظام شریعت میں مقصود اختصار تھا۔ لہٰذا اس کا لحاظ رکھتے ہوئے بہت سارے مسائل درج کردئے۔ دیگر تصنیفات میں جہاں مقصود ہر طرح توضیح وتوجیہ اور تشریح تھی وہاں اس کے مطابق گفتگو فرمائی اور علم کے دریا بہادئے۔ اپنے تو بنظر عقیدت دیکھ سن کر معتقد ہیں۔ مگر اس سے دشمن کی بولتی بھی بند ہو جاتی ہے۔ حقیقت ہے کہ "الفضل ما شھدت بہ الاعداء" بزرگی وکمال وہی ہے، جس کا دشمن بھی اعتراف کریں۔

فیض اشرفی انگلینڈ میں:

بولٹن میں آپ کے داماد حضرت مولانا محمد ایوب اشرفی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ دیکھ کر حیران کن حد تک خوشی ہوئی۔ وجہ حیرانگی یہ ہے کہ برطانیہ کی سرزمین میں اکثر وبیشتر حضرات کا مطمح نظر حصول دولت ہے،

دردو دین کسی میں بھی نہیں ملتا۔ بچے اسکول سے فارغ ہو کر دو گھنٹے مسجدوں میں تعلیم حاصل کرنے آتے ہیں۔ جہاں پر حاضری صرف حاضری کے لئے ہوتی ہے۔ تعلیم قرآن برائے تلاوت قرآن بھی مفقود ہے۔ معلوم نہیں یہ ذمہ دار حضرات اللہ پاک کی بارگاہ میں کیا جواب دیں گے۔ اگر پورا نقشہ بیان کروں تو صفحات درکار ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ سو طرح بہانے ہیں کہ بچے پڑھتے نہیں، بچوں پر سختی قانونی طور پر منع ہے، مساجد کمیٹیاں ساتھ نہیں دیتیں ۔وغیرہ وغیرہ

ان تمام تر حالات کے باوجود مولانا موصوف نے اپنے ساتھ علماء کی ایک ٹیم رکھی ہوئی ہے۔ بڑے منظم طریقے سے بچوں کو تعلیم دیتے ہیں۔ غالباً صرف اساتذہ چودہ کی تعداد میں ہیں اور وقت وہی دو گھنٹے اسکول سے فراغت کے بعد۔ اس میں مسائل، نماز، کلمے، صرف ونحو، فقہ، قرآن وتجوید وغیرہ۔ درس نظامی کے علوم کا آپ نے آغاز کر رکھا ہے۔ حقیر راقم کو آپ نے برائے امتحان طلبہ دعوت دی۔ طلبہ کا ذوق اور مختصر وقت میں عظیم کام دیکھ کر دل باغ باغ ہوا۔ حضرات علماء کرام سے ملاقات اور تعارف اس طور نہ ہوا کہ میں ان کے اسمائے گرامی درج کرسکوں نہ ہی یہ علم تھا کہ مضمون لکھنا ہوگا ورنہ میں نوٹ کرتا۔

یہ سب آپ کے پاس اس لگن، تڑپ، اسپرٹ کا نتیجہ ہے۔ جو استاذ سے ان کی طرف ودیعت ہوئی۔ چشم بددور... کاش اللہ پاک وہاں کے تمام علماء ومشائخ کو بھی اس انداز میں کام کرنے کی ہدایت فرمادے۔

خلوص نیت:

اللہ والے جو کہتے ہیں، کرتے بھی ہیں۔ لم تقولون ما لا تفعلون کے مصداق نہیں ہوتے۔ اکثر لوگ صحبت وملاقات سے شناسائی پاتے ہیں۔ مگر ہمیں ان کی تحریر سے یہ بات مل رہی ہے۔ آپ نے "انما الاعمال بالنیات" کے تحت (ص ۵۵ تا ۵۹) پر فرمایا:

ایک عمل اگر چند نیتوں سے کیا تو وہ عمل دربارہ ثواب متعدد قرار پائے گا۔ جیسے مسجد میں بیٹھنا ایک عمل ہے۔ جس میں بیک وقت متعدد نیتیں کی جاسکتی ہیں۔

(۱) خانہ خدا ہونے کی نیت سے، کہ حدیث میں وارد ہے "مسجد خانہ خدا ہے" اور جو مسجد میں آتا ہے تو گویا اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی زیارت ہے۔ اللہ کریم ہے اور کریم پر واجب ہے کہ اپنے زائرین کی ضیافت فرمائے۔ پس اس نیت سے یہ فضیلت حاصل ہوگی۔

(۲) انتظار جماعت کی نیت سے، کہ حدیث میں وارد ہے "جو انتظار نماز کرتا ہے تو گویا وہ نماز میں ہے" پس اس بیٹھنے میں ثواب نماز کا مستحق ہوگا۔

(۳) گوش وچشم وباقی اعضاء کو شرعی ممنوعات سے محفوظ رکھنے کی نیت سے جو گلیوں میں، بازاروں میں واقع ہوتے رہتے ہیں اور مسجد میں ان سے محفوظ رہتا ہے۔

(۴) اعتکاف کی نیت سے۔ کہ جتنی دیر بیٹھے گا اعتکاف کا ثواب پائے گا۔

(۵) طبیب روحانی محبوب سبحانی ﷺ کی خدمت میں ہدیہ درود پیش کرنے کی نیت سے

(۶) ذکر الٰہی قرآن کی تلاوت یا سماعت، یا تذکیر و ترغیب کی نیت سے، کہ حدیث میں وارد ہے "جو بوقت صبح مسجد میں ذکر و تذکیر کے لئے حاضر ہو وہ مجاہد "فی سبیل اللہ" کے مانند ہے۔" نیز وارد ہوا کہ خانہ خدا میں جب بندے قرآن پاک کی تلاوت و درس میں مشغول ہوتے ہیں تو ان کے ارد گرد فرشتوں کا اجتماع ہو جاتا ہے۔ اور رحمت الٰہی ان کو اپنے اندر چھپا لیتی ہے

(۷) ثواب حج وعمرہ کے حصول کی نیت سے، کہ حدیث میں آیا ہے "جو شخص وضو کر کے مسجد میں حاضر ہو کر نماز ادا کرے اس کے لئے حج وعمرہ کا ثواب ہے۔

(۸) علمی افادہ و استفادہ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی نیت سے، کہ مسجد میں مسلمانوں کے مجتمع ہونے کے باعث بآسانی حاصل ہوتا ہے۔

(۹) دینی بھائی کی زیارت کرنے کی نیت سے جس سے راہ خدا میں مدد پہنچتی ہو۔

(۱۰) سلام کرنے اور جواب دینے کی نیت سے۔

(۱۱) قوت فکریہ کو امور آخرت میں اور تقصیرات سے استغفار کرنے میں صرف کرنے کی نیت سے، کہ مسجد میں فراغ قلب اور جمعیت خاطر حاصل ہوتی ہے۔ جو دوسری جگہ میں میسر نہیں۔

(۱۲) حضور باطن اور مشاہدہ حق سے اتصال اور ذات مطلق کے شہود میں استغراق حاصل کرنے کی نیت سے، کہ مسجد میں تجلیات ربانی کا محل خاص ہونے کے باعث اس کی روحانیت سے مخصوص ذوق اور خاص نورانیت حاصل ہوتی ہے۔ جس سے حضور باطن اور اتصال بمشاہدہ حق اور استغراق شہود ذات مطلق کا حصول ہوتا ہے۔ پس مسجد میں بیٹھنا اگر ان بارہ ۱۲ نیتوں کے ساتھ ہے تو بیٹھنا اگرچہ ایک ہی عمل ہے۔ مگر نیت کے متعدد ہونے سے حق ثواب میں بارہ عمل قرار پائے گا۔ مسجد میں بیٹھنا بجائے خود ایک عمل آخرت ہے۔ اگر کسی طبعی عمل میں نیت کر لی جائے تو نیت اس کو عبادت کر دیتی ہے۔ عامل مستحق ثواب ہوتا ہے۔ پھر یہاں پر بھی نیت کے تعدد سے عمل حق ثواب میں متعدد ہو جائے گا۔ مثلاً خوشبو کا استعمال طبعی چیز ہے۔ لیکن یہی استعمال اگر مندرجہ ذیل نیات میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی ہو تو عبادت ہو کر موجب ثواب ہوگا۔

(۱) اتباع سنت کی نیت سے، کہ محبوب دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خوشبو کو پسند فرماتے تھے۔

(۲) تعظیم مسجد کی نیت سے۔

(۳) ہمنشین فرشتوں اور بنی آدم کو راحت پہنچانے کی نیت سے۔

(۴) غیبت سے خود محفوظ رہنے یا دوسرے کو محفوظ رکھنے کی نیت سے، کہ کسی سے بد بو محسوس کر کے خود یا

دوسرا اس کی غیبت میں آلودہ ہو جائے۔

(۵) معالجۂ دماغ کی نیت سے، تاکہ دماغ میں تازگی پیدا ہو کر زیرکی بڑھے اور علوم و معارف حاصل ہوں۔

یہی استعمال اگر مذکورہ بالا نیات کے ساتھ نہیں بلکہ صرف نفسانی شہوت اور خودنمائی کے ماتحت ہے تو حرمان ثواب کے ساتھ ساتھ مستحق ملامت و عتاب بھی ہوگا۔ اسی طرح نشست و برخاست، رفتار و گفتار، خورد و نوش، پوشاک و پاپوش کے پہننے اتارنے، خواب و بیداری بلکہ ہر حرکت و سکون میں اتباع سنت کی نیت کر لی جائے تو سب کے سب عبادت ہو کر ثواب کا سبب بنیں گے۔ شہنشاہ عالم ﷺ کا ارشاد ''الدین یسر'' کہ دین سراپا آسانی ہے، اس مقصد کو اجمالی طور پر ظاہر فرما رہا ہے۔ لیکن افسوس کہ عام طور پر لوگ اس سے غافل ہیں فیارب محمد ارشدنی وایاھم الیہ بحرمۃ حبیبک المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ التحیۃ والثناء۔

نیت صادق کی منفعت اور فاسد کی مضرت

حدیث زیر بحث کے پہلے فقرے ﴿انما الاعمال بالنیات﴾ سے تو یہ ثابت ہوا کہ اعمال کا اخروی ثواب صدق نیت سے ہے کہ بغیر اس کے عامل ثواب سے محروم رہے گا۔ اور دوسرے فقرے ﴿انما لامریء ما نوی﴾ سے فقیر غفرلہ کے مطابق یہ ظاہر ہوا کہ صدق نیت پر بھی انسان کو مولیٰ تعالیٰ ثواب سے سرفراز فرماتا ہے۔ جملہ اعمال کے ثواب کا نیت صادق پر توقف اور محض نیت صادق پر بدوں عمل کے عطائے ثواب یہ دونوں چیزیں نیت صادق کی اہمیت اور عظیم الشان منفعت کی طرف رہنمائی کرتے کے لئے اگرچہ کافی تھیں۔ مگر بنظر افادہ بعض دیگر نبوی ارشادات اور مشائخ عظام کی ہدایات پیش کرتے ہیں۔ جن سے نیت صادق کی کثیر منفعت کے ساتھ ساتھ نیت فاسد کی شدید مضرت کا پتہ بھی چلتا ہے۔ سرور انبیا حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے علم شریعت اور دنیوی دولت دونوں چیزیں عطا فرمائیں۔ تو وہ اپنی دولت کو علم شرعی کے مطابق مصارف خیر میں خرچ کرتا ہے۔ دوسرا شخص اس کو دیکھ کر کہتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کی طرح مجھ کو بھی علم اور مال مرحمت فرماتا تو میں بھی اس کی طرح مال کو اعمال خیر میں صرف کرتا۔ پس وہ شخص اور یہ دونوں ثواب میں برابر ہیں۔ اور ایک وہ شخص ہے جس کو دنیوی دولت ملی اور علم دین سے محروم رہا تو وہ اپنی لاعلمی کے باعث دولت میں نامشروع طریقہ پر تصرف کرتا ہے۔

دوسرا شخص دیکھ کر کہتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کی طرح مجھ کو بھی دولت عطا فرماتا تو میں بھی اس کی طرح خرچ کرتا۔ پس وہ اور یہ دونوں گناہ میں برابر ہیں۔

غزوۂ تبوک میں ارشاد ہوا کہ مدینہ طیبہ میں کچھ لوگ رہ گئے ہیں۔ جو اس سفر کے تمام اعمال میں بلحاظ ثواب ہمارے شریک ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ثواب میں کیسے شریک ہو گئے حالانکہ ہمارے ساتھ

A Brilliant Scholar of Islam

Hazrat Allama Syed Ghulam Jilani Meruthi

رحمۃ اللہ علیہ

Compiled by:

MUHAMMAD KALIM QADRI

&

DR. ABDUL NAIM AZIZ

Edited by:

MOHAMMAD MASOOD AHMED

Chairman: Global Islamic Mission, Inc.

New York, USA



Idara Tarweej-o-Isha'at

Masjid Noor-ul-Islam

Bolton, U.K.

نہیں ہیں۔ فرمایا کچھ مجبوریاں تھیں جنہوں نے ہمارے ساتھ نہ آنے دیا۔ مگر صدق نیت کی بناء پر ثواب میں ہمارے شریک ہوگئے۔

محبوب دوعالم ﷺ فرماتے ہیں۔ جس نے خوشبو کا استعمال نیت صادق سے کیا تو قیامت کے دن اس کی خوشبو مشک کی خوشبو سے بہتر ہوگی۔ اور جس نے نیت فاسد سے خوشبو کا استعمال کیا تو روز قیامت اس کی بدبو مردار سے بدتر ہوگی۔

مالک کونین ﷺ فرماتے ہیں۔ کہ جب دو مسلمان تلوار لے کر لڑیں اور ایک دوسرے کو قتل کردے تو قاتل ومقتول دونوں دوزخ کے مستحق ہیں۔ عرض کیا گیا! یارسول اللہ قاتل تو قتل کرنے کے سبب دوزخ کا سزاوار ہوا، لیکن مقتول کس لئے؟ فرمایا مقتول دوزخ کا مستحق اپنی نیت فاسد کی بناء پر ہوا کہ وہ بھی قاتل کے قتل کا ارادہ کر چکا تھا مگر اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہوسکا۔

بنی اسرائیل میں ایک شخص بھوک کی حالت میں ریت کے ٹیلوں کے پاس سے گزرا۔ ٹیلوں کو دیکھ کر دل میں کہنے لگا کہ اگر ٹیلوں کے برابر میرے پاس غلہ ہوتا تو میں رضائے الٰہی حاصل کرنے کی غرض سے سب کا سب لوگوں پر تقسیم کردیتا۔ اس عہد کے نبی ﷺ کے پاس وحی آئی کہ اس شخص کے لئے فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا صدقہ قبول فرمایا۔ اور تم کو نیت صادق کی بنا پر ان ٹیلوں کے برابر غلہ صدقہ کرنے کا ثواب عطا ہوا۔

(احیاء العلوم شریف)

عابد کی نیک نیت:

ایک عابد زمانہ دراز سے عبادت الٰہی میں مشغول تھا۔ کچھ لوگوں نے خبر دی کہ فلاں مقام پر ایک درخت ہے۔ جس کی بعض لوگ پرستش کرتے ہیں۔ عابد یہ سن کر غضبناک ہوگیا اور تبر لے کر چل دیا۔ کہ اس درخت کو کاٹ ڈالے۔ سامنے سے پیرانہ شکل میں شیطان آکر کہنے لگا کہ حضرت کہاں کا ارادہ فرمالیا؟ عابد نے کہا ایک درخت قطع کرنے جارہا ہوں۔ جس کی کچھ لوگ پرستش کرتے ہیں۔ شیطان نے کہا آپ کو اس سے کیا مطلب؟ اپنی عبادت ترک کرکے بیہودہ کام میں مصروف ہوگئے۔ عابد نے کہا میرے لئے یہ بھی عبادت ہے۔ شیطان نے کہا۔ میں تو درخت کاٹنے کے واسطے آپ کو نہ جانے دوں گا۔ یہ کہہ کر آمادہ جنگ ہوگیا۔ عابد نے اس کو پکڑ کر زمین پردے مارا اور سینہ پر سوار ہوگیا۔ شیطان بولا کہ مجھے چھوڑ دیجئے تا کہ آپ سے ایک بات کہوں۔ عابد نے چھوڑ دیا۔ شیطان نے کہا اللہ تعالیٰ نے اس درخت کو قطع کرنا آپ پر فرض نہیں کیا۔ اگر آپ اپنی عبادت میں مشغول رہیں اور اس درخت کو قطع نہ کریں تو آپ پر کوئی گرفت نہ ہوگی۔ زمین پر ذمہ دار ہستیاں انبیاء کرام موجود ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہے تو ان کو حکم فرمائے گا آپ سے کیا تعلق۔ عابد نے کہا کہ مجھے اس درخت کا قطع کرنا ضروری ہے۔ شیطان پھر آمادۂ پیکار ہوا۔ عابد نے پکڑ کر زمین پردے مارا اور سینہ پر چڑھ بیٹھا۔ جب

شیطان نے دیکھا کہ میں اپنی طاقت سے اس کو زیر نہ کرسکوں گا۔ اور ہاتھا پائی سے کامیابی حاصل نہ ہوگی۔ تو بولا اچھا میں ایک اور بات پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جو میرے اور آپ کے درمیان فیصلہ کن ہوگی۔ اور آپ کے حق میں بہتر اور درخت کاٹنے سے زیادہ نفع بخش۔ اگر آپ کو مرغوب ہو تو پیش کروں۔ عابد نے کہا کہئے وہ کیا ہے؟ شیطان بولا مجھے چھوڑ دیجئے۔ سرہانے دو اشرفیاں رکھ دیا کروں گا۔ صبح ہوتے ہی آپ انہیں لے لیا کریں۔ پھر جو جی چاہے کریں۔ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی حوائج میں صرف کیجئے۔ اور اپنے دینی بھائیوں کی مدد فرمایئے۔ محتاجوں کی دست گیری کیجئے۔ اس میں آپ کے لئے بھی منفعت ہے اور مسلمانوں کے واسطے بھی فلاح اور بہبودی ہے۔ درخت کاٹنے سے مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچے گا۔ اور پرستش کرنے والوں کو کیا نقصان؟ وہ پھر دوسرا درخت لگا دیں گے۔ شیطان کی یہ گفتگو سن کر عابد کامل غور اور خوض کے بعد دل ہی دل میں کہنے لگا۔ کہ شیخ نجدی نے سچ کہا۔ میں نبی نہیں ہوں حتی کہ مجھ پر اس درخت کا قطع کرنا واجب ہو۔ نہ اللہ تعالی نے مجھے قطع کرنے پر مامور فرمایا ہے۔ کہ قطع نہ کرنے سے مجرم قرار پاؤں۔ میرا یہ ارادہ خود بخود تھا۔ اور اس درخت کا باقی رہنا مسلمانوں کے لئے مضرت رساں بھی نہیں۔ اور شیخ نجدی کا مشورہ زیادہ منفعت رساں ہے۔ بالآخر عابد نے شیطان کا مشورہ تسلیم کرلیا اور معاہدہ کر کے اپنی عبادت گاہ پر واپس آیا۔ پہلی شب میں سو کر اٹھا تو دو اشرفیاں سرہانے پائیں۔ پھر دوسری شب میں بھی دو اشرفیاں ملیں۔ تیسری شب اور چوتھی شب میں کچھ نہ ملا وہ غصہ میں بھر گیا۔ اور کلہاڑی لے کر درخت کاٹنے چل دیا۔ اور کہنے لگا کہ دنیا فوت ہوگئی تو آخرت ہاتھ سے کیوں جائے۔ شیطان بصورت شیخ سامنے آیا۔ بولا کہاں کا ارادہ فرمالیا؟ عابد نے کہا اس درخت کو کاٹنے کو جارہا ہوں۔ شیطان بولا تو جھوٹا ہے۔ بخدا اب تجھ کو اتنی قدرت نہیں۔ عابد نے پہلے کی طرح شیطان کو پکڑ کر زمین پر گرانا چاہا۔ شیطان بولا اب یہ چیز کوسوں دور ہوگئی۔

ایں خیال ست ومحال ست وجنوں

یہ کہہ کر عابد کو پکڑ کر زمین پر پٹخا اور سینہ پر چڑھ بیٹھا۔ اور کہنے لگا کہ اس ارادے سے باز آ ورنہ تجھ کو ذبح کر دوں گا۔ عابد نے دیکھا کہ مجھ میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ تو بولا تجھ نے مجھ پر قابو پالیا مجھے چھوڑ دے اور یہ بتا کہ پہلی مرتبہ میں تجھ پر کس طرح غالب آیا اور اس مرتبہ تجھ کو غلبہ کیونکر ہوا۔ شیطان نے کہا کہ پہلی مرتبہ تیری نیت صادق تھی۔ اور تو اللہ کے لئے غضبناک ہوا تھا۔ اس لئے اللہ تعالی نے مجھ کو مسخر فرمادیا۔ اور اس مرتبہ تیری نیت فاسد تھی۔ اور تیرا غضب اپنے نفس کے لئے تھا۔ اس لئے اللہ تعالی نے تجھ کو مغلوب کر کے مجھ کو مسلط فرمادیا (قوت القلوب وغیرہ)

اقوال زریں

ہر صادق النیۃ کا اپنے صدق نیت پر نظر رکھنا اس کے صدق نیت کی خامی پر دلالت کرتا ہے۔ جب اللہ تعالی چاہتا ہے کہ اس کے صدق نیت کو خالص فرمادے تو اس کی نظر اس کے صدق نیت پر پڑنے سے روک دیتا

ہے۔ کیوں کہ اپنا صدق نیت اپنی نظر میں بھاتا نہیں۔

تا مرد بہ تیغ عشق بے سر نشود — در مذہب عاشقاں مطہر نشود
ہم عشق طلب کنی وہم سر خواہی — آرے خواہی ولے میسر نشود

ترجمہ: جب تک مرد راہ عشق کی تلوار سے بے سر نہیں ہوجاتا عاشقوں کے مذہب میں وہ پاک نہیں ہوتا تو عشق کا طالب بھی ہے اور سر بھی باقی چاہتا ہے۔ ہاں طالب تو تو ہے لیکن تیری طلب تجھے میسر نہ ہوگی۔

کم بختی کی نشانیاں

(۱) دولت علم ملے مگر عمل سے محروم رہے۔

(۲) عمل کی توفیق ملے مگر صدق نیت سے محروم کردیا جائے۔

(۳) صالحین کی صحبت میسر ہو مگر پھر بھی خدمت کرنے اور سچ بولنے کا خوگر نہ بنے۔

﴿من قال لاستاذہ لم لا یفلح ابدا﴾ جس نے اپنے استاذ و پیر سے کسی بات میں کیوں کہا کبھی فلاح نہ پائے گا۔

صدق نیت

صدق نیت کی راہ اختیار کرنے کے لئے مرد درکار ہے۔ (پھر بھی سالہا سال کے بعد پختگی پیدا ہوتی ہے) صدق نیت ایک کیمیا ہے کہ آدمی اس کا معتاد (عادی) ہو کر بیش بہا موتی بن جاتا ہے۔ جس کو صدق نیت کی دولت مرحمت ہوئی اس کو سب کچھ مل گیا۔ (بشیر القاری ص ۶۵)

چند باتیں آپ کی کتب کی روشنی میں اس لئے تحریر نہیں کیں کہ تبصرۂ کتب مقصود ہے۔ بلکہ اس لئے تحریر کی ہیں کہ مصنوع کی تعریف صانع کی تعریف ہوتی ہے۔ اور مجھے آپ کی تحریر سے اس بات کا یقین کامل ہوگیا ہے کہ آپ کی تحریر وعمل میں تضاد نہیں۔ تالیف کتب محض صدق نیت، خیر خواہی، دینی جذبہ اشاعت، کفر کی بیخ کنی کے لئے ہے۔ کسی اور غرض دنیوی کا اس میں دخل نہیں۔ کیوں کہ آپ وحی الٰہی اور حدیث رسول کے عالم ہیں۔ عالم حق ہی ہیں جن کے بارے میں اللہ رب العزت کا فرمان عالیشان ہے۔

﴿انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء﴾ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے علماء ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔

جسے خوف وخشیت الٰہی ہو اس کو مقام محبوبیت عطا ہوتا ہے۔

محمد یسین قادری شطاری
صدر مدرس جامعہ اسلامیہ حیدری مسجد خطیب جامع مسجد عمر چشمہ فیض محمدی
چارہ منڈی کامونکی گوجرانوالہ پاکستان

حضور صدر العلماء قدس سرہ
کی علمی خدمات پر چند سطور

صاحبزادۂ حضور صدر العلماء حضرت مولانا حافظ وقاری سید محمد یزدانی میاں صاحب نوری

(بانی ومہتمم جامعہ قادریہ جیلانی عربک کالج، سنبھل ومقیم حال امریکہ)

سقراط کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ سڑکوں پر پھرا کرتا تھا اور لوگوں سے مختلف قسم کے سوالات کرتا تھا۔ لوگ جب اس کے سوالات کا جواب دینے سے اپنا عجز ظاہر کرتے تھے وہ انہیں خود جواب بتا دیتا تھا۔ اس طرح وہ اپنی سعی سے ان کی معلومات میں اضافہ کیا کرتا تھا اور اپنے کو عقل پیدا کرانے والی دائی کہا کرتا تھا۔

یہ قدیم یونان کی بات ہے۔ آج کے دور میں کون اس طرح خود سڑکوں پر پھرتا ہوا لوگوں کی معلومات میں اضافہ کرنے کی کوشش کرے گا؟ آج کا تو حال یہ ہے کہ اگر کوئی کسی عالم سے ایسا سوال کر بیٹھے جس کا جواب ان کے ذہن میں حاضر نہ ہو تو انہیں فوراً غصہ آجائے، اگر کہیں علمائے کرام کے درمیان میں کوئی ایسا مسئلہ آجائے جسے وہ لاینحل سمجھتے ہوں اور کوئی شخص اس کا حل بتا دے تو فوراً ان حضرات کے چہروں کا رنگ اتر جائے۔

ایسے ہی زمانے کی بات ہے جب کوئی طالب علم خواہ وہ مدرسے کا طالب علم ہو یا کوئی عام دانشگاہ کا، جو حضور صدر العلماء استاذ الاساتذہ بحر العلوم علامہ الحاج الشاہ سید غلام جیلانی صاحب قبلہ قدس سرہ کی بارگاہ میں کوئی سوال لیکر پہنچتا تھا آپ انتہائی شفقت ومحبت اور خندہ پیشانی کے ساتھ اس کا استقبال فرماتے تھے۔ اور جب اس کے سوال کا جواب دیتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ کوئی سمندر جوش میں آگیا ہے اور موتی بکھیر رہا ہے۔

آپ بخاری شریف کا درس دینے میں بھی ہمیشہ کیف کا لحاظ فرماتے تھے "کم" کے کم ہونے کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے جس انداز پر بخاری شریف کی شرح فرمائی ہے اسی انداز پر بخاری شریف کا درس ہوتا تھا کہ ایک ایک حدیث شریف کا درس ہفتہ ہفتہ بھر دس دس روز جاری رہتا تھا۔ کسی روز صرف ونحو پر گفتگو ہو رہی ہے تو کسی روز صرف بلاغت پر، کسی روز صرف مسائل فقہیہ پر گفتگو ہو رہی ہے تو کسی روز صرف تصوف پر، کسی روز اس حدیث سے مذہب اہل سنت کے احقاق پر کلام ہو رہا ہے۔ تو کسی روز اس حدیث شریف سے متعلق بدمذہبوں کی تقریر کا رد ہو رہا ہے۔

درسی کتب کے مطالعہ کے دوران میں طلبہ کے ذہن میں مختلف شبہات پیدا ہوتے ہیں مطالعہ کے وقت شروح وحواشی دیکھنے سے جہاں معلومات میں اضافہ ہوتا ہے بہت سے اشکالات دفع ہو جاتے ہیں وہاں بہت سے نئے اشکالات پیدا بھی ہو جاتے ہیں، ایسے شبہات اور اشکالات کے بارے بوجھل ذہن صبح جب حضور صدر العلماء کی بارگاہ میں حاضر ہوتا تھا اور درس جاری ہو جاتا تھا تو یہ محسوس ہونے لگتا تھا کہ دھوپ میں طویل سفر سے تھکا ہوا مسافر ایک عظیم سایہ دار درخت کے ٹھنڈے سایہ میں آکر سکون وراحت کی سانس لے رہا ہے۔ مطالعہ میں آئے ہوئے تمام امور ایک ایک کر کے اسکے سامنے آرہے ہیں ذہن کو بوجھل کر دینے والے تمام عقدے ایک ایک کر کے حل ہوتے جارہے ہیں اور ایسے ایسے نئے انکشافات سامنے آرہے جن کی طرف اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا پڑ رہا ہے جیسے وہ اشارہ حسیہ کو قبول کرنے والے امور ہوں، یہاں نہ حدیث کی تخصیص ہے نہ فقہ کی، نہ نحو کی قید نہ بلاغت کی، نہ منطق کی شرط ہے نہ فلسفہ کی۔ یہ تھا آپ کے تبحر علم کا عالم۔

اس زمانے کا تو حال یہ ہے کہ اگر کسی مدرس صاحب میں صلاحیت ہوتی بھی ہے تو وہ اپنے طالب علم کو با صلاحیت بنانے کی طرف توجہ نہیں کرتے لیکن حضور صدر العلماء قدس سرہ ہمیشہ اس کے لئے سعی بلیغ فرماتے تھے کہ ان کا شاگرد با صلاحیت ہو اور یہی سبب تھا کہ وہ علم نحو کی کتب میں زیادہ محنت کرنے کے لئے ہمیشہ اپنے تلامذہ کو ہدایت فرماتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ اس علم کو اچھی طرح حاصل کر لینے سے دوسرے علوم کی طرف ہدایت حاصل ہو جائے گی۔ کیا آپ نے سنا نہیں کہ امام نحو فراء یہ کہتے تھے کہ ایک علم کی مہارت سے دوسرے علوم کی تحصیل میں سہولت ہو جاتی ہے اس پر ان سے حضرت امام محمد رضی اللہ عنہ نے یہ سوال کیا کہ اگر ایک شخص پر نماز میں ایک بار سجدۂ سہو واجب ہو جائے اور سجدۂ سہو کرتے ہوئے پھر سجدہ سہو واجب ہو جائے تو وہ دوبارہ سجدۂ سہو کریگا یا صرف اس کا ایک ہی بار سجدہ سہو کرنا کفایت کرے گا۔ اس پر امام نحو فراء نے یہ جواب دیا کہ ایک ہی سجدہ کفایت کریگا۔ اس پر امام محمد صاحب نے یہ دریافت کیا کہ آپ نے علوم عربیہ کے کس مسئلہ پر قیاس کر کے یہ فرمایا۔ آپ نے جواب دیا: تصغیر کی تصغیر نہیں ہوتی ہے۔

حضور صدر العلماء قدس سرہ کے علم نحو کی صحیح تعلیم پر زور دینے کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ اس کے بغیر کلام عربی کے صحیح معنی سمجھ میں نہیں آتے۔ جاحظ نے "البیان والتبیین" میں ذکر کیا ہے کہ ایک شخص نے کسی اعرابی سے کہا: كَيْفَ اَهْلُكَ ؟ مراد یہ تھی کہ تمہارے اہل وعیال کیسے ہیں؟ وہ سائل کی مراد نہ سمجھ سکا بلکہ وہی سمجھا جو لفظوں کا مفہوم اس صورت میں ہوتا ہے۔ یعنی میں کیسے مروں۔ چنانچہ اس نے جواب دیا: صلبا۔ پھانسی کھا کر مر جاؤ۔

علم نحو پر زیادہ زور دینے کا سب سے اہم سبب یہ تھا کہ اس کے بغیر کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سمجھنا مشکل ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بدعت بدعت چلانے والے دیو

بندیوں کی سرکوبی کے لئے شامی میں بدعت کی پانچ قسموں کا ذکر کرتے ہوئے بدعت واجبہ کی مثال میں لکھا ہے علم نحو کا سیکھنا کہ کتاب وسنت کا فہم ہے۔ اس سے واضح ہو گیا کہ علم نحو کی صحیح تعلیم کے بغیر قرآن وحدیث کا سمجھنا دشوار ہے تو جس کے بغیر سرمایہ حیات سے محروم ہو جانا پڑے اس پر زور دینا کس قدر اہم ہوگا۔

جیسا کہ حضور صدر العلماء قدس سرہ نے اپنی تصنیفات میں متعدد مقامات پر فرمایا ہے کہ اکابر دیو بند نے اپنے شیخ حضرت مولانا الحاج الشاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں گستاخیاں کیں اور اس کی وجہ سے ان پر راہ حق مسدود کر دی گئی۔ یہ اکابر اور ان کے اصاغر کفر تک تجاوز کر گئے۔ ان کے پاس نہ ایما ن رہ گیا نہ عقل۔ ایسے عالم میں ان لوگوں نے فنون مختلفہ کی کتب پر شروح وحواشی چڑھائے۔ نتیجے میں اغلاط در اغلاط میں خود غلطاں پیچاں رہے اور پڑھنے والوں کو بھی ان اغلاط میں غلطاں پیچاں رکھا۔ ان فسادات کو پیش نظر رکھ کر حضور صدر العلماء قدس سرہ نے قلم اٹھایا اور بخاری شریف کی شرح شروع فرمائی۔ اگر چہ آپ نے صرف ابتدائی چند احادیث کی شرح فرمائی ہے۔ لیکن انہیں چند احادیث کی شرح میں اپنے اسی انداز پر خوب بسط سے کام لیا ہے۔ جس انداز پر آپ بخاری شریف کا درس دیتے تھے۔ علامہ عینی کا طریقہ ملحوظ ہے۔ اسمائے رجال، نحو، معنی، حدیث، مسائل فقہیہ مستخرجہ، تصوف وغیرہ پر زبردست بحث فرمائی ہے۔ نحو پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اور تصوف پر جو بحثیں فرمائی ہیں وہ غالبا بخاری شریف کی دوسری شروح میں اس انداز پر نہ ملیں گی۔ علاوہ بریں متعلق حدیث پر اپنی تقریرات میں دیو بندیوں کے شیخ الحدیث مولانا انور شاہ کشمیری سے جہاں جہاں عظیم سقطات، سرزد ہو گئے ہیں۔ وہاں وہاں قلم اشرفی جوش میں آگیا ہے اور تحقیقات کے جوہر خوب دکھائے ہیں۔ آپ کی شرح کا نام بشیر القاری ہے۔ جیسا کہ سطور بالا میں گذرا کہ منتمیان دیو بند نے کتب نحویہ کی بہت سی شروح لکھ ڈالیں لیکن غالبا ان میں اغلاط کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اور یہ وہ علم ہے جس میں غلط باتوں کے ذہن نشین ہو جانے کے بعد نہ تو صحیح طور پر زبان عربی کو سمجھا جا سکتا ہے نہ ہی صحیح طور پر دوسرے کو اپنا مافی الضمیر عربی میں سمجھایا جا سکتا ہے اور قرآن وحدیث کے سمجھنے سے محروم رہنا پڑتا ہے۔ اسی لئے حضور صدر العلماء قدس سرہ نے شرح مأۃ عامل کی شرح البشیر الکامل اور کافیہ کی شرح بشیر الناجیہ تصنیف فرمائی، ان تصنیفات میں شرح کتاب اور صحیح تر کیبات کے علاوہ عظیم تحقیقات بھی موجود ہیں۔ دیو بندیوں کے اغلاط کو بھی مقدمات میں ظاہر کر دیا گیا ہے۔ ہر ہر تحریر صاحب تحریر کی نسبت کا جلوہ خوب خوب دکھا رہی ہے۔ صحت اور حقیقت ایک مخصوص نرالے انداز پر روشن کر دی گئی ہے۔ جو دوسری کتب میں مفقود ہے۔

اگر حیات ظاہری حضور صدر العلماء کا اور کچھ ساتھ دیتی تو امید تھی کہ اپنے تلامذہ کی گذارشوں کے پیش نظر یا دیو بندیوں کی گمراہ کن سعی کے پیش نظر کچھ اور عظیم تصنیفات فرماتے۔ لیکن " جف القلم بما انت لا ق" اس دنیائے فانی سے آپ ملک جاودانی کا سفر فرما چکے ہیں اور تاریخ وصال ہے ﴿نام فَقِيْهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ ۱۳۹۸ھ﴾ آپ نے آخری وقت سے پہلے ایک عظیم تصنیف فرمائی جس کو آپ کی عا

ہری آنکھوں نے زیور طبع سے آراستہ نہ دیکھا، یہ ہے "البشیر شرح نحو میر" جو علما اور طلبہ کے درمیان مشہور ومعروف ہے۔ البشیر الکامل اور بشیر الناجیہ کی بہ نسبت اس میں حضور صدر العلماء قدس سرہ نے زیادہ ذہنی کاوش فرمائی ہے اور تحقیقات عظیمہ سے حقائق کو واضح فرمادیا ہے۔ اس لئے کہ یہ ابتدائی کتاب ہے اگر یہاں طالب علم گمراہ ہوجائے گا تو اندیشہ ہے کہ وہ ہمیشہ دھوکے میں رہے۔ کتاب نحو میر پر دیوبندیوں نے المصباح المنیر اور مہر منیر وغیرہ شروح لکھی ہیں البشیر میں ان کے اغلاط کو ظاہر کرکے اور حقیقت کو واضح کرکے دیوبند کے عالم علمی پر قیامت برپا کردی گئی۔

حضور صدر العلماء کے مشہور ومعروف تلامذہ

حضرت حافظ ملت شیخ الحدیث مولانا حافظ قاری شاہ عبد العزیز صاحب مرادآبادی علیہ الرحمۃ بانی الجامعۃ الاشرفیہ عربی یونیورسٹی مبارکپور

حضرت شمس العلما مولانا شاہ محمد نظام الدین صاحب قبلہ الہ آبادی

حضرت علامہ مولانا سید شاہ نعیم اشرف صاحب سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ جائس

حضرت علامہ مولانا شاہ محمد شریف الحق صاحب امجدی مفتی دار الافتاء یونیورسٹی مبارک پور

حضرت علامہ مولانا شاہ ریحان رضا خاں صاحب متولی دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف

حضرت علامہ مولانا شاہ محمد طیب خاں صاحب شیخ الحدیث دار العلوم منظر حق ٹانڈہ فیض آباد

حضرت خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد صاحب نظامی مدیر پاسبان الہ آباد

حضرت علامہ مولانا شاہ عاشق الرحمٰن صاحب شیخ الحدیث جامعہ حبیبیہ الہ آباد

حضرت علامہ مولانا شاہ محمد نعیم اللہ صاحب فاضل معقولات صدر مدرس۔ مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف

حضرت علامہ مولانا شاہ احمد نورانی صاحب میرٹھی صدر جمعیۃ العلماء کراچی

حضرت علامہ مولانا حافظ قاری محمد حسن صاحب اشرفی خطیب جامع مسجد شفیع آباد کانپور

حضرت علامہ مولانا قاضی عبد الرحیم صاحب مفتی دار الافتاء منظر اسلام بریلی شریف

حضرت علامہ مولانا حافظ قاری احمد حسن صاحب اشرفی مفتی دار الافتاء دار العلوم حامدیہ اشرفیہ سنبھل مرادآباد

حضرت علامہ مولانا رحمت اللہ صاحب مدرس جامعہ حبیبیہ الہ آباد

حضرت خطیب الہند علامہ مولانا محمد حبیب اشرف صاحب ناظم دار العلوم حامدیہ اشرفیہ سنبھل مرادآباد

حضرت علامہ مولانا محمد حسین صاحب مدرس دار العلوم غریب نواز الہ آباد

حضرت علامہ مولانا قاری محمد یحییٰ صاحب ناظم اعلیٰ یونیورسٹی مبارکپور

حضرت علامہ صوفی نذیر احمد صاحب نیازی صدر مدرس دار العلوم شاہ عالم علیہ الرحمہ احمد آباد گجرات

حضرت علامہ مولانا سید شاہ کلیم اشرف صاحب ولی عہد سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ جائس

حضرت علامہ مولانا رئیس کوثر صاحب مدرس مدرسہ فاروقیہ بنارس

حضرت علامہ مولانا سید شاہ محمد اکبر میاں صاحب زیب سجادہ آستانہ صمدیہ پھپھوند ضلع اٹاوہ

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد فاروق صاحب مدرس منظر اسلام بریلی شریف

حضرت علامہ مولانا سید شاہ محمد اصغر میاں صاحب آستانہ صمدیہ پھپھوند ضلع اٹاوہ

حضرت علامہ مولانا شاہ محمد عارف اللہ صاحب میرٹھی علیہ الرحمۃ راولپنڈی

حضرت علامہ مولانا چراغ عالم صاحب شیخ الحدیث مدرسہ اجمل العلوم سنبھل مرادآباد

نوٹ:۔ مندرجہ بالا اسماء گرامی میں سے بعض تو وہ ہیں جو حضرت صدر العلماء قدس سرہ کی حیات ظاہری میں استقامت ڈائجسٹ کانپور میں شائع ہو چکے۔ اور بعض حضور ہی سے پہنچی ہوئی اطلاعات کے بموجب اضافہ کردہ ہیں۔ (فقط)

سید محمد یزدانی (مقیم حال امریکہ)

(ماخوذ از : البشیر شرح نحمیر) مرتب

صدر العلماء کی کہانی

کچھ میری کچھ ان کی زبانی

حضرت علامہ مولانا قاری محمد یوسف قادری صاحب
لونی، غازی آباد (یو۔پی)

(ابتدا کرتا ہوں اس کے نام سے)

راقم الحروف کی تاریخ پیدائش۔۱۳ر مئی ۱۹۲۷ء

بغرض حصول علم میرٹھ آمد۔ ۱۳ر جون ۱۹۴۲ء

زیر سایہ مبلغ ایشیا وافریقہ شاہ محمد عارف اللہ صاحب قادری خلف اکبر خلیفۂ امام اہل سنت مجدد دین وملت حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی، حضرت مولانا مولوی شاہ محمد حبیب اللہ صاحب قادری علیہم الرحمہ۔

اللہ اللہ شاہ محمد عارف اللہ صاحب قادری کا رعب ودبدبہ، دشمن بھی ان کے سامنے سرنگوں دیکھا۔ عمل تسخیر کے ہمیشہ پابند، بہت کچھ صحبت میں نصیب ہوا مگر وہ عمل نصیب نہ ہوسکا۔ ۱۹۴۹ء میں ہندوستان کو خیرباد کہا۔ کچھ زمانہ تک خوشاب ضلع سرگودھا میں قیام رہا۔ بعد ازاں راولپنڈی پاکستان کے دارالحکومت میں۔ تاوفات راولپنڈی کی جامع مسجد حنفیہ میں خطیب رہے۔ مزار شریف راولپنڈی ہی میں ہے۔

۱۹۷۱ء میں پہلی بار پاکستان برادر کلاں بھائی محمد علی سے ملاقات کے لئے جانا ہوا، حیدرآباد سندھ میں حضرت سے ملاقات ہوئی، عمل تسخیر کا وہاں بھی پابند دیکھا۔ ۱۹۴۹ء میں جب حضرت والا کا ارادہ پاکستان جانے کا ہوا تو حضرت صدر العلماء حضرت علامہ سید غلام جیلانی کی خدمت میں مسجد خیر المساجد خیر نگر بازار میرٹھ کی خطابت وامامت جمعہ کی درخواست اس لئے پیش کی کہ حضرت مبلغ اسلام کی نظر میں حضرت صدر العلماء سے بڑھ کر کوئی اور تھا ہی نہیں۔ خیال رہے کہ حضرت مبلغ اسلام کا شمار حضرت صدر العلماء کے فیض یافتہ حضرات میں ہوتا ہے۔ حضرت صدر العلماء نے درخواست قبول کرتے ہوئے وہاں کی خطابت منظور فرمائی۔ حضرت حافظ عبد الحمید خاں صاحب مظفر نگری بدستور نائب

خطیب رہے۔

دوسری جانب مسلم دارالیتامی والمساکین کا ناظم اعلیٰ حضرت صدر العلما کو منتخب کر گئے۔ یاد رکھئے مسلم دارالیتامی والمساکین کی ۱۹۱۸ء میں مبلغ اسلام حضرت مولنا شاہ محمد عبدالعلیم صاحب صدیقی میرٹھی نے اپنے دست حق پرست سے بنیاد ڈالی تھی اور آج تک بدستور خدمت خلق میں مصروف ہے، راقم السطور کی اسی ادارہ میں حصول علم کی شروعات ہوئی۔ ابتداء میں قرآن شریف حضرت حافظ عبدالحمید صاحب مظفر نگری سے پڑھا، بعدہ اردو کی درجہ پنجم تک تعلیم ماسٹر رحم عظیم صاحب سے۔ اردو کی تعلیم میں منشی رحم عظیم صاحب کے علاوہ منشی عظیم اللہ خاں ریٹائرڈ تھانیدار فرید نگری، منشی عبداللہ خاں ریٹائر پولس فرید نگری، منشی قاضی سعید احمد صاحب بڑھانوی، منشی حفیظ اللہ خاں صاحب ہردووی۔

درجہ پنجم سے فراغت کے بعد جبکہ مسلم دارالیتامی والمساکین کا چارج حضرت صدر العلماء کے ہاتھوں میں آچکا تھا، عربی فارسی کی ابتدائی تعلیم شروع کی۔ ابتدا حضرت علامہ بقیۃ السلف مولانا مولوی حافظ قاری عبدالسلام صاحب سرائے ترین سنبھلی سے کی۔

بعدہ حضرت اقدس مولانا مولوی محمد یونس صاحب بدایونی،

حضرت اقدس مولانا مولوی مبین احمد صاحب امروہوی،

حضرت مولانا مولوی عبدالرؤف صاحب بستوی،

حضرت مولانا مولوی حافظ قاری ابرار احمد صاحب ڈینگر پوری (مرادآباد) جو کہ میرے ہم سبق بھی رہے،

حضرت مولانا مولوی محمد اسحٰق صاحب سرائے بہلیم میرٹھ

ان حضرات سے ہدایہ اولین تک پڑھا۔ بعدہ حضرت صدر العلماء حضور علامہ مولانا مولوی سید غلام جیلانی صاحب سے۔

میرے ہم سبقوں میں کچھ کے اسمائے گرامی یہ ہیں!

حضرت مولانا مولوی مظہر علی صاحب برمی

حضرت مولانا مولوی بشیر احمد صاحب افریقی

حضرت مولانا مولوی چراغ عالم صاحب سنبھلی

حضرت قائد اہلسنت مبلغ اسلام مولانا مولوی حافظ قاری شاہ احمد نورانی صاحب

حضرت مولانا مولوی علی حسین صاحب بستوی

حضرت مولانا مولوی قاری احمد حسن صاحب سنبھلی

حضرت مولانا مولوی حافظ قاری محمد حبیب اشرف صاحب سنبھلی

حضرت اقدس مولانا مولوی قاری عبدالقدوس صاحب کشمیری

حضرت مولانا مولوی انوار احمد صاحب نظامی الہ آبادی

حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب الہ آبادی

حضرت صدرالعلما علیہ الرحمہ کی نظر عنایت ہمیشہ اس ناچیز پر رہی، مسلم دارالیتامیٰ والمساکین کی جب میٹنگ ہوا کرتی تو یہ راقم الحروف ہی اطلاع کے لئے ممبران کے پاس ایجنڈا لے کر دستخط کرانے کے لئے جاتا، ممبران میں یہ حضرات شامل تھے۔

صوفی محمد ادریس صاحب کوٹھی جنت نشان خیر نگر میرٹھ

منشی نادر علی صاحب نادر علی اینڈ کمپنی جلی کوٹھی میرٹھ

ماسٹر محمد الیاس صاحب خیر نگر میرٹھ

عبدالشکور خاں صاحب سب انسپکٹر پولس خیر نگر میرٹھ

خاں بہادر بشیر احمد صاحب مشائخان میرٹھ

نواب چھوٹے میاں صاحب مشائخان میرٹھ

نواب جمشید علی خاں کرنل جلی کوٹھی میرٹھ

بھیا مظفرالدین صاحب لال کرتی میرٹھ

جہانگیر خاں صاحب، جہانگیر ہوٹل، گھنٹہ گھر میرٹھ

مستری عبداللطیف شاہ پیر گیٹ میرٹھ

مستری عبدالرحیم صاحب شاہ پیر گیٹ میرٹھ

مشتاق احمد صاحب بندوق والے خیر نگر میرٹھ

حکیم بنیاد علی صاحب کوٹلہ میرٹھ

مولوی ندرت علی صاحب ندرت پریس سرائے بہلم میرٹھ

حکیم سیف الدین صاحب سرائے بہلم میرٹھ

مصطفیٰ خاں صاحب نمبردار سٹھلہ تحصیل موانہ کلاں میرٹھ

حکیم حشمت علی خاں صاحب جرودہ ضلع میرٹھ

قاضی سرتاج احمد صاحب قاضی واڑہ اندر کوٹ میرٹھ

نواب شوکت علی خاں صاحب کوٹھی جنت نشان میرٹھ

مولوی اسلام الدین صاحب کوٹھی جنت نشان میرٹھ

حضرت مولانا عبد الرؤف صاحب خیر نگر بازار میرٹھ

ڈپٹی اشفاق حسین صاحب ریٹائر خیر نگر بازار میرٹھ

حافظ کلن صاحب شاہ گھاسہ میرٹھ

خان بہادر محمد اسلم صاحب سیفی تحصیل میرٹھ

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ مبلغ اسلام حضرت مولانا مولوی شاہ محمد عارف اللہ صاحب قادری میرٹھی نے جب ہندوستان کو خیر باد کہا تو مسلم دارالیتامیٰ والمساکین کا ناظم اعلیٰ حضور صدر العلما کو مقرر کیا اور مسجد خیر المساجد جو کہ حوض والی مسجد خیر نگر بازار کے نام سے مشہور ومعروف ہے اس کا خطیب بھی حضرت صدر العلما کو ہی مقرر کیا۔ آپ ہر جمعہ کو مسجد حوض والی میں خطابت فرماتے۔

چونکہ خیر نگر بازار میں دیوبندیوں وہابیوں کی اکثریت تھی اور ہے جس کو مولانا شاہ محمد عارف اللہ صاحب بزور تسخیر دبائے ہوئے تھے۔ اب حضرت والا کے پاکستان جانے کے بعد ان لوگوں نے پر کھول لئے اور آہستہ آہستہ کوٹھی جنت نشان کے مالکان سے ربط بڑھایا، چونکہ کوٹھی جنت نشان کے تمام ہی لوگ اہل سنت وجماعت کے عقائد کے پابند تھے، ان میں ایک شخص سر محمد یامین کو دیوبندیوں نے بہلا پھسلا کر خیر المساجد کی خطابت سے حضرت کو الگ کرنے کے لئے جال پھیلایا، اور سر محمد یامین صاحب ان کے جال میں پھنس گئے، دیگر کوٹھی جنت نشان کے تمام حضرات کو اس کا بڑا دکھ ہوا۔

ایک روز ٹھیک بارہ بجے سر محمد یامین جمعہ کی اذان سے کچھ ہی دیر پہلے مسجد میں آئے اور مولسری کے پیڑ کے نیچے کھڑے ہو کر یہ اعلان کیا کہ آج مولانا غلام جیلانی جمعہ کی امامت نہیں کریں گے۔

سر محمد یامین کا یہ اعلان بدتمیزی کے ساتھ تھا، فوراً ہی منشی حفیظ اللہ محرر مسلم دارالیتامیٰ والمساکین نے ایک رقعہ تحریر کیا اور مجھ راقم الحروف کو بلا کر کہا کہ یہ رقعہ حضرت صدر العلما تک پہنچا دو، میں نے فوراً سائیکل لی اور حضرت کے مدرسہ اسلامی عربی اندر کوٹ میرٹھ کے احاطہ سے باہر نکلنے سے پہلے پہنچ گیا اور وہ رقعہ حضرت کو دیا، مجھ راقم الحروف کو اس واقعہ میں کوئی بھول نہیں ہے۔ فوراً ہی حضرت مدرسہ اسلامی عربی میں جو نیم کا درخت کھڑا ہے اور آج بھی موجود ہے اس کے نیچے آئے اور شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی، کچھ پڑھا اور فوراً ہی مسجد جامع شاہ پیر صاحب میں جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لئے روانہ ہو گئے۔ ادھر کی سنئے سر محمد یامین تو یہ اعلان کر کے چلا گیا مگر آج تک قسم خدا کی سر محمد یامین کا پتہ نہ چل سکا کہ اس شخص کو جنات اٹھا کر لے گئے یا اسے زمین نگل گئی۔ غالباً یہ واقعہ ۱۹۵۰ء کا ہے۔

ایک عالم اور سید کی شان میں بے ادبی کا یہ انجام ہوتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ایک اور واقعہ ملاحظہ کرتے چلیں۔

مسلم دار الیتامی والمساکین کا صدر دروازہ چھتہ ڈولیان خیر نگر بازار کی جانب تھا، مدرسہ کے طلباء کو چکر کاٹ کر نماز کے لئے مسجد میں آنا پڑتا تھا، سوچا کہ مدرسہ کا دوسرا دروازہ مسجد کی جانب کھول دیا جائے، چونکہ دار الیتامی والمساکین کی پشت کی دیوار مسجد میں تھی، اس لئے دروازہ کھول دیا گیا، ایک روز تمام دیوبندی وہابیوں نے اچانک مدرسہ کا دروازہ بند کر دیا اور معمار کو بلا کر چنائی کرا دی۔ پھر منشی حفیظ اللہ نے رقعہ لکھا اور راقم الحروف کو وہ رقعہ دیکر کہا کہ اسے حضرت کے پاس پہنچا دو، میں فوراً سائیکل پر سوار ہو کر رقعہ لے کر مدرسہ اسلامی عربی اندر کوٹ پہنچا اور رقعہ حضرت کو دیا۔ فوراً ہی حضرت والا نے شیروانی پہنی اور عصا لیا۔ رکشا کیا، جیسے ہی حضرت کار کشہ مسجد حوض والی کے دروازہ پر رکا اور حضرت نے حوض والی مسجد میں کھڑے ہوئے مول سری کے درخت کے نیچے پہنچ کر دیوار پر نظر کی دیوار فوراً دھڑام سے زمین بوس ہوگئی۔ حضرت واپس چلے گئے۔ دیوبندیوں وہابیوں نے مسلم دار الیتامی والمساکین کے اس دروازہ کو تین مرتبہ بند کیا اور تینوں ہی مرتبہ یہ راقم الحروف اطلاع دینے کے لئے حضرت کے پاس پہنچا، حضرت فوراً ہی تشریف لاتے اور دیوار پر نظر ڈالتے ہی دیوار فوراً زمین بوس ہو جاتی۔ آخر کار تمام دیوبندی وہابی مل کر بھی اس دروازہ کو بند نہ کر سکے اور الحمد للہ آج بھی وہ دروازہ کھلا ہوا ہے۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت اسم اعظم کے عامل تھے اور صاحب کرامت بھی، کیوں نہ صاحب کرامت ہوتے۔ جبکہ آپ کے تمام اسلاف صاحب علم اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ حضرت امام الاولیاء سرتاج اصفیاء ولی کامل حافظ شاہ محمد ابراہیم صاحب سراوے والوں کے عاشق صادق تھے۔ یقین کیجئے راقم الحروف نے اپنی زندگی میں کسی کو بھی ایسا عاشق صادق نہیں پایا جتنا کہ حضرت صدر العلماء امام النحو حضور سید غلام جیلانی صاحب کو حافظ محمد ابراہیم صاحب کا پایا۔

(مولانا) محمد یوسف قادری

لونی۔ غازی آباد (یو۔ پی)

صدر العلماء علم وحکمت کا آفتاب

حضرت پیرزادہ سید شاہد حسین زیدی خیرآبادی مقیم حال کلکتہ

میں پیرزادہ فقیر سید شاہد حسین زیدی مارہروی ثم خیرآبادی مقیم حال کلکتہ خانوادہ مارہرہ مطہرہ کی عظیم المرتبت ہستی اعلیٰ حضرت کے پیرومرشد خاتم الاکابر حضرت سید شاہ آل رسول احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان سے ہوں۔ آپ کے دو حقیقی نواسے اول حضرت سید حسین حیدر علیہ الرحمہ دوم حضرت سید ظہور حیدر علیہ الرحمہ بڑے نواسے کے پوتے حضور سید العلماء وحضور احسن العلماء اور چھوٹے نواسے سرکار ظہوری میاں کے پوتوں میں راقم السطور ہے۔ حضور سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں میرے والد گرامی حضرت سید سعادت علی زیدی قادری برکاتی نوری کے حقیقی پھوپھا تھے۔ اور حضور سید العلماء کو میرے والد ماجد کی حقیقی بھتیجی منسوب تھیں لہٰذا یوں میرے وہ بھائی اور بہنوئی دونوں تھے۔ پروردگار عالم خانوادۂ برکاتیہ کے شہزادوں کو عمر وعلم ومراتب میں برکتیں عطا فرمائے اور نظر بد سے محفوظ رکھے آمین۔ اخی معظم حضور سید العلماء وحضور احسن العلماء کے اس چمن کو ہمیشہ دین ودنیا کی بیش بہا دولتوں سے نوازتا رہے۔ یہ تو رہا میرا اجمالی تعارف خانوادۂ برکاتیہ سے۔

اب رہے میرے استاذ حضور صدر العلماء علامہ سید شاہ غلام جیلانی میرٹھی صدر المدرسین مدرسہ اسلامیہ عربیہ (میرٹھ) کہ جو علم وحکمت کے آفتاب، سرومعرفت کے مہتاب، تبحر وفضیلت کے شاہ خاور، رحمت ومحبت کے طشت زر، مصنف کتب کثیرہ علم وحکمت کے گوہر نایاب کہ جن کی بارگاہ میں اس وقت فقیر چند سطور قلمبند کرنے جا رہا ہے۔ مارہرہ مطہرہ کے میرے اجداد کی دو جاگیریں عرف عام میں آج بھی اکثر وبیشتر کہی جاتی ہیں اول بدایوں شریف دوم بریلی شریف میرے اجداد کا قدیم مدرسہ محمدیہ جو اب مدرسۂ عالیہ قادریہ بدایوں شریف کے نام سے منسوب ہے غالباً ۱۹۷۴ء یا ۱۹۷۵ء میں ابا حضور نے مجھے سب سے پہلے اسی مدرسے میں اپنے ہمراہ لے جاکر حضرت سالم میاں صاحب کے سپرد کیا وہاں ایک سال رہا، اس کے بعد حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ مجھے اپنے ساتھ حضرت سالم میاں صاحب کے حقیقی تایا سسر حضور صدر العلماء امام النحو علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی کی بارگاہ میں ۱۹۷۶ء میں لے گئے اور پھر میں حضرت کے پاس مستقل طور پر رہ کر تعلیم حاصل کرتا رہا۔ حضرت استاذ گرامی علم کے سمندر تو تھے ہی اس کے ساتھ پروردگار عالم نے خوبرو اور وجیہ شخصیت کا بھی مالک بنایا تھا۔ حضور استاذ گرامی کے آخر دور کے شاگردوں میں میرے ساتھ حضرت کے صاحبزادگان اور نواسے وغیرہ بھی تھے۔ ۷۵،۸۰ سال کی ضعیفی کے عالم میں فجر کی نماز میں بچوں کو اٹھانے کے لیے اندھیرے میں بالاخانہ (رہائش گاہ) سے آکر درسگاہ میں بیٹھ جاتے اور اپنے وظائف میں مشغول رہتے صبح سے دوپہر تک تعلیم کا سلسلہ جاری رہتا، دوپہر کو کھانے کے بعد قیلولہ فرماتے

پھر ظہر کی نماز ہوتی۔ عصر کے بعد عموماً میں حضرت کے پاس بیٹھ جاتا اور بزرگان دین بالخصوص اکابرین مارہرہ وغیرہ کے دیدہ شنیدہ واقعات کو سنا کرتا تھا حضرت فرماتے تھے کہ اخی معظم حضور سید العلماء جس وقت اجمیر شریف میں کافیہ وقدوری پڑھ رہے تھے تو اس وقت ہم لوگوں کی منتہی کتابیں چل رہی تھیں، حضور استاذ گرامی الہ آباد عربک پرشین بورڈ کے ممبر بھی تھے۔ لہذا ہر سال الہ آباد جاتے سفر میں آپ کے ساتھ میرا بھی بارہا جانے کا اتفاق ہوا سفر میں بھی نماز بڑی پابندی سے ادا فرماتے ہم نے کوئی نماز حضرت کی اپنی موجودگی میں فوت ہوتے نہ دیکھی۔ حضرت کی تقاریر بھی ہوتیں لیکن خالص علمی، زیادہ تر حضرت کی تقاریر میں علماء وطلبہ موجود رہتے، بڑے ہی پیارے انداز میں حضرت کی گفتگو وتقریر ہوتی جس کا لوگوں پر بڑا اثر ہوتا حضرت ہمیشہ عمدہ غذا تناول فرماتے، جو خود کھاتے اپنے ساتھ رہنے والے کو بھی برابر سے وہی کھلاتے، آپ کو حقہ اور پان کا بھی شوق تھا جو بڑے ہی ریاض سے تیار ہوتا ۱۹۷۷ء میں حضور سید العلماء کے عرس کے لیے مجھے برابر یاد دلاتے کہ شاہد میاں عرس میں مارہرہ شریف جانا ہے۔ راقم السطور حضرت کے ساتھ دھول پور راجستھان جلسہ میں گیا وہاں سے مارہرہ شریف پہونچا میرے ابا حضور بقید حیات تھے اور احسن العلماء کے ابا حضور جو کہ میرے بڑے ابا ہوئے اور سید اولاد نبی چھوٹا چچا بھی بقید حیات تھے، حضرت استاذ گرامی کا الگ مکان میں ٹھہرنے کا معقول انتظام ابا حضور نے کرا دیا تھا حضرت کو قیام گاہ پر پہونچا کر میں نے اجازت لی اور اپنی ہمشیرہ یعنی حضور سید العلماء کی اہلیہ محترمہ کے گھر چلا آیا۔ حضرت نے چلتے وقت کہا شاہد میاں! قل شریف کے وقت مجھے آکر لے چلئے گا۔ عرس کی ساری تقاریب آستانہ برکاتیہ میں ٹین کے سائبان کے نیچے ہوتی تھی حضرت کو بڑے ہی ادب واحترام سے خانقاہ لے کر آیا قل ہوا فاتحہ خوانی ہوئی اور دعا کے بعد تبرکات کی زیارت کرائی گئی۔ مسجد کے سامنے کنگروں والے تین در تھے جو اب جدید عمارت امی کے گھر کے نام سے بن چکی ہے وہاں بیٹھوں والے مونڈھے پڑے تھے جن پر حضور استاذ گرامی اور اخی معظم سید مصطفیٰ حیدر حسن بھیا نیز ابا حضور تشریف فرما تھے ابا حضور نے استاذ گرامی سے عرض کیا کہ صاحب زادہ نے اب تک کیا پڑھا ہے چنانچہ آپ نے مجھے چند میزان کی گردانیں اور کچھ مصادر وغیرہ سنا دینے کو کہا جو میں نے بحمدہ تعالیٰ صحیح صحیح سنا دیں اخی معظم قبلہ حسن بھیا اٹھکر گھر کے اندر گئے اور چند درسی کتابیں لائے اور یہ کہکر میرے حوالے کیں کہ لللہ! ان کتابوں سے مجھے بابا تاج العلماء علیہ الرحمہ نے پڑھایا اور ہم نے پڑھا اب یہ میں تیرے حوالے کرتا ہوں تو پڑھنا اور مزید ڈھیروں دعائیں دیں، عرس کے بعد میں حضرت کے ہمراہ واپس میرٹھ آگیا۔ اور وصال تک میرٹھ ہی رہا۔

باتیں تو اور بھی بہت سی تھیں مگر اب لکھنے کا وقت نہیں کہ یہ کتاب کل صبح ہی چھپنے کے لیے دہلی روانہ ہونے والی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مقبول فرمائے اور اس کے مرتب برادر گرامی قدر جناب مولانا محمد ایوب اشرفی شمسی سنبھلی کو دین ودنیا کی خیر وخوبی عطا فرمائے اور حضور صدر العلماء کے روحانی فیوض سے مالامال فرمائے آمین۔

پیرزادہ سید شاہد حسین زیدی خیرآبادی ۸/مئی ۲۰۱۰ء بروز ہفتہ

صدر العلماء میری یادداشت کے تناظر میں

از۔ حضرت مولانا محمد یامین صاحب نعیمی اشرفی مہتمم "جامعہ نعیمیہ" مراد آباد (یو۔ پی)

صدر العلماء امام النحو حضرت العلام سید غلام جیلانی علیہ الرحمہ کی شخصیت علمی حلقہ میں کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ جامعہ نعیمیہ کے مشاہیر تلامذہ میں آپ کو امتیازی شان اور انفرادی حیثیت حاصل تھی حضرت کی ذات کثیر الجہات میں اللہ نے گوناگوں اوصاف حمیدہ ودیعت فرمائے تھے۔ راقم نے حضرت کو بہت قریب سے دیکھا ہے اور حضرت کے حالات کا کافی حد تک مشاہدہ کیا ہے لیکن بقول حق کانپوری

ع کچھ کچھ تو ہمیں یاد ہے سب یاد نہیں ہے

حضرت کے متعلق جو باتیں فی الحال میرے حافظہ میں ہیں وہ یہاں قلمبند کرتا ہوں، جامعہ نعیمیہ میں آپ ہر عشرہ پندرہ دن میں تشریف لایا کرتے تھے، آپ جب جامعہ میں تشریف لاتے تو پہلے جامعہ میں موجود چبوترہ پر اپنا سامان رکھتے وضو فرماتے اور حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے مزار پر انوار پر حاضری کا شرف حاصل فرماتے فاتحہ وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ کی درسگاہ جسے مہمان خانہ کی حیثیت حاصل تھی آپ وہاں قیام فرماتے اور وہیں آپ سب سے ملاقات فرماتے حضرت العلام مولانا محمد یونس صاحب قبلہ نعیمی علیہ الرحمہ سابق مہتمم جامعہ نعیمیہ بھی آپ سے ملاقات کے لئے آتے۔ اور زیادہ تر وقت آپ کے پاس ہی گزارتے حضرت مولانا یونس صاحب اور حضرت صدر العلماء کے مابین دوستانہ گہرے مراسم تھے دونوں حضرات کے درمیان دوران طالبعلمی ہی سے سلسلہ محبت مربوط تھا مولانا یونس صاحب قبلہ کبھی کبھی زمانہ طالب علمی میں صدر العلماء کے ساتھ اپنی رفاقت کے واقعات سناتے رہتے تھے ایک دن فرمانے لگے کہ "مولانا غلام جیلانی میرے ہمسبق ساتھیوں میں مجھ سے سب سے زیادہ قریب تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ میرے ہمخیال تھے۔ مولانا کو اکتساب علم کا جنون کی حد تک شوق تھا وقت کو کبھی ضائع نہیں فرماتے خالی اوقات میں مسجد ومدرسہ کی صفائی وغیرہ کا بہت خیال رکھتے تھے۔

حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ کی قیام گاہ کے قریب ایک کنواں تھا جس کا پانی گندہ ہو چکا تھا ایک دن مجھ سے کہنے لگے کہ آج جمعرات ہے بعد نماز ظہر اس کنویں کی صفائی کریں گے میں نے کہا ٹھیک ہے ظہر کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد کنویں کی صفائی کے لئے ہم دونوں تیار ہو گئے کنواں کافی بھیانک تھا اس کو دیکھتے ہی سے دہشت محسوس ہوتی تھی خیر مولانا نے مجھ سے کہا کہ میں رسی پکڑتا ہوں تم کنویں میں اتر جاؤ میں راضی ہو گیا اور رسی کے ذریعہ کنویں میں اترنے لگا لیکن جیسے جیسے میں اندر اترتا جا رہا تھا کنویں کی تاریکی سے دل کی دھڑکنیں تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھیں اور آخر کار میری قوت برداشت نے جواب دے ہی دیا میں نے بلند آواز سے کہا جیلانی مجھے اوپر کھینچو مولانا نے مجھے بہت کھینچنے کی کوشش کی لیکن بہترین صحت کے مالک ہونے

کے باوجود بھی وہ مجھے اوپر نہ کھینچ سکے میں شور مچا رہا تھا کہ یکایک میری آواز حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ کی سماعت سے ٹکرائی حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے اپنی نشست گاہ سے نکل کر دیکھا اور مولانا کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کیا بات ہے جیلانی! مولانا نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا حضور کنویں میں (مولانا) یونس ہیں، حضور صدر الافاضل فوراً تیز قدموں سے کنویں کے قریب آئے اور مولانا کے ہاتھوں سے رسی لیکر ایک ہی جھٹکے میں مجھے کنویں سے باہر کھینچ لیا اور آئندہ ہمیں ایسا نہ کرنے کی تنبیہ فرماتے ہوئے آپ اپنی نشست گاہ کی جانب تشریف لے گئے۔ کافی دنوں تک یہ واقعہ اساتذہ وطلباء کے مابین موضوع گفتگو بنا رہا۔" اس کے علاوہ اور بھی بہت سے واقعات جو مولانا یونس صاحب نے مجھے سنائے لیکن اب وہ طاق نسیاں ہو گئے خیر اب میں اصل گفتگو کی طرف آتا ہوں۔

حضرت مولانا محمد یونس صاحب چونکہ میرے استاد بھی تھے اور رشتہ میں تایا بھی لگتے تھے، اس لئے میں زیادہ تر انہیں کی خدمت میں رہتا تھا اور جب حضرت صدر العلماء تشریف لاتے تو حضرت کی خدمت پر مجھے ہی مامور کیا جاتا تھا۔ حضرت کو کھانا وغیرہ بھی میں ہی کھلایا کرتا تھا آپ کھانے میں کبھی تکلف نہیں فرماتے جو کچھ سامنے آتا بصد شوق تناول فرماتے آپ شیریں پسند بہت تھے میٹھی چائے میں مزید ایک بڑا چمچ شکر ڈالنا آپ کا معمول تھا آپ کئی کئی روز جامعہ میں قیام فرماتے اور جب واپس تشریف لے جاتے تو اپنی یادیں چھوڑ جاتے۔ بڑے آپ کے طرز ادب و تعظیم کو موضوع سخن بناتے احباب آپ کے دوستانہ مراسم پر تبصرہ فرماتے اور چھوٹے آپ کے مشفقانہ طرز عمل کو یاد کر کے محظوظ ہوتے احقر سے حضرت کافی محبت فرماتے تھے اور ہمیشہ شفقت و محبت سے پیش آتے ایک دفعہ میرا دہلی جانا ہوا اتفاق سے جامع مسجد کے قریب میں نے دیکھا کہ حضرت کھڑے ہوئے ہیں میں نے فوراً خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کیا سلام و دعا کے بعد حضرت نے میرے آنے کے متعلق پوچھا میں نے عرض کیا حضور کتابوں کے سلسلے میں آیا تھا فرمایا کھانا کھالیا؟ میں نے کہا جی! حضرت نے فرمایا بھٹیاروں میں کھایا ہوگا؟ میں نے اثبات میں گردن ہلا دی۔ بھٹیاروں میں چونکہ بہت سستا کھانا ملتا تھا پچیس پیسے میں آدمی شکم سیر ہو جاتا تھا۔ اور کھانا بھی اچھا ہوتا تھا۔ اس لئے میں زیادہ تر وہیں کھایا کرتا تھا۔ حضرت نے فرمایا آؤ میرے ساتھ میں کھانا کھلواؤں گا میں نے بہت منع کیا لیکن حضرت کے شفقت و محبت بھرے لہجے کے مقابل میری ایک کام نہیں آئی۔ اور میں حضرت کے ساتھ چل دیا اور آپ کے ساتھ کھانا کھایا۔ کھانے کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد حضرت نے فرمایا چلو میں تمہیں برف کی قلفی کھلواتا ہوں حضرت کو ٹھنڈی چیزوں کا بہت شوق تھا شدت کی گرمی ہوتی یا کڑکتی ٹھنڈ گھڑے کا ٹھنڈا پانی پینا آپ کی عادت میں شامل تھا۔ خیر حضرت نے برف کی دو قلفی لیں ایک مجھے دی اور دوسری خود لی جب میں فارغ ہو گیا تو اور لینے کو کہا میں نے باصرار منع کیا تو حضرت نے خود اپنے لئے ایک اور قلفی لی جب حضرت خورد و نوش سے فارغ ہو گئے تو میں نے عرض کیا حضرت دہلی کس لئے آنا ہوا حضرت نے فرمایا اپنی کتاب نظام شریعت کی طباعت کے سلسلے میں آیا ہوں اور بہت جلد انشاء اللہ میری کتاب منظر عام

پڑ جائےگی۔ میں نے چونکہ اس وقت تدریس کے علاوہ خارجی اوقات میں کتابوں کی تجارت کا کام شروع کر رکھا تھا اس لئے تھوڑی دیر میں نے حضرت سے حضرت کی کتاب کے متعلق تجارتی انداز میں تبادلۂ خیال کیا اور پھر حضرت سے دعائیں لے کر رخصت ہوا اور جس کام کے لئے دہلی گیا تھا اس کو سرانجام دیا۔ کچھ دنوں کے بعد پتہ چلا کہ حضرت کی کتاب مستطاب نظام شریعت مارکیٹ میں آگئی ہے میں نے حضرت سے رابطہ کیا اور چند عدد نظام شریعت طلب کیں حضرت چونکہ اپنی تصانیف کے سلسلے میں کافی محتاط رہتے تھے اس لئے خود ہی اپنی کتابوں کی طباعت کراتے خود ہی تجارت فرماتے تھے مستقل کوئی دوکان نہیں تھی بلکہ مدرسہ عربیہ میرٹھ میں آپ اپنے حجرۂ شریفہ میں کتابیں رکھتے اور تاجرین کتب کے مطالبے پر کتابیں ان کے پتے پر ارسال فرمادیا کرتے تھے۔ حضرت نے چند عدد نظام شریعت میرے پتے پر بھی ارسال فرمادیں جو چند روز کے اندر ہی مجھے موصول ہوگئیں۔ ان کتابوں کی مجموعی قیمت تین سو پندرہ روپے سترہ پیسے تھی میں نے تین سو پندرہ روپے کا منی آرڈر حضرت کے نام روانہ کردیا جب حضرت کو یہ رقم مل گئی تو حضرت نے میرے نام ایک نامہ ارسال فرمایا جسے نصیحت نامہ سے موسوم کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ حضرت نے اس خط میں دیگر تمام باتوں سے قطع نظر درج ذیل نصیحت آمیز جملہ جو آج تک میری رہنمائی کر رہا ہے۔ کچھ اس انداز میں تحریر فرمایا "مطلوبہ رقم تین سو پندرہ روپے سترہ پیسوں میں سے تین سو پندرہ روپے وصول ہوئے اور سترہ پیسے آپ پر باقی رہے۔" میں نے دوسرے روز سترہ پیسہ کا منی آرڈر حضرت کے نام ارسال کیا حضرت نے سترہ پیسے وصول ہونے کے بعد پھر مجھے ایک خط تحریر فرمایا جس میں دعاؤں سے نوازتے ہوئے سترہ پیسے کی وصولیابی کی اطلاع فراہم فرمائی۔ یہاں یہ عرض کردینا ضروری ہے کہ حضرت کا مجھ سے سترہ پیسے کا مطالبہ کرنے سے مبادا یہ نتیجہ نہ اخذ کیا جائے کہ حضرت نے مجھ سے اتنی شفقت ومحبت کے باوجود سترہ پیسے کی حقیر رقم کا مطالبہ کر کے پیسوں کو رشتہ محبت پر ترجیح دی بلکہ حضرت نے اس حقیر رقم کا مطالبہ کر کے تجارت میں خصوصاً پیسوں کی لین دین میں احتیاط سے کام کرنے کی نصیحت کے علاوہ اور بھی بے شمار کارآمد، مفید نصیحتیں عطا فرمائیں جو آج تک میری رہنمائی فرما رہی ہیں۔ مزید براں کہ شریعت کی پاسداری کرتے ہوئے تجارت کا کام کرنا ایک مشکل امر ہے۔ احقر نے صدر العلماء کے اندر یہ خصوصیت دیکھی کہ شریعت کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے احتیاط کا دامن مضبوطی سے تھام کر تجارت ہی خوش اسلوبی سے آپ تجارت کا کام سرانجام دیتے تھے اور دوسروں کو بھی اسی نہج پر چلنے کی تلقین کرتے رہتے تھے ایک مرتبہ میں نے کہا حضرت آپ نے کتابوں کی قیمت زیادہ کردی ہے تو مزاحیہ لب ولہجہ میں فرمایا "میاں زکوۃ کا پیسہ اسی سے تو نکالنا ہوتا ہے" حضرت کے اس جملہ سے کئی مفہوم اخذ کیے جاسکتے ہیں جنہیں اہل علم حضرات ہی جانیں گے اور محظوظ ہوں گے۔ تادم تحریر صدر العلماء کے متعلق یہی دو چار باتیں حافظہ میں محفوظ تھیں۔ دعا ہے مولیٰ کریم ہمیں حضرت کے فیوض وبرکات سے مالا مال فرمائے اور حضرت کی حیات سے درس عبرت اخذ کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے (آمین)

محمد یامین نعیمی اشرفی خادم جامعہ نعیمیہ مرادآباد